مولانا محمد طاسین المعروف حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کی علمی، فکری خدمات کا تحقیقی جائزہ

تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی

تحقیق کار

سید غضنفر احمد

نگراں

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج

شیخ زید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی

2013ء

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ سید غضنفر احمد نے " مولانا محمد طاسین المعروف بابا ذہین شاہ تاجی کی علمی، فکری خدمات کا تحقیقی جائزہ" کے عنوان پر اپنا تحقیقی مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی مکمل کر لیا ہے، کام کی نوعیت اور مواد صحیح معنوں میں تحقیقی اسلوب کے رنگ میں ہے۔ لہٰذا امیدوار کو مقالہ جمع کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

نگرانِ تحقیق

پروفیسر ڈاکٹر حافظ شکیل اوج

رئیس کلیہ معارف علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی

BOARD OF ADVANCE STUDIES & RESEARCH

University of Karachi

DECLARATION

I, **Syed Ghazanfar Ahmed** s/o, d/o **Syed Mukhayyar Ahmed Nasim** hereby declare that no part of the work presented by me has been plagaiarized from anywhere, Proper references and cited wherever necessary.

I understand that the university reserves the right to cancel the degree if any of the above declaration is proved false before or even after the award of degree.

Signature of the candidate: ______________________

Name of the candidate: **Syed Ghazanfar Ahmed**

Title of the thesis مولانا محمد طاسین المعروف حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کی علمی ، فکری خدمات کا تحقیقی جائزہ

Degree: **Ph.D.**

Department/ Subject: Sheikh Zayed Islamic Centre

Date: 12-3-2013

اظہار تشکر

اللہ رب العالمین کے فضل و کرم سے والدین، مشائخ و اساتذہ کرام کی دعاؤں اور رفقاء و تلامذہ کی نیک خواہشات کی بدولت فقیر نے آج اپنا مقالہ برائے Ph.D مکمل کر لیا۔ مقالے کی تیاری میں خود بابا صاحب کی توجہات اگر شامل حال نہ ہوتی تو اس میں آنے والی دشواریوں سے نبرد آزماء ہونا فقیر کے بس کی بات نہ تھی۔

بعد ازاں میرے نگران مقالہ جناب پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اول صاحب کی رہنمائی میرے لئے قابل فخر ہے اور آپ نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر فقیر کا مقالہ حرف بہ حرف پڑھا اور تصحیح بھی فرمائی اور وقتاً فوقتاً اپنی قیمتی آراء سے بھی نوازا۔

مقالہ کی تیاری میں بہت سا وہ مواد جو کہ مطبوعہ شکل میں موجود نہیں تھا۔ اس سلسلے میں سجادہ نشین خانقاہ تاجیہ و چیئر مین ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، عالی جناب بابا محمد عاطف شاہ تاجی مد ظلہ۔ ان کے بعد محمد عمر تاجی اور محمد اشفاق تاجی کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ ان حضرات نے وہ قیمتی معلومات فراہم کیں۔

شیخ زید سینٹر کے تمام اساتذہ کرام ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، پروفیسر امین وزیر، ڈاکٹر عمر، پروفیسر جہاں آراء لطفی، ڈاکٹر عابدہ، پروفیسر عبد الخالق باری کے ساتھ ساتھ مولانا احمد رضا خان افغانی اور علامہ سید شاہ حسین گردیزی صاحب کا بھی ممنون ہوں کے ابن عربی علیہ الرحمہ کے فہم کو سمجھنے میں ان سے جو رہنمائی فصوص کے چند اسباق کے دوران ملی۔ وہ میرے لئے گراں قدر سرمایہ ہے۔

ریفرنسز کے سلسلے میں مندرجہ ذیل کتب خانے اور انکے متعلقہ افراد کا شکر گذار ہوں کہ جنھوں نے کتب کی فراہمی میں معاونت کی۔ لائبریری شیخ زید سینٹر، محمود حسین لائبریری، مفتی نصر اللہ خان صاحب کی نجی لائبریری، غالب لائبریری، بے دل لائبریری اور لیاقت میموریل لائبریری۔

علاوہ ازیں وہ احباب جو کمپوزنگ کی ابتداء سے لے کر پرنٹنگ اور بائنڈنگ تک کے مراحل میں میرے ساتھ ہر موڑ پر ساتھ رہے۔ جناب صہیب احمد صدیقی، مرزا نعمان بیگ، محمد اشرف، بی بی عالیہ نور، عالیہ کنول، احمد حسن، شیخ عدنان احمد عثمانی، محمد فیضان خان۔ ان سب حضرات نے فقیر کے ساتھ تعاون کیا لہٰذا میں ان سب حضرات کے لئے دعا گوں ہوں کہ اللہ رب العالمین ان سب پر اور فقیر پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ جزاکم اللہ خیراً

احقر العباد

سید غضنفر احمد

ABSTRACT

This research argues about the canonical status of the renowned Sufi poet and Philosopher Zaheen Shah Taji. Zaheen Shah Taji was a man of manifold talents and the present research encompasses his life and works. The thesis traces the historical background and socio-political condition in the late 19th and the 20th century of India (South Asia).The work further discusses the life sketch and times of Zaheen shah Taji, the spiritual and intellectual services rendered by Baba Sahab are covered, the area of study includes the parentage, spiritual mentors and disciples and vicegerents of Zaheen Shah Taji.

Since he was a celebrated poet of the 20th century, therefore a section of this research deals with the evaluation and criticism of his poetical works. The works being Philosophical and of the Sufi Path of Knowledge, the section to follow after poetry, discusses Zaheen Shah`s Sufism with special reference to the Sufi order of Taj-ul-Aulia Hazrat Baba Syed Muhammad Tajuddin Nagpuri.Zaheen Shah Taji`s role and services in the fields of politics and constitution making is discussed. There is also a section dealing with religio-social and education services of Zaheen Shah; as part of our research the monthly `Taj` of which Zaheen Shah was the chief editor and supervisor, has been indexed. The indexing service is for the critical essays and articles which were published from 1956-1978, the year 1978 being the year of Zaheen`s demise. The works published posthumously have also been included in the research (the list being till 1978).The present research argues about the intellectual appreciation of the multidimensional personality of Zaheen Shah Taji, in the canonical sense. Extensive references have been made to the available sources on the life and times of Baba Sahab, interviews and audio recordings have also been accessed in order to include as much as possible, so as to claim for the right and proper placement of Zaheen Shah Taji for the services rendered by him in the religious, spiritual, social, literacy and political fields.

مقدمہ

الحمد للہ حمداً وافیاً کافیاً

والصلاۃ والسلام علی النبی اللہ، مشفعاً و شافعاً

وعلی الہ واصحابہ الطاہرین واتباعہ السالکین

والشہداء والصالحین اننی بہم متوسلا

ذہین شاہ تاجی الموسوم بہ خواجہ محمد طاسین الفاروقی ابن خواجہ دیدار بخش فراقی چشتی صابری و قادری کہ جن کی شخصیت علمی، دینی اور روحانی طور پر کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔

ذہین شاہ تاجی کا تعلق پاک وہند کی ان قد آور اور بلند پایا شخصیات میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے شجرِ تاج اولیاء کی آبیاری کر کے تصوف کے گھمبیر مسائل سے پردہ اٹھانے کا بیڑہ اٹھایا اور تصوف کی تجدید کر کے شریعت، تصوف اور سلوک کے باہم تعلق کو روشناس کروایا۔

؎ در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق   ہر ہوس ناکہ نداند جام وسندان باختن

آپ کی ہستی شخصیت مجموعہ کمالات اور جامع فضائل تھی۔ آپ ہمہ وقت صاحب قادر الکلام شاعر و صاحب طریقت تھے۔ مفسر اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر، صوفی، متکلم، محقق، مناظر، ناظم، ادیب، شیخ اور خانقاہ نشین تھے۔ ایک طرف ابن عربی کا مسلک زندہ کیا تو دوسری طرف منصور کے طواسین کی بھی وضاحت کی بلاشبہ آپ صوفیاء کے وکیل تھے۔

؎ کبھی وہ چاند کبھی سورج اور کبھی خوشبو   ہزار روپ بدلنا اسی کو آتا تھا۔

یہی نہیں بلکہ ذہین شاہ تاجی کو سیاسی اور قانونی دلائل کے ساتھ گفتگو کرتے تھے اور پاکستان کی اولین سیاست کی تنقید اور تصحیح اپنے نثر و شعر کے ذریعے کرتے تھے۔

ذہین شاہ تاجی کا اصل نام خواجہ محمد طاسین الفاروقی تھا۔ آپ سلسلۂ چشتیہ کے ایک عظیم بزرگ سلطان التارکین حضرت خواجہ حمید الدین صوفی ناگوری کی اولاد ہیں۔ (جبکہ صوفی حمید الدین ناگوری حضرت خواجہ معین

الدین کے امام نماز بھی تھے۔)

صوفی صاحب ایک عظیم عالم دین بھی تھے۔ اور پندرہویں پشت میں آپ کا شجرۂ نسب جناب امیر المومنین سید عمر فاروق سے جاملتا ہے اور ذہین شاہ تاجی کا شجرۂ نسب 21 واسطوں سے صوفی صاحب سے اور 45 واسطوں سے حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے۔

حضرت سلطان التارکین ناگوریؒ کی تفسیر نور النبی ہندوستان کی پہلی تفسیر شمار کی جاتی ہے۔ ذہین شاہ تاجی علم ولایت دونوں سے وراثتاً آراستہ تھے۔ آپ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ 1000 سال سے آپ کا خاندان متوارثِ ولایت و خلافت ہے۔

آپ کے والد گرامی خواجہ محمد دیدار بخش فراقی الفاروقی ایک تبحر عالم دین۔ عربی، فارسی اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ نیز فن خوش نویسی اور مختلف رسم الخطوط پر بھی آپ کو مہارت حاصل تھی اور آپ کے لکھے ہوئے طغرے لوگ ذوق و شوق سے اپنے گھروں میں لگاتے تھے۔

؎ ایں خانہ ہمہ آفتاب است

ذہین شاہ تاجی 4 رجب المرجب 1902ء میں شیخاواٹی کی ایک تحصیل جھن جھنوں میں تولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مسلمانوں کے رائج طریقہ کے مطابق اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ فن خوش نویسی میں اپنے والد صاحب سے مہارت حاصل کی اور اس پر ایسی مہارت تھی کہ والد صاحب اپنے قصائد اور مقالات آپ سے لکھواتے تھے۔ سلطان التارکین کے گلستان یہ سپوت رشید اسقدر جاذب تھے کہ ہر رعنائی کو خود میں سمونے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ چناچہ تمام صلاحتیں والد سے حاصل کیں تھیں تو خاندان کا ماحول تو پہلے ہی علمی و ادبی تھا اس پر طرہ یہ کہ والد اپنے قطعات انہیں سے لکھواتے چنانچہ مزاج شاعرانہ پایا اور خوب پایا کہ بچپن سے ہی شعر کہنا شروع کر دیا۔ ابتداءً نام ہی تخلص کے طور پر لکھتے تھے مگر والد صاحب نے اس گوہر نایاب کی چمک دیکھی تو فرمایا

" تم ذہین ہو اور تمہارا تخلص بھی ذہین ہے"

اور رفتہ رفتہ بعد ازاں یہ نام آپ کی شخصیت پر ایسا چھایا کہ یہی آپ کا نام بن گیا اور علمی اور ادبی حلقوں میں آپ ذہین شاہ تاجی کے نام سے معروف ہوئے۔

طریقت و سلوک ایک مستحکم، طاقتور زندگی کی صلاحیت رکھنے والا اور حرکت و نمو سے لبریز راستہ ہے اور اگر یہ علم و ادب کی روشنی سے منور ہو تو نور علی نور ہے۔ اس کا ایک سرا نبوت محمدیؐ سے ملا ہوا ہے اور دوسرا اس زندگی سے۔ وہ نبوتِ محمدیؐ کے چشمۂ حیواں سے پانی لیتا ہے اور زندگی کی ان کشت زاروں میں ڈالتا ہے۔ اگر طریقت و تصوف اپنا کام چھوڑ دے تو زندگی کے کھیت سوکھ جائیں۔ انسانیت کے کھلیان ویران ہو جائیں اور مرجھانے لگیں۔ نہ نبوت محمد علیہ الصلاۃ والسلام کا درنایاب ہونے والا ہے۔ نہ انسانیت کی پیاس بجھنے والی ہے۔ نہ نبوت محمدیؐ کے چشمۂ فیض سے بخل و انکار ہے نہ انسانیت کے کاسۂ گدائی کی طرف سے استغنا کا اظہار دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ادھر سے انا قاسم واللہ یعطی کی صدائے مکرر ہے اور ادھر سے ھل من مزید کی فغانِ مسلسل اور یہ سلسلہ قرونِ اولیٰ سے اب تک جاری و ساری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ لوگوں نے طریقت اور شریعت کو جدا کر دیا ان میں پھوٹ ڈال دی اور اہل الظواہر کہلائے۔

ذہین شاہ نبوت محمدیؐ کے چشمۂ فیض کا ایک پرنالہ ایک منہل ہے اور عرفان کے یہ تمام مناہل ایک جگہ ایک وحدت پر جا کر اکھٹے ہو جاتے ہیں جو کہ صرف اور صرف ذات واجب الوجود ہے۔ ذہین شاہ تاجی کو جہاں علوم پر دسترس حاصل تھی وہیں پر انہیں علم و ادب سے غیر معمولی لگاؤ بھی تھا۔ آپ اخیر عمر تک خود کو ایک طالب علم ہی سمجھتے رہے۔ دراں حالیکہ آپ ہزاروں لوگوں کی علمی پیاس بجھانے کا فریضہ بھی انجام دے رہے تھے۔ ذہین شاہ قلباً و جسماً و روحاً بلاواسطہ حضرت تاج الاولیاء کے ارادت مند تھے۔ مگر چونکہ فطرت نے اس کے لئے مستقبل میں ایک پلیٹ فارم مہیا کرنا تھا۔ ایک راہ ہموار کرنی تھی اور قدرت کی منشا اور حکمت تھی کہ اس کوہ نور کو مزید ایسا تراشا جائے کہ عالم چہار سو روشن ہو اور تاج الاولیاء کے سر کا تاج مع جواہر جگمگانے لگیں۔

چنانچہ والد گرامی کے وصال کے بعد آپ جب کیفیت انجذاب و مجذوبیت سے گذر رہے تھے تو حضرت مولانا عبدالکریم جے پوری المعروف بہ یوسف شاہ تاجی نے اس گوہر نایاب کو آزمائش کی بھٹی سے خود بڑھ کر نکالا بیعت کی اور خلافت و سجادگی عطا کی۔ جو کہ حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ کے خلیفہ اول اور سجادہ نشین تھے۔ زیر نظر مقالہ میں ذہین شاہ تاجی کے مشائخ کا احوال بھی مندرج ہے۔

مولانا عبدالکریم جے پوریؒ نے مدرسہ منظر الاسلام سے علم دین کی تحصیل فرمائی اور آپ صوفی عبدالحکیم لکھنوی کے مرید اور خلیفہ تھے شیخ نے تربیت کے بعد خود آپ کو حضرت بابا تاج الدین اولیاء کی خدمت میں پیش کیا بابا تاج الدین نے آپ کو سخت مجاہدات اور ریاضات سے گذارا حتیٰ کہ بارہ سال تک آپ کو ایک کنویں میں رکھا اور اس نسبت سے آپ کا نام یوسف رکھا۔ اور اپنا بیٹا بنایا اور ان کو اپنے خزانے کی کنجی فرمائی۔

اس قدر خاکسار فطرت پائی تھی کہ باباصاحب کے وصال کے بعد جب آپ کو سجادہ نشین مقرر فرمایا تو آپ نے وہ دستار باباصاحب کے ماموں کے بیٹے کے سر پر رکھ دی اور انہیں سجادگی سونپ کر خود اجمیر شریف میں خواجۂ خواجگان کے مزار پر لوگوں کو فیضیاب فرمانے لگے۔ بوقت وصال مزار کمیٹی کو فرمایا کہ مجھے کراچی لے چلو اور یہ 1948ء کا زمانہ تھا جس میں فسادات اور خونریزی اپنے عروج پر تھی۔ الغرض کراچی آنے کے تیسرے روز آپ کا وصال ہوا اور آپ کو میوہ شاہ قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کی پاکستان میں آمد گویا اس بات کا اشارہ تھی کہ سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی داغ بیل یہیں سے رکھی جائے اور یہاں پر اس سلسلہ کے مرکز کا قیام وجود میں آیا اور یہیں سے سلسلہ تاجیہ چشتیہ صابریہ قادریہ کے فیض کے چشمے پھوٹے تاریخ شاہد ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ذہین شاہ تاجی جس علمی و روحانی ہستی شاید ہی کوئی گذری ہو۔ جس نے شریعت و طریقت و معرفت کے وہ خزانے لٹائے کہ زمانے نے دیکھا کہ

"اللہ اللہ گرمیٔ بازار تاج الاولیاء کنزِ مخفی ہے سرباز از تاج الاولیاء"

ذہین شاہ تاجی کو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے خاص لگاؤ تھا۔ آپ نے شیخ اکبر کے عقائد و نظریات کو پاکستان اور اردو دان طبقہ میں بہت فروغ دیا۔ شیخ اکبر کے مخالفین و معتقدین میں بڑی بڑی ہستیاں موجود ہیں اور تمام تر مخالفت کے باوجود مجموعی طور پر امت نے آپ کے علوم کو بہت عالی گردانا ہے۔ علم الٰہیات، ذات و صفات معارف شریعت، کمالات نبوت و ولایت، پر شیخ اکبر کے افادات غایت درجہ دقیق اور عسیر الفہم ہیں۔ فلسفہ، کلام و تصوف سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا شیخ اکبر اور ان کی تصانیف کی طرف رجوع ہمیشہ رہا ہے۔ شیخ اکبر کے علوم کے مآخذ غیر روایتی (کشفی و وجدانی) ہونے کی وجہ سے یہ دقیق اور مشکل اور اکثر اوقات ناقابل فہم بن جاتے ہیں۔ تاہم ان علوم و معارف کو سمجھنے کے لیے، علمی گتھیوں کو سلجھانے اور متعارض باتوں کی تاویل و تشریح کی کاوشیں ہر دور میں ہوتی رہی ہیں۔ پاک و ہند میں بھی اس کی بہت گونج ہے لیکن اردو زبان میں مطبوعہ شکل میں سامنے آنے والا قلیل کام کالمعدوم ہے۔ عموماً صوفیائے کرام نے تشریح و توضیح کے اس کام کو اپنی خانقاہوں اور تقریروں تک محدود رکھا۔ یہ خزانے سینوں میں یا غیر منظم تحریروں کی شکل میں رہے اور ان مشائخ کے وصال کے بعد نایاب ہو گئے۔ زندگی کے مسائل، زندگی کے تغیرات، زندگی کی ضرورتیں، زندگی کی لغزشیں، زندگی کے فریب، زندگی کے رہزن، زندگی کی تمنائیں، زندگی کے حوصلے بے شمار مگر اہل طریقت نے جب زندگی کی رہبری اور دستگیری کا ذمہ لیا تو اسے اب فرصت کہاں؟ دنیا میں ہر ادارہ ہر مرکز اور ہر فرد کو راحت اور فراغت کا حق حاصل ہے۔ اس کو اپنے کام سے

چھٹی مل سکتی ہے مگر طریقت وسلوک کو کوئی چھٹی نہیں۔ ہر مسافر کے لئے آرام ہے مگر مسافرِ سلوک وتصوف کے لئے راحت حرام ہے۔

اس کا دن خلق کی خدمت میں اور رات خالق کی خدمت میں گذرتی ہے۔ تصوف و فلسفہ ایک اتھاہ سمندر ہے اور اس کے محرکات سینکڑوں ہیں۔ صلاحیتیں ہزاروں ہیں جو ہرات اربوں کروڑں ہیں۔ پیر اک ایسی نئی دنیا کا مطالعہ کرتا ہے جو کہ حقیقت سے ماوراء نظر آتی ہے۔ ایسے روحانی مضامین سے واسطہ پڑتا ہے کہ عقل حیران اور خرد پریشان ہو جاتی ہے۔ اہل الظواہر تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوے۔ اہل تصوف کے سینے ان رازوں کو لیے ئ تہہ خاک چھپ جاتے ہیں۔ یہ سینہ بسینہ روح بروح منتقل ہوتے ہیں کوئی ئ اظہار نہ کرتا ہے نہ کر سکتا ہے۔ منصور کا سینہ شرح وبسط کا حامل نہ تھا وہ راز، راز نہ رکھ سکا سو وہ شہید انا الحق کہلایا۔ یہ اس کی سزا تھی یا ادا عتابیا مرتکبِ فاش حجاب بہر حال یہ ایسا دنیا ہے کہ اسکے بیان کے لیے لفظ کم پڑ جاتے ہیں۔ اور جو اس دنیا سے ایک بار متعارف ہو جائے۔ اور ان مضامین سے اور ان روحانی کیفیات سے آشنا ہو جائے۔ جو ان روحانی خوبیوں کا مرقع ہو۔ اس کو نبوتِ محمدی گا مکمل فیضان حاصل ہوتا ہے۔

؎ شراب کہن پھر پلا ساقیا وہی جام گردش میں لا ساقیا

مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا مری خاک جگنو بنا کر اڑا

خرد کی غلامی سے آزاد کر جوانوں کو پیروں کا استاد کر

ہری شاخِ ملت ترے نم سے ہے نفس اس بدن میں ترے دم سے ہے

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے دل مرتضیٰ سوز صدیق دے

جگر سے وہی تیر پھر پار کر تمنا کو سینوں میں بیدار کر

ترے آسمانوں کے تاروں کی خیر زمینوں کے شب زندہ داروں کی خیر (اقبال)

اور ذہین سراپا نور اور محبت تھے تمام فطرت ان کے اندر تھے اور دربارِ الٰہی میں سرنگوں صرف یہی دعا امت کے لئے کر رہے ہیں کہ

؎ جوانوں کو سوز جگر بخش دے مرا عشق میری نظر بخش دے

ذہین شاہ تاجی صوفی بھی تھے، متکلم بھی نیز تین زبانوں کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ فسلفہ کی گھتیاں سلجھا کر دروں در دروں سے حقیقت تلاش کرلانا بھی انہیں کا شیوہ تھا۔ بایں ہمہ آپ اہل طریقت و تصوف بھی تھے۔ آپ شیخ اکبر کے علوم و معارف کی توجیح و تشریح پر غیر روایتی حلقے منعقد کیا کرتے تھے اور ایک منظم انداز میں ماہنامہ تاج میں سلسلہ وار (یہ ماہنامہ ذہین شاہ تاجی کی زیر ادارت نکلتا تھا) یہ مضامین میں شائع ہوتے تھے۔ بعد ازاں ان کے سجادہ نشین نے ترجمہ و تشریحات و تنبیہات فصوص الحکم اور تشریحات فتوحاتِ مکیہ کے نام سے شائع کیں جو کہ سالکین تصوف کے لئے مشعل راہ ہیں۔

1857ء کے بعد سے ہندوستان مسلسل گرتی ہوئی اور حالتِ غربت میں غرق ہوتا جارہا تھا۔ علوم و فنون محض چند خاندانی یا سینہ بہ سینہ جدوجہد کے نتیجہ میں اپنے آدھ ادھوری حالت میں باقی رہ گئے تھے۔ اسلام کی شہنشائیت اور تابانی ماند پڑھ گئی اور آزادی کے دیوتا کے پیروں میں غلامی کی بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ عیاشی کے اژدھے نے سیاست کو نگل لیا اور کسل مندی کے سانپ نے ہمت مرداں کو ڈس لیا۔ ایسی حالت میں اسلامی انسانیت سمندری طوفان میں ایک مردِ بیمار کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ طاقت ور ظالم اور غریب مظلوم ہوتا جا رہا تھا مایوسی کے اندھیرے اس طرح سے چہار دانگ چھائے تھے۔ کہ سوائے ٹکریں مارنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔

ایسے میں تاج الاولیاء کے بدن سے پھوٹنے والی مجگنو بن کر چمکنے لگی اور مضلول انسانیت کو راہِ مستقیم دکھانے لگی۔ تاج الاولیاء ایک گوناگوں شخصیت تھے اور ذہین شاہ تاجی ان تمام رنگا رنگیوں کا مجموعہ اور مرقع۔ چنانچہ جہاں ایک طرف مشاعرے کی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں اور اس میں تصوف کے دقیق مسائل انتہائی سہل و شیریں زبان میں بیان کئے جارہے ہیں وہیں پر دوسری طرف سیاست آئین و قانون جیسے خشک موضوعات پر بھی لکھا جاء رہا تھا۔ ذہین شاہ تاجی ظاہری و باطنی تربیت کی ایسی درسگاہ تھی کہ جس میں راہ کی مشکلات کو علمی و فنی طریق سے بتایا اور سکھایا جاتا تھا۔ ایک ایسی مسند عالی تھی۔ جہاں شریعت و طریقت کے مسائل پہلو بہ پہلو بیان کیے جاتے تھے۔ جہاں حمد و نعت اور سیرت کے ساتھ ساتھ امراضِ قلب و روح اور انقباض و بسط کے علاج اور زریں نسخے بھی قرآن و سنت کی روشنی میں بتائے جاتے تھے۔ ایک طرف قال اللہ اور قال الرسول کے ترانے بلند ہوتے تھے۔ دوسری طرف عبودیت اور بندگی کے اسرار اور اتباع سنت کے رموز بھی سکھائے جاتے تھے۔ وہ قلم جس سے تصوف اور فلسفہ کے دقیق مسائل حل ہو رہے ہیں اسی قلم سے سلوک و طریق اور ادبی مضامین بھی لکھے جارہے ہیں اور شائع ہو رہے ہیں۔ اس گوناگوں کے عالم میں اپنے مسلک کا پرچار بھی واشگاف انداز میں ہو رہا ہے اور مرد میدان اور جری مجاہد کی طرح

قلم بصورت تلوار معاصرین کے رد میں مصروف ہے اور دلائل و براہین کے بغیر ایک جملہ تک نہیں کہتے گویا کہ یہ آپ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اور ذہن کے صرف ایک ایمائے ابرو کے منتظر ہیں۔

ے مرے دیدۂ تر کی بے خوابیاں — مرے دل کی پوشیدہ بے تابیاں
مرے نالۂ نیم شب کا نیاز — مری خلوت و انجمن کا گداز
امنگیں مری آرزوئیں مری — امیدیں مری جستجوئیں مری
مری فطرت آئینہ روزگار — غزالانِ افکار کا مرغزار
مرا دل مری رزم گاہ حیات — گمانوں کے لشکر یقین کا ثبات
مرے قافلے میں لٹا دے اسے — مٹا دے ٹھکانے لگا دے اسے (اقبال)

ذہین شاہ کے افکار۔ اس کے گمانوں کا لشکر اس کے یقین کا ثبات اس کے نالۂ نیم شب کا راز و نیاز اس کی خلوت اس کی جلوت اس کی امنگ اس کی آرزو اس کی امید اس کی جستجو اس کی قلم کی روانی اور تحریروں پر ابن عربی اثر انداز رہے ہیں اور وحدت الوجوت کی خوشبو سے تمام عالم کو معطر کئے دے رہے ہیں۔ اور اسی یگانگت کی بناء پر شیخ اکبر ثانی کے لقب و خطاب سے ملقب ہوئے۔ یہی نہیں بلکہ " وکیل و شارح صوفیاء " کی حیثیت سے آپ نے عبد الرحمن لکھنوی کی مشہورِ زمانہ تصنیف " کلمۃ الحق " کی تشریح کی جو انتہائی نا قابل فہم اور دقیق المعانی ہے۔) ایسے آسان پیرائے میں تشریح کی کہ ان کی تشریح و تاویل کے نتیجے میں کلمۂ حق سمجھنا سالک کے لئے آسان ہو گیا۔ علاوہ ازیں شاہ صاحب نے کتاب الطواسین جو کہ حضرت منصور حلاج کی مایۂ ناز اور شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ (اور شطحیات پر ہے) کی تشریحات بمع امثلۂ اقلیدس انتہائی آسان پیرائے میں کی اور منصور کے انا الحق کی مراد واضح کی۔

ے یہی کہتا تھا وہ کہ میں نہیں ہوں

اور یہ کہ اگر ایک درخت سے " انا ربکم الاعلیٰ " کی آواز قابلِ روا ہے اور جائز ہے تو منصور سے کیوں نہیں۔ فتاویٰ حدیثیہ میں بھی منصور کے اس نعرۂ " انا الحق " کی نحوی ترکیب اور معانی و مفاہیم پر مفصل گفتگو موجود ہے۔ ذہین شاہ تاجی کو اپنے مشائخ حضرت یوسف الاولیاء اور حضرت تاج الاولیاء سے خصوصی محبت تھی اپنے شیخ کے فرامین پر عمل کو اپنے لئے لازمی سمجھتے اور شیخ کے حکم کی تعمیل میں آپ کے تذکرہ تاج الاولیاء مرتب کی جس میں اشارات کے

عنوان سے انتہائی اہم موضوعات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں مثالوں کے ساتھ سمجھایا ہے۔ تاکہ آگے ذکر ہونے والے واقعات کو محیر العقول تصور نہ کیا جائے۔ تاج الاولیاء پر یہ کتاب سند کا درجہ رکھتی ہے۔ تاج الاولیاء کے ساتھ ساتھ ان کے سجادہ نشین یوسف الاولیاء سلسلہ یوسف شاہ تاجی کے خلفاء اور خود ذہین شاہ تاجی کے خلفاء دربار تاج الاولیاء۔ خانقاہ تاجیہ کا تعمیراتی جائزہ علاوہ ازیں علامہ اقبال کا خط جو تاج الاولیاء کی عقیدت سے لبریز ہے۔ تاہم کتاب کے حصہ دوئم میں موجودہ سجادہ نشین سے اہتمام کیا کہ ذہین شاہ تاجی اور ان کے سجادہ نشین انور شاہ ذہینی تاجی کی مفصل سوانح حیات بمعہ رنگین تصاویر شامل کیا گیا ہے۔ ان پر دو حضرات کی سوانح (مرحوم) نوابزادہ افتخار احمد عرفی کی تحریر کردہ ہیں۔

علاوہ ازیں اس مقالے میں ذہین شاہ تاجی کی دیگر تصانیف کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ جس میں آیاتِ جمال (اردو غزلوں کا مجموعہ) جمالستان، جمال آیات اور اجمال جمال اور لمعاتِ جمال پر تبصرے شامل ہیں نیز " وہابیت اور اسلام" اور ماہنامہ تاج میں شائع ہونے والے مضامین کی بھی فہرست اشاریہ کی صورت میں شامل مقالہ ہے۔ جس سے ذہین شاہ تاجی کی ناقدانہ اور محققانہ صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان مضامین اور تنقیدوں کا مطالعہ کرنے کے بعد عام شخصیت کے لئے یہ اندازلگانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ متنوع اور ہمہ جہت کام کسی ایک ہی فردِ" خاص" سے صادر ہوئے ہیں۔

یہ فرد وہ شخصیت ہے کہ جس کے ارادت مندوں میں ہر طبقہ، ہر مذہب، ہر مسلک، ہر گروہ، ہر جماعت کے لوگ شامل ہیں۔ ہر امیر و غریب بلا کسی تفریق کے اس کے عقید تمندوں میں شامل ہے۔

ذہین شاہ تاجی اخلاص کا عَلَم لے کر تاج الاولیاء کے چشمۂ فیضان سے سالکین کو سیراب کرنے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور قاعدہ ہے کہ ایک تین اشیاء کسی فرد واحد میں مجتمع ہوں تو اس کا کام رہتی دنیا تک امر ہو جاتا ہے۔ اس میں اولین اخلاص ہے کہ یہ ایک ایسا عامل ہے۔ جو زندگی کی تعمیر میں ایک اہم حصہ لینے والا عامل ہے۔ ملا نظام الدین کے اخلاص نے ہی درسِ نظامی کو جنم دیا۔ رہتی دنیا تک یہ اصطلاح قائم و دائم ہے۔ ہر مسلک ہر جماعت میں (دوم جذبہ (۲) قربانی ہے اور قربانی چاہے اسماعیل کی ہو یا حسین کی نا صرف شخصیت کو امر کرتی ہے۔ بلکہ یہ وہ طاقت ہے کہ اگر افراد میں ہو تو انہیں اوج ثریا تک پہنچاتی ہے اور اگر ادارہ یا قوم میں ہو تو دنیا کو ان کے آگے سرنگوں کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

تیسری چیزیں جوہر ذاتی (۳) ہے۔

انسان کا ذاتی جوہر اور قابلیت ہی وہ چیز ہے جو ہر وقت ہر زمانے میں اس کی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ زمانہ بقائے اصلح کا قائل ہے۔ اور وہ بہت ہی حساس اور نقاد ہے وہ صالح کے بجائے اصلح اور نافع کے انفع کو ترجیح دنیا ہے۔ ذہین شاہ تاجی اصلح القوم وانفع الامۃ تھے۔

اپنے اخلاص اور محبت سے انہوں نے ایک عالم کو گرویدہ بنا رکھا تھا ہجرت کی قربانی نے انہیں روشن اور منور فرمایا اور جوہر ذاتی نثر اًو شعر اًدیگر علوم کے علاوہ اس قدر ظاہر و باہر تھے کہ بڑے بڑے صاحب اسناد و حیثیت اور صاحب علوم شخصیات آپ کے سامنے زانوئے ارادت تہہ کرتے تھے۔

ذہین شاہ تاجی کی شاعرانہ صلاحیتوں پر الگ سے بھی ایک باب قائم کیا گیا ہے۔ جس میں شاعری کی مختلف اصناف کے ساتھ ساتھ علم بلاغت کے لحاظ سے علم معانی، علم بدیع اور علم بیان پر ذہین شاہ تاجی کے کلام سے مثالیں پیش کی گئیں ہیں۔

ذہین شاہ تاجی کی ایک اضافی حیثیت تھی۔ رومی، جامی، سعدی اور اقبال کی طرح آپ ایک صاحب تصوف ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ مگر آپ مقابلتاً و نسبتاً کچھ اس طرح سے بڑھ کر تھے کہ آپ باقاعدہ خانقاہ نشین تھے اور جہاد بالقلم کے میدان میں جری سپاہی بھی تھے۔ شاعری میں تصنع ہو یا سلاست دونوں انداز سے بحور و اوزان، تشبیہات اور بدائع کو قائم رکھنا ہر ایک کی بس کی بات نہیں اور پھر ذہین شاہ کے تاریخی پس منظر میں آپ کے معاصرین میں انتہائی اعلیٰ پائے کے شاعر تھے اس وقت اس صنف میں طبع آزمائی بوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ اس وقت کے شاعر کے لئے ضروری تھا کہ اردو کے ساتھ ساتھ اسے عربی اور فارسی پر بھی مکمل دسترس ہو۔ جہاں تک اردو کا تعلق ہے تو وہ تو آپ کے گھر کی کنیز تھی کیونکہ آپ اہل زبان تھے اور عربی اور فارسی پر دسترس آپ کے کلام میں عیاں ہے بلکہ آپ کا ایک دیوان فارسی میں بھی ہے۔ ملمعات ہوں یا تنبیہات، محاورات ہوں یا منظومات آپ کو سب پر مکمل دسترس حاصل تھی بلکہ آپ ایک ہی شعر میں کئی محاورے سمونے کے بانی بھی ہیں۔

ے وہ چمکا چاند، چھٹکی چاندی، تارے نکلے آئے وہ کیا آئے زمین پر آسمان نے پھول برسائے

اچانک قلب دھڑکا، سانس پھولی پاؤں تھرائے وہ ہم سے کچھ قریب آئے کہ ہم ان کے قریب آئے

(ذہین)

اصناف شاعری میں سے ہر ایک پر طبع آزمائی کی چاہے وہ حمد و نعت ہوں یا مدائح و قصائد، غزل ہوں یا نظمیں اور ترانے، گیت ہو یا قطعات اور رباعیات

اسی وجہ سے جوش ملیح آبادی جیسے ناقد و شاعر بھی ذہین شاہ تاجی کے زیر صدارت مشاعروں میں ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ ذہین شاہ تاجی کے مجموعہ غزل آیاتِ جمال پر ایک ضخیم تبصرہ بھی رقم ہے۔ جس میں جوش اور ذہین کے درمیان تعلقات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ عموماً تبصرہ لکھتے وقت لوگ بناوٹی تصنع کے ساتھ یا کبھی کبھی جان چھڑانے کے لئے ایک دو صفحہ لکھ ڈالتے ہیں۔ لیکن جوش نے بڑی لگن کے ساتھ تبصرہ لکھا اور کیا خوب لکھا اس میں ان کی عقیدت اور ذہین سے محبت بخوبی جھلکتی ہے۔ علاوہ ازیں، اسماعیل رزی جے پوری نے تقریباً 250 صفحات پر مشتمل ایک ضخیم مقدمہ لکھا جو ان کے خیال میں طوالت کے خوف سے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ مولانا ماہر القادری (معروف شاعر اور مدیر فاران) نے اس مقدمہ کو کئی پہلوؤں سے مولانا الطاف حسین حالی کے مقدمہ شعر و شاعری سے بہتر قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ حالی کا مقدمہ اردو شاعری کے اصول و ضوابط پر پہلی دستاویز تصور کی جاتی ہے مولانا اسماعیل رزی جے پوری اور ذہین شاہ تاجی کا چالیس سال کا ساتھ تھا۔ جس بناء پر رزی صاحب ذہین شاہ کے سخن سے بخوبی واقف تھے اور رزی صاحب خود بھی سخنور اور سخن شناس شخصیت تھے۔ جنکے پاکستان جانے پر میکش اکبر آبادی یوں گویا ہیں۔

؎ گئے رزی سے سخن فہم سوئے پاکستان　　سنائے میکش محزوں کسے اب اپنا کلام　(میکش اکبر آبادی)

علاوہ ازیں ذہین صاحب کے ناقدین میں ڈاکٹر ایم ایم احمد (سابق رئیس کلیہ فنون جامعہ کراچی) صدر شعبہ فلسفہ، سابق وزیر و سفیر ہندوستان) مولانا سید اصلح الحسینی (فاضل دیوبند)

جناب رئیس امروہوی

جناب سلیم احمد

جناب عبید اللہ قدسی (جامعہ کراچی)

پروفیسر کرار حسین (وائس چانسلر، بلوچستان یونیورسٹی)

جناب جمال پانی پتی

ڈاکٹر سلام سندیلوی

مولانا ماہر القادری (معروف شاعر اور مدیر فاران)

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، سید سیفی ندوی

پروفیسر یوسف جمال انصاری، جمیل جالبی

جیسے صاحبان علم و فضل ذہین شاہ کے ناقدین میں تھے۔

ذہین کا نظریۂ شعر بیان حقائق تھا۔ وہ کیفیات جو ان پر وارد ہوتیں انہیں ہی وہ بیان کرتے۔ بقول رزی صاحب کہ ذہین صاحب رسماً کبھی ایسا شعر نہیں کہتے جو آپ بیتی کا ترجمان نہ ہو۔

صفحہ نمبر مراۃ

ذہین صاحب کی شاعری میں مجاز و حقیقت دونوں پائے جاتے ہیں اگر اس کی گہرائی میں جائیں تو اس سے بھی ان کے نظریۂ وحدت الوجود کا پرچار ہوتا ہے۔

؎ الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

ذہین شعر میں اپنا فلسفہ بیان کرتے تھے۔ بلکہ کہنا چاہیئے کہ وہ اپنے خیالات و افکار کو نظم کر لیا کرتے تھے اور مشہور فلاسفر میں سے ارسطو کے نزدیک شعر اوزان و قوافی کے قیود کا محتاج نہیں ہے۔ یہ صرف خیالات کا وہ مجموعہ ہے جو شاعر کے وجدان کو روشناس کروارہا ہوتا ہے اور شاعر کے اندرونی کیفیات کو مجتمع کر کے قلم کی زبان عطا کرتا ہے۔ شاعری کی حقیقت و ماہیت پر یوں تو افلاطون نے بھی لکھا اور کچھ اعتراضات بھی کئے لیکن آئی ون (I one) میں اس نے شاعری کی عظمت کا بہانگ دہل اقرار کیا ہے اور اسی نے شاعر کو الہامی قرار دیا ہے۔ جبکہ ارسطو نے اس موضوع پر باقاعدہ ایک مستقل کتاب "بوطیقا" کے نام سے لکھی ہے۔ ارسطو نے افلاطون کے اعتراضات کے جوابات بھی دیئے اور شاعری کی عظمت اور مقصد کو بھی اجاگر کیا۔ افلاطون عینیت جبکہ ارسطو واقعیت پر زور دیتے ہیں۔ افلاطون کے نزدیک مصور / شاعر نقل کی نقل کرتا ہے۔ یا عکس کے عکس کا پجاری ہے۔ پھر وہ حقیقت سے دو درجہ دور ہوتا ہے۔ جبکہ ارسطو کے نزدیک شاعری آفاقی صداقتوں سے سروکار رکھتی ہے۔ شاعری ان چیزوں کو سامنے لاتی ہے جو ہو سکتی ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں شاعری کا تعلق فلسفے سے قائم ہو جاتا ہے۔ شاعری فقط قافیہ آرائی کا نام نہیں۔ قافیہ، بحر، تشبیہ

استعارہ شاعری کے لوازمات تو ہو سکتے ہیں۔ مگر شرائط نہیں۔ البتہ شاعری کی اپنی جگہ اہمیت ہر دور ہر قبیلہ ہر قوم میں رہی ہے اور عرب اس کے اہم مصادر میں سے ہے ں۔ چنانچہ ایک دفعہ حسان بن ثابت کے صغیر سن بیٹے کو بھڑ نے کاٹ لیا۔ وہ جانور کے نام سے واقف نہ تھا۔ حضرت حسانؓ نے پوچھا اس کی صورت کیا تھی بچہ نے کہا۔

"کان متلفف یردی یرۃ"

"گویا یوں معلوم ہوتا تھا وہ مخطط چادروں میں لپٹا ہوا ہے۔"

کیونکہ بھڑوں کے پروں پر دھاریاں ہوتی ہیں۔ اس نے مخطط چادر سے ان دھاریوں کو تشبیہ دی۔ یہ سُن کر حسان نے کہا کہ

" واللہ صار ابنی شاعراً " (یعنی خدا کی قسم میرا بیٹا شاعر ہو گیا)

اس سے اہل عرب کے نزدیک شعر کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مگر عرب کی شاعری میں یک گونہ انفرادیت پائی جاتی ہے کہ صحرا کی درشتی و سنگلاخی، کھرّی اور روکھی زندگی، آزادی فکر، آب و ہوا کی تاثیر، دیہاتی، سادگی اسے عوامل ہیں کہ جنکے اثرات نے عرب کی ابتدائی وجاہلیت کی شاعری کو شانِ امتیازیت بخش دی۔ دیہاتی چونکہ فطرتاً فلسفیانہ نظر نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے وہ ایک ایک شعر کو پر کھا کرتے تھے۔ نہ کہ پورا قصیدہ۔ خانہ بدوش ہونے کی وجہ سے کھنڈرات، سبزہ، مکانات، ان کے قصیدے کا مطلع ہوتا تھا۔ سلام کے بعد اگرچہ شاعری کا رُخ اسلام کی طرف پھر گیا مگر انداز وہی تھا۔ ہجو اور قصائد نے اہمیت اختیار کی مگر رفتہ رفتہ مسلمان کلام اللہ کے حفظ، روایت، حدیث، اور جہاد مشرکین میں مشغول ہو گئے۔ اس لئے محرکاتِ شاعری میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے شاعری کی آواز مدہم پڑگئی۔ آپؐ نے شاعری کے ساتھ رواداری کا سلوک برتا بعض شعراء کو انعام دیئے اور شاعری کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

ان من الشعر لحکمۃ (بے شک بعض شاعری دانشمندی وحکمت ہوتی ہے)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ عرب کی شاعری بہتی ندی کی مانند تھی۔ رواں دواں تسلسل کے ساتھ کبھی کبھی اختلاف مواقع سے اس میں تبدیلی، تیزی و تندی یا کمی آتی رہی ہے۔ مگر کبھی اس کو غیر معمولی بریک (Break) کبھی نہیں ہوا۔ دائرہ اقتدار وسیع ہوا تو یہ ندی دریا اور سمندر میں تبدیل ہو گئی اور خوب تموج مابین پیدا ہوا۔ عرب کے مختلف خطوں میں مختلف طبائع تھے۔ مختلف فضا تھی اس وجہ سے شاعری کا انداز بھی یک گونہ مختلف تھا۔ یہی صورتحال انفراداً ایک شاعر کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کی شاعری کی اولین ابتداء اس کے معمول سے ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ جوں جوں اس کی نظر بالغیت اختیار کرتی ہے اور بصارت مشاہدہ کے زیر اثر تیز ہو کر بصیرت میں منتقل ہوتی

ہے۔ وہ اپنے تخیلات کو زبان دیتا ہے۔ کبھی تقدیر کی صورت میں کبھی نثر و خطابات کی صورت میں کبھی شاعری کی صورت میں۔

ذہین شاہ تاجی کی زندگی کا پہلا شعر شافع محشر و سرکار دو عالمؐ کے لئے تھا وہ بھی ماحول کے میلاد خوانیوں وغیرہ کے زیر اثر تھا۔ مگر رفتہ رفتہ جوں جوں خیالات کو رشد و بلوغ حاصل ہوا تو طبیعت غالبؔ ہندی کی وجہ سے تصنع و بداعت سے بھرپور غزل کی طرف مائل ہو گئی۔ مگر جمیل کے آئینۂ جمال نے قدرتی و فطرتی سادگی کو بہت دیر تک ملمعات میں لپٹے رہنے نہیں دیا اور وہ بے ساختہ کہتے تھے۔

؎ کیا امیر و کبیر ہیں ہم لوگ

تخیل کا لفظ اور شاعری:

کولرج نے بھی شاعری کے لئے تخیل کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ نقال کی ذاتی اور انفرادی رائے اس کا اندازِ فکر و نظر واضح ہو۔

شعرائے فارس بھی شاعری کو تخیل کا نام قرار دیتے تھے جبکہ نظامی عروضی سمرقندی لکھتے ہیں۔

"شاعری صناعتے است کہ شاعر بادن صنعت اتساق مقدمات موہومہ کند و التیام قیاس نتیجہ بر آن وجہ کہ معنی خرد را بزرگ کند، و بزرگ را خرد، نیکو را در لباس زشت ذشت اور حلیہ نیکو جلوہ ہد، و با ایہام قوت غضبانی و شہوانی برانگیز و تابدان ایہام طبائع را انبساطے و انقباضے بود و امور عظام را در نظام عالم سبب گردو۔"

اس تعریف کا ماحصل یہ ہے کہ شاعری اس کا نام ہے کہ مقدمات موہومہ کی ترتیب سے، اچھی چیز بدنما اور بری چیز خوش نما ثابت کی جائے جس سے محبت و غضب کی قوتیں مشتعل ہو جائیں۔

اس شعریت کا ماحصل یہ ہے کہ (چہار مقالہ) شاعری اس کا نام ہے کہ مقدمات موہومہ کی ترتیب سے اچھی چیز بدنما اور بری چیز خوشنما ثابت کی جائے۔ جس سے محبت و غضب کی قوتیں مشتعل ہو جائیں۔ ذہین کہتا ہے

؎ پر کیف ملاقاتیں مجھ کو دیوانہ بنا کر چھوڑیں گی   خاموشی میں باتیں مجھ کو دیوانہ بنا کر چھوڑیں گی

دل پُر غم ہے آنکھیں پُر نم، پھر مانگ رہا ہوں غم ہی غم

یہ میری مناجاتیں مجھ کو دیوانہ بنا کر چھوڑیں گی

وہ اپنی دیوانگی کو " لیلیٰ سامانی" کا سبب قرار دیتا ہے اور دل کو مجنون، ذہین کا نظریہ ہے چاہے جتنا مجاز کی تڑپ ہو اور مجاز کی تلاش میں ہی کیوں نہ میں جاؤں وہاں پر بس ایک وہی ذات واحد کا وجود ہے۔ اگر وہ حسن بیان کر رہا ہے تو حسن بیان کا سبب بھی وہی ایک ہے، ہزار داستانوں کا بھی وہی ایک کردار ہے۔ وہ اپنی فغاں کو بھی اس کے تبسم سے تعبیر کرتا ہے اور اس کی نگاہِ شوق ہی اس کے وصال شوق کا سبب ہے اور جہاں ہم حسن کے آنکے جبینِ شوق تکی وہیں کعبہ ٔجمال نگاہوں کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

ے ہم وہاں حسن وہاں کعبہ ٔجمال وہاں

جبینِ شوق جھکی ہے جہاں جہاں میری (ذہینؔ)

چنانچہ " ملؔ" کے خیال میں انسان کے مدرکات میں سے بعض ایسے ہیں جن سے جذبات انسانی کو کچھ تعلق نہیں مثلاً شلیدس ک کسی مسئلے میں ہمیں غصہ یا جوش یا خوشی و رنج نہیں ہو گا۔ لیکن اگر ہمارے سامنے کسی شخص کی مصیبت کا حال درد انگیز لفظوں میں بیان کیا جائے۔ تو اس کے ادراک کے ساتھ ہم پر ایک اثر طاری ہو گا۔ ان اثرات کا نام جذبات یا احساسات (Feelings) ہے۔ جو چیز ان جذبات یا احساسات کو برانگیختہ کر سکتی ہے وہی شاعری ہے۔ اس تعریف کی بناء پر تصویر، تقریر، وعظ بھی شعر میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں بھی جذباتِ انسانی کو برانگیختہ کر سکتی ہیں۔ اس بناہ پر کچھ لوگوں نے انہیں بھی شاعری میں شامل کر لیا ہے۔ لیکن " مل" صاحب کے نزدیک یہ شاعری کے دائرہ کار سے باہر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شاعر دوسروں سے خطاب نہیں کرتا بلکہ وہ خود سے مخاطب ہوتا ہے۔ اس طرح شاعری کی تعریف منطقی طور پر کچھ یوں ہو گی۔

" جس کلام سے جذباتِ انسانی برانگیختہ ہوں اور اس کا مخاطب حاضرین نہ ہوں بلکہ انسان خود اپنا آپ مخاطب ہو۔"

ملؔ صاحب کی تعریف باریک بینی پر مبنی ضرور ہے لیکن اس کا دائرہ کار بہت تنگ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں بالاشتمال شاعری کے تمام اصناف کے جس میں حمد، نعت، قصائد، مدائح، ہجو، مراثی اور غزلیں وغیرہ شامل ہیں۔ شاعر صرف اپنے لئے نہیں کرتا بلکہ اپنے مافی الضمیر کو دوسروں پر ظاہر کرنے کے لئے کرتا ہے۔

عرب تاریخ تو اس کی گواہ ہے کہ وہاں باقاعدہ اشعار جنگوں میں برانگیختہ کرنے کے لئے سپاہیوں کے لئے عورتیں یا سپاہی پڑھا کرتے تھے۔ نیز حدی خوانی اور رجز وغیرہ بھی اس پر دال ہیں۔

بلکہ ہم صرف پاکستان کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو 1965 کے جنگ کے واقعات میں سپاہیوں کو آگے بڑھنے اور عوام کا فوج کے ساتھ شانہ بشانہ لڑنے کا اہم محرک یہ جہادی نغمات ہی تھے جس اس غرض (برانگیختہ) کے لئے ریڈیو پر پڑھے جاتے تھے۔

ارسطو نے اس تعریف کو کچھ وسعت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے خیال میں شعر ایک قسم کی مصوری یا نقالی ہے۔ فرق یہ ہے کہ مصور صرف مادی اشیاء کی تصویر کھینچ سکتا ہے۔ بخلاف اس کے شاعر ہر قسم کے خیالات، جذبات اور احساسات کی تصویر کھینچ سکتا ہے۔ اس بناء پر کسی چیز کا بیان جب اسطرح کیا جائے کہ اس شے کی اصلی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے تو اس پر شعر کی تعریف صادق آئے گی۔ دریا کی روانی، باغ کی شادابی، صبح کی شگفتگی، شام کی دل آویزی، غیظ و غضب، جوش، محبت حسرت، خوشی ان کا ایسا بیان کرنا کہ ان کی صورت آنکھوں میں پھر جائے۔ یا وہی اثر دل پر طاری ہو جائے یہی شاعری ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم مزید شاعری پر آراء پیش کریں ہم ذہین کے کلام میں بعینہ وہی چیز پاتے ہیں جس کا مطالبہ ارسطو کر رہے ہیں۔

ے قیامت خیز منظر حسن و الفت کا تصادم تھا

مری آنکھوں میں آنسو تھے ترے لب پہ تبسم تھا

وہ رنگین بجلیاں پھر پھوٹ نکلیں تیرے ہونٹوں سے

یہ دل پہلے ہی بحر نور میں غرق تلاطم تھا

ے عرق آلود ہیں رخسار گل گوں

کہ پھولوں کو پسینے آ رہے ہیں

میتھو آرنلڈ نے شاعری کو تنقیدِ حیات کہا جس سے اس کی مراد یہ تھی کہ تخیل ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس میں عقل کا عنصر بھی شامل ہونا چاہیے۔ تخیل میں فکر کا عنصر شامل ہونے سے وہ توازن پیدا ہو گیا جو فکر سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شاعر کے لیے مفکر ہونا ضروری ہے۔ اس سے فکری سنجیدگی پیدا ہوتی ہے۔ جو اعلیٰ ادب کی بنیاد ہے۔

یہی فکر ہے کہ جس نے سعدی کو گلستان و بوستان لکھنے پر قائل کیا رومی پر مثنوی الہام کی جامی سے نعتیں کہلوائیں۔ اقبال سے دیوانوں پر دواوین لکھوائے۔ اسی فکر نے ارسطو۔ مل۔ آرنلڈ۔ افلاطون۔ شکیسپئر کے اہم عناصر کے فوائد کی حقیقت کی جانچ کراوئی انسانیت کے لئے جینے کا مقصد واضح کیا۔ اور یہی وہ فکر تھا کہ جس سے آیاتِ جمال۔ جمال آیات۔ اجمالِ جمال جیسے دیوان لکھے گئے۔ اور اس نتیجۂ فکر نے ایک عالم کو روئے جمال میں مشغول کئے رکھا۔ سر فلپ سڈنی اور ہوریس کے الفاظ میں شاعری کا مقصد اصلاح ہے، اخلاق ہے۔ وہ گوسن کے اعتراضات کو یکسر رد کر دیتے ہیں۔ سر فلپ سڈنی کے خیال میں شاعری تمام علوم کا آخری مقصد ہے۔ فلسفی۔ مورخ و معلم اخلاق سب ہی اصلاح انسانیت کے خواہاں ہیں۔

جب وہ ان سب کے مقاصد پر غور کرتا ہے تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ شاعر ان سب سے الگ ہے کیونکہ وہ مسرت انگیزی کے ساتھ اصلاح کرتا ہے۔ اس سطح پر شاعر لاثانی ہے۔ وہ تمام علوم کا بادشاہ ہے۔

چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں سر فلپ نے شاعر کو تمام کو شانِ اصلاح انسانیت میں سے شاعر کو اولین و شہنشاہیت کا درجہ عطا کیا ہے۔ ایک شاعرانہ صرف تصویر آرائی کرتا ہے بلکہ وہ لوگوں کو متلذذ کر کے اصلاح کرتا ہے یا برانگیختہ کرتا ہے۔ جو بہر حال ایک واعظ و زاہد خشک کے مقابلے میں احسن وانفع واصلح ہے۔

ذہین کی شاعری میں نہ صرف شعر کا حسن نظر آتا ہے بلکہ اس میں تصوف کا بھی رنگ اور صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغہ (الآیۃ) وہ ذات واحد کے رنگ میں رنگ چکے ہیں اور یہی رنگ ان کی شاعری میں بھی نظر آتا ہے۔ چاہے وہ کوئی بھی موضوع اٹھائیں چاہے وہ کسی بھی جون میں حصوں تان وہیں پر آکر ٹوٹ جاتی ہے۔ وہ حیات کے نفع اور استحقاق کو بیان کرتے ہیں اور زمانہ بھی صرف یہی زبان جانتا ہے۔

قرآن و تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نظامِ قدرت جو جاری و ساری ہے۔ اس میں بقائے انفع کا بے لاگ قانون ہے اور دنیا میں مسلم ورائج قانون بقائے اصلح (Survival of the Fittest) کا قانون ہے۔ سورۂ رعد:17 میں ہے

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً، وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ، كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ٥

جس چیز میں نافعیت نہیں، پیام نہیں، خدمتِ انسانیت نہیں۔ جس چیز پر انسان کی بقاء، نشوونما، راحت اور ترقی کا انحصار نہیں اس وک قرآن نے زبد یعنی پھین سے تعبیر کیا ہے۔ وہ جھاگ کہ جس میں کوئی ہستی استقامت و ثبات نہیں۔ یہ صرف جوشِ دریا کا نمود ہے اور دریا کا جوش ایک ایسا خارجی ظہور ہے کہ جس میں کوئی استقرار و صلابت نہیں اور فطرت کا قانون تربیت اسبات کی اجازت نہیں دیتا کہ انسانوں کو فائدہ نہ پہنچانے والی چیز زیادہ عرصہ تک باقی رہے۔ اس عالم میں اتنی وسعت نہیں کہ زبد اس میں سما جائے۔ جو ینفع الناس ہے۔ اس میں مکث وبقافی الارض ہے۔ ذہین کا پیغام پیامِ بقائے انسانیت تھا۔ سو اس کو مکث فی الارض کی اجازت ملی اور وہ دن بدن نمو پاتا رہا۔ اور ایسی اعلیٰ اور تعلیم یافتہ شعبوں میں اس کی نمو ہوئی کہ انگل اٹھانے والوں کی فی الحقیقت چار انگلیاں اپنی ہی جانب ٹھریں۔ ذہین نے تصوف، شاعری، سیاست، فلسفہ کا ایک ایسا گونا گوں امتزاج پیدا کیا کہ ہم بلاشبہ اس کو اقبالِ ثانی یا اقبال کا جانشین کہہ سکتے ہیں۔ اعلیٰ اقتدار اور عہدوں تک رسائی کے باوجود انہوں نے کبھی ریا و نمود کو پاس پھٹکنے بھی نہیں دیا۔ جہاں بڑے بڑے لوگ آپ کے دربار میں زانوئے ارادت تہہ کئے بیٹھے تھے۔ آپ نے کبھی بھی اپنے لئے کچھ دنیاوی آسائشات و مراعات طلب نہیں کیں۔

بقول رومی (ص: 580)

؎ گرز صورت بگذری اے دوستاں

گلستان ست گلستان ست گلستان ست

عارفاں زانند ہر دم آمنون

کہ گذر کردند از دریائے خوں

انہیں بھی صورتِ مجاز میں حق تعالیٰ کے قرب کے باغ و بوستان ہر طرف نظر آتے ہے اور انہوں نے بھی خواہشات کا خون کر کے سخت مجاہدات کا زمانہ گذار کے دریائے خون عبور کیا ہے۔

؎ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　　ہر زماں از غیب جانِ دیگر ست

اور ذہین اتنا کچھ کہنے کے بعد بھی ایک معنی خیز چپ کی چادر میں لپٹا اپنے گرد معنی آرائیوں کی دبیز دھند پھیلائے کہہ رہا ہے۔

؎ جو باتیں دل میں رہنی چاہئیں وہ لب پہ کیوں آئیں

میں اپنے دل میں ہوں منصور اور خاموش ہوں اب تک

اور اس سے پہلے وہ تغافل کے صدمے بھی سہہ چکے ہیں" نگاہِ ناز" کے ہاتھوں امیدوں کا خون بھی گروا چکے ہیں۔ تب جا کر اس مرتبہ پر پہنچے ہیں۔

واقعی وہ محبت ہے وہ جمال ہے وہ کمال ہے

ان سب کی قسم!!!

MUQADMA

الحمد للہ حمداً وفیاً کافیاً

والصلاۃ والسلام علی النبی انہ مشفعاً و شافعاً

وعلی الہ واصحابہ الطاہرین واتباعہ السالکین والشہداء والصالحین انی بہم متوسلاً

Zaheen Shah Taji, Whose real name is Khuwaja Muhammad Taseen S/O Khuwaja Deedar Bakhush Firaqi Chishti Sabri Qadri, needs no introduction for his intellectual, Religious and spiritual personality. He is ranked amongst those high order personalities of Indo-Pak who helped flourish and propagate the Sufi order of Baba Tajul Auwlia, hence solved and settled the mysteries of the Sufi path, In this manner he revived Sufism, bridged the gap (of understanding) between Shariat and Tariqat and introduced the masses to the Sufi path of love.

در کف جام شریعت در کف سندانِ عشق

ہر ہوس نا کہ نداند جام و سندان باختن

He was a man of manifold, talents. He was at the same time a poet par, excellence and followed the Sufi path. He was a (Exegesis), a jurist, research scholar, debater, philosopher and a man of letters. Added to this was his as a spiritual mentor and presided a spiritual order.On the one hand he reintroduced the Ibn-e-Arabi school and on the other opened avenues for Mansoor Al Halaj's Tawaseen, in this way; he was an advocate of the Sufis.

کبھی وہ چاند کبھی سورج اور خوشبو

ہزار روپ بدلنا اسی کو آتا تھا

Not only this, Zaheen Shah was well versed in the art of legal argument and appeared as a critic/ evaluator of the initial phases of Pakistani Politics, this he did through his writing, both prose and poetry.

The real name of Zaheen Shah Taji was Khuwaja Muhammad Taseen Al-Firaqi. He was a descendant of the famous South Asian Sufi of the Chistia Order, Hazrat Khuwaja Hameeduddin Nagori. (Sufi Hameeduddin Nagori was the leader of prayers for Khuwaja Moinuddin Chishti Sanjari).Sufi Hameeduddin was a great scholar of Islam. He has Ameer ul Momineen Umer Farooq as has ancestor in the 45th node and Zaheen's relation to the said Sufi is through 21 persons up his ancestry. And through 45 persons with Hazrat Umer Farooq.Sufi Hameeduddin exegesis of the Quran "Noor un Nabi" is considered to be the first work on Quran exegesis from India (South Asia)

Zaheen Shah was heir to both the personalities in spiritual sense. The Historians have written, that for 1000 years, this family was into spiritual orders and enjoyed its vicegerency.His father, Khuwaja Deedar Buksh Firaqi was also a renowned religious scholar, a celebrated poet of the Arabic, Persian and Urdu languages, further, he was an expert in calligraphy and mastered various scripts, and his calligraphic work was famous in houses of the people.

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

Zaheen Shah Taji was born in 1902 at a place called Jhan Jhnoon, a sub division of

Sheema Wati (Rajisthan, India).Acquired his elementary education as per custom of the time from his father, learnt the art of calligraphy from his father

and mastered it to such an extent that his father would ask him to compose (calligraphy) his poetry and articles. This flower of the garden of Sultan ul Tarkeen was capable of absorbing and displacing all colours of attraction.

Since, He acquired all the talents from his father and that the family was a learned one with a scholarly atmosphere and that his father made him write (calligraphy) his poetry, Zaheen developed a taste for poetry and such that he started composing poetry at an early age (childhood).He started his poetic career with his real name but the learned father on noticing his shine of this pearl told him: "you are Zaheen (Intelligent) and same (Zaheen) would be your pen name" slowly with the passage of time, this name took over his person and became his name, and in the learned and intellectual circles, he became famous by the name Zaheen Shah Taji.

Sufi Methodism is a stable and steady path capable of keeping life in action and if to this is added the intellectual and literary discipline then it becomes par excellence. To its one end is the source i.e. the Prophethood of Prophet Muhammad (PBUH) and the other being this life. This Methodism takes its material the prophetic channel and blesses the dry places of life. If Sufi discourse was to stop functioning, then there would be dryness in life. Life would lose its activity and go low. Neither the Prophetic blessings are to end nor will the need of humanity ever come to an end.

Neither is there a 'No' from the blessings side nor will there be ever a halt from the 'wanting side` both will go parallel'.I am the distributor, Allah is the giver' is the constant voice and then:

'We need more' is the cry of humanity, this is going on since day one.

The fact that some people have somehow confused the link between Shariat & Tariqat is a separate story.Zaheen Shah is a channel blessed by the prophetic(Source) channel and approaches all discourses of life through one classified way, namely the oneness of The Necessary Being while he(Zaheen) was a master of various faculties of knowledge, he also had a deep attachment to the scholarly and literary discipline. He always considered Himself a student, although he was busy watering the knowledge thrust of a thousand.

Zaheen shah, spiritually and mentally was a seeker of Baba Taj-ul-Aulia since beginning, but since for this, providence had for him, arrangement of a permanent kind, and that a way was laid for this well to pass phases and come up with a four dimensional light of attraction, thus depicting the glow of the crown of Taj-ul-Aulia.

After the death of his father, Zaheen Shah was passing through a period of spiritual meditation when he was approached and trained by Moulana Adul Karim Japuri alias Yusuf Shah Taji. Moulana not only trained him but after making him a disciple, granted him , Ijazah (permission)and made him the spiritual heir to the he Silsila-e-Tajia as Moulana himself was the successor after Taj-ul-Aulia. This research also includes, the life and times of spiritual mentors of Zaheen Shah.

Maulana Abdul Karim Jaipuri was educated at the Manzar- e- Islam seminary and became the disciple of Abdul Hakeem of Luckhnow, Sufi Sahab granted him permission (Ijazah) also.The Sheikh (Sufi Abdul Karim) after training him, presented him into the service of Baba Tajuddin; Baba Tajuddin had him pass through hard training and practice, such that for 12 years he was kept by Baba

Sahab in a well, and this is how he got his name "Yusuf", with reference to the well.

Baba Tajuddin adopted him as son and handed over to him, the keys of his treasure. So humble was he by nature, that on the demise of Baba Tajuddin, when he was made the successor, he presented the crown to the cousin of Baba Tajuddin, transferred the vicegerency to him, and went to the shrine of Khuwaja- e-Khawajgan at Ajmair and started blessing people there.Nearing his death, he asked the committee at the shrine to have him shifted to Karachi, this was the year 1948 when communal riots and killings were at their peak; any how he died the 3rd day after reaching Karachi and was buried at the Mewa Shah Graveyard.

His arrival in park was the indicator that the Tajia order would flourish and spiritual center would come into existence of the Tajia Chistia Sabria Qadria Order. It is a historical fact that there has hardly been a personality matching the intellectual and spiritual personality of Zaheen Shah Taji, who bequeathed the treasures of Shariat and Tariqat.

کنز مخفی ہے سرباز از تاج الاولیاء

Zaheen Shah Taji had a deep attachment to Sheikh Akbar Mohiyuddin Ibn e Arabi, He propagated the belief and theories of Sheikh Akbar in Pakistan specially in the Urdu Language. The opponents and admirers of Sheikh Akbar have had big personalities, and despite all the opposition the overall result has been that people have praised his work very high. Theology, Essence and Attribute, understanding of Shriah, Excellence of Prophethood and Sainthood are the topics on which immensely and significantly people belonging to the

fields of philosophy, mysticism have always consulted Sheikh Akbar. The sources of his knowledge sciences are nontraditional and intuitional therefore at times they are difficult to understand. In every era there have been attempts to resolve the issues emerging and to make the understanding easy, in Indo-Pak also many such works were done, but in the Urdu Language there is not much work available; usually they were the works of Sufis who kept them limited their spiritual center (Khanqah) and their speeches only. This treasure either remained unorganized or became unavailable.

The problem, change, necessities, deception, desires of life are uncountable but when the Sufi mystic took the charge then every field of life falls under this category and there in no end and no leisure for a traveler of the Sufi path; his days pass in to the servants of the Lord and the nights pass in the services to the Lord alone. Mysticism and Philosophy is a deep sea with hundreds of dimensions, capabilities are thousand, and treasures millions.

The Mentor sees there a world quite different, beyond the reality, such spiritual discourses come that the reason wonders and the intellectual is helpless. Traditional scholars don't buy while the hearts of Sufis are the treasure of such stuff. They are transmitted from one heart to another. No one expresses nor can express. By making the secret public, Mansoor became a martyr of the path of truth; to express whether it was a reward word are insufficient and the one who became initiated in such spiritual discourses, for him, the sources has opened.

شراب کہن پھر پلا ساقیا وہی　　　جام گردش میں لا ساقیا

مری خاک جگنو بنا کر اڑا　　　مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا

جوانوں کو پیروں کا استاد کر — فرد کی غلامی سے آزاد کر

نفس اس بدن مین ترے دم سے ہے — ہری شاخِ ملت ترے نم سے ہے

دل مرتضی سوز صدیق دے — تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے

تمنا کو سینوں میں بیدار کر — جگر سے وہی تیر پھر پار کر

زمینوں کے شب زندہ داروں کی خیر — ترے آسمانوں کے تاروں کی خیر

Zaheen Shah was fully a man of love and his nature was also of love, thus he praised Almighty Allah for the Muslim Nation:

جوانوں کو سوز جگر دے

مرا عشق میری نظر بخش دے

Zaheen Shah Taji was a Sufi, a philosopher and a poet of four Languages, dealing with the problems of philosophy and searching for truth was his especialty. He used to arrange unconventional but well organized meeting on Ibn e Arabian sciences which he would publish also in the monthly "Taj" (under his own editorial supervision)

His successors compiled and published their work by the title "Fusus ul Hikam" and "Tafheemat Futuhaat e Makiyyah". This is a gift for the people of the Sufi Path and a bacon of light for them.

After the event of 1857 the condition of India was deteriorating knowledge and its transmission in became limited to a few families. The glamour of Islam and the political situation slaves in a sense. The lavish serpent and snake of politics were shying, at the efforts of the enthusiastic. In such a situation Muslim Nation was at the mercy of sea storm and their condition was that of a patient who is

struggling. The powerful were becoming oppressors and the poor were becoming oppressed and there was darkness of hopelessness. In such a situation the flower of the garden of Taj-ul-Aulia become a beacon and a guide for the people of Taj-ul-Aulia was a multi dimensional personality and Zaheen Shah Taji had the comprehension of all the qualities. Hence, on the one hand there were the meetings of poetry where the complex of issues of philosophy were being discussed in a simple and sweet way and on the other hand politics and constitution and such dry topics were being written on Zaheen Shah Taji was such a institution that he would explain difficulties of life in a learned and scholarly manner. it was such a cheer that the issues of Shariat and Tariqat were explained step by step and in every dimension where it was being written ion Hamd, Naat and Seerah, then and there spiritual treatment in the light of Holy Quran and Sunnah was being carried out. On the one hand were the voices of Allah and his prophet and on the other hand the secrets and mysteries of servant and lord relationship were being explained in the light of Sunnah. The pen from which issues of philosophies were being dealt, from the same pen were coming out works of literature and mysticism. In such a situation the propagation of his religion was going on and a Holy war was being fought with a pen and refutations were being done with comprehensive references were waiting for him to approach them

مرے دیدۂ تر کی بے خوابیاں

مرے دل کی پوشیدہ بے تابیاں

مرے نالۂ نیم شب کا نیاز

مرے خلوت و انجمن کا گداز

امنگیں مری آرزئیں مری

امیدیں مری جستجوئیں مری

مری فطرت آئینہ روزگار

غزالانِ افکار کا مرغزار

مرا دل مری رزم گاہ حیات

گمانوں کے لشکر یقین کا ثبات

مرے قافلے میں لٹا دے اسے

مٹادے ٹھکانے لگادے اسے (اقبال)

Zaheen Shah's philosophy, the army of his doubts and certitude of certainty the complaints of midnight and its mystery lonliness and fair, his optimism and his wishes and his determination, the flow of his pen and his writings have all had the influence of Ibn e Arabi and his doctrines of the unity of the fragrance of it is in the whole world. In these grounds it is called The Second Sheikh e Akbar. Not only this but he did the exegesis of Abdur Rehman complex and titanic work "Kalima tul Haq" in a very easy and straight forward manner such that the understanding of the book became easy for the deciple in the sufi path. Further he translated and explained the famous "Kitab il Tawaseen" of Mansoor Al Hallaaj and gave reasons for Mansoor's slogan "Ana al Haq"

یہی کہتا تھا کہ میں نہیں ہوں

He explained that if the voice of "Ana Rabba Komul Aala" can come from a tree then why cannot it can come from Mansoor. There is detail available in Fatawah Hadissia about the reason behind Mansoor's claim of "Ana al Haq". Zaheen

Shah Taji was in deep love with his mentors Yusuf-ul-Aulia and Taj-ul-Aulia and he considered it a must to act upon the sayings of his Sheikh and with this in mind he compiled the "The Tazkirah Taj-ul-Aulia" on the direction of his Shaikh(Yusuf Shah Taji). In this book explanation is given on various topics with reference to the Quran and Hadith so that discourses to come in succession do not seem irrational. This book on Taj-ul-Aulia said to be an authority. Apart from Taj-ul-Aulia there is discussion in this book on Taj-ul-Aulia's successor Yousuf-ul-Aulia and the Caliphs of the Tajia Order, the darbaar Taj-ul-Aulia, the Khanqah Tajia and its construction and a letter full of devotion from Allama Iqbal to Taj-ul-Aulia. In the third Section of the book, the birgraphy of Zaheen Shah Taji and Anwar Shah Taji is given, this was a later addition on the direction of the sitting Sajaddah Nasheen, in it there are colour photographs also. The biographies were written by the late Nawabzada Iftikhar Ahmed Adani.

There is in this research and analysis of various other works of Zaheen Shah Taji. It includes the poetic works Ayaat e Jamaal (Urdu Ghazals), Jamalistaan, Jamal e Ayaat, Ijmaal e Jamaal, Lam'aat e Jamaal. A discussion on "Wahabiyat and Islam" and a complete indexing service on the monthly Taj is furnished as part of the critical and research articles of Zaheen Shah Taji by which one can assess his capabilities.

After studying this once is left with the thought that how on this earth did this immense work come from the person of a single man, the work being from various disciplines and this person is such a person that in his disciples are

people from all walks of life including religion, sects, division, parties. There is no distinction of rich and poor in his followers and admirers.

Zaheen Shah Taji came out with the flag of sincerity and started blessing people from the source stream of Taj-ul-Aulia and it is a principle thing if three things are found simultaneously in one person then his work becomes immortal. The first being sincerity, for this is a quality that becomes the source of much of the constructing phases of life. The sincerity of Mulla Nizamuddin is the reason behind the immortal term "Dars e Nizami". The second quality is sacrifice, the sacrifice being that of Ismail or of Hussain not only makes the personality immortal but also raises people to heavenly bought and is some is possessed by a institution or a nation then the world in found to surrender before them. The third quality is individual talent for them; Individual talent is the quality which makes a man excel in his time.

Society believes in existence of corrected form to sensitive is he who believes in contributing to the correction to the utmost. Zaheen Shah Taji was a man possessing qualities that suggest that he was 'benefactor for the nation'.

His sincerity and love made a crowd, his admiral devotee, the sacrifice of migration made him bright and his individual talent in art and literature forced many a literary giants and scholarly personalities to surrender before him his high stature.

There is a separate section dealing with the poetical works and qualities of Zaheen Shah Taji. In it, there is discussion on the various genres, eloquence, the sense of meaning, language structure, the sense of explanation and metaphorosity; examples from his verses are given for this purpose. There was

an additional quality of Zaheen Shah Taji like Rumi, Saadi and Jami, he too was a Sufi possessing the talent of a Poet. But he has the added quality of being spiritual mentor presiding over a spiritual center, fighting a holy through the pen; like a brave soldier in the battle field.

Any form of Poetry it may be to keep the balance between the poetical devices and metaphor is an easy task and not everybody's cup of tea and then the contemporary poets of Zaheen there were men of high stature and to compose verses in that period was like showing a lamp to sun. It was a must for a poet of the Urdu Language to be well versed in Arabic and Persian, as far as Urdu in concerned it was a part of his household for he was a man of the language and his concerned it was a part of his household for he was a man of the language and his command Arabic and Persian is evident through his poetry. In fact there is by him a separate Divan in Persian whether exemplification or Idioms, Proverbs or Rhythm, he had command over them all, he was pioneer encompassing many proverbs within a single composition.

وہ چمکا چاند، چھٹکی چاندنی، تارے نکلے آئے

وہ کیا آئے زمیں پر آسماں نے پھول برسائے

اچانک قلب دھڑکا، سانس پھولی پاؤں تھرائے

وہ ہم سے کچھ قریب آئے کہ ہم ان کے قریب آئے (ذہین)

In every genre he has composed verses whether Hamd and Naat or Odes, Qasaid, Quatrains, Ghazal, Blank Verse. In short, in every style he was par excellence. This is the reason that a poet and a Critic like Josh Maleehabadi also used to participate with enthusiasm in meetings under supervision and president

ship of Zaheen Shah Taji not only this, but he has written a detailed critical essay on Zaheen Shah's Ayat e Jamaal, from it once can have an idea of the relationships between Zaheen Shah and Josh. Usually people show an artificial touch while writing critical comments and to the maximum one or two pages. But Josh with great attachment, wrote a detailed commentary and such a commentary that shows his love and devotion.

Ismail Razi Jaipuri wrote a full commentary of 200 pages as the Muqadma of Ayat e Jamaal and this was shortened to 250 pages otherwise it would have been long. Maulana Mahir ul Qadri (famous Poet and Editor Faran) analyzed Razi Jaipuri's commentary and compared it with Maulana Altaf Hussain Haali's Muqadma "Shair o Shairi" and delared Razi's work to be better. It should be kept in mind that Haali's Muqadma is the first documentation in the Urdu Critical Tradition. Maulana Razi Jaipuri's and Zaheen Shah Taji's relationship was 40 years old and that Razi knew about Zaheen and his poetical style very well and that he himself was a celebrated poet for whom Maikash Akbar Abadi said on departure to Pakistan:

گئے رزی سے سخن فہم سوئے پاکستان

سنائے میکش محزوں کسے اب اپنا کلام (میکش اکبر آبادی)

Following are the Critics of Zaheen Shah's Work

1. Dr. M.M Ahmed (Former Dean Faculty of Arts and Chairman Department of Philosophy, University of Karachi and Ex. Pakistan's Ambassador to India)
2. Moulana Syed Islah- ul- Hussaini (Graduate of Deoband)

3. Mr. Raees Amrohi (Famous Poet)
4. Mr. Saleem Ahmed (Critic and Philosopher)
5. Mr. Abdullah Qudsi (University of Karachi)
6. Prof. Karrar Hussain (Ex Vice Chancellor Baluchistan University)
7. Mr. Jamal Panipatti(Famous Critic and Philosopher)
8. Dr. Salam Sindhelvi
9. Moulana Mahir ul Qadri (Famous Poet, editor monthly `Faran`)
10. Dr. Burhan Ahmed Farooqi
11. Mr. Syed Saifi Nadvi
12. Prof. Yusuf Jamal Ansari
13. Jameel Jaalbi (Famous Critic, Translator and Lexicographer)

Zaheen's theory of poetry was "Statement of Fact". He would express the feelings that he would pass through. According to Razi "Zaheen never says even a verse without experiencing"

There is both Majaz and Haqeeqat in Zaheen's Poetry but if you go deep you will find the same theory of the Unity of being ..

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا..

غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر ہے

Zaheen would express his philosophy through his Poetry, in fact it can be said that he would express his theories and ideas in the form of verses. According to Aristotle poetry is not the name of Rhyme, Rhythm and Meter, it is only that portion of imagination which brings forward the inner feelings of the Poet. Plato

has also written on the reality and essence of poetry and has raised objections but in his famous dialogue "Ion" he admits the greatness of the poet and acknowledges the poet's ideas as intuition. Aristotle has written complete book on this topic by the name Poetics. He has answered the objections put by Plato and has determined the greatness and scope of Poetry. Plato believes in expression of reality whereas Aristotle believes in expression of experience. According to Plato poetry is twice is the imitation of reality for the poet is worshipper of image of an image, whereas Aristotle believes in poetry as the expression of eternal truths. Poetry brings forward things that are possible. This is the point where Poetry gets linked with Philosophy. Poetry is not merely the name of Rhyme, meter, metaphor and simile can be the ingredients of Poetry but not essentials of Poetry. Poetry has had its place an importance in every era, in every tribe and in every nation and Arabs hold pivotal position in it.

Once Hassan Bin Sabit's son in his childhood got bite by an animal whose name he couldn't say but gave an explanation of the structure of that animal (in rhyme)

کان متلقف بردی برۃ

On hearing the rhymes Hassan said:

واللہ صار ابنی شاعراً

by God my son has become a poet.

From this we can imagine how important was poetry for the Arabs but there is an added feature of Arabic Poetry which has to do with the desert dry life, freedom of thought and expression, physical features of the land, Pastoral site and simplicity of

style. These ingredients restored upon the Arab poetry and an honour. Rural people are not philosophical by nature therefore they used to analyze each and every verse instead of the poem as a whole. Since they were nomadic people therefore they said verses with rhymes scheme realting to praise of ruins, greenery and houses. After the Advent of islam, Islam bcame the cardinal point of Poetry but the style remained same. Attack and praise became famous topics of Poetry but the Muslims soon got involved in memorizing Quran and Hadith and in Holy wars as a result of which poetry went into the back burner. The Holy Prophet (P.B.U.H) treated them well and rewarded also, many poets.

ان من الشعر لحکمۃ

No doubt poetry is full of intellect and wisdom.

We can say that Arab Poetry was a flowing lake flowing with consistency with little differences of speed and alteration but there has never been a serious break in poetry tradition. When the circle of Islam widened this lake became an Ocean and absorbed a lot from the cultures falling in with reference to the people comprising it. Different atmospheres gave the poetry different qualities.

Similar is the situation on the individual level with a poet. He starts in the traditional ways and as he passes through the various phase of intellectual growth and he experiences various things the sight is taken over by insight. He gives words to his ideas through his imagination either in form of speeches of pros or in oration and at times in poetry.

Zaheen Shah's first verse wasn't praise of Holy Prophet (), since his upbringing was in the atmosphere where Milad Celebrations were very common but with

the passage of time and with the intellectual development the taste became that of saying Ghazals. The beauty in the mirror of beauty kept itself for long but then would say:

کیا امیر و کبیر ہیں ہم لوگ

The word Imagination and Poetry:

Coleridge has also used the word Imagination/Idea for poetry and has stressed tghat the personal opinion and hid idea or though become coherent through it. The Persian poets also considered poetry to be imagination/thought expression. Nizami Uroodhi Samarqandi writes in his The Four Discourses (Chahar Maqala):

"شاعری صناعتے است کہ شاعر بدان صنعت اتساق مقدمات موہومہ کند والتیام قیاس نتیجہ بر آن وجہ کہ معنی خرد را بزرگ کند، و بزرگ را خرد، نیکو را اور لباس زشت وذشت اور حلیہ نیکو جلوہ دہد، و با ایہام قوت غضبانی و شہوانی برانگیزد تابدان ایہام طبائع رانبساطے وانقباضے بود وامور عظام را در نظام عالم سبب گردد"

پر کیف ملاقاتیں مجھ کو دیوانہ بنا کر چھوڑیں گی

خاموشی میں باتیں مجھ کو دیوانہ بناکو چھوڑیں گی

دل پر غم ہے آنکھیں پر نم، پھر مانگ رہا ہوں غم ہی غم

یہ میری مناجاتیں مجھ کو دیوانہ بنا کر چھوڑیں گی

He declares his madness as "Route to Laila" and his heart Majnoo. The poetic idea is that despite all the arbitrary searching there is just one real existence. If he is saying of beauty then the cause of that discourse is the same one. He is the one character in a thousand tales the discourse, he also refers to as the smile of

him and the sight of enthusiasm is the cause of the union. Thus the dichotomy is resolved and the Kaaba appears in front.

ہم حسن وہاں کعبۂ جمال وہاں

جبین شوق جھکی ہے جہاں جہاں میری

According to Mill, human activities are at times such that the human emotions have nothing to do with them, like if someone is in anger and in spirit then it would have no effect on the onlooker .But if someone's difficulty and pain is verbalized in sorrowful words then it would while comprehension leave on us a certain condition. This condition is referred to as emotions or feelings and the thing that involves such feelings and emotions is called Poetry, according to this definition painting, speech and council fall in the category of poetry for the invoke emotions and human feelings. Theorist on this ground includes the mentioned in poetry but mill differs and rays that the poet does not address people rather he addresses himself. In this way, the logical definition of poetry would be.

The discourse that invokes human emotions and the addressed is not the audience (listener, reader) but the speaker (writer, debater) himself.

This definition by Mill, despite being delicately deep in evaluation, makes the scope of the poetry to narrow as we see that in Hamd, Naat, Qasaid etc, the poet not only addresses himself but the audience through his capacity.

The Arab history is witness to the fact that during war, women and soldiers would sing(for soldiers)to encourage and instigate. If we took the events of

1965, becomes evident that the weapon behind the high spirit of the soldier songs, broad cast through radio Pakistan. Aristotle has explained this in detail, he regards poetry as a form of painting and imitation the difference is that the paints only the material things, whereas the poet can capture every sort of idea / imagination, emotion and feeling. In this moment, if a thing is said in a manner by which the real thing(picture) appears in front of the eye. Then the mentioned thing every would fall under the definition of poetry. Of saying before the embark on giving further definition of poetry, we find it in Zaheen Shah Taji's poetry, all the requirements of the Aristotle definition of poetry

قیامت خیز منظر حسن والفت کا تصادم تھا

مری انکھوں میں آنسو تھے ترے لب پہ تبسم تھا

وہ رنگین بجلیاں پھر پھوٹ نکلیں تیرے ہونٹوں سے

یہ دل پہلے ہی بحر نور میں غرق تلاطم تھا

عرق آلود ہیں رخسار گل گوں

کہ پھولوں کو پسینے آرہے ہیں

Mathew Arnold has regarded poetry as the criticism of life, by this he means that not only imagination, but intellect is also an element of poetry, this is the basic requirement of classical literature this is the theory behind Saadi's Gulistan and Bostan, Rumi`s Mathnawi and the Naats of Jami(intuitional intelligent) same is the reason behind the magnum opus work of Iqbal, Plato, Aristotle, Shakespeare, Mill around, all have brought about the life and human evaluation by purpose. The same was the spirit behind the poetic works of

Zaheen Shah Taji, namely Ayat e Jamal ,Jamal e Ayat , Ajmal e Jamal this vary idea has engaged the world into the beauty of the beautiful.

Sir Philip Sidney had Horris regarded poetry as an Instructor of Ethics. Sidney rejects the objections raised by Gossin by turning poetry as the height of all the faculties of knowledge. The philosopher, the historian and the teacher all are but working for the betterment of the human society. When one keeps the above mentioned purpose in mind then one reaches the conclusion that the poet stands unmatched.

He is the king of all faculties of human knowledge. Hence we conclude that the Sidney regards, the poet not only sketches but he emotionalizes people, which when compared with the simple and dry approach of the preaches, is much elevated.

In Zaheen`s poetry we see not only the beauty of expression, but he bring deep into the remembrance of the essential being ideas his verses with the colour of the Monotheistic existence, any topic may it be, he discusses, only what is beneficial for the human existence and the world also understands just this one language. Understanding of the Holy Quran and History, tells us that the world believes in survival of truth.

فاما الزبد فيذهب جفاء، واما ماينفع الناس فيمكث في الارض، كذالك يضرب الله الامثال

A thing without any benefit for the world is not of any use at all. The thing which has nothing for the human survival, his nourishment , his comfort and advancement it is like the flow of the ocean the flow has no existence of its own,

the things which doesn't benefit mankind, can't live for long, according to the law of nature.

Zaheen's massage is the message of the survival of the human kind; he went so deep by the permission which was bestowed upon him (benefactor) into such learned disciplines, that the objection raisers would find themselves in a grave objection.

Such great is his work in presenting (combining) on philosophy, poetry and politics, that we can call him The Second Iqbal or the heir to the Iqbalian approach. Despite the glamour of high post and high status he never allowed boastfulness to come near to him. Although, people of power and influence amongst his disciples, he never asks for any mundane thing.

گر ز صورت بگذری اے دوستاں

گلستان ست گلستان ست گلستان ست

عارفان زانندم ہر دم آمنون

کہ گذر کردند از دریائے خوں

He also, in the disguise of arbitrary, would see the real gardens; he also killed the worldly desires and had, through hard practices, pass the river of blood.

کشتگانِ خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب دانِ دیگر است

Despite all that he has said, Zaheen is Found saying about the multitude of expression in thought and in meaning.

And before this, he had already been through the shocks of the forgetfulness, and by the hands of the delicacy of beauty had himself murdered, thus he had reached the station where he could say:

واقعی وہ محبت ہے وہ جمال ہے وہ کمال ہے

ان سب کی قسم!!!

فہرست عنوانات

باباصاحب کے دور (1902-1978) میں پاک وہند کا اجمالی جائزہ

اور مسلمانوں کے مصائب ومشکلات

حالات:۔

کسی قوم کے لئے اس وقت سے زیادہ پریشانی و سراسیمگی کا اور کوئی وقت نہیں ہوتا جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کے گرد وپیش سارا ماحول اس کے خلاف بدل گیا ہے۔ زندگی کو چلانے والی تمام طاقتیں اُن اصول اور اُن نتائج کے خلاف چل رہی ہیں جن پر اعتقاداً و عملاً اس کے وجود قومی کی اساس قائم ہے۔ اور وہ اس وقت کی طرح ہوگئی ہے۔ جس کے لئے زمین، ہوا، پانی، موسم، سب کے سب ناموافق وناسازگار ہوگئے ہوں۔

بدقسمتی سے 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمان اسی صورت حال سے دوچار تھے اور روز بروز یہ حالت شدید تر ہوتی جارہی تھی۔ ہندوستان کی کسی دوسری قوم کو یہ پریشانی نہیں آئی۔ اس لئے دوسرے لوگ اُس اُلجھن کو با آسانی نہیں سمجھ سکتے جس میں مسلمان مبتلا تھے، اُن کے لئے ہر بدلی ہوئی صورت کے مطابق بدل جانا اور اپنی ہیئت کو ہر سانچے میں ڈھال لینا سہل تھا۔ ان کے اعتقادات اور اصول حیات ان کے وجود سے الگ ایک چیز تھے۔ جن کے بدل جانے اور سراسر اُلٹ جانے کے بعد بھی اُن کا وجود جوں کا توں رہتا تھا لیکن مسلمانوں کے اعتقادات اور اصولِ حیات ہی سے ان کا وجود ہے اور ان کے بدل جانے کا مطلب ہے کہ مسلمان، مسلمان نہ رہے۔

1857ء کے بعد ماحول میں ایک ہمہ گیر تغیر رونما ہونا شروع ہوگیا۔ مسلمان نہ صرف مقام عزت و اقتدار سے گرادیئے گئے بلکہ ایک غیر مسلم غلبہ و استیلاء کا نتیجہ روز بروز زیادہ شدت کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے آنے لگا کہ مسلمانوں کے گرد وپیش افکار، نظریات، اصولِ اخلاق، طرز تمدن، معیارِ تہذیب، قوانین معاشرت و معیشت، نظامِ حکومت وسیاست غرض دنیا کی دنیا ہی بدل گئی تھی اور اس کی ہر چیز مسلمانوں کے اجتماعی مزاج اور قومی طبیعت کے بالکل خلاف تھی۔

1857ء کی جنگ ہندوستانی مسلمانوں کی قومی زندگی کے لئے ایک سانحہ عظیم ثابت ہوئی جس نے بالآخر مسلمانوں کو ہر شعبہ زندگی میں تباہی و پسماندگی سے دوچار کر دیا۔ ہر میدان میں مسلمانوں کی بالادستی ختم ہوگئی اور وہ انگریزوں کے رحم و کرم کے محتاج ہوگئے۔ ان کی اجتماعی اور انفرادی زندگی طرح طرح کے مسائل میں مبتلا ہوگئی اور انگریزوں کے معاندانہ رویہ نے انہیں مزید پسماندگی میں دھکیل دیا۔ (۱) غرض زندگی کے ہر شعبہ میں انگریزوں نے مسلمانوں کے مفادات کو تباہ کرنے کی حکمت عملی اختیار کی۔

مسلمانوں کے مسائل:۔

1857ء کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کا کردار سیاست میں تقریباً ختم ہوگیا۔ اس سے قبل وہ ایک ایسی قوم تھے، جس کا ایک عظیم سیاسی ورثہ تھا۔ لیکن اب ان کا سیاسی مستقبل تاریک ہوگیا تھا اور وہ بڑی تیزی سے شدید غربت، معاشی اور معاشرتی مسائل میں گھر گئے تھے اور چونکہ اقتدار انگریزوں نے مسلمانوں سے چھینا تھا اس لئے انگریزوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے اور اپنی حکومت کو توسیع دینے کے لئے مسلمانوں کو تباہ کرنا ضروری ہے۔ یہ بات یقینی تھی کہ مسلمانوں کے پاس کوئی طاقت باقی نہ تھی کہ وہ دوبارہ اپنا کھویا ہوا اقتدار حاصل کر لیتے۔ ان کا زوال ایک ناقابل تردید حقیقت بن چکا تھا، جہاں تک ہندوؤں کا تعلق تھا، اس سیاسی تبدیلی کا کوئی خاص اثر ان پر نہیں تھا، کیونکہ ان کے صرف آقا بدلے تھے اس لئے انہوں نے جلد ہی اور پوری رضامندی سے نئے سیاسی نظام کو قبول کر لیا۔

1857ء کے بعد مسلمانوں کو دو سیاسی حریفوں سے سابقہ پڑا اور چونکہ مسلمانوں نے انگریز حکومت کو خوش آمدید نہیں کہا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک خلیج تیار ہوگئی اور انگریز حکومت اور مسلمانوں کے تعلقات دن بدن بگڑتے ہی گئے۔ (2)

جنگ آزادی کے سیاسی زوال اور عالمی دیوالیہ پن مسلمانوں کا مقدر بن گئے، مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت اس قابل بھی نہ رہی کہ وہ سادہ غذا خرید کر اپنے جسم و روح کا رشتہ بر قرار رکھ سکتی۔ انگریزوں کا ان مالی مشکلات کے پیدا کرنے میں بڑا ہاتھ تھا، مسلمانوں زمینداروں کی بیدخلی اور ان کی جائیداد ضبطی سے مسلمانوں کو بہت بڑی تباہی کا

سامنا کرنا پڑا۔ تجارت اور صنعت میں مسلمانوں کو پسماندہ کرنے کے لئے انہیں ہر قسم کی مراعات اور سہولتوں سے محروم کر دیا گیا۔ تمام پیشے اور باعزت زندگی گذارنے کے تمام وسائل کو مسلمانوں کی پہنچ سے باہر کر دیا۔(3)

مسلمانوں پر ملازمتوں کے دروازے اور دوسرے مواقع بند کر دیئے گئے۔ ان کی اکثریت ناخواندہ اور جاہل بن گئی اور جو تھوڑے بہت پڑھے لکھے لوگ تھے۔ انہیں صرف کلرکوں کی خدمات پر معمور کیا گیا۔ اسی طرح وہ معاشی طور پر مکمل تباہی سے دوچار ہوئے۔

تعلیمی میدان یک لخت قلم عربی اور فارسی کو ختم کر دیا گیا۔ جس کا بنیادی مقصد اسلامی تعلیمات کو ختم کرنا تھا اس وجہ سے مسلمان انگریزی نظام تعلیم کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے کیونکہ وہ قطعی طور پر غیر اسلامی نوعیت کا تھا۔

مسلمانوں کے مکتب اور مدارس بند کر دیئے گئے۔ ان اداروں کی حکومتی امداد بند کر دی اور پھر خیراتی اوقاف کی جائیداد ضبط کر لیں اور ایک ایسی مہم چلائی گئی جس میں مسلمانوں کو تعلیم سے محروم رکھا گیا اور اس طرح انگریزوں نے اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کر لئے۔(4)

اس مہم کی کامیابی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بمبئی، کلکتہ اور مدراس کی یونیورسٹیوں سے 1870ء میں کامیاب ہونے والے گریجویٹ طلباء کی مجموعی تعداد 525 میں سے مسلم طلبا کی تعداد صرف 17 تھی۔ سیاسی طاقت، معاشیات اور تعلیم وہ عوامل ہوتے ہیں جس سے کسی فرد یا طبقہ کے معاشرتی مقام کا تعین ہوتا ہے، مسلمانوں کے لئے تعلیم کے دروازے بند اور سیاسی طور پر وہ تباہ اور معاشی طور پر وہ دیوالیہ ہو گئے۔ جس کی وجہ سے ان کی معاشرتی حیثیت یہ ہو گئی کہ وہ دو وقت کی روٹی کے لئے محتاج ہو گئے!

مسلمانوں نے آٹھ سو سال ہندوستان پر حکومت کی، مسلمان حکمرانوں نے کبھی ہندوؤں کو ان کے حقوق سے محروم نہیں کیا لیکن بدلتے ہوئے حالات میں ہندوم، سلمانوں کو ان کا معاشرے میں جائز مقام دینے سے انکار کرنے لگے۔

مسلمانوں کی زبوں حالی:۔

سیاسی اقتدار سے محروم ہونے کے بعد مسلمانوں میں جاہ اور عزت کی بھوک پیدا ہوئی اور معاشی وسائل سے محروم ہونے کے بعد روٹی کی بھوک ان دونوں چیزوں کے حصول کا دروازہ صرف ایک ہی رکھا گیا اور وہ مغربی تعلیم کا دروازہ تھا۔ روٹی اور عزت کے بھوکے لاکھوں کی تعداد میں ادھر لپکے وہاں ہاتفِ غیبی نے پکار کر کہا کہ آج روٹی اور عزت مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔ یہ چیزیں اگر چاہتے ہو تو نہ مسلمان بن کر آؤ، اپنے دل کو اپنے دماغ کو اپنے دین اور اخلاق کو، اپنی تہذیب اور آداب کو، اپنے اصولِ حیات اور طرز معاشرت کو اپنی غیرت اور خودداری کو قربان کر دو، تب روٹی کے چند ٹکڑے اور عزت کے چند کھلونے تم کو دیئے جائیں گے، انہوں نے خیال کیا بہت ہی سستے داموں بہت ہی قیمتی چیزیں مل رہی ہیں۔ بیچو اس کباڑ خانے کو یہ چیزیں جو روٹی اور خطاب و منصب جیسی بے بہا چیزوں کے معاوضے میں مانگی جارہی ہیں' آخر ہیں کس کام کی؟! انہیں رہن رکھ کر تو بنئے سے چار پیسے بھی نہیں مل سکتے!

خود غرضی، انفرادیت اور نفس پرستی کا نتیجہ یہ نکلا کہ قومیت کا احساس بھی مٹتا چلا گیا اور ان کی اجتماعی طاقت فنا ہوگئی، ہر سو انتشار، نہ کوئی قومی پالیسی، نہ کوئی ایک شخص جو ان کا لیڈر ہو، کوئی ایک جماعت نہیں جو ان کی نمائندہ ہو، کسی بڑی سے بڑی مصیبت پر بھی وہ جمع نہیں ہو سکتے تھے، ایک لیڈر تھا جس میں کوئی نظم نہیں، ایک بھیڑ تھا جس میں کوئی رابطہ نہیں، ہر فرد اپنا ہی لیڈر اور اپنا پیرو تھا!!

یہ تھی مسلمانوں کی اس وقت کی حالت۔

قیام مسلم لیگ 1906ء:۔

1857ء کے بعد مسلمان ایک ایسی کشتی میں سوار تھے، جس کی نہ کوئی منزل تھی اور نا ہی کوئی ناخدا! تاہم آہستہ آہستہ مسلمان دانشوروں اور اسلامی اسکالرز نے رفتہ رفتہ ایسے ادارے اور جماعتیں قائم کرنا شروع کر دیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کی ہمہ جہتی زوال کی رفتار قدرے کم ہوگئی اور وہ چیزوں کو ان کے صحیح پس منظر میں تجزیہ کرنے کے قابل ہو سکے!!

جس میں سر سید کی تحریک علی گڑھ ، دار لعلوم دیوبند ، ندوۃ العلماء لکھنو، سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی، اسلامی کالج پشاور اور انجمن جمعیت اسلام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان علمی تحریکوں اور انجمنوں کی وجہ سے مسلمانوں میں اپنی ایک الگ سیاسی تنظیم بنانے کا خیال آیا اور یہ خیال اور بھی مضبوط ہو گیا جب کانگریس نے بنگال کی تقسیم کو انگریزوں سے تنسیخ کروائی۔ اس سلسلہ میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے موقع پر دسمبر 1906ء میں ڈھاکہ کے سر سلیم کی صدارت میں شاہ باغ (ڈھاکہ) کے مقام پر منعقد ہوئی۔ اس اجلاس میں ایک قرار داد منظور کی گئی۔ جس کے تحت آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے مسلمانوں کے لئے ایک سیاسی تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا۔ محمد علی جوہر، حکیم اجمل خان اور مولانا ظفر علی خان نے اس قرارداد کی حمایت کی۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا پہلا اجلاس دسمبر 1907ء میں کراچی میں ہوا جس کی صدارت سر آدم جی پیر بھائی نے کی۔ مسودے میں کچھ ترامیم کے بعد مسلم لیگ کا دستور منظور کر لیا گیا۔ نوزائیدہ تنظیم کے پہلے صدر سر آغا خان منتخب ہوئے۔

ایک طرف تو ہندو اکثریت نے مسلم اقلیت کو ایک کونے میں دھکیل کر اسے تنہا کر دیا تھا۔ تو دوسری طرف ہندوستان میں جلد ہی نمائندہ نظام حکومت کا قیام متوقع تھا۔ صرف کانگریس سے علیحدگی مسلمانوں کے لئے کافی نہ تھی بلکہ یہ بھی انتہائی ضروری بات تھی کہ مسلمانوں کو اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ایک علیحدہ نمائندہ سیاسی جماعت کی اشد ضرورت تھی۔ منٹو کا جداگانہ نمائندگی کا اصول تسلیم کر لینے کے بعد یہ ایک عام فہم بات تھی کہ انتخابات لڑنے کے لئے ایک سیاسی جماعت کا قیام وقت کی اولین ضرورت تھی۔(5)

مسلم لیگ کے قیام سے 1940ء تک :۔

مسلم لیگ کا قیام 1906ء میں عمل میں آیا، اور اس سے قبل علی گڑھ تحریک اور دیگر علمی تحریکوں نے مسلمانوں کے علمی زوال کو کسی حد تک روکنے میں بہت اہم کردار ادا کیا اور مسلمانوں کو ایسے دانشور اور علماء حضرات

فراہم کیئے جنہوں نے آگے چل کر ان کی سیاسی اور دینی رہنمائی کی اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے قرارداد پاکستان (1940ء) کی شکل میں منتج ہوا۔

مسلم لیگ کے قیام کے بعد مسلمانوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم تو نصیب ہو گیا تھا، تاہم یہ بہت ہی طوفانی دور تھا۔ نت نئے نظریات، عملی سیاست کی پیچیدگیاں، انگریزوں کا ہندوؤں کو ہر میدان میں ترجیح دینا اور مسلمانوں کو جان بوجھ کر پیچھے رکھنے کی پالیسی اور مغربی نظام تعلیم نے عام مسلمانوں کو معاملات کو صحیح اور مناسب طریقے سے سمجھنے کی صلاحیت سے کم و بیش معذور کر دیا تھا۔ بطور اقبالؒ ہماری جمعیت تو قوت مذہب سے تھی اور اس سارے ہنگامے میں، مسلمان اسی متاع بے بہاں سے روگردانی کر رہے تھے۔

معاملات کو حل کرنے کے لئے مغربی نظریات کو اپنایا جا رہا تھا۔ (نیشنلزم وغیرہ) جو کہ اسلامی نظریہ حیات سے متضاد تھا، لوگ اپنا قومی تشخص اور معاشی آزادی جانتے تھے اور بس۔ معاملات کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھنے والے بہت ہی کم لوگ تھے!

1857ء سے 1940ء تک تقریباً 100 سال کے عرصے میں معاشی، سیاسی اور سماجی لحاظ سے مسلمانوں نے جتنی ذلت برداشت کی، اس کے بعد ان کے دماغ صرف ایک ہی بات پر مرکوز ہو گئے تھے۔ کہ انگریزوں کی غلامی سے آزادی حاصل کی جائے اور اس سے بھی زیادہ اہم کہ ہندوؤں کی غلامی (جو کہ مستقبل میں ان کو حاصل ہو سکتی تھی) سے نجات حاصل کریں۔

اس سارے عرصے میں مسلمانوں کو دین و مذہب سے برگشتہ کرنے کے لئے عیسائی مشنریز نے مناظروں کا بازار گرم کر دیا، عربی اور فارسی پہلے بھی ختم کر دی گئی تھی، اور مغربی نظام تعلیم نے مسلمانوں کے اندر گمراہی اور الحاد کا طوفان اٹھایا۔

مذہبی میدان میں حسین احمد صاحب نے مذہبی بنیادوں پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں نہیں بلکہ ایک متحدہ قومیت ہے اور اسی متحدہ قومیت کے تصور نے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کو کافی نقصان پہنچایا۔ ابھی اس کی بازگشت ختم بھی نہیں ہوئی کہ مسلمانوں کی توجہ تحریک خلافت نے اپنی جانب کھینچ لی۔

لیکن جذباتیت پر مبنی یہ تحریک 1920ء کے اختتام سے قبل ہی ختم ہوگئی لیکن اس تحریک سے ان محمد علی جناح کی جدوجہد کو سخت نقصان پہنچا۔ یہ مذہبی لوگ اس سیاست کے سخت مخالف تھے جس کی مسلم لیگ قائد اعظم کی قیادت میں پرچار کر رہی تھی۔ خلافت کی تحریک سے ان علماء کو سیاسی اکھاڑے میں بالادستی حاصل ہوگئی اور وہ ایک نئی سیاسی طاقت اور سیاسی ادارے کی حیثیت سے ابھرے۔ جمعیت علمائے ہند کو امتیازی حیثیت حاصل ہوگئی جس نے بعد میں پاکستانی منصوبہ کی مخالفت کی۔

قائد اعظمؒ نے اس تحریک کی مخالفت کی پر مسلمانوں کی جذباتیت نے اُنہیں قائد اعظم کے مؤقف کو سمجھنے کا موقع نہ دیا۔ تاہم کچھ عرصے بعد مسلمانوں کو اللہ کے فضل و کرم سے ایک ایسا شخص ملا جو کہ واقعی اس قوم کے لئے کسی انعام سے کم نہیں تھا اور وہ تھے ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ جو نہ صرف ایک عظیم فلسفی، شاعر دانشور تھے بلکہ اعلیٰ ترین مغربی اداروں کے تعلیم یافتہ تھے اور سب سے بڑھ کر اسلام کا گہرا علم اور شعور رکھتے تھے۔ یہ علامہ اقبال ہی تھے جنہوں نے 1930ء میں الٰہ آباد کے مسلم لیگ کے جلسے میں سب سے پہلے علیحدہ وطن کا خیال پیش کیا۔ ان سے قبل بھی ایسے لوگ گذرے جنہوں نے تقسیم ہند کی باتیں کی تھیں۔ لیکن علامہ اقبالؒ وہ اہم عوامی شخصیت تھے۔ جنہوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اس کو اپنے صدارتی خطاب میں پیش کیا تھا۔ انہوں نے واضح کیا کہ "یورپی جمہوریت کے اصول کا ہندوستان پر اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ فرقہ وارانہ گروہوں کی حقیقت کو تسلیم کیئے بغیر ہندوستان میں ایک غیر منقسم جمہوریت کا تصور تقریباً ناممکن ہے اس لئے مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ ہندوستان کے اندر ایک مسلم ہندوستان تخلیق کیا جائے بالکل جائز ہے۔ اس کے بعد علامہ اقبالؒ نے وہ مشہور جملے کہے جنہوں نے انہیں مصور پاکستان کا خطاب عطا کیا۔" (6)

"میں پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک واحد ریاست میں مدغم دیکھنا چاہتا ہوں۔ خود مختار حکومت خواہ سلطنت برطانیہ کے اندر ہو یا سلطنت برطانیہ کے باہر، مجھے ایک متحدہ شمالی مغربی ہندوستانی ریاست مسلمانوں کا کم سے کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کا، آخری مقدر معلوم ہوتا ہے۔" (7)

یہ علامہ اقبالؒ ہی تھے جنہوں نے جناحؒ کو لکھا کہ مسلمانوں کی غربت کا مسئلہ صرف اسلامی قانون کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔ جس کے لئے اسلامی مملکت کا قیام ضروری ہے۔ انہوں نے اپنے استدلال کو ان الفاظ میں پیش کیا۔

"اسلامی قانون کے طویل اور احتیاط سے مطالعہ کے بعد میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر اس قسم کا قانونی نظام اگر صحیح طور پر سمجھا جائے اور اس کا اطلاق کیا جائے تو کم سے کم ہر شخص کے لئے روزی کا حق حاصل ہو سکے گا لیکن اسلامی شریعت کا نمو اور اس کا نفاذ اس ملک میں ناممکن ہے تاوقت یہ کہ ایک اسلامی ریاست یا ریاستیں قائم نہ ہو جائیں۔" (8)

دوسری طرف سیاسی محاذ پر قائد اعظمؒ کے پیش کردہ چودہ نکات، جو کہ نہرو کمیشن رپورٹ کے جواب میں پیش کیئے گئے تھے۔ ان نکات میں مسلمانوں کے سارے سیاسی، آئین اور معاشرتی وثقافتی مسائل کے حل شامل تھے جس سے مسلمان دوچار تھے(1929ء میں) ان نکات سے مسلمانوں کی آزادی کے مطالبہ کا رویہ متعین ہوا اور ان کی دلی خواہش کا اظہار ہوا۔

1857ء کے بعد رونما ہونے والی ساری سیاسی، معاشرتی، معاشی اور آئینی تبدیلیوں کو زیر غور رکھنا چاہیے۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو برصغیر میں اپنی پسماندہ حیثیت کا احساس وشعور حاصل ہوا۔ سیاسی شعور کے حاصل ہونے پر انہیں یہ احساس ہو گیا کہ وہ نہ صرف ایک مذہبی اقلیت ہیں بلکہ ایک قوم ہیں جس کو آزادنہ ترقی کرنے کا حق حاصل ہے جیسا حق دنیا کی دوسری قوموں کو حاصل ہے اور وہ صرف اسی وقت ممکن ہے جبکہ ان کو ایک علیحدہ وطن فراہم کیا جائے جو ان علاقوں پر مشتمل ہو جن میں ان کی اکثریت رہتی ہے۔

1857ء کے بعد طویل عرصے تک یتیمی اور محکومی کا عذاب جھیلتی یہ قوم بالآخر قائد اعظمؒ کی عملی قیادت، تحریک علی گڑھ کی بنیاد پر اور علامہ اقبالؒ جیسے وژنری کی مدد سے اس قابل ہو گئی کہ اپنے لئے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کا مطالبہ کر سکے یہ مطالبہ 22 تا24مارچ1940ء مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس میں قائد اعظمؒ کی زیر صدارت کیا گیا۔

قائد اعظمؒ نے فرمایا

جیسا کہ عام طور مشہور ہے اور سمجھا جاتا ہے۔ مسلمان اقلیت نہیں ہیں۔ قومیت کی ہر تعریف کی رو سے مسلمان ایک قوم ہیں ہندوستان کی وحدانی حکومت 150 سال میں جو حاصل نہ کر سکی وہ وفاقی مرکزی نظام کو لاگو کر کے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ سوائے فوج کے استعمال کے۔ یہ مسئلہ جو ہندوستان میں ہے فرقوں اور فرقوں کے درمیان نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے اس کو بین الاقوامی ہی مان کر حل کرنا چاہیئے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کا تعلق دو مختلف مذہبی فلسفوں، معاشرتی رواجوں اور ادبیات سے ہے۔ یہ دونوں دو ایسی تہذیبوں کے پیروکار جن کی بنیاد متصادم خیالات اور تصورات پر ہے۔ دو ایسی قوموں کو ایک نظام ریاست میں اس طرح باندھنے کا نتیجہ، کہ ان میں ایک اکثریت ہو اور دوسری اقلیت، یہ ہو گا کہ ان میں بے چینی بڑھے گی اور بالآخر وہ نظام تباہ و برباد ہو جائے گا۔ "(9)

مسلم لیگ نے اپنی مشہور قرار داد لاہور (یا قرارداد پاکستان) 24مارچ 1940ء کو منظور کی اس قرار داد کو بنگال کے وزیر اعلیٰ مولوی اے۔ کے۔ فضل الحق نے 23مارچ کو پیش کیا اور چودھری خلیق الزماں (ایم۔ایل۔اے) (یوپی) نے اس کی تائید کی اور اس کی دوسرے بہت سے نمایاں قائدین نے حمایت کی جن کا تعلق مختلف صوبوں سے تھا۔ قرار داد لاہور سے عوام کے مختلف طبقات پر مختلف اثرات مرتب ہوئے مسلمانوں نے بڑے جوش و خروش سے اسے خوش آمدید کہا، جبکہ ہندوؤں نے اس کی مذمت کی۔ اس قرارداد کی منظوری سے مسلم لیگ کی پالیسی اور واضح ہو گئی اور اس میں شبہ کا کوئی امکان نہیں رہا۔ مسلم لیگ ایسا ہندوستان نہیں چاہتی تھی جس میں ہندو اکثریت کا تسلط ہو۔ جس میں نام نہاد جمہوریت کے نام پر مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کو پوری طرح نظر انداز کر دیا جائے۔ ہندوستان کی تقسیم ناگزیر تھی۔ اس کا کوئی متبادل حل نہ تھا اور مسلمان اس سے کم کسی بات پر مطمئن ہونے کو تیار نہ تھے اور اس طرح راستہ صاف ہو گیا اور پاکستان کی تشکیل ممکن ہو گئی۔(10)

حضرت باباذہین شاہ یوسفی تاجی کے حالاتِ زندگی

محمد طاسین شاہ المعروف باباذہین شاہ یوسفی تاجی سلسلہ عالیہ تاجیہ کے ان مضبوط ستونوں میں سے ہیں۔ جن کی ہستی نے شب وروز اپناخونِ جگر دے کر اس سلسلے کی آبیاری کی ہے۔ باباذہین شاہ تاجی محض ایک صوفی بزرگ نہیں بلکہ عالم، فقیہہ، مجتھد، شاعر، ادیب، فلسفی اور محبت کرنے والے دوست بھی تھے۔

؎ حسن وخوبی میں بے مثال ہیں آپ

عشق میں بے نظیر ہیں ہم لوگ

باباذہین شاہ تاجی ایک عہد ساز شخصیت تھے۔ یہ وہ آفتاب تھے۔ جس کی روشنی مدہم نہیں پڑسکتی۔ باباذہین شاہ تاجی دکھی دلوں کا سہارا، مایوسوں کی امید تھے۔ وہ بابایوسف شاہ تاجی سے خلافت وولایت ملنے کے بعد سلسلہ عالیہ تاجیہ سے ابدی تعلق میں منسلک ہوگئے۔ انہوں نے اپنے آپ کولوگوں کی بھلائی 'رفاہ عامہ کے کاموں' تبلیغ دین میں صرف کیاہوا تھا۔ وہ ایک روحانی ہستی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ادیب وشاعر بھی تھے۔ شاعری میں آپ نے وہ کارنامے انجام دیئے جو اس عہد کے معروف شعراء بھی نہ کرسکے۔

؎ تیرے در کے فقیر ہیں ہم لوگ

کیا امیر و کبیر ہیں ہم لوگ

دل میں رکھتے ہیں چاند سی صورت

کیا ہی روشن ضمیر ہیں ہم لوگ (11)

ا۔نام ونسب:۔

باباذہین شاہ تاجی کا اصل نام محمد طاسین شاہ تھا۔ آپ کی ولادتِ باسعادت 4رجب المرجب 1320ھ (12) بمطابق 7, اکتوبر 1902(13) میں ہوئی۔ افتخار احمد عدنی صاحب نے تاج الاولیاء میں تاریخ پیدائش 4رجب 1321ھ لکھی

ہے۔(14)اس کے مطابق عیسوی سن 1903 بنتا ہے۔ جو کہ صحیح نہیں۔ کیونکہ قرائن سے یہ بات ثابت ہے کہ بابا صاحب کا سن پیدائش 1902ء ہے۔ آپ ہندوستان (راجپوتانہ) کی ایک بستی "جھن جھنوں" میں باکمال، علم وفضل، شعر و سخن میں یکتا اور معروف و مقبول گھرانے کے صوفی بزرگ حضرت پیر دیدار بخش کے چشم وچراغ تھے۔

۲۔ آبائی وطن:۔

حضرت حمید الدین ناگوری کی اولاد اجمیر شریف، ناگور، سنگھانہ اور کاٹھیاواڑ کے علاوہ راجپوتانہ میں جھن جھنوں کے قصبہ میں آباد تھی۔ بابا ذہین شاہ تاجی کا خاندان جھن جھنوں میں محلہ (شیخاوائی) راجپوتانہ پیر صاحبان میں کئی صدیوں سے سکونت پذیر تھا اور جھن جھنوں سے نزدیک واقع ہے۔ صرف اسی باسعادت خاندان کی بدولت یہ دور افتادہ مقام فقر و تصوف اور علم کا گہوارہ بن گیا تھا۔ (15)

۳۔ والد:۔

آپ کے والد محترم مولوی دیدار بخش فاروقی فراقی تھے۔ جو بیک وقت عربی، اردو اور فارسی زبانوں پر عبور رکھنے کے ساتھ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کو شاعری کے تمام تر اصناف، حمد و نعت، قصیدہ، مثنوی، رباعی، غزل پر یکساں عبور حاصل تھا۔ فن خوش نویسی میں بھی آپ صاحب کمال تھے۔ اس کے علاوہ آپ پیشے کے اعتبار سے ریاست سیکر میں تھانیدار تھے۔(16)

۴۔ خاندانی نام ولقب:۔

آپ کا اصل نام محمد طاسین شاہ تھا آپ کا خاندانی لقب خواجہ تھا۔ آپ کے بہت سے القابات ہیں۔

۱۔ ذہین الملت ۲۔ ذہین الاولیاء ۳۔ شیخ اکبر ثانی

خاندانی نام ولقب کے متعلق پیرزادہ محمد مزمل علی اثر فرماتے ہیں

"آپ کا خاندانی نام خواجہ محمد طاسین ابنِ فاروقی ہے اور 45 واسطوں سے آپ کا سلسلۂ نسب امیر المومنین حضرت عمر فاروق سے جا ملتا ہے۔ اس نسبت سے فاروقی کہلائے۔ حضرت سلطان التار کین خواجہ حمید الدین صوفی ناگوری کی نسبت سے خواجہ ان کا خاندانی لقب کہلایا۔ سلسلۂ تاجیہ، یوسفیہ سے وابستگی اور تبدیلیٔ نسبت کے بعد آپ ذہین شاہ تاجی مشہور ہوئے" (17)

۵۔ شجرۂ نسب:۔

آپ کا خاندانی سلسلہ اکیسویں پشت میں شیخ المشائخ، امام الاولیاء، حضرت سلطان التار کین خواجہ حمید الدین ناگوری سے ملتا ہے۔ خواجہ حمید الدین ناگوری ' خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے امام نماز اور جلیل القدر خلیفہ اعظم ہیں۔(18) جن کی اولاد کو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی معنوی اولاد قرار دیا۔ ذہین شاہ تاجی کا خاندانِ اقدس سلسلۂ چشتیہ کی عمارت کا ستون ہے۔ جو صرف سلسلۂ چشتیہ ہی نہیں بلکہ سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ، سلسلۂ عالیہ تاجیہ کا وارث فقر و ولایت رہا ہے۔(19)

پندرہویں پشت میں خواجہ حسین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ ظاہری و باطنی علوم کے لحاظ سے ایک جلیل القدر اور عالی مرتبت شخصیت تھے۔ جن کو شیخ کبیر الدین سے خلافت و سجادگی کا شرف نصیب ہوا۔ انہوں نے سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف کی تعمیر کا عظیم الشان کارنامہ سر انجام دیا۔ باباذہین شاہ تاجی کے والدِ محترم حضرت دیدار بخش چشتی سلسلہ ابوالعلائیہ نقشبندیہ میں حضرت قمر الدین کے خلیفہ تھے۔(20)

ذہین شاہ تاجی کا تفصیلی شجرہ درج ذیل ہے۔ جو بابا انور شاہ تاجی کے اصرار پر پیرزادہ محمد مزمل علی اثر نے مرتب کیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد طاسین شاہ تاجی بن حضرت محمد دیدار بخش

بن حضرت خواجہ مدار بخش بن حضرت خواجہ خدا بخش

بن حضرت خواجہ احسان اللہ بن حضرت خواجہ اسلام اللہ

بن حضرت خواجہ عبد القادر بن حضرت خواجہ نعمت اللہ

بن حضرت خواجہ امان اللہ بن حضرت خواجہ شہید

بن حضرت خواجہ کمال الدین بن حضرت خواجہ عبدالقادر

بن حضرت خواجہ عبدالفتح بن حضرت خواجہ معروف

بن حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوری بن حضرت خواجہ خالد

بن حضرت خواجہ نظام بن حضرت خواجہ محمد

بن حضرت خواجہ وحید الدین بن حضرت خواجہ عزیز الدین شہید

بن حضرت خواجہ شمس العارفین سلطان التارکین حضرت خواجہ حمید الدین صوفی ناگوری

بن حضرت شیخ احمد بن حضرت شیخ ابراہیم

بن حضرت شیخ محمد بن حضرت شیخ سعیدی

بن حضرت شیخ محمود بن حضرت شیخ عبداللہ

بن حضرت شیخ عمر بن حضرت شیخ نصیر

بن حضرت شیخ ابراہیم بن حضرت شیخ عبدالرحمن

بن حضرت شیخ یوسف بن حضرت شیخ علی حارث

بن حضرت شیخ حسین بن حضرت شیخ سعید

بن حضرت زید بن حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضوان اللہ علیہم اجمعین (21)

۶۔ شیر خواری میں پیش آنے والے واقعات:۔

شیر خواری کے ایام میں پیش آنے والی کرامات قدرت کی طرف سے اشارہ تھے کہ خواجہ دیدار بخش کے ہاں پیدا ہونے والا یہ شیر خوار کوئی معمولی بچہ نہیں بلکہ عام بچوں سے بالکل الگ غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔ بابا ذہین شاہ تاجی کے شیر خواری میں پیش آنے والے اس واقعہ کو ان کی والدہ ماجدہ نے بیان کیا ہے۔

ذہین شاہ تاجی تین ماہ کی عمر کے تھے اور اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے نانا میاں جی قادر بخش کے ہاں مقیم تھے۔ میاں قادر بخش کھنڈیلہ کے راجہ کے طبیب خاص تھے۔ میاں جی ذہین شاہ تاجی اور ان کی والدہ ماجدہ کو واپس ان کے گھر جھن جھنون لے جانے کے لئے آئے یہ وہ دور تھا جب راجپوتانہ میں شدید قحط تھا۔ قحط اتنا شدید تھا کہ روز ہی بے

شمار جانوں کو لے رہا تھا۔ قحط کی شدت سے اتنی جانیں ضائع ہو چکی تھیں کہ نہ ہی ان کو دفنانے کا اور نہ ہی جلانے کا کوئی انتظام تھا۔ نعشیں سرعام سڑکوں اور گلی محلوں میں بکھری پڑی تھیں۔ لوگ نعشوں کو بیماری لگنے کے ڈر سے نہیں اُٹھاتے تھے۔ ان خراب حالات کے پیشِ نظر لوگوں نے گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں پناہ لینا شروع کر دی۔

ان خراب حالات کے پیش نظر حضرت قادر بخش نے اپنی بیٹی اور نواسے کو جھن جھنوں کی اجازت دینا مناسب نہ سمجھی۔ اس وقت ریاست میں ریل گاڑیوں کا انتظام بھی نہیں تھا۔ لوگ آمدورفت کے لئے گھوڑے، اونٹ اور بیل گاڑیوں کا استعمال کیا کرتے تھے۔ حضرت قادر بخش نے اپنی بیٹی اور نواسے کے لئے قلعے سے رتھ منگوایا۔ رتھ پر سوار کرایا اور خود ہی بیٹی کو چھوڑنے کھنڈیلہ سے جھن جھنوں کی طرف روانہ ہوئے۔ کھنڈیلہ سے جھن جھنوں تقریباً چار دن کی مسافت پر ہے۔ سفر بہت آرام و سکون سے پورا دن جاری و ساری رہا۔ شام کے وقت جب کنوئیں کے قریب سے رتھ گذری تو حضرت قادر بخش نے کھانا کھانے اور پانی بھرنے کے لئے رتھ رکوائی۔ کھانا کھایا، اور بقیہ سفر کے لئے پانی کا ذخیرہ اپنے ہمراہ لیا اور سفر کا دوبارہ آغاز ہو گیا۔ سفر جاری تھا، ابھی چاند پورے آب و تاب کے ساتھ روشن تھا۔ نصف رات ہو چکی تھی رتھ مسان کے پاس سے گزری، مسان دراصل وہ مقام ہے جہاں ہندو اپنے مردے جلاتے ہیں۔ اس وقت بھی وہاں کسی مردے کو جلانے کا عمل جاری تھا اور مسان کے اطراف میں انسانی اعضاء بکھرے ہوئے تھے۔ اس وقت ذہین شاہ تاجی اپنی والدہ ماجدہ کی گود میں سو رہے تھے۔ رتھ والا نیند میں تھا اور اچانک اس نے رتھ مردہ ہاتھ پر چڑھادی۔ ذہین شاہ تاجی جو والدہ ماجدہ کی گود میں سو رہے تھے۔ اچانک پکار اُٹھے "یا اللہ" والدہ ماجدہ ڈر گئیں اور انہیں نانا یعنی حضرت قادر بخش کی طرف اُچھال دیا اور خوفزدہ ہو گئیں۔ قادر بخش نے بیٹی کی حالت کو دیکھتے ہوئے کہا کہ یا اللہ انہوں نے کہا اور بالآخر پانچ یا چھ روز کی طویل مسافت کے بعد رتھ جھن جھنوں پہنچ گیا۔ وقت گزرتا رہا اور والدہ ماجدہ کا خوف دور ہوا تو حضرت قادر بخش نے بتایا کہ والدہ ماجدہ کی خراب حالت کے پیش نظر انہوں نے اس بات کو چھپا لیا اور پھر انہیں حقیقت سے آشنا کیا کہ وہ جو رتھ میں "یا اللہ" بولا تھا۔(22) وہ حضرت قادر بخش نے نہیں بولا بلکہ ذہین شاہ تاجی کی زبانِ اقدس نے یا اللہ کے الفاظ ادا کئے تھے۔ اس واقعہ کے بعد والدہ ماجدہ نے اپنی تمام تر توجہ خصوصیت کے ساتھ ذہین شاہ تاجی کی تعلیم و تربیت پر مرکوز کر دی۔

۷۔ والد محترم کی خصوصی شفقت:۔

ابو سعید خدری ,ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوہ والسلام نے فرمایا کہ جس کا بچہ ہو جائے تو وہ اس کا بہترین نام رکھے اور اسکی تربیت کرے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرے اور اگر شادی نہ کرے اور وہ بچہ گناہ کا مرتکب ھو تو اسکا گناہ اس کے باپ پر ہو گا (23)

والد محترم نے بھی اپنی تمام تر توجہ کا مرکز ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات اعلیٰ صفات کو بنایا۔ والد محترم انتہائی شفقت و محبت سے ذہین شاہ تاجی کو اپنے قریب بستر پر لٹاتے، والد محترم خود عبادت میں مشغول ہو جاتے اور رات کے آخری حصے میں انتہائی پر اثر انداز میں بزرگانِ دین، اولیاء، شعراء، متقدمین کے اشعار پڑھتے دعائیں مانگتے، حمد و نعت و مناجات پڑھتے، (24) ذہین شاہ تاجی ان کو بڑے غور سے سنتے، سمجھتے، یہ سب والدِ محترم کے شب و روز صحبت و تربیت کے اثر سے کم سنی میں ہی ذہین شاہ تاجی کی طبیعت میں روحانیت پیدا ہونے لگی۔

۸۔ لڑکپن:۔

آپ اپنے لڑکپن کے ایام میں بھی صادق و نیک تھے۔ اپنے ہم عصر لڑکوں کے ساتھ حمد و نعت کی محافل میں شرکت کرتے تھے۔ آپ کے لڑکپن کا ایک مشہور واقعہ کتابوں میں درج ہے کہ لڑکپن کے دور میں آپ کو پتنگ بازی کا شوق ہوا۔ والد محترم انتہائی متقی انسان تھے۔ کسی نے اُن سے شکایت کی کہ طاسین پتنگ اُڑاتا ہے۔ والد صاحب نے حضرت کو فوراً بلا بھیجا۔ ذہین شاہ تاجی کے حاضر ہوتے ہی دریافت فرمایا یہ پتنگ تم نے اُڑائی ہے، اقرار کر لیا، والد صاحب غصہ کے بہت تیز تھے۔ سب ان کے غصے سے اچھی طرح آشنا تھے۔ والد صاحب نے کہا کہ تم وعدہ کرو کہ آئندہ پتنگ نہیں اُڑاؤ گے۔ بابا صاحب خاموشی سے کھڑے رہے۔ والد محترم کے بارہا کہنے پر بھی ہونٹوں کو جنبش نہ ہوئی تو والد محترم کے غصے میں شدت آگئی وہ بابا صاحب کو غصے میں اپنے ہمراہ لے گئے اور کنوئیں میں لٹکا دیا۔ چچا رونے لگے اور چچی صاحبہ نے رو کر درخواست کی کہ انہیں چھوڑ دیں۔ ادھر بابا صاحب کنوئیں میں لٹکے ہوئے تھے پر اب بھی اس بات کا وعدہ نہیں کر رہے تھے۔ جب والد محترم کے غصے و جلال میں کمی آئی تو انہوں نے ذہین شاہ تاجی کو کنوئیں سے نکال لیا۔

کنوئیں سے تو والد صاحب نے انہیں نکال لیا پر سزا دینے پر اب بھی ان کے ارادے میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی بلکہ وہ سخت سے سخت سزا دینے کے متعلق غور کر رہے تھے کہ گھر والوں کے بے انتہا اصرار پر بالآخر والد محترم نے اپنے ارادے کو ترک کر دیا۔ چچا حضور نے والد محترم سے عرض کی کہ وہ خود ان سے دریافت کریں گے کہ وعدہ نہ کرنے کی وجہ کیا ہے۔ ورنہ خود بابا صاحب کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ مغرب کی نماز کے وقت چچا نے وجہ دریافت کی تو ذہین شاہ نے جو جواب دیا وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھنے کے لائق ہے ذہین میاں نے فرمایا۔

"مجھے والد محترم نے خود ہی تو تاکید کی تھی کہ نہ کبھی جھوٹ بولنا اور نہ کوئی جھوٹا وعدہ کرنا۔ لہٰذا جب انہوں نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے پتنگ اُڑانے کا اقرار کر لیا اور اب میں پتنگ نہ اُڑانے کا وعدہ کیسے کر لوں جبکہ کبھی کبھی پتنگ اُڑانے کا میرا دل کرتا ہے۔ آپ حضرت کو بتلا دیں کہ میں کنوئیں میں گرنے سے نہیں ڈرتا چاہے اس سے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ میں حضرت سے کوئی ایسا وعدہ نہیں کر سکتا جس پر قائم نہ رہ سکوں"۔

حضرت دیدار بخش رحمتہ اللہ علیہ جب نماز مغرب سے فارغ ہوئے تو گھر آ کر بیٹے کے اس عالمانہ جواب کا علم ہوا تو بیٹے کو فرط مسرت سے گلے لگایا اور فرمایا۔ "اچھا کبھی کبھی منظور ہے مگر اس کا وعدہ کرنا ہو گا۔" (25) لیکن اس واقعہ کے بعد آپ نے کبھی پتنگ نہ اڑائی۔ آپ کو والدین کی اعلیٰ تربیت اور علمی ماحول میسر تھا جس وجہ سے آپ روحانیت و دین کی طرف مائل تھے۔ علم و ادب کی محفلوں میں نہ صرف شرکت کرتے بلکہ ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ بھی لیتے اور اپنی موجودگی سے اس محفل کو دوچند کر دیتے۔

آپ کو آپ کے والدین نے اپنی تربیت کے ذریعے تقویٰ اور صداقت کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچ دیا جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں یوں فرمایا جاتا ہے

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (26)

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے

والد صاحب کی تربیت ایسی تھی کہ سچائی آپ میں رچ بس گئی تھی۔

حدثنا عثمان بن أبي شيبة حدثنا جرير عن منصور عن أبي وائل عن عبد الله رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة وإن الرجل ليصدق حتى يكون صديقا وإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذابا (27)

عثمان بن ابی شیبہ، جریر، منصور، ابووائل، عبداللہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی نیکی کی طرف ہدایت کرتی اور نیکی جنت کی طرف ہدایت کرتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ بدکاری کی طرف اور بدکاری دوزخ کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کاذبین میں لکھا جاتا ہے۔ سچائی کے ساتھ ساتھ ایفائے عہد بھی شریعت مطہرہ کا لازمی جزو ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (28)

اور پورا کرو عہد کو بیشک عہد کی پوچھ ہو گی۔

حدثني محمد بن بشار حدثنا محمد بن عبد الله الأنصاري قال حدثني أبي عن ثمامة عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال نرى هذه الآية نزلت في أنس بن النضر من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه (29)

محمد بن بشار، محمد بن عبداللہ انصاری، ان کے والد، ثمامہ بن عبداللہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ یہ آیت انس بن نضر کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ ایمانداروں میں وہ آدمی ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کر دکھایا۔

۹۔ کمسنی میں درس و تدریس :۔

ذہین شاہ تاجی صغر سنی سے ہی راست باز اور خود دار تھے۔ والدین کی تربیت کے ساتھ ساتھ بابا صاحب خود بھی انہی عادات کے مالک تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ والد کی عالمانہ صحبت کے اثر سے ذہین شاہ تاجی عالمانہ صلاحیتوں کے حامل ہوتے جارہے تھے۔ جب والد محترم نے مدرسہ قائم کیا تو اپنے بیٹے کی عالمانہ صلاحیتوں کے پیش

نظر چھوٹے بچوں کو ذہین شاہ تاجی کے سپرد کر دیا۔ ان کی قابلیت کی بدولت عمر میں اپنے سے صرف چند سال چھوٹے بچوں کے بھی استاد ہو گئے۔ (30)

۱۰۔ تعلیم و تربیت:۔

آپ بچپن ہی سے انتہائی ذہین و فطین تھے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم پیر دیدار بخش رحمتہ اللہ علیہ سے گھر ہی پہ حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں کلام پاک ختم کر لیا (31) اور ذہانت اور لگن کی بدولت بارہ سال کی عمر میں عربی اور فارسی کی کتب پڑھ لیا کرتے تھے۔ والد محترم کو اپنے آنگن میں پرورش پانے والے اس ہیرے کی قدر و قیمت کا اندازہ تھا۔ انہوں نے بھی بابا صاحب کی تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ والد محترم خوش نویس تھے۔ ان کی صحبت کی بدولت فنِ خوش نویسی ورثے میں ملا اور لوگوں میں اس خوش نویسی کی بدولت ذہین شاہ کی بے حد مقبولیت ہو گئی۔ (32)

کمسنی میں بھی ذہین شاہ تاجی ریاست جے پور کے علمی حلقوں میں مقبول و معروف ہو گئے۔ آپ کو شعر و شاعری کا شوق بھی تھا۔ آپ کمسنی سے ہی غزلیں کہتے تھے۔ نوجوانی میں آپ کی شاعرانہ صلاحیتیں اس قدر اجاگر ہو چکی تھیں کہ جب بھی ریاست جے پور میں کل ہند مشاعرے کا انعقاد کیا جاتا تو آپ کو ہندوستان کے بڑے شعراء کے ہمراہ آپ کو ریاست جے پور کے نمائندہ شاعر کی حیثیت سے شرکت کے لئے مدعو کیا جاتا۔ (33)

ذہین شاہ تاجی اپنے والدِ محترم کی صحبت کے فیض سے صاحبِ علم و فضل ہوئے اور شعر و سخن میں بھی اپنا نام پیدا کیا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے دوران والدِ محترم سے مخصوص طریقۂ تربیت حاصل کیا اور فیضِ توجہ حاصل کیا۔ کم عمری میں نعتیں اور عارفانہ کلام لکھنے کی ابتداء کر دی۔ بچوں کو بھی اپنے والد کے مدرسے میں علم دینا شروع کر دیا اور جلد ہی استاد سے مرشد بن گئے۔

علم و ادب کا ذوق و شوق دیکھتے ہوئے والد اپنی تصانیف صفائی سے نقل کرنے کی غرض سے ذہین شاہ تاجی کو دیا کرتے تھے۔ کتابت کی بدولت آپ کے فنِ سخن اور علمی لگن میں مزید اضافہ ہو گیا۔

۱۱۔ ادبی ذوق:

بچپن سے ہی ادبی ذوق آپ کو ورثے میں ملا والد محترم کی تربیت و صحبت نے اس ادبی ذوق کو چار چاند لگا دیئے۔ آپ کو ماحول بھی ایسا میسر آیا۔ جس سے آپ کا ادبی ذوق و شوق مزید پروان چڑھا۔ علمی لحاظ سے عالم، فاضل، واعظ، خطیب سب خاندانِ اقدس میں موجود تھے۔ اس کے علاوہ شاعر و ادیب بھی موجود تھے محلّے میں مردانہ نشستوں کا انعقاد ہوتا تو بابا صاحب اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور علمی حلقوں میں ان کی شاعری کے ڈنکے بجتے محلّے اور مسجد میں محفلِ میلاد ﷺ کا اہتمام ہوتا تو آپ اپنے ہم عمر نوجوانوں کے ہمراہ نعت خوانی بھی فرمایا کرتے تھے۔(34)

۱۲۔ والد کی جانب سے تخلص کی عنایت:۔

بچپن سے ہی ذہین شاہ تاجی کو ادبی ماحول میسر آیا۔ اس ماحول میں آپ نے صغر سنی سے ہی نعتیں، عارفانہ اشعار کہنا شروع کر دیئے تھے۔ آپ اپنے نام کی مناسبت سے اپنا تخلص "طاسین" استعمال کرتے تھے۔ کم عمری میں ہی شاعرانہ صلاحیتوں میں نکھار پیدا ہو چکا تھا۔ شاعری میں اتنی پختگی آچکی تھی۔ جب والد کے حضور کلام پیش کیا تو بلاتردد بول اُٹھے۔

"تم ذہین ہو اور یہ ہی تمہارا تخلص ہے " (35)

8 سال کی عمر میں ہی نعتیں لکھنا شروع کر دیں تھیں۔ اس عمر کی ایک نعت کا ایک شعر

جب کون کسی کا ہویگا جب روز محشر ہویگا ؎

اپنا تو حامی و ناصر بس وہ حق کا پیمبر ہو ویگا (36)

۱۳۔ خلافت و سجادگی:۔

اولاً خلافت و سجادگی ذہین شاہ تاجی کو اپنے والد حضرت خواجہ شاہ محمد دیدار بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ملی۔ خواجہ محمد دیدار بخش نے خلافت و سجادگی اپنے والد حضرت خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ سے پائی تھی۔ جو سلسلۂ چشتیہ صابریہ نسبت کے علاوہ سلسلۂ نقشبندیہ اور سلسلۂ قادریہ میں بھی حضرت شاہ قمر الدین کے خلیفہ مجاز تھے۔(37) ایک ہزار سال سے آپ کا خاندان وارث ولایت رہا۔ لیکن ذہین شاہ تاجی کے بعد ان کے صاحبزادوں کو یہ شرف حاصل نہ ہو سکا۔ بلکہ مزمل علی اثر کہتے ہیں کہ

خاندانی ولایت کے حقدار بھی انور شاہ تاجی ہی ہیں۔

۱۴۔ روحانی سفر:۔

مگر یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ذہین کو سب کچھ روایتی خاندانی گدی نشینی و وراثت سے ملا۔ ذہین کو جہاں بہت کچھ مثل بابا تاج الدین اولیاء وہی ملا تھا۔ وہیں پر انہیں ایک بڑے مجاہدے سے بھی گذارا گیا۔ اگرچہ خلافت انہیں حضرت خواجہ دیدار بخش سے مل گئی اور نسبت بھی۔ سلطان التارکین حمید الدین ناگپوری سے نسبت بھی کچھ ایسی کم نہ تھی۔ مگر ذہین کی روحانی اڑان بے حد اونچی تھی اور وہ شاہین کی طرح اپنی نگاہ بلند رکھنا چاہتے تھے۔ بمقابلہ کرگس کے کہ وہ باربار نفس کی سرزمین پر جھکتا تھا۔ ذہین شاہ نے یہ مقام حاصل کرنے کے لئے بہت مجاہدہ کیا بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ انہوں نے انتہائی طلب کی اور نتیجتاً انہیں یوسفی نظر نے پہچانا اور ان کی امانت ان کے سپرد کردی۔ سنت الٰہی بھی ایسی ہی واقع ہوتی ہے جو اس کی طرف بڑھتا ہے وہ اسے تھام لیتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (38)

اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (اور مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً انھیں اپنی (طرف سَیر اور وصول کی) راہیں دکھادیتے ہیں، اور بیشک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیّت سے نوازتا ہے

اس طرح حدیث قدسی میں ہے کہ بندہ بہر صورت پہل کرتا ہے اور اللہ اس پہل کا اس سے بھی بڑھ کر جواب دیتا ہے۔

حدثنا عمر بن حفص حدثنا أبي حدثنا الأعمش سمعت أبا صالح عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم يقول الله تعالى أنا عند ظن عبدي بي وأنا معه إذا ذكرني فإن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي وإن ذكرني في ملإ ذكرته في ملإ خير منهم وإن تقرب إلي بشبر تقربت إليه ذراعا وإن تقرب إلي ذراعا تقربت إليه باعا وإن أتاني يمشي أتيته هرولة (39)

عمر بن حفص، حفص، اعمش، ابوصالح، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو میرے متعلق وہ رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرے اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد

کرتا ہوں اور اگر مجھے جماعت میں یاد کرے تو میں بھی اسے جماعت میں یاد کرتا ہوں اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہو تو میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک گز قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

جوانی کے ایام میں ہی ذہین شاہ تاجی نے اپنے روحانی سفر کا آغاز کر دیا تھا۔ دراصل ذہین شاہ تاجی یادِ الٰی اللہ میں مستغرق تلاشِ حق کے لئے جنگل کی طرف نکل گئے۔ گھر بار ترک کر کے جنگل کی راہ لینے کا مقصد ذاتِ واحد سے تعلق کو مزید مضبوط کرنا تھا۔

ایک واقعہ کو ان کے روحانی سفر کے اعتبار سے بہت اہمیت حاصل ہے۔ جو آپ کے والد محترم جناب دیدار بخش کی حیاتِ اقدس میں پیش آیا۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ذہین شاہ تاجی نے جب ذاتِ واحد سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے جنگل کا رخ کیا۔ ایک دن بارش بڑے زور و شور سے جاری تھی۔ کہ تھمتی ہی نہیں تھی۔ ماں تو پھر ماں ہے۔ والدہ محترمہ نے صبر کی عظیم مثال قائم کی پر ایک اپنے ممتا کے ہاتھوں مجبور ہوئیں اور ضبط نہ کر سکیں تو حضرت دیدار بخش رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خواہش ظاہر کی کہ بیٹے کی دیدار کی خواہاں ہیں۔ حضرت دیدار بخش رحمۃ اللہ علیہ خود بھی جذب و سلوک کے معاملات سے اچھی طرح آشنا تھے۔ بہر حال زوجہ محترمہ کی کیفیت دیکھ کر جنگل کی راہ لی تاکہ بیٹے کو رضامند کر کے ماں کی بے قراری دور کر دیں۔ آپ نے دیکھا کہ ذہین شاہ تاجی ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے دنیا سے بے نیاز ہو کر استغراق کی کیفیت میں تھے۔ (40)

حدثنا إسحق بن إبراهيم وعباس بن عبد العظيم واللفظ لإسحق قال عباس حدثنا وقال إسحق أخبرنا أبو بكر الحنفي حدثنا بكير بن مسمار حدثني عامر بن سعد قال كان سعد بن أبي وقاص في إبله فجاءه ابنه عمر فلما رآه سعد قال أعوذ بالله من شر هذا الراكب فنزل فقال له أنزلت في إبلك وغنمك وتركت الناس يتنازعون الملك بينهم فضرب سعد في صدره فقال اسكت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إن الله يحب العبد التقي الغني الخفي (41)

اسحاق بن ابراہیم، عباس بن عبد العظیم، اسحاق، عباس، اسحاق، ابو بکر، بکیر بن مسمار، حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹوں میں (موجود) تھے کہ

اسی دوران ان کا بیٹا عمر آیا تو جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھا تو فرمایا میں سوار کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں تو جب وہ اترا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا کہ کیا آپ اونٹوں اور بکریوں میں رہنے لگے ہیں اور لوگوں کو چھوڑ دیا ہے اور وہ ملک کی خاطر جھگڑا رہے ہیں تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: خاموش ہو جا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ اپنے بندے سے پیار کرتا ہے جو پرہیز گار اور غنی ہے اور ایک کونے میں چھپ کر بیٹھا ہے۔

والد محترم حضرت دیدار بخش رحمتہ اللہ علیہ بیٹے کی ان روحانی کیفیات کا کچھ دیر تک مشاہدہ کرتے رہے۔ پھر ہمت نہ ہوئی کہ بیٹے سے گھر جانے پر اصرار کریں۔ اسی کیفیت میں گھر واپس آگئے۔ والدہ محترمہ جو بے چینی سے بیٹے کی راہ تک رہی تھیں۔ ان سے کہا کہ

"ذہین اس عالم میں ہے کہ مجھے اس کے استغراق میں مخل ہونے کی ہمت نہ ہوئی۔" (42)

۱۵۔ والد کے سایۂ شفقت سے محرومی:۔

ذہین شاہ تاجی کے استغراق کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ والد محترم حضرت دیدار بخش رحمتہ اللہ علیہ کے سایۂ شفقت سے محروم ہو گئے۔ والد محترم وہ تن آور درخت تھے۔ جن کی ٹھنڈی چھاؤں میں انہیں روحانی تسکین تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ والد محترم کے سایۂ شفقت سے محرومی کے بعد ذہینؔ شاہ تاجی کی شخصیت میں دکھ، رنج و الم ظاہر ہونے لگا اور روحانی تربیت کے لئے انہیں مربی کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔

۱۶۔ حضرت بابا یوسف شاہ تاجی سے وابستگی:۔

والد محترم کے بچھڑ جانے کے غم میں ذہینؔ شاہ تاجی غم سے نڈھال رہنے لگے۔ جلد ہی انہیں اس بات کا احساس ہو گیا کہ کسی روحانی شخصیت سے وابستہ ہوئے بغیر روحانیت کی تکمیل ممکن ہی نہیں ہے۔ تلاشِ شیخ میں ذہین شاہ تاجی نے اجمیر کا رُخ کیا۔ اسی تلاش میں خواجہ خواجگان کے در تک پہنچ گئے اور وہاں بابا یوسف شاہ تاجی کی صحبت نصیب ہو گئی۔

۱۷۔ بابا یوسف شاہ تاجی کی تربیت:۔

اب ذہین شاہ تاجی بابا یوسف شاہ تاجی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہو چکے تھے۔ حضرت بابا یوسف شاہ تاجی نے اپنے مرشد بابا تاج الدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے۔ ذہین شاہ تاجی کی تربیت کا آغاز کر دیا۔ تربیت کے ابتدائی مرحلے میں بابا یوسف شاہ تاجی نے انہیں بزرگوں کی طرف متوجہ کیا اور پھر اپنے دامن شفقت میں جگہ دی۔ حضرت بابا یوسف شاہ تاجی نے اس ہیرے کی تراش خراش کر کے اسے مزید نادر و نایاب کر دیا۔ شیخ سے وابستہ ہونے کے بعد باباذہین شاہ تاجی میں جو تبدیلی واقع ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے۔ صلاح الدین عشقی رقمطراز ہیں۔

"حضرت بابا یوسف شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی نے ذہین شاہ تاجی کی زندگی میں وہی تبدیلی پیدا کی جو ان کے شیخ کی کیفیات میں حضرت بابا تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دینے سے رونما ہوئی تھی۔ ذہین شاہ تاجی نے اپنا لباس بدل دیا، فقیروں کی وضع اختیار کر لی، لمبے کرتے اور تہبند میں ملبوس رہتے وار فتگی کا وہ عالم طاری ہوا کہ ننگے سر اور ننگے پیر نکل کھڑے ہوتے۔" (43)

ان دنوں ذہین شاہ صاحب عالم مجذوبیت میں تھے اور ہمہ وقت ایک حال طاری رہتا تھا جو کہ ان کی ایک وہبی تربیت تھی جو بہت کم مشائخ کو نصیب ہوئی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کئی لوگ ایسے ہیں کہ غبار آلود، پریشان حالت میں دروازوں پر سے دھکیلے جاتے ہیں (لیکن) اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دے (یعنی اللہ کے نزدیک مقبول ہیں گو دنیاداروں کی نظروں میں حقیر ہیں)۔(44)

اسی کیفیت میں بیس پچیس میل سفر ان کا معمول ہو گیا، ایک مقام سے دوسرے مقام چلے جانا، کہیں قیام نہ کرنا، کبھی کسی دوست کے ہاں، کبھی کسی عزیز کے پاس مکان پر جا کے صدا دیتے دل چاہا تو چائے پی لیتے، اور پھر الٹے قدموں واپس لوٹ جاتے"۔(45)

چنانچہ وہ اپنے شیخ سے جذب کر کے اس منزل پر پہنچ چکے تھے کہ اب اپنے لبِ مبارک سے جو نکالتے وہ بات حقیقت بن کر رونما ہو جاتی اسی کیفیت کو صلاح الدین عشقی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"یہ وہ زمانہ تھا جب ان کی زبان میں تلوار کی کاٹ پیدا ہو گئی تھی۔ جو کہہ دیا وہ ہو گیا ہزاروں ہندوؤں اور مسلمانوں کا ہجوم ان کے ساتھ رہتا۔ ان کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات سے لوگ اپنی مرادیں پا لیتے تھے" (46)

۱۸۔ بابا یوسف شاہ تاجی کی سجادہ نشینی:۔

بابا یوسف شاہ تاجی اپنے اس ہونہار شاگرد اور منہ بولے بیٹے کی تربیت کر چکے تھے اور اب یہ ہیرا ایک تراشیدہ و خوشنما صورت اختیار کر گیا تھا۔ بابا یوسف شاہ تاجی کی بصیرت ان کی کیفیات و روحانیت کی تکمیل کر چکی تھی۔ بابا ذہین شاہ تاجی کے اندر کا طوفان کنارے لگ چکا تھا۔ اس کیفیت کو ذہین شاہ تاجی نے اشعار کی صورت میں اس طرح بیان کیا ہے۔

پُر سکون ہیں پھر دل و دیدہ ذہینؔ

گم سفینوں میں تلاطم ہو گئے (47)

میرے اولیاء میرے دامنِ قبا کے سائے میں ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (حدیث)

بابا یوسف شاہ تاجی کی نگاہیں اپنی مسندِ خلافت کے لئے بابا ذہین شاہ تاجی ہی پر لگی ہوئی تھیں۔ بابا یوسف شاہ تاجی بابا ذہین شاہ تاجی کے ہمراہ اجمیر شریف میں مقیم تھے۔ محفلِ سماع جاری تھی۔ بابا یوسف شاہ تاجی نے اسی محفل کے دوران بابا ذہین شاہ تاجی کو اپنا سجادہ نشین منتخب کر لیا۔ آپ نے اپنے مریدین اور وابستگان کی موجودگی میں حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کو خلعتِ خلافت (پیلا چوغہ) پہنائی اور اپنی دستارِ مبارک ذہین شاہ تاجی کے سر پر باندھی اور ذہین شاہ تاجی کو اپنی سجادگی عطا کرنے کا اعلان کر دیا۔ (48)

۱۹۔ بابا ذہین شاہ تاجی بحیثیت سجادہ نشین:۔

سجادہ نشین مقرر ہونے کے بعد بابا ذہین شاہ تاجی مزید امتیازی حیثیت اختیار کر گئے۔ اب بابا یوسف شاہ تاجی ان کو مستقبل میں سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے تیار کر رہے تھے۔ اب وہ انہیں اہلِ سلسلہ کی تربیت

کرنے پر معمور کر رہے تھے۔ جس طرح وقت آگے بڑھا آپ کو بابا یوسف شاہ تاجی کا مزید قرب حاصل ہوا اور آپ دیگر مریدین پر فوقیت حاصل کرتے چلے گئے۔

بابا یوسف شاہ تاجی اپنے اس چہیتے اور لاڈلے سجادہ نشین کو اپنے ساتھ سفر میں شریک کرتے، علماء سے مباحثوں کے دوران بھی ذہین شاہ تاجی کو اپنے سے دور نہ کرتے تاکہ وہ سجادہ نشینی کے آداب اور اپنے شیخ کے اطوار کو سیکھ لیں اب انہیں ایک ایسا مثالی کردار بننے کی تربیت دی جانے لگی جو سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی علامت بنے۔

ذہین شاہ تاجی کا فرمان ہے۔

"اگر شیخ کی ذات سے متعلق مرید کے دل میں کوئی اعتراض پیدا ہو تو وہ خود اسی طرف رجوع کرتا ہے"۔(49)

اس کی وضاحت کرتے ہوئے بابا صاحب نے اپنے شیخ حضرت یوسف شاہ تاجی کی مثال دی کہ بعض اوقات لوگوں کا دل رکھنے کے لئے پان یا بیڑی جیسی اشیاء کی نظر قبول فرمالیتے اور کبھی لوگوں سے بچنے کے لئے اور اپنے اوپر ملامت کی غرض سے کسی ایسے کام سے جو لوگوں میں معیوب ہو تا گریز نہ کرتے۔ یعنی ذہین شاہ تاجی اپنے شیخ کی ہر عادت کو جذب کر رہے تھے۔

۲۰۔ پاکستان آمد:۔

یہ وہ وقت تھا جب حضرت یوسف شاہ تاجی اپنے فرائض تربیت سے فراغت حاصل کر چکے تھے۔ اچانک بابا یوسف شاہ تاجی شدید بیمار ہوئے اور اس قدر بیمار کہ ان پر غشی طاری رہنے لگی۔ زندگی کی امید نے دم توڑ دیا۔ یہ 1948ء کا وہ دور تھا جب ہندوستان فرقہ وارانہ فساد کی لپیٹ میں تھا۔ بابا یوسف شاہ تاجی کے عالی مقام و منصب کے پیش نظر درگاہ خواجگان کے منتظمین نے بابا یوسف شاہ تاجی کے مزار کیلئے حضرت خواجہ غریب نواز کی چلہ گاہ کے نزدیک ایک زمین کا قطعہ دیا۔ بابا صاحب کے سجادہ نشین بابا ذہین شاہ تاجی بھی ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت بابا ذہین شاہ تاجی جب بابا یوسف شاہ تاجی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اطلاع دی تو بابا یوسف شاہ تاجی نے فرمایا "میری مٹی یہاں کی نہیں ہے۔" (50)

حضرت بابا یوسف شاہ تاجی نے کراچی لے جانے کا حکم دیا بابا ذہین شاہ تاجی فتنہ وفساد اور اپنے شیخ کی شدید علالت میں بھی گھبرائے نہیں اور صبر و ہمت سے کام لیتے رہے اپنے اہل خانہ کو کراچی روانگی کے لئے تیار کیا۔ بابا صاحب نے اپنے خط میں لکھا۔

"حضرت پیرومرشد بابا محمد یوسف شاہ تاجی سخت علیل ہیں۔ میں اجمیر جارہا ہوں۔ یہاں کے حالات بھی مخدوش ہیں۔ تم راجہ صاحب کی پیشکش رہنے دو اور کسی بھی وقت کھنڈیلہ چھوڑنے کے لئے خود کو تیار رکھو۔"(51)

پہلی ٹرین سے بابا صاحب اپنے خاندان کے ہمراہ جے پور روانہ ہوئے۔ جے پور پہنچ کر اطلاع ملی حضرت قبلہ پیرومرشد بابا یوسف شاہ تاجی پاکستان روانہ ہوگئے ہیں۔ بابا صاحب بھی جلد از جلد اپنے پیرومرشد کی آغوش میں پہنچنا چاہتے تھے۔ لہٰذا ذرا بھی دیر نہ کی اور اسی رات میں پاکستان کے لئے روانہ ہوگئے۔ گاڑی میں بہت مشکل سے سوار ہوئے۔ گاڑی نے ابھی تین یا چار اسٹیشن کا فاصلہ طے کیا کہ اچانک ذہین شاہ تاجی نے آواز لگائی۔

"ارے جلدی کرو اٹھو تیار ہو جاؤ۔ اگلے اسٹیشن پر اتر جانا ہے۔" (52)

اچھا خاصہ سفر جاری تھا سب لوگ حیران تھے کہ ذہین صاحب نے اترنے کا حکم کیوں دیا۔ بہر حال سب وہیں اُتر گئے اور قریب جنگل میں رات بسر کی صبح مال گاڑی کا گزر ہوا تو ذہین صاحب کے حکم سے سب اس میں سوار ہو گئے۔ سفر دوبارہ شروع ہوا۔ شام پانچ بجے مال گاڑی باڑہ میر پہنچ گئی۔ بہت تلاشی کے بعد سامان پلیٹ فارم تک پہنچایا گیا۔ پھر گاڑی میں سوار ہو کر سفر دوبارہ شروع ہوا۔ علی الصبح گاڑی میر پور پہنچی وہاں سے حیدرآباد اور حیدر آباد سے کراچی روانہ ہو گئے۔ اسٹیشن پہنچنے پر پتہ چلا جس گاڑی سے ہمیں اترنے کا حکم دیا تھا۔ اس کو لوٹ لیا گیا اور مسافروں کو قتل کر دیا گیا۔ یہ سن کر سب نے شکر ادا کیا اور ذہین صاحب کے حکم کا مقصد سمجھ آیا۔

اتقوا فراست المومن فانه ينظر وابنور الله (53)

۲۱۔ بابا یوسف شاہ تاجی کے سایۂ شفقت سے محرومی:۔

ذہین شاہ تاجی جیسے ہی کراچی پہنچے تو اپنا سامان رکھ کر اور گھر والوں کو ایک اسکول میں ٹھہرا کر فوراً اپنے پیرو

مرشد کی خدمت میں حاضر ہونے کو بیتاب ہوگئے اور اسی رات بابا یوسف شاہ تاجی اس جہانِ فانی سے پردہ فرما کر اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ یہ یکم ذی الحج 1366ھ بمطابق 1947ء اور رات دو بجے کا وقت تھا۔(54)

۲۲۔ بابا یوسف شاہ تاجی کی تدفین:۔

بابا یوسف شاہ تاجی کے دنیا فانی سے پردہ فرمانے کے بعد سب سے بڑا مسئلہ جو بابا ذہین شاہ تاجی کو درپیش تھا وہ بابا یوسف شاہ تاجی کی تدفین کا تھا کیونکہ بابا صاحب کوئی عام شخصیت نہیں تھے بلکہ ایک منصبِ عالی پر فائز سلسلۂ عالیہ تاجیہ کے مسند نشین تھے۔ ان کی تدفین بھی ان کے منصب کے شایان شان کرنی تھی۔ اسی مرحلے کو طے کرنے کے لئے بابا ذہین شاہ تاجی نے پروفیسر اے حلیم صاحب (کراچی یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر) کے ہمراہ وزیرِ مہاجرین پیر الٰہی بخش سے ملاقات کی جنہوں نے بلوچستان رجمنٹ کے قبرستان میں تدفین کی اجازت دے دی اور بالآخر بابا یوسف شاہ تاجی کی تدفین عمل میں آئی۔

۲۳۔ کراچی میں خانقاہِ تاجیہ کی تعمیر:۔

کراچی میں خانقاہِ تاجیہ کی تعمیر کا مرحلہ بہت مشکل کام تھا۔ یہ مرحلہ صرف و صرف ذہین شاہ تاجی کی محنت اور شب و روز کی تگ و دو سے طے ہوا۔ بابا یوسف شاہ تاجی کی تدفین کے بعد قبر مبارک کے ارد گرد کی جگہ خانقاہ کے لئے وقف کی گئی۔ لیکن قبرستان کی زمین ایک انجمن کے دسترس میں تھی اور ان کے عقیدے کی رو سے خانقاہ بنانے میں مدد کرنا گناہ ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے قبر مبارک کے قریب تیزی سے قبریں بنوانی شروع کر دیں۔ ذہین شاہ تاجی نے اپنی فہم و فراست استعمال کرتے ہوئے قبر مبارک کے گرد چار دیواری تعمیر کرائی لیکن وہ رات میں منہدم کر دی گئی جب دوبارہ دیوار مسمار کی گئی تو ذہین شاہ تاجی نے اعلیٰ حکام سے رجوع کیا اور بالآخر بے انتہا کوشش، رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے خانقاہِ عالیہ تاجیہ کی تعمیر عمل میں آئی۔ (55)

۲۴۔ بابا ذہین شاہ تاجی کی ہمہ گیر مقبولیت:۔

ذہین شاہ تاجی اس بات سے اچھی طرح واقف تھے کہ خانقاہ کی تعمیر سے زیادہ ضروری اور مشکل امر اس خانقاہ کی آباد کاری ہے۔ اب ذہین شاہ تاجی اپنے اخلاق و کردار کا اعلیٰ و مثالی نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کر رہے تھے اور اپنی اس تربیت کا عملی نمونہ بن رہے تھے جو انہوں نے اپنے مرشد بابا یوسف شاہ تاجی سے جذب کی تھیں۔ خانقاہ میں محفلوں کا انعقاد کیا جانے لگا۔ ہر ایک شخص ذہین شاہ تاجی کی ہمہ گیر شخصیت سے فیض حاصل کرنے خانقاہ میں آتا۔ کوئی علم کی پیاس بجھانے، کوئی بیماری کا علاج کرانے، کوئی سلسلۂ تصوف سے اپنی روحانیت کے حصول کے لئے حاضر ہوتا۔

لوگوں کی والہانہ عقیدت ذہین شاہ تاجی سے اس قدر بڑھ گئی کہ اب وہ اپنے گھریلو معاملات تک میں بابا صاحب سے مشورے کرنے اور ان کی رائے کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے۔ خانقاہِ تاجیہ کراچی سلسلہ تاجیہ کا دوسرا اہم مرکز بن گئی۔ بابا صاحب دن رات لوگوں میں فیض تقسیم کر رہے تھے۔ لوگوں سے ان کا روحانی تعلق بے حد مضبوط ہو رہا تھا۔

۲۵۔ حلیۂ مبارک:۔

ذہین شاہ تاجی بلند قد و قامت کے انتہائی دیدہ زیب شخصیت کے مالک تھے۔ اکثر و بیشتر سفید براق کُرتا اور تہبند زیب تن کرتے۔ آپ کا چہرہ نورانی، رنگت گوری، لمبی سفید ڈاڑھی، چشمہ کے پیچھے انتہائی چمکدار آنکھیں اور ہمیشہ آپ کے چہرۂ انور پر خفیف سی مسکراہٹ رہتی۔ بابا ذہین شاہ تاجی انتہائی حسین و وجیہہ تھے۔ جو بھی ان کو دیکھ لیتا بار بار دیکھنے کی خواہش کرتا۔ (56) آپ بابا یوسف شاہ تاجی اور بابا تاج الدین کے مظہر بن چکے تھے۔

۔ ذہین اس راز کو سرکار یوسف شاہ نے کھولا
وہی تاجی ہے جو مظہر ہے تاج الدین بابا کا

۔ خوش رہیں تجھ کو دیکھنے والے
ورنہ کس نے خدا کو دیکھا ہے

۔ اس کے جلوے میں ہزار جلوے ہیں پنہاں
جو میں نے دیکھا شفق تم نے کہاں دیکھا!!

۲۶۔ بابا ذہین شاہ تاجی کے اخلاق واوصاف:۔

ذہین شاہ تاجی اخلاق و کردار میں اپنے شیخ بابا یوسف شاہ تاجی کی صورت و سیرت معلوم ہوتے تھے۔ آپ کا کردار واخلاق انتہائی اعلیٰ تھا کہ مخالف بھی آپ کے در سے آپ کا معترف ہو کر اُٹھتا۔ مولانا ماہر القادری (مدیر فاران) کہتے ہیں میں نے بابا صاحب پر بڑی کڑی تنقید لکھی۔ لیکن وہ پھر بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اپنے پاس بٹھاتے ہیں۔ وہ محبت ہی محبت ہیں کبھی کوئی آپ کے پاس دکھ اور پریشانی کی حالت میں آتا تو آپ کے دیدار سے ہی اس کا دکھ درد ختم ہو جاتا۔ کوئی آپ کے در پر سوال لے کر آتا تو آپ کے چشم کرم سے خالی نہ لوٹتا۔ حدیث پاک میں ہے۔ کلمہ الخیر صدقۃ۔ (57)

آپ کا لطف و کرم اور عنایات بلا تخصیص ہر امیر وغریب اور ہر اعلیٰ وادنیٰ کے لئے یکساں تھیں۔ آپ کسی کو پریشان حال دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ سینکڑوں ضرورت مند روزانہ آپ کی زیارت کا شرف حاصل کرتے اور اپنے مسائل اور پریشانیوں کو بھول جاتے۔

پیر زادہ محمد مزمل علی اثر بابا صاحب کے اخلاق و کردار کے حوالے سے رقمطراز ہیں

"ذہین شاہ تاجی اپنے عقیدت مندوں، مریدین، متعلقین، دوست احباب اور خود حضرت کے اعزاء واقرباء کے علاوہ عام لوگوں کے لئے کس قدر فکر مند رہتے تھے اور اپنے حسن تدبیر سے کس کس کے دکھوں کا مداوا فرماتے تھے۔" (58)

حدیث:۔ اللہ بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔ (59)

آپ اپنی محفل میں سینکڑوں عقیدت مندوں کو بیک وقت سیراب کرتے لیکن کسی ایک کو بھی یہ احساس چھو کر نہ گزرتا کہ ان پر نظر کرم نہ ہوئی ہو۔ آپ لوگوں کے مسائل سنتے اور ایسے حل فرمادیتے جیسے وہ کوئی مسئلہ ہی نہ تھا خواہ کاروباری حضرات ہوں یا افسران بالا علمی مسئلہ ہو یا عملی۔ دینی ہو یا دنیاوی یا روحانی۔

ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (60)

جس کو حکمت دی گئی ہو گویا اس کو خیر کثیر دیا گیا ہے۔

"حضرت کی پر عظمت، عالمانہ، شخصیت اور درویشانہ سادگی و عفو و درگزر سے متاثر ہو کر مخالفین بھی راہِ راست پر آکر آپ کے مداح ہو جاتے تھے۔ آپ کسی بھی انسان سے کسی بھی حال میں ایسا طرزِ عمل نہیں رکھتے تھے جس میں حسن و خیر کا کوئی پہلو نمایاں نہ ہو۔ آپؒ کے حسنِ صورت، حسنِ سیرت، حسنِ اخلاق، حسنِ معاملات، حسنِ معاشرت، حسنِ عمل کی ماسوائے متقدمین کے معاصرین میں اس کی نشاندہی کرنا بھی مشکل ہے۔"(61)

۲۷۔ بابا ذہین شاہ تاجی کے علمی کارنامے:۔

ذہین شاہ تاجی سلسلۂ تاجیہ کے وہ اہم ستون ہیں جنہوں نے نہ صرف اپنی ولایت سے لوگوں کی خدمت کی بلکہ اہلِ علم کے لئے وہ علمی شاہکار تصنیف کیئے جنہیں آج بھی علمی حلقوں میں بہت قدر و منزلت حاصل ہے۔ بابا ذہین شاہ تاجی نے بے شمار کتابیں، کتابچے، تحقیقاتی مقالے تصنیف کیئے۔ فقہ و تصوف کے اعتبار سے مثلاً شرک و بدعت، تنزیہ و تشبیہ، جذب و سلوک، خلافتِ آدمؑ غرض کہ کوئی ایسا دقیق موضوع نہیں جس پر آپ نے قلم آزمائی نہ کی ہو۔

شروحات

ذہین شاہ تاجی ایک معتبر عالم دین اور ایک حق نگر اہل طریقت تھے۔ وہ فلسفہ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ انہوں نے کئی متقدمین کی کتب کی شروح تحریر کیں۔

ا۔ شیخ الاکبرؒ کی فصوص الحکم کی شرح:۔

ذہین شاہ تاجی ابنِ عربیؒ کے مسلک کے شارح تھے۔ آپ نے سیدنا شیخ الاکبر کی عربی کتاب "فصوص الحکم" کی ایسی عالمانہ شرح مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ تنبیہات اور ترجمہ بھی لکھا۔ جس کی وجہ سے کتاب عام لوگوں کے لئے بھی یکساں مفید ہو گئی۔ اس میں کوئی دوسرا مترجم اور شارح بھی آپ کی ہمسری نہ کر سکا۔(62)

۲۔ طاسین الطواسین شرح کتاب الطواسین:۔

آپ نے منصور حلاج کی تصنیف کتاب "الطواسین" کی شرح بھی تحریر کی۔ اس میں ذہین شاہ تاجی نے جو تحریر کیا وہ کمال کا ہے۔ کتاب الطواسین میں درج شدہ اعداد کے اسرار و رموز ذہین شاہ تاجی نے انتہائی فصیح و بلیغ انداز میں پیش کیئے ہیں۔ اس سے ان کے روحانیت میں بلند مقام اور علمی قابلیت کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔(63)

۳۔ کلمۃ الحق کی شرح:۔

آپ نے صوفی عبد الرحمن کی انتہائی دقیق کتاب "کلمۃ الحق" کی تشریح کی یہ تشریح بابا ذہین شاہ تاجی نے بہت تفصیل کے ساتھ ہر نقطے کی باریکی کو پیشِ نظر رکھ کر فرمائی اس کتاب کی تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ بابا ذہین شاہ تاجی وحدت الوجود کے انتہائی ارفع مقام تک پہنچ رکھتے تھے اور ان نکات کی تشریح عام پیرائے میں کی جو باعث نزاع بن چکے تھے۔ (64)

۴۔ فتوحاتِ مکیہ کی شرح:۔

آپ حضرت شیخ الاکبر کے نظریہ کے قائل ہی نہیں بلکہ ان کے مسلکِ وحدت الوجود کے مبلغ بھی تھے۔ ذہین شاہ تاجی نے فصوص الحکم کے علاوہ شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی کی " فتوحاتِ مکیہ "کی شرح بھی کی۔(65) زندگی نے آپ کو مہلت نہ دی جس وجہ سے یہ شرح مکمل نہ ہو سکی۔ لیکن دو جلدوں پر ہی کام ہو سکا جن میں سے ایک جلد مطبوعہ جبکہ دوسری جلد غیر مطبوعہ ہے۔

کتب

ذہین شاہ تاجی نے محض کتابوں کی شروحات لکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ خود ایسے بے شمار علمی شاہکار تصنیف کیئے جو شعر و ادب، دقیق فلسفیانہ مسائل، فقہ و تصوف کی دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے آپ کی تصانیف کا مختصراً تعارف درج ذیل ہے۔

ا۔ وہابیت اور اسلام: ۔

ذہین شاہ تاجی کی تصنیف "وہابیت اور اسلام" ان کی دینِ اسلام میں بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کتاب میں بہت باریک نکات پر انتہائی فصیح و بلیغ وضاحت موجود ہے۔ علم کی پیاس بجھانے والوں کے لئے اس میں سرمایہ اور تاریکی میں بھٹکنے والوں کے لئے اس میں ہدایت کا نور پوشیدہ ہے۔ علم الکلام میں غوطہ زن افراد کے لئے اس میں بیش بہا خزانے موجود ہیں۔ یہ ان مباحث کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً ماہنامہ تاج میں شائع ہوئے۔

۲۔ تاج الاولیاء:۔

ذہین شاہ تاجی سلسلہ تاجیہ کے انتہائی مضبوط ستون ہیں۔ ذہین شاہ تاجی نے کتاب " تذکرہ تاج الاولیاء"

تصنیف و تالیف کر کے سلسلہ تاجیہ کے لئے گرانقدر خدمت انجام دی۔ اس کتاب میں ذہین شاہ تاجی نے بابا تاج الدین ناگپوری کی زندگی کے تقریباً تمام ہی پہلوؤں کا احاطہ انتہائی دلکش انداز میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں تذکرۂ بابا یوسف شاہ تاجی اور خانقاہِ تاجیہ کے تعمیراتی جائزے بھی موجود ہیں۔ ساتھ ہی تصوف کے مباحث، کشف، ذکر، اقسام ذکر، غوث، قطب، ابدال، ولی، علم نبوت وولایت، خودی، صفاتِ جذب و سلوک اور دیگر موضوعات پر سیر حاصل مواد بھی شامل ہے۔ علاوہ ازیں مولانا عبد الکریم المعروف بابا یوسف شاہ تاجی کی تصنیف کردہ مثنوی اسرارِ تاج جو حضرت بابا تاج الدین کے حالاتِ زندگی پر ہے اس کتاب میں شامل ہے اور یہ تذکرہ آپ نے اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل میں رقم کیا۔

۳۔ جمال آیات:۔

جمال آیات بابا ذہین شاہ تاجی کی وہ شاہکار تصنیف ہے جو کئی ممالک میں مقبول ہوئی، یہ فارسی، عربی نظموں، رباعیوں، قطعوں اور مثنوی کا مجموعہ ہے۔ جمال آیات میں بابا ذہین شاہ تاجی کا فکری تیکھا پن نمایاں ہے۔ بایں ہمہ آپ نے انتہائی سلیس وشیریں زبان استعمال کی ہے اور یہی بات ذہین شاہ تاجی کی شاعری کی امتیازی صفت ہے۔

۴۔ جمالستان:۔

یہ اردو نظموں کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں شامل غزلیات کے موضوع ایسے ہیں کہ اس سے پہلے ان موضوعات کو شاعری کا موضوع نہیں بنایا گیا۔ اردو ادب میں یہ کتاب ایک اعلیٰ ادبی شاہکار ہے۔ جس کی مثل اس سے پہلے موجود نہیں تھی۔

۵۔ اجمالِ جمال:

"اجمالِ جمال" رباعیات و قطعات کا مجموعہ ہے۔ یہ قاری کے افکار کو متاثر کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

۶۔ آیاتِ جمال:۔

"آیاتِ جمال" ذہین شاہ تاجی کی شاعری کا وہ شاہکار ہے۔ جو انہیں اردو ادب کے اعلیٰ پائے کے شعراء کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔ غزلیات کا یہ مجموعہ چار سو سے زائد غزلیات پر مشتمل ہے۔ جن میں نئی طرز اور نئے ڈھنگ سے اردو غزلیات کو تحریر کیا گیا ہے۔ ان غزلیات میں جو موضوعات شامل ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اس میں ذہین شاہ تاجی نے حقیقت کو مجاز کے رنگ میں انتہائی دلکش لب و لہجے میں پیش کیا ہے۔

۷۔ لمعاتِ جمال:۔

"لمعاتِ جمال" میں ذہین شاہ تاجی نے حمد و نعت، مناقب، قصائد، سلام اور دینی منظومات کو موضوعِ قلم بنایا ہے۔ اس کے اندر ایک سو ترپن (153) موضوعات کو انتہائی دلکش انداز میں قلمبند کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعے کے بعد قاری یقیناً اپنے ایمان میں اضافہ محسوس کرے گا۔ ساتھ ہی ملی نظمیں، ترانے، 23 مارچ اور دیگر علمی موضوعات پر بھی نظمیں شامل ہیں۔ (66)

۸۔ اسلامی آئین:۔

اس کتاب میں آپ نے ابنِ عربی کے مسلک توحید کی روشنی میں موجودہ دور کے مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ بابا ذہین شاہ تاجی نے کتاب و سنت کی روشنی میں اسلامی آئین مرتب کر کے کتاب "اسلامی آئین" کی شکل میں چھپوایا

۔جو لوگ اسلامی آئین کو کتاب وسنت کی روسے تشکیل کرنا ناممکن قرار دے رہے تھے۔اس کتاب کے چھپنے کے بعد ان کے منہ بند ہو گئے۔

اسلامی آئین کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے جامعہ کراچی کے ڈاکٹر علی اشرف جو کہ شعبہ انگریزی کے صدر بھی تھے،نے شائع کرایا۔ڈاکٹر سید علی اشرف باباصاحب کے خلیفہ بھی تھے۔

۳۔ماہنامہ تاج کا اجراء

آپ نے اپنی حیاتِ اقدس میں ایک ماہنامہ کا اجراء بھی کیا۔ جس کا نام " تاج" ہے۔اس میں انہوں نے دورِ جدید کے مسائل کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ۔ یہ رسالہ اسلامی تصوف کا واحد نمائندہ ثابت ہوا۔ باباصاحب کی حیات میں یہ ان کے زیرِ نگرانی شائع ہوااور آپ کے پردہ فرمانے کے بعد باباانور شاہ نے اس کی طباعت جاری رکھی اور اب موجودہ سجادہ نشین بابا عاطف شاہ تاجی انتہائی لگن کے ساتھ اس کام کو سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ ماہنامہ تاج باباذہین شاہ تاجی کی حیاتِ مبارکہ سے لیکر اب تک بلاکسی تعطل کے جاری وساری ہے۔(67)

۲۸۔اسلامی فکر وفلسفے پر دقیق نظر:۔

ذہین شاہ تاجی سلسلہ سلوک سے وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم بھی تھے۔ آپ اسلامی فکر وفلسفے پر دقیق نظر رکھتے تھے۔ جو لوگ ان کی محافل میں فیض طلب کرنے آتے وہ سرشار ہو کر لوٹتے۔ ہر شعبہ علوم سے تعلق رکھنے والے آپ کے علمی قابلیت کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔

۲۹۔باباصاحب کی علمی محافل:۔

خانقاہِ تاجیہ میں ذہین شاہ تاجی کی علمی محافل بڑے زور وشور سے منعقد ہوتی تھیں۔ان محافل میں اہلِ علم، ادیب،شاعر الغرض ہر شعبہ علم سے تعلق رکھنے والے نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ممالک سے بھی کثیر تعداد میں شرکت کرتے۔ پہلے مہمان علماء ودانشور اپنی آراء پیش کرتے ان میں ایسے اسکالرز بھی ہوتے جو باباصاحب سے نظریاتی اختلاف رکھتے بعدازاں اہلِ محفل باباصاحب کی علمی گفتگو سے سیر اب ہوتے اور دوسروں کی تشنگی بجھانے کی

غرض سے بابا ذہین شاہ تاجی کی یہ گفتگو ریکارڈ کرتے۔ بابا صاحب اپنی تقریر میں وہ نکات جو محل اختلاف سمجھے جاتے تھے ان کو ایسے دلائل کیساتھ بیان فرماتے کہ اختلاف کی گنجائش باقی نہ رہتی۔ (68)

آپ کی گفتگو سے موتی چن کے لے جاتے۔ ڈاکٹر محمد محمود احمد جو کہ جامعہ کراچی کے کلیہ ادبیات کے صدر تھے ان مجالس علمی میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان علمی مجالس میں جب تصوف کا ذکر ہوتا تو بابا صاحب شیخ الاکبر کے مسلکِ وحدت الوجود کے مبلغ بن کر سامنے آتے اور شیخ الاکبر کے کلام کی تشریح میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ان کی گفتگو، سوچ، فکر سب وحدت الوجود کے مسلک کی عکاسی ہیں۔

مولانا اصلح الحسینی فاضل دیوبند بابا ذہین شاہ تاجی کے علم و فضل کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

"مولانا محمد طاسین شاہ تاجی ذہینؔ نہ صرف حضرت ابنِ عربی کے مسلکِ توحید کے وہ ممتاز شارح ہیں جن کا اپنے معاصرین میں کوئی جواب نہیں ہے۔ بلکہ اپنے دور میں وہ اس مسلک کے سب سے بڑے داعی ہیں جو اس عقیدہ کی بنیاد پر موجودہ عہد کے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں اور جدید فلسفیانہ نظریات کے مقابل فلسفۂ توحید کی بہترین وضاحت کرسکتے ہیں۔"(69)

آپ نے ایک عالم کی حیثیت سے شریعت اور وحدت الوجود کے باہمی ربط کو انتہائی دلکش انداز میں واضح کیا وہ جس عقیدے و نظریئے کے قائل ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ و نظریہ ان کی زندگی کے معاشی، معاشرتی، علمی، ادبی غرض کہ تمام شعبہ ہائے زندگی پر حاوی نظر آتا ہے اور جگہ جگہ ان کے علم میں، فکر میں شاعری و ادب میں اسی عقیدے کی ترجمانی ملتی ہے۔

۳۰۔ ادب و شاعری میں ممتاز مقام:۔

ذہین شاہ تاجی شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور خود بھی ایک اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔ ذہین شاہ تاجی کی محفل میں شاعر و ادیب بھی باقاعدگی سے شرکت کرتے اور بابا ذہین شاہ تاجی کے اعلیٰ ذوق کی بدولت داد بھی وصول کرتے۔

ذہین شاہ تاجی کی شاعری دراصل پردہ مجاز میں حقیقت کا پرچار ہے۔ ان کی شاعری میں تصوف کی روحانی کیفیات، عشق کی رنگینی ورعنائی، تغزل کے رنگ، فلسفہ وحدت الوجود، زندگی کی ترجمانی ملتی ہے۔ وہ ہر رنگ میں اپنی ایک منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ ذہین شاہ تاجی کی شاعری، شاعری کے اسرار ورموز کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ عشقِ حقیقی ہو یا عشقِ مجازی، تغزل ہو یا تصوف وہ ہر صنف میں اپنی مثال آپ ہیں۔

مولانا اصلح الحسینی (فاضل دیوبند) ذہین شاہ تاجی کی شعر وشاعری کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اصنافِ سخن میں غزل ان کا موضوع ہے۔ روح معانی میں پیوست، محبت وارادت، جوش، خلوص، حلاوتِ بیان، ندرتِ ادا اور موسیقی ان کی غزل کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ ان کے عقیدے میں مجاز رنگِ حقیقت ہے اور حقیقت روحِ مجاز اس لئے ان کے عشقی وجدان میں ایک جامعیت ہے۔ "(70)

بعض اصناف میں تو بابا ذہین شاہ تاجی اپنے اساتذہ سے بھی آگے نکل گئے۔

ے اب حسن کی محفل آرائی ہے خلوتِ عشق تنہا میں — وہ دریا مجھ میں ڈوب گیا میں ڈوبا تھا جس دریا میں

عیسیٰ عیسیٰؑ، مریم مریم عصمت ہی عصمت ہے عالم — اے عفت عشق حرم ہی حرم ہے کفر شباب کلیسا میں(71)

وہ ایک قادر الکلام شاعر ہیں جو شاعری کی تمام اصناف پر عبور رکھتے ہیں۔ آیاتِ جمال ان کی غزل گوئی کا شاہکار ہے۔

شاعری کے علاوہ نثر لکھنے میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ نے بابا تاج الدین اولیاء کی سوانح حیات پر بے مثال لکھا۔ بے شمار علمی موضوعات پر بصیرت افروز مقالے تحریر کیئے۔ اسلامی آئین کو کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب کیا۔ آپ کی تصانیف میں اتحاد بین المسلمین کی تڑپ ملتی ہے۔

۳۱۔ مذہبی تقاریب میں شرکت:۔

ذہین شاہ تاجی خانقاہِ تاجیہ کے علاوہ بھی مذہبی وادبی تقاریب میں شرکت فرما کر ان میں چار چاند لگا دیتے۔ جاتے تو لوگوں کا ہجوم جمع ہو جاتا ہر خاص وعام کی نگاہیں صرف بابا صاحب پر مرکوز ہو جاتی تھیں۔ محفل میں کوئی شخص کسی بھی

حوالے سے سوال کرتا تو اس کو ایسا جواب دیتے کہ وہ لاجواب ہو جاتا۔ ایک مرتبہ بابا صاحب نے ایک محفل میں شرکت کی جس کا انعقاد یوم حسینؓ کی مناسبت سے کیا گیا تھا۔ محفل کے دوران مشہور اہل تشیع عالم نے سوال کیا۔

"حضرت ہمارے مولیٰ علیؓ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟"

بابا صاحب نے بڑے تامل سے جواب دیا

"آپ کس علی کی بابت دریافت کر رہے ہیں، "علی مطلق" کی یا "علی مقید" کی۔" (72)

اور سب حاضرین نے بابا کی اس حاضر جوابی اور اعلیٰ علمی بصیرت کی داد دی۔ بابا صاحب کی شخصیت ہی اس قدر عالی تھی کہ جہاں جاتے وہیں آپ کے چرچے ہو جاتے اور جس سے ایک مرتبہ ملتے وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

۳۲۔ بابا یوسف شاہ تاجی کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام:۔

بابا یوسف شاہ تاجی نے اپنی تحریریں، اپنے مشاہدات، اپنے تجربات تمام کے تمام اپنے جیتے سجادہ نشین کو اپنی زندگی ہی میں سونپ دیئے۔ بابا یوسف شاہ تاجی کے اس جہانِ فانی سے پردہ فرمانے کے بعد بابا ذہین شاہ تاجی نے سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی باگ ڈور سنبھالی اور اب دن رات سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی ترویج کے لئے کوشاں ہو گئے۔ لیکن آپ تصنیف و تالیف کے کام کو ہمیشہ مقدم رکھتے۔ تاج الاولیاء میں رقم طراز ہیں۔

"حضرت قبلہ و کعبہ غوث محمد یوسف شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مسودات جو دستِ مبارک سے تحریر شدہ ہیں، ناچیز کو مرحمت فرمائے تھے اور تذکرہ تاج الاولیاء مکمل لکھنے کا حکم فرمایا تھا، اپنے قلمی مسودات کے لئے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اسے بھی تم لکھنا، یہ حکم اس طور پر بجا لا رہا ہوں کہ ان مسودات کی کتابت اپنے قلم سے کر رہا ہوں، حالانکہ خوش نویسی کو ترک کئے دو جگ بیت گئے، پھر بھی قلم برداشتہ لکھتا ہوں، اگر کتابت کامیاب رہی تو یہ بابا کا اعجاز ہی ہے۔" (73)

اس کتاب میں آپ نے بابا تاج الدین اولیاء کی زندگی کے حالات و واقعات اپنے شیخ سے راویت کیئے ہیں۔ آپ نے بابا یوسف شاہ تاجی کے کام کو انتہائی حسن و خوبی سے پائیہ تکمیل کو پہنچایا۔ (74) انہوں نے نہ صرف

ذہین شاہ تاجی کی شاعری دراصل پردہ مجاز میں حقیقت کا پرچار ہے۔ ان کی شاعری میں تصوف کی روحانی کیفیات، عشق کی رنگینی ورعنائی، تغزل کے رنگ، فلسفہ وحدت الوجود، زندگی کی ترجمانی ملتی ہے۔ وہ ہر رنگ میں اپنی ایک منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ ذہین شاہ تاجی کی شاعری، شاعری کے اسرار ورموز کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ عشقِ حقیقی ہو یا عشقِ مجازی، تغزل ہو یا تصوف وہ ہر صنف میں اپنی مثال آپ ہیں۔

مولانا اصلح الحسینی (فاضل دیوبند) ذہین شاہ تاجی کی شعر وشاعری کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اصنافِ سخن میں غزل ان کا موضوع ہے۔ روح معانی میں پیوست، محبت وارادت، جوش، خلوص، حلاوتِ بیان، ندرتِ ادا اور موسیقی ان کی غزل کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ ان کے عقیدے میں مجاز رنگِ حقیقت ہے اور حقیقت روحِ مجاز اس لئے ان کے عشقی وجدان میں ایک جامعیت ہے۔ "(70)

بعض اصناف میں تو باباذہین شاہ تاجی اپنے اساتذہ سے بھی آگے نکل گئے۔

؎ اب حسن کی محفل آرائی ہے خلوتِ عشق تنہا میں — وہ دریا مجھ میں ڈوب گیا میں ڈوبا تھا جس دریا میں

اے عفت عشق حرم ہی حرم ہے کفر شباب کلیسا میں — عیسیٰ عیسیٰؑ، مریم مریم عصمت ہی عصمت ہے عالم (71)

وہ ایک قادر الکلام شاعر ہیں جو شاعری کی تمام اصناف پر عبور رکھتے ہیں۔ آیاتِ جمال ان کی غزل گوئی کا شاہکار ہے۔

شاعری کے علاوہ نثر لکھنے میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ نے بابا تاج الدین اولیاء کی سوانح حیات پر بے مثال لکھا۔ بے شمار علمی موضوعات پر بصیرت افروز مقالے تحریر کیئے۔ اسلامی آئین کو کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب کیا۔ آپ کی تصانیف میں اتحاد بین المسلمین کی تڑپ ملتی ہے۔

۱۳۔ مذہبی تقاریب میں شرکت:۔

ذہین شاہ تاجی خانقاہِ تاجیہ کے علاوہ بھی مذہبی وادبی تقاریب میں شرکت فرما کر ان میں چار چاند لگادیتے۔ جاتے تو لوگوں کا ہجوم جمع ہو جاتا ہر خاص وعام کی نگاہیں صرف باباصاحب پر مرکوز ہو جاتی تھیں۔ محفل میں کوئی شخص کسی بھی

حوالے سے سوال کرتا تو اس کو ایسا جواب دیتے کہ وہ لاجواب ہو جاتا۔ ایک مرتبہ باباصاحب نے ایک محفل میں شرکت کی جس کا انعقاد یومِ حسینؓ کی مناسبت سے کیا گیا تھا۔ محفل کے دوران مشہور اہلِ تشیع عالم نے سوال کیا۔

"حضرت ہمارے مولیٰ علیؓ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟"

باباصاحب نے بڑے تامل سے جواب دیا

"آپ کس علی کی بابت دریافت کر رہے ہیں، "علی مطلق" کی یا "علی مقید" کی۔" (72)

اور سب حاضرین نے بابا کی اس حاضر جوابی اور اعلیٰ علمی بصیرت کی داد دی۔ باباصاحب کی شخصیت ہی اس قدر عالی تھی کہ جہاں جاتے وہیں آپ کے چرچے ہو جاتے اور جس سے ایک مرتبہ ملتے وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

۳۲۔ بابا یوسف شاہ تاجی کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام:۔

بابا یوسف شاہ تاجی نے اپنی تحریریں، اپنے مشاہدات، اپنے تجربات تمام کے تمام اپنے چہیتے سجادہ نشین کو اپنی زندگی ہی میں سونپ دیئے۔ بابا یوسف شاہ تاجی کے اس جہانِ فانی سے پردہ فرمانے کے بعد بابا ذہین شاہ تاجی نے سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی باگ ڈور سنبھالی اور اب دن رات سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی ترویج کے لئے کوشاں ہو گئے۔ لیکن آپ تصنیف و تالیف کے کام کو ہمیشہ مقدم رکھتے۔ تاج الاولیاء میں رقم طراز ہیں۔

"حضرت قبلہ و کعبہ غوث محمد یوسف شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مسودات جو دستِ مبارک سے تحریر شدہ ہیں، ناچیز کو مرحمت فرمائے تھے اور تذکرہ تاج الاولیاء مکمل لکھنے کا حکم فرمایا تھا، اپنے قلمی مسودات کے لئے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اسے بھی تم لکھنا، یہ حکم اس طور پر بجالا رہا ہوں کہ ان مسودات کی کتابت اپنے قلم سے کر رہا ہوں، حالانکہ خوش نویسی کو ترک کئے دو جگ بیت گئے، پھر بھی قلم برداشتہ لکھتا ہوں، اگر کتابت کامیاب رہی تو یہ بابا کا اعجاز ہی ہے۔" (73)

اس کتاب میں آپ نے بابا تاج الدین اولیاء کی زندگی کے حالات و واقعات اپنے شیخ سے راویت کیئے ہیں۔ آپ نے بابا یوسف شاہ تاجی کے کام کو انتہائی حسن و خوبی سے پائیہ تکمیل کو پہنچایا۔ (74) انہوں نے نہ صرف

بابا یوسف شاہ تاجی کے ادھورے کام کو آگے بڑھایا بلکہ بابا یوسف شاہ تاجی کی حیاتِ مبارکہ کے مشاہدات، واقعات و تجربات کو بھی ضبطِ تحریر میں لائے۔ تاکہ ہر خاص و عام ان کے اعلیٰ اخلاق و کردار سے مستفید ہو سکے۔

۳۳۔ باباصاحب بحیثیت مفسر قرآن:۔

باباصاحب کو عربی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔ ساتھ ساتھ علوم القرآن، حدیث، فقہ، منطق، بدیع، بیان وغیرہ پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ باباصاحب نے قرآن کریم کی مختلف آیات و سورتوں کی صوفیانہ تفسیر رقم کی

جن میں سے کچھ ماہنامہ تاج میں التفسیر کے عنوان سے 1961ء اور 1976ء میں شائع ہوئی۔

۳۴۔ زبانوں پر عبور:۔

ذہین شاہ تاجی بیک وقت کئی زبانیں بول اور سمجھ سکتے تھے۔ بالخصوص عربی، فارسی، ہندی، اردو اور انگریزی پر

مکمل عبور رکھتے تھے۔(75) بابا ذہین شاہ تاجی اول الذکر چاروں زبانوں کے عالم بھی تھے، ادیب بھی اور شاعر بھی۔ محافل میں ہمیشہ عالمانہ زبان کا استعمال ہوتا لیکن اس کے باوجود کم علم بھی ان کی محفلوں اور مجلسوں سے فیضیاب ہوتے۔

۳۵۔ فقر و تصوف:۔

حضرت بابا ذہین شاہ تاجی فلسفۂ تصوف کے عالم و اسکالر تھے۔ وہ اس فلسفہ کی باریکیوں، مسائل اور نازک مقامات کو بڑی آسانی سے حل فرمالیتے۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی کے مسلک کے شارح ہونے کی حیثیت سے تصوف میں اس اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز ہیں کہ انہیں اپنے دور کا "شیخ اکبر" کہا جاتا ہے۔

بابا ذہین شاہ تاجی کے متعلق پروفیسر کرّار حسین فرماتے ہیں۔

"ان کا شعور تصوف کے رنگ میں رچا ہوا تھا"(76)

بابا ذہین شاہ تاجی تصوف میں بہت اعلیٰ مقام و مرتبے پر فائز تھے۔ باباصاحب کے فیض سے مستفید ہونے والے کتنے ہی لوگ تصوف میں مرتبۂ کمال کو پہنچ گئے اور کتنے ہی اپنی روحانیت کی تکمیل کر کے مسندِ خلافت پر

جاگزین ہوئے۔ بابایوسف شاہ تاجی سے تربیت پا کر آپ سلسلہ عالیہ تاجیہ سے جڑ گئے۔ آپ تصوف میں درجۂ کمال پر فائز تھے۔ مولانا اصلح الحسینی رقم طراز ہیں

"باباذہین شاہ تاجی کو ایک بہت بڑی نعمت یہ حاصل ہے کہ جس شخص کی طرف وہ (روحانی طور پر) متوجہ ہوں یا جو شخص (بتوجہ روحانی) ان کی طرف متوجہ ہو اس کی طرف جنابِ رسول اللہ ﷺ خود توجہ فرماتے ہیں۔" (77)

جو لوگ خود بھی تصوف میں مقام و مرتبے والے ہیں وہ باباذہین شاہ تاجی کی شخصیت کے بارے میں فرماتے تھے کہ باباذہین شاہ تاجی کی صورت میں کبھی وہ رسول اکرم ﷺ کو دیکھتے ہیں اور کبھی خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کو۔ یہ مقام و مرتبہ باباذہین شاہ تاجی نے محنت، مشقت، ریاضت اور سب سے بڑھ کر اپنے شیخ بابایوسف شاہ تاجی کی چشم کرم سے حاصل کیا۔

۳۶۔ فلسفۂ وحدت الوجود:

فلسفۂ وحدت الوجود بنیادی طور پر تصوف کی بنیاد ہے۔ باباذہین شاہ تاجی کے ہاں وحدت الوجود، عقائد، نظریات، معاشرت، خیالات، علم وادب غرض تمام شعبۂ ہائے زندگی میں سب سے نمایاں ہے۔ اس فلسفہ میں وہ شیخ الاکبر محی الدین ابنِ عربی کے عقیدے و نظریئے کے علمبردار ہیں۔ ان کی علمی محفلوں میں ہفتوں اور مہینوں اسی موضوع پر فکر انگیز گفتگو ملتی ہے۔ ان کی شاعری، تقاریر اور تصانیف اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

؎ جو بہار آئی مرے گلشنِ جان سے آئی   خاک کے ڈھیر میں یہ بات کہاں سے آئی (78)

احمد فاخر فرماتے ہیں

"باباذہین شاہ تاجی تصوف میں وحدت الوجود کے مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ علم وادب میں بھی بڑے مرتبے کے بزرگ تھے۔" (79)

ایوب صاحب (ڈپٹی سیکریٹری وزارت خزانہ) فرماتے ہیں

ذہین شاہ تاجی ایک حق نگر اہل طریقت تھے اور وحدت الوجود ان کا مسلک ہی نہیں بلکہ ان کے وجود میں خون کی طرح جاری وساری تھا۔ انہوں نے نہ صرف ایک داعی بن کر شیخ الاکبر کے مسلکِ وحدت الوجود کی تبلیغ کی بلکہ اہلِ علم کو اس فلسفہ کی باریکیوں اور گہرائیوں سے روشناس کرانے کے لئے شیخ الاکبر کی " فصوص الحکم کا ترجمہ بمعہ تشریحات وتنبیہات "انتہائی وضاحت اور دقیق انداز میں مرتب فرمائی۔ اس کے علاوہ شیخ الاکبر کی ہی "فتوحاتِ مکیہ کی شرح" بھی تحریر کی۔ اس شرح کو تصنیف کرکے آپ نے شیخ الاکبر کے کام کو آگے بڑھایا۔ ان شروح کے علاوہ ذہین شاہ تاجی نے صوفی عبدالرحمن لکھنوی کی انتہائی دقیق کتاب "کلمۃ الحق" کی تشریح کی اور اس کے علاوہ منصور حلاج کی "کتاب الطواسین" کی شرح لکھ کر تصوف میں خصوصاً فلسفۂ وحدت الوجود میں اپنی ممتاز حیثیت کو ثابت کیا۔(80)

۳۷۔ مشرب ومسلک:۔

فقر وتصوف میں بابا ذہین شاہ تاجی "چشتی نظامی مسلک "اور"چشتی صابری ذوق" (81) کے علمبردار ہیں۔ محفلِ سماع اور سماع سے رغبت وذوق انہیں نظامی مسلک سے ملا ہے۔ صابری ذوق نے انہیں طریقِ عشق سے نوازا ہے۔ لیکن کہیں کہیں وہ ملامتی مسلک سے ہٹ کر وحدت الشہود کے قائل دکھائی دیتے تھے۔(82) کبھی کبھی طریق کے اعتبار سے ان کی شخصیت میں سلسلۂ نقشبندیہ کا عکس نمایاں ہوتا ہے۔ ان کے مسلک میں توحید میں جامعیت نمایاں ہے۔

فقہی اعتبار سے بابا ذہین شاہ تاجی "فقہ حنفی" (83) سے تعلق رکھتے ہیں اور اس مسلک پر سختی سے کاربند دکھائی دیتے ہیں۔ وہ خود حنفی ہیں لیکن ان کے ہاں دیگر مسالک کا احترام اعلیٰ درجہ کا ہے۔ وہ ہر روحانی سلسلے کا احترام کرتے ہیں اور مذاہبِ اہلِ سنت میں وسعتِ نظری ان کا شیوہ ہے۔ پر ان کے ہاں توحید کا تصور سب سے نمایاں، جامع اور واضح ہے اور مذہبی رواداری ان کا خاصہ ہے۔

۳۸۔ ذوقِ سماع:۔

ذہین شاہ تاجی کو سماع کا ذوق وشوق چشتی نظامی مسلک کی بدولت ورثے میں ملا تھا۔ بابا ذہین شاہ تاجی کی زیر صدارت منعقد ہونے والی محفلِ سماع کا منظر بہت پر کیف ودلکش ہوتا۔ لوگوں کا ہجوم ہوتا، اہلِ دل قلبی سکون کی

طلب میں مناجات میں محو ہوتے۔ ہر ایک شخص جو اس محفل میں شریک ہوتا وہ عالم شوق میں غرق معلوم ہوتا۔ ذہین شاہ تاجی کی منعقد کردہ محفل سماع میں شرکت کرنے کے لئے لوگ دور دراز شہروں سے طویل سفر طے کر کے آتے اور لوگ اپنی کیفیات کے بیان میں لکھتے ہیں کہ باباصاحب کی محفلِ سماع میں انہیں وہ سکونِ قلب نصیب ہوتا ہے جو دلّی میں بارگاہِ محبوب الٰہی پر بھی حاصل نہیں ہوتا۔

باباصاحب کی محفل سماع کے متعلق پروفیسر کرّار حسین (سابق وائس چانسلر بلوچستان یونیورسٹی) رقم طراز ہیں۔

"ایسی طبیعت کی اصلاح کی بہت موثر تدبیر یہ تھی کہ مریض اس محفل میں حاضری دے جس کے میر محفل باباصاحب ہوتے تھے۔ وہ دیکھتا کہ قوال تو محض محفلِ سماع کی بائیں جانب کا نام ہے دوسری جانب مرشد بر اجمان ہے اور ان دونوں ادنیٰ اور اقصیٰ جوانب کے بیچ میں سارا جہان ہے وہ خود تجربہ کرتا ہے کہ کس طرح لوگوں کے زندہ، نیم مردہ قلوب مع خود اس کے قلب کے مل کر ایک ساز بن گئے ہیں اور مرشد کا اذن اور قوال کا قول ایک مضراب بن گیا ہے مضراب سے اس ساز میں کیسا آشوب اٹھتا ہے جس کی تادیب وتہذیب مرشد کی نگاہ کر رہی ہے۔ جو بذاتِ خود طوفان بہ آغوش ساحل کی طرح خاموش ڈٹا ہوا ہے۔ اس آشوب کا پیدا ہونا اور اس کی تادیب و تہذیب یہی محفلِ سماع کی تربیت ہے۔ " (84)

۳۹۔ کرامات:۔

مسندِ ولایت پر پہنچنے والے عظیم لوگ ہمیشہ اپنی ذات اور نفس کی خواہشات کو ترک کر کے لوگوں کی فلاح کے لئے محو رہتے ہیں۔ پہلے وہ لوگوں کے مسائل جانتے ہیں اور پھر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر لوگوں کے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ رب العزت ہر چیز پر قادر ہے اور جس کو جو چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ ذہین شاہ تاجی ذاتِ باری تعالیٰ کی عطاو دین کا نمونہ ہیں۔ ان کی کشف و کرامات بے شمار ہیں جو ان کے قریبی مریدین، حاضرینِ محفل اور ان سے منسلک لوگوں نے بیان کئے ہیں۔

باباصاحب کے کشف و کرامات کے کئی واقعات ہیں جن میں سے یہاں چند ایک کا مختصراً ذکر درج ذیل ہے۔

ا۔ مختلف صورتوں میں متمثل ہونا:۔

باباذہین شاہ تاجی کی مجلسوں اور محفلوں میں جو لوگ حاضر ہوتے تھے۔ ان کے مشاہدے سے یہ بات ثابت ہے کہ باباذہین شاہ تاجی وعظ و نصیحت و گفتگو کے دوران اپنے پیر و مرشد کی شکل و صورت اختیار کر جاتے اور ایسا گمان ہونے لگتا کہ سامنے بابا یوسف شاہ تاجی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی شکل و صورت کے ساتھ ان کا لب و لہجہ بھی ان کے مرشد کی طرح ہو جاتا اور پھر یکسر وہ اپنی اصل شکل و صورت میں نمایاں ہو جاتے۔

اسی طرح کا ایک مشاہدہ جامعہ کراچی، شعبہ فلسفہ کے ڈاکٹر محمد محمود احمدؒ کو ہوا۔ یہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بابا یوسف شاہ تاجی کو دیکھا اور ان کی خدمت میں وقت گزارا اور پھر حضرت باباذہین شاہ تاجی کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہنے لگے۔ اس مشاہدے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"دونوں بزرگوں کو قریب سے ایک عرصہ تک دیکھ چکا ہوں اور بقیدِ ہوش و حواس اور اثباتِ عقل میں دیکھتا رہا کہ مولانا ذہین شاہ تاجی صاحب قبلہ کا رنگ و روپ، ناک نقشہ اور چہرہ بشرہ کے آثار اس طرح بدلتے کہ مولانا ذہین شاہ تاجی قبلہ کی جگہ بابا یوسف شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نظر آتے اور چند ساعت بعد پھر وہی مولانا ذہین شاہ صاحب قبلہ کی صورت لوٹ آتی۔" (86)

۲۔ مردے کو کلمہ پڑھوانا:۔

یہ واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کہ مونس علی خان جو کہ باباصاحب کے ہر دلعزیز پیر بھائی تھے۔ وہ اپنے انتقال سے آٹھ دس روز قبل باباصاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حاضری کے بعد انہوں نے باباصاحب کے ساتھ اہل سلسلہ کی قبروں کی زیارت کی۔ ایک قطعہ زمین کو باباصاحب نے دیکھ کر فرمایاہاں یہ ہی جگہ ہے۔ کچھ دس یا آٹھ دن گزرنے کے بعد دوپہر میں بابا کو مونس علی خان کی وفات کی خبر ملی۔ باباصاحب اپنے چہیتے مرید جناب انور شاہ تاجی کے ہمراہ مونس علی خان کے گھر گئے۔ وہاں پہنچ کر علم ہوا کہ مونس علی خان صاحب ڈیڑھ گھنٹہ پہلے اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ ڈاکٹر جو علاج پر معمور تھا وہ موت کی تصدیق کر چکا تھا۔ باباصاحب کمرے میں داخل

ہوئے اور مونس علی خان کو مخاطب کیا۔ مونس علی خان نے آنکھیں کھولیں اور جواب دیا "جی سرکار" باباصاحب نے انہیں کلمہ پڑھوایا اور پھر الوداعی کلمات کہے اس کے بعد مونس علی خان ابدی نیند سو گئے۔(87)

۳۔ ایک دیگ سے سینکڑوں مزدوروں نے شکم سیر ہو کر کھایا:۔

اس قسم کے واقعات دور نبوت سے تاحال جاری وساری ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر یہ حال تھا کہ تین تین دن گذر جاتے۔ آپ علیہ الصلاۃ و السلام اور صحابہ کو فاقے کرتے ہوئے۔ آپ کی یہ حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ میں نے بیوی سے پوچھا کہ گھر میں کچھ ہے۔ کہنے لگی کہ ایک بکری کا بچہ ہے میں نے کہا کہ تم اس کو پکاؤ میں آپ ﷺ کو دعوت دیتا ہوں۔ وہ آئے اور انتہائی رازداری سے آپ کے کان مبارک میں فرمایا آپ ﷺ اور کچھ ساتھی ہمارے ہاں کھانا تناول فرمائیں۔ کھانا کم ہے اس وجہ سے کچھ کم افراد ہی آسکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے تمام اہل خندق کو پکارا کہ آؤ جابر نے دعوت عام کی ہے اور جابرؓ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں چولہے سے دیگچی نہ اتاری جائے اور روٹی نہ پکے۔ آنحضرت ﷺ تمام لوگوں کو لیکر روانہ ہوئے۔ حضرت جابرؓ گھر آئے تو بی بی نے برا بھلا کہنا شروع کیا انہوں نے کہا میں کیا کروں تم نے کہا تھا میں نے اس کی تعمیل کر دی تھی۔ آپ ﷺ آئے تو بی بی نے آپ ﷺ کے سامنے آٹا پیش کیا آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ملا دیا اور برکت کی دعا دی اس طرح دیگچی میں بھی لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی اس کے بعد آپ ﷺ نے روٹی پکانے اور سالن نکالنے کا حکم دیا کم وبیش ایک ہزار آدمی تھے سب کھا کر واپس گئے لیکن گوشت اور آٹے میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔(88)

تاریخ نبوی ﷺ ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے کہ آپ ﷺ کی برکت سے اشیاء میں اضافہ ہوا اور اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے اپنی نشانیاں ° [1] عطا فرماتا ہے یہ کرامات باباصاحب کو بھی عطا ہوئی چنانچہ

---

[1] قل انما الآیات عند اللہ (سورہ العنکبوت:50) نشانیاں تو اللہ کے پاس ہی ہیں

قل ان اللہ قادر علی ان ینزل آیۃ (سورۃ انعام:27) اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نشانی اتارنے پر قادر ہے۔

یہ واقعہ بابا انور شاہ تاجی خود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی گلاس فیکٹری میں فاتحہ کا انعقاد کیا اور ساتھ ہی محفلِ سماع کے بعد لنگرِ عام کا انتظام بھی کیا۔ جب کھانے کے انتظام کی طرف نظریں گئیں تو معلوم ہوا کہ مینیجر نے عام لوگوں کے علاوہ دو، ڈھائی سو مزدور صرف ایک بکرا کٹوا کر ایک دیگ بنوائی ہے جبکہ عام لوگوں کے علاوہ آس پاس کی فیکٹریوں کے ملازم بھی سماع کی آواز سن کر محفل میں آگئے ہیں۔۔ تو اس صورتِ حال سے پریشان ہو گئے اور سارے قصے سے بابا صاحب کو آگاہ کر دیا۔ بابا صاحب نے انتہائی اطمینان کے ساتھ اپنا رومال دیگ کے اوپر ڈالا اور فرمایا کہ دیگ سے نکالتے جاؤ بس کھول کر مت دیکھنا تقریباً اس ایک دیگ سے سینکڑوں لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور جب رومال ہٹایا گیا تو دیگ میں پھر بھی کھانا موجود تھا۔ (89)

۴۔ پھانسی سے رہائی:۔

بابا انور شاہ تاجی کی بیوی کی خالہ زاد بہن کے شوہر کو حکومتِ عراق نے پھانسی کی سزا سنائی۔ وہ رنج والم میں گھبرا کر سیدھی بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور دعا کی التجا کی بابا صاحب نے انہیں دلاسہ دیا اور دعا فرمائی تو چند ہی دنوں میں اطلاع ملی کہ حکومتِ عراق نے ان کی سزا معاف کر دی ہے اور ساتھ ہی انہیں واپسی کا ٹکٹ بھی کرا کے دیا ہے۔ (90)

۵۔ بیرونِ ملک میں بیمار مرید کی فریادرسی:۔

ڈاکٹر محمود احمد کو بیرونِ ملک قیام کے دوران دل کا شدید دورہ پڑا۔ ان کی حالت بہت بگڑ گئی بابا ذہین شاہ تاجی اس وقت صدیق ہاشم صاحب کے گھر پر تھے۔ بابا صاحب آرام کا کہہ کر ایک کمرے میں چلے گئے۔ بابا انور شاہ تاجی اور صدیق ہاشم صاحب بیان کرتے ہیں کہ بابا صاحب رات گیارہ بجے کمرے میں داخل ہوئے اور صبح پانچ بجے باہر آئے۔ میکسیکو سے ڈاکٹر محمود احمد کی صحتیابی کے بعد واپسی ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ جب ان کو دل کا دورہ پڑا تو بابا صاحب ان کے پاس گھنٹوں بیٹھے اور ان کی طبیعت سنبھلنے کے بعد واپس آئے وقت اور تاریخ سے معلوم ہوا کہ یہ ہی وقت تھا جب بابا صاحب کمرہ میں آرام فرمانے کا کہہ کر گئے تھے۔ (91)

٦۔ دربارِ غوث الاعظمؒ میں حاضری:۔

منشی رضی الدین قوال کا چھوٹا بیٹا شدید بیمار ہوگیا۔ انہوں نے رات بھر رورو کے حضور غوث پاک کے واسطے اور وسیلے سے دعائیں کیں۔ اور رورو کے بے حال ہو رہے تھے جب طبیعت سنبھلی تو اپنے سامنے بابا صاحب کو تخت کے ہمراہ پایا۔ انہوں نے منشی صاحب کو بھی تخت پر آنے کا کہا اور منشی اپنے بیمار بیٹے کو تنہا چھوڑ کر تخت پر کھڑے ہوگئے اور تخت پرواز کرکے حضور غوث الاعظم کے دربار میں پہنچ گیا۔ حضور غوث الاعظم کے دربار میں تمام اولیاء حاضر تھے۔ حضور غوث پاک نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو اپنے چہرۂ انور کے سامنے (بائیں سے دائیں) حرکت دی تو ان کا چہرۂ مبارک بابا تاج الدین ناگپوری کے چہرے میں تبدیل ہوا۔ پھر حرکت دی تو بابا یوسف شاہ تاجی کے چہرے میں تبدیل ہوا پھر حرکت دی تو بابا ذہین شاہ تاجی کے چہرے میں اور پھر حرکت (دائیں سے بائیں) دی تو ذہین شاہ تاجی سے یوسف شاہ تاجی اور یوسف شاہ تاجی سے بابا تاج الدین اور پھر بابا تاج الدین سے پھر غوث الاعظم کے چہرے میں تبدیل ہوگیا۔ حضور غوث پاک کے دربار اقدس سے واپسی کی اجازت ملتے ہی تخت کی پرواز شروع ہوئی اور رضی الدین کے گھر واپسی پر اس کی پرواز ختم ہوئی۔ اس حاضری کے بعد ان کے بیٹے کی حالت ٹھیک ہونے لگی اور دو تین روز گزرنے کے بعد وہ ایسا ہوگیا جیسے کبھی بیمار ہی نہیں تھا۔ یہ واقعہ جب بابا صاحب کے سامنے سنایا گیا تو آپ نے اپنی خاموشی کے اظہار سے اس بات کی سچائی کا ثبوت دیا۔(92)

۴۰۔ رفاہِ عامّہ، علم دوستی اور تبلیغِ دین:۔

ذہین شاہ تاجی صرف ایک روحانی بزرگ ہی نہیں تھے بلکہ وہ ہر دم ہر وقت لوگوں کی روحانی تسکین کے ساتھ ساتھ ان کی دنیاوی زندگی کے لیے بھی کوشاں رہتے تھے۔ ذہین شاہ تاجی خدمتِ خلق اور ترویج علم کو تبلیغ دین کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

اسی سلسلے میں آپ نے کراچی کے علاقے ناظم آباد میں ایک دارالعلوم "جامعۃ تاجیہ" کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس دارالعلوم پر لاکھوں روپے کی لاگت صرف کی گئی اور اچھی عمارتیں تعمیر کی گئیں بابا صاحب ایک ایسی جامعہ کے قیام کے لیے کوشاں تھے جہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے والے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ

علیہ وسلم کے جانثاروں کی جماعت کو تیار کریں جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ مبین کے مبلغ بنیں۔ وہ ایک میڈیکل کالج اور انجینئرنگ کالج کے قیام کے بھی خواہشمند تھے لاکھوں کتب پر مشتمل ایک لائبریری کا قیام بھی عمل میں لانا چاہتے تھے۔ آپ نے ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی کی بنیاد بھی رکھی جس کے تحت مختلف تعلیمی منصوبوں پر کام شروع کیا گیا۔

جامعہ کے احاطے میں انہوں نے ایک عظیم الشان مسجد "تاج المساجد" کے نام سے تعمیر کی اور اس مسجد کی تعمیر میں باباصاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے بذاتِ خود مزدوروں کے ہمراہ کام بھی کیا۔

حکومت نے محکمے سرکاری تحویل میں لینے کا اعلان کیا تو باباصاحب کو ان منصوبوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی خیرباد کہنا پڑا۔ ذہین شاہ تاجی پھر روحانی تربیت میں مصروف ہوگئے اور ساری حیاتِ مبارکہ میں لوگوں کی بھلائی رفاہِ عامہ میں صرف کی، علاوہ ازیں غریب اور نادار اور نادار مریدوں کے لئے ذہین کوآپریٹو ہاوسنگ سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اس منصوبے پر ابھی بھی کام جاری ہے اور دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی ان کا فیض اب تک جاری و ساری ہے۔ (93)

۱۴۔ امراء سے بے نیازی:

اولیاء کرام کا ہمیشہ سے خاصہ ہوتا ہے کہ وہ بادشاہوں، امیروں، وزیروں، دولتمندوں سے کبھی مرعوب نہیں ہوتے بلکہ امیروں کی امیری، بادشاہوں کی بادشاہت، وزیروں کی وزارتیں، سب ہی ان کے دولتکدوں کی محتاج ہوتی ہیں اور یہ ظاہری عہدے رکھنے والے سب ان کے در پر بھکاری اور فقیر بن کے حاضر ہوتے ہیں اور یہ کبھی ان کے رتبوں سے مرعوب نہیں ہوتے بلکہ خود لوگوں کو نوازتے ہیں۔ ذہین شاہ تاجی کی بھی یہی کیفیت تھی کہ وہ بھی اپنے عہد کے کسی وزیر، صدر، وزیر اعظم کا نام سن کر مرعوب نہیں ہوتے ایک واقعہ جو بابا انور شاہ تاجی بیان کرتے ہیں وہ اس طرح سے ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کے کسی رشتہ دار کو عراق میں سزائے موت سنادی گئی وہ بابا ذہین شاہ تاجی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ باباصاحب صدر ایوب کی بہن آپ کی مرید ہیں ان سے کہیں کہ اپنے بھائی (صدر ایوب) کو کہہ کر میرے عزیز کی سزائے موت رکوادیں اس پر باباصاحب غضب میں آگئے اور فرمایا:

"کون ایوب؟" اس واقعے سے ذہین شاہ تاجی کے بارے میں یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ ذہین شاہ تاجی کبھی جاہ و حشم سے شان و شوکت سے مرعوب نہیں ہوئے۔ نیز آپ کے دولتکدے پر امیر خود سوالیوں کی طرح آتے۔(94)

۴۲۔ معاصرین و مریدین:

ذہین شاہ تاجی ایسی سحر انگیز شخصیت کے مالک تھے جو بھی آپ سے ایک مرتبہ ملاقات کر تا وہ زندگی بھر آپ کا گرویدہ رہتا آپ کے دولتکدے پر روزانہ عہد کے نامور و مشہور علماء، مشائخ، عالم، وزراء، نواب حاضر ہوتے وہ ذہین شاہ تاجی کو "باباجی"، "باباصاحب"، "سرکار" کہہ کر مخاطب کرتے۔(95) باباصاحب کے مریدین میں عہد کی بااثر شخصیات کی ایک بڑی تعداد تھی جن میں درج ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ا۔ سیاسی شخصیات:

بے شمار سیاسی شخصیات باباصاحب کے دولتکدے پر حاضری دیتی تھیں جن میں چند خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ا۔ محترم عبدالقادر جیلانی (عراق کے سفیر) ۲۔ نواب جوناگڑھ دلاور خانجی اور بیگم ۳۔ محترمہ شائستہ اکرام اللہ

۴۔ محمود علی قصوری ۵۔ مولانا کوثر نیازی

۲۔ تاجر:

تاجروں کی بھی بڑی تعداد باباصاحب کے مریدین میں شامل تھی جن میں سب سے اہم ذکر " بابا انور شاہ تاجی" کا ہے جنھوں نے اپنے کثیر سرمایہ تجارت کو باباجی کی ذات میں فنا ہو کر خیرباد کہہ دیا اور خود فنافی الشیخ کا نمونہ ہوگئے۔ "انور شاہ تاجی" باباصاحب کی وہ کرامت تھے جو رہتی دنیا تک طالبان سلوک کے لئے مثال ہیں۔(96)

ان کے علاوہ صدیق ہاشم وغیرہ بھی قابل ذکر ہیں۔

۳۔ علمی شخصیات:

باباصاحب کے مریدین و ارادتمندوں اور حاضری دینے والوں میں سب سے بڑی تعداد اس دور کے علماء، مشائخ، ڈاکٹر، انجینئر، اساتذہ اور طالب علموں کی تھی جن میں یہ قابل ذکر ہیں:

۱۔ مولانا اسمٰعیل رزمی جے پوری (قادر الکلام شاعر، علم عروض کے ماہر، باباصاحب سے چالیس سالہ وابستگی تھی)

۲۔ جوش ملیح آبادی (شاعرِ مشرق) ۳۔ ماہر القادری (مدیر فاران، مشہور شاعر) ۴۔ جمیل جالبی (سابق وائس چانسلر، جامعہ کراچی) ۵۔ جمال پانی پتی (دانشور) ۶۔ الیاس عشقی (صدارتی ایوارڈیافتہ، سندھی ادب کے ماہر، پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن اسلام آباد کے ڈائریکٹر) ۷۔ مولانا سید سیفی ندوی ۸۔ عبید اللہ قدسی (جامعہ کراچی) ۹۔ ڈاکٹر محمود احمد (شعبۂ فلسفہ جامعہ کراچی کے صدر خلیفہ باباذہین شاہ تاجی) ۱۰۔ اے بی اے حلیم (جامعہ کراچی کے پہلے وائس چانسلر) ۱۱۔ محترم رفیق عزیزی ۱۲۔ سید عبدالمالک صاحب ۱۳۔ پروفیسر کرّار حسین (سابق وائس چانسلر، بلوچستان یونیورسٹی) ۱۴۔ پروفیسر سلیم احمد (جامعہ کراچی) ۱۵۔ ڈاکٹر اے ایم ڈی صوفی ۱۶۔ کنور اصغر علی خان "البیلے شاہ" (بابایوسف شاہ تاجی کے مرید خلیفہ باباذہین شاہ تاجی) (97)

۱۷۔ ڈاکٹر علی اشرف (سابق پروفیسر جامعۂ کراچی و صدر شعبہ انگریزی، خلیفہ باباذہین شاہ تاجی) ۱۸۔ مولانا سید اختر علی شاہ (مرید بابا یوسف شاہ تاجی) ۱۹۔ جناب راحت سعید چھتاروی (مرید بابا یوسف شاہ تاجی) ۲۰۔ علامہ ضیاء الدین بدایونی ۲۱۔ مفتی اطہر نعیمی ۲۲۔ مولانا صلح الحسینی (فاضل دیوبند، خلیفہ باباذہین شاہ تاجی) ۲۳۔ پروفیسر منتخب الحق (سابق رئیس کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ، کراچی) ۲۴۔ ڈاکٹر منظور احمد (سابق ریکٹر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد) ۲۵۔ ڈاکٹر حسین نظر (سابق وائس چانسلر تہران یونیورسٹی) ۲۶۔ مفتی شفیع (مفسّر قرآن) ۲۷۔ پیرزادہ صلاح الدین فاروقی عشقی یوسفی تاجی

۴۳۔ باباذہین شاہ تاجی بحیثیت روحانی پیشوا:۔

ہر دور میں جب مخلوقِ خدا اپنے تعلق کو اپنے برے اعمالوں، آسائشوں اور خطاؤں کی بدولت خالق سے توڑ لیتے ہیں اور دنیا میں کفر والحاد پھیلنے لگے اور دینِ حق کی تعلیمات مسخ ہونے لگیں تو اللہ رب العزت اس معاشرے میں اپنے مقربین کو اصلاح پر مامور فرماتا ہے۔

بابا ذہین شاہ تاجی کا انتخاب لوگوں کی اصلاح نفس کے لیے اللہ رب العزت نے اس وقت کیا جب مغرب کی چکا چوندی دیکھ کر مسلمان مغرب زدہ ہو رہے تھے، مغرب کا فکر و فلسفہ ان کے ذہنوں کو بری طرح متاثر کر رہا تھا، ہر طرف رنگ و نسل، صوبے، علاقے، زبان کی تفرقہ بازی پھیل رہی تھی، نوجوان نسل اپنے اخلاق و کردار کو مغرب کے رنگ میں ڈھال رہی تھی اس برے دور میں خلق خدا کو ان کی برائیوں سے بچانے کے لیے سلسلہ عالیہ تاجیہ کے یہ بزرگ کوشاں تھے۔ تاریکی میں بھی سرچشمۂ فیض تھے۔(98)

بابا ذہین شاہ تاجی وہ طبیب تھے جو بنا دوائی کے لوگوں کے دلوں کا علاج کرتے تھے انھیں روح کی بیماریوں سے اور نفس کی بیماریوں سے بچاتے۔ بھٹکے ہوؤں کو ہدایت فراہم کرتے۔ سینکڑوں دکھی، مجبور، بیمار، تنگدست بابا صاحب کی خانقاہ پر دستِ سوال بلند کیے حاضر رہتے۔ اس در کی بات ہی ایسی تھی کہ کوئی سائل خالی ہاتھ نہ لوٹتا تھا ظاہری حیات میں اور جہانِ فانی سے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کی ذاتِ اقدس روحانی تسکین کا باعث ہے۔ آپ سے مل کر لوگ اپنا غم بھول جاتے۔

۴۴۔ بابا ذہین شاہ تاجی متوارث ولایت:۔

ذہین شاہ تاجی کا خاندان سینکڑوں برس سے فقر و تصوف کے تخت و تاج کا وارث چلا آرہا تھا خلافت و سجادگی آپ کے خاندان کی میراث تھی، آپ کے خاندانی سلسلے کی اکیسویں پشت میں شیخ المشائخ سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے خلیفہ تھے۔(99) ان ہی کی اولاد کو خواجہ صاحب نے اپنی معنوی اولاد قرار دیا تھا۔ پندرھویں پشت میں خواجہ حسین ناگوری تھے، جنھیں شیخ کبیر الدین بن شیخ فرید الدین سے خلافت و سجادگی ملی تھی،(100) انھیں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے روضے کی تعمیر کا شرف حاصل ہوا اور سرکارِ دوعالم سے والہانہ عشق و عقیدت کی بناء پر اپنا تمام ترترکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر وقف کر دیا تھا۔ ذہین شاہ تاجی کو اس سلسلہ میں اپنے والد بزگوار خواجہ دیدار بخش سے خلافت و سجادگی حاصل کی پیر سید دیدار بخش نے پیر خدا بخش کی نسبت چشتی ہونے کے ساتھ ساتھ انھیں سلسلہ ابو العلائیہ نقشبندیہ میں حضرت شاہ قمر الدین سے بھی خلافت عطا ہوئی تھی۔(101) بابا یوسف شاہ تاجی سے خلافت و سجادگی ملنے سے قبل ذہین شاہ تاجی سلسلہ ابو العلائیہ کے صاحب ارشاد بزرگ تھے۔

سلسلۂ نقشبندیہ کے علاوہ ذہین شاہ تاجی کو چشتیہ، صابریہ قادریہ اور سلسلہ تاجیہ میں بابا یوسف شاہ تاجی سے خلافت و سجادگی ملی جو تاج بابا اولیاء ناگپوری کے سجادہ نشین و خلیفہ تھے۔(102) سلسلہ عالیہ تاجیہ سے وابستہ ہونے کے بعد آپ اسی سلسلے کے ہوگئے اور مرتے دم تک اسی سلسلے کی ترویج و اشاعت کے لیے کوشاں رہے غرض یہ کہ آپ کی بابرکت شخصیت سلسلۂ عالیہ تاجیہ کے لیے لازم و ملزوم بلکہ سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی پہچان بن گئے۔

مست ہے تیرے ترانوں سے فضائے دل ذہین

مرحبا اے بلبل بستانِ تاج الاولیاء

۴۵۔ بابا ذہین شاہ تاجی کے خلفاء:

بابا ذہین شاہ تاجی نے اپنے لطف و کرم سے کئی صاحبِ تصوّف اور صاحبِ علم شخصیات کو اپنی خلافت سے نوازا اور خود اپنے خلفاء کا ذکر اپنی شہرۂ آفاق کتاب تاج الاولیاء میں فرمایا۔

ا۔ ہندوستان میں:

ہندوستان میں بابا ذہین شاہ تاجی نے جن لوگوں کو اپنی خلافت سے نوازا ان کے نام درج ذیل ہیں:
ا۔ مولانا عنایت اللہ فاضل دیوبند، خطیب مسجدِ لیاطیان، کھنڈیلہ ۲۔ ملا عبدالرحمن، فتح ٹیبہ، جے پور

۳۔ قدرت اللہ شاہ فاروقی جھنجھنوں ۴۔ ملا محمد سلیمان، صدر بازار، دہلی ۵۔ عبدالمجید شاہ معروف چپ شاہ، اووئی (گنگاپور۔ بھارت) (103)

۲۔ پاکستان میں:

پاکستان میں بابا ذہین شاہ تاجی نے بارہ اشخاص کو اپنا خلیفہ بنایا جن کے نام درج ذیل ہے:
ا۔ سید ظہور الحسین شاہ ظاہر یوسفی۔ ایم اے، ایل ایل بی (علیگ) ایڈوکیٹ ۲۔ اصغر علی خان یوسفی تاجی ملقب الیلے شاہ، بی۔ اے (علیگ) کراچی ۳۔ شوکت علی خان یوسفی تاجی چھتاروی۔ کراچی ۴۔ برکت علی خان یوسفی تاجی

چھتاروی۔ کراچی ۵۔ رشید احمد خان یوسفی تاجی۔ کراچی ۶۔ ڈاکٹر سید محمد محمود احمد، پی۔ ایچ۔ ڈی (صدر شعبہ فلسفہ کراچی یونیورسٹی) ۷۔ ڈاکٹر ابو النصر سید علی اشرف (صدر شعبۂ انگریزی۔ کراچی یونیورسٹی) ۸۔ مولانا سید محمد اصلح الحسینی گلاؤٹھوی، فاضل دیوبند (کراچی) ۹۔ مولانا فضل احمد چشتی، فاضل دیوبند (کراچی) ۱۰۔ یوسف علی معروف لال شاہ۔ حیدرآباد سندھ ۱۱۔ سید محمد ضیاء الحق شاہ یوسفی جیپوری (ایڈوکیٹ) ۱۲۔ عزیز اللہ خاں صاحب بنگلوری (کراچی) (104)

۴۶۔ حیاتِ مبارکہ میں سجادہ نشین کی تقرری:

بابا ذہین شاہ تاجی کے ہاتھ میں سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی باگ ڈور آئی تو انھوں نے اپنی ذات کو فنا کر اس سلسلے کو دوام بخشنے کے لیے اپنی حیاتِ مبارک صرف کر دی اب ان کی نگاہیں اپنے مریدوں اور ارادتمندوں میں ایسی شخصیت کو تلاش کر رہی تھیں جو ان کے نقشِ قدم پر چل کر سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی باگ ڈور سنبھالے۔ در حقیقت وہ اپنے مرشد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی حیات میں خود ہی اپنے سجادہ نشین کا انتخاب کرنا چاہتے تھے۔

سجادگی کے انتخاب کے لیے ذہین شاہ تاجی کی نگاہیں اپنے چہیتے، لاڈلے مرید پر مرکوز تھیں۔ چہیتے اور لاڈلے کیوں نہ ہوں کہ اپنے شیخ سے سچی عقیدت و محبت میں انھوں نے اپنا عظیم الشان گھر، شاہانہ زندگی، دنیا کے طول و عرض میں پھیلا ہوا کاروبار سب کچھ چھوڑ دیا اور بابا ذہین شاہ تاجی کی محبت کو اپنا سرمایۂ کل بنالیا یہ مرید کوئی اور نہیں بلکہ انور پیر بھائی تھے۔ جنھیں ابھی خود معلوم نہ تھا کہ چند لمحوں میں بابا ذہین شاہ تاجی ان کی زندگی کی کایا پلٹ دیں گے اور یہ انور پیر بھائی سے بابا انور شاہ ذہینی تاجی ہو جائیں گے۔ (105)

۳۱ر مئی ۱۹۷۳ء (۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ) (106) کی شام درگاہ شریف میں چھبیسویں شریف کی محفل تھی۔ محفلِ سماع جاری تھی کہ اچانک بابا ذہین شاہ تاجی کی کیفیت میں تبدیلی واقع ہوئی بابا صاحب نے اپنی دستار مبارک انور شاہ تاجی کے سر پر باندھ کر اعلانِ سجادگی فرما دیا اس سجادگی کے اعلان کے ساتھ بابا ذہین شاہ تاجی نے اپنے خاندان اور سلسلے کے لوگوں کو اپنے منتخب سجادہ نشین کی قدم بوسی و دست بوسی کا حکم دیا۔

۴۷۔ بابا صاحب کی اولاد و ازواج:

باباصاحب کی پہلی زوجہ کانام راحت النساء بیگم تھا۔ پہلی زوجہ کے انتقال کے بعد باباصاحب نے چاندبی بی سے عقدِ ثانی کیا۔ باباصاحب کے پانچ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔(107)

۱۔امین۔۲۔ معین۔۳۔ حمیم۔۴۔ جمیل۔۵۔ نعیم ۱۔صالحہ۔۲۔ سلمہ۔۳۔ سلیمہ۔۴۔ غوثیہ

۴۸۔ جہانِ فانی سے رخصتی:

ذہین شاہ تاجی اپنے فرائضِ منصبی بحسن وخوبی نبھارہے تھے اب وہ اپنا جانشین بھی مقرر کر چکے تھے اور اپنے جانشین کو تربیت دے رہے تھے۔ ۱۹۷۶ء میں باباذہین شاہ تاجی کو دل کا دورہ پڑا۔(108)علاج جاری تھا کہ بابا یوسف شاہ تاجی کا عرس مبارک آگیا باباصاحب کی خراب حالت کے پیش نظر طبیبوں نے باباصاحب کو عرس میں شرکت کی اجازت نہ دی آپ نے عرس کی ساری ذمہ داری اپنے سجادہ نشین باباانور شاہ تاجی کے سپرد کردی۔

باباذہین شاہ تاجی کی بیماری علاج کے باوجود ختم نہیں ہورہی تھی باباذہین شاہ تاجی دو سال تک علیل رہے ان میں سے ایک سال تو وہ بالکل لیٹے رہے لیکن لوگوں کے درد کو محسوس کرنے کا یہ عالم تھا اس حالت میں بھی سائلوں کے درد کی دوا کرتے اور کبھی ان پر اپنی تکلیف ظاہر نہ فرماتے۔

مولانافاروق کہتے ہیں کہ میں باباصاحب سے ملنے گیا تو باباصاحب نے فرمایا یہ والی آیت سنائیں۔

یاایتھاالنفس المطمئنہ ارجعی الی ربك راضیہ مرضیہ فادخلی فی عبادی O وادخلی جنتی O

اے روح مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔ راضی ور ضامند ہو کر اور میری بندوں میں داخل ہو جااور میری جنت میں داخل ہو جا۔

باباصاحب باربار یہ آیت مبارکہ سنتے اور فرماتے پھر سناؤ۔

بالآخر دوسال کی علالت کے بعد باباذہین شاہ تاجی ۲۳ر جولائی 1978ء بمطابق ۱۶ر شعبان ۱۳۹۸ھ کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔(109) اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط

۴۹۔ تدفین:

ذہین شاہ تاجی کے وصال کے بعد سب سے اہم معاملہ جو درپیش تھا وہ آپ کی تدفین کا تھا یہ کام باباانور شاہ تاجی نے انتہائی رنج والم کی کیفیت میں بھی بہت ہمت وجرأت سے انجام دیا۔ خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں آپ کی نمازِ جنازہ مفتی اطہر نعیمی کی امامت میں ادا کی گئی اور بالآخر حضرت بابا یوسف شاہ تاجی کی چہیتے ولاڈلے روحانی بیٹے و گدی نشین باباذہین شاہ تاجی کو مرشد کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔(110)

۵۰۔ قطعاتِ تاریخِ رحلت:۔

بابا صاحب کے وصال سے یوں تو ہر ایک ہی افسردہ تھا اور ہر شخص نے اس کا اظہار اپنی استطاعت کے مطابق کیا۔ بابا صاحب کے حلقہ بگوش شعراء کرام نے بابا صاحب کی تاریخِ رحلت کو اس طرح رقم کیا۔ رئیس امروہوی نے اپنی عقیدت کا اظہار کچھ یوں فرمایا

سید ذہین شاہ کہ تھے تاجدار فقر
ان کو ارم نشین وولایت نشاں لکھو
تھے فقر وناز سلسلۂ تاجیہ رئیس
ان کو چراغ مجلسِ روحانیاں لکھو
نقطہ شناس رمز طریقت تھا وہ بزرگ
عارف لکھو، فقیر لکھو، جان جاں لکھو
سالِ وفاتِ تاجِ ولایت ذہین شاہ
یارو! "ذہین شاہ بزرگِ زماں" لکھو

1398ھ (111)

۵۱۔باباصاحب کے وصال پر مختلف اخبار و جرائد اور ریڈیو پاکستان سے تعزیتی پیغامات:۔

باباصاحب کے وصال پر ریڈیو پاکستان سے 24 جولائی 1978ء کو ایک تعزیتی پروگرام نشر کیا گیا۔ جس کی چیدہ چیدہ باتیں درج ذیل ہیں۔

"پاکستان کے ممتاز، صوفی، شاعر، ادیب اور عالمِ دین حضرت باباذہین شاہ تاجی 76 سال کی عمر میں کراچی میں انتقال فرماگئے۔۔۔۔۔ ذہین شاہ تاجی عربی، فارسی، اردو اور ہندی پر عبور اور کامل دسترس رکھنے کی وجہ سے ان چاروں زبانوں کے شاعر اور اسکالر تھے۔ ذہین شاہ تاجی مرحوم کی شاعرانہ عظمت اور تبحر علمی کا اعتراف دورِ جدید کے بڑے بڑے شعراء اور نقادوں نے کیا ہے۔۔۔۔۔ بلند پایہ صوفی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ، مرحوم سلسلۂ فقر و تصوف کے صاحبِ ارشاد اور فلسفہ وحدت الوجود کے ایک زبردست عالم بھی تھے۔" (112)

اسی پروگرام میں مولانا حسن مثنیٰ ندوی نے ان کی شخصیت اور علم پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا "کراچی میں ایک عرصہ دراز انہوں نے (باباصاحب) اپنے نام سے، کلام سے، اپنے اخلاق سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اُن کی خانقاہ، "خانقاہِ تاجیہ" ہے۔۔۔۔۔ وہ فلسفیانہ ذہن بھی رکھتے تھے، متکلمانہ اور شاعرانہ ذہن بھی۔ اُن کے مزاج میں بہت ساری چیزیں ایک ساتھ جمع ہو گئیں تھیں۔ اس جمعیت نے اُن کو ایک خاص کیفیت عطا کی تھی جس کی وجہ سے جب وہ کسی محفل میں ہوتے تو میر محفل بن جاتے تھے۔" (113)

اسی پروگرام میں ممتاز شاعر اور دانشور جناب رئیس امروہوی نے باباذہین شاہ تاجی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں فرمایا

"کل ہم سے ایک عالم، عارف، مصنف اور محرم رموز عرفانی جناب ذہین شاہ تاجی کی وفات کے سانحہ نے ہمیں بالکل بدحواس کر دیا ہے۔ میں اُن کے نیاز مندوں میں شامل تھا۔۔۔۔۔ اُن کی موجودگی میں فلسفہ اور عرفان و تصوف پر جو گفتگو ہوتی تھی وہ آج میرے ذہن میں تازہ ہے۔ سید ذہین شاہ تاجی مرحوم کی کتابیں آیاتِ جمال، ان کا اردو فارسی کلام، ان کی بند شیں، ان کی محافل سماع، ان کے یہاں کے مشاعرے، ان کا طریق معاشرت، ان کا انداز گفتگو، ان کی تنویرِ فکر، یہ ساری چیزیں ایسی ہیں کہ جنھوں نے آپ کو ایک جامع شخصیت بنا دیا تھا۔ وہ نہایت متواضع،

منکسر اور سادہ دل انسان تھے۔ تاہم ان کی ذہانت کا جوہر ان کے ہر حرف اور لفظ لفظ سے نمودار ہوتا تھا۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ دہلی کے متعلق کسی نے کہا تھا کبھی کہ:

ے "دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانہ ہر گز"

لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ گذشتہ اکتیس (31) سال میں کراچی کی خاک میں جو گنج ہائے گراں مایہ دفن ہوئے ہیں ان کی مثال بھی ہماری تاریخ ادب و ثقافت میں مشکل ہی سے مل سکے گی۔ جناب ذہین شاہ تاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں افراد میں سے تھے جن کی وجہ سے ہماری محفلیں اور ہماری محافل کے اندر رونقیں جگمگائی ہوئی تھیں مگر افسوس۔۔۔۔ (114)

حضرت بابا ذہین شاہ تاجی مرحوم کے متعلق ملک کے ممتاز شاعر و نقاد اور دانشور جناب سلیم احمد نے اپنے جذبات اور خیالات کا اظہار یوں کیا۔

میں نے یہ دیکھا کہ تصوف اور بالخصوص محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جتنا کچھ میں نے پڑھا جیسی تفہیم جتنی روشنی میں نے باباصاحب کے پاس پائی اور میں نے ان کی فکر میں دیکھی۔ وہ مجھ کو کسی تحریر میں نہ نصیب ہوئی اور نہ کسی گفتگو میں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس ملک میں بلکہ پورے برصغیر میں شاید وہ اس وقت اس چیز کے تنہا جاننے والے تھے ان سے اتنا زیادہ جاننے والا کوئی نہیں تھا۔ میں نے اس کے علاوہ فکر جدید پر اور فلسفے کے بڑے عمیق مسائل پر۔۔۔۔۔ (جو) کچھ سن رکھا تھا اس کے بارے میں بھی وہ بہت کچھ جانتے تھے۔۔۔۔ خوبصورت آدمی تھے اور وجیہہ بالوجہات اور خوش لباسی اور خوشبو ان کے پاس دیکھ کر اور بیٹھ کر ایک روحانی اور ذہنی اور جذباتی فرحت اور بالیدگی کے سوا اور کوئی کیفیت محسوس نہیں ہوتی تھی۔۔۔۔ (میں) سمجھتا ہوں کہ جن چند اہل علم سے میں اپنی زندگی میں ملا ہوں اور جن کے میری روح و جذبات اور دل و قلب ہر ایک پر عمیق ترین تاثرات ہوئے ہیں ان میں سے باباصاحب ایک ہیں۔(115)

مرکزی سیرت کمیٹی باغبان پورہ لاہور کے چیئرمین و اراکین نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ ذہین شاہ تاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو پاکستان کے مخلص ترین اور نیک نفس اور شرافت کے پیکر بلند ہمت اور نیک دل رہنما بزرگ تھے۔ مرحوم کی اچانک وفات پر کمیٹی کے اراکین کو دلی افسوس ہوا اور غالباً ایسے ہی موقع کے لیے شاعر نے کہا تھا۔

یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک　　　حیف ہے وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے بادِ صبا

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ حضرت باباصاحب کی وفاتِ حسرتِ آیات قوم کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان کے مترادف ہے اور خصوصاً موجودہ وقت پر آپ کی ناگہانی موت ایک ایسا صبر آزما حادثہ ہے جس نے پوری قوم اور اس کے ہر فرد و بشر کو سوگوار کر دیا ہے۔۔۔ سرزمین پاک کا ذرہ ذرہ مرحوم کی تبلیغی سرگرمیوں کے نور سے معمور تھا۔۔۔ مرحوم و مغفور کے دل میں اسلام کے عروج و سربلندی اور اُمت مسلمہ کی فلاح و ترقی کا جو بے انتہا درد و احساس تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی مساعی حسنہ کو ہمیشہ خدمت دین، تبلیغ اسلام اور خدمتِ خلق کے لئے وقف رکھا۔۔۔ قومی راہنمائی کی صفوں میں آپ کو ہمیشہ ایک نمایاں اور ممتاز مقام حاصل رہا جو آپ کی شان و عظمت کا واضح آئینہ دار ہے۔ مرحوم کے دل میں خدمتِ اسلام کا بے پناہ جذبہ موجود تھا اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو تبلیغ اسلام کے لئے صرف کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔

سید علی نظامی (دورِ جدید)

آہ حضرت باباذہین شاہ تاجی۔۔۔ دائمی اقلیم ولایت حضرت باباذہین شاہ تاجی، جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے ایک شعلہ کی سی لپک محسوس ہوتی ہے اور احساس میں ایک ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے، وہ اپنے زمانے کے ایک مرجع خلائق بزرگ تھے۔۔۔ آپ نے اپنی زندگی تصوف کی نشر و اشاعت، متصوفانہ اور طالبانِ حق کی رشد و ہدایت کے لئے وقف کر دی تھی۔ آپ کے فیضانِ نظر سے ہزاروں دکھی دلوں کو دولتِ سکونِ قلب نصیب ہوتی تھی۔۔۔ باباصاحب رحمتہ اللہ علیہ کی جاذبِ قلب و روح شخصیت اور ان کی عارفانہ نگارشات علم و ادب کے لئے ایک گراں بہا خزانے کی حیثیت رکھتی ہیں ہمیں یقین ہے کہ ہمارے اس ادارتی نوٹ کے ساتھ محققوں، ادبا، علماء، اور شعراء کے ذہن میں سوال اُبھرے گا کہ باباصاحب رحمتہ اللہ علیہ کی علمی خدمات پر سرعت کے ساتھ تحقیقی کام شروع کر دینا چاہیئے اور ان کی عظیم روحانی شخصیت اور ان کے

فن پر نہ صرف رسائل واخبارات، خاص نمبر نکالیں بلکہ مستقل ضخیم کتاب کی اشاعت ناگزیر ہے اور اگر اس جانب توجہ نہ دی گئی تو حضرت باباذہین شاہ تاجی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کے ساتھ یقیناً زیادتی ہوگی۔" (116)

۵۲۔ باباذہین شاہ تاجی معاصرین کے اقوال کے آئینے میں:

باباذہین شاہ تاجی ایک سحر انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ باباصاحب کے ارادتمندوں میں عہد کی بڑی بڑی اثر آور شخصیات، عالم، ادیب، شاعر غرض کے تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے شامل تھے باباصاحب کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ کوئی بھی ان سے ایک مرتبہ شرفِ ملاقات حاصل کرتا تو ان کا گرویدہ ہو جاتا ذیل میں عہد کے عظیم عالموں، دانشوروں کے باباذہین شاہ تاجی کے متعلق تاثرات درج ہیں۔

پروفیسر کرّار حسین فرماتے ہیں:

"لوگ کہتے ہیں کہ جانے والا چلا گیا اس کا روپ کہیں نظر نہیں آئے گا۔ لیکن یہ اہل اللہ کیسے ہیں۔ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہر آن و ہر جا ان کی جلوہ فرمائی ہے۔ سامنے مسند پر پیکر سجادہ نشین میں مجھے تو باباذہین شاہ تاجی ہی جلوہ فرما نظر آتے ہیں اس کے علاوہ نہ کچھ ہے اور نہ کسی کی دید ہے نہ شنید ہے۔" (117)

انہوں نے فرمایا کہ عقل کو راہنمائی روح کی بالیدگی سے حاصل ہوتی ہے اور روحانی نشوونما کے لئے تشنگانِ علم و بصیرت کو ساز گار ماحول اہل اللہ کی چوکھٹ پر نصیب ہوتا ہے۔ ذہین شاہ تاجی کی شخصیت میں اس دور کو علم و معرفت کا ایک حسین پیکر ملا جس نے اپنی قوتِ روحانی سے اپنے ہزاروں معتقدین اور مریدوں کی زندگیوں میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ حرص و ہوا اور دنیائے فانی کے گرداب و فریب سے نکال کر ان کو بلند مقاصدِ حیات سے آشنا فرمایا۔ ذہنی و قلبی سکون کی متاع بے بہا بخشی۔ انسانی خدمت اور مخلوق کی خدمت ولداری کو خالقِ کائنات کی رضا و خوشنودی کا ذریعہ بنا کر محبت و آشتی، حسن و جمال، خیر خواہی اور دل داری کے زمزم سے انہیں سیراب کیا اور یہ سر چشمہ فیض ان کے نظروں سے بوجھل ہو جانے کے بعد آج بھی اسی خانقاہ سے اسی طرح جاری ہے اور مخلوقِ خدا، اسی طرح رحمت دیانت کی دولت اپنے دامن میں سمیٹ رہی ہے۔ آج اہلِ قلب و نظر انور شاہ تاجی میں ذہین شاہ تاجیؒ کی

جلوہ گری پاتے ہیں۔ جنہیں ان کے مرشد روحانی نے اس منصب پر بحکم سابق ہر دوسرا فائز کر کے خلقِ خدا کی راہنمائی اور دستگیری کے لئے مامور کیا ہے۔

مفتی محمد اطہر نعیمی (سابق چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان)

"حضرت بابا ذہین شاہ تاجی نہ صرف ایک عظیم المرتبت صوفی ہیں بلکہ علم و فضل میں بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ایک یگانہ روز گار شاعر بھی ہیں۔ اردو، عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔" (118)

حضرت جوش ملیح آبادی فرماتے ہیں:

"وہ غیب ہیں، میں شہود، وہ ذکر ہیں، میں فکر، وہ معتقد "الہام" ہیں، میں منکرِ پیغام، وہ ورود، میں عود، وہ حرم، میں بیت الصنم، وہ محو نالۂ صباحی، میں غرقِ دجلۂ صراحی، وہ گریۂ شبانہ میں خندۂ سحر گانہ، وہ نقیب لا الہ، میں خطیب منبرِ گناہ۔" (119)

ماہر القادری جو بابا ذہین شاہ تاجی سے نظریاتی اختلاف رکھتے تھے فرماتے ہیں:

"پاکستان بننے سے قبل شاہ صاحب موصوف کی زندگی جذب و وجد کے گوشۂ گمنامی اور زاویہ کم آمیزی کی زندگی تھی، شیخ طریقت اور شاعر کی حیثیت سے ان کا تعارف، جے پور، ٹونک اور اجمیر تک محدود تھا۔ پاکستان بننے کے بعد شاہ صاحب کی شخصیت اتنی نمایاں ہوئی کہ "عالم صغیر" سے رفتہ رفتہ "عالمِ کبیر" بنتا چلا گیا۔ ان کے معتقدین میں عوام کے ساتھ خواص بھی شامل ہیں۔"

"فاران کے صفحات میں شاہ صاحب موصوف پر راقم الحروف کا قلم بڑی سخت گرفت کر چکا ہے۔۔۔ مگر ان کی وسعت ظرف کا یہ عالم ہے کہ اس خاک نشین سے خاص تعلق خاطر رکھتے ہیں اور میرے "گریز" کے باوجود اپنے جذبِ محبت کی روش میں فرق نہیں آنے دیتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برہمی اور تکدّر و انقباض سے انہوں نے اپنے آئینۂ دل کو بے غبار بنا لیا ہے اور لوگوں سے ملنے جُلنے میں اُن کا یہ مسلک ہے کہ

ے محبت اپنی جگہ خود "کرامت" ہے۔ میں محبت ہی محبت ہوں، محبت کی قسم (120)

نواب آف جوناگڑھ دلاور خانجی

باباصاحب کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

"حضرت باباصاحب نہایت شفیق، ہمدرد، نرم مزاج بزرگ تھے۔ ان کی محفل خدائے بزرگ و برتر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے مالامال رہتی تھی۔ نہایت بلند درجہ کے عالم تھے۔ کتنے غمزدہ ہر روز حاضر ہوتے اور اپنے زخموں کا مرہم لے آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ بے حد تھا۔ کئی دینی و تعلیمی ادارے قائم کیے جن میں جامعہ تاجیہ بفرزون کراچی سے کون واقف نہیں۔ صوفی شاعر تھے حمد و نعت کے دیوان شائع ہوئے ہیں۔ حضرت باباصاحبؒ کی خدمات جن میں تبلیغ اور کشف و کرامات کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو ایمان کی روشنی سے سرشار کرنا تھا۔" (121)

مولانا سید اصلح الحسینی رقمطراز ہیں:

"بابا ذہین شاہ تاجیؒ کو اللہ تعالیٰ نے پرکشش وجاہت، حلاوتِ گفتار، عالمانہ وقار، منور اور پر رونق چہرہ عطا فرمایا تھا۔ وہ بیک وقت ایک تبحر عالم، وجودی مشرب درویش، محبت پیشہ فقیر، بدیہہ گو اور قادر الکلام شاعر و ادیب، نکتہ رس نقاد اور بے مثال خطیب تھے ان کی طبیعت کا سب سے دلچسپ پہلو یہ تھا کہ وہ جفائے خلق کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے اور کرم و عطا سے اس کا جواب دیتے۔ جفا و ایذاء سے بچنے کے لیے اپنے گرد حفاظتی حصار کھینچنے کے قائل نہ تھے۔" (122)

پروفیسر شاہ فرید الحق:

حضرت بابا ذہین شاہ تاجی سلسلہ تاجیہ کے ایک مشہور صوفی اور عالم بزرگ ہیں۔ اس زمانے میں ایک صوفی باعمل باکردار ہونا جہاد سے کم نہیں ہے۔ حضرت باباصاحب کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں سے کراچی ہی نہیں بلکہ برصغیر پاک و ہند کے کافی لوگ واقف ہیں۔ کمال یہ ہے کہ وہ بیک وقت ایک باعمل عالم اور صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ عربی زبان پر اچھی مہارت رکھتے تھے۔ نیز اردو کے مایہ ناز ادیب اور ساتھ ہی ساتھ اردو، فارسی اور عربی کے مایہ ناز شاعر تھے۔ عشق مصطفی ﷺ اور محبت اولیاء ان کا مسلک تھا۔ (123)

جناب مولانا اسد القادری (صدر مجلس علمائے پاکستان)

خرقہ پوشوں کی جماعت میں مجھے ذہین شاہ تاجی کے علمی مرتبے کا کوئی نہیں ملا۔ باباصاحب ملک الشعراء کی منعقدہ محفل میں ایک فلسفیانہ مسئلہ پر بحث فرمارہے تھے اور میں ہمہ تن گوش بناہوا ان کی تقریر سن رہا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیخ الرئیس ابن سینا یا باقر داماد مولانا فضل حق خیر آبادی یا مولانا حکیم برکات احمد بہاری لعل و گوہر لٹارہے ہیں۔ پورا مضمون ان کی گرفت میں تھا دلائل و براہین ہاتھ جوڑے ان کے سامنے کھڑے تھے اور آرزومند تھے کہ انہیں خدمت کا موقع دیا جائے۔(124)

احمد فاخر:

باباذہین شاہ تاجی تصوف میں وحدت الوجود کے مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ علم وادب میں بھی بڑے مرتبے کے بزرگ تھے۔ جوش ملیح آبادی جیسی عظیم المرتبت ادبی شخصیات بھی ان کی پاس اپنی ذہنی گتھیاں سلجھانے کے لئے آتی رہتی تھیں اور ان سے اکثر مذاکرے اور مباحثے ہوا کرتے تھے۔ باباصاحب کی گفتگو سن کر بہت سے ملحدین راہ راست پر آگئے۔(125)

جناب عبدالمجید قریشی (مرکزی سیرت کمیٹی باغپورہ لاہور)

باباذہین شاہ تاجی پاکستان کے مخلص ترین شخص نیک نفسی و شرافت کے پیکر، بلند ہمت، نیک دل رہنما اور بزرگ تھے۔ باباصاحب اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے جسکی اسلام اور دینی خدمات کا شہرہ پورے عالم اسلام میں تھا۔ سرزمین پاک وہند آپ کے تبلیغی سرگرمیوں کے نور سے معمور تھا۔

باباصاحب کے دل میں اسلام کے عروج و سربلندی اور امت مسلمہ کی فلاح و ترقی کا بے پناہ احساس تھا۔ انہوں نے اپنی مساعی حسنہ کو ہمیشہ خدمت دین، تبلیغ اسلام اور خدمت خلق کے لئے وقف رکھا۔ باباصاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ ملک وملت کی نہایت قابل قدر خدمت میں گذرا اور قومی رہنمائی کی صفوں میں آپ کا ہمیشہ ایک نمایاں اور ممتاز مقام رہا۔

باباصاحب کے دل میں خدمت اسلام کا بے پناہ جذبہ موجود تھا اور اللہ کی دی ہوئی دولت کو تبلیغ اسلام کے لئے صرف کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے وہ کبھی نمود و نمائش کے خواہاں نہ ہوتے۔(126)

اقبال احمد خان

بابا ذہین شاہ تاجی علم وادب، رشد وہدایت کا ایک مینار تھے۔ انہوں نے خدا کے بندوں کے لئے سُکھ فراہم کرنے کی خاطر راتیں جاگ جاگ کر گذاریں اور ان راتوں میں جو کچھ مانگا وہ اللہ کے ایسے بندوں کے لئے مانگا جو حاجت مند تھے اور حضرت ذہین شاہ تاجی بابا کے آستانے پر ان کی دعائیں لینے آتے تھے۔

مجھے اپنی زندگی میں انہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اخلاق اور شائستگی کا وہ منبع تھے۔ امیر و غریب کا کوئی امتیاز ان میں نہ تھا۔ اللہ نے انہیں دین ودنیا کی ہر دولت عطا کی تھی مگر وہ سوسائٹی کی اپنی آرام دہ رہائش پر میوہ شاہ قبرستان کے علاقے میں اپنے آستانے کو زیادہ ترجیح دیتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ امراء کا تو وہاں پہنچنا آسان ہے مگر غرباء کا اتنی دور سوسائٹی تک پہنچنا مشکل اور محال ہے۔

حضرت ذہین شاہ تاجی باباؒ سے یوں تو اللہ کی بہت سی مخلوق کو فیض پہنچا لیکن میں بھی ان کے آستانے سے فیض یاب ہوا۔(127)

فضل الٰہی فاروقی (اڈیٹر ہفت روزہ سیرت)

خدا جانے کتنے دوستوں اور عزیزوں نے تقاضے کئے کہ پاکستان کے عظیم روحانی بزرگ حضرت بابا قبلہ ذہین شاہ تاجی رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ لکھوں۔ لیکن ہمت تحریر ہی نہیں۔ ہمتِ فکر نے ہر مرتبہ جواب دے دیا۔ اس جلیل القدر شخصیت کی حیات پر قلم اٹھانے کو نوبت آتی ہے تو گہری سوچ میں پڑ جاتا ہوں کہ لکھنے کا آغاز کہاں سے کیا جائے اور کہاں ختم کیا جائے۔ مرحوم کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا کسی فردِ واحد کی دسترس سے باہر ہے۔ ملک و ملت جس ممتاز ترین اور عظیم المرتبت شخصیت پر فخر کر سکتی ہے ان میں ایک مایہ ناز اور عہد آفرین شخصیت حضرت قبلہ بابا صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ (128)

ڈاکٹر جمیل جالبی:

یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے کہ میں شعر و شاعری کی محفلوں سے بھاگتا ہوں۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ خراب شعر سننے سے میری طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ ایک دن جب جناب جوش ملیح آبادی نے مجھ سے فرمایا کہ آج میرے ساتھ چلئے تو میں "لحاظ کی آنکھ جہاز پر بھاری" کے مصداق ان کے ساتھ ہو گیا مخصوص محفل تھی، مخصوص شعراء تھے، ہنسی مذاق کے موتی بکھیر رہے تھے اور ذہانت اور فطانت کے پھول فضا سے برس رہے تھے۔ جوش صاحب کے قریب ہی ایک بزرگ بیٹھے تھے نورانی چہرہ، آنکھوں میں رازیابی کا سرور صورت میں انہماک کی کیفیت، جوش صاحب جب انہیں چھیڑتے تو وہ کھل اٹھتے اور ان کی طرف سوتی ہوئی آنکھوں سے اس طرح دیکھتے۔

ے گویا ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

جب محفل اپنے شباب پر پہنچی تو جوش صاحب نے ان بزرگِ خواب چشم سے کچھ سنانے کی فرمائش کی میں

نے دل میں سوچا کہ یہ جادو اثر چہرے والے بزرگ اگر شاعری کی روایتی دلدل میں ہاتھ پیر مارنے لگے تو میرے دل سے ان کی یہ چاہ، جو بغیر جان پہچان، بغیر تعارف کے پیدا ہوتی ہے۔ مر جائے گی اور مجھے کچھ ملال سا ہونے لگا۔ ان بزرگ صاحب نے پہلو بدلا اہل محفل پر اچٹتی سی نظر ڈالی، آنکھیں جھکائیں اور پھر سو گئے کچھ دیر بعد جاگے تو گھٹتی ہوئی آواز میں یہ شعر سنائی دیا

ے خاک سے لالہ و گل سنبل و ریحان نکلے تم بھی پردے سے نکل آؤ کہ ارماں نکلے

میں سنبھل کر بیٹھ گیا اور مجھے اپنے آپ پر اعتماد سا محسوس ہونے لگا انہوں نے جب دوسرا شعر پڑھا۔

ے بند آنکھیں کئے ہم منتظر جلوہ رہے جب کھلی آنکھ تو خود جلوۂ جاناں نکلے

تو میں جھوم اٹھا، مجھ پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔

یہ ذہین شاہ تاجی سے میرا پہلا تعارف تھا غزل میں روایت کی رچاوٹ، بیان میں گھلاوٹ، احساس کی شیرینی، اور لہجے کے سبھاؤ نے اثر و تاثر کا جادو گھول دیا تھا یہ غزل سن کر ذہین شاہ تاجی کی شاعرانہ دلآویزی میرے لئے غیر معمولی اہمیت اختیار کر گئی میں نے کئی دوستوں سے اس غزل کا ذکر کیا ان کے اشعار اس طور سے سنائے گویا وہ میرے ہیں اور داد وصول کر کے اسی طرح خوش بھی ہوا۔

ذہین شاہ صاحب کا کلام پڑھ کر سب سے پہلا تاثر یہ تھا کہ وہ عاشق صادق ہیں جن کا دل عشق کی آگ سے ہر دم سلگتا رہتا ہے اور وہ انسان و کائنات کے سارے مسائل کا حل عشق کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ ان کے ہاں عشق خیال بن کر ابھرتا ہے اور شعر بن کر واقعہ بن جاتا ہے۔ ان کے ہاں محبوب کا کوئی روپ نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ سب کچھ، یہ زمین و آسمان یہ ذرے اور کائنات سب اس کے روپ ہیں یہاں عاشق و معشوق، شاہد و شاہد باز، حقیقت و مجاز، سوز و ساز، ناز و نیاز، دور اور پاس، ماضی و حال سب ایک بن کر سامنے آتے ہیں وہ خود کہتے ہیں "میں نے ایک کو دیکھ کر سب کچھ دیکھا، سب کچھ دیکھ کر میں نے ایک ہی کو دیکھا، اس دیکھنے میں جو لذت تھی اس میں سب لذتیں جمع تھیں سب اضافتیں ایک اضافت میں اور سب نسبتیں ایک نسبت میں۔"(129)

جناب جمال پانی پتی:۔

جناب ذہین صاحب جو ایک صوفی ہیں اور فقر و تصوف کے ایک بڑے سلسلے سے وابستہ ہیں اور اگر ان کی عالمانہ اور درویشانہ شخصیت کے مرتبہ و مقام دیکھا جائے تو شعر گوئی ان کے لئے حقیقتاً کچھ ایسی وجہ افتخار نہیں رہتی بلکہ وہ بجا طور پر یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ

آنچہ در گفتار فخر تست ننگ من است

بات یہ ہے کہ اس بے یقینی کے دور میں ذہین صاحب کے اپنے فن سے یہ خلوص و انہماک ہمارے لئے کتنا ہی حیرت انگیز کیوں نہ ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ایسے معاشرے کے نمائندہ فرد ہیں جس کے پاس یقین کی دولت تھی جس کے پاس کچھ اقدار تھیں، کچھ عقیدے تھے اور ان سب سے بڑھ کر یہ ایک خاص تصور تھا۔ ذہین صاحب کو انفس و آفاق میں ہر سمت حسن ہی حسن اور جمال ہی جمال نظر آتا تھا وہ حسن خود بین کو عشق خدا بین کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کے لئے "دو جہاں جلوۂ جاناں کے سواء کچھ بھی نہیں" وہ ایک سچے عاشق تھے اور ان کا دل ایک ایسا آئینہ تھا جس میں پوری کائنات محبوب کا جلوہ بن کر منعکس ہوتی تھی۔ ان کی غزلیں آخر تک اسی کیفیت کی آئینہ دار ہیں کیا فکر اور کیا اسلوب ہر اعتبار سے یہ غزلیں ایک نہایت رچے ہوئے شائستہ اور لطیف مذاقِ شعر کی حامل

ہیں، ساتھ ہی ان میں ایک نوع کی تازگی اور شگفتگی اور نیا پن بھی ہے اور ہم انہیں پڑھ کر اپنی روح میں ایک بالیدگی محسوس کرتے ہیں۔(130)

بابا محمد عیسیٰ خان

باباذہین شاہ تاجیؒ کو جو ماہِ درخشاں بنے ہر خاص وعام کو اپنی روحانی ضوفشانی سے منور فرمارہے تھے۔ بابا جی خود بہت بڑے قادر الکلام شاعر تھے، ایسی ایسی سنگلاخ زمینوں پہ شعر کہتے اور ایسے ادق تنگ و تُند اور چُست قافیے رَدیف باندھتے تھے کہ بڑے بڑے کُہنہ مشق عروضیوں اور اُستادوں کو دانتوں تلے پسینہ آجائے۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے معاصرین میں چیدہ چیدہ شعراء جیسے جگر، جوش، مجید، سراج، رئیس امروہی، جون ایلیاء، حفیظ، بہزاد اور ماہر، بابا جی کا بحیثیت ایک شاعر بھی بے پناہ احترام کرتے اور اپنے تمام "اشغالِ غیر شریعہ" اور" اطوار قبیحہ "سے باباجی کی محافل میں اجتناب برتتے۔ باباجی کے ہاں یہ شعر وشاعری، سماع، علمی ادبی مذاکرے قریب قریب روز مرہ کا ہی وطیرہ تھا۔ خوش طبعی، شگفتہ، بیانی، لطائف و مزاح، پھبتی، طنز و تکرار، مناظرے مکالمے، مباحث و مذاکر خوب چلتے تھے مگر یہ سب کچھ ذاتی قریبی دوستوں اور مخصوص صُحبتوں تک محدود ہوتا۔ (131)

جناب عبید اللہ قدّسی صاحب

آپ نے ذہین شاہ تاجی کی خدمت میں وقتاً فوقتاً اپنی حاضری کی کیفیات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل علم وفضل اور صاحبانِ دین اور دانش میں کرب روحانی اور تلاش حقیقت میں حضرت باباذہین شاہ کی خدمت میں مسلسل حاضری دیتے رہتے تھے وہ طرح طرح کے علمی، فلسفیانہ اور مابعد الطبیعاتی مسائل لے کر آتے لیکن باباصاحب کی تشریحات و توضیحات اور دلکش و دلنواز انداز بیان سے مطمئن اور فرحان و شاداں واپس جاتے تھے۔ انہوں نے بابا صاحب کی عظمتِ علم و عرفان کو خراجِ عقیدت پیش فرماتے ہوئے کہاوہ اس دور کے ابنِ عربی ثانی تھے۔ جن کی عصری اور مذہبی علوم و معارف پر یکساں بڑی مضبوط گرفت تھی۔ ان کے چہرہ تاباں پر نظر پڑتے ہی انسان سرمدی کیفیت کی حلاوت و ٹھنڈک اپنے قلب و جگر میں پاتا تھا۔ مشفقانہ لب ولہجہ اور دلآویز دلنواز اندازِ توضیح و تشریح سے انتہائی دقیق اور پیچیدہ مسائل کا انشراح ہو جاتا تھا۔(132)

نوابزادہ جناب افتخار احمد عدنی صاحب:۔

آپ نے نہایت موثر انداز میں روحانی پیشوائی کی اس بساط کا نقشہ کھینچا جو ذہین شاہ تاجی کے گرد بچھی ہوئی تھی۔

انہوں نے بہت سے خرقِ عادات وواقعات کو پیش کیا جو حضور بابا صاحب کی ذات کے ذریعے ظہور پذیر ہوئے۔

حدیث قدسی کا حوالہ دیتے ہوئے عدنی صاحب نے فرمایا کہ انسان بندگی کا حق کماحقہٗ ادا کرتا ہے تو پھر رب العالمین اپنی قدرتوں اور قوتوں کے ظہور کا اسے آلہ اور ذریعہ بنا دیتا ہے۔ جس سے مخلوق راہنمائی وہدایت روحانی حاصل کرتی ہے۔ حضرت بابا تاج الدین اولیاءؒ، حضرت بابا یوسف شاہ صاحب اور ذہین شاہ تاجی اسی سلسلۂ ظہورِ قدرت اور قوتِ یزدانی کی کڑیاں ہیں۔ جس سے ان کے بعد حضرت بابا انور شاہ تاجی وابستہ ہیں۔(133)

مولانا سید محمد فاروق احمد صاحب

سلسلہ تاجیہ کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ سلسلہ تاجیہ در حقیقت ایک تسلسل ہے اس فیضانِ الٰہی کا جس کا ظہورِ خالق ارض وسماوات اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعے فرماتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ عارفانِ ربانی اپنی ذات سے فانی اور حضوریٔ ذاتِ بحت سے باقی ہوتے ہیں۔ فنا فی اللہ کی منزل پر فائز کرکے رب العالمین نے حضرت بابا تاج الدین اولیاءؒ سے خلق خدا کی روحانی تربیت کا بیسویں صدی عیسوی میں فیض کا وہ سرچشمہ جاری فرمایا کہ لاکھوں بندگانِ خدا حضور بابا تاج الدینؒ کے بعد حضرت بابا یوسف شاہ تاجی پھر ذہین شاہ تاجی اور انور شاہ ذہینی تاجی کے ذریعے بھی سیراب ہو رہے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ روح وہی ہے، روپ بدلتے رہتے ہیں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے یہاں منصب سجادگی پر بٹھا کر قادر وقدیر روپ بھی وہی عطا کر دیتا ہے نور بھی پیشانی وچہرہ پر وہی پھیلا دیتا ہے اور پھر ایک روپ میں سب روپ میں ایک ہی روپ کی جلوہ گری ہو جاتی ہے۔(134)

صوبیدار حبیب الرحمن چشتی، قاری، عالم، منشی کامل، ایم اے۔ بی ٹی

شیخ المشائخ آفتاب معرفت پیر کامل حضرت خواجہ محمد طٰس، ذہین شاہ تاجی دامت برکاتہ کی ذات عالی فنا فی الشیخ جان معرفت مرشد کامل حضرت محمد بابا یوسف تاجی قدس سرہٗ العزیز کی ذات اقدس بھی وہ شمع محبوبیت تھی جن

کے گرد لاکھوں پروانے ہمہ وقت طواف میں مشغول رہتے اور جام مئے الفت سے سرشار ہوتے رہتے جن کی فیوض، برکات کے لئے اتنا کافی ہے۔" آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے۔"

آپ بحر تصوف کے ماہر پیراک، بام معرفت کے درخشندہ تارے معدن جود وسخا اور فیض عام کے سرچشمہ تھے۔ دنیاوی علوم پر بھی دسترس کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپ ایک بے نظیر عالم، فقیہ اور قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کے اشعار بحر معرفت کے چشمے تھے۔ فلسفہ تصوف پر عبور کامل تھا۔ ماہر وحدت الوجود تھے۔ مبلغ اعظم اور امام عصر تھے انداز ایسا پیارا اور پر تاثیر ہوتا کہ ملحد ومنکر فاسق وفاجر اور دشمن کے دل کو بھی موہ لینا، ایسے شیریں زبان غم گسار تھے کہ جو آتا کلمہ پڑھتا بڑے بڑے علما اور صوفیائے کرام آپ کے سامنے زانوں ادب تہہ کرتے نظر آتے تھے۔

آپ کے فیوض وبرکات کا سلسلہ صرف مملکت پاکستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ دنیا کے مختلف براعظموں میں بھی آپ کے فیض کے چشمے جاری تھے اور تاقیامت جاری وساری رہیں گے۔ ہر سمت سے پروانے آتے اور اس شمع معرفت کے گرد طواف کرتے اور فیضیاب ہوتے نظر آتے۔

آپ برسوں کی منزلیں لمحوں میں طے کرا دیتے۔ آپ کے فیوض میں شان کن فکانی کی جھلک تھی آپ کے

وجود کا ریزہ ریزہ فنافی الشیخ کا مظہر تھا اور حسب ذیل شعر کی غمازی کر رہا تھا۔

ے من تو شدم تو من شدی۔ من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری (135)

۵۰۔ حرفِ آخر:

حضرت باباذہین شاہ تاجی ایک عہد کا نام ہے جو کئی ادوار پر مشتمل ہے۔ ذہین شاہ تاجی ایک عالم، صوفی، شاعر، ادیب، غریبوں کے درد کی دوا، بیواؤں کا سہارا، یتیموں کی آس، عالموں کے علم کی پیاس، اور سب سے بڑھ کر سلسلۂ عالیہ تاجیہ کے وارث تھے باباذہین شاہ تاجی نے سلسلۂ تاجیہ کے لیے خصوصاً خدمات کیں وہ ابدو آباد اس سلسلہ پر ان کا گرانقدر احسان ہے۔

ے کیے ہم نے جنوں سے نکتہ چین ونکتہ داں پیدا ہم ایسے آدمی ہوتے ہیں دنیا میں کہاں پیدا

فہرستِ حوالہ جات

Yar Muhammad Khan, Studies in the History of IndoPakistan Sub Continet , Page 153-154, Lahore 1991.	.1
Yar Muhammad Khan, Studies in the History of IndoPakistan Sub Continet , Page 153-154, Lahore 1991.	.2
Ali. K.,A new history of Indo Pakistan since 1526, Page 224, Lahore 1976	.3
Ali. K.,A new history of Indo Pakistan since 1526, Page 221-222, Lahore 1976	.4
Qureshi. I.H., The struggle for Pakistan, Page 31, Karachi 1971	.5
Pirzada. Syed Sharifuddin.,Foundation of Pakistan, Vol-II page 145,Karachi 1969-1970 2 vols	.6
M. Gawar and A Apadory, Speeches and Documents on the Indian Constitution, 1921-1947, Volume-2, Page473	.7
Shafiq Ali Khan , The Nation Theory as a concept, strategy and ideology, Page:380	.8
Jamiluddin Ahmed (ed.) , Historic Document of The Muslim Freedom Moment, Page371-381 Lahore 1970	.9
Qureshi. I.H., The struggle for Pakistan, Page 131, Karachi 1971	.10
ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال، صفحہ 94، مطبوعہ: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی پاکستان، کراچی۔	.11
تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:491، مطبوعہ: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی پاکستان، کراچی۔	.12
Hijri Counter (wwwIslamicCity.Com/ www.muslimphilosophy.com)	.13
تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:491، مطبوعہ: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی پاکستان، کراچی۔	.14
ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔جون 1980ء، مضمون: حضرت باباذہین شاہ تاجی کے ابتدائی حالاتِ زندگی اور آپ کا شجرۂ نسب، پیرزادہ محمد مزمل علی اثر، صفحہ:37	.15
تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:491، مطبوعہ: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی پاکستان، کراچی۔	.16

.17	ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون 1980ء، مضمون : حضرت باباذہین شاہ تاجی کے ابتدائی حالاتِ زندگی اور آپ کا شجرۂ نسب، پیرزادہ محمد مزمل علی اثر، صفحہ:37
.18	تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:490، مطبوعہ: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی پاکستان، کراچی۔
.19	ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون 1980ء، مضمون : حضرت باباذہین شاہ تاجی کے ابتدائی حالاتِ زندگی اور آپ کا شجرۂ نسب، پیرزادہ محمد مزمل علی اثر، صفحہ:35
.20	تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:491، مطبوعہ: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی پاکستان، کراچی۔
.21	ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون 1980ء، مضمون : حضرت باباذہین شاہ تاجی کے ابتدائی حالاتِ زندگی اور آپ کا شجرۂ نسب، پیرزادہ محمد مزمل علی اثر، صفحہ:34
.22	تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:492، مطبوعہ: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی پاکستان، کراچی۔
.23	ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان
.24	تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:493، مطبوعہ: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی پاکستان، کراچی
.25	تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:496، مطبوعہ: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی پاکستان، کراچی
.26	القرآن الکریم سورۃ9التوبۃ، آیت:119
.27	محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب ادب کا بیان: (249) باب اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ اور جھوٹ کی ممانعت کا بیان: جلد سوم: حدیث نمبر 1047 متفق علیہ 6
.28	القرآن الکریم، سورۃ بنی اسرائیل، آیت:34
.29	محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب تفاسیر کا بیان: (560) باب اللہ تعالیٰ کا قول کہ مومنوں میں ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو کہہ دیا اس میں پورے اترے اور بعض وقت کے منتظر ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی "نحبہ" اس کا عہد "اقطارھا" کناروں سے لاتوھا قبول کرلیں اس کو: جلد دوم: حدیث نمبر 1989 متفق علیہ 7
.30	تاج اولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:495، ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی۔
.31	ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون 1980ء، مضمون : حضرت باباذہین شاہ تاجی کے ابتدائی حالاتِ زندگی اور آپ کا شجرۂ نسب، پیرزادہ محمد مزمل علی اثر، صفحہ:39
.32	ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون 1980ء، مضمون : حضرت باباذہین شاہ تاجی کے ابتدائی حالاتِ زندگی اور آپ کا شجرۂ نسب، پیرزادہ محمد مزمل علی اثر، صفحہ:40
.33	تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:495، ادراۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی۔

ماہنامہ تاج، بابا ذہین شاہ تاجی نمبر، مئی، جون 1980ء، مضمون: حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کے ابتدائی حالات زندگی اور آپ کا شجرۂ نسب، پیرزادہ محمد مزمل علی اثر، صفحہ 40۔	.34
ماہنامہ تاج، بابا ذہین شاہ تاجی نمبر، مئی، جون 1980ء، مضمون : حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کے ابتدائی حالاتِ زندگی اور آپ کا شجرۂ نسب، پیرزادہ محمد مزمل علی اثر، صفحہ:40	.35
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ:491، ادراۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی۔	.36
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ:491، ادراۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی۔	.37
قرآن الکریم، سورۃ الروم، آیت 69	.38
محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب توحید کا بیان: باب اللہ تعالیٰ کا قول کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ کا قول کہ تو وہ چیز جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے دل میں ہے، جلد سوم: حدیث نمبر 2303، حدیث قدسی، متفق علیہ 14	.39
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ:495، ادراۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی۔	.40
مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، کتاب -زہد و تقوی کا بیان: باب دونوں نفخوں کے درمیانی وقفہ کے بیان میں، جلد سوم، حدیث نمبر 2931، متفق علیہ 1	.41
تاج اولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ:495.496، ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی	.42
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ:496، ادراۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی۔	.43
محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، دل کو نرم کرنے والی باتوں کا بیان: دوزخ شہوتوں سے ڈھانکی گئی ہے۔: جلد سوم: حدیث نمبر 1434 متفق علیہ	.44
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ 496، ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی	.45
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ:496، ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	.46
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص 185، ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 2008	.47
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ:496۔497، ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	.48
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ 497، ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	.49
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ 499، ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	.50

.51	ماہنامہ تاج، بابا ذہین شاہ تاجی نمبر، مئی جون 1985ء، مضمون: حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کے ابتدائی حالاتِ زندگی اور آپ کا شجرۂ نسب، پیرزادہ محمد مزمل علی اثر، صفحہ:43
.52	تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ 499، ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
.53	ماہنامہ تاج، بابا ذہین شاہ تاجی نمبر، مئی جون 1985، مضمون: حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کے ابتدائی حالات اور آپ کا شجرۂ نسب، پیرزادہ محمد مزمل علی اثر، صفحہ 47
.54	تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ:500، ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
.55	تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ:444-443، ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
.56	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر شمارہ مئی جون 1980ء، صفحہ:115، مضمون رنگین سادگی، پروفیسر کرّار حسین۔
.57	مسلم بن حجاج قشیری، مسلم، کتاب الزکاۃ باب بیان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف
.58	ماہنامہ تاج، بابا ذہین شاہ تاجی نمبر، مئی جون 1985، مضمون: حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کے ابتدائی حالات اور آپ کا شجرۂ نسب، پیرزادہ محمد مزمل علی اثر، صفحہ 30
.59	مسلم بن حجاج قشیری، مسلم، کتاب الدعوات باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر
.60	سورہ بقرہ آیت 269
.61	ماہنامہ تاج، صفحہ 61، مضمون زبدۃ العارفین، حضرت محمد طاسین (شاہ ذہین تاجی)، محمد ایوب ڈپٹی سیکرٹری، وزارت خزانہ،
.62	ماہنامہ تاج، صفحہ 61، مضمون زبدۃ العارفین، حضرت محمد طاسین (شاہ ذہین تاجی)، محمد ایوب ڈپٹی سیکرٹری، وزارت خزانہ،
.63	ایضاً
.64	ایضاً
.65	ایضاً
.66	ذہین شاہ تاجی، لمعاتِ جمال، حصہ سیاسیات، صفحہ:13، 12، 6، مکتبہ تاج کراچی
.67	ذہین شاہ تاجی، سید ادیب حسین، صفحہ:95، عظمی پبلی کیشنز، کراچی
.68	ذہین شاہ تاجی، سید ادیب حسین، صفحہ:24، عظمی پبلی کیشنز، کراچی

.69	ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی جون 1980، مضمون: بابایوسف شاہ تاجی کے سجادہ نشین باباذہین شاہ تاجی، مولانا اصلح الحسینی، فاضل دیوبند، صفحہ 16
.70	ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی جون 1985، مضمون: بابایوسف شاہ تاجی کے سجادہ نشین باباذہین شاہ تاجی، مولانا اصلح الحسینی، فاضل دیوبند، صفحہ 17
.71	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال تیسرا ایڈیشن، ص 179، ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 2008
.72	ذہین شاہ تاجی، سید ادیب حسین، صفحہ: 28,27، عظمی پبلی کیشنز، کراچی
.73	تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، ادارہ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی، صفحہ: 97
.74	تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، ادارہ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی، صفحہ: 489،490
.75	ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون 1980ء، مضمون: پیر کامل، شید الامام، صفحہ: 106
.76	ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون 1980ء، مضمون: رنگین سادگی، پروفیسر کرّار حسین، صفحہ: 115
.77	ماہنامہ تاج حضرت باباانور شاہ تاجی نمبر، جنوری 1996 تاثرات از مولانا سید اصلح الحسینی صفحہ نمبر 74
.78	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص 165، ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 2008
.79	ماہنامہ تاج حضرت محمد طاسین شاہ ذہین تاجی، نمبر، مئی۔ جون 1980ء مضمون : خواجہ محمد طاسین شاہ ذہین احمد فاخر ایم اے، صفحہ 163
.80	ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی،، نمبر، مئی۔ جون 1980ء مضمون: زبدۃ العارفین حضرت بابا محمد طاسین شاہ، محمد ایوب صاحب، صفحہ 61
.81	ماہنامہ تاج حضرت محمد طاسین شاہ ذہین تاجی، نمبر، مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 24، بابایوسف شاہ تاجی کے سجادہ نشین، باباذہین شاہ تاجی مولانا سید اصلح الحسینی، فاضل دیوبند۔
.82	ماہنامہ تاج حضرت محمد طاسین شاہ ذہین تاجی، نمبر، مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 24، بابایوسف شاہ تاجی کے سجادہ نشین، باباذہین شاہ تاجی مولانا سید اصلح الحسینی، فاضل دیوبند۔
.83	ماہنامہ تاج حضرت محمد طاسین شاہ ذہین تاجی، نمبر، مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 24، بابایوسف شاہ تاجی کے سجادہ نشین، باباذہین شاہ تاجی مولانا سید اصلح الحسینی، فاضل دیوبند۔

تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ 504، ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	.84
ذہین شاہ تاجی، سید ادیب حسین، صفحہ 18، عظمیٰ پبلی کیشنز، کراچی۔	.85
ماہنامہ تاج، بابا ذہین شاہ تاجی،، نمبر، مئی۔ جون 1980ء مضمون: مولانا ذہین ڈاکٹر محمد محمود احمد صفحہ 56	.86
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ 507 ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	.87
محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری - غزوات کا بیان: جنگ خندق کا بیان اسے احزاب بھی کہتے موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں یہ لڑائی شوال 4ھ میں واقع ہوئی تھی: جلد دوم: حدیث نمبر 1324 متفق علیہ 4	.88
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ 507 ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	.89
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ ۔508507 ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	.90
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ 506، ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	.91
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ ۔506۔505 ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	.92
ماہنامہ تاج، صفحہ 63، مضمون زبدۃ العافین، حضرت محمد طاسین شاہ ذہین تاجی، محمد ایوب ڈپٹی سیکرٹری، وزارت خزانہ،	.93
تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ 508 ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	.94
ذہین شاہ تاجی، سید ادیب حسین، صفحہ: 17، عظمیٰ پبلی کیشنز، کراچی	.95
ذہین شاہ تاجی، سید ادیب حسین، صفحہ: 18، عظمیٰ پبلی کیشنز، کراچی	.96
ذہین شاہ تاجی، سید ادیب حسین، صفحہ: 17، عظمیٰ پبلی کیشنز، کراچی	.97
ماہنامہ تاج حضرت محمد طاسین شاہ ذہین تاجی، نمبر، مئی۔ جون 1980ء، صفحہ نمبر 199 نذرِ عقیدت خادم الفقراء قاضی حکیم محمد نظام القادری بدایونی	.98
ماہنامہ تاج حضرت محمد طاسین شاہ ذہین تاجی، نمبر، مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 23۔24، بابا یوسف شاہ تاجی کے سجادہ نشین، بابا ذہین شاہ تاجی مولانا سید اصلح الحسینی، فاضل دیوبند۔	.99
ماہنامہ تاج حضرت محمد طاسین شاہ ذہین تاجی، نمبر، مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 22، بابا یوسف شاہ تاجی کے سجادہ نشین، بابا ذہین شاہ تاجی مولانا سید اصلح الحسینی، فاضل دیوبند۔	.100
ماہنامہ تاج بابا انور شاہ تاجی، نمبر، مئی۔ جنوری 1996، صفحہ نمبر 74 سید اصلح الحسینی، فاضل دیوبند۔	.101

ماہنامہ تاج باباانور شاہ تاجی، نمبر، مئی۔ جنوری 1996، صفحہ نمبر 74 سید اصلح الحسینی، فاضل دیوبند۔	.102
تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ 433 ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی	.103
تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ۔ 440۔ 433 ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی	.104
تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ 436، 435 ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی	.105
ماہنامہ تاج: ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ مئی جون 1980ء، صفحہ نمبر 224 پیر کام جام دربار گلاب شاہ	.106
ماہنامہ تاج: ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ مئی جون 1980ء، صفحہ نمبر 224 پیر کام جام دربار گلاب شاہ	.107
سورۃ الفجر آیت نمبر 30۔29۔28۔27 پ 30	.108
ماہنامہ تاج: ذہین شارہ نمبر 30ء تاجی نمبر، شمارہ مئی جون 1980ء، صفحہ نمبر 231 تعزیتی پروگرام، ریڈیو پاکستان	.109
انٹرویو مولانا اطہر نعیمی (شیخ زید اسلامک سینٹر جامعہ کراچی)	.110
ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون ۱۹۸۰، صفحہ ۲۷۵، مضمون تاج الشعراء حضرت باباذہین شاہ تاجی، سید علی نظامی پیرزادہ نبیرۂ حضرت پیر منصور شاہ ٹبیز کر گوالیاری	.111
ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون ۱۹۸۰، صفحہ ۲۳۱، مضمون مضمون تعزیتی پروگرام ریڈیو پاکستان	.112
ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون ۱۹۸۰، صفحہ۔ ۲۳۲۔۲۳۱، مضمون مضمون تعزیتی پروگرام ریڈیو پاکستان	.113
ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون ۱۹۸۰، صفحہ ۲۳۳۔۲۳۵، مضمون تعزیتی پروگرام ریڈیو پاکستان	.114
ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون ۱۹۸۰، صفحہ۔ ۲۳۶۔۲۳۵، مضمون تاج الشعراء حضرت باباذہین شاہ تاجی، سید علی نظامی پیرزادہ نبیرۂ حضرت پیر منصور شاہ ٹبیز کر گوالیاری	.115
ماہنامہ تاج، باباذہین شاہ تاجی نمبر، مئی۔ جون ۱۹۸۰، صفحہ ۲۰۶۔۲۰۷، حضرت باباصاحب، نواب آف جوناگڑھ دلاور خانجی	.116
ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، صفحہ ۷۲، جنوری ۱۹۹۶، تاثرات از مولانا سید اصلح الحسینی	.117
انٹرویو مولانا اطہر نعیمی (شیخ زید اسلامک سینٹر جامعہ کراچی)	.118
مرآۃ، آیاتِ جمال پر تنقیدی جائزہ، مضمون: اضداد کی ہم آغوشی، جوش ملیح آبادی، صفحہ ۳۷۹، مکتبۂ تاج، کراچی	.119
مرآۃ، آیاتِ جمال پر تنقیدی مضامین، مضمون: نقد و نظر، حضرت ماہر القادری، صفحہ ۳۳۰	.120

.121	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ مئی۔ جون 1980ء، صفحہ :203، نواب آف جونا گڑھ دلاور نانجی
.122	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ مئی۔ جون 1980ء، صفحہ :11، جنوری 1996ء، تاثرات از مولانا سید اصلح الحسینی۔
.123	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ مئی۔ جون 1980ء، صفحہ : 200، پیغام پروفیسر شاہ فرید الحق
.124	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ مئی۔ جون 1980ء، صفحہ :161 پیغام اسد القادری خواجہ محمد طاسین شاہ ذہین، احمد فاخر ایم اے
.125	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ مئی۔ جون 1980ء، صفحہ :164۔163 خواجہ محمد طاسین شاہ ذہین، احمد فاخر ایم
.126	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ مئی۔ جون 1980ء، صفحہ :173-174، مرکزی سیرت کمیٹی باغبانپورہ لاہور، اراکین مرکزی سیرت کمیٹی۔
.127	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ نمبر مئی۔ جون 1980ء، ص 125، علم وادب، رشد وہدایت کا پروگرام
.128	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ نمبر مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 121، حضرت قبلہ سید ذہین شاہ تاجی، فضل الٰہی فاروقی
.129	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ نمبر مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 241۔245، عشق صادق کی شعری روایت، ڈاکٹر جمیل جالبی۔
.130	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ نمبر مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 249-250، شاعر جمال، ڈاکٹر جمال پانی پتی۔
.131	پیارنگ کالا، بابا محمد عیسیٰ خان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، صفحہ 264
.132	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ نمبر مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 145 سلسلہ عالیہ تاجیہ اور بابا ذہین شاہ تاجی، عبید اللہ قدوسی
.133	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ نمبر مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 69، بابا صاحب کی خدمت میں حاضری، افتخار احمد عدنی
.134	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ نمبر مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 323، سلسلہ تاجیہ (عرس کی جھلکیاں)
.135	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی نمبر، شمارہ نمبر مئی۔ جون 1980ء، صفحہ 111، طس ذہین شاہ تاجی، صوبیدار حبیب الرحمن چشتی

باباصاحب کی علمی خدمات

باباذہین شاہ تاجی بحیثیت ناقد و محقق

ہم اس جہانِ گزاراں اور حیاتِ گریز پا میں باربردوش مسافر ہیں۔ اپنے گردو پیش پر ایسی نفی ذات کے حوالے سے نظر ڈالتے ہیں زمانے کی سرد و گرم تلخ و شیریں سہتے اور لکھتے جاتے ہیں۔ شواہد اور حقائق کے پیش نظر ہوتے ہیں تو وراء اور ماوراء مطمع نظر ہوئی ہے۔ اگر زیست میں عدم کے لئے کوشاں ہوتے ہیں تو حال میں ماضی کو تلاشتے ہیں۔

ذہین شاہ تاجی ایک ایسا سیاح منش ناظر ہے کہ جس کا دل لیلائے تاج کی امانت ہے تو ذہن نقد و نظر کی اور رگ ظرافت و ادب بھی وراثت میں چلتی آرہی ہے اور ادب تو گویا گھٹی میں پلایا گیا ہے۔

باباذہین شاہ تاجی اپنی فقر کے دعویٰ میں ایک ایسے دوررس صاحب بصیرت شخصیت ہیں کہ وہ اپنی ذات کے ناطے سے بیرون ودروں میں ایک لطیف اور نظر افروز امتزاج پیدا کرتے ہیں۔ یاروں میں ایک بہترین دوست ،شاعروں میں ایک ادبی پائے کے فی البدیہہ شاعر، فلسفہ میں ابن عربی ثانی، نقد و نظر میں قدامہ بن جعفر۔

کچھ مجاذیب اور فقراء اپنی دھن میں مست ہوتے ہیں مگر ذہین کی ادبی روح یا رگ ظرافت اس کو کسی بھی Current afairیاIssue پر تڑپا دیتی تھی۔ اور وہ لکھنے سے نہیں رکتے تھے۔ چاہے وہ سیاست ہو، چاہے وہ معاصرانہ ادبی مکاتبت ہو، چاہے اعتراضات کا جواب ہو۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ذہین کے شعور میں غیر معمولی لچک ہے کسی بھی ادیب کا ایک مخصوص نظریہ ہوتا ہے اس پر حالات وواقعات بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔

باباذہین شاہ تاجی نے مجاہدہ بھی بہت کیا مگر ان کے دل کو یوسفی نظر نے اک آن میں تڑپایا اور وہ بھی ایسے آزاد منش تھے کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔

ے تندی بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے (اقبال)

سوذہین کی اس قدر متنوع شخصیت دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ خانقاہ میں بیٹھا فقیر جہاں بے راہ انسانوں کو راہ دکھا رہا ہو۔ وہیں وہ مشاعرے میں فی البدیہہ شعر کہہ رہاہے اور دواوین پر دواوین ایک نہیں تین (اردو، ہندی، فارسی) زبانوں میں لکھ رہاہے۔ وہیں اس کی نظر سیاست پر بھی ہے اور معاصرین کے اعتراضات پر بھی (جن کا جواب دینا) اس لئے فرض سمجھتاہے کہ کہیں پر کوئی علمی نقطہ اس سے بھی مضبوط ذہن میں ہے تو اس کے اظہار سے رہ نہ جائے۔

مگر بقول اقبال :

؎ آئینہ نو سے ڈرنا طرزِ کہن پر اڑنا　　منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

باباصاحب شاید اقبال کے صحیح شاہین ہیں کہ اقبال نئی دنیائیں دریافت کرنے پر زور دیتے تھے اور جمود و انقباض کو مردود قرار دیتے تھے۔

ڈاکٹر عبد الشکور حسن نے اقبال کے نظریۂ بقاء پکار کو لکھتے ہوئے ان کے ایک خط درج کیا ہے جو وہ ڈاکٹر نکلسن کو لکھتے ہیں۔

"میرے نزدیک بقا انسان کی بلند ترین آرزو اور ایسی متاع گرانمایہ ہے جس کے حصول پر انسان قوتیں مرکوز کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں عمل کی تمام صور واشکال مختلفہ کو جن میں تصادم وبیکار بھی شامل ہے ضروری سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک ان سے انسان کو زیادہ استحکام واستقلال حاصل ہوتا ہے چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر میں نے سکوت وجمود اور اس نوع کے تصوف کو جس کا دائرہ کار محض قیاس آرائیوں تک محدود ہو مردود قرار دیا ہے" (1)

باباصاحب کا مسلکانہ علمی مناقشہ فرقہ وارانہ آتش کو بڑھانا نہیں بلکہ اپنے مسلک کی تائید و حفاظت تھی۔ جس نے ان کو مزید مضبوط کیا۔ ذہین شاہ تاجی کی شخصیت کے پہلو اس قدر متنوع ہیں کہ سمجھ نہیں آتا کہ وہ اتنے سارے روپ کو کماحقہٗ کس خوبی سے کس طرح ادا کرپاتے ہوں گے۔

اہل خانہ کے ساتھ ساتھ خانقاہ کی اور مریدین حق کی رہنمائی، شعر و ادب، ادبی شخصیات، سلوک و معرفت وغیرہ، یہاں مقصود ان کی تصنیفات کا ایک جائزہ ہے۔

تنقید کے حوالے سے علی طنطاوی لکھتے ہیں۔

النقد: الادباء هم الذين ينتجون هذه الآثار ، وينسجونها من خيالاتهم وافكارهم اما النقاد فهم الذين يزنون هذه الآثار ، ويقومونها والنقد هو عرض هذه الآثار على الميزان الذي يتخذه الناقد لنفسه والمبدأ الذي يصدر عنه في احكامه ـ ـ ـ ـ ولعلي لا اكون مغاليا اذا قلت إن النقد هو الموازنة بين اسلوبين ذاتين ليس إلّا۔(2)

"نقد: ادباء وہ لوگ ہیں جو ان آثار کے نتائج بر آمد کرتے ہیں اور اپنے خیالات اور افکار کو بنتے ہیں۔ اور نقاد وہ لوگ ہیں جو کہ ان آثار کو ماپتے (جانچتے) اور درست کرتے ہیں۔"

اور نقد ان آثار کو ماپنے (جانچنے) کا آلہ ہے کہ جس کو ناقد اپنے لیئے اختیار کرتا ہے۔ اور مبدأ وہ ہے کہ جس سے وہ اپنے احکام نکالتا ہے۔۔۔۔ اور شاید کہ میں مبالغہ نہ کروں یہ کہتے ہوئے کہ:

بلاشبہ نقد دو اسلوبوں کے درمیان صرف موازنہ کا نام ہے اور کچھ نہیں۔

تنقید کا اصل مبدأ عربی شعر و نثر سے ہوا اور تنقید کے لفظی معنی مولانا وحید الزماں لکھتے ہیں۔ نقد الشئ ۔۔۔ نُقداً، پرکھنا، کسی چیز پر مار کر کھرا کھوٹا جاننا۔ النثر او شعر (نثر و نظم پر تنقید کرنا۔(3)

لسان العرب میں علامہ ابن منظور لکھتے ہیں النسیئۃ و النقد النقاد

نقد: النقد: خلاف النسيئه و الفصل التنقاد: تميز الدراهم و اخراج الزيف منها۔ (نقد ادھار کی ضد ہے اور نقد نقاد کے معنی ہیں دراہم کا جانچنا اور اس میں سے کھوٹا الگ کرنا) (425) ۔۔۔ وفي حديث ابي الدرداء ان نقدت الناس نقدوك وان تركتهم تركوك ، معنى نقدتهم اى عبتهم واعتبتهم (4)

اور حدیث ابی الدرداء میں اگر تم لوگوں پر تنقید کروگے تو وہ تم پر بھی تنقید کریں گے اور اگر ان کو چھوڑ دو گے تو وہ تمھیں بھی چھوڑ دیں گے۔ (یہاں نقد کے معنی تم ان کے عیب نکالو یا غیبت کرو۔۔۔) چنانچہ کہا جاتا ہے

نقد الدراهم وانتقدها کا مطلب ہے۔ کہ اس نے دراہم کے کھرے اور کھوٹے کو جانچا۔

نقد الشعر(انتقد الشعر علی قائلہ) "فلاں شخص نے شعر میں سے عیب نکالے۔ اور شاعر پر اعتراض کیا"
تنقید پر عربی میں کئی کتب ہیں۔ مثلاً قدامہ بن جعفر کی نقد الشعر ، عبد السلام جمحی کی الشعر والشعراء

"ادب پارے کا تجزیہ، یعنی اس کے مختلف اجزاء کو مطالعہ کے بعد، کسی اصول عقلی کے تحت نئی ترتیب سے پیش کرنا۔" (5)

چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کسی ادب پارے کا تجزیہ کرنا تنقید کہلاتا ہے۔

جہاں تک تنقید کو اگر ہم اخلاق کے حوالے سے دیکھیں تو کسی بھی ادبی پارے پر تنقید کرتے ہوئے اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہیے۔ ایسی تنقید نہ ہو کہ جس سے کسی کی دل آزاری ہو یا پھر اس کے عقیدے و مسلک کو سامنے رکھ کر اس کے ادبی پارے پر اعتراض کیا گیا ہو۔ چنانچہ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں۔
"مغرب کی تنقید میں ادب کا مقصد شروع ہی سے اہم رہا ہے۔ افلاطون وارسطو سے لے کر ہوریس، سڈنی، اور میتھیو آرنلڈ تک سب نقاد ادب کے مقصد کو اخلاقی اثر سے وابستہ کرتے رہے ہیں۔(6)

باباذہین شاہ تاجی کے مضامین کی خصوصیات:۔

اردو، عربی و مغربی ادبی تنقید کے مطالعے کے بعد اگر ہم بابا صاحب کے نثر کو بنظر غائر دیکھیں تو باباصاحب نے گویا اپنی عبقریت اور خداداد صلاحیتوں پر مہر ثبت کر لی ہے کہ واقعی وہ اعلیٰ صلاحیتوں کے ماہر تھے۔

آپ نے اقتصادیات ، سیاسیات، معاشیات، عقائد ، ایمانیات ، تنقید، اخلاقیات، سیرت ، تفسیر، حدیث، فضائل ، تصوف، فضائل و خصائص اہل بیت ، تاریخ (خلافت)، اولیاء کرام اور ارکان اسلام پر لکھنے کے ساتھ ساتھ سلسلہ تاجیہ پر بھی لکھا ہے اور اپنے مرشد، بابا یوسف شاہ تاجی پر بھی لکھا ہے اور روحانی اور نسبی دادا سلطان التارکین پر بھی نثر نگاری کی ۔ سفر نامہ بھی آپ کا موضوع رہا ہے۔ نیز آپ کی مشہور کتب کتاب الطواسین، کلمۃ الحق، تشریحات، تنبیہات وترجمہ فصوص الحکم، تشریحات فتوحاتِ مکیہ، تذکرہ تاج الاولیاء، ماہنامہ تاج پر بھی موجود ہیں۔

آپ نے ادب، عبادات، فلسفۂ شہادت، فتن (فتنہ قادیانی) ، مثنوی مولانا روم کو بھی اپنا موضوع بنایا ہے۔

نثری خصوصیات:۔

☆ بابا صاحب کو علم تفسیر پر مکمل عبور حاصل تھا اور آپ نے ماہنامہ تاج میں مختلف سورتوں کی تفاسیر لکھیں اور اس علم کو اپنا موضوع بنایا جو آپ کے علم و حکمت پر دال ہے۔

☆ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

ترکت فیکم الامرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ و رسولہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رکھوں گے۔(وہ ہے) اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول کا سنت (حدیث) (7)

چنانچہ فقہ اسلامی کے (Sources) مصادر ہونے کے ناطے دوسرا اہم مصدر حدیث ہے۔ جو یقیناً حُبِ رسول ﷺ کے تقاضے کے تحت آپ کا موضوع رہنا چاہیئے۔

چنانچہ آپ نے تفہیم الحدیث کے عنوان سے اور سیرت کے عنوان پر بھی طبع آزمائی کی۔

علم تنقید (Criticism) بھی آپ کا موضوع رہا۔

علاوہ ازیں علمی مناقشات پر آپ کی کتب اور تبصرہ کے کالم بھی موجود ہیں۔ جو گاہے بگاہے آپ اداریہ یا کسی کالم میں تسجیل فرمایا کرتے

اگرچہ سکندر کی سیاست ارسطو کے ذہن کی مرہون منت تھی اور ہندی بادشاہ کے لئے کوتلیہ چانکیہ نے (ارتھ شاستر / شاستر و) لکھی۔ مگر اسلامی سیاست کی بنیاد و آئین الہامی و قرآنی تھے۔ قرون اولیٰ سے اب تک ہر ایک اسلامی ریاست نے انہیں قوانین کو مد نظر رکھا ہے اور جتنے بھی اعلیٰ مصنفین ہیں ان کا قلم علم سیاست سے غافل نہیں رہا چاہے وہ بو علی سینا کی کتب ہو یا فارابی و غزالی کی۔ بر صغیر پاک و ہند کی آزادی اور اس سے قبل کے حالات کے عینی شاہد ہونے کی وجہ سے ذہین شاہ تاجی نے سیاست کو بے نقاب دیکھ لیا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے آئے

دن نت نئے داؤ پیچوں سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔ سیاست پر ان کی مکمل نظر تھی اور بدلتے حالات آپ کے پیش نظر تھے۔ تو باباذہین شاہ تاجی کے مقالات پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ عالمی تبدیلیوں اور گلوبلائزیشن کا حملہ آپ محسوس کر رہے تھے اور آپ کے صرف سیاسیات پر جو کالم (نثر) اور جو نظمیں ہیں ان کو جمع کر لیا جائے تو قانون کی الگ اعلیٰ کتاب ترتیب دی جا سکتی ہے۔

مثلاً (۱) موضوعات و عنوانات کے مطالعہ سے ہی "مشت نمونہ خرارے" کے تحت باباصاحب کا سیاسی اور قانونی روپ ابھر کر سامنے آتا ہے جو خانقاہی فقیر کے روپ سے بالکل الگ ہے۔

مثلاً ملاحظہ کریں۔ اشارات مدغمہ صفحہ نمبر 1: تنظیم اُمت کا بنیادی قانون، تنظیم صدقات (زکوٰۃ)، جمہوریت حکومت کے رہنما اصول، سرمایہ اور اضافیت شوریٰ کی اہمیت۔ صدر مملکت کا اعلان اور ہماری ذمہ داری وغیرہ یہ تمام مضامین اسلامی آئین کے تحت شائع ہو چکے ہیں۔

اسلام کا اشتراکی نظام یقیناً اس کا تحقیقی مطالعہ ہے کیونکہ اسلام اور اشتراکی نظام ایک ایسا چونکا دینے والا موضوع ہے کہ جو قانون کے طالب علم کے لئے باعث تحقیق ہے۔

☆ اخلاقیاتِ سالکین تاجیہ اور مریدین اسلام کے لئے ان کے اخلاقیات پر مشتمل مضامین ایک رہنما ہیں جس میں شیخ و سالک اور سالک اور تعلق مع اللہ و مع الرسول کی اچھی خاصی تفصیل ہے۔

☆ فلسفہ میں ان کا اہم موضوع ابن عربی رہے ہیں جو کہ واقعی ایک حیران کن معجزہ ہے۔ ہم بلاشبہ انہیں ابن عربی ثانی کہہ سکتے ہیں بلکہ مولانا رومی نے جس طرح مولانا الٰہی بخش کے لئے "نورجان" کی پیشن گوئی کی تھی۔ اس شعر میں

ے ہست باقی شرح این لیکن دروں　　　بستہ شد دیگر نمی آید بروں

باقی ایں گفتہ آید بے زباں　　　دردل آنکس کہ دار نورِ جان (8)

اسی طرح ابن عربی کے نور جان مولانا محمد طاسین المعروف ذہین شاہ تاجی ہیں۔

☆ تصوف میں آپ نے انتہائی نازک کام منصور حلاج کی کتاب الطواسین کی شرح کر کے کیا اور چونکہ آپ تصوف کے ہی فرد تھے چنانچہ آپ نے مولانا رومی سمیت تمام اعلیٰ متصوفین سلسلۂ عالیہ تاجیہ کے مرشدین اور اپنے دادا سلطان التارکین حمید الدین ناگوری پر بھی لکھا ہے جس کو دیئے گئے اشارات میں سرسری ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

☆ عبادات میں سے ارکان اسلام آپ کا موضوع رہا ہے اور حقوق العباد پر بھی آپ نے سیر حاصل بحث کی ہے۔

☆ ذہین شاہ تاجی نے علم الکلام پر بھی لکھا ہے جس سے اچھے اچھوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ جو منطق (Logic) پر منطبق ہوتا ہے جو کہ علیحدہ اور مستقل موضوع ہے۔

☆ آپ نے Current afairs پر بھی لکھا۔ اس زمانے میں موجود فتن پر بھی جیسا کہ قادیانی فتنہ، تحریف قرآن وغیرہ کے فتن اور اس وقت کا المیہ سلطنت مغلیہ کا خاتمہ تھا۔ سو بہادر شاہ ظفر بھی آپ کا موضوع رہا۔

☆ معاشیات بھی آپ کا اہم موضوع رہا ہے۔

☆ اولیاء و سالکین پر بھی آپ نے قصائد لکھے ۔(9)

☆ ادبیات بھی آپ کا موضوع رہیں اور چونکہ آپ ایک اعلیٰ پائے کے ادیب شاعر اور مصنف تھے۔ چنانچہ آپ نے سفر نامہ لکھنے کے ساتھ ساتھ ان موضوعات کو زیر قلم لانے کا شرف بخشا۔

سن تغزل رومی نطشے اور اقبال۔(10) (جو یقیناً تحقیق کے میدان میں ایک اعلیٰ مقالہ ہے۔) ریڈیو کے ساتھ چند لمحے، علاوہ ازیں ترجمہ بھی آپ کا موضوع رہا ہے۔ آپ نے فارسی و عربی سے تراجم کیے جو کہ زریں سرمایۂ اُمت اسلامی ہے۔

☆ غرض کہ نثر میں آپ کے صرف عنوانات اور موضوعات کے سرسری مطالعے سے ہی آپ کی عبقریت علمی کا، اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے گوناگوں موضوعات پر کام کر کے گویا اپنی عبقریت پر مہر علمی ثبت کر دی ہے۔

اشعار کی خصوصیات:۔

شعر کہنا بابا ذہین کا موروثی ملکہ تھا جو والدِ محترم سے عطا ہوا مگر ذہین صاحب نے اپنے گرد و پیش میں موجود مناظر، افراد عقائد فتن کی جس طرح سے منظر نگاری کی ہے وہ ان کی بداہیت اور صنائع و بدائع پر دلالت کرتی ہے۔

آپ نہایت اعلیٰ پائے کے شاعر تھے اور اس پر ہم مستقلاً علیحدہ سے باب ترتیب دے چکے ہیں کہ آپ کے کتنے اور کون کون سے دیوان تھے۔ ادب و بلاغت میں آپ کی شاعری کا کیا مقام ہے اور آپ کے موضوعات کون کون سے تھے دیئے گئے اشاریہ سے بخوبی اس کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

تحقیق کے معنی ہیں حقیقت کو پانا اور محقق اسے کہتے ہیں جو حقیقت کو پائے۔(11)

طلب، جستجو اور تفحص تحقیق کے اسباب ہیں ہندی کی مثل ہے۔ "جتنا ہی چھانا اتنا ہی کرکرا" اور یہ خوبی بہت کم لوگوں کو حاصل ہے۔ ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے ایک بابا ذہین شاہ تاجی بھی ہیں۔ وہ کوئی حاطب اللیل نہیں تھے کہ بس نقل کر دیا۔ انہوں نے جو پایا اسے سمجھا اور جو سمجھا اسے پرکھا، پرکھنے اور جانچنے کے بعد نذرِ قرطاس کر دیا۔

بابا ذہین شاہ تاجی کے شعری مجموعوں پر اعتراض کرنے والوں کے لیے تو خود ان کا یہ قول کافی ہے کہ انہیں خلق سے واہ واہ مقصود نہ تھی۔(12) سو انہوں نے جس کے لیے لکھا اس کے نام جو تھا موسوم کر دیا۔ مگر اس کے لیے غالب کے بہترین وکیل ڈاکٹر شوکت سبزواری کا مقالہ غالب فکر و فن کا مطالعہ ازبس ضروری ہو گا اور جس میں انہوں نے "بحور" اوزان اور "قوافی" کے مختلف مسالک بتائے ہیں نیز قوافی کے حروف لکھنے کے ساتھ ساتھ وہ عربی و فارسی دلیل لاتے ہیں کہ غزل یا قصیدے میں ایک ہی قافیہ کا دہرایا جانا بھی عیب ہے۔(13)

فلاسفر (ارسطو وغیرہ) کے نزدیک اظہار خیال "بحور" کا پابند نہیں ہے اور آج کل آزاد نظمیں وغیرہ بھی اردو شاعری کا اہم حصہ بن گئی ہیں تو میرے خیال میں اب اعتراض کا جواز ہی نہ رہا۔ ذہین شاہ تاجی ایک متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ علمی اور دینی عبقریت کے حامل شخصیت تھے۔ بلکہ اگر ان کے مضامین کی صحیح (Presentation) پیش کی ہوتی تو وہ بلاشبہ ایک محقق اور نقاد کی حیثیت سے بھی اُبھرتے ان کا یہ روپ عام لوگوں سے مخفی ہے اور اس سلسلے میں انتہائی اہم ضرورت ہے کہ عامۃ الناس اور پڑھے لکھے طبقے پر ان کے اس روپ کو آشکار کیا جائے۔ ان کے مضامین کی فہرست ساتھ ہی مرتب ہے جو ماہنامہ تاج میں تسلسل کے ساتھ شائع ہوئی۔ سرِدست وہ مضامین جو ذہین شاہ تاجی نے لکھے اُن کی فہرست / اشاریہ نثراً و نظماً اسی باب میں شامل ہیں جس سے اہل علم بخوبی استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جبکہ مقالہ کے اخیر میں 1956ء تا1978ء تک ماہنامہ تاج کا مکمل اشاریہ (Indexing) بھی شامل ہے۔

بابا ذہین شاہ تاجی کے ماہنامہ تاج میں شائع ہونے والے مضامین

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1	آخرت کی زندگی	19	6	جون	1974	20
2	آداب حاضری	25	6-5	مئی / جون	1980	294
3	آیات متشابہات	7	9	ستمبر	1962	19
4	آیات جمال	3	7	جولائی	1958	23
5	ابلیس کا انتقام	2	7	جولائی	1957	35
6	ابلیس کا انتقام	19	9	ستمبر	1974	46
7	اچھی بدعت	8	8	اگست	1963	46
8	احادیث قدسیہ	6	1	جنوری	1961	14
9	احادیث قدسیہ	21	3	مارچ	1976	55
10	احسان کی جیتی جاگتی تصویر	1	9---8	اکتوبر نومبر	1956	9
11	احسان کی جیتی جاگتی تصویر	19	8	اگست	1974	8
12	احسان کی جیتی جاگتی تصویر	21	3	مارچ	1976	25
13	اخلاص	8	6	جون	1963	32
14	ادارہ	1	9---8	اکتوبر نومبر	1956	1
15	اداریہ	2	5	مئی	1957	4
16	اداریہ	3	7	جولائی	1958	4
17	اداریہ	5	8	اگست	1960	4
18	اداریہ	6	2	فروری	1961	4
19	اداریہ	7	12	دسمبر	1962	7
20	اداریہ	9	4	اپریل	1964	4
21	اداریہ	9	11	نومبر	1964	5
22	اداریہ	10	5	مئی	1965	13
23	اداریہ	10	9	ستمبر	1965	7
24	اداریہ	10	12	دسمبر	1965	2
25	اداریہ	11	10	اکتوبر	1966	5

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
26	اداریہ	11	2-1	جنوری / فروری	1966	2
27	اداریہ	13	11	نومبر	1968	5
28	اداریہ	14	5	مئی	1969	4
29	اداریہ	14	12	دسمبر	1969	4
30	اداریہ	14	11-10	اکتوبر / نومبر	1969	7
31	اداریہ	15	6	جون	1970	2
32	اداریہ	15	11	نومبر	1970	2
33	اداریہ	15	12	دسمبر	1970	2
34	اداریہ	15	8-7	جولائی / اگست	1970	3
35	اداریہ	16	6	جون	1971	3
36	اداریہ	16	7	جولائی	1971	5
37	اداریہ	17	3	مارچ	1972	5
38	اداریہ	17	5	مئی	1972	7
39	اداریہ	18	5	مئی	1973	1
40	اداریہ	18	10	اکتوبر	1973	5
41	اداریہ	19	3	مارچ	1974	2
42	اداریہ	19	6	جون	1974	5
43	اداریہ	19	10	اکتوبر	1974	4
44	اداریہ	19	12	دسمبر	1974	3
45	اداریہ	20	3	مارچ	1975	1
46	اداریہ	20	10	اکتوبر	1975	2
47	اداریہ	-	محمود نمبر		-	8
48	اداریہ (داناد شمن)	4	11	نومبر	1959	5
49	ارواح خبیثہ کے تصرفات	4	10	اکتوبر	1959	42
50	ارواح خبیثہ کے تصرفات	20	11	نومبر	1975	21
51	استعاذہ	7	7	جولائی	1962	23
52	استعانت	19	6	جون	1974	11

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
53	استفسارات (سوال وجواب)	7	9	ستمبر	1962	63
54	استفسارات (سوال وجواب)	7	11	نومبر	1962	63
55	استفسارات (سوال وجواب)	7	12	دسمبر	1962	62
56	استفسارات (سوال وجواب)	8	1	جنوری	1963	61
57	استفسارات (سوال وجواب)	8	2	فروری	1963	65
58	استفسارات (سوال وجواب)	10	1	جنوری	1965	24
59	استفسارات (سوال وجواب)	2	5	مئی	1957	40
60	استفسارات (سوال وجواب)	8	8	اگست	1963	57
61	اسرار حروف	4	12	دسمبر	1959	8
62	اسرار حروف	11	9	ستمبر	1966	47
63	اسرار حروف	19	9	ستمبر	1974	39
64	اسلام کا اشتراکی نظام	25	2-1	جنوری / فروری	1980	49
65	اسلام کا اشتراکی نظام	3	9--8	اگست ستمبر	1958	109
66	اسلام کا اشتراکی نظام	12	7	جولائی	1967	29
67	اسلامی آئین کی شرط	15	2-1	جنوری / فروری	1970	35
68	اسلامی جمہوریت کے بنیادی اصول	2	3	مارچ	1957	10
69	اسلامی دولت مشترکہ	8	12	دسمبر / جنوری	1963/64	17
70	اسلامی سربراہ کانفرنس	20	10	اکتوبر	1975	9
71	اسلامی غیرت	18	7-6	جون / جولائی	1973	33
72	اسلامی قوانین	15	2-1	جنوری / فروری	1970	22
73	اسلامی نظام	18	5	مئی	1973	17
74	اسماے الٰہیہ کا انکار (بجواب فاران)	3	5--4	اپریل	1958	152
75	اشارات	4	8-9	اگست ستمبر	1959	1
76	اشارات	21	2-1	جنوری / فروری	1976	37
77	اعتبارات	7	9	ستمبر	1962	39
78	اعشاریہ	12	9	ستمبر	1967	20
79	افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	8	7	جولائی	1963	42

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
80	اقبال	7	8	اگست	1962	37
81	الاحسان	8	4	اپریل	1963	43
82	الاحسان	8	7	جولائی	1963	30
83	الاحسان	14	12	دسمبر	1969	7
84	التفسیر	6	1	جنوری	1961	6
85	التفسیر	21	3	مارچ	1976	34
86	الزکوٰۃ	20	2-1	جنوری / فروری	1975	50
87	الف	9	9	ستمبر	1964	17
88	اللہ کی نعمت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	11
89	اللہ کی نعمت	19	8	اگست	1974	23
90	اللہ کی نعمت	21	3	مارچ	1976	19
91	اللہ کی نعمت	22	3	مارچ	1977	42
92	الہام القاء کشف وجدان	8	9	ستمبر	1963	25
93	امامت	7	10	اکتوبر	1962	45
94	امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	16	1	جنوری	1971	19
95	امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	18	8	اگست	1973	79
96	امت مسلمہ سے (اداریہ)	7	7	جولائی	1962	6
97	امیر خسروؒ	16	5	مئی	1971	49
98	انسان	5	2	فروری	1960	11
99	انسان	5	3	مارچ	1960	13
100	انسان	5	4	اپریل	1960	11
101	انسان	5	6	جون	1960	13
102	انسان	19	9	ستمبر	1974	49
103	انسان	19	10	اکتوبر	1974	43
104	انسان	20	4	اپریل	1975	33
105	انسان	20	7	جولائی	1975	11
106	انسان	20	2-1	جنوری / فروری	1975	30

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
107	انسان کی کامیابی وناکامی کا صحیح تصور	8	10	اکتوبر	1963	18
108	اولیاء اللہ اور اعداء اللہ	1	7	ستمبر	1956	22
109	اولیاء اللہ اور اعداء اللہ	21	5	مئی	1976	3
110	ایصال ثواب	4	5	مئی	1959	6
111	ایک خطبہ	11	8	اگست	1966	10
112	ایک شعر اور اسکا مفہوم	11	10	اکتوبر	1966	18
113	باب الاستفسار	25	6-5	مئی / جون	1980	291
114	بابا فرید گنج شکرؒ	13	7	جولائی	1968	15
115	بابا یوسف شاہ تاجیؒ	13	2	فروری	1968	5
116	باباصاحب کے نواسے	15	5	مئی	1970	33
117	بانسری کی کہانی	13	8	اگست	1968	17
118	برزخ	4	8-9	اگست ستمبر	1959	138
119	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	20	11	نومبر	1975	15
120	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی فضیلت	19	3	مارچ	1974	15
121	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی فضیلت	24	6-5	مئی / جون	1979	6
122	بنیادی حقوق	15	2-1	جنوری / فروری	1970	14
123	بنیادی حقوق	15	2-1	جنوری / فروری	1970	125
124	بہادر شاہ ظفر	18	11	نومبر	1973	33
125	پھر تبصرہ پر تبصرہ	1	7	ستمبر	1956	49
126	پیش لفظ	15	2-1	جنوری / فروری	1970	7
127	تاج اولیاء	7	5	مئی	1962	23
128	تاج اولیاء	5	8	اگست	1960	15
129	تاج اولیاء	5	9	ستمبر	1960	21
130	تاج اولیاء	5	10	اکتوبر	1960	23
131	تاج اولیاء	5	11	نومبر	1960	17
132	تاج اولیاء	6	1	جنوری	1961	30
133	تاج اولیاء	6	2	فروری	1961	19

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
134	تاج اولیاء	7	6	جون	1962	41
135	تبرکات	2	8	اگست	1957	6
136	تبرکات	2	9	ستمبر	1957	6
137	تبرکات	3	4۔5	اپریل	1958	107
138	تبصرہ	7	6	جون	1962	45
139	تبصرہ	7	9	ستمبر	1962	59
140	تبصرہ	7	12	دسمبر	1962	65
141	تبصرہ	8	2	فروری	1963	60
142	تبصرہ	8	4	اپریل	1963	65
143	تبصرہ	8	5	مئی	1963	65
144	تحریف القرآن	1	7	ستمبر	1956	42
145	تحریف القرآن	2	1	جنوری	1957	9
146	تزکیہ	8	5	مئی	1963	27
147	تزکیہ	19	11	نومبر	1974	8
148	تزکیہ	21	8	اگست	1976	3
149	تصوف	15	3	مارچ	1970	12
150	تصوف	15	6	جون	1970	5
151	تصوف کے مختلف نظریئے	15	9	ستمبر	1970	7
152	تصوف کے نظریئے	15	7۔8	جولائی / اگست	1970	18
153	تطہیر	7	9	ستمبر	1962	23
154	تعلیم (اسلامی آءین)	15	1۔2	جنوری / فروری	1970	203
155	تعلیمات	20	5۔6	مئی / جون	1975	13
156	تفہیم الحدیث	4	6	جون	1959	14
157	تلخ تجربے	8	6	جون	1963	41
158	تنظیم امت کا بنیادی قانون (اسلامی آئین)	15	1۔2	جنوری / فروری	1970	79
159	تنظیم صدقات (اسلامی آءین)	15	1۔2	جنوری / فروری	1970	178
160	تنقید و تبصرہ	5	9	ستمبر	1960	52

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
161	توحید	2	6	جون	1957	15
162	توحید	7	12	دسمبر	1962	22
163	توحید	10	7-8	جولائی / اگست	1965	9
164	توحید	16	1	جنوری	1971	6
165	توحید	18	8	اگست	1973	24
166	توحید	21	6	جون	1976	27
167	توحید	22	10	اکتوبر	1977	3
168	توحید	23	5-4	اپریل / مئی	1978	3
169	توحید	13	1	جنوری	1968	7
170	توحید و شرک	24	4-3	مارچ / اپریل	1979	20
171	توحید و شرک	19	6	جون	1974	15
172	توحید و شرک	19	8	اگست	1974	17
173	جان پہچان	8	3	مارچ	1963	50
174	جبر و اختیار	7	11	نومبر	1962	45
175	جبر و اختیار	7	12	دسمبر	1962	37
176	جذب سلوک	20	6-5	مئی / جون	1975	28
177	جذب و سکر	4	8-9	اگست ستمبر	1959	135
178	جلوۂ معکوس	19	6	جون	1974	7
179	جماعیہ حیئت	18	5	مئی	1973	6
180	جمال ہم نشین	1	2	اپریل	1956	35
181	جمال ہم نشین	1	4	جون	1956	41
182	جمال ہم نشین (تذکرہ بابا تاج الدین ناگپوری)	1	3	مئی	1956	27
183	جمہوریت (اسلامی آئین)	15	2-1	جنوری / فروری	1970	95
184	جمہوریت اسلام	2	9	ستمبر	1957	32
185	جوابات فاران (مراسلات)	1	6	اگست	1956	80
186	جوابات مراسلات	1	4	جون	1956	54
187	جہل مرکب (بجواب فاران)	3	5--4	اپریل	1958	155

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
188	چراغ مصطفوی بجواب فاران	2	8	اگست	1957	53
189	چھوٹا مونھ بڑی بات (بجواب فاران)	3	5-4	اپریل	1958	147
190	حالات وواقعات	4	8-9	اگست ستمبر	1959	89
191	حج کے چند حقائق	19	3	مارچ	1974	56
192	حجاب در حجاب	4	10	اکتوبر	1959	10
193	حجاب در حجاب	19	10	اکتوبر	1974	49
194	حدیث نبوی	8	8	اگست	1963	48
195	حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	25	2-1	جنوری / فروری	1980	38
196	حسین امام عاشقان	10	5	مئی	1965	17
197	حسین امام عاشقان	25	9-7	جولائی تا ستمبر	1980	59
198	حسین علیہ السلام کی عبادت	21	2-1	جنوری / فروری	1976	27
199	حسینیت اور یزیدیت	25	9-7	جولائی تا ستمبر	1980	71
200	حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی	11	5	مئی	1966	15
201	حضرت فراقی	7	7	جولائی	1962	15
202	حضرت باباغوث محمد یوسف شاہ تاجی رح	16	3	مارچ	1971	45
203	حضرت باباغوث محمد یوسف شاہ تاجیؒ	19	12	دسمبر	1974	23
204	حضرت باباغوث محمد یوسف شاہ تاجیؒ	20	12	دسمبر	1975	3
205	حضرت بابا محمد یوسف شاہ تاجی	1	5	جولائی	1956	4
206	حضرت حسین اور ایثار	11	5	مئی	1966	12
207	حضرت حسین اور ایثار	21	2-1	جنوری / فروری	1976	15
208	حضرت خواجہ غریب نوازؒ	13	6	جون	1968	10
209	حضرت شاہ محمد دیدار فراقیؒ	18	12	دسمبر	1973	4
210	حضرت شیخ ابوالحسن ہجویریؒ	19	4	اپریل	1974	4
211	حضرت علی کے ارشادات	2	6	جون	1957	33
212	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت	17	7	جولائی	1972	9
213	حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فضیلت	8	9	ستمبر	1963	33
214	حق (صلی اللہ علیہ وسلم)	1	8--9	اکتوبر نومبر	1956	73

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
215	حق صلی اللہ علیہ وسلم	9	6-7	جون / جولائی	1964	9
216	حق و باطل	1	10	دسمبر	1956	25
217	حق و باطل	2	1	جنوری	1957	20
218	حق و باطل (بجواب فاران)	2	2	فروری	1957	33
219	حق و باطل (بجواب فاران)	2	3	مارچ	1957	44
220	حقیقت صوم	17	7	جولائی	1972	23
221	حقیقت صوم	20	9	ستمبر	1975	3
222	حقیقت محمدی ص	8	5	مئی	1963	51
223	حقیقت محمدی ص	8	10	اکتوبر	1963	9
224	حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	18	2	فروری	1973	27
225	حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	19	5	مئی	1974	3
226	حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	19	6	جون	1974	49
227	حکمت علیہ فص اسماعیلیہ	17	8	اگست	1972	17
228	حکومت کے رہنما اصول (اسلامی آئین)	15	2-1	جنوری / فروری	1970	15
229	حمد	8	8	اگست	1963	9
230	حمد	8	9	ستمبر	1963	9
231	حیات	5	6	جون	1960	7
232	حیات طیبہ	4	8-9	اگست ستمبر	1959	172
233	حیات طیبہ	14	5	مئی	1969	12
234	خارج النسب۔۔ داخل النسب	7	9	ستمبر	1962	67
235	خدا کا ساتھ	8	2	فروری	1963	11
236	خدا کی باتیں	6	2	فروری	1961	37
237	خدا کے دوست زندہ ہیں	9	3	مارچ	1964	31
238	خطبہ افتتاحیہ	11	10	اکتوبر	1966	11
239	خلافت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	140
240	خواجہ معین الدین چشتیؒ کے چند ارشادات	19	8	اگست	1974	5
241	خواجہ معین الدین چشتیؒ کے چند ارشادات	20	7	جولائی	1975	5

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
242	خواجہ معین الدین چشتی کے چند ارشادات	21	6	جون	1976	5
243	خواجہ معین الدین چشتی کے چند ارشادات	22	7	جولائی	1977	4
244	دام تزویر۔۔۔ قرآن دگراں	1	7	ستمبر	1956	48
245	دامان نظر (تبصرہ)	14	7	جولائی	1969	29
246	دنیا	5	10	اکتوبر	1960	37
247	دنیا	19	10	اکتوبر	1974	51
248	دوخدا	19	6	جون	1974	8
249	دین فطرت	8	11	نومبر	1963	9
250	ذوق وشوق	14	7	جولائی	1969	33
251	ذوق وشوق	24	9۔10	ستمبر / اکتوبر	1979	6
252	راجیہ یوگ	15	5	مئی	1970	30
253	رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم	19	7	جولائی	1974	5
254	رسالہ غوث الاعظمؒ الہامات	20	5۔6	مئی / جون	1975	133
255	رسم اور حقیقت	1	7	ستمبر	1956	35
256	رسم اور حقیقت	21	7	جولائی	1976	3
257	رسول اکرم ص بحثیت باپ	9	9	ستمبر	1964	7
258	رمضان	8	2	فروری	1963	54
259	رمضان	9	2	فروری	1964	17
260	رمضان	17	7	جولائی	1972	17
261	روحانی امداد (بجواب فاران)	3	4۔۔5	اپریل	1958	163
262	روزہ	2	4	اپریل	1957	10
263	روزہ کسے کہتے ہیں	17	7	جولائی	1972	25
264	روزہ کسے کہتے ہیں	19	9	ستمبر	1974	3
265	روزہ کسے کہتے ہیں	21	9	ستمبر	1976	17
266	رومی، نطشے، اقبال	16	12	دسمبر	1971	34
267	ریڈیو کے ساتھ چند لمحے	9	10	اکتوبر	1964	11
268	زکوٰۃ	17	11	نومبر	1972	8

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
269	زمین کا نظام سرمایہ داری	3	1	جنوری	1958	31
270	زیارت قبور	18	12	دسمبر	1973	65
271	سجدہ	19	6	جون	1974	18
272	سرکار بابا یوسف شاہ تاجیؒ	25	9_7	جولائی تا ستمبر	1980	7
273	سرکار یوسف شاہ تاجیؒ	21	12	دسمبر	1976	3
274	سرمایہ اور اضافیت (اسلامی آئین)	15	2_1	جنوری / فروری	1970	182
275	سرمایہ کی تعریف (اسلامی آئین)	15	2_1	جنوری / فروری	1970	187
276	سفر نامہ حجاز	7	12	دسمبر	1962	54
277	سفر نامہ ناگپور	8	5	مئی	1963	11
278	سفر نامہ حجاز	7	11	نومبر	1962	31
279	سفر نامہ حجاز	10	3	مارچ	1965	47
280	سفر نامہ حجاز	13	4_3	مارچ / اپریل	1968	47
281	سلسلۂ تاجیہ	25	6_5	مئی / جون	1980	302
282	سلسلہ تاجیہ	12	5	مئی	1967	30
283	سلطان التارکین	9	6_7	جون / جولاءی	1964	25
284	سماع	15	4	اپریل	1970	54
285	سماع	19	6	جون	1974	29
286	سن تغزل	2	4	اپریل	1957	9
287	سورہ اعراف	17	7	جولائی	1972	3
288	سورۃ الاعراف مکیہ	8	6	جون	1963	49
289	سید عبد القادر جیلانیؒ	12	7	جولائی	1967	24
290	سید عبد القادر جیلانیؒ	21	4	اپریل	1976	3
291	سید عبد القادر جیلانیؒ	22	4	اپریل	1977	3
292	سیر عروج	20	6_5	مئی / جون	1975	141
293	شب قدر	3	5__4	اپریل	1958	34
294	شب معراج	20	8	اگست	1975	13
295	شرح مثنوی مولانا روم	1	9___8	اکتوبر نومبر	1956	49

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
296	شرح مثنوی مولانا روم	2	4	اپریل	1957	33
297	شرح مثنوی مولانا روم	2	5	مئی	1957	38
298	شرح مثنوی مولانا روم	2	6	جون	1957	35
299	شرح مثنوی مولانا روم	2	10	اکتوبر	1957	43
300	شرح مثنوی مولانا روم	3	7	جولائی	1958	37
301	شرح مثنوی مولانا روم	3	10	اکتوبر	1958	9
302	شرح مثنوی مولانا روم	3	5--4	اپریل	1958	40
303	شرح مثنوی مولانا روم	4	1	جنوری	1959	51
304	شرح مثنوی مولانا روم	4	2	فروری	1959	5
305	شرک وبدعت	7	10	اکتوبر	1962	61
306	شرک وبدعت	8	3	مارچ	1963	11
307	شوریٰ کی اہمیت (اسلامی آئین)	15	2-1	جنوری / فروری	1970	104
308	شھداء کربلا	24	12-11	نومبر / دسمبر	1979	11
309	شہداء کربلا	20	2-1	جنوری / فروری	1975	5
310	شہنشاہ ہفت اقلیم	4	8-9	اگست ستمبر	1959	129
311	شہید	18	2	فروری	1973	18
312	شہید	21	2-1	جنوری / فروری	1976	6
313	شہید کربلا	18	2	فروری	1973	8
314	شہید کربلا	18	2	فروری	1973	25
315	شہید کربلا	19	2-1	جنوری / فروری	1974	9
316	صدر مملکت کا اعلان اور ہماری ذمہ داریاں (اسلامی آئین)	15	2-1	جنوری / فروری	1970	206
317	صدر مملکت کا اعلان اور ہماری ذمہ داریاں	14	7	جولائی	1969	9
318	صدقِ ایشان بر جمادی می تند	20	6-5	مئی / جون	1975	26
319	صورت مثالی	10	1	جنوری	1965	16
320	صوفیوں کے ذوق (ڈاکٹر مصطفی حلمی)	5	4	اپریل	1960	19
321	صوم	3	5--4	اپریل	1958	31

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
322	صوم	10	12	دسمبر	1965	10
323	صوم	21	9	ستمبر	1976	3
324	طاسین السراج	19	5	مئی	1974	18
325	طریق محمدی	7	12	دسمبر	1962	18
326	عارف رومی سے ملاقات	7	6	جون	1962	6
327	عارف رومی سے ملاقات	8	8	اگست	1963	31
328	عالم صغیر	5	11	نومبر	1960	31
329	عالم صغیر	19	11	نومبر	1974	6
330	عبادت	12	4	اپریل	1967	15
331	عبادت واستعانت	7	12	دسمبر	1962	30
332	عدم نسخ قرآن	7	7	جولائی	1962	19
333	عرس	1	6	اگست	1956	21
334	عرس تاج اولیاء	8	8	اگست	1963	64
335	عرس مبارک کی جھلکیاں	17	7	جولائی	1972	61
336	عصمت کتاب وسنت	7	8	اگست	1962	11
337	عقل اور عشق	8	2	فروری	1963	28
338	عقل اور عشق	8	3	مارچ	1963	45
339	عقیدہ آخرت	8	9	ستمبر	1963	17
340	علم تحقیق	19	10	اکتوبر	1974	65
341	علم کلی	8	7	جولائی	1963	54
342	علم کلی	18	1	جنوری	1973	31
343	علم کلی	18	8	اگست	1973	55
344	علم وتحقیق	15	9	ستمبر	1970	59
345	عید	19	10	اکتوبر	1974	7
346	عید قرباں	20	12	دسمبر	1975	35
347	عید مبارک	20	10	اکتوبر	1975	3
348	عید قرباں	11	4-3	مارچ/اپریل	1966	10

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
349	غالب اور تصوف	19	11	نومبر	1974	37
350	غوث الاعظمؒ	19	6	جون	1974	61
351	غوث الاعظمؒ	20	6-5	مئی / جون	1975	17
352	غوث الاعظمؒ	25	4-3	مارچ / اپریل	1980	5
353	غوث محمد یوسف شاہ تاجیؒ	20	12	دسمبر	1975	13
354	غیر اللہ کیا ہے؟	2	4	اپریل	1957	11
355	فتوحات مکیہ	2	1	جنوری	1957	25
356	فتوحات مکیہ	2	2	فروری	1957	15
357	فتوحات مکیہ	2	3	مارچ	1957	15
358	فتوحات مکیہ	2	4	اپریل	1957	22
359	فتوحات مکیہ	2	5	مئی	1957	7
360	فتوحات مکیہ	2	6	جون	1957	7
361	فتوحات مکیہ	2	7	جولائی	1957	7
362	فتوحات مکیہ	2	8	اگست	1957	13
363	فتوحات مکیہ	2	9	ستمبر	1957	9
364	فتوحات مکیہ	2	10	اکتوبر	1957	7
365	فتوحات مکیہ	3	1	جنوری	1958	7
366	فتوحات مکیہ	3	6	جون	1958	11
367	فتوحات مکیہ	3	10	اکتوبر	1958	13
368	فتوحات مکیہ	3	5-4	اپریل	1958	66
369	فتوحات مکیہ	4	1	جنوری	1959	6
370	فتوحات مکیہ	4	2	فروری	1959	11
371	فتوحات مکیہ	4	3	مارچ	1959	11
372	فتوحات مکیہ	4	6	جون	1959	51
373	فتوحات مکیہ	4	7	جولائی	1959	43
374	فتوحات مکیہ	4	10	اکتوبر	1959	16
375	فتوحات مکیہ	4	11	نومبر	1959	10

S.No	مضمون/مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
376	فتوحات مکیہ	5	1	جنوری	1960	33
377	فتوحات مکیہ	5	2	فروری	1960	9
378	فتوحات مکیہ	5	3	مارچ	1960	8
379	فتوحات مکیہ	5	4	اپریل	1960	44
380	فتوحات مکیہ	5	6	جون	1960	43
381	فتوحات مکیہ	5	7	جولائی	1960	7
382	فتوحات مکیہ	5	9	ستمبر	1960	33
383	فتوحات مکیہ	6	1	جنوری	1961	46
384	فتوحات مکیہ	8	1	جنوری	1963	51
385	فتوحات مکیہ	1	1	مارچ	1956	4
386	فتوحات مکیہ	1	2	اپریل	1956	13
387	فتوحات مکیہ	1	3	مئی	1956	7
388	فتوحات مکیہ	1	4	جون	1956	7
389	فتوحات مکیہ	1	5	جولائی	1956	10
390	فتوحات مکیہ	1	6	اگست	1956	43
391	فتوحات مکیہ	1	7	ستمبر	1956	11
392	فتوحات مکیہ	1	10	دسمبر	1956	33
393	فتوحات مکیہ	1	8---9	اکتوبر/نومبر	1956	93
394	فتوحات مکیہ	11	5	مئی	1966	29
395	فتوحات مکیہ	11	7	جولائی	1966	57
396	فتوحات مکیہ	11	8	اگست	1966	37
397	فتوحات مکیہ	11	9	ستمبر	1966	12
398	فتوحات مکیہ	12	2-1	جنوری/فروری	1967	31
399	فتوحات مکیہ	14	12	دسمبر	1969	17
400	فتوحات مکیہ	15	12	دسمبر	1970	7
401	فتوحات مکیہ	15	8-7	جولائی/اگست	1970	49
402	فتوحات مکیہ کا تعارف	1	2	اپریل	1956	9

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
403	فریادرس	25	4-3	مارچ/اپریل	1980	7
404	فریادرس	20	6-5	مئی/جون	1975	19
405	فص حکمت نوریہ فی کلمۃ یوسفیہ	17	11	نومبر	1972	17
406	فص نوحیہ	17	1	جنوری	1972	17
407	فصوص الحکم	16	7	جولائی	1971	60
408	فصوص الحکم	16	8	اگست	1971	4
409	فصوص الحکم	16	12	دسمبر	1971	12
410	فصوص الحکم	16	11-10	اکتوبر/نومبر	1971	17
411	فصوص الحکم	17	3	مارچ	1972	17
412	فصوص الحکم	17	5	مئی	1972	14
413	فصوص الحکم	17	6	جون	1972	5
414	فصوص الحکم	17	10-9	ستمبر/اکتوبر	1972	53
415	فصوص الحکم	18	1	جنوری	1973	17
416	فصوص الحکم	18	2	فروری	1973	49
417	فصوص الحکم	18	3	مارچ	1973	77
418	فصوص الحکم	18	8	اگست	1973	63
419	فصوص الحکم	18	10	اکتوبر	1973	7
420	فصوص الحکم	18	11	نومبر	1973	17
421	فصوص الحکم	18	12	دسمبر	1973	69
422	فصوص الحکم	18	7-6	جون / جولائی	1973	29
423	فصوص الحکم	19	4	اپریل	1974	49
424	فصوص الحکم	19	5	مئی	1974	9
425	فصوص الحکم	19	7	جولائی	1974	18
426	فصوص الحکم	19	8	اگست	1974	49
427	فصوص الحکم	19	9	ستمبر	1974	25
428	فصوص الحکم	19	10	اکتوبر	1974	27
429	فصوص الحکم	19	11	نومبر	1974	33

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
430	فصوص الحکم	19	12	دسمبر	1974	43
431	فصوص الحکم	19	2-1	جنوری / فروری	1974	34
432	فصوص الحکم	20	3	مارچ	1975	33
433	فصوص الحکم	20	4	اپریل	1975	38
434	فصوص الحکم	20	7	جولائی	1975	17
435	فصوص الحکم	20	9	ستمبر	1975	33
436	فصوص الحکم	22	12-11	نومبر / دسمبر	1977	7
437	فطرت	4	1	جنوری	1959	41
438	فطرت انسانی	15	9	ستمبر	1970	72
439	فقہ جدید	3	6	جون	1958	51
440	فقیر سے شہزادے کے سوالات (ترجمہ)	1	3	مئی	1956	21
441	فلسفۂ شہادت	21	2-1	جنوری / فروری	1976	19
442	فلسفۂ شہادت	24	12-11	نومبر / دسمبر	1979	4
443	فلسفہ شہادت	9	5	مئی	1964	20
444	فلسفہ شہادت	9	10	اکتوبر	1964	14
445	فوق کن	20	4	اپریل	1975	8
446	فیضان رومی	7	7	جولائی	1962	35
447	قادنیوں نے جو حکم اپنے نفسوں پر----	19	9	ستمبر	1974	2a
448	قیام پاکستان کے بعد (اسلامی آءین)	15	2-1	جنوری / فروری	1970	9
449	قرآن اور وحدت الوجود	8	9	ستمبر	1963	40
450	قرآن اور وحدت الوجود	8	10	اکتوبر	1963	26
451	قرارداد مقاصد (اسلامی آءین)	15	2-1	جنوری / فروری	1970	13
452	کتاب الطاسین	19	7	جولائی	1974	25
453	کتاب الطاسین	19	8	اگست	1974	33
454	کتاب الطاسین	19	9	ستمبر	1974	33
455	کتاب الطاسین	19	12	دسمبر	1974	49
456	کتاب الطاسین	20	4	اپریل	1975	42

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
457	کتاب الطاسین	20	9	ستمبر	1975	37
458	کتاب الطاسین	20	11	نومبر	1975	33
459	کتاب الطواسین	19	3	مارچ	1974	27
460	کتاب الطواسین	19	10	اکتوبر	1974	18
461	کتاب الطواسین	19	11	نومبر	1974	25
462	کتاب الطواسین	20	3	مارچ	1975	49
463	کتاب الطواسین	20	7	جولائی	1975	53
464	کتاب الطواسین	20	8	اگست	1975	27
465	کتاب الطواسین	20	2-1	جنوری / فروری	1975	44
466	کتاب وسنت کا قانون	20	9	ستمبر	1975	49
467	کتاب وسنت کا قانون	22	8	اگست	1977	3
468	کلمۃ الحق	1	7	ستمبر	1956	6
469	کلمۃ الحق	1	1	مارچ	1956	3
470	کلمۃ الحق	1	2	اپریل	1956	5
471	کلمۃ الحق	1	3	مئی	1956	13
472	کلمۃ الحق	1	4	جون	1956	19
473	کلمۃ الحق	19	9	ستمبر	1974	17
474	کلمۃ الحق	19	10	اکتوبر	1974	33
475	کلمۃ الحق	19	11	نومبر	1974	17
476	کلمۃ الحق	19	12	دسمبر	1974	33
477	کلمۃ الحق	20	3	مارچ	1975	58
478	کلمۃ الحق	20	4	اپریل	1975	17
479	کلمۃ الحق	20	7	جولائی	1975	35
480	کلمۃ الحق	20	8	اگست	1975	17
481	کلمۃ الحق	20	9	ستمبر	1975	17
482	کلمۃ الحق	20	11	نومبر	1975	23
483	کلمۃ الحق	20	12	دسمبر	1975	41

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
484	کلمۃ الحق	20	2-1	جنوری / فروری	1975	37
485	کلمۃ الحق	21	4	اپریل	1976	33
486	کیا میں اندر آسکتا ہوں	3	10	اکتوبر	1958	17
487	گاہے گاہے باز خواں	18	8	اگست	1973	5
488	لطائف اشرفی کا ترجمہ	17	3	مارچ	1972	101
489	ماہیت اور خودی کی تشکیل	16	12	دسمبر	1971	17
490	ماہیت خود آگہی اور خودی کی تشکیل	9	3	مارچ	1964	9
491	مثنوی مولانا روم	1	10	دسمبر	1956	42
492	مثنوی مولانا روم	4	7	جولائی	1959	37
493	محب اور محبوب	20	6-5	مئی / جون	1975	23
494	محبت	20	6-5	مئی / جون	1975	21
495	محبوب یادگار	4	6	جون	1959	31
496	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	6	2	فروری	1961	48
497	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	19	8	اگست	1974	12
498	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	24	4-3	مارچ / اپریل	1979	10
499	مدد مانگا	19	6	جون	1974	14
500	مدینے سے کربلا تک	16	5	مئی	1971	6
501	مرنے کے بعد (افسانہ)	4	12	دسمبر	1959	35
502	مسئلہ وجود باری الہامی ہے	17	3	مارچ	1972	97
503	مس ءلہ قربانی	9	8	اگست	1964	30
504	مشہور مذاہب پر تنقید	15	8-7	جولائی / اگست	1970	8
505	معارف الحدیث	7	11	نومبر	1962	11
506	معاشی اور اخلاقی نظام (اسلامی آءین)	15	2-1	جنوری / فروری	1970	134
507	معاشی اور اخلاقی نظام (اسلامی آءین)	18	5	مئی	1973	21
508	معاشی مساوات (اسلامی آءین)	15	2-1	جنوری / فروری	1970	144
509	معجزات بابرکات	19	6	جون	1974	46
510	معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	19	9	ستمبر	1974	5

S.No	مضمون / مقالہ	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
511	معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	20	8	اگست	1975	3
512	معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	22	9	ستمبر	1977	9
513	مقالات احسانی اور اطلاقی تصوف	16	12	دسمبر	1971	41
514	مقام شبیری	11	5	مئی	1966	7
515	مقام شبیری	21	2-1	جنوری / فروری	1976	9
516	مقام محمدی	3	10	اکتوبر	1958	27
517	مکان اعتکاف	5	10	اکتوبر	1960	31
518	مکان اعتکاف	19	10	اکتوبر	1974	15
519	مکتوب حضرت جوش وجواب مکتوب	18	10	اکتوبر	1973	61
520	منزلیں	4	10	اکتوبر	1959	28
521	مولانا روم سے استفادہ (مثنوی)	10	7-8	جولائی / اگست	1965	27
522	مولانا روم سے استفادہ	7	9	ستمبر	1962	55
523	مولانا روم سے استفادہ	7	10	اکتوبر	1962	43
524	مولانا روم سے ملاقات	9	6-7	جون / جولائی	1964	17
525	مولانا روم سے ملاقات	17	8	اگست	1972	7
526	میناے غزل پر ایک نظر	17	3	مارچ	1972	131
527	نبی دائم و قائم	1	8--9	اکتوبر نومبر	1956	47
528	نبی دائم و قائم	21	3	مارچ	1976	17
529	نتائج	1	7	ستمبر	1956	63
530	ندا	19	6	جون	1974	10
531	نقد و نظر	18	2	فروری	1973	62
532	نقد و نظر	18	10	اکتوبر	1973	19
533	نقد و نظر	18	11	نومبر	1973	56
534	نقد و نظر	19	2-1	جنوری / فروری	1974	65
535	نقد و نظر	24	8-7	جولائی / اگست	1979	21
536	نقد و نظر (تبصرہ)	4	6	جون	1959	6
537	نماز عید	9	4	اپریل	1964	6

صفحہ	سال	مہینہ	شمارہ	جلد	مضمون / مقالہ	S.No
13	1974	اکتوبر	10	19	نماز عید	538
3	1976	مارچ	3	21	نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم	539
15	1958	جنوری	1	3	نیت	540
33	1959	مئی	5	4	نیت	541
37	1962	مئی	5	7	وضو	542
33	1959	اکتوبر	10	4	واردات	543
13	1974	ستمبر	9	19	واردات	544
6	1967	جنوری / فروری	2-1	12	وحدت ادیان	545
35	1973	اگست	8	18	وحدت امت	546
8	1964	نومبر	11	9	وسیلہ	547
159	1958	اپریل	5--4	3	وسیلہ (بجواب فاران)	548
3	1976	اکتوبر	10	21	وضو	549
44	1963	اکتوبر	10	8	ولایت	550
19	1975	نومبر	11	20	ولایت نبوت سے افضل ہے	551
19	1966	اکتوبر	10	11	وہ علوم جو باب العلم سے اہل سلوک کو ملے	552
3	1971	ستمبر	9	16	ڈاکٹر محمد محمود احمد بحیثیت درویش	553
10	1975	اپریل	4	20	ہدیہ نعت	554
51	1970	جنوری / فروری	2-1	15	ہیئت اجتماعیہ (اسلامی آئین)	555
55	1975	ستمبر	9	20	ہیئت اجتماعیہ	556

ترجمہ تنبیہات و تشریحاتِ فصوص الحکم

فصوص الحکم عالم تصوف و روحانیت میں جو مقام رکھتی ہے وہ مقام کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہو سکا یہ اس فن پر واحد کتاب ہے جس کا ترجمہ دنیا کی تمام مشہور زبانوں میں کیا جا چکا ہے اور بعض زبانوں میں اس کے ایک سے زائد تراجم بھی کیے گئے۔ جس سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ فصوص الحکم ان کی زندگی کے آخری بیس سالوں کی یادگار ہے۔ (14)

فصوص الحکم کا مختلف زبانوں میں صرف ترجمہ ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس کی شروحات اور اس پر حواشی بھی تحریر کئے گئے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فصوص الحکم کے نکات علمیہ اور قیمتی مباحث ہر دور میں اہل تصوف کی تحقیق و توجہ کا مرکز و محور رہے ہیں۔

انہی زبانوں میں اردو بھی قابل ذکر ہے جس میں فصوص الحکم کے ایک سے زائد تراجم و تشریحات پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے ایک اہم ترین ترجمہ مشہور صوفی بزرگ ذہین شاہ تاجیؒ کا بھی ہے جو اپنے وقت کے مرجع تصوف کہلائے جاتے تھے۔

حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ نے فصوص الحکم کا جو ترجمہ کیا وہ سابقہ تراجم پر گوناگوں برتری کے ساتھ سامنے آیا کہ اس میں سابقہ تراجم کے خصائص کو سمو دیا گیا اور نقائص کو دور کر دیا گیا۔

ابتدائی معلومات:

نام کتاب : فصوص الحکم

تصنیف : شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ

ترجمہ تنبیہات و تشریحات : حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ

ناشر : ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی۔

طابع : ایجوکیشنل پریس، کراچی۔ (15)

باراول :ایک ہزار

سال طباعت 1976ء / 1396ھ

سال اشاعت 1981ء / 1401ھ

اس کتاب کے ترجمہ و حواشی و فوائد سے قبل حضرت فقیر انور شاہ ذہینی تاجی رحمتہ اللہ علیہ نے مختصر پیش لفظ لکھاوہ اس کتاب اور صاحب کتاب کے تعارف پر مشتمل ہے جو اختصار کے ساتھ جامعیت کے وصف سے بھی متصف ہے۔ جیسا کہ انہوں نے ابتداء" عبداللہ بن سعد الیافعی کے قول سے کی جس میں انہوں نے شہاب الدین سہر وردی اور ابن عربی رحمتہ اللہ علیہما کی ملاقات کاذکر کیااور ان دونوں کی ایک دوسرے کے بارے میں آراء بیان کیں تو شہاب الدین سہر وردی کی رائے یہ تھی کہ "ابن عربی حقائق کے عرفان کا بحر بیکراں ہے۔" حضرت باباذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ نے ابن عربی کے بارے میں اسی رائے کو سامنے رکھتے ہوئے اس علمی خدمت کو سرانجام دیا۔" (16)

حضرت باباذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ نے تعارف میں علمی انداز کو اختیار کیا یعنی آغاز مدح سے کیا۔ اس کے بعد مخالفین کی آراء کاذکر خلاصۃً کیا کہ تاریخ اسلام میں شیخ عربی کا شماران لوگوں میں ہوتا ہے۔ جن کی مخالفت اور موافقت جاری وساری ہے اور آج بھی بغیر انقطاع یہ جاری ہے۔

لیکن مخالفت و موافقت سے قطع نظر ایک بات جس میں کوئی شک نہیں وہ یہ کہ ابن عربی کی تحریر بہت مشکل اور ناقابل فہم تعبیر پر مشتمل ہے جسے سمجھنا ہر کس وناکس کی بات نہیں ابن عربی کی تحریر و تعبیر کی تشریح وتوضیح ایسادشوار کام ہے کہ صرف وہی فرد یہ کام کر سکتا ہے جسے تصوف کے مالہٗ وماعلیہ پر کماحقہ دسترس حاصل ہو۔ جیسا کہ مشہور مستشرق آراے نکلسن نے ابن عربی کی تحریر کے بارے میں لکھا جس کا حوالہ تعارف نگار نے دیا۔"ابن عربی کی تحریر بے حد دشوار ژولیدہ اور ناقابل فہم ہے انہوں نے جو کچھ الہیات پر لکھا اسے سمجھنا آسان نہیں ہے سچ تو یہ ہے کہ اسے کماحقہ بیان کرنا تو کجا اس کا خلاصہ بھی پیش کرنا مشکل ہے اور یہ کام اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب کوئی مستشرق ان کی تصانیف کو بڑے غور و خوض سے پڑھے، پوری تندہی اور یکسوئی مزاج کے ساتھ اس پر کام کرے۔"(17)

اردو میں فصوص الحکم کے مشہور تراجم میں سے:۔

۱۔چودھری عبدالغفور ۲۔مولوی سید مبارک علی ۳۔عبدالقدیر صدیقی

قابل ذکر ہیں لیکن ان تراجم وشروحات میں قاری کے لئے ایسی کیفیات موجود نہیں جس کی وجہ سے اسے اس کتاب میں دل چسپی محسوس ہو۔اس حوالے سے ذہین شاہ تاجی کا ترجمہ وحواشی نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے کہ قاری کو اتنی مشکل تحریر کے دقیق علمی نکات اردو زبان میں اس طرح بیان کیے۔ جس میں سلاست بھی موجود ہے اور قاری کے لئے دل چسپی بھی موجود ہے اور فہم والی کیفیات بھی موجود ہیں۔اس حوالے سے تفصیلی تجزیہ درج ذیل ہے۔

خصائص ترجمہ فصوص الحکم:

۱۔ موقع و محل کے اعتبار سے صنف کا انتخاب:

ترجمہ فصوص الحکم میں سب سے واضح خوبی جو نظر آتی ہے کہ حضرت باباذہین شاہ تاجی نے ترجمہ کرنے کے لئے اس کی کسی خاص صنف کو منتخب نہیں کیا بلکہ جس مقام پر جس نہج وطریقہ کی ضرورت محسوس کی اسے استعمال کیا یعنی اگر لفظی ترجمہ سے بات آسان ہے تو لفظی ترجمہ کو استعمال کیا ہے اور اگر سلیس رواں دواں ترجمہ جو مفہوم سے قربت پیدا کر رہا ہو تو اسے اختیار کر لیا گیا۔اس سے مترجم کی مہارتِ علمیہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ مترجم کو نہ صرف علومِ تصوف پر عبور حاصل تھا بلکہ عربی زبان کے بھی شناور تھے اور علومِ عربیہ پر بھی کماحقہ دسترس حاصل تھی۔

۲۔ اصطلاحات کی وضاحت کے لئے لفظی ترجمہ:

ترجمہ کے دوران زیادہ تر لفظی ترجمہ وہاں استعمال کیا گیا جہاں اصطلاحات کو استعمال کیا گیا ہے تاکہ یہ اصطلاحات واضح طور پر سمجھ میں آجائیں اور سالکِ سبیلِ معرفت ان اصطلاحات کو اپنے لئے حرزِ جان بنالے اور بوقت ضرورت اسے استعمال بھی کرتا رہے۔

۳۔ مقدمے میں تنبیہات کا بیان:

کتاب کے مقدمہ میں صاحب ترجمہ نے صفحہ نمبر 24 تا 27 تک بعض نصائح بیان کی ہیں جو فصوص الحکم کے

قاری کے لئے بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں جنہیں ہم اس کتاب کے مطالعہ کے حوالے سے آداب بھی کہہ سکتے ہیں اور ان آداب کو ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ نے "تنبیہات" کا نام دیا ہے۔ ان تنبیہات میں ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ نے کچھ اساسی اور بنیادی امور کی وضاحت کی ہے جو اس کتاب کے اصول شمار کیے جاسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اصطلاح "وجود ذاتی"، "ممکنات"، وجود بمعنی مابہ الموجودیت عین حق ہے، "اسمائے الٰہیہ"، صفاتِ عین ذات ہیں، علم حق قدیم ہے، اعیان ثابتہ ایک اعتبار سے معلومات حق ہیں دوسرے اعتبار سے یہی حقائق اسمائے الٰہیہ ہیں، اعیان ثابتہ اور حقائق ممکنہ پر اسمائے الٰہیہ تجلی کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ ان اصولوں کی وضاحت کے بعد کتاب کے مباحث کا سمجھنا از حد آسان ہو جاتا ہے۔

۴۔ عربی متن کا بیان:

اس ترجمہ میں ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں عربی متن بھی بیان کیا گیا ہے اور وہ بھی عربی خط میں جس سے کتاب کے ظاہری محاسن اور حسن نمایاں ہو گیا ہے۔

۵۔ فص کے ساتھ خلاصے کا بیان:

اس ترجمہ میں ایک خاص اور اہم نکتہ یہ ہے کہ کتاب کے اصل متن کو بیان کرنے کے بعد ذہین شاہ تاجی نے پہلے اس "فص" کا خلاصہ بیان کیا جس سے اس فص کے سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

۶۔ ابنِ عربی پر اعتراضات کے بادلیل جوابات:

کتاب کے اصل متن اور ترجمہ کے درمیان ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ نے صرف مذکورہ "فص" کا خلاصہ و حواشی ہی تحریر نہیں کیے بلکہ مختلف ادوار میں ابن عربی پر علمی اعتراضات کے جوابات بھی جستہ جستہ ذکر کئے ہیں۔

شیخؒ جگہ جگہ حق اور خلق، عبد اور رب، مقید اور مطلق، حادث اور قدیم کے نام استعمال کرتے ہیں۔ اس سے موہوم ہوتا ہے کہ وہ وجود میں دوئی یا اثنینیت کے قائل ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ ان کے مذہب میں

دوئی کی گنجائش نہیں ہے اور جہاں کہیں ان کے کلام میں اثنینیت یا دوئی مفہوم یا موہوم ہوتی ہو اس کی تعبیر اعتباری اثنینیت یا دوئی سے کرنی چاہیئے کیونکہ ان کے مذہب میں حقیقتِ واحدہ کے سوائے کوئی چیز بھی موجود نہیں۔ (18)

۷۔ اشعار کا سلیس و عام فہم ترجمہ:

ابن عربی نے کتاب میں جابجا عربی اشعار کا بکثرت استعمال کیا ہے جس سے کتاب کے حسن میں اضافہ ہو گیا ہے اور مترجم ذہین شاہ تاجی نے ان اشعار کو انتہائی خوبصورت آسان فہم انداز میں اس کے ترجمہ کو بیان کر دیا جیسا کہ درج ذیل اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔

فمن اللہ فاسمعوا	پس اللہ ہی سے سنو اور اللہ ہی کی طرف دل کو رجوع کرو۔
والی اللہ فارجعوا	
فاذا ما سمعتم ما	اور جب تم نے سن لیا جس کو میں لایا ہوں
أتیت بہ فعُوا	تو اسے ذہن نشین کرو۔
ثم بالفہم فضلّوا	پھر مجمل باتوں کو عقل و دانش سے منفصل اور جمع کرو۔
مجمل القول واجمعوا	
ثم منوا بہ علی	پھر اس کے طالبوں کو اس کا ممنون کرو۔
طالبیہ لاتمنحوا	اور نہ روکو اور اس رحمت کو جسے میں نے تم پر وسیع کیا ہے۔(20)
ھذہ الرحمہ التی	ترجمہ از بابا ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ
اسعتکم فوشعوا (19)	

اس ترجمہ سے ایک امر بآسانی ظاہر ہو رہا ہے کہ ترجمانی کے لئے تعبیر اور انشاء میں لفظوں کا استعمال بر موقع اور بر محل کیا گیا ہے۔

۸۔ غیر منطقی اور غیر علمی اسلوب سے اجتناب:

ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک اہم امر جس پر بطور خاص توجہ دی وہ یہ کہ اس کتاب کے ترجمے اور

تشریحات میں غیر منطقی یا غیر علمی اسلوب نہیں اپنایا بلکہ کتاب میں جس جگہ اعتراض کیا جاتا ہے اس کا باقاعدہ علمی جواب دیا گیا ہے اور اس میں بحث برائے بحث کا اسلوب استعمال نہیں کیا بلکہ تصوف کا خلاصہ نرم روی، حسن سلوک جیسی صفات کے مظاہر ان کی تحریر میں جابجا نظر آتے ہیں بالخصوص ایسے مقامات جہاں مخالفین کے اعتراضات کا مدلل جواب دے رہے ہوں۔

عیوب :

کتاب گونا گوں خصائص وصفات کی حامل ہے اور اس کے ترجمہ نے اس پر چار چاند لگا دیئے ہیں لیکن اس کے باوجود بعض مقامات پر کچھ ایسے امور سامنے آئے جس نے کتاب کے حسن کو مکمل طور پر اجاگر نہیں ہونے دیا جس کا مختصر ذکر درج ذیل ہے۔

ا۔ مترجم کے علمی تعارف کی عدم موجودگی:

ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ جو فصوص الحکم کے ترجمہ و حواشی نگار ہیں ان کا علمی تعارف اور علمی خدمات کا ذکر بالکل بھی نظر نہیں آیا جو غالباً اس لئے نہیں کیا گیا کہ عالم تصوف میں ادب واحترام، سالکین میں بنیادی شرط ہے اور شیخ اکبر کی کتاب میں اپنا تعارف کچھ مناسب نہ لگا لیکن چونکہ ان کی ایک تصویر دے دی گئی ہے تو تعارف میں بھی کوئی مضائقہ نہیں تھا۔

۲۔ عربی متن کا سائز:

عربی متن کے خط کا سائز بہت چھوٹا اور باریک ہے بعض مقامات پر پڑھنا از حد دشوار ہو گیا ہے جس کی وجہ سے غلطیوں کا امکان بڑھ جاتا ہے کہ سالک حق یا سالک معرفت اصل متن سے بھی مستفید ہوتا ہے۔

۳۔ متن، ترجمہ، تنبیہات و تشریحات کی ترتیب:

اس کتاب میں عربی متن کے بعد تنبیہات کا ذکر کیا گیا ہے پھر ترجمہ بیان کیا گیا ہے جبکہ عربی متن کے بعد

تشریحات کو نہیں بلکہ ترجمہ کی باری ہونی چاہئیے تھی۔ پھر تشریحات اور تنبیہات کا ذکر کیا جانا چاہیئے کیونکہ قاری کے لئے اصل متن اور اس کے ترجمہ کے مابین تعلق جوڑنے اور اصل متن کے سمجھنے میں دشواری پیدا ہوتی ہے بلکہ بسااوقات اصل متن کا سمجھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

۴۔ شرح و متن کا خلط ملط ہونا:

تنبیہات و تشریحات کے صفحات میں سب سے بڑا عیب جو نظر آیا وہ شرح کے دوران اصل متن اور شرح کے بعض مقامات پر اس طرح خلط ملط ہیں کہ ان کو الگ الگ کرنا مشکل ہے۔ جس سے اس کے فوائد کم ہو گئے ہیں ورنہ عرف عام میں شارحین جو اسلوب اور نہج استعمال کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اصل متن کو واضح کر کے تحریر کرتے ہیں پھر اس کی شرح کرتے ہیں یعنی دونوں کے خط میں فرق یا سائز میں فرق ہوتا ہے۔

۵۔ فصوص الحکم کے تعارف و پس منظر کی عدم موجودگی:

کتاب میں سابقہ عیوب کا تعلق طباعتی یا صفحہ کے مواد کی ترتیب سے تھا لیکن ایک امر کی کمی شدت سے محسوس ہوئی اور وہ یہ کہ کتاب کے شروع میں باقاعدہ کوئی ایسا مقدمہ نہیں تحریر کیا جس سے فصوص الحکم کا تاریخی پس منظر یا علمی تعارف پر روشنی پڑتی مقدمہ میں صرف ابن عربی کا تعارف اور وہ بھی مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ فصوص الحکم کی تالیف کا زمانہ، اس کا محرک اور اس کے مضامین کا تعارف نہ ہونے سے کتاب کی افادیت کم ہوئی۔

۶۔ ابواب کے مکمل تعارف و وجہِ تسمیہ کی عدم موجودگی:

شیخ ابن عربی نے فصوص الحکم کو ابواب میں تقسیم کیا اور ہر باب کو کسی نہ کسی نبی یا رسول علیہ السلام کے نام سے منسوب کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ ہر باب کا تعارف اور وجہ تسمیہ کا بیان ہونا چاہئیے تھا تاکہ قاری کے لئے آسان ہو جاتا کہ اس باب کا مضمون کیا ہے اور کن موضوعات پر بات کی گئی ہے لیکن ایسی کوئی کیفیت نظر نہیں آتی جزوی طور پر تشریحات کے ضمن میں اس امر کا تذکرہ ضرور کیا گیا ہے لیکن انتہائی اختصار کے ساتھ جس سے نہ تو باب کا مکمل تعارف اور پس منظر سامنے آتا ہے اور نہ ہی وجہ تسمیہ نظر آتی ہے۔

۷۔ آیت، حدیث، قول اور متن کے درمیان واضح امتیاز ہونا:

ترجمہ میں ایک کمی نظر آتی ہے کہ متن میں بعض مقامات پر آیات یا شعر ہیں لیکن ترجمہ میں انہیں الگ سے ظاہر نہیں کیا گیا جس سے ترجمہ میں ایسی کوئی کیفیت نظر آتی کہ یہ آیت ہے، حدیث ہے یا کوئی قول ہے یا شعر ہے۔

۸۔ مترجم کی تشریح کے دوران بلا وضاحت ذاتی رائے:

تشریحات کے دوران بعض مقامات پر معلوم ہوتا ہے کہ ذہین شاہ تاجی نے اپنی آراء بھی اس کی تشریح میں شامل کردی ہیں۔ جس کے لئے ضروری تھا کہ ذہین شاہ تاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ وضاحت کرتے کہ یہ میری رائے ہے اور اس کا تعلق شیخ اکبر کے فہم سے نہیں ہے۔

۹۔ ترجمہ و حواشی میں کمی:

ترجمہ و حواشی میں عمومی طور پر یہ کمی محسوس ہوتی ہے کہ سابقہ تراجم کا حوالہ یا ذکر نہیں ہوا کہ بالخصوص حواشی میں جو سابقہ کام ہوا ہے اس کے حوالے بھی ذکر کیے جاتے تو اس کے فوائد دوچند ہو جاتے۔

تجاویز:۔

۱۔ مؤلف کے تعارف کے ساتھ مترجم کا تعارف اور علمی خدمات کا ذکر کیا جائے۔
۲۔ شیخ اکبر کی دیگر تصنیفات کا ذکر و تعارف بھی کیا جائے۔
۳۔ فصوص الحکم کا علمی تعارف جو اس کے ابواب کی تقسیم اور ابواب کی وجہ تسمیہ پر مشتمل ہو۔
۴۔ ہر باب کے آغاز میں اس باب کا تعارف اور خلاصہ موضوعات تحریر کیے جائیں۔
۵۔ متن اور ترجمہ کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ دو کالم کی صورت میں رکھا جائے تاکہ قاری کو اندازہ ہو سکے کہ متن کے کس جملہ کا ترجمہ یا مفہوم کیا ہے۔
۶۔ حواشی کے باب میں اصل متن کو عام خط سے ممیز کیا جائے تاکہ جن ابہامات کو زائل کیا گیا ہے یہ واضح ہو سکے کہ ان کا تعلق کن کلمات سے ہے۔
۷۔ عربی متن کے خط کا سائز کچھ بڑا کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس کا متن اعراب کے ساتھ ہو تاکہ اس میں غلطی کے امکانات کم سے کم ہوں۔

ترجمہ و تشریحاتِ فتوحات مکیہ

تالیف : شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ

تشریح، ترجمہ : حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ

تمہید :

اصلاحِ نفس وطہارت اور تزکیہ، اسلام کی تعلیمات کا مقصودِ اولین وآخرین ہے۔ اسلامی تعلیمات کا انطباق انسان کے صرف ظاہر پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے داخل اور باطن کی صفائی اور اصلاح ہی حقیقی ہدف ہے کہ ظاہر باطن پر دلیل کی صورت میں سامنے آتا ہے اس لئے قبولیت اعمال میں اخلاص، جس کا تعلق حسن نیت سے ہے اور حسن نیت اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والا اخلاص ان دونوں کا تعلق قلب سے ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ قلب ہی سب کچھ ہے۔

واذا صلحت، صلحت جسد کله (الحدیث)

اولیاء کرام کی جہود کا محور قلب انسانی ہی تھا، ہے اور رہے گا کہ وہ مرکز تفکر و تدبر کی اہمیت سے غافل نہ تھے اس لئے ان لوگوں نے قلب کی اصلاح، طہارت، تزکیہ کا بیڑہ اٹھایا اور پھر اپنی زندگیاں اس ہدف اَصیل کے لئے صرف ہی نہیں کی بلکہ قربان بھی کر دیں۔

تاریخ کے وسیع و عریض اوراق ان کی جہود پر شاہد ہیں۔ جس کی ابتداء ابو الاولیاء سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے اور اس سنہری کڑی میں سیدنا حسن، سیدنا حسین، حسن بصری، رابعہ بصری، عبد القادر جیلانی وغیر ھم رحمہم اللہ کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں لیکن ان ناموں میں ایک نام اس اعتبار سے سب سے زیادہ اہم ہے کہ وہ فردِ وحید تھا جس کی جہود اور کاوشوں سے ایک دنیا ابھی بھی مستفید ہو رہی ہے۔ میری مراد شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ سے ہے۔ جن کی تالیفات فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کی صورت میں زندہ جاوید ہو چکی ہیں۔

تبصرہ:-

پیش لفظ کے بعد کتاب کے موضوعات کی مفصل فہرست ہے جو کہ گیارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ فہرست موضوعات خاصی دقت نظر کا نتیجہ ہے اس کے نتیجہ میں کتاب سے استفادہ مزید آسان ہو گیا ہے۔

تعارف :-

کتاب کا تعارف جو خود ذھین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر کیا۔ اس تعارف میں حضرت نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کا مکمل تعارف کروایا۔ جس میں آپ کے عقائد کا مکمل بیان شامل ہے اور آپ کی اپنے معاصرین سے تعلقات پر روشنی ڈالی گئی اور تعارف کا ایک اہم جزء مختلف علماء کے آپ کے بارے میں تاثرات کا بیان ہے جس کے ذریعے ان مغالطوں کی نفی ممکن ہو جاتی ہے۔ جس پر شیخ اکبر کی تنقیص کی جاتی ہے صرف اور صرف مخالفت برائے مخالفت۔

اور تعارف میں آپ کے شیخ مجدو سرھندی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ اختلافات کی حقیقت کو بھی بیان کیا گیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں زعماء کے مابین کوئی اختلاف نہ تھا اور اختلاف بذاتہ خود کوئی بری بات نہیں بلکہ مخالفت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اختلافِ آراء تو تفکر و تدبر کا نتیجہ ہوتا ہے جو کہ بذاتہ مستحسن امر ہے۔ خطبہ: خطبہ انتہائی بلیغ و فصیح تعبیر کے ساتھ موجود ہے جس میں اشیاء کی حقیقت کا انتہائی شافی بیان موجود ہے جیسا کہ شیخ نے خود بیان کیا۔ " اوجد اشیاء عن عدمروعدمہ " (21) کہ جب تک اللہ ارادہ نہ کرے اور نہ چاہے کوئی شئے ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ظہور اشیاء کا بھی ایک منظم اور مرتب ضابطہ ہے اور وہ مشیت الٰہی سے وابستہ ہے۔ خطبہ میں اصل متن کا ترجمہ اور تشریح بیان کی گئی۔ اشیاء کی حقیقت کے حوالے سے متن کی تشریح میں اللہ تعالی کے اسماء وصفات کا بھی مختصر تعارف بیان کیا گیا ہے۔ اسماء وصفات الٰہیہ کو تشبیہی اور تنزیہی دونوں کیفیات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ فصوص الحکم کی طرح فتوحات مکیہ بھی اصلاح باطن اور تزکیہ نفس انسانی کے لیے مرجع اکبر بن چکی ہے سالک سبیلِ معرفت کو اگر زاد راہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو وہ فتوحات مکیہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ فتوحات مکیہ اپنی تالیف کے زمانہ سے ہی علماء کی تحقیق کا مرکز بن گئی تھی اور اس کے مختلف زبانوں میں تراجم مثلاً فرانسیسی، اردو، انگریزی، اطالوی وغیرہ اور اس پر حواشی بھی مختلف زبانوں میں تحریر کیے گئے۔ ہمارے

سامنے اس وقت اردو کا ترجمہ جو کہ عالم تصوف کے بطل جلیل ذھین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ کی کاوشوں اور محبتوں کا نتیجہ ہے کہ محبت اولین قرینہ ہے کسی کو اپنا بنانے کے لئے اور کسی کا بننے کے لئے۔

ابتدائی معلومات

نام کتاب :فتوحات مکیہ (جلد اول)

تالیف : شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

ترجمہ و تشریح :حضرت باباذھین شاہ تاجی

تاریخ طباعت: 1996ء

تعداد: 500

تعداد صفحات: 375

طابع :ایجو کیشنل پریس کراچی

ناشر :ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی پاکستان، تاج المساجد سیکٹر B14-بفرزون کراچی

مختصر تعارف موئلف:

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی 17 رمضان 560 ھجری میں اندلس کے شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے(22) اور سلسلہ طریقت حضرت غوث اعظم عبد القادر جیلانی رحمتہ سے متصل ہوتا ہے(23) اور دوسرا سلسلہ طریقت حضرت حسن بصری ؒ سے متعلق ہے(24) اور مشہور زعماء تصوف سہروردی، عراقی، کرمانی، قونوی، جندی، ابن فارس آپ کے معاصرین میں سے تھے آپ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ اور 638 ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔(25)

ترجمہ فتوحات مکیہ :-

حقیقت میں فتوحات مکیہ کا ترجمہ کتابی شکل میں آنے سے پہلے مشہور مجلہ ماہنامہ "تاج" میں قسط وار شروع کیا گیا تھا۔ اس مجلہ کے بانی اور موسس آپ خود تھے۔ اور فتوحات مکیہ کے قسط وار اشاعت کا سلسلہ 1956ء سے

شروع ہوا (26) اور ایک طویل عرصے جاری رہا اور 1970ء کو اختتام پذیر ہوا۔

اور احباب کے اصرار پر کتاب کا جتنا ترجمہ ہو چکا تھا اس کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ گو کہ ذھین شاہ تاجیؒ مکمل فتوحات مکیہ کا ترجمہ وحواشی مرتب نہ کر سکے یا درمیان میں سے کچھ حصے مفقود تھے لیکن پھر بھی اس کی پہلی جلد جو ہمارے سامنے ہے اس میں شروع کے 8 ابواب کا ترجمہ وحواشی شامل ہے اور دوسری جلد بعد میں شائع ہو گی۔

اور اس مجموعہ کو شائع کرنے کی سعادت سجادہ نشین کا خانقاہ وعالیہ تاجیہ کراچی حضرت فقیر محمد عاطف شاہ انوری ذہینی تاجی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی۔

جیسا کہ یہ اہل علم پر معروف ہے کہ یہ کتاب دراصل ان ارشادات نبویہ پر مشتمل ہے جو قلب شیخ اکبر پر وارد ہوتے اور پھر تعمیل رسالت میں آپ نے انہیں قلم بند کر دیا ہے یہ ارشادات اسرار و معارف کا خزینہ اکبر ہیں۔ اس کتاب کی ابتداء میں مترجم و محشی کی ایک خوبصورت باجلال تصویر مزین کی ہے۔ اور پیش لفظ حضرت فقیر عاطف شاہ انوری ذھین تاجی جو کہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ تاجیہ کراچی نے لکھا ہے جس میں انہوں نے اختصار کے ساتھ فتوحات مکیہ کا پس منظر تحریر کیا اور اس کی موجودہ اشاعت کا احوال و تعارف لکھ دیا۔

محاسن:

کتاب فتوحات مکیہ کی موجودہ طباعت ظاھری طور پر گوناگوں محاسن سے مزین ہے جن کا تذکرہ درج ذیل ہے:

ا۔ اغلاط وخطاء سے پاک:

کتاب میں اغلاط اور اخطاء کا تقریباً نہ ہونا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر ثانی کس دقتِ نظری سے کی گئی ہے۔

۲۔ اشعار کی خط جلی میں تحریر:

کتاب میں جہاں اشعار نقل کیے گئے ہیں وہاں ان کو خط جلی میں لکھا گیا ہے جس سے صاحب ذوق لوگ اور قاری ان اشعار کی عربیت سے محظوظ ہو سکتے ہیں اور ان کا یاد کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

۳۔ آیت وحدیث مع عربی متن:

جہاں جہاں بطور استشہاد آیت یا حدیث کا استعمال کیا گیا ہے وہاں ان کا عربی متن بھی لکھ دیا گیا ہے جس سے قاری کے لئے یہ اور بھی آسان ہو گیا کہ فتوحات مکیہ کے مصادر و مراجع میں اولین ماٰخذ قرآن مجید اور فرامین رسالت ﷺ ہیں یہ اپنی طرف سے کی گئی باتیں نہیں ہیں۔

۴۔ کتاب کاتب کا علمی شاہکار:

کتاب کاتب کے قلم کی خوبصورتی کا شاہکار ہے جس میں اس کی محنت سامنے آتی ہے کہ ظاہری حسن بھی موجود ہے۔

۵۔ مشکل مقامات کی انتہائی عام فہم وضاحت:

فتوحات مکیہ کی زبان خاصی دقیق اور مشکل ہے اور اس کا ترجمہ کرنا خاصا دشوار امر ہے لیکن شاہ ذہین تاجی رحمۃ اللہ نے زبردست تعبیر کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے، مشکل مقامات کو بھی نہایت آسان تعبیر کے ذریعے واضح کیا کہ قاری بآسانی اس کو سمجھ سکتا ہے۔

نقائص وعیوب

ا۔ غیر واضح مقامات:

کتاب گو کہ ظاہری حسن کے زیور سے آراستہ ہے لیکن پھر بھی بعض کلمات کا پڑھا جانا از حد دشوار ہے بالخصوص ایسے مقامات جو عربی متن کی صورت میں دیے گئے ہیں یعنی غیر واضح ہیں۔

۲۔ شیخ اکبر کی علمی زندگی کے تذاکر غیر موجود:

کتاب کے شروع میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے ترجمہ میں ان کے اساتذہ اور تلامذہ کی تفصیلات عنقاء ہے ان کی علمی زندگی کے تذاکر غیر موجود ہیں۔

۳۔ فتوحاتِ مکیہ پر علماء کی رائے کی عدم موجودگی:

فتوحات مکیہ پر ترجمہ کے مقدمہ میں فتوحات مکیہ پر علماء کے اقوال اور اس کے دیگر تراجم یا حواشی بھی غیر موجود ہیں جس سے قاری کو اس کتاب کی اہمیت کا مکمل اندازہ نہیں ہو پاتا۔

۴۔ آیت و حدیث، قول کے مصادر غیر موجود:

ترجمہ میں آیات اور احادیث یا اقوال جو بطور استشہاد نقل کیے گئے ہیں ان کا اصل مصادر کے ساتھ ربط و تعلق غیر موجود ہے۔

تجاویز:

کتاب کی آئندہ طباعت میں اگر درجہ ذیل امور کا خیال رکھا جائے تو یہ نورٌ علی نور کا مصداق ہو سکتی ہے۔

۱۔ کتاب کی طباعت کمپیوٹر کمپوزنگ کے ذریعے ہو تاکہ زیادہ بہتر ہو اور خوشخطی (ہاتھ کے لکھوانے) کی وجہ سے بعض مقامات کا پڑھنا دشواری کا سبب بن رہا ہے وہ نہ ہو۔

۲۔ کتاب کے مقدمہ میں فتوحات مکیہ پر علماء کے تبصرہ اور آراء کو دیا جانا چاہیے جس سے اس کتاب کا مکمل حسن اجاگر ہو سکے۔

۳۔ اسی طرح آج تک اس کتاب کے جتنے تراجم و حواشی لکھے گئے ہیں خواہ وہ کسی بھی زبان میں ہوں ان کا تذکرہ کیا جائے تاکہ یہ کتاب حوالہ جاتی کتاب بن جائے۔

۴۔ کتاب میں تحقیقی انداز کے مطابق آیات قرآنیہ و احادیث یا اقوال صحابہ کا مکمل حوالہ درج کر دیا جائے تو اس کتاب سے مزید علمی استفادہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ اگر ممکن ہو تو کتاب کا اصل متن بھی ساتھ دیا جائے۔ کہ ایک صفحہ پر دو کالم دیے جائیں دائیں جانب اصل متن اور بائیں جانب ترجمہ پھر مکمل صفحہ پر اس کی تشریح ہو تو اس سے زیادہ بہتری ہو جائے گی۔

کتاب الطواسین

لِمنصور الحلّاج

تمہید و تعارف:۔

تصوف کی دنیا میں نظریۂ وحدت الوجود اگر رکن کی حیثیت سے ہے تو منصور حلاج اس کے بنائین میں سے ہیں ۔ یہی نہیں بلکہ منصور حلاج کو شہید وحدت الوجود کہا جائے تو بے جانہ ہو گا چنانچہ کتاب الطواسین اسی نظریۂ کی بنیاد اور مصادر میں سے ہی ہے۔ اس کتاب کا اصلی نسخہ نایاب ہے اور اصل متن عربی میں ہے۔

اس کتاب کے تراجم فارسی، فرانسیسی و دیگر کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ فرانسیسی میں ترجمہ لوئی میسینو نے کیا اور اس کی ترتیب و تدوین از سر نو کی ہے۔(27) نیز موصوف نے اس کی شرح کی کوشش بھی کی ہے۔ جو کہ ہنوز تشنہ ہے۔ اسی طرح کا فارسی ترجمہ علامہ روز بہاں باقلی نے کیا ہے مگر کئی ایک جگہ پر سلیس ترجمہ کی کوشش میں وہ معانی کے حقائق تبدیل کر گئے ہیں۔(28)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الطواسین بہر حال علماء و محققین کا مرجع رہی ہے مگر چونکہ ابتدائی قرون میں عربی مصادر کے تراجم کی اس قدر ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ نہیں کئے گئے البتہ فارسی کے اثرات چوتھی پانچویں صدی ہجری کے بعد کافی کتب عربیہ کے فارسی زبان میں ترجمے سے ظاہر ہونے لگے۔ مصنف مذکور کی ہزار ہا کتب ہیں جو شاعری و تصوف پر مشتمل ہیں مگر معاصرین کی چشمک اہل ظواہر کی مصلحت اور حاسدین کے حسد نے اس کو دستبرد کر دیا۔

اردو زبان جو برصغیر کی اہم زبان ہے اس میں اس کتاب کی تشریح کا شرف ذہین شاہ تاجی کو ملا جو سلسلۂ عالیہ تاجیہ چشتیہ صابریہ کے صوفی بزرگ گذرے ہیں۔ شارح مذکور نہایت اعلیٰ پائے کے علامہ مختلف علوم عالیہ و الٰہیہ کے ماہر اور ابن عربی کے گویا حقیقتاً شارح تھے۔ بلکہ انہیں دور ثانی کا ابن عربی کہا جائے تو بجا ہو گا۔ معرفت و تصوف کے عَلَم بردار ذہین شاہ تاجی نے منصور حسین حلاج کی کتاب، کتاب الطواسین کی تشریح کا بیڑہ اُٹھایا کہ جو اس قدر نازک و

گنجلک معانی کی کتاب ہے کہ اس کے اسرار و رموز بیان کرنے کے لیے بڑے بڑے علماء کی زبان ٹھرا کر رہ جاتی ہے۔ اور دوسرے تراجم کے معانی میں جو نقائص اور تبدیلیاں تھیں۔ ان کے علیحدگی سے تذکرہ کے ساتھ ساتھ کما حقہ تشریح بھی کی تاکہ اسرار رموز کا مطالعہ کرتے ہوئے کوئی بھی سالک ڈگمگا نہ جائے۔

ابتدائی معلومات:

نام کتاب : کتاب الطواسین

تصنیف : حضرت حسین بن منصور حلاجؒ

تشریح حقائق : حضرت بابا ذہین شاہ تاجی (طاسین الطواسین)

ناشر :ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان

طابع :ایجوکیشنل پریس، کراچی

بار اول : پانچ سو

سال طباعت 1971 ء

سال اشاعت :جون 1995ء

تعارف:

کتاب کے ترجمہ کا نام الترجمۃ و التشریح الحقائق ہے اور تیسرے صفحے پر شیخ العارفین حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کی تصویر ہے۔اس کے بعد کے صفحے پر فہرست عناوین ہے۔

اگلے صفحے پر بابا صاحب نے اس کتاب کا مختصر تعارف بیان کیا ہے اور اس کے بعد چونکہ بابا صاحب ایک ادیب و شاعر بھی ہیں تو آپ منصور کے مخصوص نعرۂ حق و نعرۂ انا کو "تنزیل" (29) کے عنوان سے منظوم پیش کرتے ہیں۔

؎ وہ نقطۂ اجمال کہ ہے عالمِ تفصیل
وہ میری "انا" ہے نہیں اس میں کوئی تاویل
ہر دور میں تبلیغ ہے ہر دور میں ترسیل
ہر شے کی مرے ہوشِ انا سے ہوئی تنزیل

اے دوست ! فنا علم میں داخل نہیں ہوتی ـ

"ہونے" سے جدا ہستی کامل نہیں ہوتی

اس کے بعد باباصاحب نے حسین بن منصور حلاج کی مختصر سوانح حیات بیان کی ہے، ان کا تعارف بیان کیا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ منصور حلاج کی صحیح وکالت باباصاحب نے کی ہے تو درست ہو گا کیونکہ باباصاحب نے جو دلائل پیش کیے ہیں اگر اس وقت پیش کیے جاتے تو صورتحال مختلف ہوتی اور منصور حلاج شہید وحدت اور ذبیح انا الحق نہ ہوتے۔

مولانا رومی کہتے ہیں

مدتے معکوس باشد کار ہا	شحنہ راؤ زد آور د بر دار ہا
چوں صفیہاں رابود کار دکیا	لازم آمد یقتلون الانبیاء
چوں قلم در دست غدارے بود	لاجرم منصور بر دارے بود

"پس بجا طور پر مولانا روم نے اس کو غدار کہا جس نے منصور کے محضر قتل پر دستخط کئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس غدار سے مراد ایک فرد واحد ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا روم کا روئے سخن صرف ایک فرد خاص کی طرف ہے۔ اور یہ فرد خاص قطعاً "حضرت جنید بغدادی ہیں"۔(30)

منصور حلاج کا مختصر تعارف بیان کرنے کے بعد باباصاحب نے "پوشیدہ" (31) کے عنوان سے نظم لکھی اور کیا خوب بر محل نظم یا غزل ہے۔

زندگی کیا ہے موت زیر نقاب	موت میں ہے حیات پوشیدہ
لبِ زاہد پہ نامِ حق ہے ذہین	دل میں لات و منات پوشیدہ

پھر مترجم موصوف (باباصاحب) نے حضرت حسین منصور حلاج کے وہ اقوال پیش کیے ہیں جو علامہ روز بہاں باقلی نے نقل کئے ہیں جو کہ "فہم مبین"، ملک والملکوت، خلق، اجسام وارواح، بلاد نعمت، قضاو قدر وغیرہ کے عنوانات سے ہیں۔

چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔(32)

جو شخص دنیائے فانی کا شناسا ہو امیر اشناسا نہیں ہوتا۔

فہم مبین سے استنباط مراد ہے جو عقل انسانی قرآن وحدیث سے کرتی ہے۔

آدم ساری خلق ہے۔

خصائص کتاب الطاسین الطواسین

ا۔ عام فہم انداز بیان:

کتاب یا ترجمہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ایک اعلیٰ پائے کے ادیب ہونے کے ناطے بابا صاحب کا انداز نہایت عام فہم وسذاجت لیے ہوئے ہے۔ اگرچہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ منصور حلاج کو پڑھنے سے پہلے دانتوں پسینہ آجاتا ہے۔

شارحؒ وحدت الوجود کے لیے شہید انا الحق کے نعرہ کو سمجھنا اور اس کو بیان کرنا چنداں مشکل نظر نہیں آتا۔ کیونکہ بابا صاحب کو نہ صرف زبان وبیان پر مکمل عبور حاصل ہے۔ بلکہ وہ ان الفاظ کے روح اور معانی کو بنفس نفیس جانتے بوجھتے ہیں بلکہ تصوف ومعرفت کے اہم ستونوں میں سے ہیں۔

۲۔ بامحاورہ وسلیس شرح:

اصل کتاب چونکہ عربی میں ہے مگر مترجم (بابا صاحب) نے ترجمہ جس کتاب سے کیا ہے وہ کتاب متن اور فارسی ترجمہ پر مشتمل تھی جو کہ خود نایاب ہے۔ چنانچہ بابا صاحب نے بامحاورہ وسلیس زبان میں شرح کی جو کہ ان کی مہارت علمیہ کی دلیل ہے اور سالک معرفت کے لیے حرز جاں ہے۔

۳۔ دقیق نقطوں کی عام فہم وضاحت:

اصل کتاب دراصل، وہ مختلف طواسین ہیں جو طاسینوں کا مجموعہ ہیں۔ جس میں پہلا طاسین، طاسین السراج ہے۔ یہاں ساتھ میں یہ بھی ذکر کرتے جائیں کہ ذہین شاہ تاجی کو اس کتاب سے معناً نسبت جو ہے سو ہے مگر

لفظاً نسبت یہ ہے کہ باباصاحب کا اصل نام محمد طاسین ہے۔ جو کہ واقعی ایک عجیب علمی و معارفی لطیفہ ہے۔ جس میں قدرے دقیق نکتہ اشارۃً بھی موجود ہے کہ طواسین کی شرح تو "طاسین" ہی کر سکتا ہے جو کہ "طاسین الطواسین" کے لیے لکھی گئی ہے۔

باقی رہا منصور حلاج شہیدِ معرفت انا الحق کا معاملہ جو ان کے لئے غوث پاک کا کہنا کہ "وقال بلسانِ سکر قلبہ انا الحق" (33)

کہ منصور حلاج حالت سکر میں ہے اور سکر سے مراد سکرِ عشق ہے جس کو عبد القادر جیلانی ذکر کرتے ہیں۔

۔ سقانی حبیبی من شراب ذوی المجد فأسکرنی حقاً فغبت علی وجدی

لأمسوا سُکاریٰ قبل أن یشہ بوالمدام وامسوا صیاریٰ من صادقہ الورد

اور امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے روایت کی تھی

لایزال العبد یتقرب اِلیّ بالنوافل حتیٰ احبُّہٗ

فاذا احببت کنت اسمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا (34)

(میرا خاص بندہ ہمیشہ مجھ سے نوافل کے ذریعے قربت حاصل کرتا رہتا۔ یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بنتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور وہ آنکھ بنتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ بنتا ہوں جن سے وہ گرفت کرتا ہے اور وہ پاؤں بنتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔)

سو بابا محمد طاسین المعروف باباذہین شاہ تاجی نے طاسین السراج کے عنوان سے تمہیداً حقیقت محمدیہ کو بیان کیا ہے جو کہ ایک معروف و مسلم اصطلاح ہے۔

باباصاحب نے جس خوبصورتی سے۔ مرتبۂ ذات یعنی احدیت اور مرتبۂ شہادت یعنی واحدیت کو بیان کیا اور حقیقت محمدیہ ایک ایسی ذوالجہت ذات ہے کہ ایک جہت احدیت سے متعلق ہے تو دوسری واحدیت سے

یہیں پر وہ برزخ پر ایسی سیر حاصل بحث کرتے ہیں کہ نگاہوں پر پڑے تمام برازخ اور حوائل زائل ہو جاتے ہیں۔

ان اللہ خلق آدم علی صورتہٖ جیسے

نازک مسئلہ کو چھیڑنا انہی کا طرۂ امتیاز ہو سکتا ہے اور اس کے بغیر طاسین السراج کی تشریح ممکن نہیں تھی۔ یہیں پر انہوں نے تصوف کی ابتداء یعنی انما الاعمال بالنیات کو واضح کیا کہ وہی صیغہ (لفظ) اگر ابلیس کی زبان ادا کرتی ہے تو مواخذہ ہو جاتا ہے اور نوحؑ ادا کرتے ہیں تو نہیں ہو تا۔

۴۔ منصور کے طواسین کی وضاحت:

اس کے بعد اصل متن طاسین السراج کو دوبارہ ترجمہ کے ساتھ تشریحاً عنوان کے اندراج کے ساتھ ذکر کیا اور خط کشیدہ عبارات کو ترجمہ قرار دیا۔ مگر اس کو سمجھنے سے پہلے وہ تمہید جو پہلے الگ سے بیان کی وہ قاری کے لیے پڑھنا ضروری ہے ورنہ یہاں عبارت کا ترجمہ اور تشریح جامع ذکر کی گئی ہے۔ جو بہر حال قدرے تشنہ ہے باباصاحب
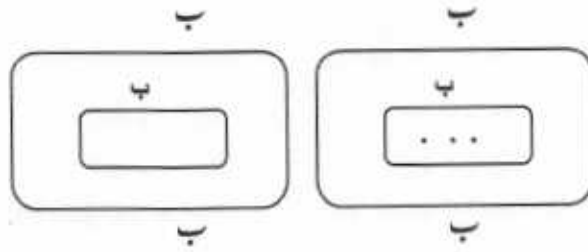
نے مشکل سے مشکل مقام میں بھی منصور کے طواسین کو سمجھایا ہے جو ایک بہترین کاوش ہے مثلاً طاسین السراج کے لیے

یہ صورت طاسین الدائرہ کے لیے ہے اور اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام مراد لیے ہیں۔
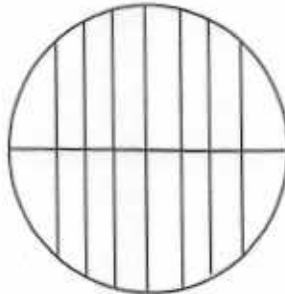
صفحہ:154 پر

اس دائرہ کے ذریعے سمجھایا گیا ہے غرض کہ باباصاحب نے اس کتاب کو حتی الامکان حد تک سالک سبیل معرفت کے لیے آسان بنادیا ہے جو کہ انتہائی عام فہم ہے اور اس میں سمجھانے کے لیے کوشش کی گئی ہے کہ مشکل اور دقیق اصطلاحات کے بجائے ان کو آسان زبان میں پیش کیا جائے یا پھر ساتھ ہی ساتھ ان کی مختصر وضاحت بھی کر دی جائے۔

۶۔ نظم ونثر کا حسین امتزاج:۔

ہر طاسین سے قبل باباصاحب کی اپنی نظم یا غزل بھی دی ہوئی ہے جو معناً ان طواسین سے نسبت بھی رکھتی ہے اور نثر وشعر کے اس حسین امتزاج نے اس قدر دقیق ونازک کتاب کو نہایت دلکش اور متحظظ بنادیا ہے اور قاری کے لیے بہت ہی زود فہم اور زود اثر بنادیا ہے۔

۷۔ مصنف کے نکات کی علمِ اعداد سے وضاحت:۔

اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ باباصاحب چونکہ علم الاعداد کے علامہ تھے چنانچہ انہوں نے تشریح میں منصور کے نکات کو علم الاعدد کے میل وملاپ اور جمع و تفریق سے ثابت کیا ہے جو کہ بے حد علمی لطیفہ و طربیہ ہے۔

۸۔فارسی ترجمے کی وضاحت:۔

چونکہ ترجمہ کے لیے جس کتاب کا انتخاب باباصاحب نے کیا وہ فارسی متن وترجمہ تھی چنانچہ جہاں پر عربی متن نہیں ہے۔ صرف فارسی ترجمہ ہے اور بابانے اس کی وضاحت بھی کر دی۔

۹۔شبہات کو رفع کرنے کی کوشش:۔

جہاں جہاں باباصاحب نے دیکھا کہ فارسی ترجمہ غلط کیا گیا ہے یا معنی کو غلط سمجھ کر علمی تسامح ہوا ہے وہیں پر باباصاحب نے اصل عبارت اس کا فارسی ترجمہ اور پھر اردو ترجمہ بھی شھادۃ لکھ دیا ہے تاکہ الگ الگ کتاب میں قاری کا ذہن شبہات سے مرفوع رہے۔

۱۰۔ مشکل اصطلاحات کے معانی واسبابِ طریقت کے نام نظمیں:۔

بالا شتمال یہ کتاب علمی ادبی اور معرفت کے لحاظ سے ایک ایسا اعلیٰ پائے کی نادر کتاب ہے کہ جس میں انتہائی دقیق و تفصیل طلب مضامین کو بے حد جامع اور مطمئن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

آخر میں مشکل الفاظ یا اصطلاحات کے معانی بھی دیئے گئے ہیں اور اسباب طریقت اور کیف بقاء کے نام سے نظمیں بھی لکھیں ہیں۔

۔ بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدنِ
خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

نقد و تشنگی:

کچھ ایسی علمی تشنگیاں ہیں جو اس کتاب میں ہنوز رہ گئی ہیں۔

۱۔ منصور حلاج پر مفصل بحث سے اجتناب:۔

شروع میں حضور حلاج پر ایک سیر حاصل اور مفصل بحث ہوتی اور اجمال کے بجائے تفصیلاً ان پر معاصرین وعلماء کی آراء کا تذکرہ ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔

۲۔ طاسین السراج اور دیگر طواسین کے اسلوب میں فرق:۔

جس طرح طاسین السراج کو بابا صاحب نے پہلے تمہیداً الگ سے لکھا اور پھر بعد میں متن وترجمہ وتشریح کے ساتھ لکھا یہ بات باقی طواسین میں برقرار نہیں رہی۔

۳۔ نیز اگر اس کو بھی اگلے طاسین السراج کے ساتھ شرحاً ضم کر دیتے تو بہتر تھا۔ مکرر ہونے کی وجہ سے قاری شبہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کہ تصریح کر دی گئی ہے۔

۴۔ طاسین الدائرہ میں مذکور مبہم پارہ نمبر:۔

طاسین الدائرہ(صفحہ:83) میں پارہ نمبر دیئے گئے ہیں کل 39 پارے ہیں جو غیر مفہوم ہیں اور نہ ہی بابا صاحب نے ان کی تصریح کی ہے اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ پارہ کا عنوان مصنف کا ہے یا فارسی مترجم کا۔

۵۔ تشریح وترجمہ کا مختلط ہونا:۔

خط کشیدہ متن کا سلسلہ جو پہلے طاسین سے شروع کیا تھا وہ باقی میں برقرار نہیں رہا۔

چنانچہ تشریح اور ترجمہ مختلط ہو کر رہ گئی ہے۔

۶۔ کتاب عدم یکسانیت کا شکار:۔

باباصاحب نے کچھ طواسین کو بے حد وضاحت سے بیان کیا ہے اور کچھ کو اجمالاً۔ پوری کتاب میں یکسانیت و تسلسل سے کتاب کا حسن مزید نکھر جاتا ہے۔

۷۔ عارفین کی آراء سے پرہیز:۔

اگر ان طواسین کو معرفت کے لحاظ سے دوسرے عارفین کی آراء سے بھی استفادہ کیا جاتا تو کتاب کو چار چاند لگ جاتے۔

۸۔ طاسین کی وجہ تسمیہ اور شرح غیر موجود:۔

طاسین السراج اور علاوہ ایک دو طواسین کے باقی طواسین کی وجہ تسمیہ اور شرح موجود نہیں ہے جو باعث تشنگی ہے۔

تجاویز:۔

۱۔ مصنف کے ساتھ ساتھ اگر مترجم کا تعارف بھی کر دیا جاتا تو زیادہ مستحسن تھا۔

۲۔ منصور حلاج کی بقیہ تصنیفات کا ذکر کیا جائے۔

۳۔ منصور حلاج نے جو معرفت کی اصطلاحات اس کتاب میں دیں وہ اس کی ایجاد تھیں یا اس سے پہلے بھی رائج تھیں۔ اس کی تحقیق بھی کر دی جائے۔

۴۔ ہر طاسین کا وجہ تسمیہ اور اس کا مکمل تعارف دیا جائے۔

۵۔ اگر معرفت کی ان اصطلاحات کو دوسرے صوفیاء وعارفین نے استعمال کیا ہے تو ان کی آرا کو بھی تشریح میں ذکر کیا جائے۔

۶۔ متن اور ترجمہ اور تشریح کو ہیڈ نگز لگا کر الگ الگ لکھا جائے۔

۷۔ تشریحات میں حوالہ جات کا بھی ذکر ہونا چاہیے جو بہر حال کسی بھی کتاب کی حیثیت کو مستند و مستحکم کرتی ہے۔

۸۔ عربی متن اور ساتھ ہی فارسی ترجمہ کو اتماماً و کاملاً ضرور لکھا جائے۔

۹۔ مذکورہ کتاب شرحاً علی الشرح کی محتاج ہے اگر اس کی تخریج و توسیع دلائل و آراء کے ساتھ کر دی جائے تو تصوف کی دنیا میں ایک معرکۃ الآراء کتاب ثابت ہو گی۔

وہابیت اور اسلام

تنقید نگاری ایک ایسا فن ہے کہ جس کو اولین قرون سے ایک ممتاز علم کی حیثیت حاصل ہے اور اس شجر علم کی آبیاری عرب شعراء میں زمانہ جاہلیت ہی سے ہوتی رہی کہ جس کے ثمرہ میں سبعہ معلقہ اور سبع مراثی وغیرہ جیسے نادر فرائد تاریخ کے صفحات میں مرقوم ہوئے۔

تنقید کا لفظ نقد سے مشتق ہے کہا جاتا ہے۔ نقد الشعر انتقد الشعر علی قائلہ (یعنی فلاں شخص نے شعر میں سے عیب نکالے اور شاعر پر ایراد کیا) (36)

عموماً و لفظاً بھی دراہم کے کھرے کھوٹے کو جانچنے کے لیے بھی "نقد الدراہم" کا لفظ لایا جاتا ہے۔ تنقید نگاری گویا ایک مستقل علم کی حیثیت سے عرب کے ادباء وعلماء کے ہاں موجود تھا۔ چنانچہ۔ قدامہ بن جعفر کی کتاب "نقد الشعر" اصول تنقید پر موجود ہے۔ اسی طرح "الشعر والشعراء" بھی شعر کی تنقید پر ایک مستقل کتاب ہے۔

ے رجعتے سوئے عرب می بایدت
مکر صالح در ادب می بایدت

(اسرار خودی، اقبالؔ)

ڈاکٹر سید عبداللہ "ارشادات تنقید" میں لکھتے ہیں۔

"ادب پارے کا تجزیہ یعنی اس کے مختلف اجزاء کو مطالعہ کے بعد کسی اصول عقلی کے تحت، نئی ترتیب سے پیش کرنا۔ تنقید کہلاتا ہے۔ (37)

بابا ذہین شاہ تاجیؒ کی شخصیت ایک ہمہ جہت اور متجر عالم کی ہے۔ اپنے گرد و پیش پر مکمل اور مضبوط نظر رکھتے تھے سو یہ علم تھا کہ وہ اپنے رائے کا اظہار کرتے اور معترض کو علمی و ادبی دلائل سے قائل ولاجواب کرتے۔

ے آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی
(اقبال)

ادب پارے کے حسن و قبح پر رائے دینا، کسی اصول کی روشنی میں خواہ وہ اصول ذوقی و جمالیاتی ہو ------یا عقلی و فلسفیانہ۔ (38)

ہربرٹ ڈنگل نے اپنی کتاب Science and Literary Criticim میں اسی سوال کے جواب پر تنقیدانہ گفتگو کی ہے کہ آیا ادبی تنقید ایک سائنس ہے۔ ہم ہربرٹ کے مطمع نظر کو ایک طرف رکھ کر صرف اتنا کہیں گے کہ تنقید کا یہ پہلو سائنسی ہو سکتا ہے۔ کہ "تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ برائے تصحیح ہونی چاہیئے"۔ چنانچہ ڈاکٹر عبد اللہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"اچھی نثر کے لئے لازم ہے کہ اس میں الفاظ کی دروبست مضبوط اور ٹھوس واقعیت ہو۔ الفاظ اور تراکیب کی ترتیب میں کسی خاص آہنگ کا خیال رکھا گیا ہو لیکن پیرایہ منطقی ہو۔"

انتقاد:۔

علم اور عقل کی حدود اور ماہیت کی تحقیق جو اس طرح کی گئی کہ اذعانیت اور ارتیابیت سے بچا جائے۔ 1770ء کے بعد المانوی فلسفی۔ امانیول کانٹ (1724ء-1804ء) کی فکر کے لئے یہ اصطلاح عام طور پر استعمال ہوتی ہے۔(39)

سو ہر نقاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے علم کے مخرج اور حدود کو ظاہر کر دے ہم مغرب میں اگر تنقید نگاری کو دیکھیں تو مغرب کی تنقید میں ادب کا مقصد شروع ہی سے اہم رہا ہے۔ افلاطون سے لیکر ہوریس، سڈنی، میتھیو آرنلڈ تک سب نقاد ادب کے مقصد کو اخلاقی اثر سے وابستہ کرتے رہے ہیں۔

ذہین شاہ تاجی کا بھی مقصدِ تنقید کسی مسلک یا کسی مخصوص جماعت کو نیچا دکھانا نہیں تھا۔ بلکہ علمی دلائل کے ذریعے ان Confusions (اشکالات) کو رفع کرنا تھا۔ جو کہ مد مقابل کے ذہن میں پیدا ہو جاتی تھی وہ کشتی، زیست کے ان ناخداؤں میں سے تھے کہ جن کا مسلک تھا:

ے کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول (اقبال)

اور ذہین شاہ تاجی کو بقول اقبال "لیلیٰ" کا ساتھ تھا وہ "محمل" کیسے قبول کر سکتے تھے۔ معین الدین چشتی کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے فقیر نے اپنے مسلک کو بغیر کسی روباہی اور مصالح کے کتابت کے ذریعے واضح کیا۔ باباصاحب ایک شاعر اور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صوفیانہ شخصیت کے مالک بھی تھے۔ شارح ابن عربی کی حیثیت سے ان کے لئے جس طرح یہ لازم تھا کہ اپنے مافی الضمیر کا پرچار کریں اسی طرح معاصرین کے خلجانات کو رفع کرنا بھی انہوں نے لازم سمجھا وہابیت اور اسلام دراصل ان علمی اعتراضات کا علمی و ادبی جواب ہے (دلائل کے ساتھ) کہ جو مدیر فاران اور شاعر و ادیب جناب ماہر القادری نے رسالہ فاران پر باباصاحب پر کیئے۔ ماہر القادری ایک اعلیٰ پائے کے ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین تنقید نگار بھی تھے۔ باباصاحب کے ساتھ نسبت معاصرانہ تھی چنانچہ ہم صرف اس باہم معاصرانہ علمی تبادلۂ خیال کو صرف اس نظر سے دیکھیں گے جس طرح کہ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر شارحین بخاری کی آپس کی معاصرت کو دیکھتے ہیں۔ جناب ماہر القادری صاحب نہ صرف بابا ذہین شاہ تاجی کی علمی و ادبی حیثیت کے معترف تھے بلکہ انہوں نے اس کا اظہار لفظاً بھی باباصاحب کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ

"فاران کے صفحات میں شاہ صاحب موصوف پر راقم الحروف کا قلم بڑی سخت گرفت کر چکا ہے مگر ان کی وسعتِ ظرف کا یہ عالم ہے کہ اس خاک نشین سے خاص تعلق خاطر رکھتے ہیں اور میرے "گریز" کے باوجود اپنے جذبہ محبت کی روش میں فرق نہیں آنے دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برہمی اور تکدّر و انقباض سے انہوں نے اپنے آئینۂ دل کو بے غبار بنالیا ہے اور لوگوں سے ملنے جلنے میں ان کا مسلک ہے کہ میں محبت ہی محبت ہوں، محبت کی قسم" (40)

اسی وجہ سے ہم اس کتاب کو صرف فن تنقید اور علمی و ادبی نظر سے دیکھیں گے۔

ابتدائی معلومات:۔

نام کتاب :وہابیت اور اسلام

تصنیف : باباذہین شاہ تاجی

ناشر :مکتبہ تاج

طابع :ضیاء برقی پریس کراچی

باراول :ایک ہزار

سال طباعت :

سال اشاعت : دسمبر 1967ء

کتاب کے شروع میں تمہیداً بابا صاحب نے اپنا منشور و مسلک واضح کیا ہے اور ابتداء اس شعر سے کی ہے

؎ یک من وبر سر قتل اندپری زادے چند وائے بر صید کہ یک باشد وصیادے چند

چنانچہ وہ ماہنامہ تاج کے اندر شائع ہونے والے مضامین میں فتن کے ردّ کا اظہار بطور وجہ تالیف بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اعتراض ہمارا مسلک نہیں ہے۔ اس لئے جو کچھ کہا گیا ہے وہ رفع اعتراض کی غرض سے بطور منع کیا گیا ہے۔ اہل سنت وجماعت کے عقائد حقہ کا اس سے اظہار مقصود ہے۔" (41)

سو اسی کے تحت وہ اپنے مسلک و مافی الضمیر کا اظہار کرتے چلے جاتے ہیں اور قرآن و حدیث کے ذریعے عرفانِ ذات اور عرفانِ صفات کی تعریفات کرتے ہیں اور نہایت غیر محسوس طریقے سے حضرت صدیق اکبر کے اس قول سے عقیدۂ وحدت الوجود کا پرچار کرتے ہیں دیکھئے

قال ابوبکرؓ ما رأیت شیأ الا و رأیت اللہ فیه

ابو بکرؓ فرماتے ہیں میں نے کوئی شے نہ دیکھی مگر یہ کہ اس شے میں خدا دیکھا ۔(42)

پھر وہ مدیر فاران کے علمی نقطۂ نظر پر علمی اعتراضات کر کے اپنے دلائل سے ان کا نہایت علمیانہ و ادبیانہ رد کرتے ہیں۔

باباصاحب اپنے دلائل کے ثبوت میں فلسفیانہ اور منطقیانہ طریقہ بھی رکھتے ہیں۔ مگر اس جوش بیان میں وہ تحمل کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتے کیونکہ ان کے جمال پر جمیل کی تجلیات کے اثرات بھی ہیں۔

خصوصیاتِ کتاب

کتاب میں صرف تنقید برائے تنقید نہیں ہے بلکہ مکمل عبارت کو نقل کر کے اس کو علمی عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

۱۔ اعتراضات کے مدلل وشافی جوابات:۔

سماع موتیٰ کے اہم ودقیق موضوع پر نہایت مدلل اور تفاسیر سے گفتگو کرتے ہوئے۔ **یدعون من دون اللہ** کی کئی ایک تفاسیر بیان کرتے ہیں یہ کل دس اعتراضات ہیں اور شرک پر بھی سیر حاصل گفتگو ہے۔ (43) اس کتاب میں ان اعتراضات کا جواب دیا گیا جو کہ ماہنامہ تاج پر شائع ہونے والے مضامین پر تھے اور یہ اعتراضات رسالہ فاران میں شائع ہوتے تھے اور یہ صرف جواب ہی نہیں دیا گیا بلکہ علمی و ادبی رد کیا گیا ہے اور شافی طور پر مطمئن کیا گیا ہے۔

۲۔ اعتراضات کو چھُپانے سے پرہیز:۔

کتاب میں اعتراضات کو چھپایا یا توڑا مروڑا نہیں گیا بلکہ ان کو لکھنے کے ساتھ ساتھ اپنا نقطۂ نظر واضح کیا اور پھر علمی دلائل بھی دیئے گئے ہیں۔ یعنی حضرت نے توریہ و حیل سے کام نہیں لیا۔

۳۔ تصوف کے اہم نقطوں کی وضاحت:۔

تصوف کی اصطلاحات اور اس میں ہونے والے اہم امور مثلاً سماع وغیرہ کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

۴۔ بدعت و شرک کی احادیث و آثار سے وضاحت:۔

اسی طرح بدعت اور شرک کی تعریف و تشریح کرتے ہوئے اس کو حدیث و آثار سے ثابت کیا ہے۔

۵۔ مشہور مسائل کا رد:۔

کتاب میں وہ تمام مشہور مسائل معاندات جو باہم تمام فرق و مشارب میں موجود تھے جو کہ بابا صاحب کے ذاتی نقطۂ نظر سے متصادم تھے ان کا بھی بابا صاحب نے اس کتاب میں رد کیا۔

۶۔ بادلیل کتاب:۔

ہر حال تنقید نگاری کے اصولوں کے تحت یہ کتاب نہایت جامع ہے اور ادبی و منطقی اور فلسفیانہ لحاظ سے یہ ایک زریں کتاب ہے جو کہ دلائل سے پُر ہے۔

۷۔ تنقید کا عالمانہ جواب:۔

صاحب کتاب نے صرف دلائل جمع کرنے کا کام نہیں کیا بلکہ ان کو مسکوت جواب سے ثابت بھی کیا ہے۔ چنانچہ ہم دوسری ادبی تنقید کی کتب میں دیکھتے ہیں کہ وہاں بھی تنقید کا جواب عالمانہ منطقانہ دیا جاتا ہے۔

پروفیسر اویس احمد ادیب لکھتے ہیں

"مسلم کرانیکل مدراس" میں ایک نے مولانا (راشدی الخیری) کے ناولوں پہ یہ اعتراض کیا ہے کہ ان کے ناولوں میں صداقت نہیں ہوتی۔ ہر جگہ انہوں نے مبالغہ سے کام لیا ہے۔ مگر میں اس کے جواب میں یہ عرض کروں گا کہ معترض کو ہمیشہ کتاب کی تاریخ تصنیف کا خیال رکھ کر رائے قائم کرنا چاہئے۔(44)

سو ہم مذکورہ بالا پیرے سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر وہابیت اور اسلام کا مطالعہ کسی خاص نقطۂ نظر سے ہٹ کر صرف اس وقت اس سن تاریخ اور حالات کے زیر نظر و اثر مطالعہ کیا جائے تو یہ ایک انتہائی جامع اور مدلل معلوماتی کتاب ہے۔ یہ کسی خاص مسلک و مشرب پر تنقید نہیں بلکہ اس نقطۂ نظر و اعتراض کا علمی جواب ہے جو بہر حال تسامح کہلاتا ہے ناکہ چشمک و عدوات۔

تجاویز:۔

- کتاب کا جو ایڈیشن ہمارے سامنے ہے اس کی طباعت کے لئے معیاری کاغذ کا استعمال کیا جائے۔
- کتاب تخریج کی متقاضی ہے اگلے ایڈیشن میں اگر یہ کام کر دیا جائے تو اس کتاب کی حیثیت reference book کی ہو جائے گی۔
- جو دلائل دیئے گئے ہیں اس کا ریفرنس از حد ضروری ہے۔
- کتاب میں اگر مصنف کسی مکتب فکر کو مخاطب کرنے کے بجائے صرف نقطۂ نظر پر بحث کرتے تو یہ مخصوص طبقہ کے بجائے عام ہوتی اور صرف اظہار خیال کہلاتی۔
- مصنف اگر علمی وادبی دلائل کے ساتھ ساتھ اپنے نقطۂ نظر کو سلسلۂ تصوف سے الگ سے بیان کرتے تو بہتر تھا۔
- مصنف کا مکمل تعارف کتاب میں بے حد ضروری ہے۔
- ایک دیباچہ کی ضرورت ہے جس میں یہ تشریح کی جاتی کہ مدیر فاران کون ہیں۔ ان سے صاحب کتاب کو کیا نسبت ہے اور خود مدیر فاران ذاتی طور پر باباصاحب کے لیے کیا جذبات رکھتے ہیں۔
- کتاب اگرچہ کسی تقریظ کی محتاج نہیں مگر تقریظ سے یہ ہوتا ہے کہ مصنف کے نقطہ نظر کی وضاحت اجمالاً ہو جاتی ہے۔
- اہل سنت و جماعت کے وہ امور جس پر اُس وقت اعتراضات ہیں ان کو ایک ساتھ تقریباً جمع کیا جاتا اور پھر جواب دیئے جاتے تو بہتر تھا۔ اسی طرح سے مدیر فاران کے اعتراضات جو شروع میں ہیں ان کو علیحدہ سے عنواناً ذکر کرنا چاہیئے تھا۔
- یوں لگتا ہے کہ کتاب میں بہت سے علمی موتی بکھرے ہوئے ہیں ان کو ترتیب و تنظیم کی ضرورت ہے۔ جو تصوف و علمی اصطلاحات ہیں ان کی آخر میں وضاحت کی ضرورت ہے تاکہ ہر قاری مستفید ہو سکے۔

اسلامی آئین

ہر وہ اجتماعیت جو اتحادِ افراد کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ فی نفسہٖ اجتماع میں کوئی خوبی نہیں ہوتی اجتماع کے مقصد کا تعین تو اس خوبی سے ہوتا ہے جو اس اجتماع کے پیش نظر ہوتی ہے۔

رہزنوں، قزاقوں، چوروں اور فسادیوں کا اجتماع اس لئے ناپسندیدہ ہوتا ہے کیونکہ ان کے اجتماع کا مقصد نا پسندیدہ ہے۔

لہٰذا اجتماعیت کے پسندیدہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ غرض و غایت جن سے اجتماعیت وابستہ ہے پسندیدہ ہو۔

مسلمانان ہند کے سامنے بھی ایک ایسا ہی پسندیدہ مقصد تھا۔ جس نے ان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ یہی وہ مقصد ہے جو دو قومی نظریہ کی بنیاد اور مسلمانانِ ہند کے دلوں کی دھڑکن بنا جس کو ہر مسلمان مرد، عورت، بوڑھے اور بچے نے اپنی آواز بنایا اور ہر زبان نے اس مقصد کا اعلان کیا کہ "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" ۔

مسلمانانِ ہند کا یہ مقصد اتنا اعلیٰ و پسندیدہ تھا کہ انہوں نے ایک قلیل سی مدت میں تمام مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کر دیا۔

اور مسلمانوں کے اندر جذبۂ خودی کو اجاگر کیا مسلمانوں کو ایک نئی زندگی ایک نئی سوچ فراہم کی۔ مسلمانوں کے اندر اس شعور کو اجاگر کیا کہ تم ایک مہذب اور اعلیٰ قوم ہو تمہیں ایک الگ وطن چاہئے جہاں تم اپنے مہذب ہونے کا ثبوت پیش کر سکو۔ جہاں تم اپنی اقدار کو زندہ اور مقصد حیات کو پورا کر سکو۔ جہاں پر اسلامی آئین و قوانین کا پرچار کر سکو۔

یہ وہ عظیم مقصد تھا جس کے لئے مسلمانوں نے جدوجہد کا آغاز کیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے دن رات ایک کر دیا چونکہ یہ مقصد اتنا اعلیٰ و عظیم تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے اپنی جانوں تک کا نذرانہ اس کے حصول کے لئے پیش کر دیا۔

اس مقصد کے حصول کے لئے پاکستان کا قیام ناگزیر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تحریک پاکستان میں اس نعرہ کا اضافہ ہوا کہ پاکستان کا مطلب کیا "لاالٰہ الااللہ" تو یہ تحریک اتنی کامیاب ہوئی کہ چند ہی سالوں میں پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

مسلمانان ہند کا یہ نعرہ محض ایک نعرہ نہیں تھا بلکہ یہ ان کا پورا ایک دستور، آئین اور منشور تھا کہ پاکستان ایک ایسا ملک ہو گا جہاں پر عدل و انصاف کا بول بالا ہو گا۔

جہاں پر مساوات، مذہبی آزادی، قرآن وسنت کی تعلیمات اور اس کے بتائے ہوئے احکامات کی پیروی کی جائے گی۔ یہ نعرہ مسلمانوں نے اس لئے لگایا تھا تا کہ وہ پاکستان کو ایک اسلامی، فلاحی ریاست بنا سکیں۔

ایسی ہی ریاست کا علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے خواب دیکھا تھا جس کو مسلمانان ہند نے قائد اعظم کی قیادت میں سچ کر دکھایا۔

قیام پاکستان:۔

قیام پاکستان سے مسلمانوں کو دو بڑے فائدے حاصل ہوئے ایک تو یہ کہ ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کے مقابلے میں پاکستان کے مسلمانوں کو فروغ و ترقی کا بے مثال موقع نصیب ہوا۔

تعلیم، تجارت، صنعت، عدالت، بینکاری، صحافت، انشاء پردازی، طب، دواسازی، درآمدات و برآمدات، افواج، سیاست و سفارت اور دیگر شعبوں میں جس قدر انہیں عروج حاصل ہوا۔ جس قدر ان شعبوں کی وجہ سے خوشحالی یا آسودگی حاصل کرنے کا موقع ان کو ملا اس کا وہ تصور تک نہیں کر سکتے۔

دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ عالم اسلام کو قیام پاکستان سے یہ حوصلہ ملا کہ وہ اسلام کا نام لے سکیں اور اسلام کو سربلند کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا اتحاد آرزو سے نکل کر حقیقت بن چکا ہے اور آج تقریباً 57 اسلامی ممالک نے ایک متحدہ محاذ بنا رکھا ہے۔ اتنے بڑے فائدے حاصل کرنے کے باوجود اس ملک کے زمام کاروں نے اس کے ساتھ اس باغباں سا سلوک کیا ہے۔

جس نے اپنے باغ کو اس وقت پانی دینا بند کر دیا ہو جب اس کے پیڑ پھل دینا شروع کر دیں۔ اس کی اس غفلت کی وجہ سے پیڑ کے پتے اور ٹہنیاں وغیرہ سوکھنے لگ گئی ہوں۔

بد قسمتی سے پاکستان کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ کہ جب شجر پاکستان کی آبیاری، سرچشمۂ اسلام سے ہونی تھی تو پاکستان کو ایسے سچے اور مخلص باغبان نہ ملے جو اس ضرورت کو جانتے اور سمجھتے۔

سیاسی اصطلاح میں یوں کہیے کہ پاکستان کو ایسی مخلص اور لائق قیادت نہ ملی جو اس نعمت خدا کو امانت سمجھتی اور اسے دارالاسلام بناتی، قیام پاکستان کے فوراً بعد جو کام کرنے کا تھا وہ یہ تھا کہ پاکستان کا آئین بنایا جاتا۔ کیونکہ آئین کسی بھی ملک یا قوم کی پہچان ہوتا ہے۔ اس سے ملک و قوم کے نظریات کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس سے ملک کا نظم و نسق وابستہ ہوتا ہے۔

لیکن بد قسمتی سے اس بات کو تسلیم کرنے میں تقریباً انیس ماہ لگا دیئے گئے کہ ملک کی نظریاتی اساس اسلام ہو گی۔ اسی بارے میں ڈاکٹر حفیظ الرحمن اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں فرماتے ہیں۔

"اسلام کے ساتھ مخاصمت یا اغماض و تغافل کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف اس بات کو تسلیم کرنے میں انیس ماہ لگا دیئے گئے کہ ملک کی نظریاتی اساس اسلام ہو گی۔ اس دوران کوشش اس امر کی کی جاتی رہی کہ انگریزی دور کے 1935ء کے ایکٹ کو ہی جزوی تبدیلیوں کے ساتھ بر قرار رکھا جائے۔

جب یہ کوشش نہ چلی تو ناچار 12 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی میں قرارداد مقاصد پاس کی گئی جس کے ذریعے اس امر کا اقرار کیا گیا کہ ملک کا آئین قرآن و سنت کے مطابق ہو گا۔ (45)

اس بات کو تسلیم تو کر لیا گیا کہ پاکستان کا آئین اور اس کی نظریاتی اساس اسلام ہو گی۔ لیکن اس سلسلے میں ٹال مٹول سے کام لیا جاتا رہا اور اسلامی نظام کے دستور کی تیاری کو التواء میں ڈالا جانے لگا اور یہ حقیقت بھی سامنے آنے لگی کہ تعلیم یافتہ طبقے کو اس کی مخالفت کی جانب مبذول کر دیا گیا انہوں نے یہ "اعتراضات کرنا شروع کر دیئے کہ قرآن و سنت سے ماخوذ شدہ اسلامی قوانین آج کے ترقی یافتہ دور سے مماثلت نہیں رکھتے جو قوانین چودہ سو سال پہلے کے ہیں ان کو آج ہم اپنی مملکت میں نافذ کر کے ترقی یافتہ دنیا کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور انہوں نے یہ نظریہ پیش

کیا کہ اسلام کو صرف اپنی مذہبی رسومات تک محدود رکھا جائے۔ ریاستی معاملات میں اسلام کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی آج کے ترقی یافتہ دور میں یہ ہمارے ریاستی معاملات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ سب سے بڑی ستم ظریفی یہ تھی کہ جو اسلامی نظام اور اسلامی سلطنت کے لئے قدرت نے سرزمین عطاء کی تھی وہاں غلط روایتی اسلام کا دور دورہ تھا۔

مشرقی پاکستان میں ایک طبقہ جبکہ مغربی پاکستان میں چند ہی ایسے لوگ تھے جو اسلامی نظام کے صحیح مضمرات سے واقف تھے۔ اسلامی نظام کے ساتھ جو ظلم کیا گیا وہ ایک نہایت ہی ذہین اور تعلیم یافتہ شخصیت کے دماغ کی پیداوار تھا۔

انہی لوگوں نے عدالتی اصولوں کا کھل کر مذاق اڑایا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہیں کہ قائد اعظم پاکستان کو اسلامی نہیں بلکہ مسلمانوں کی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ جہاں پر اسلامی قوانین کے علاوہ کوئی اور قانون بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر نظریہ پاکستانِ کا مقصد اعظم اور مطمع نظر اسلامی نظام نہیں تھا، تو پھر علیحدہ مملکت کا مطالبہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہاں کی عوام اسلام سے بے پناہ محبت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب بھی اس نظام کے خلاف آواز اٹھتی اور اقتدار پر قابض مخصوص طبقہ اس سے انحراف کرتا تو یہی لوگ آگے بڑھتے اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کی اس باغیانہ کوشش کو رد کر دیتے اور ان کو حصول پاکستان کا مقصد یاد دلاتے اور اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کرتے تاکہ پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنایا جا سکے۔ اس مطالبے میں وہ لوگ اور شخصیات پیش پیش تھیں جو پاکستان بنانے کے قافلے میں شامل تھے اور پاکستان کو حاصل کرنے کی وجہ سے ان کو بڑی بڑی قربانیاں دینا پڑیں ان کو اپنے گھر، اہل و عیال، رشتے داروں تک کی قربانیاں دینا پڑیں۔

"انہی شخصیات میں ایک عظیم الشان شخصیت کا نام "باباذہین شاہ تاجی ہے" جنہوں نے پاکستان کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ تاکہ وہ اس سرزمین کو ایک اسلامی قلعہ بنا سکیں۔ اس مقصد کے لئے یعنی پاکستان کو اسلامی قلعہ بنانے کے لئے آپ نے نہ صرف نعرے لگائے بلکہ اس کے لئے عملی اقدامات بھی کیے۔ آپ نے اپنی تحریر، تقریر، خطوط کے ذریعہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی کوششیں جاری رکھیں۔

اسی کوشش کی ایک کڑی "اسلامی آئین" کو ترتیب دینا بھی ہے۔ آپ نے قیام پاکستان کے بعد جب دیکھا کہ حکمران اسلامی آئین بنانے کے لئے تیار نہیں بلکہ مسلسل اس کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں تو آپ نے اس نظریہ کے پیش نظر کہ شاید آئندہ کبھی کسی کو یہ خیال آجائے کہ ہمارا دستور قرآنی خطوط کے مطابق ہونا چاہئے۔ تو ان کے لئے ہماری یہ کاوش شاید کسی فائدے کا موجب بن سکے۔ جنگل کی تنہائیوں میں سفر کرنے والے راہرو کے لئے بعض اوقات پہلے گذرنے والے کے نقوش قدم دلیل راہ یا تسکین کا باعث بن جایا کرتے ہیں۔

یہ سوچ کر اس کتاب کو مرتب کیا کہ شاید ہماری بے نوایانہ کوشش کسی آنے والے کے لئے ہلکی سے رفاقت کا کام دے سکے۔ اگر اتنا بھی ہو جائے تو اس سے میں اپنی کاوش کاملہ کو کافی سمجھوں گا۔

حصول پاکستان کے وقت اسلامی آئین کے نفاذ کا جو نعرہ بلند کیا تھا حصول پاکستان کے بعد حکمرانوں نے اس نعرہ کو پس پشت ڈال دیا اور اپنا سارا زور پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے میں لگا دیا۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مسلمانان ہند نے جس مقصد کے لئے قربانیاں دیں تھیں، اپنے گھر اہل وعیال، رشتے داروں کو چھوڑا تھا اس کی تکمیل کے لئے کوئی سنجیدہ کوشش کی جاتی اور پاکستان میں اسلامی آئین کو نافذ کیا جاتا۔

لیکن افسوس کہ جب بھی اسلامی آئین کے نفاذ کی عملی کوشش کی جاتی حکومت کی طرف سے کوئی نہ کوئی رخنہ اندازی کر دی جاتی جس سے اسلامی آئین کا نفاذ تعطل کا شکار ہو جاتا۔ اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ لوگ تو یہ تک کہنے لگ گئے کہ اسلام میں دستوری قواعد وضوابط موجود ہی نہیں۔ بلکہ انہوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ اسلام تو صرف ضابطۂ اخلاق وعبادات کا نام ہے۔ حکومت کو عہد حاضر میں جن قوانین کی ضرورت ہے وہ اسلام میں موجود ہی نہیں ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جس نے بابا ذہین شاہ تاجی علیہ الرحمہ کو آئین و دستور کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کو بیان کرنے پر مجبور کیا۔ آپ نے 1948ء کے وسط سے 1949ء تک اسلامی آئین کے متعلق لکھا۔

جس کے بارے میں آپ خود رقم طراز ہیں۔

" میں نے دن رات ایک کر کے 1948ء کے وسط سے 1949ء تک آئین و دستور کے باب میں اسلامی نقطۂ نظر سے لکھا۔" (46)

لیکن ہجرت کی بے سروسامانی، پاکستان میں آنے کے بعد پیش آنے والے مسائل کی وجہ سے آپ اس پر مزید کام جاری نہ رکھ پائے مگر آپ نے اس کو تمام امور پر مقدمہ اور ایک اسلامی فریضہ سمجھتے ہوئے کوششیں جاری رکھیں کہ اسلامی دستور کے متعلق کچھ لکھوں۔

کیونکہ یہ کام بہت اہم اور ایک ایسے بڑے ادارے کے کرنے کا تھا جو ایسے افراد پر مشتمل ہو جو افراد نہ صرف کتاب وسنت میں بصیرت رکھتے ہوں بلکہ موجودہ قوانین سے کماحقہ باخبر بھی ہوں اور قانون کس طرح مرتب کیا جاتا ہے اس سے بھی باخبر ہوں۔ باباذہین شاہ تاجی علیہ الرحمہ ان تمام خوبیوں کے جامع تھے اور آپ جانتے تھے کہ یہ کام جتنا عمدہ انداز سے میں کر سکتا ہوں کوئی اور اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن بعض وجوہات کی بناء پر آپ یہ کام انجام نہ دے پائے ان وجوہات کا تذکرہ آپ نے ان الفاظ میں کیا ہے

"ہجرت کی بے سروسامانی اور یہاں آنے کے بعد نئے مسائل کی فراوانی، اس کام میں مانع تھی۔" (47)

پاکستان میں اسلامی آئین کے عدم نفاذ کی وجوہات:۔

اس سے پہلے کہ میں اسلامی آئین کو مرتب کرنے کی وجوہات پر قلم اٹھاؤں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے پاکستان میں اسلامی آئین کے عدم نفاذ کی چند بنیادی وجوہات کو بیان کر دیا جائے تاکہ اس سے اس کتاب کی اہمیت کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

ا۔ پاکستان میں اسلامی آئین کے عدم نفاذ کی پہلی وجہ یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد جس اہم کام کی طرف حکمرانوں کو اپنی توجہ مبذول کرنا چاہئے تھی وہ یہ تھا کہ پاکستان کا آئین نظریات کی روشنی میں مرتب کیا جاتا جو قیام پاکستان کا سبب بنے تھے۔ لیکن بد قسمتی سے ابتداء ہی سے پاکستان کو مختلف اندرونی اور بیرونی سازشوں سے دوچار کر دیا گیا۔ جس سے سیکولرزم ذہنیت کو پاکستان میں اپنے پنجے مضبوط کرنے میں مدد ملی جس کی وجہ سے انہوں نے اسلامی آئین کے نفاذ میں رخنہ اندازی شروع کر دی اور اسلامی آئین کے نفاذ کا خواب پورا نہ ہو سکا۔

۲۔ پاکستان میں اسلامی آئین نافذ نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو مخلص دیانت دار تھے جنہوں نے پاکستان کے لئے قربانیاں تو دیں لیکن قیام پاکستان کے بعد پاکستان کو سازشی عناصر کے حوالے کر کے خود کنارہ کش ہو

گئے۔ درگاہوں اور درسگاہوں تک محدود ہو کر رہ گئے انہوں نے حصول پاکستان کو ہی اپنی کامیابی و کامرانی سمجھ لیا اور اصل مقصد کو مکمل کیئے بغیر پاکستان کو نااہل اور سازشی حکمرانوں کے حوالے کر دیا۔

جس کی وجہ سے پاکستان میں اسلامی آئین کا نفاذ تعطل کا شکار ہوتا چلا گیا۔

۳۔ پاکستان میں اسلامی آئین نافذ نہ ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ مخلص اور ایماندار قیادت کو موقع پرست اور سازشی عناصر نے اس کا موقع ہی نہیں دیا کہ وہ اسلامی آئین پر کام کر سکیں بلکہ اس سے پہلے ہی ان کو راستے سے ہٹادیا گیا جن میں قائد اعظم اور نواب لیاقت علی خان کے نام نمایاں ہیں۔

یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے پاکستان کے آئین کو مرتب کرنا تھا اس لئے ان کو راستے سے ہٹا کر سیکولر ذہنیت نے اپنا راستہ صاف کر لیا اور پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

۴۔ پاکستان میں اسلامی آئین کے عدم نفاذ کی چوتھی وجہ یہ تھی کہ یہاں کے لوگوں کی اصل مسائل سے توجہ ہٹا کر ان کو فروعی مسائل میں الجھا دیا گیا جس کی وجہ سے آپس کے اختلافات میں اضافہ ہوا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکمرانوں کو کسی بڑی اجتماعی قوت کا سامنا نہیں کرنا پڑا جس کی وجہ سے ان کو اپنی مرضی کے قوانین بنانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

بابا ذہین شاہ تاجی علیہ الرحمہ نے جہاں باقی وجوہات کو رونما ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو وہی آپ نے مسلمانان پاکستان کو دو قومی نظریہ سے منحرف ہوتے دیکھا۔ جس کی وجہ سے ان کے اندر صوبائی عصبیت، لسانی اور فرقہ ورانہ عصبیت نے جڑیں پکڑنا شروع کر دیں۔

یہ وہ چند بنیادی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے پاکستان میں اسلامی آئین پر کام نہ ہو سکا اور نہ ہی دینی و مذہبی طبقہ نے اس بارے میں کوئی سنجیدہ کوشش کی وہ وقتی طور پر تحریک تو چلاتے لیکن جب حکمران ان کو اسلامی آئین بنانے کا یقین دہانی کرادیتے تو وہ جا کر سو جاتے اس کو بنوانے اور عملی طور پر نافذ کروانے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی جاتی رہی۔

ان تمام وجوہات کو دیکھتے ہوئے آپ نے تمام دیگر مسائل کو پس پشت ڈال دیا اور اسلامی آئین کو مرتب کرنے میں لگ گئے۔ اس کے بارے میں آپ نے ان الفاظ میں اظہار فرمایا ہے۔

" مسلمانوں کے ساتھ اخلاص اور پاکستان کی غرض وغایت سے وفاداری یہ دونوں چیزیں احساس ہیچ مدانی پر غالب آئیں اور میں وہ سب کچھ لکھ گیا جو بیس برس کے بعد پیش کر رہا ہوں"۔ (48)

اسلامی آئین کو مرتب کرنے کی وجوہات:۔

باباذہین شاہ تاجی علیہ الرحمہ چونکہ اس قافلے کے روح رواں تھے، جو چلا تھا منزل لیکن جب آپ نے اس کو راستہ میں لٹتا دیکھا تو اس کی حفاظت کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔

جب آپ نے مندرجہ بالا وجوہات کا بغور مشاہدہ کیا تو آپ نے محسوس کیا کہ اب اگر آگے بڑھ کر اس قافلے کی رہنمائی نہ کی، جو منزل تک پہنچنے کے لئے بے تاب ہیں تو وقت ہاتھ سے نکل جائے گا اور یہ لوگ بھی دل برداشتہ اور تھک ہار کر بیٹھ جائیں اور پھر منزل کی رہنمائی کرنے والا بھی کوئی نہیں بچے گا۔ اسی عزم کے ساتھ آپ آگے بڑھے اور اسلامی آئین کے نام سے ایک کتاب کو مرتب کر دیا تاکہ بالفرض اگر ہم منزل تک نہ بھی پہنچ پائے تو منزل کا تعین کرنے والا راستہ تو موجود ہو۔

اس کے علاوہ جب آپ نے دیکھا کہ مسلمانانِ ہند کے دلوں سے اسلامی تشخص کو مٹانے کا کام تیزی سے جاری ہے اور مسلمانوں کے دلوں کے اندر مغربی تہذیب کو ٹھونسا جارہا ہے تو آپ نے اپنی نظر کشف سے ملاحظہ فرمایا کہ یہی وقت ہے جب قوم کی صحیح رہنمائی کی جاسکتی ہے تو آپ نے تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر کے ذریعہ بھی ان کی رہنمائی کا فیصلہ فرمایا اور اسلامی آئین کو مرتب کر کے اسلامی تشخص کو مسلمانان پاکستان کے سامنے اجاگر کیا۔

اسلامی آئین کو مرتب کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پاکستان کے مسلمانوں کو ان کے اصل مقصد سے ہٹا کر غیر ضروری اور فروعی مسائل میں الجھا دیا گیا۔ لسانی، مذہبی، مسلکی اور صوبائی عصبیت نے جڑ پکڑنا شروع کر دی تھی مسلمانوں کو اسلام سے دور اور تفرقہ بازی کے گرداب میں پھنسایا جارہا تھا۔ تو آپ نے تمام مسلمانوں کو پھر سے ایک پرچم تلے جمع کرنے کے لئے اسلامی آئین کو مرتب کیا کیونکہ آپ اس سے باخوبی واقف تھے کہ ایک ہی ایسا پرچم ہے جس کے سائے میں تمام مسلمان اپنے ذاتی مفادات کو قربان کر کے جمع ہو سکتے ہیں اور وہ پرچم اسلام کا پرچم ہے۔

اس کا اظہار آپ نے یوں فرمایا کہ

"وحدت ملکی اور وحدت قومی کو قانونی تحفظ دیا جائے اور اس کی خلاف ورزی میں حبس دوام اور سزائے موت تجویز کی جائے۔" (اس کے بعد فرماتے ہیں)

توقع ہے کہ ارباب حل و عقد و اہل الرائے اور صاحبان وشعور، مسلمانوں کو افتراق و انتشار کے گرداب سے نکال کر ان کی ہیت اجتاعیہ کی تشکیل و تنظیم کو مقدم سمجھیں گے۔ یہ بے شمار پارٹیاں جو "ہیت اجتاعیہ" کے تصور سے ٹکراتی ہیں توڑ دینی چاہیں۔ (49)

اسلامی آئین کو مرتب کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ نہ صرف روحانی پیشوا تھے بلکہ بہت بڑے عالم دین بھی تھے۔ آپ اس بات سے بہت اچھی طرح آگاہ تھے کہ اسلامی قوانین کے بغیر اسلامی ریاست کا خواب پورا نہیں ہو سکتا ہے۔

اور حضور ﷺ کا ارشاد مبارک بھی آپ کی نظر کے سامنے بار بار گھوم رہا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ

حدیث:۔ حدود اللہ کو نافذ کرنا چالیس دن رات مسلسل برسنے والی بارش سے بہتر ہے (50)

آپ کا شمار دینی و دنیوی علوم کے ماہرین میں ہوتا تھا اس لئے آپ جانتے تھے کہ جب تک پاکستان کے آئین کو اسلامی بنیادوں پر مرتب نہیں کیا جاتا اس وقت تک پاکستان حقیقی معنوں میں ترقی نہیں کر سکتا۔

سب سے خاص اور اہم وجہ اس کتاب کو مرتب کرنے کی یہ ہے کہ

آپ علیہ الرحمہ نے خواب میں حضور ﷺ کا دیدار فرمایا جس میں حضور ﷺ نے آپ کو اسلامی آئین مرتب کرنے کا حکم دیا اور اس کا تذکرہ آپ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"سب سے بڑا محرک اس مسودے کو پیش کرنے کا یہ واقعہ ہے کہ مجھے سرکار دوعالم ﷺ نے وسط 1949ء میں ارشاد فرمایا کہ پاکستان کے حفظ اور بقا کا راز اس میں مضمر ہے کہ پاکستانی مسلمان متفرق نہ ہوں۔ منظم

اور متحد رہیں چنانچہ میں نے ان اوراق میں اس حکم کی روح کو زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنے کی کوشش کی اور قانونی صورت میں جو صفحات لکھے گئے ہیں وہ اسی تاثر کا نتیجہ ہیں۔" (51)

آپ ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہ بھی ہوتی تو بھی اس کتاب کو مرتب کرنا آپ اپنا فرض عین سمجھتے کیونکہ ایک عاشق کے لئے حضور ﷺ کے ارشاد مبارک کے سامنے دیگر سب وجوہات ہیچ محسوس ہوتی ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہات ایسی تھیں جو کہ اس کتاب کے ترتیب کا مطالبہ کر رہی تھیں لیکن یہ چونکہ بنیادی وجوہات ہیں لہذا انہیں چند وجوہات کو بیان کرنے پر ہم اکتفا کریں گے۔

اسلامی آئین کی خصوصیات:۔

قیام پاکستان کا مقصد ہی یہی تھا کہ مسلمانان ہند کو ایک ایسا خط ارض دیا جائے جہاں وہ اپنے آپ کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھال سکیں اور اس خطۂ ارض کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنا سکیں ایسی اسلامی ریاست جو تمام دنیا کے ممالک کے لئے خاص کر اسلامی ممالک کے لئے آئیڈیل کی حیثیت رکھتا ہو۔

لیکن بد قسمتی سے جب قیام پاکستان کے بعد اس مقصد سے انحراف کیا جانے لگا تو اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اور پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے بہت سی کتب رسائل، آرٹیکلز وغیرہ مرتب کئے جاتے رہے۔ لیکن اس میں مجھے کچھ ایسی خصوصیات نظر آئیں جو باقی کتب وغیرہ میں مجھے محسوس نہیں ہوئیں۔

اسلامی آئین پر قلم اٹھانا اور اس کا حق ادا کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اس میں ذاتی تعصب، ذہنی رکاوٹ، مسائل سے ناآشنائی وغیرہ کی وجہ سے اسلامی آئین پر لکھی جانے والی کتب اسلامی اصولوں کے معیار پر پورا نہیں اتر رہی تھیں۔ لیکن آپ نے اس کو ان تمام برائیوں سے نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ان تمام حقائق کو اس میں مرتب کر دیا جس سے حقائق کی تعبیر ممکن ہو سکے۔

آپ نے اس کتاب کو تمام تر تعصبات سے بالائے طاق رکھ کر صرف اور صرف اسلام اور مسلمانوں کی

خدمت سمجھ کر اس کو مرتب کیا۔

اس کتاب یعنی اسلامی آئین کو پڑھنے کے بعد مجھے یہ محسوس ہوا کہ پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے آپ نے جو کارنامہ سر انجام دیا اور اسلامی آئین کے نام سے ایک کتاب کو مرتب کیا تو اردو زبان میں اس سے عمدہ کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔ اسلامی آئین پر بابا صاحب علیہ الرحمہ کی یہ تالیف اپنی نظیر آپ ہے اردو میں ایک ساتھ ایسا مواد اسلامی آئین پر ملنا مشکل ہے۔

اس کتاب میں اسلامی آئین کی اصل روح کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مسلم غیر مسلم کے متعلق تمام قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق مرتب کیا مسلم و غیر مسلم کے حقوق کا تعین کر دیا اسی بارے میں فرماتے ہیں کہ

"پاکستان میں مسلم اکثریت ہے اور پاکستان اسلام کے نام پر ہی بنا ہے ہم غیر مسلم کو تحفظ اور مراعات تو دے سکتے ہیں مگر ان کی آئیڈیالوجی اور عقائد و افکار کو کسی طرح قبول نہیں کر سکتے۔"

اس کتاب کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کے تمام اصولوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

اس میں آپ نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ حکومت کے رہنما اصول کیا ہے؟ اصول جمہوریت کیا ہیں؟ اسلامی قوانین کیا ہیں؟ پھر ان قوانین کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

تنظیم امت کے بنیادی قواعد، شوری کی تشکیل اور اس کی اہمیت پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ صدارت، امارت، خلافت، بنیادی حقوق، الغرض تمام وہ اصول و ضوابط جو ایک مہذب اور ترقی یافتہ ریاست کے لئے ضروری ہوتے ہیں ان تمام کو آپ نے اس کتاب میں جمع فرما دیا۔

اسلامی آئین کے عدم نفاذ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب بھی اسلامی آئین کو نافذ کرنے کے لئے تمام اقدامات مکمل کر لیے جاتے تو اس وقت یا تو اسمبلی کو توڑ دیا جاتا یا مارشل لاء لگا دیا جاتا۔

دستور کو اسلامی خطوط پر مرتب کرنے کے لئے حکومت نے قرآن و سنت کے ماہرین پر مشتمل ایک

تعلیمات اسلامی بورڈ تشکیل دیا جس میں بلند پایہ علمائے کرام کو شامل کیا گیا اور ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ آئین کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں ترتیب دیں۔

اسلامی خطوط پر دستور مرتب کرنے کے لئے حکومت نے قرآن و سنت کے ماہرین پر مشتمل تعلیمات اسلامی بورڈ تشکیل دیا۔ اس میں مولانا ظفر احمد انصاری، مفتی محمد شفیع اور دیگر بلند پایہ علماء شامل کئے گئے۔ ایک کمیٹی بنائی گئی جس کی سپرد یہ کام ہوا کہ وہ اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے دستور کا مسودہ مرتب کرے اور اسلامی تعلیمات کے بورڈ کی سفارشات کو اس طریقے پر سموئے کہ دستور کا خاکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو۔ دستور کا مسودہ تیار کرنیوالی یہ کمیٹی بنیادی اصولوں کی کمیٹی کہلائی ۔(52)

اس کے بعد ایک کمیٹی بنادی گئی جس کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ اسلامی تعلیمات بورڈ کی سفارشات کی روشنی میں آئین پاکستان کو ترتیب دے تو جب یہ آئین منظر عام پر آیا تو اس میں اس کے علاوہ کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کے لئے قرآن کی تعلیمات لازمی ہے۔

اس کمیٹی کا مرتب کردہ دستوری مسودہ 7 ستمبر 1950ء کو منظر عام پر آیا۔ حکومت کی طرف سے دعویٰ کیا گیا کہ اس رپورٹ کی تیاری کے بعد اسلامی ریاست کا نصب العین پورا ہو گیا۔ مگر پاکستان کی ملتِ اسلامی اسے دیکھ کر سخت مایوس ہوئی کیونکہ وہ سر تا پا سیکولر طرز کا دستوری خاکہ تھا۔ اسلام کے متعلق اس کے اندر سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ ہر مسلمان کے لئے قرآن کی تعلیم لازمی ہے۔(53)

۲۔ اس رپورٹ کے منظر عام پر آنے کے بعد عوام اور علماء کرام نے اس کو مسترد کر دیا اور حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ آئین پاکستان کو اسلامی اصولوں کے مطابق تیار کرے۔

حکومت نے عوامی دباؤ کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہوئے جولائی 1952ء کو دستوری مسودہ تیار کرنے کے لئے ایک دوسری کمیٹی بنادی۔ یہ بھی بنیادی اصولوں کی کمیٹی کہلائی اور اس نے دستوری مسودے کی تیاری کا عمل شروع کر دیا۔

بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے جب اپنی رپوٹ تیار کر لی تو حکومت کی جانب سے اس کی رپوٹ 22 نومبر 1952ء کو منظر عام پر لانے کا اعلان کیا گی ۔ (54)

اور یہ کوشش کی گئی کہ اس رپورٹ کو اسلام پسند حلقوں سے منظور کرالیا جائے۔ لہذا چند مقتدر علماء کرام کی سند قبولیت حاصل کرنیکی کوشش کی گئی۔ رپورٹ اس لائق نہ تھی کہ اس پر اطمینان ظاہر کیا جاتا لہذا اس رپورٹ کو بھی مسترد کر دیا گیا۔ بعد میں رپورٹ میں تبدیلیاں لائی گئیں جو کہ کافی حد تک اسلامی طرز پر تھیں لہذا حکومت نے رپورٹ 22 دسمبر 1952ء کو شائع کی (55)۔ اس رپوٹ میں بہت زیادہ خامیاں تھیں اور اسلام کے نظریاتی اصولوں کے خلاف تھیں مخالفت کی وجہ سے اس میں علماء کی سفارشات کو بھی شامل کیا گیا جسے اس وقت کے علماء کرام اور اسلامی حلقوں نے سراہا۔

اس زمانہ کے وزیر اعظم خواجہ نظام الدین نہایت دیندار اور خدا ترس انسان تھے۔ دستوری مسودے کو اسلامی رنگ دینے میں ان کی خواہش اور کوشش کا بڑا دخل تھا جبکہ گورنر جنرل غلام محمد اسلامی دستور کے سخت مخالف تھے۔ انہیں اسمبلی میں اس قسم کا دستور بنایا جانا گوارانہ ہوا چنانچہ انہوں نے نااہلی کا الزام دھر کے 17 اپریل 1953ء میں خواجہ نظام الدین کو وزارتِ عظمیٰ کے عہدے سے برطرف کر دیا۔(56)

س۔ گورنر جنرل غلام محمد چونکہ سیکولر ذہنیت کا حامل شخص تھا اس لئے اس نے ہمیشہ کسی نہ کسی وجہ سے اسلامی آئین کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالی ہے۔

گورنر جنرل غلام محمد کسی طور پر یہ نہ چاہتے تھے کہ یہ دستور اسمبلی میں منظور ہو لہذا انہوں نے سازش کر کے ایک انگریزی روزنامہ کے مدیر زیڈ اے سلہری کو سہروردی صاحب جو کہ زیورج میں تھے اور سیکولر ذہن کے آدمی تھے روانہ کیا۔ جہاں سے انہوں نے ایک اخباری بیان دیا کہ جس میں مطالبہ کیا گیا کہ موجودہ دستور ساز اسمبلی غیر نمائندہ ہے لہذا اسے توڑ دیا جائے اور نئی اسمبلی بنائی جائے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ اسمبلی سات سال سے کام کر رہی تھی۔(57)

7جولائی 1955 کو دوسری آئین ساز اسمبلی کا افتتاحی اجلاس مری میں ہوا۔ 8 جنوری 1956ء کو اس نے آئین کا ڈرافٹ پیش کیا۔ جسے کچھ تبدیلیوں اور ترمیم کے بعد 29 فروری 1956ء کو منظور کر لیا گیا۔ 2مارچ 1956ء کو آئین گورنر جنرل کی منظوری کے لئے بھیجا گیا۔ اس دوسرے آئین کی 245 دفعات میں بیشتر دفعات پہلے آئین کے ڈرافٹ پر مبنی تھیں۔ 23مارچ 1956ء کو یہ غیر قانونی آئین نافذ کر دیا گیا۔

یہ آئین محض ڈھائی سال رہ سکا اور 7 اکتوبر 1958ء کی رات جنرل سکندر مرزا نے مارشل لاء لگا دیا اور آئین کو منسوخ کر دیا۔ بعد ازاں جنرل ایوب نے جنرل سکندر مرزا کو معزول کر کے اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ایوب خان کا یہ مارشل لاء 8جون 1962ء تک نافذ رہا۔

اس آئین کو منظور کروانے میں اس وقت کے وزیر اعظم چوہدری محمد علی کا بہت بڑا ہاتھ تھا لیکن بد قسمتی سے ان کو عہدے سے دست بردار ہونا پڑا۔ ملک کی بد قسمتی کہ چوہدری محمد علی بوگرہ کو وزیر اعظم رہنا نصیب نہ ہوا۔ مخالفین نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ انہوں نے استعفیٰ دے دیا ورنہ اس کے بعد اسلامی قانون کے نفاذ کا کام تیزی سے شروع ہو جاتا۔(58)

کیونکہ اس کے بعد جو کابینہ بنائی گئی اس کے بارے میں ڈاکٹر حفیظ الرحمان لکھتے ہیں کہ

اس میں اسلام پسند وزارء کو شامل کرنے سے بطور خاص گریز کیا گیا۔ (59)

اس سے پہلے کہ اس آئین کے نفاذ کے لئے کچھ عملی اقدامات ہو پاتے اسکندر مرزا نے اس دستور کو منسوخ کر کے اسمبلی کو توڑ دیا سب سے بڑی بد قسمتی دستور کی منسوخی تھی کیونکہ پہلے ہی 9 سال کی جدوجہد کے بعد ایک ایسا آئینی ڈھانچہ تیار ہو پایا تھا جس پر تمام لوگوں کا کسی نہ کسی حد تک اتفاق پایا جاتا تھا۔

اسی بارے میں ڈاکٹر حفیظ الرحمن لکھتے ہیں کہ

"دستور کی منسوخی ایک بہت بڑا المیہ تھی کیونکہ یہ دستور بڑی مصیبتوں سے نو سال کے بعد بنا تھا" (60)

اسکندر مرزا نے اپنا اقتدار بچانے کے لئے آئین کو منسوخ کر کے اسمبلی کو توڑا تھا لیکن ان کا یہ اقدام اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا۔ کیونکہ صرف 20 دن بعد اس کو ایوب خان نے اقتدار سے برطرف کر کے ملک بدر کر دیا اور ملک میں پہلا مارشل لاء نافذ کر دیا۔

اس کے متعلق ڈاکٹر حفیظ الرحمن یوں رقمطراز ہیں۔

"جس شاخ پر وہ بیٹھے تھے اسے خود اپنی کلہاڑی سے انہوں نے کاٹ ڈالا تھا اب اقتدار کی کرسی پر فائز رہنے کے لئے وہ ایوب خان کی مرضی کے محتاج ہو گئے۔ ایوب خان نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا اور صرف بیس دن بعد انہیں برطرف کر کے ملک بدر کر دیا۔" (61)

ایوب خان نے تقریباً 44 ماہ تک بغیر آئین و قانون کے حکومت کی اس دوران ملک میں کوئی آئین نہیں تھا۔ اس لئے کہ ایک بہت بڑی جدوجہد کے بعد جو آئین نافذ کیا گیا تھا اس کو پہلے ہی اسکندر مرزا منسوخ کر چکے تھے۔

ایوب خان نے بالغ رائے دہی کے بجائے بنیادی جمہوریتوں کے نظام کو پروان چڑھایا اور اس کے مطابق 1959ء میں ملک بھر سے بنیادی جمہوریتوں کے لئے نمائندے منتخب کرائے۔

اس بارے میں ڈاکٹر حفیظ الرحمن اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"ایوب خان نے اس ملک پر 44 ماہ تک بغیر قانون کے حکمرانی کی انہوں نے برسر اقتدار آنے کے بعد ملک کا پارلیمانی جمہوریت کا ڈھانچہ توڑ دیا بالغ رائے دہی کے بجائے بنیادی جمہوریتوں کا نظام قائم کیا۔" (62)

44 ماہ کے بعد جب عوامی دباؤ بڑھنے لگا تو ایوب خان نے آئین مرتب کروانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لئے اس نے جناب جسٹس شہاب الدین کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی جس کے ذمہ آئینی سفارشات تیار کرنے کا کام لگایا۔

انہوں نے اہل الرائے، سیاسی اور مذہبی پارٹیوں سے آئینی تجاویز طلب کیں۔

اسلام پسند جماعتوں نے بھی سفارشات پیش کیں جن کو اس کمیٹی نے ترتیب دے کر صدر ایوب خان کو پیش کر دیں لیکن یہ ان کے خلاف تھیں اس سے اس کے اقتدار کو خطرہ تھا۔ اس لئے اس نے اس کو مسترد کر دیا۔ اس

کے بعد دوسرا مسودہ تیار کروایا گیا اور اسے بذریعہ آرڈیننس نافذ کر دیا گیا لیکن یہ مسودہ اسلامی آئین کے بالکل مخالف تھا اس میں ان تمام نکات کو نکال دیا گیا تھا جو 1956ء کے آئین میں اسلامی دفعات سے تعلق رکھتی تھیں۔

اس کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر حفیظ الرحمن لکھتے ہیں کہ

"یہ آئین 1956ء کے آئین کے ان تمام اوصاف سے خالی تھا جو اسلامی نقطہ نظر سے اس میں موجود تھیں۔" (63)

اس کتاب کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ باب ذہین شاہ تاجی علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں ترتیب وار وہ تمام چیزیں جمع کر دی ہیں جو کسی بھی ریاست کے نظم و نسق کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ خاص طور پر ان تمام قوانین و ضوابط کا اس کتاب میں اجتماع ملتا ہے جو ایک اسلامی فلاحی ریاست کے لئے ضروری اور بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سب سے پہلے تو اس میں آپ نے قرار داد مقاصد کا ذکر کیا اور اس کے چند نکات کو بیان کیا کہ اقتدار اعلیٰ اللہ کو حاصل ہے اس نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لئے نیابتاً عطا فرمائے ہیں۔ (64)

اس کے علاوہ دیگر نکات کو بھی بیان کیا۔

اس کے بعد آپ نے جمہور کی تعریف کی کیونکہ جب تک جمہور اور جمہوریت واضح نہ ہوتی تو اس وقت تک اسلامی ریاست کا اصل مفہوم واضح نہ ہو پاتا۔

جمہور کی تعریف: اسلامی آئین میں جمہور کی تعریف یوں ہے کہ جمہور سے وہ اُمتِ مسلمہ مراد ہے جس نے تقسیم ھند کی جدوجہد میں تن من دھن سے قربانی دی اور مملکتِ پاکستان کو حاصل کیا۔ (65)

تاکہ اسلامی نظامِ حکومت قائم ہو اور جو لوگ پاکستان کے خلاف تھے وہ جمہور میں شامل نہیں ہیں۔

اسلامی نظام حکومت میں بادشاہت (Soverignity) صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جبکہ انسان اس کا نائب ہے۔

حکومت کے رہنما اصول:۔

حاکم مطلق (اللہ تعالیٰ) نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو حکمرانی کا اختیار ایک مقدس امانت کے طور پر عطا فرمائے ہیں۔ اسی لئے یہ دستور (Constitution) اس غرض سے مرتب کیا جاتا ہے کہ اس کی رو سے وہ اختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب نمائندوں کے ذریعہ استعمال کیا جائے۔ (66)

اس دستور کے ماخذ قرآن و سنت کی روشنی میں انفرادی و اجتماعی زندگی کو مرتب اور منظم کرنا فرض ہے۔ جب کہ اس سے انحراف و بغاوت چاہے وہ انفرادی ہو اجتماعی سنگین جرم ہے۔

اس کے بعد آپ نے اصول جمہوریت کو بیان کیا اسلامی اور غیر اسلامی جمہوریت کے فرق کو واضح کیا اور بتایا کہ ان کی بنیاد کن نظریات پر ہوتی ہے۔

اسلامی اصول جمہوریت کیا ہے:۔

یہاں یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ اسلام میں جمہوریت کا نظریہ جو بالکل واضح ہے وہ یہ ہے کہ اقتدار علیٰ (Soverignity) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور عوام کو نیابۃ اللہ کی طرف سے اختیار حکمرانی حاصل ہوتا ہے۔ اس قسم کی جمہوریت قانون سازی کتاب و سنت کی روشنی میں کرنا اپنا فرض اولین سمجھتی ہے بابا ذہین شاہ تاجی علیہ الرحمہ اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ

غیر مذہبی جمہوریت اس اصول پر صورت پذیر ہوتی ہے کہ اقتدار کے مالک عوام ہیں مگر اس کے برعکس اسلامی جمہوریت اس اصول پر استوار ہوتی ہے کہ اقتدار اعلیٰ خدا کے لئے ہے اور عوام کو نیابۃً خدا کی طرف سے اختیار حکمرانی حاصل ہے۔ (67)

اصول جمہوریت کو وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کے بعد اسلامی جمہوریت کی وضاحت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اسلامی جمہوریت کی بنیاد کیا ہے۔

اسلامی جمہوریت کی روح اور بنیاد قرآن کی یہ آیت ہے۔

(امرھم شوری بینھم) (شوریٰ)

اس کے بعد اسلامی قوانین کو بیان کیا کہ اسلامی قوانین کون کونسے ہیں۔ کسی بھی ریاست کا آئین اور قانون بنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ریاست میں رہنے والے ہر قسم کے خوف اور غم سے بے پرواہ ہو کر ریاست کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔

اسلامی آئین کی غرض وغایت بھی یہی ہے اور اسلام تمام لوگوں کو نسلی، قومی، مذہبی، سیاسی تعصبات کو بالا طاق رکھ کر تحفظ فراہم کرتا ہے۔

باباذہین شاہ تاجی علیہ الرحمہ اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اسلام چاہتا ہے کہ یہ معاشرہ اخلاقی جدوجہد کرنے والے روحانی الذہن افراد پر مشتمل ہو" (68)

اس کے بعد آپ نے اسلامی آئین کی شرائط کو بیان فرمایا اور اس کو واضح کیا کہ اسلامی آئین کی بنیاد کس پر ہے اسلامی آئین کی بنیاد قرآن وحدیث پر رکھی گئی ہے۔ اس کے تمام آئینی نکات کو قرآن وحدیث سے ماخوذ کیا گیا ہے۔

حدیث شریف میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے اس نے میری نافرمانی کی۔(69)

اس کے بعد آپ نے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے

کہ وہی امیر ہے جو اطیعو اللہ واطیعو الرسول کے اتباع میں رسول اللہ ﷺ کی نیابت کرتا ہے۔(70)

اس کے بعد آپ نے اقتدار اور حاکمیت کے تصور کو واضح کیا۔ قرآن وسنت میں اقتدار اور حاکمیت کا جو مفہوم ہے اس کو وضاحت سے بیان کیا۔

قرآن مجید میں ہے:۔ اِنِ الْحُکم الا اللہ امر الا تعبدو اا الا ایاہ ذلک الدین القیم (71)

ترجمہ: حکم (Command) اللہ ہی کے لیے ہے اس کا حکم ہے کہ تم اسی ہی کی بندگی کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

الا لہ الخلق و الامر (72) ترجمہ: خلق اور امر (حکم) اسی کے ہیں۔

اللہ تعالٰی کی ملوکیت کہ وہ جسے چاہے عنایت کرے اور جس سے چاہے چھین لے۔

قل اللھم مٰلِکَ الْمُلْکِ توتی الملک من تشاء و تنزعُ الْملک ممن تشاء ۔(3:26) (73)

ترجمہ کہدو، اے اللہ! اقتدار کے مالک تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے۔

اسلامی ریاست میں چونکہ شوری کو بنیادی حیثیت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات مبارکہ تمام خوبیاں کی جامع تھی لیکن اسکے باوجود آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمیعن سے نہ صرف مشورہ فرمایا بلکہ ان پر عمل بھی فرمایا۔

جس کی واضح مثال مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنا ہے یہ کام آپ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے کیا تھا۔پاکستان چونکہ اسلامی جمہوری ریاست ہے جو نظام نیابی کے نظریہ سے وجود پذیر ہے،اس کا یہ نظام نیابی مجلس شوری کے بغیر صورت پذیر نہیں ہو سکتا۔اس لئے مجلس شوری کی ترتیب و تشکیل ان قواعد و ضوابط کے تحت ہونی چاہئے جن کو قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔انہی قواعد و ضوابط کو باباذہین شاہ تاجی علیہ الرحمتہ نے یو ل بیان فرمایا ہے۔

ا۔ مجلس شوری کے افراد کی تعداد موجودہ تعداد ممبران اسمبلی کے مطابق ہو سکتی ہے۔بشرطیکہ موجودہ اسمبلی کے ارکان وہ اسناد رکھتے ہوں جو مجلس شوری کے ہر افراد کیلئے ضروری قرار دی ہیں۔(74)

اسکے بعد آپ نے قرآنی آیات سے ان اسناد و خصوصیات کو بیان فرمایا ہے۔

۲۔ دوسری شرط کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"موجودہ مجلس دستور ساز (اسمبلی) جو ان اسناد سے فی الحال معرّا ہوں۔ان کے کے لیے حسب ذیل صورتیں ممکن ہیں۔ (75)

اسکے بعد آپ نے ان صورتوں کو تفصیل سے بیان فرمایا۔ یہی وہ اسناد ہیں اگر آج بھی ان پر عمل کر لیا جائے تو ہم دوبارہ عروج کی بلندیوں کو چھو سکتے ہیں۔

پاکستان کے نظام شورائی کے بارے میں آپ یوں بیان فرماتے ہیں

"جمہور امت کے نمائندگان کا انتخاب موجودہ مروجہ لادینی حکومتوں کے طریق انتخاب پر نہ ہوگا کہ یہ طریقہ ملک میں تضیع وقت وزراء اور متخاصم جماعتوں کا مربّی ہے، نیکوکاروں کا دشمن ہے۔ لسان، چالاک، سرمایہ دار اور حریص افراد ہی اس انتخاب سے عہدہ برآمد ہو سکتے ہیں اس لئے یہ طریقہ انتخاب ممنوع قرار دیا جانا چاہئے۔" (76)

اسکے بعد آپ نے مجلس شوریٰ کا طریقہ کار بیان کیا

اور فرمایا کہ

ہر مجلس شوریٰ سب سے پہلے اپنا صدر منتخب کریگی اس طرح ہر منطقے اور صوبے کا ایک ایریا صدر ہو گا۔ (77)

مجلس شوریٰ میں اس بات کی بہت اہمیت ہوتی ہے کہ اسمیں موجود افراد کیسے ہیں۔ کیونکہ مجلس شوریٰ میں موجود افراد میں جتنی اعلیٰ خصوصیات ہوں گی وہ اتنے ہی اعلیٰ فیصلے بھی کرے گا۔

یہی وجہ ہے کہ باباذہین شاہ تاجی علیہ الرحمتہ نے طریق انتخاب کو بہت اہتمام کے ساتھ بیان کیا۔

طریق انتخاب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کہ "سب سے پہلے علماء و صلحا بزرگان دین اور مشائخ عظام ان افراد کی فہرست مرتب کریں گے جو امارت یا صلاحیت کیلئے موزوں ہو سکتے ہیں یہ فہرست اپنی مجلس شوریٰ میں پیش کریں گے اور اپنے طبقے کا ایک صدر کثرت رائے سے منتخب کر لیا جائیگا۔ (78)

۳۔ امت مسلمہ خیر امت ہے، نوع انسانی کیلئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کا شعار ہے

جو سب سے پہلے اپنے نفوس کو مقید نہیں کریں گے

اتأمرون الناس بالبرّ وتنهون انفسکم (79)

۶۔ حکومت پاکستان کسی فرقے کی مزعومات پر کسی قسم کی کوئی پابندی عائد کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی مگر شرط یہ ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ معاشرے میں بگاڑ اور اسلامی قوانین کے مخالف نہ ہوں۔ (80)

آج دنیا کو معاشی طور پر مفلوج کرنے کی سازش کی جارہی ہے جب کہ اسلام کا نظام معیشت ایسا نظام ہے جو دنیا سے معاشی عدم توازن کو حتی الامکان کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

باباذہین شاہ تاجی علیہ الرحمتہ معاشی پالیسی کو مرتب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"تمام دنیا کے مذاہب میں یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ ان سلاست روی کے ساتھ سفر زندگی طے کرنے کا سب سے زیادہ آسان اور موصل الی المقصود ذریعہ ہے اور آسمان وزمین کی بادشاہتوں کے قوانین کا مجموعہ ہے۔

نظام معیشت کو بہتر کرنے معاشی واخلاقی نظام کے عنوان سے آپ نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔

الغرض ذہین شاہ تاجی علیہ الرحمتہ نے وہ بنیادی اصول اس کتاب میں درج ذیل کیے ہیں۔ جو ایک فلاحی ریاست کی بنیاد ہوسکتے ہیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

قرآن کے ثقافتی نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے زرعی پیداوار کی تقسیم، عدل واستحسان اور مساوات کے انداز میں پر امن جدوجہد آئینی طور پر جاری رہے گی بشرطیکہ مخالف اسلام تو توں کی اختلال انگیزی، غیر آئینی طریق کار ختیار کرنے پر مجبور نہ کردے۔

مسلم قوم کے مختلف گروہوں میں اعلی کردار اور بلند فکر کو نشوونام دینے کے لئے حکومت کا فرض ہو گا کہ وہ براہ راست تعلیمی اداروں کے ذریعہ نوجوانوں میں قرآنی مقاصد کی تلقین و تبلیغ کرے تا کہ ان میں تعلیمی، سیاسی، معاشی، قومی اور بین الاقوامی مسائل کے حل کرنے کی اہلیت پیدا ہو، اور وہ تعمیری جدوجہد کے اقدامات کے لئے اعتماد حاصل کریں اور وحی کے علم کی نسبت دوسرے مذہبی اور غیر مذہبی گروہوں کو بے وجہ خوف وخطر میں مبتلا رہنے سے محفوظ کیا جاسکے۔

اقلیتوں کو انتخاب کی بنیاد پر مجالس "قانون ساز میں حق نیابت اپنے حقوق کے تحفظ کے ساتھ حاصل رہے گا۔ دفعہ چھ کے ماتحت مہاجروں کو بھی بحیثیت مہاجر کے اپنی ثقافتی، لسانی حیثیت کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک نیا صوبہ مہیا کرنا ہو گا۔

حکومت کا فرض ہو گا کہ وہ عوام کی تمام ضروریات، تعلیم اور روزگار اور تخلیقی کام مہیا کرے۔ اور بے روزگری، بیماری اور بڑھاپے کے وظائف دے۔ ٹیکس اور مال گزاری کی پالیسی کی بنیاد قرآنی تصور پر رکھے۔

ان بنیادی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے علماء کرام نے 1973ء کے آئین کی سفارشات پیش کیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

علماء کی دستوری سفارشات:۔

1973ء کے دستور میں اس کی شکل اور متعلقہ آرٹیکل ا۔ مسلمانوں کے لئے قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے اور ملک کے نظام تعلیم میں ایسی اصلاحات کی جائیں جن سے مسلمان اپنی زندگی کو قرآن مجید اور سنتِ رسول ﷺ کے مطابق ڈھالنے کے قابل ہو سکیں۔

حکمت عملی کے اصول: 31 (i): پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر، اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے اور انہیں ایسی سہولیتں مہیا کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔

۲۔ مسلمان ملازمین حکومت کو فرائض دینی کی پابندی اور شعائر اسلام کے التزام میں پوری سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ (۲) پاکستان کے مسلمانوں کے متعلق مملکت یہ کوشش کریگی۔

(الف) قرآن اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینا۔ عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس کے لئے سہوتل بہم پہنچانا اور قرآن پاک کی صحیح اور من وعن طباعت اور اشاعت کا اہتمام کرنا۔

۳۔ ہر قسم کی مسکرات، جوئے اور عصمت فروشی کا تاریخ نفاذ دستور سے زیادہ سے زیادہ تین سال کے اندر قانون سازی کے ذریعے مکمل انسداد کیا جائے۔

آرٹیکل 37۔ مملکت (بی) عصمت فروش، قمار بازی اور ضرر رساں ادویات کے استعمال، فحش ادب، اور اشتہارات کی طباعت، نشرواشاعت اور نمائش کی روک تھام کریگی۔

۴۔ دہریت والحاد کی تبلیغ اور قرآن وسنت کی توہین اور استہزاء کا بذریعہ قانون سازی انسداد کیا جائے۔

(ایچ) نشہ آور مشروبات کے استعمال کی سوائے اس کے کہ وہ طبی اغراض کے لئے یا غیر مسلموں کی صورت میں مذہبی اغراض کے لئے ہوں روک تھام کریگی۔

۵۔ موجودہ قوانین کو پانچ سال کے اندر اندر کتاب وسنت کے مطابق تبدیل کر دینے کا مناسب انتظام کیا جائے۔

حصہ نہم، اسلامی احکام، 227(1): تمام موجودہ قوانین کو قرآن وسنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا جن کا اس حصے میں بطور اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہے اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔

۶۔ کوئی قانون جو مسلمانوں کے شخصی معاملات سے متعلق ہو، ہر فرقے کے لئے کتاب وسنت کے اس مفہوم کی روشنی میں بنایا جائے گا۔ جو اس کے نزدیک مستند ہو اور کوئی فرقہ دوسرے فرقہ کی تعبیر کا پابند نہ ہو گا۔ نہ کوئی ایسا قانون بنایا جائے گا جس سے کسی فرقے کے مراسم وفرائض مذہبی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو۔

کسی مسلم فرقے کے قانونِ شخص پر اس شق کا اطلاق کرتے ہوئے، عبارت "قرآن وسنت" سے مذکورہ فرقے کی ہوئی توضیح کے مطابق قرآن وسنت مراد ہوگی۔

۷۔ مملکت کی معاشی پالیسی اسلام کے اصول عدل وعمرانی پر مبنی ہونی چاہیئے اور بلا امتیاز مذہب، نسل یا رنگ عوام کی ہر قسم کی بہبود کا انتظام کیا جائے۔

38۔(بی) مملکت تمام شہریوں کے لئے ملک میں دستیاب وسائل کے اندر معقول آرام وفرصت کے ساتھ کام اور مناسب روزی کی سہولتیں مہیا کریگی۔

(الف) ربا کو جتنی جلد ممکن ہو ختم کریگی۔

۸۔ حکومت کے ادنیٰ اور اعلیٰ ملازمین کے معاوضوں کا تفاوت اعتدال پر لایا جائے۔

38۔(ای) پاکستان کی ملازمت کے مختلف درجات میں اشخاص سمیت افراد کی آمدنی اور کمائی میں عدم مساوات کم کریگی۔

۹۔ اسلامی علوم وثقافت کے فروغ کا موثر انتظام کیا جائے۔

31۔(سی) مملکت زکوۃ، عشر، اوقاف اور مساجد کی باقاعدہ تنظیم کا اہتمام کرے گی۔

۱۰۔ مملکت کے قوانین کے مآخذ اساس (چیف سورس) قرآن وسنت ہوں گے۔

آرٹیکل 2۔ اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا۔ (نیز بحوالہ بالا آرٹیکل 227)

۱۱۔ موجودہ قوانین کی قرآن وسنت کے مطابق جانچ پڑتال کو سپریم کورٹ میں پانچ علماء اور سپریم کورٹ کسی مقدین، متقی اور علوم اسلامیہ و قانون سے واقف جج کی صوابدید پر چھوڑا جائے۔

203۔الف تا آخیر:۔ اس کام کے لئے وفاقی شرعی عدالت سے موسوم ایک مستقل دستوری ادارہ وضع کیا گیا۔ اس کے فیصلوں کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت ایپلٹ بینچ میں اپیل کی جا سکتی ہے جہاں دو علماء موجود ہیں۔

۱۲۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سردست کچھ مدت کے لئے ریاست کے مالی علامات کو اسلام کے مطابق درست کرنے میں عملی مشکلات مانع ہوں گی مگر اس کے لئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ مالی سودات قانون پر باب سوم کے احکام کا اطلاق ہونے کے لئے پانچ سال کی مدت مقرر کر دی جائے۔

باب۔3۔ اے کے آرٹیکل 203ڈی کے تحت شرعی عدالت از خود یا کسی فریق کی درخواست پر کسی بھی قانون کی شرعی حیثیت پر غور کر کے فیصلہ کر سکتی ہے۔

آرٹیکل 203سی کے تحت لفظ قانون میں اس عدالت کے متعلق دستوری ترمیم کے آغاز سے دس سال تک مالی بینکاری اور بیمہ قوانین شامل نہیں۔ یہ مدت ختم ہو چکی ہے۔

۱۳۔ مملکت کا نام جمہوریہ اسلامیہ پاکستان ہونا چاہیے۔

آرٹیکل ۱(۱) مملکت پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہو گی جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہو گا۔

۱۴۔ امیدوار صوبائی اسمبلی کی نااہلیت کے چار اسباب میں مندرجہ ذیل پانچویں کا اضافہ اور امیدوار قومی اسمبلی کے لئے ان پانچوں کا ہونا ضروری ہے۔ وہ فرائض اسلام کا پابند اور کبائر سے مجتنب ہو۔

آرٹیکل 62۔ کوئی شخص مجلس شوریٰ کا رکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہیں ہو گا اگر:

(ڈی) وہ اچھے کردار کا حامل نہ ہو اور عام طور پر احکام اسلام سے انحراف میں مشہور ہو

(ای) وہ اسلامی تعلیمات کا کافی علم نہ رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند، نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب نہ ہو۔

(الف) وہ سمجھ دار، پارسا نہ ہو اور فاسق ہو، ایماندار اور امین نہ ہو۔

۱۵۔ انتخابی نااہلی کے لئے کسی عدالت سے کسی جرم کے ارتکاب پر سزا یافتہ ہونے کے بجائے کسی اخلاقی جرم میں سزا یافتہ ہو۔

آرٹیکل 62بی: کسی اخلاقی پستی میں ملوث ہونے یا جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزا یافتہ شخص مجلس شوریٰ کا رکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہ ہو گا۔

۱۶۔ راہنما اصول کے مطابق مملکت کی بنیادی آئیڈیالوجی اور نصب العین کا تحفظ کیا جائے۔

آرٹیکل 29 تا 40 میں اس سے بہت کچھ زیادہ موجود ہے۔

۱۷۔ پنجاب میں قادیانیوں کی ایک نشست پُر کرنے کے لئے پاکستان کے دیگر علاقوں کے قادیانی بھی ووٹ دینے اور مذکورہ نشست پر رکن منتخب ہوسکنے کے مستحق، نیز قادیانی کی تشریح یوں کی جائے۔ قادیانی سے مراد وہ شخص ہو گا جو مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا مذہبی پیشوا مانتا ہو۔

آرٹیکل 260(3) بی :۔ غیر مسلم سے مراد کوئی ایسا شخص ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ لاہوری گروپ کا (جو خود کو احمدی یا کچھ اور کہلاتے ہیں) کوئی شخص یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں سے کسی سے تعلق کرنے والا کوئی شخص شامل ہے۔(81)

حصہ نظم

آیات جمال

کتاب کانام : آیات جمال

تصنیف :ذھین شاہ تاجی

ناشر مطابع :ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی تاج المساجد جامعہ تاجیہ کراچی

سن طباعت(2nd Edition) : ستمبر 1994 تعداد صفحات: 464

سن طباعت 2008 (3rd Edition) :تعداد صفحات: 556

وجہ تسمیہ :

کتاب آیات جمال کی وجہ تسمیہ جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دلائل جو کائنات کے حسن کے اظہار کے لئے جابجا بکھرے ہوئے ہیں ان کا بیان کرنا یعنی بالفاظ دیگر مظاہر فطرت جو حسن ابدی پر دلالت کر رہے ہیں۔

ان مظاہر فطرت کو دیکھنے کے لئے جس بصارت یا بصیرت کی ضرورت ہے وہ حقیقی دیدہ و بینا کہلاتی ہے یعنی دل کی آنکھ سے دیکھنا اور ایک محبت کرنے والا تو حسن کو دیکھتا ہے اور حسن کی باتیں کرتا ہے اور محبت ایک انعام الٰہی ہی تو ہے جو باباذھین شاہ تاجیؒ کو عطا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ خلق خدا سے محبت کرتے تھے ان کی باتیں محبت پر مظہر تھیں یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری کا مجموعہ بھی محبت کے انہی قرائن اور پہلوؤں کو بیان کرنے کے لئے سامنے آتا ہے اور محبت میں جمال و حسن اساس ہے جس کا تعلق ظاہر سے زیادہ باطن سے ہوتا ہے لہٰذا آیات جمال حسن کائنات پر مظاہر و دلائل کا بیان ہے۔

کتاب آیات جمال کے محاسن:

باباذھین شاہ تاجیؒ تصوف کی سیادت سے تعلق رکھتے تھے ان کی واردات قلبی کا اظہار اشعار سے زیادہ اور کہاں خوبصورت ہو سکتا ہے۔

ا۔ کتاب پر پہلی نظر بھی جمال و حسن پر دلالت کرتی ہے سرورق انتہائی سادہ گویا کہ سادگی میں حسن بے مثال وعدیم النظر ہے۔

ابتدائی صفحہ پر حضرت محمد طاسین شاہ ذھین تاجی کی خوبصورت تصویر جو موقع حسن و سادگی سے تعبیر ہے۔ فہرست جس میں سب سے پہلے انتساب کا بیان ہے اور انتساب ہی میں آیات جمال کے معنوی محاسن کو انتہائی خوبصورت پیرائے اور اسلوب میں بیان کر دیا گیا ہے جس کے راقم حضرت بابا محمد طاسین شاہ ذھین تاجیؒ ہیں۔ دوسرے نمبر پر کلمہ تشکر جو من لم یشکر الناس لا یشکر اللہ کا مصداق نظر آتا ہے۔

اور ہر چند کلمات باباجی کی طرف سے جوش اور حضرت رازیؔ کے لئے جو شاہد نہیں بلکہ یقیناً اعتراف محبت ہے۔ اور سوم کتاب کا مقدمہ جو تقریباً 60 صفحات پر پھیلا ہوا ہے در حقیقت یہ مکمل مقدمہ نہیں ہے بلکہ اصل مقدمہ سے کچھ اقتباسات ہیں جو اس تصنیف کی ابتداء میں شامل کرائے گئے ہیں جس سے اس کتاب کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ مطالعہ طباعت جن وجوہات کی بناء پر ممیز ہے ان کا ذکر مختصر درج ذیل ہے۔

ا۔ ابتدائی کلمات باباصاحب کے موقف و مسلک کے ترجمان:۔

کتاب کے ابتدائی کلمات جو حضرت بابا محمد طاسین شاہ کے رشحات قلمی کا خوبصورت نتیجہ ہیں جن سے عقیدہ وحدت الوجود کی تعلیمات کا خلاصہ قاری کے سامنے آجاتا ہے جس سے اسے تصوف اور باباذھین شاہ تاجیؒ کا موقف حیات واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے جس سے ایسے تمام شبہات کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے جو کہ مخالفین کی طرف سے وارد ہوتے ہیں۔

۲۔ فرمانِ رسالت کے مصداق کتاب کی طباعت:

فرمان رسالت ﷺ "من لم یشکر الناس لا یشکر اللہ" (81) کے مصداق کتاب کی طباعت کے تمام مراحل میں معاونین کا شکریہ ایک مثبت محرک کی حیثیت سے سامنے آتا ہے جبکہ حوصلہ افزائی کے مترادف ہے۔

۳۔ جوش کے عنوان سے فارسی شعر:۔

حضرت جوش کے عنوان سے ذھین شاہ تاجیؒ نے فارسی کا مشہور شعر لکھ کر وہ حقیقت بیان کر دی کہ ایک شاعر کو ان سے کیا نسبت تھی۔

ہمہ عمر با تو قدح زدیم ونہ رفت رنج خمار ما

چہ قیامتی کہ نمی رسی زکنارما بکنارما

حضرت رزی کا عنوان صرف اور صرف کلمہ تشکر ہے جو حضرت باباذھین شاہ تاجی نے اپنے مخلص دوست کے لئے پیش کیا کہ انہوں نے آیات جمال پر انتہائی جاندار تبصرہ تحریر کیا جن کے بعض اقتباسات اس میں شامل ہیں۔

۴۔ صفحہ 6 تا66 تک مولانا محمد اسماعیل خان صاحب رزی جے پوری کا آیات جمال کے محاسن پر ایک تحقیقی مقدمہ شامل طباعت ہے یہ مقدمہ اردو میں متصوفانہ شاعری کے حوالے سے انتہائی قیمتی دستاویز ہے بلکہ برصغیر پاک وہند کی متصوفانہ شاعری کے ایک پورے دور پر جاندار محققانہ تبصرہ ہے جس کا بطور خاص موضوع ذھین شاہ تاجی کی شاعری ہے کہ اردو شاعری میں اس کا کیا مقام ومرتبہ ہے۔

اس مقدمہ کا خلاصہ آیات جمال میں بطور مقدمہ شامل کیا گیا ہے بلکہ یہ مقدمہ میں مکمل شائع ہو چکا ہے۔
مراۃ(82): ذہین شاہ تاجی کی شاعری پر تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جو رفیق عزیزی نے مرتب کیا۔

اس مقدمہ میں جو موضوعات قابل ذکر ہیں ان کا ذکر درج ذیل نکات کی صورت میں کیا جارہا ہے۔
حضرت باباذھین شاہ تاجی کی متصوفانہ شاعری کے محرکات (جن کا تعلق حضرت بابا کے فکری رجحانات اور نفسیاتی عوامل سے تھا) کا ذکر کیا گیا ہے ان محرکات کے بیان میں ذھین شاہ تاجی کی متصوفانہ تربیت کو انتہائی اختصار وجامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا کہ سلوک وطریقت کے مراحل انہوں نے اپنے والد محترم ومکرم اور شیخ طریقت حضرت مولاناعبدالکریم المعروف بابایوسف شاہ تاجیؒ کے جو خود تصوف کے ایک معروف خانوادہ سے متعلق تھے یعنی خانوادہ راس المجاذیب باباتاج الدین ناگپوری سے مستفیض ہے۔

صاحب مقدمہ نے شاعری کے ان عوامل وعناصر کا ذکر کیا جن کا اردو میں متصوفانہ شاعری میں کردار رہا ان میں انہوں نے خواجہ میر درد، شاہ نیاز احمد، اصغر گونڈوی اور مولوی سید محمد علی شاہ میکش اکبر آبادی کا ذکر کیا نہ

جانے صاحب مقدمہ نے ایک اہم صوفی شاعر کا ذکر نہیں کیا جن کا کلام اپنی مثال آپ ہے میری مراد شاعر مولانا حسرت موہانی سے ہے۔

ج) حضرت رزی صاحب نے ذھین شاہ تاجی کے حوالے سے اس مغالطہ کا ازالہ کیا کہ ان کی شاعری صرف متصوفانہ 'علمی اور فلسفیانہ افکار پر مشتمل ہے انہوں نے بیان کیا ہے۔

اسلئے یہ کہنا بہت آسان ہے کہ ذھین شاہ صوفی شاعر ہیں ان پر تصوف کا کافی غلبہ ہے مگر اپنے علم کی حد تک میں اس خیال کو ذھین صاحب پر ظلم سے کم نہیں سمجھتا بلکہ ان کے کلام میں جس حسن و نظم کے ساتھ دلکش انداز میں ٹیکسالی تصوف پایا جاتا ہے اس کمال کے ساتھ ان کے تغزل میں حسن وشباب، عشق و سرستی کی بجلیاں، آندھیاں اور زلزلے بھی پائے جاتے ہیں۔ ذہین شاہ کی ہنگامہ خیز شاعری میں جہاں حقیقت و مجاز کار چاؤ ایک ہی نقطے پر جمع ہو جاتا ہے ان کی شاعری معاصری سے انہیں ممتاز کر دیتی ہے۔(83)

ح) بظاہر ذھین شاہ صاحب کی شاعری الفاظ و کلمات کا ایک حسین مجموعہ نظر آتی ہے جس میں الفاظ کا بر موقع وبر محل استعمال اسی میں چار چاند لگا دیتا ہے لیکن ارباب حقیقت و عقل ان اشعار کی تاریخ سے بخوبی واقف ہو سکتے ہیں۔ جو ان اشعار کے پس منظر میں موجود ہے۔

حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ کی شاعری کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری کو مشکل کلمات کے استعمال سے تمثیل نہیں کیا گو کہ ان کی شاعری کی روح متصوفانہ ہے جو کہ ایک علمی اور فنی موضوع ہے جس میں ثقل سے بچنا بہت مشکل ہے۔

حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کی شاعری کی ایک خوبی جو انہیں دیگر صوفی شعراء یا مغزلین سے ممیز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ :

ان کے اشعار میں ابہام کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ صاحب مقدمہ نے ان کے اس فن کا ذکر باقاعدہ مثالوں کے ساتھ کیا جس کی ایک سے زائد مثالیں صفحہ نمبر 12 تا 16 پر موجود ہیں اور وہاں سے نقل کی جا سکتی ہیں۔

صاحب مقدمہ نے ذہین شاہ تاجی کی شاعری کے محاسن کو درج ذیل مضامین کے ذریعے واضح کیا ہے۔

حسن بیان:۔

الفاظ کا بر موقع اور بر محل استعمال، وضاحت، بندش کی چستی، حسن ترکیب، برجستگی یا بے تکلفی، روزمرہ اور بامحاورہ اسلوبِ بیان، معنوی خصوصیات، معنی آفرینی، حسن و عشق، وجدان و اذہان سے شعر کی مطابقت، سہل ممتنع، تصوف، اخلاق، وحدت الوجود، نفسیات، جامعیت، بدیہہ میں امتیاز، فارسی گوئی اور معائب کلام۔

کتاب کے مقدمہ کے بعد ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ نے خود اپنا تعارف تحریر کیا ہے جو کہ اختصار کے ساتھ جامعیت کا مظہر ہے۔ جس میں آپ کے شعر کیا اور شعر کہنے کے اسباب میں گھر کا ماحول اور اپنی شاعری کا مختصر تعارف ہے۔

اور اس کتاب میں تعارف کے بعد حضرت جوش نے اپنے اور حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ کے تعلقات کے بارے میں ادبی پیرائے میں حقیقت حال کو بیان کیا ہے۔

عموی طور پر صاحب اشعار اپنے اشعار کو زمانی ترتیب سے مرتب کرتے ہیں لیکن اس کتاب میں ایسا نظر نہیں آتا بلکہ ان کی کتاب کا آغاز 1966ء کی شاعری سے ہوا جو زمانی اعتبار سے متاخر ہے گویا کہ یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ اصل یہ ہے اور ہماری جہود و شاعری کا نتیجہ یہ ہے۔

آیات جمال کے محاسن پر تفصیلی نظر

جیسا کہ کتاب "آیات جمال" کے ظاہری محاسن اور طباعت پر تفصیل سے بات کی گئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آیات جمال کے شعری محاسن اور خصائص پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے تا کہ اس کتاب کے خد و خال مکمل طور پر واضح ہو جائیں۔

ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ کی شاعری کے محاسن پر تبصرہ سے قبل ان کی شاعری کے پس منظر کا سمجھنا بہت اہم اور ضروری ہے کیونکہ کسی شاعر کی شاعری کو سمجھنے کے لئے اس شاعر کے ماحول اور اس کی ذہنی کیفیات، وابستگی، افکار وغیرہ کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ کی شاعری میں ایک سے زیادہ

عوامل کار فرما ہیں۔ جو ان کی شاعری میں کئی ایک طاقتور محرک کی حیثیت سے نظر آتے ہیں یا یوں کہیں کہ ان کو سمجھے بغیر ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ کی شاعری کو سمجھنا ناممکن ہے۔

ذہین شاہ تاجی عصر حاضر کے معروف صوفیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کی شاعری پر تصوف کے آثار خاصے گہرے ہیں۔ لیکن یہاں اس امر کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ حضرت عرف عام میں صوفی کی صورت اور مروجہ مفہوم کے حامل نہ تھے۔ کیونکہ صوفی کے مروجہ عام مفہوم کے تحت مسلمان کو نہ تو علم کی حاجت اور نہ عمل کی ضرورت جبکہ ذہین شاہ تاجی روایتی معروف سلاسل تصوف سے بڑے ہوئے تھے۔ جن میں ایک صوفی علوم نقلی و عقلی دونوں کا معتبد ہوتا ہے بلکہ کتاب و سنت کی تعلیمات کا متبع اور ان پر عامل ہوتا ہے۔ کیونکہ صوفی شاعر کے اشعار اس کے حال کے شارح اور موضح ہوتے ہیں جبکہ مروجہ عام مفہوم کا حامل صوفی شاعر صرف نقال ہوتا ہے۔

چونکہ ذہین شاہ تاجیؒ کا تعلق سالکین سلوک سے تھا جو کہ عارف ذات تجلیات الٰہیہ بھی تھے۔ اس پس منظر کی روشنی میں یہ کہنا آسان ہے کہ ذہین شاہ تاجی کا اصل رنگ کتنا خوبصورت ہے ان کے اشعار کا مزاج طبعی کتنا سادہ اور جادہ حق کا راہی تھا۔

اور حیران کن امر یہ ہے کہ ذہین شاہ تاجی کی شاعری میں تصوف کے رنگوں کے ساتھ حسن و عشق کے رنگ تغزل بھی پایا جاتا ہے۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی شاعری حقیقت و مجاز کا حسین امتزاج ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ذہین شاہ تاجی عشق حقیقی اور عشق مجازی کے مابین فرق کو جانتے تھے۔ صاحب طریقت کا ان دونوں سے مستفیض / مستثنیٰ ہو کر راہ سلوک پر چلنا ناممکن ہے اور یہ واضح رہے کہ سالک حق پہلے علوم نقلی کو حاصل کرتا ہے اس کے بعد علم باطن کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ وہ کتاب و سنت کا بلند نمونہ ہوتا ہے۔ الغرض حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ کی شاعری میں عشق حقیقی کے جلوے بھی نظر آتے ہیں تو اس کے ساتھ عشق مجازی کے مظاہر بھی ملتے ہیں۔

اس بات کو مولانا محمد اسماعیل خان رزی جے پوری اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"ذہین صاحب کے کلام میں تازہ بتازہ تغزل بھی پایا جاتا ہے اور نفسیات بھی اخلاق کا تاثر بھی موجود ہے اور تصوف کا وجدان بھی۔ واعظانہ تنبیہ بھی پائی جاتی ہے اور رندانہ مستی بھی۔ حسن و عشق کی جو لطیف، عمیق، اچھوتی جھلکیاں ذہین صاحب کے افکار میں ملتی ہیں۔ وہ دلوں کو تڑپانے کے لئے کافی ہیں۔" (84)

اور ایک مقام پر رقم طراز ہیں:۔

"حسن و مستی اور عشقیہ محویت اور حضوری کی لذت سے ان کا کلام مملو ہے۔ انداز بیان میں ندرت بھی ہے اور دل پذیری بھی معنی آفرین، نزاکت بیان اور لطافت خیال بھی، جملوں کا نظم اور عبارت کا درست خیالات کا سلجھاؤ، الفاظ کی ہم آہنگی کلمات کا محل وضرورت کے مطابق استعمال۔ نفسیات کا ابھار، میلانات ورجحانات کے قوت ترغیب و تاثر یہ تمام خصوصیات ذہین شاہ صاحب کے کلام میں شعر شعر سے پھوٹی پڑتی ہیں۔ حسن بیان ایک فطری ملکہ ہے جس کا عرفان، مذاق سلیم کے بغیر ناممکن ہے۔ جو ذہین صاحب کے کلام میں شدت سے الفاظ و عبارات پر چھایا ہوا ہے۔" (85)

ان عمومی خصوصیات کے علاوہ حضرت باباذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ چونکہ اردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں میں یکساں مہارت کے حامل تھے لہذا ان کے اشعار میں تشبیہات اور استعارات کا استعمال محدود اور مناسب تھا۔

ذہین شاہ تاجی کی شاعری میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں ان کا ذکر ذیل میں اختصار سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ اشعار میں جو الفاظ و کلمات استعمال کیے ان کا بر موقع اور بر محل استعمال جو ان کے معانی کے ساتھ مکمل مناسبت رکھتا ہو۔

۲۔ کلمات والفاظ کے استعمال میں تکلف اور غرابت لفظی یا معنوی نہیں پائی جاتی۔

۳۔ اشعار میں ایسے کلمات و الفاظ استعمال کیے جس میں وضاحت پائی جائے یا کم از کم اہل زبان اس لفظ کو اس مفہوم میں استعمال کرتے ہوں۔

۴۔ آپ کے اشعار میں ایسا نہیں ہوتا کہ نظم عبارت کی معمولی سی بھی مخالفت محسوس ہو نظم عبارت سے مراد اوزان کی پابندی قوافی کو ملحوظ خاطر رکھنے میں تکلف محض سے کام نہ لینا۔

۵۔ ایک نمایاں خاصیت جو ذہین شاہ تاجی کے اشعار میں واضح نظر آتی ہے وہ حسن ترکیب ہے۔

یعنی کلمات و الفاظ کے ایسے مجموعات استعمال کیے ہیں جو ان سے قبل اردو میں استعمال نہیں ہوئے جیسا کہ درج ذیل اشعار سے معلوم ہوتا ہے

۔ قابل صد صُور برق ہیولائے جمال — تو نے اس پر نہ کیا غور کبھی دل کیا ہے

حسن آئینہ طلب مرحبا مجلہ سند — ان سے خلوت میں یہ تو پوچھیں گے کہ محفل کیا ہے

شرح کم ہمتی اہل زمانہ، آساں — کچھ ہمیں خوب سمجھتے ہیں کہ مشکل کیا ہے (86)

اب ان اشعار میں قابل صد صور برق، ہیولائے جمال، آئینہ طلب، مجلہ سند، شرح کم ہمتی اہل زمانہ، وغیرہ تمام مرکبات اردو زبان میں اس سے پہلے استعمال نہیں ہوئے۔

۶۔ آپ کے اشعار میں کیفیت اور بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ جس کا اندازہ اشعار میں بے تکلفانہ تعبیر سے ہو سکتا ہے۔ آپ کے اشعار میں ندرت خیال کا عنصر ایک غالب موثر ہے جو قاری اور سامع کو مثبت پیغام دیتا ہوا نظر آتا ہے۔

جیسا کہ درج ذیل شعر میں ہے کہ

۔ دیکھیے تو کچھ نہ ہونے پر بھی سب کچھ ہوں ذہین — نام خود مختار بھی ہے بندۂ مجبور کا (87)

۷۔ ذہین شاہ تاجی کی شاعری میں نئی تراکیب کا استعمال ضرور پایا جاتا ہے لیکن یہ امر بھی واضح ہے کہ آسان لفظوں کو بھی مرکبات کی صورت میں استعمال کرنا تاکہ معمولی انداز میں ایسی شگفتہ ندرت پیدا کرنا کہ جس سے وجدان بھی جھوم اُٹھے مثال کے طور پر ایک شعر ہے

اک التفات مسلسل ہے مدعائے جنوں — کرم نہیں تو ستم میں وہ بار بار کریں (88)

اب اس شعر میں "جنوں" مجنون کی جگہ استعمال کرنا یعنی صفت کو موصوف کے مفہوم میں استعمال کرنا۔ یہ شعر کے معنوی محاسن میں خوبصورتی پیدا کر رہا ہے۔ پھر معنوی طور پر التفات کا جنوں کے لئے استعمال کرنا، جنوں کو رفع القلم مفہوم سے ہٹا کر عقل و شعور کے ساتھ جوڑ دیا۔

اس شعر کے پیچھے ذہین شاہ تاجی کے مرشد جو راس المجاذیب کہلاتے تھے ان کی تعلیمات جھلک رہی ہیں بلکہ خود ذہین شاہ تاجی ایک مختصر دور میں مجذوبیت کی زندگی گزار چکے ہیں۔

اب اس شعر کا مفہوم کچھ یوں سامنے آتا ہے۔

میں اپنے محبوب کا ایسا التفات چاہتا ہوں جو مسلسل ہو جس میں کوئی تعطل قابل برداشت نہیں لیکن اگر وہ یہ مہربانی نہیں کر سکتے تو لگاتار ستم ہی کئے جائیں تاکہ مسلسل التفات اور محبوب کی خواہش تو پوری ہو جائے۔

۹۔ بسا اوقات ذہین شاہ تاجی کے اشعار میں حقیقت اور مجاز ایک ہی شان سے پائے جاتے ہیں جیسا کہ درج ذیل شعر میں ہے

؎ کیا نہ دیکھا یہ کہو، یہ نہ کہو کیا دیکھا ہم نے جو کچھ بھی کسی بزم میں دیکھا دیکھا (89)

اس شعر میں "کسی بزم" جس میں حقیقت اور مجاز دونوں کیفیات کا امتزاج ملتا ہے۔

۹۔ ذہین شاہ تاجی کے اشعار میں فلسفہ اخلاق اور اخلاقی حقائق کثرت سے ملتے ہیں جیسا کہ اس شعر میں ہے کہ

؎ رنگ و بو قافلہ در قافلہ آئے تھے ذہین چند اڑتے ہوئے سائے تھے گریزاں نکلے (90)

دنیا کی بے ثباتی اور دنیا سے جانے والوں کا اظہار "رنگ و بو کے قافلے" سے کیا گیا اور "اڑتے ہوئے سائے" سے بھی دنیا کی بے ثباتی کی مثال ہے۔

۱۰۔ ذہین شاہ تاجی کے اشعار میں ذو معنویت کا عنصر ان کی شاعری میں مزید حسن پیدا کرتا ہے یعنی شعر پڑھتے ہوئے ایک معنی فوراً ذہن میں آجاتا ہے اور مزید غور کرنے پر دوسرا معنی بھی سامنے آجاتا ہے

جیسا کہ درج اشعار میں ہے

؎ کہوں دوست سے دوست کی بات کیا کیا رہی دشمنوں سے ملاقات کیا کیا (91)

؎ نگاہِ عشق ہو یا پردۂ حسن شریک جلوۂ زیبا نہیں ہے (92)

یہ واضح رہے کہ یہ ذو معنویت ارادی نہیں ہے بلکہ از خود کیفیت کا مظہر ہے جس میں برجستہ قرائن کی وجہ سے مزید خوبصورتی جنم لے لیتی ہے۔

تعارف لمعاتِ جمال

کتاب کا نام : لمعاتِ جمال

تصنیف :ذہین شاہ تاجی

ناشر مطابع :مکتبہ تاج کراچی

سن اشاعت :دسمبر 1966ء

تعداد صفحات: 205

معانی اسم کتاب و وجہ تسمیہ:

لمعاتِ جمال جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ترکیب فارسی ہے مگر الفاظ دونوں عربی ہیں۔ لمعات لمعہ کی جمع ہے جس کے لفظی معنی روشن اور لپک کے ہیں۔ جمال کے لفظی معنی خوبصورتی کے ہیں۔(93)

ذہین کے ہر ایک شعری مجموعہ کا نام یا اس کے نام میں لفظ "جمال" خاص اہمیت رکھتا ہے جس کی توجیہ پیش کی جا چکی ہے کہ ذہین کا مطمع نظر "جمیل" ہے کہ جس کے "جمال" نے چہار سو عالم کو روشن کیا ہوا ہے۔" اللہ جمیل ویحب الجمال" (94) گویا کہ ذہین کی شاعری کا موٹو ہے، منشور ہے۔

لمعاتِ جمال کے معنی میں جمال کی تابانی یا خوبصورتی کی چمک یا حسن یا تابانی۔ اور واقعی یہ نام یہ مجموعۂ شاعری اسم با مسمّٰی ہے کہ ذہین نے اس میں جمیل کے جمال کی تمام تابانی کا عکس روشن طالب کے لیے کھول دیا ہے۔ ذہین نے اس کتاب کا مطمع نظر جو بیان کیا وہ انہی کے الفاظ میں بیان کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔

"شاعری کے ابتدائی دور میں۔ میں اپنے کلام میں شوکتِ الفاظ، فارسی تراکیب، تشبیہات و استعارات کا اہتمام مبالغے کے ساتھ کرتا تھا۔ اس اہتمام کی تہہ میں کچھ تو غالب پسندی اور کچھ خود پسندی شامل تھی۔ علم کی نمائش کا داعیہ ہی اس کا محرک ہو گا مگر جس ماحول میں وہ شعر کہنے اور سنے جاتے تھے وہ ماحول علمی تھا۔ وہاں بال کی کھال نکلتی تھی ایک جملے پر جرح اور تنقید ہوتی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ زمانہ آیا کہ اظہار مدعا کے آسان سے آسان تر

زبان کا استعمال ضروری متصور ہوا۔ اس تبدیلی کی وجہ بھی تبدیلی ماحول ہی تھی وہ علمی صحبتیں مفقود ہو گئیں۔ سخن فہمی اور سخن شناسی نے حقائق کی بلندیوں سے تنزل اختیار کیا۔ یہ تنزل مجاز اور رسم کی حدود میں واقع ہوا داد و تحسین رسمی سی چیز ہو کر رہ گئی اور کلام بھی جب تک دائرۂ مجاز میں نہ ہو اور معیار رسم پر پورا نہ اترے تو وہ خراج تحسین بھی حاصل نہیں کر سکتا میں نے اپنی شاعری میں حقائق کو لباس مجاز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

رد و قبول دونوں پر ہی منکشف ہو جائے، کیونکہ دونوں کا حق مجھ پر مساوی ہے میں مجاز اور حقیقت دونوں ہی سے اس عالم کو آباد دیکھتا ہوں۔ جس میں میری سکونت ہے مجاز بے حقیقت کی طرح حقیقت بے مجاز بھی کوئی معنی نہیں رکھتی امید ہے کہ قارئین لمعات جمال کا مطالعہ میرے مطمع نظر کی روشنی میں فرمائیں گے۔ (95)

سو معلوم ہوا کہ ذہین کا مطمع نظر گویا یہ ہے کہ

؎ کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں

(اقبال)

سو ذہین چونکہ اعلیٰ پائے کے اہل متصوفین میں سے ہیں سو وہ حقیقت کو رنگِ مجاز میں تلاش کرتے ہیں اور مجاز کو حقیقت میں بدلنا چاہتے ہیں ایسا کئی ایک واقعات میں ہے کہ عشق مجازی جب عشقِ حقیقی میں تبدیل ہوا تو آن واحد میں روحانیت میں اعلیٰ مراتب حاصل کر لیئے۔

یہ کتاب 1966ء میں شائع ہوئی۔ (22 دسمبر 1966ء) بمطابق (9 رمضان 1386ھ) جس کے ناشر یا شائع کنندہ مکتبۂ تاج ہے۔

☆ اس طرح اس کتاب میں علم جفر پر اپنی خداداد دسترس کا بھی اظہار کیا ہے۔ ابجد، ہوز، حطی، کلمن ۔۔۔۔ وغیرہ پر اشعار لکھ کر اور ہر حرف پر اشعار تحریر کئے ہیں۔ (96)

☆ نظریۂ وحدت الوجود کا صحیح اور ظاہر باہر طور پر اظہار کیا ہے جو بالکل ابتداء میں ہی ہیں۔ ازل سے ابد تک کا ذکر

ہے۔اور ازل سے پہلے کیا تھا وہ خود بیان کرتے ہیں بنام" عما"

ے وجود آسودۂ خواب عدم تھا حدوث آزادہ حکم قدم تھا

عدم کیا ایک تعبیر وجود نہ تھا کچھ تو خدا کی ذات ہی تھی (97)

اور وہ اس موضوع کو مزید تشریحاً ان عنوانات سے پھیلاتے چلے جاتے ہیں۔ا۔ غیب ذاتی ۲۔ ظہورِ اول ۳۔ اسمائے الٰہیہ ۴۔ تقدیر ۵۔ نیت ۶۔ نسبت ۷۔ ادب ۸۔ عبادت ۹۔ قبلہ ۱۰۔ نماز ۱۱۔ کتاب محو واثبات ۱۲۔ کلمات اللہ ۱۳۔ انا ۱۴۔ شریعت ۱۵۔ حمد ۱۶۔ خدا ۱۷۔ توحید۔ (98)

ذہین شارح ابنِ عربی تھے بلکہ عالم مثالیہ میں ابنِ عربی ثانی تھے۔جو اپنے نظریۂ وحدت الوجود کو اپنے شاعرانہ مزاج کی وجہ سے شعر میں ڈھالنے سے نہ روک سکے اور فلسفہ جیسے خشک و سنجیدہ مضمون کو گویا بہار و جمال عطا کیا اور انتہائی سلیس و سادہ زبان میں بیان کرتے ہیں۔

☆ یہیں پر ان کی عربی زبان پر دسترس اور لمعات عربی و اردو کی صنف کی ایجاد بھی ہوتی ہے کہ لمعات عربی فارسی شعر کی ترتیب شعری کو کہتے ہیں۔ انہوں نے یہاں عربی اردو کی ترکیب کی۔ صفحہ 22پر بعنوان کتاب محو اثبات میں

ے متاع کل یومِ ھو فی شان بصد عنوان الآن کما کان

ہمیں اس کتاب میں جابجا اکثریت سے عشق حقیقی کے عنوانات یا پھر عاشقانِ حقیقی کے عنوانات نظر آئے۔ سلطان التارکین حمید الدین ناگوری سے صلبی نسبت کا رنگ بھی جابجا نظر آتا ہے۔ جیسے کہ وہ خود مقدمہ میں اس کتاب کے تاخیر سے شائع ہونے کی وجہ نظر ثانی قرار دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی نظر ثانی کے بغیر ہی شائع کر دی اور توجیہ کیا خوب بیان کرتے ہیں خود انہیں کے جملے پڑھ کر سر دھننے کو جی چاہتا ہے۔

"مجھے یہ بھی خیال تھا کہ من صنف فقد استھدف یعنی جس نے تصنیف کی وہ نشانہ بنا۔ مگر رفتہ رفتہ زندگی اس منزل پر آگئی جہاں کسی کا تیر مجھے نہ لگے، خطا کرے تو مجھے اس کی محرومی پر دکھ ہوتا ہے۔ اور اگر تیر خطا نہ ہو نشانہ پر لگے۔ تو دل سے دعا نکلتی ہے۔ اس طرح یہ حقیقت بھی منکشف ہوگئی کہ تجلی میں تکرار نہیں ہے تو نظر ثانی یا نظر مکرر کہاں؟" (99)

واقعی بابا تاج الدین کے خلیفہ ہونے والے اور صاحب سجادہ کے لائق یہی جملے ہو سکتے ہیں ذہین اصل میں صلبی (نسبی) اور روحانی نسبتیں اس قدر مضبوط رکھتے ہیں کہ وہ ہر چیز کو گویا اپنے رنگ میں ڈھال لینے میں ماہر ہیں۔ شاعری جیسی صنف میں بھی ان کے قدم استقلال ڈگمگاتے نظر نہیں آتے۔

جمیل کے اسم ذات سے ابتداء ہے کتاب کی یعنی "الف" اور وہ الف سے آنے والے ہر لفظ کو روز روشن کی طرح بیان کردیا۔ مثلاً

ے الف نے با کو بخشی ہے خلافت الف اللہ "با" آدم کی صورت

یہاں ب بشر کی طرف اشارہ ہے۔

ے الف ابلیس کا عیں ابا ہے یہ استکبار ابلیسی انا ہے (100)

یہاں الف سے ابلیس کی گویا توجیہ پیش کی۔

☆ علاوہ ازیں صفحہ نمبر 70 تا 74 کچھ چھوٹے چھوٹے قطعات بھی ہیں جو کہ رنگِ عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مظہر ہیں۔

یوم علی کے مشاعرہ میں مجلس شیدائی یان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نعرۂ کیف پڑھا وہ بھی یہاں کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

چنانچہ ذہین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی منظوم اظہار عقیدت کیا ہے۔ نیز علیؓ، عباسؓ اور حسینؓ سے اظہارِ عقیدت بھی قصیدے کی شکل میں پیش کیا ہے۔

☆ غرض ذہین شاہ صاحب نے تصوف سے متعلق ہر ایک شخصیات کو انزلوا الناس منازلھم کی ترتیب سے صحابہ اور پھر اعلیٰ المتصوفین غوث اعظم کا ذکر کیا ہے۔ سلطان التارکین کے پوتے ہونے کا حقدار ہونے کی وجہ سے ان سے اظہارِ عقیدت گویا ان پر لازم تھا۔ اور وہ بھی منظوم پیش کیا۔

☆ اس کے بعد ذہین شاہ صاحب نے تصوف کے اہم موضوعات کو شعروں میں ڈھالا ہے مثلاً، کرامتِ شیخ، نکتہ تصوف، فریب محبت، احترام، لا الہ الا اللہ، عرفان، نظر کشف، مجاز و حقیقت، علم کی نگاہوں میں، گم در گم وغیر ذالک۔

☆ زندگی کی ابتداء اور انتہا کیا ہے۔ اس فسلفہ کو انہوں نے پیدائش سے نوجوانی تک لکھا ہے۔

سیاسیات بھی ان کا موضوع رہی ہیں اور انہوں نے اس خیال کو رد کیا کہ اہل تصوف Update نہیں ہوتے سو اسلام کی سربلندی جرمن نازیوں کی شکست، صوبہ پرستی آزادی، پاکستانی ترانہ کراچی، انقلاب، کشمیر، مجاہدین، سیالکوٹ، غرض ہندوؤں کو بھی مختلف عنوانات کے تحت انہوں نے منہ توڑ جوابات دیئے۔

☆ وزیر اعظم محمد علی سے بھی اظہارِ عقیدت اور نصیحت منظوم کی ہے۔ غرض کہ ذہین نے اس کتاب میں موضوعات کے لحاظ سے تصوف اور سیاسیات وغیرہ سب کو شامل کیا اور اپنے فلسفہ وحدت الوجود کا پرچار بھی شاعری میں کیا۔

اور یہ کتاب تاریخی اعتبار سے بھی اہم سند کا درجہ رکھتی ہے کہ جن واقعات کے ذہین عینی شاہد تھے ان کو شعر میں نظر کر دیا اور من کتب فقد اصطاد کے تحت انہوں نے گویا وقت کو کتاب کی مٹھی میں محفوظ کر دیا۔

جمال آیات

کتاب کانام جمال آیات

تصنیف :ذھین شاہ تاجی

ناشر طابع :مکتبہ تاج کراچی

سن اشاعت :دسمبر1966

تعداد صفحات: 205

مذکورہ کتاب فارسی دیوان ہے جو آیاتِ جمال کا گویا عکس مستوی ہے۔ (101) مضبوط بائنڈنگ اور بہترین منقش صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی ہی نظر میں قاری کو بھاتی ہے۔ یہ کتاب 1967ء میں شائع ہوئی ہے۔ جیسا کہ دیباچہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

اولین صفحات پر اس کتاب کے مندرجات تحریر کئے ہوئے ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

رباعیات، منظومات، غزلیات، حمد ونعت، مدح وثنا، مثنوی، صفحات کی تعداد 308

جبکہ آخر میں 16 صفحات پر مشتمل فہرست غلط نامہ شامل ہے جس میں کتابت کی غلطیوں کا ازالہ کیا گیاہے تاکہ قاری کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

گویا کہ اصناف شعر میں سے مندرجہ بالا پر طبع آزمائی کی گئی ہے۔ تعارف کے عنوان سے دیباچہ "آیاتِ جمال" کا دیاہوا ہے۔ اور علاوہ ازیں فارسی میں ہی دیباچہ دیاہوا ہے۔ جس میں ذہین صاحب شعر کی قرآن اور حدیث کی رو سے جواز کو ثابت کرتے ہیں اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد صفحہ نمبر 13 پر یوں گویا ہیں۔ "ایں ھمہ کہ گفتہ شد تمہید این مدعا است کہ ناظرین "جمال آیات" را بر نقطۂ نگاہ من وقوف حاصل شود۔ من شعر برائے شعر نہ گفتہ ھم۔ بلکہ حتی الامکان حقائق را در لباس شعر پیش نمودہ ام۔

"جمالِ آیات" بامختلف اصناف سخن مشتمل است مگر در ھر صنف سخن حقیقت واحدہ در لباس مختلفہ جلوہ کردہ است۔۔۔۔واز انقلابات و حوادث زمانہ گاہی متغیر و منقلب نمی شوند۔(2مارچ1967ء) (102)

یہ سب جو کہا گیا اس مدعا کی تمہید تھی کہ ناظرین پر جمال آیات کا نقطۂ نگاہ واضح ہو جائے میں شعر برائے شعر نہیں کہتا بلکہ حتی الامکان حقائق و شعر کے لباس میں کر رہا ہوں جمال آیات مختلف اصناف سخن پر مشتمل ہے۔ مگر ہر صنفِ سخن میں صرف ایک یہی حقیقت ہے کہ یہ مختلف لباس میں جلوہ انگیز ہیں۔ جمال آیات میرے صغر سنی تا کبر سنی تک نظم کردہ کلام پر مشتمل ہے۔ مگر ان سب ادوار زندگی میں فکر کا مرکز بس ایک تھا۔ اور تمام کتاب میں یہی ایک فکر جاری و ساری ہے۔

احباب کے بے حد اصرار پر جو کہ زمانہ کی دست برد سے محفوظ رہ گیا بغیر نظر ثانی کے یکجا کیا گیا اور شائع کیا گیا۔ اس کا رد یا قبول ناظرین پر منحصر ہے۔ البتہ اس قدر عرض ہے کہ فارسی زبان میری مادری زبان نہیں ہے۔ بلکہ علمی زبان ہے اور میرے اشعار قدیم ایرانی شعراء کے اسلوب بیان سے(ہو سکتا ہے مطابقت نہ رکھتے ہوں) ۔ سو زبان و قواعد فارسی کے اعتبار سے اور شعراء ایران کا اصول شعر اختیار نہیں کیا البتہ معانی اور حقائق کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ الخ

سو معلوم ہوا کہ ذہین کا مطمع نظر صرف معانی اور موضوع ہے اور اپنے مافی الضمیر کو بیان کر دینا ہے چاہے وہ کسی بھی زبان میں ہو۔ فارسی اس وقت کے لحاظ سے شعراء کا خاصہ تھا اور ہر ایک شاعر کا اس زبان پر دسترس ضروری سمجھا جاتا تھا۔

کتاب کے شروع میں بسم اللہ کے قطعہ سے آغاز کیا گیا۔ حدیث میں ہے

پھر صفحہ نمبر 17 سے 74 تک تصوف کے اہم موضوعات پر قطعات درج کئے گئے ہیں۔ وقال ﷺ من کتب بسم اللہ فجوﷺ دتعظیما للہ غفرلہ ما تقدم من ذبنہ وما تاخر (آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بسم اللہ الرحمان الرحیم لکھتا ہے تو وہ اللہ کی تعظیم بہت بڑھ کر کرتا ہے اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں)(103)

ذہین صفحہ نمبر 34 پر لکھتا ہے۔ "سوز"

ے زمحراب حرم طاقِ کلیسا نمیداند چراغِ خود تماشا

دلِ پروانہ راباسوختن کار　　　　بسوزد فرق نابیناؤ بینا (104)

خسرو لکھتا ہے۔

ـ ما دلشدگان بیقراریم　　　　ماسوختگان خام کاریم

آتش زدگان سوز عشقیم　　　　رسواشدگان کوی یاریم

ـ توکز سوز نئ واقف دلت بر من نمی سوزد　　　　مرا آنجا کہ جان سوزد ترا دامن نمی سوزد (105)

اور اسی سوز و گریہ کو مولانا روی مستحسن قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

ـ اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ دوست　　　　داے ہمایوں دل کہ آں بریاں اوست

اشک کاں از بہر اوبارند خلق　　　　گوہر ست و اشک پندارند خلق (106)

ذہینؔ نے اس میں مدح و ثنا بھی کی ہے۔(107) پر اظہارِ عقیدت کے طور پر علیؓ کی شان میں۔

غزلیات میں ذہین نے اپنے خیال یار کو یوں ظاہر کیا۔

ـ خیال یار کہ از من ہزار نزدیک است　　　　سوار دور گذشت و غبار نزدیک است (108)

(میرے یار کا خیال مجھ سے بیحد نزدیک ہے۔ سوار چلا گیا مگر غبار میرے ارد گرد ہے)

بقول کسے: ھوای مع الراکب الشمانین وقلبی موثق بمکۃ

خسرو کہتا ہے۔

ـ اگر بہ تیغ بہ برند بند بند مرا　　　　توذکر وصل خودم کن کہ باز پیوندم

(اگر میرا جوڑ جوڑ تلوار سے ٹکڑے کر دیا جائے تو کیا ہوا، ذرا اپنے وصل کا خیال تو کر کہ میں پھر سے جڑ جاؤں گا)

غزلیات کے بعد صفحہ نمبر 153 سے 184 تک متفرق وسیاسی موضوعات پر نظمیں قطعات واشعار ہیں اور حصہ دوئم نعت و مناقب کا ہے۔ جس کا عرصہ ترقیم 1914ء سے 1966ء تک کا لکھا ہوا ہے۔

حمد و نعت اور سلام وغیرہ کے ساتھ ساتھ مولا علیؓ وسیدنا حسینؓ کی خدمت میں بھی گلدستہ ہائے نذرانہ عقیدت پیش کئے ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف اولیائے کرام بالشمول تاج الاولیاء باباتاج الدین پر اور صفحہ 234 سے 238 تک۔ تضمیناتِ تواریخ درج ہیں جو مختلف اعلی شخصیات کی ہیں۔ جن میں سب سے پہلے مولانا شبیر احمد عثانی کا ذکر ہے۔

علاوہ ازیں اسی دیوان میں تصوف کے اہم موضوعات کے ساتھ ساتھ نصیحتاً گلستانِ سعدی کے طرز پر۔ نصیحت آمیز واقعات یا حکایات کا ذکر بھی ہے۔ کتاب کے آخر میں فہرست غلط نامہ بھی ہے۔

جس سے دیوان میں موجود اغلاط کو رفع کیا گیا ہے یا ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جس سے قاری ذہنی خلفشار سے بچ جاتا ہے۔ الغرض یہ کتاب فارسی کا ایک بہت ہی جامع اور متنوع الاصناف دیوان ہے۔

جمالستان

کتاب کا نام پڑھتے ہی ذہن میں آتا ہے "گلستان" "بوستان" ذہین بلاشبہ اردو کے شیخ سعدی ہیں۔ ان کے شاعری کے جتنے بھی دواوین ہیں وہ سب الگ الگ جدگانہ و منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔

کتاب کے ابتداء میں ذہین شاہ تاجی کی تصویر ہے۔ جو واقعی جمالستان کے جمیل کا سانور و بہار دکھا رہے ہیں اور طبیعت میں انبساط و سرور پیدا کر رہے ہیں۔

کتاب کی طباعت مئی 1968ء میں ہوئی اس کے طابع سول اینڈ ملٹری پریس کراچی ہیں۔ اور ناشر مکتبہ ماہنامہ تاج بہار کالونی ہیں۔

صفحہ "ج" پر انتساب کچھ یوں دیا گیا ہے۔ "باسم الجمیل۔۔۔۔۔ انتساب۔۔۔۔ اس محبوب جمیل کے نام جس کو جمال محبوب ہے اور جس کا جمال محبوب ہے۔"

باسمہ تعالیٰ کے بجائے اللہ کا اسم صفت جمیل ذکر کیا اور پھر انتساب اسی کی طرف منسوب کیا اور نہایت جامع اور بلیغ الفاظ میں کیا اور ذہین کے ہر دیوان کے جمال کا راز کا انکشاف اسی انتساب سے ہوتا ہے۔

جمالستان عربی لفظ کی مفرس ترکیب ہے۔ جمال + ستان۔ جو گلستان کے وزن پر ہے۔ یعنی مُرقعۂ جمال۔ قطعۂ جمال و نور۔

"گذارش" صفحہ "د" پر ذہین شاہ صاحب اپنے باقی مجموعات کے شائع ہونے کی اطلاع دیتے ہیں اور گذارش منظوم لکھتے ہیں۔

ے
مرا مقام مرے شعر میں ہے پوشیدہ — کہ عین بادہ میں روپوشِ کیف بادہ ہے
مرے خیال کی گہرائیوں میں آپہلے — مرے کلام سے گر عزا ستفادہ ہے
بنا بلند خیالی کو شعر کا زینہ — مراد شعر نہیں شعر توارادہ ہے
زمینِ شعر سے چل آسمانِ معنی تک — ہر ایک لفظ نشیب و فرازِ جادہ ہے

وہی جو سر بگریباں و سر بزانو ہے   فراز کنگرۂ عرش، سر نہادہ ہے

نگاہِ روح، حجابِ خیال میں دیکھے   تو ایسی دید کا آئینہ شعر سادہ ہے

ایک غلطی شاید ایڈیٹنگ کی غلطی ہے یا پروف ریڈنگ کی کہ آیاتِ جمال کا دیباچہ یا تعارف یہاں شامل کر دیا۔ جبکہ کتاب جمالستان ہے اور تعارف میں من و عن آیاتِ جمال کا ہی ذکر ہے۔ جبکہ یہاں جمالستان کی کتاب کا تعارف چاہیے تھا۔

بہر طور اس کتاب کے مطالعہ کے بعد گاہے بگاہے ذہن میں اقبال کے شعر گونجتے ہیں۔

جیسے عشق و عقل کے عنوان سے ہے:

۔ جنون و عشق سے عقل و خرد نہیں ممتاز   کچھ امتیاز ہے تو ان میں بر سبیل مجاز

اسی طرح صفحہ 15 پر فرماتے ہیں۔

۔ تراشے ہیں اصنام کیا کیا غرض نے   بتوں کو دیئے نام کیا کیا غرض نے (109)

صفحہ 52 پر

۔ ترے مُصحفِ رُخ کو قرآن جانیں   بس اتنا ہی کافی ہے علم کتابی

دہکتے ہیں شعلے، دمکتے گلوں میں

شجر کو ملی فطرتِ التہابی (110)

کیفیت انجذاب:۔

کتاب کے اشعار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باباصاحب تصوف کے مراحل میں کیفیت رنج سے گذر رہے تھے۔ گرچہ کہ اہل سنت عقیدۂ حلول کے قائل نہیں مگر عشق کے مقامات میں سے ایک ایسا مقام آتا ہے کہ من وتو کا فرق مٹ جاتا ہے۔ مٹی سونا لگتی ہے اور کبھی سونا مٹی اور یہاں سے یہ اشارات بھی ملتے ہیں ذہین شاہ صاحب کو درجۂ مجذوبیت بھی حاصل ہے۔ مثلاً صفحہ 46 پر ملاحظہ فرمائیں۔

ؔ سفینہ ہے نظر کا غرق طوفانِ تماشا میں　　کبھی ہے موج میں دریا کبھی ہے موج دریا میں

کبھی صحرا میں بستی ہے　　کبھی بستی ہے صحرا میں

رہا حُسن مجرد کارفرما　　عشق تنہا میں　　(111)

قید مستی میں جب حضوری ہے　　مست ہونا بہت ضروری ہے　　(112)

ترتیب مجموعہ:۔

اس کتاب میں موضوعات کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے تاریخی اور زمانی لحاظ سے نہیں جیسے ص 23 تا 27 کے اشعار میں تاریخ (جے پور 1967ء) سیکر 1927ء مرقوم ہیں جبکہ صفحہ 173 پر دی جانے والی نظم "عید بے دید" کی تاریخ شعر 1933ء ہے۔ شروع کی نظموں یا غزلوں کی تاریخ 1965ء یا 1952ء وغیرہ ہیں جبکہ آخر میں بھی اسی طرح ہیں۔ یعنی کہ یہاں اس کتاب میں ترتیب کے لحاظ سے موضوعات کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

اصنافِ شاعری:۔

نیز ایک صنف یعنی غزل وغیرہ کے بجائے شاعری کی مختلف اصناف کو یہاں جمع کیا گیا ہے۔ مثلاً

ا۔ مربع:۔

یعنی دو اشعار، چار مصرے ایک وزن پر ہوں۔ جیسے صفحہ نمبر 1 تنزیل کے عنوان کے تحت

ؔ گھیرے ہوئے ہر شے کو مرا کیف خودی ہے　　ہونے سے مرے اصل میں ہر چیز ہوئی ہے

ہر رنگ میں ہر چیز مجھے دیکھ رہی ہے　　میں دیکھ رہا ہوں یہ مری خود نگری ہے　(113)

۲۔ خیال:۔

ؔ خیال مہر و ماہ ہے　　خیال جلوہ گاہ ہے

خیال ہی خیال دل　　خیال ہی نگاہ ہے

عکس مستوی:۔

منطق کی ایک دقیق اصطلاح ہے۔ جس میں قضیے کے موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع اس طرح بنایا جاتا ہے کہ ان کا صدق اور کیف علیٰ حالہ باقی رہے۔

"اما العکس المستوی فھو : تبدیل طرفی القضیۃ مع بقاء الکیف و الصدق" ای ان القضیۃ المحکوم بصدقھا تحول الی قضیۃ تتبع الاولیٰ فی الصدق، وفی الایجاب و السلب، بتبدیل طرفی الاولی، بأن یجعل موضوع الاولی محمولاً فی الثانیۃ و المحمول موضوعاً، او المقدم تالیا و التالی مقدما

قضیہ کی دونوں طرفوں کو اس طرح تبدیل کرنا کہ ان کا صدق اور کیف علیٰ حالہ باقی رہے۔۔۔؟(114)
ذہین نے اس دقیق موضوع پر کمالِ حسن وصفت سے طبع آزمائی کی ہے۔

ملاحظہ ہو۔

ے خیال میں ہے زندگی کہ زندگی خیال ہے — خیال میں ہے روشنی کہ روشنی خیال ہے
خیال میں ہے تیرگی کہ تیرگی خیال ہے — خیال میں ہے بیخودی کہ بے خودی خیال ہے
(115)

اسی کو گلستانِ سخن ص58(1854ء) میں بیان کیا گیا ہے۔

ے آئینہ ہوں اس کا وہ آئینہ ہے میرا — ہر منطقی کو دھوکا ہے عکس مستوی کا

اقبال کہتا ہے۔

ے فردفال محمود سے درگذر! — خودی کو نگہ رکھ، ایازنہ کر (116)

ذہین کہتا ہے۔

ے کوئی محمود ہے یہاں نہ ایاز — کوئی بندہ یہاں نہ بندہ نواز
بزم یکتائی جمال ہے یہ — اک حقیقت کے بے شمار مجاز (117)

ذہین کا مطمع نظر اگر تصوف اور وصالِ یار نہ ہوتا مد نظر فقط شاعری ہوتی تو بلاشبہ اقبال ثانی کہلانے کے حقدار تھے مگر ذہین ایک آزاد شاعر رہا جس کا مقصد پراگندہ دلوں کو جمیل کے آئینہ جمال سے آشنا کرانا تھا۔ طالبین کو

جمالستانِ یار کی سیر کراتا تھا۔

بس کبھی کبھی چونکہ فطرتِ ماحول مزاج اور حواشی جراثیم شاعرانہ تھے۔ دل کی بھڑاس کہیں یا آہ نالہ کہیں صفحۂ قرطاس پر بصورتِ شعر یا غزل اتر آتا تھا۔

مثلاً۔ صفحہ نمبر 10 پر وہ مجاز و حقیقت کا فرق نہیں بلکہ مطابقت واضح کر رہا ہے۔

؎ آپ ہی شمع آپ پروانہ　　آپ ہی سوز آپ ہی وہ ساز
پس پردہ ہے آپ بے پردہ　　خود فسانہ ہے خود فسانہ طراز
بت پرست آپ بت شکن بھی آپ　　آپ سر تا بپابتِ طناز
آپ ہی کائنات سے ہمرنگ　　آپ ہی کائنات سے ممتاز　　(118)

حدیث میں ہے الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ فی احسن الی عیالہٖ

مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کا محبوب ترین شخص وہ ہے جو اس کے عیال سے حسن سلوک سے پیش آئے۔(119)

ذہین کہتا ہے

؎ آپ بیمار آپ بیماری　　آپ بیچارہ آپ چارہ ساز
آپ بندہ ہے آپ ہی مولیٰ　　خود غریب اور خود غریب نواز　　(120)

جمیل کے جمال سے پروانہ وار گھومنے والے ذہین نے جب اس کا نور حاصل کیا تو مذکورہ حدیث کے تحت میں ذرہ ذرہ میں اس کے نور کو جمال تابانی اور درخشندگی کو تلاش کرنے لگا۔

تھی محبت کبھی فقط تم سے　　آج ہر چیز بن گئی محبوب
تھے کبھی تم ہی مرکز خوبی　　آج کوئی بھی شے نہیں ناخوب
ہوش ہے "جزو" اور "مستی" "کل"　　حسن سالک، عشق ہے مجذوب
اک تبسم ہے دوسرا ہے "آہ"　　ایک یوسف ہے دوسرا یعقوب
بیقراری میں عشق گریۂ نوح　　صبر میں عشق حضرتِ ایوب
راہِ اخلاص میں خلیل ہے عشق　　عشق میں وہم غیر ہے مسلوب

چونکہ یہ متنوع النوع کتاب ہے۔ اس میں حقیقت و مجاز کے علاوہ ذہین کے موضوعات، زندگی، صبح بہار، عید بے دید، جلوہ، رنگ وبو، تازہ حیات وغیرہ ہیں۔ اس میں بالشمول غزل، نظم مربع گیت، رباعی، مثنوی اور مسدس وغیرہ کی اصناف شامل ہیں۔

اور موضوعات میں حقیقت و مجاز، تصوف، حالاتِ حاضر، آزادی، ترانے، چھ ستمبر، سیاست، دعائیں وغیرہ شامل ہیں۔

الغرض یہ کتاب مختلف نوع موضوعات اور شاعری کی کثیر اصناف کے استعمال کی وجہ سے "جمالستان ذہین" ہے۔ جس سے بلاشبہ ذہین کی شاعری اور اس پر اس کا وسیع پیمانے پر دسترس معلوم ہوتا ہے۔ نیز ذہین کے ایک ایک دیوان اور اس کے پس منظر واقعات وشواہد ایک تاریخی سند کا درجہ رکھتی ہیں جس کے لیے الگ سے قرطاس درکار ہیں۔

اجمال جمال

"اجمال جمال" یعنی حسن و تابانی یا خوبصورتی کا خلاصہ اجمال باب افعال کے وزن پر اس کا مصدر ہے۔ اور جمال تو ذہین کا خاصہ ہے۔ یہ دیوان ایک چھوٹا سا رباعیات و قطعات پر مشتمل کتابچہ ہے۔

دیباچہ آیاتِ جمال کا ہے البتہ اس میں اضافتاً ذکر اجمالِ جمال کا کیا گیا ہے۔ تاریخ اشاعت درج نہیں ہے۔
9صفحہ پر جمیل جمال کا عکس بصورتِ تصویر ذہین موجود ہے۔
ابتداء میں ذکر جمیل جو کہ خالق جمال ہے۔
ابتدائی صفحات میں جو قطعات مندرج ہیں وہ تصوف یا عرفانِ الٰہی کے متعلق ہیں۔
وادی کشمیر بھی ان کا موضوع ہے پہلا حصہ رباعیات کا ہے اور دوسرے حصے میں قطعات لکھے ہیں۔

؎ پھول کی اوٹ سے کس نے مجھے ہنس کر دیکھا — گل رخسار کو دیکھا کہ گل تر دیکھا
یہ تبسم لب گل پر ہے کہ ان کے لب پر — ہم نے دو آئینوں میں ایک ہی جوہر دیکھا (121)

فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اعلیٰ پائے کے شعر ہونے کے ساتھ ساتھ معرفت میں حقیقت و مجاز کے ملاپ کے باب میں اس سے بہترین شعر کوئی نہیں ہو سکتا۔

؎ آسودہ دل کے ضمن میں لکھتے ہیں

ہم آسودہ نظر آسودہ دل ہیں — بہار بوستان آب و گل ہیں
رہے شعلوں میں کھیلے بجلیوں سے — گلستان ساز، سوز مستقل ہیں (122)

غرض کہ ذہین نے واقعی جمیل کے جمال کا اجمال ان قطعات و رباعیات میں سمو دیا ہے۔

یہاں متفرق الموضوع قطعات و رباعیات ہیں۔ جو معرفت، محبت الٰہی، نعت، علم، نیا سال، جنگ، حقیقت و مجاز، موت، فنافی العلی، مدح و ثنائے علی، دلیل ہستی، تکوین وغیرہ ذالک

الغرض، علم المعانی کے باب میں اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے یہ ایک اعلیٰ پائے کا مجموعہ ہے بلکہ گویا کہ ذہین شاہ تاجی کے کلام کا خلاصہ ہے۔

حصہ نظم کے آخر میں بابا صاحب کی منظومات کا وہ حصہ جو وقتاً فوقتاً ماہنامہ تاج میں شائع ہوئیں ان کا اشاریہ درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	مضمون / مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1	دو اشعار	اشعار	1	5	جولائی	1956	17
2	محفل مشاعرہ (مختلف شعراء)	اشعار	17	3	مارچ	1972	7
3	مشاعرہ	اشعار	8	8	اگست	1963	59
4	مشاعرہ (مختلف شعراء)	اشعار	18	2	فروری	1973	39
5	میلاد علی رض	اشعار	11	10	اکتوبر	1966	28
6	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رح کلام کے آئینے میں	ذہین نمبر	25	6-5	مئی / جون	1980	258
7	نذر عقیدت	ذہین نمبر	25	6-5	مئی / جون	1980	101
8	رباعیات	رباعی	8	7	جولائی	1963	60
9	زعم باطل	رباعی	8	8	اگست	1963	44
10	من حسن تو۔۔۔	رباعی	11	7	جولائی	1966	62
11	رباعیات	رباعیات	4	12	دسمبر	1959	20
12	رباعیات	رباعیات	8	8	اگست	1963	32
13	رباعیات	رباعیات	13	10	اکتوبر	1968	34
14	رباعیات	رباعیات	14	5	مئی	1969	48
15	رباعیات	رباعیات	14	11-10	اکتوبر / نومبر	1969	62
16	رباعیات	رباعیات	14	11-10	اکتوبر / نومبر	1969	65
17	سلام	سلام	5	8	اگست	1960	8
18	سلام	سلام	15	3	مارچ	1970	64
19	سلام	سلام	15	4	اپریل	1970	11

نمبر شمار	مضمون / مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
20	سلام	سلام	18	2	فروری	1973	22
21	سلام	سلام	20	2-1	جنوری / فروری	1975	17
22	سلام	سلام	21	2-1	جنوری / فروری	1976	8
23	سلام	سلام	21	2-1	جنوری / فروری	1976	34
24	سلام	سلام	24	12-11	نومبر / دسمبر	1979	19
25	سلام	سلام	25	12-10	اکتوبر تا دسمبر	1980	95
26	سلام حسینؑ	سلام	19	2-1	جنوری / فروری	1974	8
27	سلام	سلام	7	7	جولائی	1962	17
28	سلام اس پر کہ	سلام	4	8-9	اگست ستمبر	1959	143
29	سلام بحضور صلی اللہ علیہ وسلم	سلام	20	4	اپریل	1975	16
30	وارث سید الانام حسینؑ	سلام	2	8	اگست	1957	3
31	شعر	شعر	1	5	جولائی	1956	53
32	شعر	شعر	1	5	جولائی	1956	54
33	اصول وفا	غزل	14	-	-	1969	59
34	اعتبارات	غزل	7	12	دسمبر	1962	50
35	افکار نو	غزل	6	2	فروری	1961	7
36	امید و تمنا	غزل	3	5--4	اپریل	1958	108
37	بھول گئے	غزل	14	-	-	1969	19
38	بہاریں	غزل	5	1	جنوری	1960	12
39	بہت ہی یاد آمے	غزل	5	1	جنوری	1960	12
40	بہر سو آشکارا جلوۂ۔۔۔۔۔۔۔	غزل	22	9	ستمبر	1977	44
41	تضمین بر غزل حافظ	غزل	10	11	نومبر	1965	40
42	تفسیر محبت	غزل	2	2	فروری	1957	4

نمبر شمار	مضمون / مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
43	تنزیہ	غزل	18	11	نومبر	1973	38
44	تیرا تخیل۔۔۔	غزل	14	۔	۔	1969	58
45	چاہتے ہیں	غزل	14	۔	۔	1969	22
46	حاصل کائنات	غزل	14	۔	۔	1969	60
47	خان اور ڈاکٹر خان	غزل	20	4	اپریل	1975	3
48	خبر و نظر	غزل	4	7	جولائی	1959	27
49	خود اپنی بارگہء علم میں ہوں سر بسجود	غزل	1	2	اپریل	1956	45
50	خودی	غزل	10	1	جنوری	1965	7
51	دریائے سندھ و دیگر	غزل	5	2	فروری	1960	8
52	ساتھ رہوں	غزل	2	11	نومبر	1957	3
53	ساعت ہجر	غزل	14	۔	۔	1969	20
54	ساقی	غزل	5	9	ستمبر	1960	18
55	عقل اور عشق	غزل	4	12	دسمبر	1959	20
56	غریب نوازرح	غزل	20	7	جولائی	1975	3
57	غریب نوازرح	غزل	21	6	جون	1976	3
58	غزل	غزل	11	2۔1	جنوری / فروری	1966	20
59	غزل	غزل	15	8۔7	جولائی / اگست	1970	81
60	غزل	غزل	18	11	نومبر	1973	37
61	غزل	غزل	19	5	مئی	1974	8
62	غزل	غزل	21	7	جولائی	1976	35
63	غزل	غزل	24	6۔5	مئی / جون	1979	3
64	غزل (فارسی)	غزل	19	7	جولائی	1974	16

نمبر شمار	مضمون / مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
65	غزل (فارسی)	غزل	19	7	جولائی	1974	33
66	غم ملا سوز ملا	غزل	2	3	مارچ	1957	43
67	کلام ذہین	غزل	7	6	جون	1962	21
68	کلام دوست	غزل	5	6	جون	1960	10
69	کم فہمی	غزل	14	-	-	1969	57
70	کیا ہے تیری تقدیر میں	غزل	7	12	دسمبر	1962	53
71	مقصود	غزل	14	-	-	1969	21
72	نوائے حقیقت	غزل	2	1	جنوری	1957	19
73	ہم ان کو پانے سے پہلے ہی	غزل	2	4	اپریل	1957	41
74	یو۔این۔او	غزل	10	11	نومبر	1965	43
75	یوسف ہارون	غزل	20	4	اپریل	1975	4
76	یہ حقیقت مجازی ہیں رہے	غزل	18	8	اگست	1973	68
77		غزلیات	19	8	اگست	1974	29
78	آیات جمال	غزلیات	7	10	اکتوبر	1962	51
79	آیات جمال	غزلیات	7	11	نومبر	1962	17
80	آیات جمال	غزلیات	7	12	دسمبر	1962	60
81	آیات جمال	غزلیات	8	2	فروری	1963	51
82	آیات جمال	غزلیات	8	5	مئی	1963	48
83	آیات جمال	غزلیات	8	6	جون	1963	57
84	آیات جمال	غزلیات	7	9	ستمبر	1962	50
85	آیات جمال	غزلیات	4	12	دسمبر	1959	43
86	آیات جمال	غزلیات	4	3	مارچ	1959	43
87	آیات جمال	غزلیات	4	5	مئی	1959	24

نمبر شمار	مضمون/مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
88	آیات جمال	غزلیات	4	6	جون	1959	37
89	آیات جمال	غزلیات	4	7	جولائی	1959	23
90	آیات جمال	غزلیات	4	10	اکتوبر	1959	35
91	آیات جمال	غزلیات	4	11	نومبر	1959	35
92	آیات جمال	غزلیات	5	1	جنوری	1960	44
93	آیات جمال	غزلیات	5	2	فروری	1960	48
94	آیات جمال	غزلیات	5	3	مارچ	1960	44
95	آیات جمال	غزلیات	5	4	اپریل	1960	30
96	آیات جمال	غزلیات	5	6	جون	1960	39
97	آیات جمال	غزلیات	5	7	جولائی	1960	31
98	آیات جمال	غزلیات	5	9	ستمبر	1960	15
99	آیات جمال	غزلیات	5	10	اکتوبر	1960	11
100	آیات جمال	غزلیات	5	11	نومبر	1960	47
101	آیات جمال	غزلیات	6	1	جنوری	1961	19
102	آیات جمال	غزلیات	6	2	فروری	1961	31
103	آیات جمال	غزلیات	7	7	جولائی	1962	48
104	آیات جمال	غزلیات	9	3	مارچ	1964	43
105	آیات جمال	غزلیات	9	4	اپریل	1964	41
106	آیات جمال	غزلیات	9	5	مئی	1964	33
107	آیات جمال	غزلیات	9	8	اگست	1964	25
108	آیات جمال	غزلیات	9	10	اکتوبر	1964	33
109	آیات جمال	غزلیات	9	11	نومبر	1964	34
110	آیات جمال	غزلیات	9	12	دسمبر	1964	46

صفحہ	سال	مہینہ	شمارہ	جلد	عنوان	مضمون / مقالہ	نمبر شمار
45	1964	جون / جولائی	6-7	9	غزلیات	آیات جمال	111
20	1965	فروری	2	10	غزلیات	آیات جمال	112
91	1965	مارچ	3	10	غزلیات	آیات جمال	113
66	1965	مئی	5	10	غزلیات	آیات جمال	114
33	1965	دسمبر	12	10	غزلیات	آیات جمال	115
41	1965	جولائی / اگست	7-8	10	غزلیات	آیات جمال	116
49	1966	جولائی	7	11	غزلیات	آیات جمال	117
42	1966	اگست	8	11	غزلیات	آیات جمال	118
35	1966	ستمبر	9	11	غزلیات	آیات جمال	119
69	1966	جنوری / فروری	2-1	11	غزلیات	آیات جمال	120
45	1966	نومبر / دسمبر	12-11	11	غزلیات	آیات جمال	121
91	1968	مارچ / اپریل	4-3	13	غزلیات	آیات جمال	122
45	1962	ستمبر	9	7	غزلیات	اولیاءاللہ کی شاعری	123
5	1959	مئی	5	4	غزلیات	ایک تجلی دوروپ	124
37	1968	اگست	8	13	غزلیات	جمالیات	125
11	1964	دسمبر	12	9	غزلیات	ذات صفات	126
35	1963	فروری	2	8	غزلیات	سفرنامہ حج	127
27	1963	جنوری	1	8	غزلیات	سفرنامہ حج	128
59	1971	جولائی	7	16	غزلیات	غزلیات	129
336	1980	مئی / جون	6-5	25	غزلیات	غزلیات	130
16	1960	اکتوبر	10	5	غزلیات	مشاعرہ (متفرق شعراء)	131
25	1962	جون	6	7	غزلیات	مشاعرہ (متفرق شعراء)	132
25	1971	فروری	2	16	غزلیات	مشاعرہ (مختلف شعراء)	133

نمبر شمار	مضمون/مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
134	بجواب تہنیت	قصیدہ	5	9	ستمبر	1960	10
135	عید	قطعات	19	10	اکتوبر	1974	6
136	قطعاتِ وفات	قطعات	-	محمود نمبر	حصہ نظم	-	35
137	ہدیہ نعت	قطعات	15	4	اپریل	1970	12
138	خلیفۃ اللہ	قطعہ	2	7	جولائی	1957	18
139	دنیا(قطعہ)	قطعہ	1	3	مئی	1956	25
140	رضا(قطعہ)	قطعہ	1	3	مئی	1956	6
141	روندو پھولوں کو اور کلیا مسلو	قطعہ	17	3	مارچ	1972	112
142	عطاء	قطعہ	2	7	جولائی	1957	28
143	فارسی قطعہ	قطعہ	1	5	جولائی	1956	37
144	قرآن اور تلوار	قطعہ	1	6	اگست	1956	7
145	قطعہ	قطعہ	1	5	جولائی	1956	55
146	گناہ	قطعہ	2	7	جولائی	1957	32
147	معین الدین	قطعہ	6	1	جنوری	1961	29
148	ملاراج	قطعہ	1	6	اگست	1956	7
149	من حسن تو	قطعہ	2	1	جنوری	1957	8
150	من حسن تو	قطعہ	5	2	فروری	1960	23
151	میلاد النبی	قطعہ	2	10	اکتوبر	1957	16
152	دل کی ہر دھڑکن----	کلام	19	12	دسمبر	1974	21
153	عید1957	کلام	2	5	مئی	1957	55
154	فارسی کلام	کلام	19	9	ستمبر	1974	15
155	فارسی کلام	کلام	19	10	اکتوبر	1974	50
156	فارسی کلام	کلام	19	11	نومبر	1974	24

نمبر شمار	مضمون/مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
157	فارسی کلام	کلام	20	4	اپریل	1975	48
158	فارسی کلام	کلام	20	9	ستمبر	1975	15
159	قحط الرجال(کلام)	کلام	1	4	جون	1956	4
160	مثنوی تاج الاسرار	مثنوی	1	4	جون	1956	43
161	مثنوی مولانا روم	مثنوی	8	10	اکتوبر	1963	54
162	مثنوی مولانا روم	مثنوی	9	5	مئی	1964	38
163	مثنوی مولانا روم	مثنوی	17	10-9	ستمبر/اکتوبر	1972	21
164	گلدستہ مناقب	مناقب	12	4	اپریل	1967	47
165	گلدستہ مناقب	مناقب	14	7	جولائی	1969	44
166	گلدستہ مناقب	مناقب	14	11-10	اکتوبر/نومبر	1969	19
167	گلدستہ مناقب(مختلف شعراء)	مناقب	10	5	مئی	1965	48
168	گلدستہ مناقب(مختلف شعراء)	مناقب	11	4-3	مارچ/اپریل	1966	55
169	مناقب علی مولاؓ	مناقب	11	10	اکتوبر	1966	30
170	منقبتی مشاعرہ	مناقب	9	5	مئی	1964	44
171	منقبتی مشاعرہ	مناقب	9	6-7	جون/جولائی	1964	56
172	منقبتی مشاعرہ(دیگر)	مناقب	13	2	فروری	1968	20
173	منقبتی مشاعرہ(دیگر)	مناقب	13	5	مئی	1968	29
174	منقبتی مشاعرہ(دیگر)	مناقب	14	9-8	اگست/ستمبر	1969	17
175	ابوتراب	منقبت	2	6	جون	1957	11
176	اللہ اللہ عظمت سرکار------	منقبت	24	12-11	نومبر/دسمبر	1979	21
177	پیرومرشد	منقبت	25	9-7	جولائی تا ستمبر	1980	21
178	تاج اولیاء	منقبت	5	4	اپریل	1960	9
179	خلیفہ اعظم	منقبت	20	6-5	مئی/جون	1975	158

نمبر شمار	مضمون/مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
180	خون حسین	منقبت	18	2	فروری	1973	24
181	خون حسین	منقبت	20	2-1	جنوری/فروری	1975	4
182	سیدنا غوث اعظم	منقبت	2	11	نومبر	1957	8
183	سیدنا حسین	منقبت	8	6	جون	1963	7
184	سیدنا حسین علیہ السلام	منقبت	21	2-1	جنوری/فروری	1976	31
185	شاہ جیلانی	منقبت	20	6-5	مئی/جون	1975	161
186	شہید	منقبت	18	2	فروری	1973	20
187	شہید	منقبت	20	2-1	جنوری/فروری	1975	15
188	شہید	منقبت	25	9-7	جولائی تا ستمبر	1980	54
189	عباس علمبردار	منقبت	25	9-7	جولائی تا ستمبر	1980	75
190	کرم غوث الاعظم	منقبت	20	6-5	مئی/جون	1975	158
191	کرم غوث الاعظم رح	منقبت	24	4-3	مارچ/اپریل	1979	4
192	محبوب سبحانی	منقبت	20	6-5	مئی/جون	1975	157
193	مقام شبیری	منقبت	11	5	مئی	1966	6
194	مقام شبیری	منقبت	25	9-7	جولائی تا ستمبر	1980	80
195	منقبت	منقبت	24	12-11	نومبر/دسمبر	1979	33
196	منقبت	منقبت	9	10	اکتوبر	1964	19
197	منقبت (تاج الدین بابا)	منقبت	7	8	اگست	1962	59
198	نفس پیمبر	منقبت	17	7	جولائی	1972	22
199	23مارچ کا ترانہ	نظم	2	3	مارچ	1957	8
200	6 ستمبر یاد رکھ	نظم	10	11	نومبر	1965	42
201	اداریہ	نظم	17	8	اگست	1972	5
202	اظہار حقیقت	نظم	2	6	جون	1957	40

نمبر شمار	مضمون/مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
203	الف بھی جھوٹا۔۔۔۔۔	نظم	19	11	نومبر	1974	4
204	اللہ اللہ عظمت سرکار۔۔۔۔۔۔	نظم	25	12-10	اکتوبر تا دسمبر	1980	18
205	انا اعطینا ک الکوثر	نظم	25	9-7	جولائی تا ستمبر	1980	70
206	انتباہ	نظم	15	6	جون	1970	57
207	انسان کامل کی آواز	نظم	8	6	جون	1963	56
208	انقلاب	نظم	8	8	اگست	1963	45
209	اہل سندھ سے	نظم	20	4	اپریل	1975	6
210	ایٹم	نظم	2	1	جنوری	1957	24
211	اے عالم اسلام	نظم	10	11	نومبر	1965	47
212	بندگی۔۔خواجگی	نظم	2	6	جون	1957	51
213	بھارتی سورماوں سے کہدو	نظم	10	10	اکتوبر	1965	33
214	بھارتی سورماوں سے کہدو	نظم	10	11	نومبر	1965	45
215	پاکستان	نظم	10	11	نومبر	1965	41
216	پیام عید	نظم	2	5	مئی	1957	18
217	تاج الاولیاء	نظم	15	4	اپریل	1970	30
218	تجاویز	نظم	18	1	جنوری	1973	2
219	تفسیر القول بمالا یرضیٰ قائلہ	نظم	8	7	جولائی	1963	7
220	جامعیت	نظم	17	1	جنوری	1972	12
221	جشن آئین	نظم	18	5	مئی	1973	4
222	جماعت، در جماعت، در جماعت	نظم	15	9	ستمبر	1970	2
223	جمال نو	نظم	13	11	نومبر	1968	11
224	حجاب	نظم	2	10	اکتوبر	1957	6
225	حسن طلب	نظم	7	6	جون	1962	32

نمبر شمار	مضمون / مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
226	حقیقت عالم وآدم	نظم	19	6	جون	1974	35
227	حکمت دعا	نظم	17	7	جولائی	1972	30
228	خبر و نظر	نظم	3	7	جولائی	1958	27
229	خدا کی قدرت	نظم	2	8	اگست	1957	69
230	خلافت	نظم	21	3	مارچ	1976	27
231	خلافت	نظم	22	3	مارچ	1977	3
232	خلوت گہ یگانہ ما	نظم	2	5	مئی	1957	57
233	رفت گذشت	نظم	14	7	جولائی	1969	27
234	رگ رنگ	نظم	3	6	جون	1958	54
235	روزہ	نظم	17	7	جولائی	1972	27
236	زلزلہ	نظم	19	12	دسمبر	1974	2
237	زندگی	نظم	8	12	دسمبر / جنوری	1963/64	8
238	زندگی	نظم	13	6	جون	1968	25
239	زندگی	نظم	8	12	دسمبر / جنوری	1963/64	8
240	سال نو جنوری ۱۹۷۲ء	نظم	17	1	جنوری	1972	11
241	سر معراج	نظم	3	4۔۔5	اپریل	1958	127
242	سیالکوٹ	نظم	10	10	اکتوبر	1965	44
243	سیالکوٹ	نظم	10	11	نومبر	1965	48
244	سیلاب	نظم	18	8	اگست	1973	69
245	شب معراج	نظم	17	8	اگست	1972	31
246	عالم	نظم	4	2	فروری	1959	45
247	عرفانیات	نظم	18	8	اگست	1973	67
248	عید	نظم	20	9	ستمبر	1975	2

نمبر شمار	مضمون / مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
249	عید کا چاند	نظم	10	9	ستمبر	1965	28
250	غریب نواز رح	نظم	22	6	جون	1977	3
251	غریب نواز رح	نظم	24	6-5	مئی / جون	1979	45
252	قلب	نظم	8	4	اپریل	1963	59
253	قندپارسی	نظم	13	8	اگست	1968	27
254	قندفارسی	نظم	6	1	جنوری	1961	49
255	قومی ترانہ	نظم	5	3	مارچ	1960	7
256	قلیندپارسی	نظم	10	1	جنوری	1965	26
257	کون؟	نظم	3	6	جون	1958	54
258	لوح محفوظ	نظم	25	12-10	اکتوبر تا دسمبر	1980	10
259	مجاہدین سے	نظم	10	10	اکتوبر	1965	39
260	مجاہدین سے	نظم	10	11	نومبر	1965	44
261	مژدہ اے میکشو بہار آ ئی	نظم	12	8	اگست	1967	6
262	مشاعرہ	نظم	4	8-9	اگست ستمبر	1959	177
263	مَی فروشم	نظم	25	9-7	جولائی تا ستمبر	1980	90
264	نظر کشفی	نظم	13	7	جولائی	1968	47
265	نفی غیر اللہ	نظم	15	4	اپریل	1970	32
266	نماز جمعہ	نظم	1	10	دسمبر	1956	5
267	نہ یک حرف تمنا۔۔۔۔	نظم	13	1	جنوری	1968	22
268	ورق دل	نظم	3	6	جون	1958	54
269	وطن ہے اپنا	نظم	20	10	اکتوبر	1975	79
270	وقت	نظم	2	9	ستمبر	1957	24
271	وہ رات	نظم	8	9	ستمبر	1963	64

نمبر شمار	مضمون/مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
272	وہابی قبر	نظم	2	7	جولائی	1957	6
273	یاد	نظم	8	6	جون	1963	55
274	یہ حقیقت مجاز ہی میں رہے	نظم	16	1	جنوری	1971	4
275	سال نو۔ مطالبات۔ تجاویز ۔ جشن آئین	نظمین	18	8	اگست	1973	19
276	جب اب (جمہوریت)	نظمیں	5	1	جنوری	1960	5
277	اعلیٰ العلیٰ محمد	نعت	17	7	جولائی	1972	8
278	انتباہ	نعت	19	7	جولائی	1974	15
279	انک لعلٰے خلق عظیم	نعت	2	1	جنوری	1957	الف
280	حقیقت عالم وادم	نعت	15	8-7	جولائی/اگست	1970	33
281	حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	11	7	جولائی	1966	16
282	رحمت اللعالمین	نعت	3	10	اکتوبر	1958	40
283	رہ بر سر تیغ	نعت	17	5	مئی	1972	12
284	صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	40
285	لمعات جمال	نعت	25	4-3	مارچ/اپریل	1980	66
286	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	13	10	اکتوبر	1968	10
287	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	25	2-1	جنوری/فروری	1980	3
288	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	25	2-1	جنوری/فروری	1980	41
289	محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر اک شے۔۔	نعت	7	9	ستمبر	1962	18
290	نعت	نعت	11	7	جولائی	1966	41
291	نعت شریف	نعت	14	11-10	اکتوبر/نومبر	1969	10
292	نعت شریف	نعت	17	8	اگست	1972	33

نمبر شمار	مضمون / مقالہ	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
293	نعت شریف	نعت	18	3	مارچ	1973	96
294	نعت شریف	نعت	19	6	جون	1974	1
295	نعت شریف	نعت	19	7	جولائی	1974	1
296	آ		8	10	اکتوبر	1963	49
297	اداریہ		21	3	مارچ	1976	2
298	تاج الاولیاء		16	4	اپریل	1971	15
299	حجابات		21	7	جولائی	1976	33
300	حسن مقید		4	1	جنوری	1959	56
301	خواجہ دوسرا		19	4	اپریل	1974	2
302	ساتھ رہوں		21	5	مئی	1976	46
303	صبح بہار		8	10	اکتوبر	1963	50
304	کیا ہو؟		21	5	مئی	1976	44
305	لوح و قلم		8	10	اکتوبر	1963	46
306	مجھے وجود میں آنے کی کیا ضرورت تھی		4	1	جنوری	1959	56
307	موسم گل		8	10	اکتوبر	1963	48
308	میکدہ		19	12	دسمبر	1974	41
309	ہستی		4	1	جنوری	1959	56
310	یا حضرت بابا تاج الدین رح		22	2_1	جنوری / فروری	1977	2

فہرست حوالہ جات

.1	اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ، ڈاکٹر عبد الشکور احسن (ص:218) ناشر: ڈاکٹر محمد معز الدین، طابع: سید اظہار الحسن رضوی، (مطبع: مطبع عالیہ 120 ٹمپل روڈ لاہور، اول، 1977)
.2	علی الطنطاوی، فکر و مباحث، دار المنارہ، دار ابن حزم الطبعۃ الاولی 1426ھ / 2005ء
.3	مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی، قاموس الوحید، ادارۂ اسلامیات، صفحہ:1691
.4	لسان العرب، ابن منظور، ناشر: نشر الادب الحوذہ ص:426، قم ایران
.5	ڈاکٹر سید عبد اللہ، اشاراتِ تنقید، مکتب خیابانِ ادب، 7، میمبہ مین روڈ لاہور، مئی 1966ء، طابع جدید اردو ٹائپ پریس
.6	ڈاکٹر جمیل جالبی، ارسطو سے ایلیٹ تک، طبع اول 1975ء، (طبع نہم:2012) ص:87، طابع: بی آئی پرنٹرز، راولپنڈی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد۔
.7	امام مالک، موطا امام مالک کتاب القدر، باب 1، حدیث 1،628
.8	مولانا شاہ حکیم محمد اختر، معارفِ مثنوی، مرتب عشرت جمیل، صفحہ ۱۱، کتب خانہ مظہری، باہتمام ابراہیم برادران
.9	۹۔ ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص 89۔156، مکتبہ تاج کراچی 1966ء
.10	ذہین شاہ تاجی ماہنامہ تاج، شمارہ نمبر 12 ص۔ 34 - 1971 مکتبہ تاج کراچی
.11	نثار احمد زبیری، تحقیق کے طریقے، ص:7، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، سیکنڈ ایڈیشن
.12	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص 4، مکتبہ تاج کراچی 1966ء
.13	ڈاکٹر شوکت سبزواری، غالب، فکر و فن، شائع کردہ کل پاکستان انجمن ترقی اردو، اردو روڈ کراچی، ص:116
.14	دائرہ معارف اسلامیہ، جلد 1، صفحہ 607
.15	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ تنبیہات و تشریحات:، ص 2، ناشر: ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی،

	کراچی۔ طابع :ایجوکیشنل پریس، کراچی
.16	حضرت باباذہین شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ، ترجمہ تنبیہات و تشریحات:، پیش لفظ ص الف، ناشر :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی۔ طابع :ایجوکیشنل پریس، کراچی
.17	ایضاً پیش لفظ صفحہ ب
.18	ایضاً ص39
.19	ایضاً ص29۔30
.20	ایضاً ص54
.21	ذہین شاہ تاجی، ترجمہ و تشریحات فتوحات مکیہ:، ص 11 ، ناشر :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی۔ طابع : ایجوکیشنل پریس، کراچی
.22	محی الدین ابن عربی، شجرۃ الکون (اردو ترجمہ، محمد صدیق بیگ قادری، ص06، فیصل آباد، 1985ء
.23	ذہین شاہ تاجی،، ترجمہ و تشریحات فتوحات مکیہ ص۔2۔ ، ناشر :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی۔ طابع : ایجوکیشنل پریس، کراچی
.24	ذہین شاہ تاجی،، ترجمہ و تشریحات فتوحات مکیہ ص2۔۔ ، ناشر :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی۔ طابع : ایجوکیشنل پریس، کراچی
.25	ذہین شاہ تاجی،، ترجمہ و تشریحات فتوحات مکیہ ص۔2۔ ، ناشر :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی۔ طابع : ایجوکیشنل پریس، کراچی
.26	ذہین شاہ تاجی،، ترجمہ و تشریحات فتوحات مکیہ ص۔2۔ ، ناشر :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی۔ طابع : ایجوکیشنل پریس، کراچی
.27	حضرت باباذہین شاہ تاجی، تشریح حقائق، ص5، ناشر :ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان، طابع :ایجوکیشنل پریس، کراچی 1971

.28	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی، تشریح حقائق، ص5، ناشر :ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان، طابع :ایجوکیشنل پریس، کراچی1971
.29	ایضاً ص6
.30	ایضاً ص12
.31	ایضاً ص14
.32	ایضاً ص16-15
.33	الفتاوی الحدیثیہ، تحت مطلب فی شطحات الاولیاء، ص413
.34	ابو محمد اسماعیل بخاری، بخاری کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث نمبر 1432
.35	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی، تشریح حقائق، ص83، ناشر :ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان، طابع :ایجوکیشنل پریس، کراچی1971
.36	سید عبداللہ، اشارات تنقید، (مئی1996ء) صفحہ 1:مکتبہ، خیابانِ ادب39چمبر روڈ، لاہور تابع جدید اردو ٹائپ پریس
.37	سید عبداللہ، اشارات تنقید، (مئی1996ء) صفحہ 7 :مکتبہ، خیابانِ ادب39چمبر روڈ، لاہور تابع جدید اردو ٹائپ پریس
.38	سید عبداللہ، اشارات تنقید، (مئی1996ء) صفحہ 8، مکتبہ، خیابانِ ادب39چمبر روڈ، لاہور تابع جدید اردو ٹائپ پریس
.39	ڈاکٹر قاضی عبدالقادر، کشاف اصطلاحات، فلسفہ، صفحہ: 59، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی
.40	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال پر تنقیدی مضامین، ص330، مکتبہ تاج کراچی
.41	ذہین شاہ تاجی، وہابیت اور اسلام۔ صفحہ نمبر ۵ مکتبہ تاج کراچی
.42	ذہین شاہ تاجی، وہابیت اور اسلام۔ صفحہ نمبر ۱۹ مکتبہ تاج کراچی
.43	ایضاً ص31-30
.44	پروفیسر اویس احمد ادیب۔ قمر کتاب گھر، اردو بازار، کراچی۔ صفحہ: 160، اشاعت اول :ضیاء برقی پریس، کراچی۔

ڈاکٹر حفیظ الرحمان، کتاب قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، ص19، مکتبہ طاہر سنز	.45
ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد14 شمارہ1 اور2، اسلامی آئین، صفحہ:9	.46
ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد14 شمارہ1 اور2، اسلامی آئین، صفحہ:9	.47
ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد14 شمارہ1 اور2، اسلامی آئین، صفحہ:9-10	.48
ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد14 شمارہ1 اور2، اسلامی آئین، ص:11	.49
قرآن الکریم،12:64	.50
ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد14 شمارہ1 اور2، اسلامی آئین، ص:10-11	.51
ڈاکٹر حفیظ الرحمان، قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، ص32، مکتبہ طاہر سنز	.52
ڈاکٹر حفیظ الرحمان، قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، ص۔33 32، مکتبہ طاہر سنز	.53
ڈاکٹر حفیظ الرحمان، قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، ص۔47، مکتبہ طاہر سنز	.54
ڈاکٹر حفیظ الرحمان، قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، ص۔48، مکتبہ طاہر سنز	.55
ڈاکٹر حفیظ الرحمان، قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، ص۔49، مکتبہ طاہر سنز	.56
ڈاکٹر حفیظ الرحمان، قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، ص۔50، مکتبہ طاہر سنز	.57
ڈاکٹر حفیظ الرحمان، قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، ص۔58، مکتبہ طاہر سنز	.58
ڈاکٹر حفیظ الرحمان، قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، ص۔51، مکتبہ طاہر سنز	.59
ڈاکٹر حفیظ الرحمان، قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، ص۔62، مکتبہ طاہر سنز	.60
ایضاص62	.61
ایضاص63	.62

.63	ایضاً ص 63-64
.64	ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد 14 شمارہ 1 اور 2، اسلامی آئین، ص:13
.65	ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد 14 شمارہ 1 اور 2، اسلامی آئین، ص:15
.66	ایضاً ص 15
.67	ایضاً ص 17
.68	ایضاً ص 27
.69	امام مسلم، صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 250
.70	ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد 14 شمارہ 1 اور 2، اسلامی آئین، ص:40
.71	قرآن الکریم 40:12
.72	قرآن الکریم 54:7
.73	ڈاکٹر حفیظ الرحمان، قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، ص 31-33، مکتبہ طاہر سنز
.74	ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد 14 شمارہ 1 اور 2، اسلامی آئین، ص:105
.75	ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد 14 شمارہ 1 اور 2، اسلامی آئین، ص:106
.76	ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد 14 شمارہ 1 اور 2، اسلامی آئین، ص:108
.77	ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد 14 شمارہ 1 اور 2، اسلامی آئین، ص:109
.78	ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد 14 شمارہ 1 اور 2، اسلامی آئین، ص:110
.79	سورۃ البقرہ، آیت 44
.80	ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج جلد 14 شمارہ 1 اور 2، اسلامی آئین، ص:86

.81	مقالہ : دستورِ پاکستان 1973ء کی اسلامی دفعات : تطبیق کے 30سال انتظامی اور عدالتی فیصلوں (1973ء 2003ء) کے تناظر میں شہزاد اقبال شام، صفحہ نمبر:39-41
.82	ذھین شاہ تاجی، آیات جمال ، ۔ صفحہ 5, 3rd Edition, ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی
.83	سید رفیق عزیزی مر آۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمی جے پوری، مقدمہ آیات جمال ص9۔8، مکتبہ تاج کراچی
.84	سید رفیق عزیزی مر آۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمی جے پوری، مقدمہ آیات جمال ص17، مکتبہ تاج کراچی
.85	سید رفیق عزیزی مر آۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمی جے پوری، مقدمہ آیات جمال ص17، مکتبہ تاج کراچی
.86	سید رفیق عزیزی مر آۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمی جے پوری، مقدمہ آیات جمال، ص29۔28، مکتبہ تاج کراچی
.87	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال، سیکنڈ ایڈیشن، صفحہ:257
.88	سید رفیق عزیزی مر آۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمی جے پوری، مقدمہ آیات جمال ص38، مکتبہ تاج کراچی
.89	سید رفیق عزیزی مر آۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمی جے پوری، مقدمہ آیات جمال ص9، مکتبہ تاج کراچی
.90	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال، ص48 سیکنڈ ایڈیشن، ادارہ تعلیم وثقافت
.91	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال، ص56 سیکنڈ ایڈیشن، ادارہ تعلیم وثقافت
.92	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال، ص431 سیکنڈ ایڈیشن، ادارہ تعلیم وثقافت
.93	ایضاً، صفحہ:186
.94	امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر266
.95	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص5۔4 مکتبہ تاج کراچی
.96	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص14۔7 مکتبہ تاج کراچی
.97	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، عماص15، مکتبہ تاج کراچی

.98	ایضاً، ص28۔10
.99	ایضاً، ص5
.100	ایضاً، ص7
.101	ذہین شاہ تاجی، جمالِ آیات، ص6، مکتبہ تاج کراچی
.102	ذہین شاہ تاجی، جمالِ آیات، ص13، مکتبہ تاج کراچی
.103	الھواری، اباضی، تفسیر الھواری، مصدر الکتاب، موقع التفاسیر، باب ا، جزء ا، ص ا
.104	ذہین شاہ تاجی، جمالِ آیات، ص34، مکتبہ تاج کراچی
.105	حضرت امیر خسرو، شرح کلام خسرو المعروف جہان خسرو، مرتب فاروق ارگلی، ص186 مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور
.106	مولانا حکیم محمد اختر صاحب، معارف مثنوی شرح مثنوی مولانا روم، ص438۔437 کتب خانہ مظہری
.107	ذہین شاہ تاجی، جمالِ آیات، ص212-206، مکتبہ تاج کراچی
.108	ذہین شاہ تاجی، جمالِ آیات، ص86، مکتبہ تاج کراچی
.109	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص38، مکتبہ تاج کراچی
.110	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص52، مکتبہ تاج کراچی
.111	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص46، مکتبہ تاج کراچی
.112	ایضاً ص207
.113	ایضاً، ص: 1
.114	ملا عبداللہ یزدی شہ آبادی، شرح تہذیب مع حاشیہ تذہیب التحذیب، ص ۱۰۲۔۱۰۵، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور
.115	ایضاً، ص:8

.116	کلیاتِ اقبال، بال جبرئیل۔ ص:1-8، الفیصل ناشر آن تاجران کتب لاہور۔
.117	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص10، مکتبہ تاج کراچی
.118	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص10، مکتبہ تاج کراچی
.119	شعب الایمان، الایمان البیہقی، باب قیام الاوزاعی مع المنصور، جزء15، ص498، مصدر الکتاب موقع جامع الحدیث
.120	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص11، مکتبہ تاج کراچی
.121	ذہین شاہ تاجی، اجمال جمال، ص67، مکتبہ تاج کراچی
.122	ذہین شاہ تاجی، اجمال جمال، ص70، مکتبہ تاج کراچی

باباذہین شاہ تاجی بحیثیت مترجم

ترجمہ کے معنی:۔

ترجمہ یا(Translation) کے معنی Ofxord Dictionary کچھ یوں بیان کئے گئے ہیں۔

To express in some other language.(1)

کسی بات کی دوسری زبان میں وضاحت کرنا یا بیان کرنا۔ یا

کسی ایک زبان کے مواد کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کے عمل کو کہتے ہیں۔(2)

رابرٹ فراسٹ 1955ء کا قول ڈاکٹر مجید اللہ صاحب یوں نقل کرتے ہیں۔ "ترجمہ، ناممکن کو ممکن بنانے کی سعی ہے۔" (3)

ڈاکٹر حامد بیگ، محمد حسین آزاد 1881ء کی ترجمے کے متعلق رائے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

"ترجمہ اور تصنیف کے تجربہ کار جانتے ہیں کہ ان کی عبارت میں کسی زبان کا اصل لفظ جو اپنا مطلب جاتا ہے۔ سطر سطر بھی عبارت میں ترجمہ کریں تو بھی وہ بھی حاصل نہیں ہوتی جو مجموعہ خیالات کا اور اس کے صفات و لوازمات کا اس ایک لفظ کے سننے والے کے سامنے آئینہ ہو جاتا ہے۔(4)

ان آراء کی روشنی میں یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ فن ترجمہ اس قدر آسان نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں کسی بھی ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ منتقل ہونا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک زبان کا اپنا مزاج ہوتا ہے۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی خطے کے اندر کسی بھی علاقائی زبان کو اگر لیں تو صرف علاقوں کے ہلکے سے دوری اور فرق سے لفظ کا محسوساتی استعمال بالکل مختلف ہو جاتا ہے۔ مثلاً پنجابی اور ہندکو زبانی علاقوں اور لہجوں کے استعمال سے بالکل قریبی سمجھی جاتی ہیں۔ مگر کچھ الفاظ ہیں کہ جن کے معنی استعمالاً دوسری زبان میں یکسر مختلف ہیں۔ مثلاً منڈا کا لفظ پنجابی میں "لڑکے" کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور یہی لفظ ہندکو میں "لنگڑے لُنجے" کے لئے لایا جاتا ہے وغیر ذالک۔

چنانچہ ہم جب کسی زبان سے ترجمہ کریں تو اس کے ضرب الامثال و محاورات نیز طنزیہ و تحسینی الفاظ کے محسوسات کا علم بھی اشد ضروری ہے ورنہ معانی کے سمجھنے اور اس کو بیان کرنے میں بے حد مشکل پیش آسکتی ہے۔

چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی بھی زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا انتہائی نازک اور دشوار گزار کام ہے۔ جس کو احسن طریقے سے ہر ایک فرد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم تراجم میں لفظی ترجمے کی وجہ سے عامۃ الناس کو خود پڑھنے اور سمجھنے میں بہت دشواری ہوتی تھی اور جب سے بامحاورہ اور سلیس ترجمہ رواج پایا تو گویا چھا گیا اور یہی مترجم کی اہم ترین صف ہے۔ کہ وہ کتاب کا ترجمہ اس طرح سے کرے کہ گویا خود مترجم اس کو بیان کر رہا ہے۔

فن ترجمہ سازی ادوار کے آئینے میں:۔

قدیم ترین تراجم میں سے ہومر کی "اوڈیسی" کا یونانی زبان سے لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا اس کے مترجم لیویوس اینڈرونیکس (Livius Andronicsu) گویا ترجمہ سازی کے اولین خالق تھے۔(5) انہوں نے ترجمہ سازی کے اصول وضع کئے۔ یہ اصول عملی سطح کے تھے۔ جن پر اس نے خود کام کیا۔ نظری سطح پر کوئی نظریہ سازی نہ ہو سکی۔

چنانچہ 46،ق م (Licevo) سیرو نے مترجم کو ایک ترجمان کی بجائے "مقرر" کہا۔ قدیم ادوار کے بحث سے قطع نظر ہم یہاں رومن زوال نشاۃ الثانیہ کی درمیانی صدیاں مورخین کے نزدیک تاریک زمانے قرار پائے ہیں مگر یہی اہم ترین زمانہ تھا کہ جب مسلمانوں نے خدماء کے علمی و ادبی سرمائے کی تدوین کی اور اس کو تلف ہونے سے بچالیا۔

چنانچہ عباسی خلفاء میں سے مامون الرشید نے حران کے صابیوں اور نسطوری عیسائیوں اور علمائے ہند کی مدد سے سریانی ،پہلوی، یونانی اور سنسکرت سے مختلف علوم وفنون کو عربی میں منتقل کروایا۔ عباسی "بیت الحکمت" اور کم و بیش 200 دو سو سال تک عباسی بیت الحکمت کام کرتا رہا۔ اور ان ترجمہ شدہ علوم میں ارسطو کی منطق، افلاطون کا اشراق، سقراط کی طب فلاطینوس کے عرفان اور آریا بھٹ کے علم ہیئت نے عربی ادب کو مالا مال کر دیا۔(6)

عہد وسطیٰ میں مسلمانوں نے دنیا بھر کا علمی سرمایہ اپنی زبان میں منتقل کر لیا تھا۔ بیروت کے عیسائی مورخ نوفل آفندی نے کتاب صاجۃ الطرب میں اس دور پر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔(7)

بہر حال ان تمام ادوار اور تفصیلات کو سمیٹتے ہوئے اتنا کہیں گے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے بیت الحکمت کی بنیادر کھی تو اس میں دارالترجمہ بھی قائم کیا۔

بہر صورت یہاں ان تمام سے مقصود یہ ہے کہ ادب چاہے قدیم عبرانی، سریانی، قبطی، سنسکرت زبانوں کے ترجمہ کا محور یا پھر روسی، ترکی، چینی، فرانسیسی، جاپانی ادب کا ترجمہ ہو۔ بہر حال ترجمہ کا کام مسلسل ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔

جہاں تک اردو تراجم کا تعلق ہے۔ جہاں اس سے مغربی اور دوسری زبانوں کے ادب کا عمل دخل اردو میں ہوا وہیں پر ثقافت کے اثرات بھی دخل انداز ہوئے۔

محمد حسین آزاد نے اردو تراجم کی خوبی پر تبصرہ کرتے ہوئے آب حیات میں یہ رائے دی کہ

"وہاں یہ کام ہمارے نوجوانوں کا ہے جو کشور علم میں مشرقی اور مغربی دونوں دریاؤں کے کناروں پر قابض ہو گئے ہیں۔ ان کی ہمت آبپاری کرلے گی۔ دونوں کناروں سے پانی لائے گی۔" (8)

مگر مہدی جعفری نے اس رائے پر تنقید اور تبصرہ کیا ہے اور ترجمے اور تخلیق کا باہم فرق پیش کیا ہے۔

"ملحوظ خاطر رہے کہ بات پانی لانے کی ہے۔ کناروں پر تیرتے ہوئے الفاظ اکٹھا کرنے کی نہیں۔ تخلیق اور ترجمے میں بہر حال فرق ہے۔ خیر مغرب والوں نے تو اپنے پانی سے اپنے ہم مزاج الفاظ نکالے ہیں۔ ہم نے ترجمے کے ذریعے انہیں الفاظ سے شعبدہ بازی یا چونکانے کا کام لیتے ہوئے بے اعتمادی کا ثبوت دیا ہے۔" (۹)

چنانچہ فورٹ ولیم کالج کو بھی ترجمہ میں قابل قدر عمل دخل حاصل ہے۔

اردو زبان میں تراجم کا جائزہ:۔

اردو زبان بھی دیگر زبانوں کی طرح ترجموں سے خالی نہیں شبلی نعمانی کہتے ہیں کہ اردو میں مغربی زبانوں سے تراجم کا جائزہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اردو زبان و ادب کی وسعت اور گہرائی و گیرائی میں اخذ و ترجمے کا خاصا اہم کردار رہا ہے۔ مثلاً یہ کہ ادبی تراجم نے نئے اسالیب بیان کو جنم دیا۔ نئے طرز احساس کو ابھارا۔ پیرایۂ بیان میں

صلابت، متانت اور طرز استدلال پیدا کیا اور پیرایہ کے اظہار کے نئے نئے سانچے فراہم کیئے نیز یہ کہ نئی نئی اصناف سے آشنا ہی نہیں کیا بلکہ ان اصناف کو فنی وقار بھی بخشا۔ (10)

ترجے کی کئی اقسام ہیں

ڈاکٹر جمیل جالبی نے جو ترجے کی اقسام بیان کی ہیں۔

۱۔ لفظی ترجمہ: اصل متن کا صرف لفظ ترجمہ کر دیا جائے۔

۲۔ روایتی ترجمہ: مفہوم لے کر آزادی کے ساتھ اپنی زبان کے روایتی و معقول انداز بیان کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ کر دیا جائے۔

۳۔ اصلی / حقیقی ترجمہ: تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ترجمہ اس طور پر کیا جائے کہ اس میں مصنف کے لہجے کی کھنک بھی باقی رہے اور اپنی زبان کا مزاج بھی۔ اور ترجمے اصل متن کے بالکل مطابق ہو۔

ترجے کی تیسری قسم مشکل ترین قسم ہے مگر زبان و بیان کے لحاظ سے بے حد فائدہ مند ہے۔ کہ ایک نیا سانچہ ہاتھ آجاتا ہے۔ اور جملوں کی ساخت سے اظہار بیان کو سانچوں کو وسعت عطا کرتی ہے۔ (11)

عربی سے اردو میں ترجمہ:۔

عربی سے اردو زبان میں ترجے کی ابتداء اسوقت ہوئی۔ جب اس علاقے میں اسلام پہنچا اور فروغ پایا۔ اولین ضرورت قرآن اور اس کے مطالب کو سمجھنے کی تھی۔ سو قرآن مجید کے تراجم مرتب ہوئے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فارسی ترجمہ اور ان کے صاحبزادوں کے اردو تراجم اولین تراجم شمار ہوتے ہیں۔ سو شاہ رفیع الدین دہلوی نے 1817ء میں اردو زبان کا پہلا مکمل لفظی ترجمہ لکھا۔ (12)

قرآن مجید کے ترجمے کے جو اہم اور بنیادی اصول بیان کیئے گئے ہیں وہ ایک طرح سے عربی سے اردو زبان میں ترجمے کے اصول بھی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ دونوں زبانوں اور ان کے ادب پر کامل دسترس

۲۔ ترجمہ نگار کا اس زبان سے جس میں ترجمہ کیا جارہا ہے۔ جذباتی اور علمی ہم آہنگی۔

۳۔ زبان کے ساتھ ساتھ جس موضوع پر کتاب لکھی گئی ہے۔ مترجم کا اس فن پر بھی کامل دسترس ہونا۔

۴۔ دونوں زبانوں کے ساتھ ادبی مساوات اور ادبی رنگ بر قرار رہے۔

۵۔ اہل کتاب کے مصنف کے لب ولہجہ کی کھنک کا باقی رکھنا جو کہ بہت ضروری ہے۔

۶۔ مترجم کی تحریر میں انشا پردازی بھی بنیادی ضرورت میں شامل ہے۔ (13)

ویسے امام جلال الدین سیوطی نے الاتقاق فی علوم قرآن میں 16 علوم ذکر کئے ہیں جو کہ ایک مترجم کے لئے مشروط ہیں کہ وہ ترجمہ کرنے سے قبل ان کا ماہر و اہل ہو۔

ذہین شاہ تاجی اور ترجمہ:۔

باباذہین شاہ تاجی کی جہاں علمی و ادبی طور پر دوسری صلاحیتیں روز اول کی طرح آشکارا ہیں ان میں اہم ترین یہ کہ انہیں ترجمہ میں بھی انتہائی مہارت حاصل تھی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ذہین شاہ تاجی نے انہی کتب کا ترجمہ کیا جو نا صرف روحانی طور پر آپؒ کے مزاج سے ہم آہنگ تھیں بلکہ آپ کو علاان پر مکمل دسترس بھی حاصل تھی۔ یہاں پر ان کی صلاحیت صرف ترجمہ نہیں بلکہ ذہین شاہ کے لحاظ سے ہم ان کی اس صلاحیت کو دو قسموں پر منقسم کرتے ہیں۔

۱۔ شعری ترجمہ ۲۔ نثری ترجمہ

ویسے تو شعری ترجمہ اگر سلیس زبان میں کیا جائے تو پھر یہ آخر الذکر قسم میں بھی مشمول ہے مگر ہم اگر شعر کا شعر سے ترجمہ کریں تو یہ یقیناً مشکل ترین امر ہے۔

کیونکہ ہر ایک زبان کا اپنا اسلوب، محاورات اور استعارہ جات ہوتے ہیں۔ مگر ذہین شاہ تاجی کو اس پر بھی مکمل دسترس حاصل تھی۔ ذہین شاہ تاجی نے مکمل کتب کے جو تراجم کئے ہیں۔ ان میں منصور حلاج کی کتاب

الطواسین کا ترجمہ اور تشریح کی ہے۔ نیز ابن عربی کی کتاب فتوحاتِ مکیہ کا ترجمہ کیا ہے۔

علاوہ ازیں ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم کا ترجمہ اور تنبیہات و تشریحات لکھی ہیں۔ ذہین شاہ تاجی کی متصوفانہ صلاحیتوں کا ایک زمانہ معترف ہے۔ آپ نے تصوف کے دور رس اور دقیق نکات کا نہایت حسن طریقے سے ترجمہ فرمایا۔

باباذہین شاہ تاجی کے ترجمے کی خصوصیات:۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کی ترجمہ کی تقسیم میں جو مشکل ترین آخر الذکر قسم ہے۔ ذہین شاہ تاجی اس پر پورا اترتے ہیں یعنی اصلی اور حقیقی ترجمہ، کیونکہ باباصاحب نہ تو لفظی ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں اور نہ ہی فقط بامحاورہ ترجمہ پر بلکہ ان کا مقصود نظریہ ہوتا ہے کہ قاری بغیر کسی مدد کے اس کتاب کو سمجھ لے۔

ذہین شاہ تاجی کے تراجم کی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ فقط جاہ و مال کے لئے نہیں بلکہ عام الناس کے لئے ترجمہ کرتے ہیں اور یہی بات وہ ترجمے میں ملحوظ نظر رکھتے ہیں چنانچہ کتاب الطواسین کا ترجمہ کرتے ہوئے۔ انہوں نے علامہ روزبا قلی کا فارسی ترجمہ بھی پیش کیا اور متن بھی ساتھ ساتھ لکھا اور اس کی تشریح اشکال اور ہندسہ کے ذریعہ کیا تاکہ صاحب ذوق افراد پڑھتے وقت تلذذ محسوس کریں۔

تصوف ہی کی دوسری کتب مثلاً شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم جو غایت درجہ دقیق کتاب ہے اور محض ترجمے سے قابل فہم نہیں ہو سکتی تھی۔ حضرت باباصاحب نے اپنے فرامین عالیہ بطور تنبیہ و تشریح ارشاد فرمائے ہیں۔

اور ان کی تشریح کی روشنی میں ہی قاری کے لئے شیخ اکبر کی بات نسبتاً سہل اور قابل فہم ہو جاتی ہے۔

شیخ اکبر کے ہاں ان کی خود وضع کردہ اصطلاحات کا استعمال بہت زیادہ ہے اور موضوع بحث الٰہیات اور معرفت کے علوم ہیں اگر اس کا فقط سلیس ترجمہ کر دیا جاتا تو پھر بھی سمجھنا مشکل ہوتا۔ چنانچہ باباصاحب نے متعلقہ

باب کے ترجمہ سے پہلے شیخ اکبر کی استعمال کردہ اصطلاحات کی وضاحت کی اور پھر اس باب میں بیان کئے گئے شیخ کے علوم اور نکات کی وضاحت کرتے ہیں۔ تاکہ ترجمہ کسی قدر قابل فہم ہو سکے۔

مذکورہ تینوں کتب غامض اور دقیق موضوع پر ہیں۔ بابا صاحب نے ترجمہ انتہائی سلیس اور سادہ اردو زبان میں کیا ہے۔ مگر اس سادہ زبان کے استعمال میں اس بات کا حد درجہ خیال رکھا ہے کہ ترجمہ میں کوئی ثقالت یا خامی نہ پیدا ہو جائے۔

سادہ زبان میں ترجمہ کرنے میں سب سے بڑی دشواری زبان کی سادگی اور سلاست اور روانی کو برقرار رکھتے ہوئے اصل عبارت کی حدود کی رعایت کرنا ہوتا ہے جو کہ ان تینوں کتب میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

شیخ اکبر اور منصور حلاج کے علوم وادئ پر خار اور علاقہ ممنوعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء ان پر گفتگو یا بحث سے گریز کرتے ہیں۔ مگر بابا صاحب چونکہ خود عارفین میں سے ہیں تو ان کی نگاہ ان مطالب و معانی تک اس راستے سے پہنچ جاتی ہے جو سالکین کے لئے مختص ہوتا ہے۔

چنانچہ یہ کتب عام اور محدود علم رکھنے والے قاری کے لئے بھی "دورباش" کے بجائے "نزدیک باش" کی ترغیب دینے لگیں۔

حسن عسکری لکھتے ہیں

"مجھے اپنے آپ سے بار بار یہ سوال پوچھنا پڑتا ہے کہ جن ترجموں سے تخلیقی ادب پر کوئی اثر نہ پڑے ان کا جواز کیا ہے۔ ترجمے کا تو مقصد ہی یہی ہونا چاہئے کہ خواہ ترجمہ ناکام ہو مگر ادیبوں اور پڑھنے والوں کے سامنے ذرائع اظہار کے لئے مسائل آئیں۔ (14)

شیخ اکبر کے فصوص اور اسالیب و اصطلاحات ہوں یا منصور حلاج کے طواسین معرفت اور الٰہیات کے علم میں ان کی حیثیت ایک بحر ذخار کی ہے۔ جس میں بابا صاحب غوطہ زن ہیں اور ایسے انمول قیمتی مسائل کو حل کر کے طریقت کے موتیوں کو شریعت کی لڑی میں پرو دیا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ذہن میں اٹھنے والے سوالوں کے بخارات خود بخود ہی تحلیل ہو جاتے ہیں اور یہ ذہین کا خاصہ ہے۔

ابن عربی نے سابقہ بزرگوں کے مقابلے میں جرأت وبغات کا علم اس طرح سے اٹھایا کہ وہ اہم اور باریک نکات یا مسائل جن کو بزرگوں نے ہمیشہ عوام سے چھپایا اور عام طور پر بیان سے گریز کیا اس کو بیان کیا ہے۔ مگر اس سے بھی بلند جرأت باباصاحب نے کی کہ اس کو اردو زبان میں منتقل کر دیا تا کہ اہل زبان بھی اس سے واقف ہوں۔

چونکہ باباصاحب کو علم جفر اور اقلیدس پر مکمل دسترس وعبور حاصل تھا۔ چنانچہ آپ نے کتاب الطواسین میں عددی اور اشکالی (مثالیں) طور بھی وضاحت کی جو کہ ایک اہم خصوصیت ہے۔

باباصاحب نے جہاں نثری ترجمہ کی خدمات ورکارہائے گراں مایہ انجام دیں وہیں شعر وشاعری تو چونکہ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اس میں انہیں نکاتِ دقیق کو بیان کیا۔

علاوہ ازیں جامی ورومی وسعدی اور وارثی کے شعروں پر تضمین کے ساتھ ساتھ منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔

مثلاً

جامی کی رباعی کا منظوم ترجمہ ملاحظہ ہو

ے جو گل کے تصور میں ہے وہ گل ہو جائے　　　بلبل کا رہے دھیان تو بلبل ہو جائے

انسان ہے جزو اور اللہ ہے کل　　　جو کل کے تصور میں رہے کل ہو جائے (15)

باباصاحب نے اپنی اردو غزلوں کے مجموعے آیاتِ جمال کا فارسی ترجمہ بھی کیا ہے جو "جمالِ آیات" کے نام سے موسوم ہے۔ جہاں عنوان کے عکس مستوی علمی ذوق رکھنے والوں کے لئے ایک لطیف پیرایہ رکھتا ہے۔

وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ باباصاحب کو عربی اور فارسی پر مکمل دسترس حاصل تھا اور اہل زبان ہونے کے ناطے اردو اپنے مکمل سنگھار و ہتھیار کے ساتھ آپ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہے۔

باباصاحب کے کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ پائے کے ادیب اور مترجم تھے نیز اصناف ادب میں کوئی بھی صنف ایسی نہیں رہ گئی کہ انہوں نے اس صنف میں کارہائے نمایاں انجام نہ دیا ہو۔

ے سمیٹتا رہا خود کو میں عمر بھر لیکن　　　بکھیرتا رہا شبنم کا سلسلہ مجھ کو

حوالہ جات

1	The Oxford Companion to the English Language, Tom McArthur, ed., 1992, pp. 1,051–54.
2	http://ur.wikipedia.org/wiki/ترجمہ
3	حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، ترجمہ کا فن، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1987ء، ص:10
4	حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، ترجمہ کا فن، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1987ء، ص:09
5	حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، ترجمہ کا فن، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1987ء، ص:10
6	حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، ترجمہ کا فن، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1987ء، ص:13
7	حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، ترجمہ کا فن، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1987ء، ص:12 بحوالہ دنیا کا قدیم ترین ادب از ابن حنیف، کاروان ادب، ملتان، 1983ء
8	حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، ترجمہ کا فن، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1987ء، ص:39-40
9	مہدی جعفر۔ اردو افسانے کے افق، مطبوعہ، اوراق، لاہور (مئی، جون 1973ء) ص:357
10	شبلی نعمانی، مولانا، رسائل شبلی، مطبوعہ الیکٹرک پریس ہال بازار، امرتسر، س۔ن، یکم فروری 1898ء، ص:38
11	جمیل جالبی، ڈاکٹر، ارسطو سے ایلیٹ تک، نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع نہم۔ 2012ء، بی آئی پرنٹرز راولپنڈی، ص:14-13
12	مجید اللہ قادری، پروفیسر ڈاکٹر، اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹر نیشنل کراچی، ص:30
13	مجید اللہ قادری، پروفیسر ڈاکٹر، اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹر نیشنل کراچی، ص:27-26
14	عسکری، محمد حسن (1954) مضمون گر ترجمے سے فائدہ اٹھائے حال ہے، مطبوعہ: "ماہ نور"، کراچی، فروری 1954ء 179 مشمولہ کتاب ستارہ یا بادبان
15	ذہین شاہ تاجی، اجمال جمال، ص32، مکتبہ تاج کراچی

باباصاحب کے مشائخ واجداد

باباذہین شاہ تاجی جیسے گوہر نایاب کو دیکھ کر یہ خیال ضرور آتا ہے کہ اس ہیرے کی آبیاری کرنے والے کس قدر علم و حکمت کے خزینے سے لبریز ہوں گے۔ کہ جن کے شاگردو مرید ایسے ہیں تو وہ خود کیسے ہوں گے۔ جیسا کہ پہلے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ ذہین شاہ تاجی کی ابتدائی درسگاہ و خانقاہ خود ان کا گھر اور ان کے استاد و شیخ خود ان کے والد گرامی جناب خواجہ محمد دیدار فاروقی فراقیؔ تھے جو حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کی اولاد میں سے تھے اور آپ کا یہ سلسلہ نسب چوالیس (44) واسطوں سے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے۔ اس سلسلہ نسب میں بہت سے ایسے بزرگ ہیں جن کا ذکر سلسلہ چشتیہ کے تذکروں میں جابجا ملتا ہے۔ آپ کا خاندان ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی عمارت میں خشتِ اول کی حیثیت رکھتا ہے۔(1) والد گرامی نے تربیت کی تکمیل کے لئے آپ کو مولانا عبد الغنی کی خدمت میں بھیج دیا جو آپ کے نانا بھی تھے۔ آپ کے نانا علم کا بحر ذخار تھے۔ دور دراز سے طلباء اپنی پیاس بجھانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ علماء و صلحاء، فقراء و مشائخ آپ کے یہاں مہمان ہوتے آپ کا مدرسہ، کتب خانہ و مہمان خانہ، جامعہ مسجد سیکر سے متصل تھے(2)۔ آپ کی تعلیم و تربیت مکمل فرمانے کے بعد والد صاحب نے آپ کو رشتہ ازدواج سے منسلک کر دیا۔ اب والد صاحب کی آرزو تھی کہ آپ کو باباتاج الدین کی خدمت میں پیش کریں۔

سید محمد باباتاج الدین ناگپوری

حسب و نسب، ولادت وجہ تسمیہ چراغ الدین

باباتاج الدین سادات حسنی و حسینی ہیں۔ آپ کی ولادت بمقام گورے بازار کامٹی ناگپور میں ہوئی۔(3) آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر حاجی لطیف نے آپ کی تاریخ پیدائش 17 جنوری 1861ء (4) (بمطابق 5 رجب 1277ھ بروز اتوار) بتائی ہے۔ جبکہ مولانا فتح علی حیدری القادری نے آپ کی تاریخ ولادت 27 جون 1862ء بمطابق 15 رجب 1279ھ بروز پیر صبح صادق لکھی ہے۔ جبکہ Hijri Converter کے مختلف Software(5) کے مطابق 27 جون 1862ء کو 29 ذوالحج 1278ھ بروز جمعہ بنتا ہے۔ Wikipedia کے مطابق بھی

آپ کی تاریخ پیدائش 27 جنوری 1861ء ہے۔ لیکن تمام مصنفین نے آپ کا مادہ تاریخ ولادت " چراغ دین " لکھا ہے جو خود بابا صاحب کے ارشاد کے مطابق ہے۔

تذکرہ تاج الاولیاء میں ہے کتابوں میں مؤلفین نے بابا صاحب کا سال ولادت دوسرا بتایا ہے۔ مگر وہ غلط ہے کیونکہ وہ ہمہ شما سے دریافت کر کے لکھا گیا ہے اور میں نے خود بابا صاحب کے علم دینے سے لکھا ہے۔۔۔۔۔ فرمایا کہ ہم چند لوگوں کو مادۂ تاریخ کی فکر تھی کہ سال ولادت صحیح معلوم ہو جائے۔ چنانچہ ہم روبرو پیش ہوئے تو فرمایا۔

"ہم کو چراغ دین کہتے ہیں" ۔(6)

چراغ دین کے اعداد 1268 بنتے ہیں اور تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کا مادہ تاریخ ولادت "چراغ دین" ہے۔

شجرۂ نسب:۔

حضرت بابا صاحب نجیب الطرفین سید تھے۔ ان کو براہِ راست پنجتن پاکؑ سے نسبت حاصل تھی۔ ذیل میں آپ کا شجرۂ نسب مذکور ہے۔(7)

سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ، سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم، امام حسینؓ، امام زین العابدینؒ، امام باقرؒ، امام جعفر صادقؒ، امام موسیٰ کاظمؒ، امام موسیٰؒ، امام علی تقی، امام حسن عسکری، سید علی اکبر شاہ صاحب، سید عبد اللہ شاہ صاحب، سید حسین محمد تقی صاحب، سید محمود رومی صاحب، سید فخر الدین شاہ صاحب، سید عبد اللہ شاہ صاحب، سید حسین اکبر صاحب، سید حسین لقب محبوب، سید کمال الدین بخاری، سید جلال الدین بخاری، سید عبد اللہ شاہ صاحب، سید بہاو الدین نقشبندی، سید علاؤ الدین شاہ صاحب، سید عماد الدین شاہ صاحب، سید کمال الدین شاہ صاحب، سید نصیر الدین شاہ صاحب، سید جمال احمد شاہ صاحب، سید معین الدین شاہ صاحب، سید عبد القادر شاہ صاحب، سید علی شاہ صاحب، سید حیدر شاہ صاحب، سید بدر الدین شاہ صاحب، سید محمد بابا تاج الدین اولیاء۔

جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہے کہ حضرت تاج الدین اولیاء کو براہ راست پنجتن پاک سے نسبت حاصل تھی 31 واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی سے جاملتا ہے۔

ایک مرتبہ ناگپور میں وباء (بیماری) پھیل گئی۔ جس سے نجات کے لئے ایک جلوس ہوا۔ جس کی قیادت خود حضور قدس سرہٗ نے کی اور اپنے ہاتھوں میں سبز علم اٹھائے ہوئے بنفس نفیس شامل تھے اور اپنی زبانِ مبارک سے فرماتے جارہے تھے۔

"امام دین سلطانِ مدینہ شاہوں کے سردار حسینؑ" (8)

اس کے بعد وہ بیماری شہر سے رفع ہو گئی۔

اپنے نسب کی خود شہادت دینا:

ایک مرتبہ ایک کتاب "تاج قطبی" شائع ہوئی جس میں مصنف نے آپؒ کا نسب صدیقی لکھ دیا جب وہ کتاب آپ کے سامنے پیش ہوئی تو آپ نے فوراً ارشاد فرمایا

"اس کتاب میں میرا نسب غلط لکھا گیا ہے میں صدیقی نہیں امام عسکری کا پوتا ہوں" (9)

چنانچہ آپ نے یہاں اپنے نسب کا خود سادات کی طرف دعویٰ کیا اور اس کی شہادت دی جس میں کوئی شک نہیں۔

قادری سلسلہ:

سلاسل صوفیاء میں سے ایک جلیل القدر سلسلہ ہے۔ اس سلسلے کی نسبت غوث الثقلین ابو محمد حضرت شاہ محی الدین سید عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی الحنبلی الجعفری البغدادی سے ہے۔

"ہر ولی پیغمبر کے قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے جد امجد ﷺ کے قدم پر ہوں جو قدم میرے جد بزرگوار نے اُٹھایا وہاں میں نے رکھا، لیکن نبوت کے قدم میں مجھے راہ نہیں ملی کیونکہ وہاں نبی کے سوا کسی اور کو راہ نہیں ملتی۔"

بابا تاج الدین کو قادری نسبت حضرت عبد اللہ شاہ قادری سے عطا ہوئی۔ جن کا مزار کامٹی میں ہے انہیں سے قادری سلسلہ کی نسبت باباصاحب کو حاصل ہوئی۔ آپ کا شجرۂ قادریہ حسبِ ذیل ہے۔ (10)

حضرت محمد ﷺ ، حضرت علیؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت زین العابدینؒ، حضرت امام محمد باقرؒ، حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت امام موسیٰ کاظمؒ، حضرت امام علی رضاؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت شیخ سیف اللہؒ، حضرت ابو الحسن سر سخطیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابو بکر شبلیؒ، حضرت عبد الواحد بن عبد العزیزؒ، حضرت ابو الفرح یوسف طرطوسیؒ، حضرت ابو الحسن علی ہنکریؒ، حضرت ابو سعید مبارک مکرمیؒ، حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ، حضرت عبد العزیزؒ، حضرت سید محمد الحتکؒ، حضرت سید شمس الدینؒ، حضرت سید شرف الدینؒ، حضرت سید زین الدینؒ، حضرت ولی الدینؒ، حضرت نور الدینؒ، حضرت حسان الدینؒ، حضرت سید نور الدینؒ، حضرت سید محمود درویشؒ، حضرت سید قادرؒ، حضرت عبد الجلیلؒ، حضرت سید عبد اللہ شاہؒ، حضرت سید بابا تاج الدینؒ۔

سلسلۂ اویسیہ:۔

نسبت اویسیہ وہ نسبت یا رابطہ ہے جس کے تحت سالک کو کسی بزرگ کی روح سے فیض حاصل ہوا ہے یعنی ایسا فیض جو مرشد کے جسمانی طور پر سامنے نہ رہتے ہوئے بھی اس سے منتقل ہو۔ یہ وہی نسبت ہے جس کے تحت حضرت اویس قرنیؓ کو سرکارِ دوعالم ﷺ سے علوم و فیوض حاصل ہوئے۔ حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کی نسبت حضرت اویس قرنی سے بھی تھی۔ جو تمام نسبتوں پر بھاری ہے۔ سیدنا اویس قرنی نبی پاک ﷺ سے عشق کا تعلق اس کمال درجے کا تھا کہ کسی کی بھی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی تھی۔

آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا

انی راجہ من الیمن (11)

میں یمن سے ان کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ

"میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے قبیلہ مضر اور تمیم کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ شخص کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اویس قرنی۔"(12)

ابتدائی حالات زندگی:۔

باباتاج الدین چونکہ یتیم ویسیر تھے اور ان کی تربیت ان کے جدِ بزرگوار کی آغوش میں ہوئی۔ آپ میں شروع سے ہی آثار نجابت ومعرفت عیاں تھے چنانچہ جب آپ کو علوم ظاہریہ شریعہ کے لئے مکتب میں بٹھایا گیا تو اس زمانے میں ایک بزرگ حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب مجذوب سالک کامٹی میں جلوہ افروز تھے اور وہ اسی مکتب میں تشریف لائے جہاں حضرت قدس سرہٗ پڑھتے تھے۔ اور استاد کو مخاطب کرکے آپ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا

یہ لڑکا پڑھا پڑھایا ہے اسے پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ازلی ابدی نسبت تھی اور آپ عالم لدنی تھے۔ مگر بپاسِ ظاہر داری اردو، انگریزی، عربی اور فارسی کی بھی تکمیل فرمائی۔ (13)

علم لدنّی:۔

حضرت قدس سرہٗ کو علم لدنی ووہبی حاصل تھا۔ جس کا ثبوت مذکورہ بالا واقعہ ہے جو روایاتِ متواترہ سے ثابت ہے۔ مگر آپ کے علم لدنی کا اصل ظہور تب ہوا جب آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دیا۔

ملازمت:

جیسا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مربی آپ کے نانا حضرت شیخ میراں صوبیدار میجر تھے۔ چنانچہ آپ پر شاید ان کی تربیت و نصیحت کے اثرات تھے یا کوئی حکمت و مصلحت علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ ایامِ شباب میں 18 سال کی عمر میں پلٹن میں ملازم ہوگئے اور تین سال تک پلٹن کی ملازمت کرکے یہاں کے قواعد وضوابط کا علم بھی حاصل کرلیا۔ (14)

ملازمت سے استعفیٰ:۔

جب حضور باباتاج الدین قدس سرہٗ برٹش گورنمنٹ انڈیا کی فوجی ملازمت کے دوران ناگپور کے قریب کامٹی ملٹری کیمپ میں (میگزین) اسلحہ کے ذخیرے پر پہرہ دینے کے لئے متعین تھے۔ ایک رات دو بجے کے قریب ملٹری کا

ایک کیپٹن اچانک معائنہ کے لئے آیا اور بابا صاحب کو اپنی ڈیوٹی پر مستعد پایا ضروری جائزے اور سوال وجواب کے بعد جب واپس ہوا تو نصف فرلانگ کے فاصلے پر حضرت قدس سرہ کو چھوٹی سے مسجد میں نماز میں مشغول پایا۔ یہ کیپٹن انگریز تھا کچھ دیر دیکھنے کے بعد پھر واپس آیا۔ اس نے بابا صاحب کو اپنی ڈیوٹی پر موجود پایا۔ تین بار ایسا ہی ہوا پھر کیپٹن خاموشی کے ساتھ لوٹ گیا اور اگلے دن اپنے افسر کو سارا ماجرا سنایا۔ افسر نے حضور بابا صاحب کو بلایا اور سارا واقعہ حضور بابا صاحب کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں لگتا ہے کہ تم اللہ کے بزرگ بندے ہو۔ یہ سننا تھا کہ حضور بابا صاحب کو جلال آیا اور انہوں نے اپنا سارا سامان آفیسر کے سامنے رکھا اور فرمایا۔

"لو جی! حضرت، اب دو دو نوکریاں نہیں کرتے، جی حضرت" (15)

یہ فرماتے ہی آپ وہاں سے سب کچھ چھوڑ کر نکل گئے۔

بابا داؤد مکی کے مزار پر حاضری:۔

ملازمت سے استعفیٰ دینے سے پہلے جب آپ ناگپور کی رجمنٹ نمبر 8(مدراس پلٹن) میں شامل کر لئے گئے تھے۔ آپ کی رجمنٹ کا تقرر ساگر میں کر دیا گیا۔

بابا تاج الدین فوج میں بھرتی ہونے کے بعد ساگر اسلحہ ڈپو میں تعینات کئے گئے تھے۔ رات کے 9 بجے گنتی سے فارغ ہو کر بابا داؤد مکی کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ وہاں صبح تک مراقبہ اور مشاہدہ میں مصروف رہتے اور صبح سویرے پریڈ کے وقت ڈپو میں پہنچ جاتے یہ مشغلہ پورے دو سال تک جاری رہا۔ دو سال بعد بھی ہفتہ میں ایک دو بار ان کے یہاں حاضری دیا کرتے تھے۔ ساگر میں رہے معمول میں فرق نہیں آیا۔ کامٹی میں بابا تاج الدین کی نانی کو جب اس بات کی خبر ملی کہ نواسہ راتوں کو غائب رہتا ہے تو خیال آیا کہ شاید آپ بری صحبتوں کا شکار ہو کر بے راہ رو ہو گئے ہیں۔ یہ سوچ کر نانی صاحبہ ساگر جا کر ٹھہریں تا کہ معلوم کریں کہ نواسہ راتوں کو کہاں رہتا ہے۔ نانی نے اس خبر کو سچ پایا کہ نواسہ رات کو کہیں جاتا ہے۔ ایک رات کہیں باہر رہ کر صبح بابا صاحب گھر آئے تو نانی نے ناشتہ سامنے رکھا۔ بابا صاحب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ بھوک نہیں۔ اس جواب سے نانی مزید فکر مند ہوئیں اور پکا ارادہ کر لیا کہ رات کو نواسے کا تعاقب کر کے دیکھیں گی کہ وہ کہاں جاتا ہے۔ رات کو جب بابا صاحب ویرانے کی طرف روانہ ہوئے نانی بھی نظر بچا کر چپکے چپکے ہو لیں۔ دیکھا کہ نواسہ ایک مزار کے اندر داخل ہوا۔ چندے انتظار کے بعد اندر جا کر دیکھا تو بابا صاحب ذکر و فکر میں مشغول تھے۔ نواسے کو

عبادت وریاضت میں حد درجہ مستغرق دیکھ کر نانی صاحبہ کے دل کا بوجھ اتر گیا۔ انہوں نے باباصاحب کو بہت دعائیں دیں اور خاموشی سے واپس چلی آئیں باباصاحب صبح کو نانی کے پاس آئے تو ان کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے پتھر تھے۔ نانی صاحبہ نے ناشتہ پیش کیاتو باباصاحب نے پتھر کھاتے ہوئے کہا

"نانی! میں تو یہ لڈو پیڑے کھاتاہوں " (16)

یہ کہہ کر باباصاحب نے پتھروں کو یوں کھاناشروع کیا جیسے کوئی مٹھائی کھاتا ہے۔ نواسے کی یہ کیفیت دیکھ کر نانی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔'

بے خودی کی کیفیت:۔

باباصاحب نے جب فوج کی ملازمت چھوڑدی تو کامٹی میں رشتہ داروں کو یہ اطلاع دی گئی کہ بابا پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیاہے اور انہوں نے ملازمت چھوڑ دی ہے۔ نانی بے تاب ہو کر ساگر آئیں اور دیکھا کہ نواسے پر بے خودی طاری ہے وہ باباصاحب کو کامٹی لے گئیں اور دماغی مریض سمجھ کر ان کا علاج شروع کیا لیکن کوئی مرض ہوتا تو علاج کار گر ہوتا۔ چار سال تک بابا تاج الدین پر جذب و استغراق کا شدید غلبہ رہا۔ لوگ ان کو مخبوط الحواس سمجھ کر چھیڑتے اور تنگ کرتے تھے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے۔ جو مجذوبانہ کیفیات میں ہوش کے اشارے اور ولایت کا رنگ دیکھ کر باباصاحب کا احترام کرتے تھے۔(17)

نسبتِ فیضان:

اس بات کا کوئی سراغ نہیں ملتا کہ بابا تاج الدین نے کسی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی معتبر ذرائع بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اس عالم رنگ وبو میں آپ کا پیرو مرشد کوئی نہیں تھا۔ پھر بھی دو ہستیاں ایسی ہیں جن سے صرف تربیت اور نسبت ثابت ہے۔ ایک سلسلۂ قادریہ کے حضرت عبداللہ شاہ قادری، دوسرے سلسلۂ چشتیہ کے باباداؤد مکی ہیں۔

حضرت عبداللہ شاہ صاحب وہی بزرگ ہیں جو باباصاحب کے زمانہ تعلیم میں مکتب میں آئے تھے اور استاد کو

مخاطب کر کے کہا تھا کہ یہ لڑکا (بابا تاج الدین) پڑھا پڑھایا ہے اسے پڑھانے کی ضرورت نہیں۔ ان کا مزار کامٹی اسٹیشن کے پاس ہے۔ نوجوانی کے زمانے میں بابا تاج الدین حضرت عبد اللہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت عبد اللہ شاہ صاحب کے سجادہ نشین کی ہدایت کے مطابق جب حضرت عبد اللہ شاہ صاحب کے وصال کا وقت قریب آیا تو بابا تاج الدین ان کے پاس آئے۔ اس وقت شربت بنا کر شاہ صاحب کو پیش کیا گیا۔ انہوں نے چند گھونٹ پی کر باقی بابا صاحب کو پلا دیا۔(18)

بابا داؤد مکیؒ خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کے خلیفہ تھے اور خواجہ شمس الدین ترک کو مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری سے خلافت ملی تھی۔ بابا داؤد مکی مرشد کے حکم پر ساگر آئے اور یہیں وصال فرمایا۔ ان کا بظاہر کوئی خلیفہ نہیں تھا۔ بابا داؤد کے وصال کے کوئی چار سو سال بعد جب بابا تاج الدین فوجی ملازمت کے سلسلے میں ساگر گئے تو آپ نے بابا داؤد مکی کے مزار پر تقریباً دو سال ریاضت و مراقبے میں گذارے روایت کے مطابق یہیں بابا صاحب کو چشتیہ نسبت ،اویسیہ طریقے پر منتقل ہوئی۔ (19)

بابا تاج الدینؒ کو حضرت عبد اللہ شاہؒ کی قربت حاصل ہوئی تھی اور نسبت چشتیہ بابا داؤد مکی کے مزار پر منتقل ہوئی تھی۔ لیکن بابا صاحب کی تعلیم و تربیت خود جناب سرور کائنات ﷺ ، حضرت علیؓ، حضرت اویس قرنیؓ نے کی ہے۔

نیز بابا صاحب کو ہر سلسلے کے اکابر اولیاء کی ارواح سے فیض حاصل ہوا اور بابا صاحب کے کئی ارشادات میں اویسیہ فیضان کی طرف اشارات موجود ہیں۔ نیز اپنی ولایت کی نسبت اور رنگ کے متعلق یہ بھی کہا کرتے تھے۔ ہمارا نام تاج محی الدین تاج معین الدین ہے۔(20)

(پاگل) جھونپڑی سے محل تک کا سفر:۔

بابا تاج الدین کی خدمت میں راجہ رگھوجی راؤ جو کہ شہر ناگپور کا مشہور و معرف گونڈ راجہ تھا۔ جس کو برٹش حکومت نے سالانہ نقد وظیفہ کے علاوہ شکر درا، واکی وغیرہ کے کئی گاؤں اور بہت سی آباد و غیر آباد زمین جاگیر میں دی ہوئی

تھی۔ جس کا ایک عالیشان محل بمعہ ایک بڑے باغ کے جو چند میل تک پھیلا ہوا تھا۔ راجہ صاحب کی جائے سکونت تھی۔ راجہ رگھوجی کی بہو جو کہ اس کے لڑکے ونایک راؤ کی بیوی تھی وہ حاملہ تھی اور اس کو درد زہ لگا تھا۔ وہ بے حد بے چین تھی ہر چند کوشش کی گئی شہر ناگپور کے مشہور و معروف سرجن اور لیڈی ڈاکٹرز جمع ہوئے پورا دن گذر گیا مگر بچہ پیدا نہیں ہو رہا تھا۔ چھوٹی رانی بالکل بے ہوش ہو چکی تھی۔ شام کو ڈاکٹرز نے فیصلہ کیا کہ بچہ پیٹ میں مر چکا ہے۔ بچے کو پیٹ کاٹ کر نکالا جا سکتا ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں ماں بھی نہیں بچے گی۔ مر جائے گی۔ ڈاکٹرز کے مشورہ کے مطابق یہ طے پا گیا کہ بچے کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے باہر نکالا جائے۔ اس پر راجہ رگھوجی اور اس کی بیوی بڑی رانی راضی نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہہ دیا کہ اگر چھوٹی رانی خود مرتی ہے تو مر جانے دو ہم لوگ اپنی طرف سے آتما ہتھیا کی اجازت نہیں دیں گے۔ غرضیکہ یہ رات اسی عالم میں گذر گئی صبح چھ بجے جب راجہ رگھوجی راؤ اپنی پوجا پاٹ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ راجہ صاحب کا موٹر ڈرائیور جو مسلمان تھا اور باباصاحب کا بڑا معتقد تھا راجہ صاحب کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضور ان داتا جب تو اگر چھوٹی رانی کی جان بچانی ہے تو میری عرض قبول کریں۔ میرے ساتھ پاگل خانے چلیں وہاں ایک بڑے ولی ہیں جو بابا تاج الدین کے نام سے موسوم ہیں سارے شہر اور بہروں کے لوگ حاضری دے کر فیض اٹھا رہے ہیں۔ آپ ان کی خدمت میں جائیں۔ "

چنانچہ قدرت کو یہ منظور تھا، رانی کی زندگی کی شمع کو ابھی فروزاں رہنا تھا۔ یا راجہ رگھوجی کی خوش قسمتی کہیئے کہ وہ اس قدر متاثر اور راضی ہوا کہ پتابر (پوجا کا کپڑا) میں ننگے پیر ہی آکر موٹر میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور کو بھی حالات کی ناسازگاری کا اندازہ تھا۔ سو موٹر اڑاتا ہوا صدر اور چھاؤنی سے آگے سیدھا پاگل خانہ کے صدر دروازے پر رکا۔ جہاں پاگل خانہ کا سپرنٹنڈنٹ اور دوسرے لوگ راجہ کے آنے کی خبر سُن کر دوڑے آئے لیکن ڈرائیور راجہ صاحب کو موٹر ہی میں چھوڑ کر اندر پاگل خانہ میں بابا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت باباصاحب اپنے مخصوص کمرے کے باہر پائیں۔ باغ میں ایک شانِ بے نیازی سے بیٹھے ہوئے تھے اور بالکل عالم کیف میں تھے۔ ڈرائیور نے قدم بوسی کے بعد دست بستہ عرض کیا کہ حضرت جی ہمارے راجہ صاحب حضور کی خدمت میں شکر درا سے آئے ہیں اور قدمبوسی کی اجازت چاہتے ہیں۔ یہ سُن کر حضور بابا صاحب نے سر اُٹھا کر دیکھا اور اپنے مخصوص لہجہ میں فرمایا۔

"ہم فقیر جی حضرت، ہمارے سے راجہ کا کیا کام جی حضرت" ڈرائیور نے پاؤں پکڑ کر عرض کی کہ قدمبوسی کی اجازت دیجئے بڑا کرم ہو گا آپ خاموش رہے اور ڈرائیور بھاگا بھاگا راجہ صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ بس جلدی چلو اور چل کر فوراً حضور بابا صاحب کے قدم پکڑ لو۔ راجہ فوراً موٹر سے باہر آیا اور اندر جا کر حضور بابا صاحب کے قدم پکڑ لئے۔ حضور نے ایک نظر دیکھا اور فرمایا" ادھر کیا کرتے جی حضرت، اُدھر جانا لڑکا پیدا ہوا تو خوشیاں منانا" (21)

بابا صاحب کا مخصوص لہجہ یہی تھا۔ موٹر ڈرائیور حضور بابا صاحب کا سچا عاشق و گرویدہ تھا۔ فوراً ہی راجہ صاحب سے بولا کہ بس ان داتا چلو کام ہو گیا اور ساتھ ہی جیب میں سے گھڑی نکال کر جس وقت، بابا صاحب نے جملہ ادا کیا تھا وہ وقت منٹ سیکنڈ اور گھنٹے کے حساب سے نوٹ کر لئے اور وہاں سے راجہ کو لیکر شکر درا روانہ ہو گیا۔ محل کے دروازے پر پہنچنے سے کچھ دور ہی سے ڈھول اور نفیری، شہنائیاں، باجے وغیرہ کی آوازیں آنے لگیں۔ قریب پہنچ کر دیکھا تو سارے لوگ خوش و خرم بھاگے دوڑے پھر رہے ہیں۔ ایک دوسرے کو مبارکبادیں اور خوش خبریاں دے رہے ہیں۔ موٹر کے آتے ہی سارے لوگ بھاگے ہوئے راجہ کے پاس آئے اور ہنستے ہوئے ہر ایک نے کنور (شہزادہ) کے پیدا ہونے کی خوش خبری سنائی راجہ خوشی کے عالم میں بیخود اپنے آپ کو بھول گیا۔ غرض یہ کہ رانی اور راج کماریاں سارا محل ہی اُمڈ آیا خوب دان و دہن ہوا، ڈرائیور نے راجہ صاحب سے عرض کیا کہ پنڈت جو جنم پتری بنا رہے ہیں اور ڈاکٹر نیاں وغیرہ ان سے صحیح پیدائش کا وقت مجھے معلوم کرا دیجئے گا جب ان کے وقت کو ڈرائیور کے نوٹ کردہ وقت کے ساتھ ملایا تو معلوم ہوا کہ پیدائش کا وقت وہی تھا جس وقت حضور بابا نے جملہ ادا کیا تھا۔ جس پر سب انگشت بدنداں تھے۔

رگھوجی کو خدمت کا موقع اور بابا صاحب کی شکر درہ محل میں آمد

راجہ صاحب بابا تاج الدین کو اپنے گھر میں پوتے کی پیدائش کی خوشی میں چیف کمشنر صاحب ناگپور سے کہہ کر اور اپنی ذاتی طور پر ایک لاکھ روپیہ کی ضمانت دے کر چھڑا کر لے گیا تھا۔ غرض کہ جب حضور بابا صاحب کو راجہ رگھوجی راؤ اپنے محل شکر درہ لے جا رہا تھا۔ وہ منظر بھی عجیب و غریب اور دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا اور اس قدر عوام کا ہجوم کہ جس میں ہندو، مسلمان، عیسائی، سکھ اور ہر فرقہ کے لوگ برابر کے شریک تھے۔ یہ سب لوگ ایک جلوس کی شکل میں تھے۔ (22) اور راجہ رگھوجی ہاتھی پر قبلہ حضور بابا تاج الدین صاحب کو لئے ہوئے بیٹھا تھا اور آگے اور پیچھے گھوڑوں اور اونٹوں کی قطاریں جن پر زرق برق پوشاکیں پہنے ہوئے راجہ کے نوکر سوار اور شاہی بینڈ آگے آگے اور پاگل خانہ سے چھاؤنی اور چھاؤنی سے صدر بازار تک ایک

ہجوم باباصاحب کی زیارت کے لئے ساتھ ساتھ تھا ہر طرف آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا۔ پھولوں کی ہر طرف بارش ہی بارش تھی اور یہ سارا سماں دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ غرض کہ اسی شان و شوکت سے وہ شہنشاہِ ولایت جو

قلب اور قوت از جذب و سلوک　　　　پیش سلطان نعرۂ او "لا مسلوک"

(اس کے دل کی قوت جذب و سلوک سے ہوتی ہے بادشاہوں کے سامنے اس کا نعرہ "کوئی بادشاہ نہیں" ہوتا ہے)

فقیر کے بھیس میں تھے۔ شکر درہ پہنچے، راجہ رگھوجی کی رانیاں اور دیگر عورتوں نے اور راجہ کے خاندان کے کئی سو آدمیوں نے آگے بڑھ کر راجہ رگھوجی راؤ کی موجودگی میں باباصاحب کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا

اولیاء کی بڑی عجیب شان ہوتی ہے اور وہ اپنی ہر شان میں مست ہوتے ہیں۔ تخت پر ہوں تب بھی بے نیاز زمین پر ہوں تب بھی لاپرواہ انہیں دنیا سے کچھ پرواہ نہیں ہوتی مولانا رومی فرماتے ہیں۔

ے　آبِ زیرِ کشتی ہستی است　　　　آب اندر کشتی نیستی است

پانی کشتی سے نیچے رہے تو زندگی و وجود ہے　　　　اور پانی کشتی کے اندر آ جائے تو نیستی اور عدم ہے

کشتی ظاہر ہے ڈوب جائے گی۔ سو دنیا و مافیھا سے استفادہ جائز اور مستحسن ہے مگر اس کی محبت اور دل میں اس کا خیال لانا ناجائز ہے۔ وہ انسان کے لئے سراسر پستی ہی پستی ہے وہ ہستی کو نیستی میں بدل ڈالتی ہے۔

اور اللہ کے ولی اگر دنیاوی اعتبار سے اعلیٰ مقام پر ہوں تب بھی وہ وہی رہتے ہیں اور اگر وہ برہنہ پا و سر برہنہ زمین پر بیٹھے ہوں یا لوگ ان کو پتھر مارتے ہوں، بُرا بھلا کہتے ہیں تب بھی ان کے قلب کی حالت وہی ہوتی ہے۔ گویا اذلہ واعلی المؤمنین کا نمونہ نظر آتے ہیں۔ مگر اللہ کے ولی کی صفت یہ ہے

ے　واحد کالالف کہ بود آں ولی　　　　بلکہ صد قرن ست آں عبد العلی

اکیلا ہزاروں کے برابر کون ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ اللہ کا بندہ جو

سو سال کے لوگوں سے بھی بہتر ہے وہ خدا کا ولی ہوتا ہے (23)

وہ گویا بزبان حالی کہتے ہیں

؎ جو تو میرا تو سب میرا، فلک میرا، زمیں میری اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شئے نہیں میری

وہ صرف اپنے دل کے نگراں و نگہبان ہوتے ہیں۔ صرف اس کا خیال رکھتے ہیں کہ اصلی پاس انفاس یہی ہے کہ کوئی سانس اللہ کی ناخوشی کی راہ سے لذت نہ اٹھائے اور اصلی پاس انفاس ہے کہ

؎ نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آجائے صر تحِ دل کا احمد اپنے ہر دم پاسباں رہنا

چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں

طہارت کی حقیقت یہ ہے کہ ہمارا باطن غیر اللہ سے پاک ہو جائے۔

سو یہ سارے انتظامات اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں "وتعز و من تشاء وتذل من تشاء" اگرچہ کے منصب معرفت کو کسی بھی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی۔ مگر

؎ حسن کا انتظام ہوتا ہے عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

؎ سن لے! اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

اب بابا صاحب نے مستقلاً شکر درہ محل میں رہائش اختیار کرلی۔ آپ کو محل میں ایک بڑا حصہ دیا گیا۔ جہاں لوگوں کا ہر وقت ہجوم لگا رہتا اور حضور بابا صاحب کی فیضانِ نظر سے بہت سے لوگوں کے ہر روز مسائل حل ہوتے۔ راجہ رگھوجی نے کھانے کا خاص انتظام کر رکھا تھا۔ ہر وقت کھانے کے بڑے بڑے ناشتہ داں بھرے رہتے اور ہر چھ گھنٹے بعد ان میں سے کھانا تبدیل کیا جاتا حضور بابا صاحب اکثر تین تین روز تک کھانا نہیں کھاتے اور جب کبھی جی چاہتا تو دو چار لقمے لے لیا کرتے تھے۔

شیروں کا بابا صاحب کے قدم چاٹنا اور کھیلنا۔

شکر درہ محل میں دروازے کے دائیں اور بائیں طرف دو کمروں میں راجہ رگھورائے کے پالتو دو شیر موجود تھے۔

باباصاحب جب دل کرتا ان کمروں کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور شیر خود حضور باباصاحب کے پیر چاٹنے لگتے اور بالکل پالتو بلی کی طرح وہ باباصاحب کے ساتھ کھیلتے رہتے۔ بسا اوقات یہ سلسلہ دو دو گھنٹوں تک جاری رہتا تھا۔(24)

؎ اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر   تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

جب اللہ کی مان کر چلتے ہیں اور اللہ کے ہو جاتے ہیں تو سارا جہاں زیر دست ہو جاتا ہے۔

ابراہیم بن ادھم نے انسانوں کی صرف ایک مخلوق کی حکومت جو کہ عارضی حکومت تھی۔ اللہ کے لئے قربان کی اللہ نے اس کو ہر مخلوق و جمادات تک پر حکومت عطا کر دی واقعہ ہے کہ

ایک دن دریا کے کنارے سلطان ابراہیم بن ادھمؒ گدڑی سی رہے تھے۔ سلطنت بلخ کا ایک وزیر ادھر آنکلا۔ اس نے دل میں کہا کہ یہ ملا کتنا بے وقوف ہے۔ سلطنت چھوڑ کر جنگل میں گدڑی سی رہا ہے۔ واقعی یہ ملا بڑے بے وقوف ہوتے ہیں۔ یہ وسوسہ ان پر منکشف ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر منکشف کر دیا۔ کشف اختیاری چیز نہیں ہے۔ جب اللہ چاہتا ہے کشف ہوتا ہے جب نہیں چاہتا کچھ نہیں ہوتا۔ فوراً انہوں نے بلایا کہ اے وزیر یہاں آؤ۔ سلطان بلخ نے فوراً اپنی سوئی دریا میں پھینکی اور فرمایا اے مچھلیو! میری سوئی لاؤ۔ مولانا رومی فرماتے ہیں

صد ہزاراں ماہی اللہئے   سوزن زر بر لب ہر ماھیئے۔(25)

ایک لاکھ مچھلیاں نکل آئیں   اور ہر مچھلی کے منہ میں ایک سونے کی سوئی تھی۔

یہاں کرم کی وسعت دیکھیں کہ سلطان بلخ کی سلطنت کتنی وسیع ہے۔

؎ ملک دل بہ چنیں ملک حقیر   "دل کی سلطنت افضل ہے یا دنیاوی سلطنت"

ایک لاکھ مچھلیاں سونے کی سوئی لے کر آئیں۔ سلطان نے ان کو ڈانٹ کر کہا اے مچھلیو! میری لوہے والی لاؤ ایک مچھلی نے غوطہ لگایا اور لوہے کی سوئی لیکر حاضر ہوئی۔ بس مزید رونے لگا کہ میں تو آپ کو بیوقوف ملا سمجھا تھا لیکن میری محرومی کہ میں آپ جیسے ولی اللہ کو نہیں پہچان سکا اور مچھلیاں جانور ہو کر آپ کو پہچان گئیں۔ جانوروں نے آپ کو پہچان لیا اور میں انسان ہو کر آپ کو نہیں پہچان سکا۔ ہائے میں کتنا محروم، کتنا کمینہ اور نالائق ہوں کہ آپ جیسے ولی اللہ کی

شان میں گستاخی کر رہا تھا۔

بے وقوف سمجھ رہا تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ آپ تو پہلے خشکی (انسانوں) کے بادشاہ تھے اب خشکی وتری دونوں کے بادشاہ ہیں۔ سلطان البحر والبر ہیں۔ للہ یہ نسبت مع اللہ کی دولت مجھے بھی عنایت کر دیں۔ فرمایا اچھا چھ مہینے رہ جاؤ۔ چھ مہینے مزید ان کی خدمت میں رہ گیا اور ولی اللہ بن کر واپس ہوا۔

نظامِ تربیت و ہدایت

تصوف کے نظام میں اہمیت مجاہدے کی ہوتی ہے۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے جو بلا مجاہدہ صرف ایک نظر سے ان اعلیٰ مراتب تک پہنچ گئے تھے کہ بڑے سے بڑا ولی ان کے خاکِ پاء تک نہیں پہنچ سکتا۔

اور اسی طرح سے راہِ سلوک میں ولی پر جتنی بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اتنا ہی اس پر بارِ ولایت بڑھ کر ہوتا ہے اور اسی قدر اس کو امتحانات کی بھٹیوں سے گذر کر کندن بلکہ پارس بننا ہوتا ہے۔ اسی طرح خالق الحب النوی(دانہ گٹھلی کو خیر پھوڑ دینے والا اللہ) ذات جس دانہ کو گرمی پہنچتی ہے اسی کو گل و گلزار بناتا ہے۔

کبھی کبھی

ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین (26)

اور ان امتحانات کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ نفس کو مار کر اللہ اور صرف اللہ کا ہو جانا اور جس کو فنا فی اللہ، فنا فی الرسول کا درجہ حاصل ہو گیا گویا اس نے فلاحِ دارین پائی۔

حضور بابا صاحبؒ کا فرمان ہے:۔

"نفس کی اصلاح کے بغیر اعمال کی اصلاح ناممکن ہے۔ اہلِ شریعت اصلاح اعمال کا تو اہتمام کرتے ہیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ نفس کسی کامل کی تلوار کے بغیر نہیں کٹتی" (27)

حضور قدس سرہٗ کے یہاں اصلاح سالک کے مختلف طریقے تھے۔ آپ حسب حال لوگوں کا روحانی علاج کرتے تھے۔ مثلاً کسی کو کم خوراکی کا حکم جاری کرتے تو کسی کو خلوت گزینی کا کسی کو ترکِ قوم کا تو کسی کو ترکِ کلام کا۔ ہر ایک کی تربیت اس کے حال کے مطابق کرتے تھے۔

روحانی نظام میں مرشد اپنے مریدین اور وابستگان کے باطن یا قلب پر تصرف رکھتا ہے اور اس تصرف کے ذریعے ان کی رہبری اور رہنمائی بھی کرتا ہے۔

سلطان العارفین فرماتے ہیں

؎ کئی جاگن کئی جاگ نہ جانن کئی جاگدیاں وی گئے ٹتے ہو!!

کئیاں نوں رب ستیا ملیا کئی جاگدے وی گئے ٹھٹے ہو!!

اسی مضمون کو حکیم اختر صاحب نے کچھ یوں بیان کیا ہے۔

؎ بہت ابھاگن مر گئیں جگت جگت بورائے ہیو جیکا چاہیں تو سوتت لئے جگائے

اللہ جسے چاہتا ہے جب چاہتا ہے اپنا بنالیتا ہے۔ جیسے ابراہیم بن ادھم کو سوتے ہوئے اٹھا کر اپنا بنالیا اور امر کرلیا۔

خلقِ خدا سے محبت:

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالیہ۔(28)

(مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین شخص وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ حسن سلوک کرے)

اور حضور باباصاحبؒ گویا اس حدیث پر ہر پل ہر لمحہ عمل پیرا تھے۔ آپ ہمہ وقت لوگوں کی مدد کے لئے تیار رہتے تھے۔ چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ ہر ایک کی پریشانی بلا کسی تخصیص غیرے دور کرنے کو تیار ہوتے۔ بظاہر وہ لوگ جن سے اعلانیہ گناہوں کے سبب عام شرفاء بات کرنا بھی گناہ سمجھتے تھے۔ آپ کا دستِ کرم وہاں

تک بڑھا ہوا تھا۔ پریشان حال روتے ہوئے آتے اور ہنستے ہوئے شاداں و خرماں لوٹتے تھے۔

روحانی رکاوٹیں:

انسان کے ازلی دشمن صرف دو ہیں جو ہمہ وقت اس کو اس کے خالقِ حقیقی سے جدا کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

ا۔ نفس ۲۔ شیطان

نفس کو اول الذکر کرنے کا مقصد یہ ہے تھا کہ نفس تب بھی تھا جب شیطان نہ تھا اور اسی نفس کو میں نے شیطان بنادیا جب اسی نے حکم ماننے سے اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

جب نفس و شیطان سے چھٹکارا حاصل کر کے صرف اللہ کا ہو رہا۔

بقول ڈپٹی مجذوب الحسنؒ

؎ ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

اور یہ سب منازل شیخ کامل کی مدد اور رہنمائی کے بغیر طے کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

؎ یک زمانہ با صحبتِ اولیاء بہتر از صد سالہ عبادت بے ریاء (29)

بابا صاحب کی خدمت میں ایک سالک خطرات کی شکایت لے کر حاضر ہوا تو بابا صاحب نے فرمایا:

"ارے یہ سب تیرے ہی دم کا ظہور ہیں" (30)

ایک اور سالک یہی شکایت لے کر حاضر ہوا تو فرمایا۔

"ارے پنجرے سے کبوتروں کو اڑا دے" (31)

صرف صاحب بصیرت و عرفان ہی سمجھ سکتا ہے کہ

"پنجرے سے مراد قلب اور کبوتروں سے مراد خطرات و وساس ہیں) اور پھر شیخ کی توجہ سے خود بخود یہ مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں۔

نفس کیا ہے؟

ایک مرتبہ شیخ سالک اپنی باطنی ترقی کی خواہش اور دعا کے ساتھ حاضر دربار ہوئے تو باباصاحب نے ارشاد فرمایا:

"کتے کو مار کر لاؤ ہم دونوں کھائیں گے"

الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب

دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔

علامہ بوصیری فرماتے ہیں

النفس کالطفل ان تھملہ شب علی

حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم

نفس بچے کی مانند ہے اگر مہلت دوگے (کھلا چھوڑ دوگے تو) دودھ کی طلب کرتا رہے گا اور اگر چھڑا دوگے تو چھوٹ جائے گا۔

اور نفس جب انائے نفس کے فرعونیت کی طرف راغب ہو جائے تو اس کے اور خدا کے درمیان حجابات قائم ہو جاتے ہیں۔

مولانا رومی فرماتے ہیں

؎ گرگ درندہ است نفس بدیقین چہ بہانہ می نہی بر ہر قریں

(نفس بدیقین ہے اور درندہ ہے تم اپنے ساتھیوں پر اپنی گمراہی کا کیا الزام دیتے ہو)

ـ زیں سبب می گویم اے بندہ فقیر — سلسلہ از گردن سگ برگیر

(اسی لئے کہتا ہوں اے بندہ فقیر اس کتے کی گردن سے زنجیر مت کھولو) (32)

طلب صادق:۔

باباصاحب سے ایک بزرگ نے فرمائش کی کہ وہ مجھے اپنے جیسا بنالیں۔ فرمایا :

'طلب کی کتاب لے کر آؤ بنادیں گے' (33)

یعنی یہاں اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ بہت سے لوگ جاہ و منصب اور دنیا کی تلاش میں رہتے ہیں اور صرف اہل اللہ ہی ہیں جو صرف اللہ کی طلب میں سرگرداں رہتے ہیں۔

ـ حرم جویاں درے رامی پرشند — فقیہاں دفترے رامی پرشند

برافگن پردہ تا معلوم گردد — کہ یاراں دیگرے رامی پرشند

حرم کے متلاشی صرف دروازے کو پوجتے ہیں — علماء کتابوں کے پجاری ہیں

اے خدا! تو اپنا پردہ اُٹھا تا کہ معلوم ہو — کہ یار لوگ کسی اور ہی کی پوجا کرتے ہیں

مختار صدیقی نے یہی مضمون کچھ یوں بیان کیا

ـ بجز ازل کو دی گئی، وہی آج تک ہے مسافری

اسے طے کریں تو پتا چلے کہاں کون کس کی طلب میں ہے

حب جاہ وحب منزلت:

ایک مرتبہ حضور باباصاحب کے دربار میں بہت سے علماء و فضلاء موجود تھے اور ان کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جو اپنی جائیدادیں اور اپنی نوکریاں چھوڑ کر دربار میں حضور باباصاحبؒ کی خدمت میں اپنی زندگی بسر کرنے کو

ہی سب کچھ سمجھتے تھے۔ سو ان سب نے، ایک دن مفاخر کے طور پر ایک دوسرے سے اپنی خصوصیات گنوانا شروع کر دیں۔ کئی لوگوں نے بلاواسطہ خدمتِ شیخ کا دعویٰ کیا۔ اتنے میں حضور باباصاحب محل کے اندر سے باہر تشریف لائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یمنون علیك ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلا کم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰ کم للایمان (34)

اے محبوب ﷺ)وہ تم پر احسان جتلاتے ہیں کہ مسلمان ہوئے تم فرماؤ! اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی۔

آپ نے یہ آیت بیان فرما کر ان کے قلوب سے حبِ جاہ اور حبِ منزلت کا خاتمہ کیا۔

بیعت:

ایک مرتبہ محمد عبد العزیز عرف نانا میاں بیعت ہونے کے غرض سے حضور باباصاحب کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور باباصاحب انتہائی جلال کے عالم میں تھے۔ حضور باباصاحب نے اپنا دستِ مبارک ان کے ہاتھ میں دے دیا پھر باباصاحب نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔(35)

ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ.....(36)

(وہ لوگ جو تمہارے (ہاتھوں پر) بیعت کرتے ہیں بلاشبہ وہ اللہ ہی سے تو بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔)

اس کے بعد آپ نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ آپ (نانا میاں نے) نے پورا قرآن پاک باباصاحب کی کرامت سے پڑھا اور بچوں کو بھی پڑھاتے رہے۔

؎ پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر   ہست بس پر آفت و خوف و خطر

(پیر کا توسل اختیار کر۔ یہ سفر بغیر پیر کے آفت و خوف خطر سے پُر ہے)

محاسنِ اخلاق:

بابا تاج الدین اولیاء اخلاق کے اعتبار سے مکمل سنت کے پیرو تھے۔ جیسا کہ قرآن میں کہا گیا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (37)

خود تو کئی کئی دن تک سر جھکائے ایک خاص نشست میں باہیں ٹانگوں کے گرد لپیٹے بیٹھے رہتے تھے۔ نہ کھانا نہ پینا عجیب سی بے نیازی تھی ذات میں۔ مگر آپ کے دربار سے کوئی خالی ہاتھ نہ لوٹتا چاہے وہ حاجت روحانی ہو یا دو نیاوی۔ ایک دور سے آنے والے مسافر جب درخت کے نیچے مقیم ہوئے۔ بابا کے پاس کھانا لایا گیا تو فرمایا پہلے ہمارے مہمان کو کھانا کھلاؤ۔ (38)

معلوم ہوا وہ شخص دو دن سے بھوکا تھا۔ اسی طرح ایک بد صورت شخص کو قوالی سکھادی جسے لوگ حقارت سے دیکھتے تھے۔ لوگ سننے لگے اور اس کی تنگی بھی دور ہو گئی۔

جانور سے حسن سلوک:

ایک مرتبہ عبد الحفیظ صاحب اور ان کے ساتھی نے دو فاختہ شکار کیں اور کامٹی میں حضور بابا صاحب کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت بابا صاحب کامٹی میں جلوہ افروز تھے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو حضور نے ان کے ٹانگے کی گدی اُلٹی اور دونوں زخمی فاختاؤں کو آزاد کر دیا۔ یہ بھی گویا ایک سنت پر عمل تھا جیسا کہ آپ ﷺ کے اکثر واقعات ہیں۔ (39)

اس طرح راجہ رگھو جی راؤ کے محل کے شیر کو پنجرے سے آزاد کر کے یہ ضد کی کہ اس کو کھانا کھلایا جائے یہ بھوکا ہے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ کھانا کھلانے والا ملازم بغیر اطلاع کے چھٹی پر تھا۔ اور شیر 24 گھنٹوں سے بھوکا تھا۔

اسی طرح آپ جنگل میں اکثر گھومتے مگر آپ موذی جانوروں سانپ وغیرہ کو بھی مارنے سے منع فرماتے اور ان جانوروں نے آپ کو یا آپ کے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی کبھی نہیں کاٹا۔

ایک مرتبہ شیر جو محل میں موجود تھا۔ اس نے پنجرے کی تاڑیوں میں سے کسی کا ہاتھ چبا ڈالا۔ جب بابا صاحب کو اس کی خبر ملی تو فوراً تشریف لائے اور پنجرے کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ شیر آپ کے پاؤں چاٹنے لگا۔ آپ

نے اس کو پیار کیا اور فرمایا اس کے بال بڑھ گئے ہیں قینچی لاؤ چنانچہ قینچی لائی گئی اور باباصاحب نے خود اس کے گردن کے بال کاٹ دیئے۔ شیروں کے ایسے کافی واقعات ہیں جو راجہ رگھوجی راؤ کے محل اور جنگل میں پیش آئے۔ ایک مرتبہ جنگل میں آپ آرام کر رہے تھے کہ اتنے میں شیر آیا اور باباصاحب کے قدم چاٹ کر واپس چلا گیا۔ جب باباصاحب بیدار ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بارہ سال سے دعا کر رہا تھا کہ اللہ کے ولی کی قدم بوسی کروں جو آج قبول ہو گئی۔(40)

زبانِ مبارک کی تاثیر:

باباصاحب کے ارشادات میں سمندر جیسی گہرائی چھپی ہوتی تھی۔ آپ کے ارشادات کو کم لوگ ہی سمجھ پاتے تھے۔ آپ کو بہت ساری زبانیں بھی آتی تھیں۔ جو جس زبان میں آپ سے گفتگو کرتا آپ اس کو اسی زبان میں جواب دیا کرتے تھے۔ ایک شخص سورۃ یسین کثرت سے پڑھتا تھا اور اس کے عامل بھی تھے۔ آپ کے دربار میں حاضر ہوا تو باباصاحب نے فرمایا" یسین خوان" تو وہ سمجھا نہیں اور کہا کہ میرا نام یہ نہیں ہے اسی طرح ایک شخص دفتر میں درخواست دینے کی اجازت لینے آیا تو آپ نے درخواست دیکھ کر فرمایا۔ "السی" وہ کچھ سمجھا نہیں جب دفتر گیا آفیسر نے کہا "I'll see" تو تب باباصاحب کی بات سمجھ آئی۔

؎ سمجھتی کیا ہے دنیا عاشقانِ شہہ بطحا کو یہ دیوانے وہ ہیں جن سے سبق لیتی ہے دانائی

اتباعِ شریعت:

اولیاء کاملین کے یہاں شریعت (اللہ و رسول کی پیروی) حقیقی معنوں میں کی جاتی ہے۔ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ بھی اس اتباع سے باہر نہیں ہوتا۔ البتہ کبھی کوئی ایسا عمل بھی صادر ہو جاتا ہے جسے اہل ظاہر نہیں سمجھ پاتے لیکن اہل حقیقت اس کی تہہ میں پہنچ جاتے ہیں۔

کلامِ الٰہی کی تلاوت:

باباصاحب قدس سرہٗ رات کے پچھلے پہر میں تلاوتِ قرآن فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی آواز میں اس قدر سوز و گداز تھا کہ سننے والے بالکل اس میں محو ہو جاتے تھے اور اپنا ہوش ہی نہ رہتا۔ خان بہادر صاحب تاج الاولیاء میں فرماتے

ہیں کہ حضور کی آواز اس طرح قلب پر وارد ہوتی اور اس میں اتنا درد اور سوز پایا جاتا تھا کہ جس کی وضاحت ممکن ہی نہیں اسی طرح ایک مرتبہ آپ دورانِ تلاوت ہر پانچ آیت کے بعد "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر وللہِ الحمد" پڑھتے۔ حتی کہ سننے والوں کو ہوش ہی نہ رہا۔ فرید الدین صاحب فرماتے ہیں۔

پڑھنے کا انداز اس قدر دلکش اور موثر اور پر کیف تھا کہ مجھے تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ یہی محویت اور ربودگی طاری تھی۔ آج تک وہ سوز و کیف میری روح میں موجود ہے۔ لیکن الفاظِ بیان سے قاصر ہوں کہ اس کیفیت کو ظاہر کر سکتا۔ (41)

؎ کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے   وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی

ذکر حضور ﷺ:۔

حضور باباصاحب اکثر یہ اشعار انتہائی وجد اور کیف کے عالم میں پڑھا کرتے تھے۔ (42)

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ   حسنت جمیع خصالہٖ صلو علیہ وآلہٖ

علاوہ ازیں یہ شعر بھی اکثر پڑھتے تھے۔

مرحبا سیدی مکی مدنی العربی   دل و جاں رفدایت چہ عجب خوش لقبی

تاج الاولیاء میں ہے کہ "خوش لقبی" کی جگہ "بے عجبی" فرمایا کرتے تھے۔

سعدی کا یہ نعتیہ شعر بھی اکثر پڑھتے تھے۔

؎ چہ غم دیوار امت را کہ باشد چو تو پشتیاں   چہ باک از موجِ بحر آن را کہ باشد نوح کشتیاں

نماز کی تلقین:

باباصاحب ایک مرتبہ شکر درہ باولی کے قریب تشریف لائے نماز کا وقت ہو گیا آپ نے فرمایا جاؤ نماز پڑھو کچھ لوگ پھر بھی نہ گئے تو دوبارہ ارشاد فرمایا جاؤ اللہ اللہ کرو۔ (43) پھر ایک انجمن قائم ہوئی جس کا کام یہ تھا کہ ہر نماز کے وقت سب کو نماز کی دعوت دینا کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمارے لئے حضور باباہی کافی ہیں۔ جب وہ خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہٗ O ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ O

توجو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔(الزلزلۃ) (44)

کچھ لوگ دربار میں جلدی پہنچنے کے لئے نماز چھوڑ آئے کہ دربار میں پڑھ لیں گے تو فرمایا۔

"تاج الدین چڑیا ہے جو اڑ جاتا۔ نماز پڑھے بغیر چلے آئے جاؤ پہلے نماز پڑھو"

باباصاحب کا فرمان ہے

اللہ اللہ کرتے خوش رہتے جی!

سود سے تنبیہ:۔

خدام میں سے ایک شخص سود خور تھا۔ لوگوں کے بہت سے پیسے کھاجاتا تھا۔ جب وہ حاضر دربار ہوا تو باباصاحب نے فرمایا۔

بڑا ظالم ہے مخلوق کو ستاتا ہے سود کھاتا ہے   سود چھوڑ دے ورنہ جہنم میں جائے گا (45)

اس روز سے اس نے سب کچھ چھوڑ کر باباصاحب کی خدمت میں پوری زندگی بسر کر دی۔

بدکاری سے منع:۔

باباصاحب کا فیض ہر نیک و بد پر عام تھا۔ چنانچہ طوائفیں بھی باباصاحب کے دربار میں آتی تھیں اور اپنی زندگیاں سنوار کر واپس جاتی تھیں۔ آپ ان کو مختلف طریقوں اور جملوں سے ہدایات فرماتے تھے۔ جیسے ایک کو فرمایا۔

"اماں سواری کے لئے ایک گھوڑا پسند کرلو" (46)

کبھی فرماتے:

"زیادہ کیلے نہیں کھاتے"

ایک مرتبہ ایک طوائف حضور بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ کی قدم بوسی کے لئے بڑھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ جو سامنے پتہ پڑا ہے اس کو سجدہ کرو۔" جب وہ اس کو سجدہ کرنے آگے بڑھی تو وہ بچھو بن گیا اس طرح سے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا اور اس عورت نے ایسا کیا اور پتہ بچھو بن جاتا آخر اس نے گناہوں کی معافی مانگی اور نکاح کر لیا۔

؎ نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے　　اٹھا لے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

تمہارے در کے ٹکڑوں سے پڑا ملتا ہے اک عالم　　گذارا سب کا ہوتا ہے اسی محتاج خانے سے

مزاج مبارک:۔

بابا صاحب کے مزاج اقدس میں رقت نرمی اور گداز کا عنصر بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ آپ کا مزاج فطرت کے عین مطابق تھا۔ آپ اپنے کسی عمل سے کسی کو اس کے اعمال و جسام سے احساس کمتری پیدا نہ ہونے دیتے تھے۔ ہر ایک کی دستگیری فرماتے۔ گرچہ ہمہ وقت حالتِ جذب میں رہتے مگر ضرورت مند کی ضرورت فوراً پوری کرتے۔ زیادہ اس شخص کو ترجیح دیتے جو محتاج اور عام لوگوں کے فائدے یا دعا کے لئے حاضر ہوا ہو۔ جیسے محمد محمود احمد کے واقع سے ظاہر ہے کہ آپ نے ان کو خصوصاً اولیت دی پھر جواباتِ شافی دیئے کیونکہ وہ ہندو مسلم فسادات کا قضیہ چاہتے تھے(47)

اول سادات سے نسبت اور علی و فاطمہؓ کے دونوں جگر گوشوں سے نسبتِ تامہ کی وجہ سے ان کے اخلاق و عادات آپ کے ہر ہر عمل سے جھلکتے تھے۔

؎ خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

رفتار مبارک:۔

زیادہ تر مراقبہ میں ہوتے تھے مگر چلتے وقت اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ یوں لگتا تھا کہ گویا آپ تیر رہے ہیں یعنی زمیں سے معلق رہتے تھے قدم۔ رفتار پر تو دل کی تنگی کا گمان ہوتا تھا اور نہ یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ آپ کسی الجھن میں گرفتار ہیں بلکہ ہمیشہ جذب و مستی کی کیفیت میں ڈوبے رہتے تھے۔

سماع:

باباصاحب سماع کا ذوق و شوق بھی رکھتے تھے۔ عموماً تقریبات منعقد ہوا کرتی تھیں۔ آپ قوالوں کا خیال رکھا کرتے تھے۔ اس طرح انکی حوصلہ افزائی بھی ہو جایا کرتی تھی۔ سماع سے متعلق مختلف مشائخ نے بہت ساری تصانیف بھی لکھی ہیں۔ ذوالنوں مصری نے فرمایا۔

" سماع فیضان حق ہے جو دلوں کو روبحق کرتا ہے جس نے حقیقت کو مد نظر رکھا وہ حق کی طرف گامزن ہوا جس کے سامنے ہوائے نفس رہی وہ بھٹک گیا۔" (48)

" سماع باطن میں پوشیدہ چیزوں کو دیکھنے کے لئے باطن کو ابھارتا ہے۔"

امام قشیری نے اس پر پورا باب باندھا ہے کہ سماع جائز ہے یا نہیں اور اس کو حدیث اور فتاویٰ سے ثابت کیا ہے۔

ایک مرتبہ باباصاحب جنگل میں سائے دار درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ درخت کی جڑیں زمین سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ اس پر باباصاحب نے تھاپ مار مار کر فرمایا:۔

جگ دودن کی باجریارے سوچ سمجھ کر سودا کرے   جگ دودن کی باجریارے سوچ سمجھ کر سودا کرے (49)

آپ کی آواز میں اتنا درد و سوز تھا کہ حاضرین پر عجیب کیفیات طاری ہو گئی اور آپ دیر تک اس کی تکرار کرتے رہے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے حضور باباصاحب سے دریافت کیا کہ حال کیسے آتا ہے؟ باباصاحب نے اس کی ٹوپی کو الٹا کر دیا وہ وجد میں آگئے۔ جب باباصاحب نے ٹوپی دوبارہ سیدھی کر دی تو وہ واپس سیدھے ہو گئے۔ اس کے بعد باباصاحب نے دریافت کیا کہ سمجھ گئے حال کیسے آتا ہے؟ (50)

علالت و وصال:۔

باباتاج الدین نے اپنے وصال سے دوماہ قبل ہی۔ ایسے ارشادات و کلمات فرمائے کہ مریدین جان گئے کہ آپ وصال حق فرمانے والے ہیں۔ مثلاً

عیدالاضحی کے موقع پر جب کہ ہر سال آپ نیا جبہ زیب تن فرماتے اور عمامہ بھی زیب سر ہوتا۔ آپ اس دن خاص طور پر شہر تشریف لے جاتے اور تمام لوگ آپ کی زیارت کرتے۔ مگر آخری عید کے موقع پر خدام کی کوششوں کے باوجود آپ نے نہ جبہ زیب تن فرمایا اور نہ شہر تشریف لے گئے۔ پورے ماہ محل ہی میں رہے۔ اگر کبھی تھوڑی طبیعت ٹھیک ہوتی تو آپ باہر تشریف لے جاتے۔ اس سے پہلے ماہ ذی القعدہ میں باباصاحب نے فرید الدینؒ سے پوچھا

"تاج العارفین سراج السالکین، تاج الملوک جانتے ہو یہ کون ہیں۔"

فرید الدین نے جواب میں کہا آپ کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"ہو! بابو عید کا چاند دکھ گیا"!

فرید الدین نے کہا وہ ابھی دکھے گا۔ تو آپ نے فرمایا

"ہو بابو! اب اس کے بعد چاند نہ دکھے گا۔" (51)

محرم میں آپ کا معمول تھا کہ کربلا تشریف لے جاتے ساتھ میں خدام و مریدین ہوتے ایک بڑے جلوس کی شکل میں۔ جب آخری محرم الحرام آیا تو باباصاحب نے خود اپنے دستِ مبارک سے علم اُٹھایا اور بلند آواز سے ارشاد فرمایا۔

امام دیں سلطانِ مدینہ

شاہوں کے سردار حسین

محرم کی 16,17 تاریخ کو باباصاحب کی طبیعت کچھ ناساز ہوئی ڈاکٹر کو بلایا گیا مگر بظاہر کوئی مرض تشخیص نہ ہو سکا۔

17 اگست 1925ء بمطابق 26 محرم الحرام 1344ھ یوم دوشنبہ (پیر) بوقت مغرب حضور باباصاحب نے دستِ مبارک اُٹھا کر سب کے لئے دعا فرمائی۔ اور ہر ایک کو تسلی دی پھر سب کو ایک نظر دیکھا اور پلنگ پر لیٹ گئے اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔ (52)

محرم کی 26 تاریخ کو دنیا بھر میں آپ کا عرس مبارک عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

تدفین و تکفین:

حضور باباصاحب کے وصال کے بعد لاکھوں کا مجمع آپ کی آخری زیارت کے لئے جمع ہو گیا کہ قابو سے باہر ہو گیا تھا۔ آپ کو غسل مولوی نجم الدین صاحب نے دیا، بارش زوروں سے ہو رہی تھی مگر جنازے کے وقت تھم گئی۔ مولوی محمد علی ندوی نے جو نہایت پرہیز گار بزرگ تھے۔ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو تاج آباد میں دفنایا گیا جس جگہ کے بارے میں آپ نے خود فرمایا تھا۔

"سبحان اللہ کیا اچھی مٹی ہے "! (53)

وہاں قبر تیار کی گئی اور لحد میں حضور باباصاحب کو اتارنے کا انتظام کیا گیا مجمع کو آخری بار زیارت کا موقع دیا گیا۔ لحد میں مولوی نجم الدین اور حکیم سید ظفر حسین نے اتارا۔

وصال پر مختلف اخبارات کے تاثرات:۔

باباصاحب کے وصال کے بعد انگریزی اخبار "Evening News" میں آیا:

قبل ازیں جس واقعہ کو محض من گھڑت بات کہی جاتی تھی اب متعدد لوگوں نے اسکی توثیق کی ہے اور اس کا عینی مشاہد کیا ہے اور اس عجیب واقعہ کی حقیقت کی تشہیر کی غرض سے جناب نارائن راؤ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنے دستخطی اشتہارات تقسیم کئے کہ بتاریخ 17 اگست 1925ء ناگپور کے مندر پانڈورنگ پٹوی میں وٹھل اور اکسمنی کی مورتیوں کی آنکھوں سے بارہ گھنٹے تک آنسو جاری رہے اور ہزار ہا اشخاص نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا۔ قدرت کے اس مظاہر کے نتیجے کے طور پر مندر میں بطور خاص عبادت کی جارہی ہے۔ متعدد لوگ مورتیوں کی اس اشک باری کو حضرت تاج الدین بابا کی وفات سے منسوب کرتے ہیں جن کا وصال تاریخ مذکور پر ہوا۔ (54)

17 اگست میں "مدراس میل" نے بھی اس قسم کا مضمون لکھا۔

آندھرا پٹریکا بتاریخ 22اگست 1925 کو رقمطراز ہیں۔

رام ایک جنم میں آکر چلا گیا اور اب تاج الدین بابا کے جنم میں آیا تھا۔ جو 17 اگست 1925ء کو اس دنیا سے چلا گیا اور دنیا نے افسوس کہ پہنچانا نہیں۔(55)

سجادہ نشین و خلفاء:۔

باباصاحب کے مریدین و معتقدین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ آپ نے بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے ہزاروں کو نوازا اور سینکڑوں کو فیضاب کیا۔ آپ کے خلفاء و سجادہ نشین کے متعلق جس قدر معلومات حاصل ہوئیں۔ اس کی روشنی میں حضرت مولانا عبدالکریم المعروف یوسف شاہ تاجی کو آپ نے اپنے خزانے کی کنجی قرار دیا اور آپ کے پاس اگر کوئی بیعت ہونے آتا تو آپ اسے یوسف شاہ کے پاس بھیجتے اور وہ انہیں داخلے سلسلہ فرماتے۔ باباصاحب کے خلفاء کی فہرست درج ذیل ہے۔(56)

مولانا عبدالکریم المعروف بابا یوسف شاہ تاجی، حضرت انسان علی شاہ، حضرت اللہ کریم، حضرت سبحان الدین شاہ، حضرت محمد غوث بابا، حضرت بابا عبدالرحمن شاہ، حضرت بابا محمد حسین، حضرت فتح محمد شاہ، حضرت مسکین شاہ صاحب، حضرت رسول بابا صاحب، حضرت کملی شاہ، حضرت عبدالخالق صاحب، حکیم نعیم الدین صاحب، فرید الدین کریم بابا تاجی، مریم بی اماں صاحبہ،

حضرت سیدنا غوث بابا محمد یوسف شاہ تاجی

ولادت:

عبدالکریم ماہ رمضان میں ایک غریب خاندان میں محلہ چیر ددیدار پاڑہ ہنڈون سٹی پور میں باختلاف روایت ۱۸۸۱ء یا ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ دن اور تاریخ کے متعلق تمام تذکرہ نگار خاموش دکھائی دیتے ہیں۔ (57)

آپ کے والد کا نام جناب لعل خان صاحب جبکہ والدہ حفیظہ بی بی محلہ کچھوائے پاڑہ کے ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ (58) جناب لعل خان صاحب کے متعدد اولاد ذکور واناث ہوئیں لیکن ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے بقید حیات رہے۔ عبدالکریم یوسف شاہی چھوٹے صاحبزادے تھے۔ (59)

آپ کی پیدائش کے وقت والدہ صاحب روزے سے تھیں (60) اس بنا پر آپ کے تذکرہ نگاروں نے آپ کو مادرزاد ولی قرار دیا ہے۔ چھ ماہ کی عمر میں آپ والدہ کے سایہ سے محروم ہوگئے۔ اس کے بعد والد بزرگوار نے آپ کی پرورش فرمائی۔ (61)

آپ کو محلے (کچھواہی پاڑہ) کی مسجد میں قرآن پاک کی تعلیم کیلئے داخل کروادیا۔ وہاں آپ کے استاد مولانا حبیب احمد قادری جو ٹونک سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے ختم قرآن کے ساتھ ساتھ آپ کو اردو و فارسی بھی پڑھائی۔ (62)

بعد ازاں خانگی حالات کی بنا پر آپ کی تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ بالآخر سعادت ازلی رہنما ہوئی اور آپ نے تحصیل علم کا قصد فرمالیا۔

حدیث شریف میں ہے۔

من سلک طریقا یطلب فیہ علما سلک اللہ بہ طریقہ من طرف الجنۃ جو شخص علم کی تلاش میں نکلا۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے کسی ایک راستے پر چلا دیتا ہے۔ (63)

چنانچہ آپ نے اعلی حضرت کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔ آپ تقریباً بارہ سال منظر الاسلام بریلی میں تحصیل علم میں مشغول رہے۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں یعنی ذہانت، نکتہ چینی، بلاغت فکری اور خوش الحانی سے اساتذہ اور اعلیحضرت کو متاثر کیا۔(64)

اسی اثنا میں آپ کے مدرسے میں جلسہ تقسیم اسناد کا انعقاد ہوا۔ جسکی صدارت خانقاہ نیازیہ کے سجادہ نشین حضرت تاج الاولیا ننھے میاں صاحب نے کی۔ اس جلسے میں تلاوت قرآن کا شرف آپکو حاصل ہوا۔ اس سے متصل ایک واقعہ جسے آپ نے خود بیان کیا۔

میں نے دیکھا کہ مجھے تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا اور ادھر میں معاً تخت پر موجود تھا جیسے تاج الاولیا نظام الدین حسین عرف ننھے میاں کے اشارہ انگشت نے مجھے تخت پر پہنچا بھی دیا ہو۔ کیونکہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے ارداہ کیا ہو اور اپنی جگہ سے اٹھ کر چلا ہوں اور تخت پر جا کر بیٹھا ہوں۔(65)

اس کرامت کا آپ پر گہرا اثر ہوا۔ آپ کے تذکرہ نگاروں نے اس تخت نشینی سے مراد نسبت فقر کی تخت نشینی سے لیا ہے کیونکہ سلوک کی منازل بابا تاج الدین طے کروا کر آپ کو تخت و تاج کا وارث بنا رہے ہیں(66)

دو مبین و دو مجود دو مخواں　　　خواجہ را در خواجہ خود محو داں

گرچہ ادانی اذان ایں خواجہ را　　　گم کنگس ہم مستن و ہم دیباچہ را

شمس العلماء کی سند حاصل کرنے کے بعد آپ نے حدیث مبارکہ خیر کم من تعلم لقرآن وعلمہ پر عمل کرتے ہوئے تعلیم و تعلم کو اختیار فرمایا۔ اہل علم، تفسیر، حدیث، فقہ میں آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ آپ کو قرآن و حدیث کی عارفانہ تفسیر میں ملکہ حاصل تھا۔ مثنوی مولانا روم سے آپکو شغف خاص تھا۔(67)

آپ کا اندازہ بیان نہایت سادہ لیکن فصاحت و بلاغت کی چاشنی سے پر۔ آپ ایسے ایسے نکات بیان فرماتے کہ لوگ ششدر رہ جاتے۔ جو سامعین کیلئے تجسس و تفکر کا باعث ہوئے۔ رقت انگیزی کا عالم یہ ہوتا کہ سامعین زارو قطار گریہ وزاری کرتے۔

بہت جلد ہی عوام وخواص میں مقبول ہو گئے۔ مختلف ریاستوں اور علاقوں سے آپ کو دعوت دی جاتی لیکن آپ نے اپنے مواعظ کو سرمایہ اندوزی کا ذریعہ نہ بنایا۔ جو کچھ ملتا وہ راہ خدا میں مستحقین کی نظر ہو جاتا۔

روحانی سلسلہ بیعت وخلافت:۔

۱۹۱۱ ء کے اواخر میں آپ نے صوفی عبدالکریم لکھنوی کانپوری رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا۔(68)صوفی صاحب سے آپ کی ملاقات اجمیر شریف میں ہوئی صوفی صاحب ایک تبحر عالم، شیخ طریقت شرع ورع سے آراستہ وپیراستہ تھے۔ صوفی صاحب زیارہ تر کامٹی (سی پی) میں قیام پذیر ہوئے۔ ادھر عبدالکریم اپنی سعاد ت مندی، وسعت علمی اور تقوی کے باعث صوفی صاحب کے بہت قریب ہوگئے۔ چند ماہ صوفی صاحب نے آپ کو تزکیۂ نفس اور اوراد واشتغال میں مصروف رکھا۔ ۱۹۱۲ ء میں صوفی صاحب تمام سلاسل عالیہ کا خلافت نامہ عطا فرما کر آپ کو تبلیغ وتوسیع کا حکم دیا اس سلسلہ میں آپ نے بمبئی، پونا، احمد آباد، کاٹھیاواڑ، ناگپور، بنگلور، مدراس، کھڑکپور، کلکتہ ،کانپور وغیرہ میں ہزارہاافراد کو داخل سلسلہ فرمایا۔(69)

۱۹۱۹ء میں صوفی صاحب نے عبدالکریم شاہ کو خواجگان حوت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر پیش کیا۔ یہ واقعہ تاج الاولیاء میں خود باباصاحب کی زبانی تحریر ہے۔

"جب مجھے پیر ومرشد نے غریب نواز کی خدمت میں پیش کیا تو میری ٹوپی سر سے اتر گئی اور مزار شریف کے اندر چلی گی۔ باہر آیا تو جوتا کسی صاحب نے قبول فرمالیا تھا الغرض کے ہم برہنہ سر وبرہنہ پاء یہ خواجہ حسام الدین جگر سوختہ کے عرس میں بمقام سانبھر (ریاست جے پور) حاضر ہوے"۔(70)

صوفی عبدالحکیم لکھنوی نے آپ کی تربیت مکمل فرمانے کے بعد آپ کو حکماً بابا تاج الدین کے پاس جانے کا حکم دیا۔ حسب الحکم آپ بابا آپ بابا تاج الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں کا ماحول کچھ آپ کو بھایا۔ آپ چونکہ عالم باعمل صاحب شریعت وطریقت تھے۔ بظاہر آپ کو ایسا لگا کہ یہ بزرگ باشرع معلوم نہیں ہوتے۔ یہ خیال آتے ہی بابا صاحب نے حکم دیا کہ

" اس مولوی کو یہاں سے نکال دو۔" (71)

خدام نے تعمیلِ حکم میں سامنے سے الگ کر دیا۔ لیکن آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور باب کی روشن ضمیری آپ پر واضح ہو گئی۔ احساس ندامت کے ساتھ بابا کے پاس حاضر ہوئے۔ بابا ایک درخت کے نیچے آرام فرما تھے۔ کچھ خدام پاؤں دبا رہے تھے۔ آپ نے موقع پا کر پائے مبارک کو ہاتھ لگایا تو بابا نے پاؤں سمیٹ لیئے اور اپنا جبہ اتار کر آپ کے اوپر ڈال دیا۔ جبہ پہنتے ہی دنیا بدل گئی جذب و مستی کا عالم طاری۔ حقیقت آشکاری ہو گئی۔

بابا نے آپ کا کھانا بند کر دیا۔ صرف چائے کی اجازت تھی۔ کئی عرصہ یہی حالت رہی۔ کمبل آپ کا لباس۔ چائے آپ کی غذا اور باؤلی آپ کا ٹھکانہ ٹھہرا۔ اسی نسبت سے آپ کا نام "یوسف" رکھا۔ (72)

بابا صاحب نے آپ کو مناسب ولایت و خلافت عطا فرمایا۔ آپ جو کوئی قبول اسلام یا داخلِ سلسلہ ہونے کے لئے آتا بابا انہیں آپ کی طرف بھیجتے اور یوسف شاہ انہیں داخلِ اسلام اور داخلِ سلسلہ فرماتے۔ بابا نے آپ کو اپنا بیٹا۔ اپنے خزانے کی کنجی قرار دیا۔ (73)

معمولات:

اولیاء اللہ کے دن اور رات اللہ اور اس کی مخلوق کی خدمت میں گذرتے ہیں۔ اللہ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی ان کی زندگی کا حاصل ہوتا ہے۔

یوسف الاولیاء میں آپ کے معمولات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ تہجد گزار تھے۔ فجر میں سب کو بیدار فرماتے۔ نماز فجر میں بالعموم پہلی رکعت میں سورہ مزمل اور دوسری میں سورۃ دھر تلاوت فرماتے۔ تہجد کے بعد ذکر نفی و اثبات کراتے۔ چاشت کے بعد کھانا اور پھر آرام کرتے۔ ظہر کے بعد تلاوت با آواز بلند فرماتے۔ نماز عصر ادا فرما کر جنگل تشریف لے جاتے۔ مغرب کے وقت مریدین جمع ہو جاتے تھے۔ مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ توبہ کی آخری دو آیات اور دوسری رکعت میں سورہ الناس تلاوت فرماتے۔ نماز عشاء تاخیر سے ادا فرماتے پر پنجشنبہ کو بالاہتمام گلدستہ شریف خود پڑھواتے۔ محافل میں آپ ساری رات جاگتے۔

کم کھانا، کم سونا اور کم بولنا آپ کا معمول تھا۔ قطع کلام نہ فرماتے۔ مختصر تقریر و گفتگو فرماتے۔ سائل کو چند جملوں میں مطمئن فرما دیتے۔ غیبت آپ کی صحبت میں ممکن نہ تھی۔ (74)

اولاد و ازواج:

متصوفین کے متعلق ایک غلط فہمی یہ ہے کہ وہ رہبانیت کے قائل ہیں۔ یعنی دنیا کو بالکل چھوڑ دیتے ہیں اور جنگلوں میں چلے جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ بات اتنی بے وقعت و بے بنیاد ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ متصوفین و صوفیاء کاملین نبی ﷺ کی سنت کے مطابق کبھی بھی بغیر نکاح کے نہیں رہے۔ صوفیاء کرام کی دنیا سے بے رغبتی ولا تعلقی کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں تو رہتے ہیں لیکن دنیا کو دل میں نہیں بساتے۔ اور اگر وہ کنارہ کشی کے لئے کچھ دن کے لئے جنگلوں یا تنہائی اختیار کرتے ہیں تو یہ ان کی تربیت کا حصہ ہوتا ہے تاکہ ماسوائے اللہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہو جائیں اور جب وہ یہ مقصد حاصل کر لیتے ہیں تو مخلوق خدا کو فیضیاب کرتے ہیں اور ان کے دن اور رات مخلوق کی خدمت میں گزرتے ہیں۔ وہ کام کاج بھی کرتے ہیں اور شادی بیاہ بھی۔

بابا یوسف شاہ تاجی کی پہلی شادی اقارب میں ہوئی۔ جن سے تین صاحبزادیاں۔ ۱۔ حفیظہ ۲۔ زیتون ۳۔ فاطمہ تولد ہیں جبکہ ان کی شادیاں بالترتیب صاحبزدگان اجمیر سید عبد الباسط اور سید عبد القدوس سے اجمیر شریف میں ہوئیں جبکہ آخر الذکر صاحبزادی نا کتخدا ہی خدا کو پیاری ہو گئیں۔ (75)

پہلی زوجہ کے وصال کے بابا یوسف شاہ کی دوسری شادی ناگپور میں خود بابا تاج الدین کے حکم سے جدّن اماں سے ہوئی۔ ان سے دو صاحبزادیاں شاہزادی بیگم اور تاج بیگم تولد ہوئیں۔ (76)

شاہزادی بیگم المعروف بیگم آپا کا نکاح شیخ اظہار الحق ابن شیخ ضیاء الحق جبکہ تاج بیگم کم عمری ہی میں انتقال کر گئیں۔ جدّن اماں کے وصال کے بعد آپ کی تیسری شادی 1929ء میں محترمہ سیدہ محمودہ سلطانہ صاحبہ سے ناگپور میں ہوئی۔ ان سے کافی اولاد ذکور و اناث ہوئیں لیکن بقید حیات صرف (۲) دو صاحبزادیاں ثریا بیگم اور ممتاز بیگم اور ایک صاحبزادے آفتاب کریم جو 1942ء میں تولد ہوئے۔ آفتاب کریم عرف کلو پاشا کا عقد محترمہ عابدہ بیگم سے ہوا۔ (77) جو بقید حیات ہیں۔ ان کی 4 صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ماہ جبین ۲۔ مہناز ۳۔ ماہ تاج ۴۔ ماہرہ

صاحبزادے: ۱۔ یوسف ۲۔ عرفان اور ۳۔ عمران ہیں۔

آفتاب کریم صاحب کا انتقال 19 نومبر 2010 کو ہوا۔ (78)

بابا یوسف شاہ تاجی کے خلفاء:۔

بابا ذہین شاہ تاجی سجادہ نشین، منشی بھیا، خلیفہ خورشید احمد خان، عابد علی خان، منیر خان صاحب، سید اقبال صاحب، مولانا اختر علی شاہ، بقاء اللہ شاہ، سید ظہور الحسنین، ڈاکٹر عبد العزیز، خانصاحب فیاض خان، نواب بہادر، عبد السمیع خان رئیس طالب نگر۔ (79)

اقوال:

ا۔ جب تک ایک خواہش بھی انسان کے دل میں دین و دنیا کی باقی ہے تو وہ اپنی خواہش کا بندہ ہے۔ خدا کا بندہ نہیں ہے۔

۲۔ فرمایا کہ عرفان الٰہی حاصل کرنا بمنزلہ فرض کے ہے۔ کیونکہ بلا عرفان عبادت توہم پرستی ہے۔

۳۔ کامل مرشد کامل جاناہی حصول مقصد کی دلیل ہے۔

۴۔ نفس کے مکر و فریب آرائی سے ہر لحہ اپنے اوپر نگاہ رکھو۔

۵۔ دین و دنیا دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہو سکتے۔ (80)

وصال:۔

1945ء میں حضرت عثمان ہارونی کے عرس کے آخری ایام میں آپ کی طبیعت ناساز ہونا شروع ہو گئی۔ اجمیر سے جے پور ہوتے ہوئے ناگپور تشریف لے گئے۔ وہاں طبیعت اور بھی خراب ہو گئی۔ وہاں سے دہلی اور بعد ازاں اجمیر شریف تشریف لائے۔ یہاں آتے ہی مرض نے پھر شدت اختیار کی، جولائی 1947ء میں طبیعت نڈھال ہونا شروع ہوئی اور نوبت یہاں تک آپہنچی کہ مزار شریف کے لئے جگہ کی تلاش شروع کر دی گئی۔ درگاہ کمیٹی اجمیر شریف نے خواجہ صاحب کی چلہ شریف پر جگہ تجویز کی۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی مطلوب تھا۔ معاً آپ کو ہوش آیا اور یوں فرمایا۔

"تم کہاں گڑھے دیکھتے پھرتے ہو، میری مٹی یہاں کی نہیں ہے کراچی لے چلو۔" (81)

کراچی میں جیکب لائن میں قیام فرمایا۔ باختلاف روایت 3 تیسرے دن یا پانچویں دن آپ کا وصال ہوگیا یوسف الاولیاء میں آپ کی تاریخ وصال 29 ذیقعد 1947ء رات ایک بجے وصال ہوا اور صبح یکم ذوالحج کو آپ کی تدفین عمل میں آئی۔(82) جبکہ تاج الاولیاء میں ہے کہ یکم ذوالحجہ کو رات دو بجے وصال ہوا اور اسی صبح کو آپ کو سپرد مزار کر دیا گیا۔(83)

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کا وصال یکم ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد رات میں ایک یا دو بجے ہوا اور اگلی صبح کو آپ کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ آپ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی یہ کسی تذکرہ نگار نے نہیں لکھا۔ البتہ آپ کو میوہ شاہ میں بلوچ ریجمنٹ کے متصل سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے وصال کی خبر ہندوستان و پاکستان کے ریڈیو کے ذریعے ہر دو ممالک کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔(84)

آپ کا عرس مبارک خانقاہ عالیہ تاجیہ میوہ شاہ کراچی میں یکم، دو اور تین ذوالحجہ کو عقیدت و احترام سے منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ 1947ء سے قائم ہے اور تاحال بابا محمد عاطف شاہ تاجی کی زیر سرپرستی روز افزوں ترقی پر ہیں۔

3- خواجہ حمید الدین ناگوری

اسم مبارک:۔

آپ کا اصل نام محمد بن شیخ احمد بن محمد ہے۔ عرف حمید الدین کنیت ابو احمد اور لقب " سلطان التارکین " ہے۔(85)

وجہ تسمیہ سلطان التارکین:۔

تیری کیا بات ہے اے تارکِ دنیا صوفی ان کا سلطان ہے تھے تارکِ دنیا جو لوگ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں یوں رقم طراز ہیں۔

ایک روز خواجہ معین الدین چشتیؒ پر جذبہ خوشی مستولی تھا۔ فرمایا اس وقت جو شخص جو کچھ چاہے مانگ لے کیوں کہ مقبولیت کے دروازے کھولے ہوئے ہیں۔ حاضرین میں سے کسی نے دنیا طلب کی کسی نے عقبہ۔ آپ نے شیخ حمید الدین ناگوریؒ سے دریافت فرمایا کہ تو دنیا اور عقبہ میں معزز ہونا چاہتا ہے؟ تو آپ نے عرض کیا۔(86)

ہر چہ تو ہی خواہی بخواہم روبروی آستانم　　　　بندہ را فرماں بناشد ہر کہ فرمائی بر آنم

اس کے بعد یہی سوال حضرت قطب الدین بختیار سے کیا آپ نے بھی عرض کیا: کہ بندہ کا کوئی اختیار نہیں جو حکم ہو، آپ کو اختیار ہے۔

اس کے بعد خواجہ صاحب نے فرمایا:

تارک الدنیا فارغ العقبیٰ سلطان التارکین حمید الدین صوفی۔ اس روز سے آپ کا لقب سلطان التارکین ہوا۔ یہاں تارک الدنیا کی تشریح کرنا ضروری ہے۔

ترکِ دنیا سے مراد رہبانیت ہرگز نہیں ہے کیوں کہ جس چیز کو صوفیاء کرام نے ترک کیا وہ دنیا نہ تھی۔ بلکہ دنیا کا بے اعتدلانہ استعمال تھا، وہ دنیا میں رہتے تھے۔ مگر ان کا دل حب دنیا سے آلودہ نہیں ہوتا تھا۔ ان کی اُنسیت و مرگ صرف اللہ کے لئے تھی۔

وجہ تسمیہ سوالی:۔

پرگنہ ناگور میں سوال ایک موضع کا نام تھا جہاں آپ سکونت پذیر تھے اور ایک بیگاہ زمین اپنی اور اپنی اولاد کی گزر اوقات کے لئے خود کاشت کرتے تھے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ خدائے علیم نے آپ کو بے پناہ علم کی دولت عطا فرمائی تھی۔ معاصرین علماء اور صوفیاء کرام حتیٰ کہ خود آپ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ غریب نواز آپ سے دینی سوالات دریافت کرتے تھے۔ جن کے جوابات آپ عالمانہ اور فاضلانہ دیا کرتے تھے۔(87)

وجہ تسمیہ سعیدی:۔

آپ سے پانچ پشت پہلے آپ کے خاندان میں ایک ولی کامل شیخ سعیدی بن شیخ محمود ہوتے ہیں۔ اس نسبت سے آپ کو سعیدی کہتے ہیں۔ دوسری وجہ سعیدی کہلانے کی یہ بھی ہے کہ آپ سعید بن زید بن امیر المومنین عمر بن خطابؓ کی اولاد سے ہیں۔(88)

ولادت:

آپ کی ولادت کا صحیح تاریخ اور سن تحقیق کے ساتھ نہ معلوم ہو سکے۔ کتبِ معتبرہ میں صرف اتنا درج ہے کہ آپ ہندوستان کے مشائخ متقدمین میں سے تھے اور آپ نے طویل عمر پائی تھی۔

خود حضرت سلطان التارکین نے فرمایا کہ

یعنی فتح دہلی کے بعد پہلا بچہ جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہو وہ میں ہوں۔

ازروئے تاریخ سلطان مفرالدین الملقب شہاب الدین غوری نے 571ھ میں دہلی فتح کی۔ اس کے بعد 584ھ میں سلطان قطب الدین ایبک دہلی کا بادشاہ ہوا۔ لہذا آپ کے اس قول کے مطابق آپ کی ولادت انہیں سنوں میں ہوئی ہو گی۔(89)

آپ کا وصال 672 ھجری بمطابق1294ء بمقام ناگور شریف واقع ہوا۔ اس لحاظ سے آپ نے 100 برس کی عمر پائی۔(90)

محققین نے لکھا ہے کہ آپ خواجہ بزرگ حضرت معین الدین حسن سنجری اجمیریؒ کے زمانے سے لے کر شیخ نظام الدین کے اوائل وقت تک حیات رہے اور بہت ممکن ہے کہ ان حضرات کی ایک دوسرے سے ملاقات بھی ہوئی ہو۔

حسب نسب:۔

حضرت سلطان التارکین حمید الدین محمد صوفی بن شیخ احمد صوفی بن شیخ محمد بن ابراہیم بن شیخ محمد بن شیخ سعیدی بن شیخ محمود بن شیخ عبد اللہ بن شیخ عمر بن شیخ نصیر بن شیخ ابراہیم بن شیخ عبد الرحمن بن شیخ یوسف بن علی حارث بن شیخ حسین بن شیخ زید بن شیخ سعید بن زید بن حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق بن خطابؓ بن نفیل بن عبد العزٰی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن زرواح بن عدی بن کعب (کعب تک پہنچ کر آپ کا نسب رسول ﷺ کے نسب سے مل جاتا ہے۔(91)

زوجہ محترمہ واولاد:۔

حضرت سلطان التارکین کی زوجہ محترمہ کا نام خدیجہ تھا۔ یہ سیدانی اور قاضی قصبہ لاڈنو کی صاحب زادی تھیں۔ جو عین القضات ہمدانی کی اولاد میں سے تھے۔ سیر العارفین میں شیخ جمالی فرماتے ہیں کہ آپ زہد وورئ اور اتقاء میں اپنے زمانے کی رابعہ تھیں۔ ہفتے میں ایک بار نیم کے پتوں سے روزہ افطار کرتیں تھیں۔(92)

حضرت سلطان التارکین کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر میری بیوی سے بہتر اور بزرگ تر کوئی دوسری عورت ہوتی تو میرا عقد اس سے ہوتا۔ حضرت کا آپ کے متعلق یہ فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ اپنے زمانے کی بہترین اور بزرگ ترین عورت تھیں۔

سیرت واخلاقِ حمیدہ:۔

حضرت سلطان التارکین سادہ رہائش اور اعلیٰ افکار کے مصداق تھے۔ آپ گدڑی پہنا کرتے تھے۔ فتوح اور نذرانہ قبول نہیں فرماتے۔ آپ نے صفاتِ بشری ترک کر کے اعلیٰ روحانی مرتبہ حاصل کیا تھا۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری آپ سے بہت خوش تھے۔ حضرت خواجہ بزرگ نے آپ کو سلطان التارکین کے گراں قدر لقب سے سرفراز فرمایا تھا۔ حضرت سلطان التارکین اتباع سنت کے بڑی سختی سے کاربند تھے۔ اپنے مریدین اور متعلقین کو علم فرائض حاصل کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔(93)

آپ صحیح دینی جذبہ پیدا کرنے کے لئے بے چین رہتے تھے اور چاہتے تھے کہ ہر مسلمان دین کے بنیادی مسائل اور اوامر ونواہی کے فرائض سے پوری طرح واقفیت حاصل کرے۔ آپ نے ہمیشہ علمِ حدیث کو علم تصوف پر فوقیت دی۔ ایک دن آپ نے کسی مرید سے فرمایا مجھے یہاں یہ مشغولیت ہے کہ آج کل ناگور کے لوگ مجھ سے علمِ حدیث سنتے ہیں۔ مجھے فرصت نہیں کہ اس دوران میں تجھے علمِ تصوف سکھاؤں۔(94)

آپکو فنافی اللہ کا درجہ حاصل تھا۔ آپ کا تمام وقت عبادت وریاضت اور مجاہدہِ نفس میں گذرتا تھا۔ آپ کو سماع کا بہت شوق تھا۔ بیشتر وقت آپ حالتِ استغراق میں گزارتے اور آنکھیں بند رکھتے تھے۔(95)

آپ پر دو قسم کی کیفیات طاری ہوتی تھیں۔ کبھی جلالی، کبھی جمالی۔ حضرت بیخود بدایونی نے ان کیفیات کا ذکر اپنے شعر میں یوں کیا ہے۔

کہیں شانِ جلالی ہے کہیں شانِ جمالی ہے　　　یہاں نام خدا اک رنگ محویت نہاں دیکھا

آپ ہمیشہ خوفِ خدا سے کانپتے رہتے اور روتے رہتے تھے، اپنا وقت زیادہ تر جنگل و بیابان اور غیر آباد مقام میں گزارتے تھے۔ آپ کو نام و نمود و شہرت سے بے حد نفرت تھی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ

درویش نا آنست کے مشہور جہانست　　　درویش ہمانست کے بے نام و نشانست

آپ کی خوراک بہت کم تھی، صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ آپ صائم الدھر تھے۔

عبادت وریاضت:۔

ریاضت کی جہاں میں ان کی ایسی ہوگئی شہرت　　　زمانہ ہو گیا شیدا حمید الدین صوفی کا

سرور الصدور میں مذکور ہے کہ حضرت سلطان التارکین اپنے شیخ طریقت کی خدمت میں رہ کر ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں دنیا کا ذکر بالکل نہیں ہوتا تھا۔ آپ خدا اور رسول ﷺ کا ذکر کیا کرتے تھے اور سامعین و مصاحبین سماعت کرتے تھے۔(96)

سرور الصدور میں مذکور ہے کہ حضرت سلطان التارکین نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ ویسی دو رکعتیں پڑھنا بھی ہر شخص کا کام نہیں۔

حضرت شیخ بزرگ نماز پڑھنے کے لئے دستِ مبارک سینے پر رکھتے تو اس طرح سے حضورِ قلب کے ساتھ مشغول ہوتے تھے کہ دنیا ومافیھا سے بے خبر ہو جاتے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ حمید الدین صوفی نہروالی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہاں آپ کے استاد مولانا شمس الدین حلوائی اور چند دوسرے بزرگ اجمیر سے آپ سے ملاقات کی غرض سے تشریف لائے۔ شیخ بزرگ اپنی نماز میں بدستور مشغول رہے کافی دیر ہوگئی اور یہ حضرات انتظار کی تاب نہ لا کر واپس چلے گئے۔ جب کسی اور جگہ ملاقات ہوئی تو مولانا شمس الدین نے شکوہ کیا۔ فرمایا کہ ہم تو تمہاری ملاقات کے لئے آئے اور تم

نماز ہی پڑھتے رہے۔ شیخ بزرگ نے کہا قبلہ مجھ کو بالکل خبر نہیں کہ مسجد میں کون آیا اور کب گیا۔ آپ کے خشوع و خضوع ،استغراق و محویت کا یہ عالم تھا۔(97)

مجاہدہ نفس:۔

حضرت صوفی حمید الدین سلطان التارکین عسرت و تنگی میں زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر اس فقر و فاقہ کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔

سرور الصدور میں مذکور ہے کہ شمس الدین حلوائی کو جو آپ کے استاد تھے۔ کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا فرماتے تھے کہ ہمارے حمید نے " دنیا کی طرف مطلق توجہ نہیں کی " آفرین ہے اس کی عالی ہمتی پر۔

حضرت سلطان التارکین کا ارشادِ گرامی ہے کہ ترکِ دنیا کی راہ صرف یہی ہے کہ درویش عالی ہمت ہو۔(98)

پیشہ:۔

حضرت سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری نے اپنے واسطے پیشہ زراعت پسند فرمایا۔ ہر گنہ ناگور کے موضع سوال میں آپ ایک بیگاہ زمین خود کاشت کرکے اپنی اور اپنے بال بچوں کی روزی حاصل کرتے تھے۔ لباس کا یہ حال تھا کہ ایک چادر کمر پر اور دوسری جسم پر پڑی رہتی تھی۔ بیوی صاحبہ کے سر پر بھی دوپٹہ تک نہ تھا۔ پیرائن کا دامن سر پر ڈال لیا کرتی تھیں۔ لیکن آپ کو اس عسرت و تنگی کی زندگی میں بھی ایک شانِ استغنیٰ تھی۔ آپ کی مجلس میں جاہ و شہرت اور مال و متاعِ دنیاوی کا ذکر تک نہیں ہوتا تھا۔

حضرت شیخ صوفی سلطان التارکین بھی چونکہ اکلِ حلال کی برکات و کیفیات سے واقف تھے۔ اس لئے نذرانہ اور فتوح قبول نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حاکم ناگور نے شاہ وقت کی جانب سے زمین اور نقد روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور اس کو قبول کرنے کی درخواست کی تاکہ آپ فراغ دلی سے عبادت الٰہی میں مشغول رہیں۔

حضرت صوفی علیہ الرحمۃ نے فرمایا جیسے میرے خواجگان میں سے کسی نے نذرانہ اور فتوح قبول نہیں کی تو میں کیسے کر سکتا ہوں میرے واسطے میری ایک بیگا زمین کافی ہے۔ آپ نے معذرت چاہی اور نذرانہ اس حاکم کو واپس کر دیا اس

حاکم نے آپ کی قناعت اور مجاہدہ نفس کا حال بادشاہ سے عرض کیا۔ جس پر بادشاہ نے اس ایک گاؤں کا فرمان اور پانچ مد اد روپیہ بھیج کر کہا کہ یہ نذرانہ عقیدت میری جانب سے حضرت صوفی کی خدمت میں پیش کر کے اس کو قبول فرمانے کی درخواست کرو چنانچہ حاکم ناگور اس فرمان شاہی کی تعمیل میں پھر حضرت سلطان التارکین کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ کا نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے اس سے تو کچھ نہیں فرمایا اور اُٹھ کر گھر کے اندر تشریف لے گئے اور بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ بادشاہ نے ایک گاؤں کا فرمان اور پانچ ہدر روپیہ بھیجا ہے اس کو قبول کیا جائے یا نہیں۔ اس وقت بی بی صاحب سر برہنہ تھیں۔ اپنے پیراہن کا دامن سر پر ڈال رکھے تھا۔ حضرت کا تہبند بھی بوسیدہ ہو کر پھٹ چکا تھا۔ اللہ رے شانِ استغنیٰ بی بی صاحبہ نے کہا اس کو قبول کر کے اپنے فقر کو باطل کرو گے۔ میں ے دوپہر سوت کاتا ہے۔ اس کی قیمت سے میری چادر اور دوپٹہ اور آپ کا تہبند بن جائیں گے۔ بیوی صاحبہ کا یہ جواب سن کر صوفی علیہ الرحمتہ بے حد خوش ہوئے اور آخر حاکم سے کہہ دیا کہ مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔

صاحب سرور الصدور فرماتے ہیں کہ اللہ نے یہ توفیق آپ کا عطا فرمائی تھی۔ آپ ایسے فارغ من الدنیا ہو گئے تھے کہ دنیا کے کاموں میں کبھی ایک پیسا تک صرف نہیں کرتے۔ چنانچہ اپنے اس مسلک کا اظہار یوں فرمایا:۔ میں نے دنیا کو اپنے خیال سے بالکل نکال دیا ہے حتی کہ میں۔ عقبیٰ کو بھی یہ وقت یاد نہیں کرتا۔

حضرت سلطان التارکین کا وصال 29 ربیع الثانی 677ھ بعہد سلطان غیاث الدین تغلق واقع ہوا۔(99)

حضرت شاہ محمد دیدار فراقیؒ

آپ کا نام محمد دیدار تھا۔ دیدار اور فراقی تخلص فرماتے تھے۔(100) علوم وفنون کے بحر ذخار تھے۔ شریعت و طریقت کا بحر بیکراں تھے۔ آپ نے (600) چھ سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب اپنے علم سے لکھی۔ اس کا نام "کشکول" رکھا۔ یہ کتاب تصوف کی تمام کتب کا جامع ہے۔(101)

قرآن، حدیث، تفسیر و فقہ، منطق، بیان و معنیٰ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ وہاں علم ہیئت و ہندسہ، ریاضی و مساحت میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔(102) علاوہ ازیں آپ کو علم مساحت و خوشنویسی پر بھی مکمل عبور تھا۔ چنانچہ بڑے بڑے شہروں وار قصبوں کی پیمائش فرماتے۔(103) اسی طرح خوشنویسی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے ہاتھ کے بنے ہوئے طغرے لوگ اپنے گھروں میں لگاتے تھے۔(104)

آپ نے ایک دوربین بھی ایجاد کی تھی۔ جو اجرام سماوی اور مقامات ارضی کو بلند مقام سے قریب کر کے دکھائی تھی۔ اس دور کی تاریخ تصنیف خود آپ کی لکھی ہوئی تھی جو درج ذیل ہے۔

یکے بر پہل گشت و سر بر آمت

فراقی بگو مبصر شش جہات (105)

(1341ھ)

شعر و شاعری پر آپ کو مکمل عبور تھا۔ اردو، عربی، فارسی و ہندی زبانوں میں فی البدیع شعر کہیے۔

حمد، نعت، غزل، مناقب، قصائد، مرثیے، مثنوی، سلام اور بالخصوص تاریخ تضمین لکھنے پر مکمل عبور اور ملکہ حاصل تھا۔ تمام اصناف سخن پر آپ نے طبع آزمائی فرمائی۔

نعت کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

شورِ جمال حسنت پیشِ بتاں رسیدہ　　　ایں رحمتِ خدا ہم بر کافراں رسیدہ

ساتھ ساتھ تشریح بھی فرمائی کہ نبی ﷺ ایسے دیس یعنی عرب میں مبعوث ہوئے۔ جہاں بت پرستی عام تھی۔(106)

اردو میں بھی بہت سی نعتیں لکھی۔ ایک نعت کے اشعار درج ذیل ہیں۔

بحت عالم پر چمکتا رہا اختر بن کر　　　جو ہر چار گیر بن گیا جوہر بن کر

مہمل دنیا کے کئے کام پیغمبر بن کر　　　عقد عقبیٰ کیا حل شافع محشر بنکر　　(107)

حب اہل بیت میں بھی آپ نے قصائد، مرثیے وسلام لکھے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

جو کربلا میں مقدر سے ہوتے ہم دیدار　　　تو جان دیتے بن بوتراب کے بدلے　(108)

پیشہ کے طور پر آپ ریاست سیکر میں پولیس کے نگران اعلیٰ تھے۔ لیکن آپ کی طبیعت میں نرمی تھی خوف خدا میں رات رات بھر آنسو بہاتے۔ ساری ساری رات مصلیٰ پر مناجاتیں پڑھتے۔

ذہین شاہ تاجی کی شخصیت پر سب سے پہلے آپ اثر انداز ہوئے اور آپ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ باباصاحب کے جو کمالات دنیاوالوں نے دیکھے۔ فقر و تصوف سے لیکر شاعری و نثر نگاری، تنقید، خوش نویسی، فی البدیع تاریخ تضمین کہنا یہ سب کچھ آپ نے اپنے والد گرامی ہی سے سیکھا تھا۔

سب سے پہلے خواجہ طاسین کو آپ نے اپنی خلافت و سجادگی سے نوازا۔ اور آپ کے وصال تک باباصاحب نے کسی اور شیخ سے بیعت نہ کی لیکن آپ کے وصال کے بعد آپ نے بابا یوسف شاہ تاجی سے بیعت فرمائی۔ ویسے تو سلسلۂ تاجیہ سے آپ کی نسبت اسی دن ہو گئی تھی۔ جب آپ اپنے والد اور چچا کے ہمراہ بابا تاج الدین کے دربار میں گئے اور وہاں دو تین مرتبہ، باباصاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

خواجہ دیداد بخش فراقی کا وصال 1930ء میں ہوا آپ کا مزار جے پور کی ریاست کھنڈیلہ میں ہے(109)

حوالہ جات برائے فصل اول

باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، مضمون: حضرت باباذہین شاہ تاجی، افتخار احمد عدنی ص420: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی	1
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، مضمون: حضرت باباذہین شاہ تاجی، افتخار احمد عدنی ص420: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی	2
ڈاکٹر محمد عطاء ارحیم ناگپوری، حضرت بابا تاج الدین ناگپوری شائع شدہ کرامات، ص81	3
The leader , krachi.Dated 7-4=1983,p3,baba tajuddin: He was destined to be a saint rather than a major general	4
http://www.islamicity.com/PrayerTimes/hijriconverter1aPartner.htm	5
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص99: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی	6
www.wikipedia.org	7
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص137: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی	8
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص100: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی	9
www.wikipedia.org	10
14/301 مرقاۃ المفاتیح باب الحب فی اللہ	11
ذہبی، میزان الاعتدال باب تذکرے اور محبتیں، ج1، ص281، ۱۱	12
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص101: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی	13
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص101: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی	14
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص104: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی	15
سہیل احمد عظیمی، سوانح بابا تاج الدین ناگپوری، ص23 مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی	16

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی 31-30 سہیل احمد عظیمی، سوانح بابا تاج الدین ناگپوری، ص	17
www. Amma tajia.org	18
ڈاکٹر محمد عطاء الرحیم ناگپوری، حضرت بابا تاج الدین ناگپوری شائع شدہ کرامات، ص65	19
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص121: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	20
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص108: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	21
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص112: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	22
عبداللطیف خان، اسلام و روحانیت، ص892، منہاج القرآن پبلی کیشنز	23
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص116: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	24
محمد اختر، مولانا شاہ حکیم، معارف مثنوی مولانا روم، ص59 کتب خانہ مظہری کراچی	25
قرآن مجید، سورہ بقرہ، آیت155	26
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص149: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	27
امام بیہقی، شعب الایمان للبیہقی ج15، ص498	28
محمد اختر، مولانا شاہ حکیم، معارف مثنوی مولانا روم، ص419 کتب خانہ مظہری کراچی	29
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص152: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	30
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص153: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	31
عبداللطیف خان، اسلام و روحانیت، ص554، منہاج القرآن پبلی کیشنز	32
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص157: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	33
الحجرات، آیت17	34
باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص158: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی	35

36	سورۃ الفتح، آیت 10
37	الاحزاب: 420/21
38	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص249: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
39	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص250: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
40	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص116: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
41	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص259: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
42	ایضاً ص260
43	ایضاً ص261
44	سورہ زلزال آیت 8-7
45	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص262: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
46	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص266: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
47	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص17: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
48	حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب ص560، مدینہ
49	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص298: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
50	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص298: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
51	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص284: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
52	ایضاً ص286
53	ایضاً ص283
54	ایضاً ص291

55	ایضاً ص292
56	ایضاً ص299
57	حاجی عبدالرحمٰن شاہ یوسفی، مجلہ یوسف الاولیاء ستمبر 1983، ص9: فیصل آباد
58	(انٹرویو، محمد عمران تاجی، رہائش گاہ: ناظم آباد، کراچی)
59	حاجی عبدالرحمٰن شاہ یوسفی، مجلہ یوسف الاولیاء ستمبر 1983، ص12: فیصل آباد
60	حاجی عبدالرحمٰن شاہ یوسفی، مجلہ یوسف الاولیاء ستمبر 1983، ص12: فیصل آباد
61	محمد شوکت علی شاہ یوسفی، یوسف الاولیاء اشاعت دوئم، ص:25 الامین پرینٹرز کراچی 2000
62	محمد شوکت علی شاہ یوسفی، یوسف الاولیاء اشاعت دوئم، ص:25 الامین پرینٹرز کراچی 2000
63	امام ابوداود، سنن ابوداود، جلد ۳، حدیث نمبر 248
64	حاجی عبدالرحمٰن شاہ یوسفی، مجلہ یوسف الاولیاء ستمبر 1983، ص13: فیصل آباد
65	حاجی عبدالرحمٰن شاہ یوسفی، مجلہ یوسف الاولیاء ستمبر 1983، ص14: فیصل آباد
66	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص332: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
67	محمد شوکت علی شاہ یوسفی، یوسف الاولیاء اشاعت دوئم، ص:27 الامین پرینٹرز کراچی 2000
68	محمد شوکت علی شاہ یوسفی، یوسف الاولیاء اشاعت دوئم، ص:28 الامین پرینٹرز کراچی 2000
69	حاجی عبدالرحمٰن شاہ یوسفی، مجلہ یوسف الاولیاء ستمبر 1983، ص17: فیصل آباد
70	حاجی عبدالرحمٰن شاہ یوسفی، مجلہ یوسف الاولیاء ستمبر 1983، ص17: فیصل آباد
71	محمد شوکت علی شاہ یوسفی، یوسف الاولیاء اشاعت دوئم، ص:30 الامین پرینٹرز کراچی 2000
72	محمد شوکت علی شاہ یوسفی، یوسف الاولیاء اشاعت دوئم، ص:31 الامین پرینٹرز کراچی 2000
73	حاجی عبدالرحمٰن شاہ یوسفی، مجلہ یوسف الاولیاء ستمبر 1983، ص23: فیصل آباد

74	حاجی عبدالرحمٰن شاہ یوسفی، مجلہ یوسف الاولیاء ستمبر 1983، ص101: فیصل آباد
75	ایضاً، ص:25
76	ایضاً، ص:25
77	ایضاً، ص:26
78	(انٹرویو، محمد عمران تاجی، رہائش گاہ: ناظم آباد، کراچی)
79	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص416-412: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
80	حاجی عبدالرحمٰن شاہ یوسفی، مجلہ یوسف الاولیاء ستمبر 1983، ص142-140: فیصل آباد
81	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص 341 : ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
82	محمد شوکت علی شاہ یوسفی، یوسف الاولیاء اشاعت دوئم، ص509 الامین پرینٹرز کراچی 2000
83	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص341: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
84	محمد شوکت علی شاہ یوسفی، یوسف الاولیاء اشاعت دوئم، ص:509 الامین پرینٹرز کراچی 2000
85	پیرزادہ احسان الحق فاروقی، سلطان التارکین، ص84، دائرہ المعارف حق نشان کراچی
86	پیرزادہ احسان الحق فاروقی، سلطان التارکین، ص84، دائرہ المعارف حق نشان کراچی
87	پیرزادہ احسان الحق فاروقی، سلطان التارکین، ص86، دائرہ المعارف حق نشان کراچی
88	ایضاً ص86
89	ایضاً ص88
90	ایضاً ص88
91	ایضاً ص90
92	ایضاً ص92

93	ایضاً ص98
94	ایضاً ص99۔98
95	ایضاً ص99
96	ایضاً ص101
97	ایضاً ص103
98	ایضاً ص108۔107
99	ایضاً ص129
100	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی جولائی 1962، ص15
101	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی جولائی 1973، ص5
102	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی جولائی 1962، ص15
103	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی جولائی 1973، ص6
104	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔493: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
105	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی جولائی 1973، ص7
106	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی جولائی 1962، ص15
107	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی جولائی 1973، ص7
108	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی جولائی 1962، ص16
109	ماہنامہ تاج، ذہین شاہ تاجی جولائی 1973، ص15

باباصاحب کے سجادہ نشین و خلفاء و تلامذہ

حضرت بابا انور شاہ ذہینی یوسفی تاجی

اس جہانِ فانی میں روزانہ سینکڑوں لوگ جنم لیتے ہیں۔ زندگی گزارتے ہیں اور دارالبقاء کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ لوگ چند دن ان کی موت کا ماتم مناتے ہیں اور پھر وہ گمنامی کے اندھیرے میں کھو جاتے۔ بہت کم ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جو اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے کے بعد بھی لوگوں میں اسی طرح زندہ و جاوید رہتے ہیں۔ جسطرح اپنی ظاہری حیات میں

؎ یوں تو آتے ہیں دنیا میں سبھی مرنے کے لئے

موت اس کی دنیا کرے ماتم جس کا

بابا انور شاہ ذہینی تاجیؒ سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی وہ شخصیت ہیں۔ جنہوں نے سلسلۂ تاجیہ اور بالخصوص اپنے پیر و مرشد باباذہین شاہ تاجی کی الفت و عقیدت میں اپنا کاروبار، گھر، شاہانہ خاندانی زندگی ترک کر دی اور درویشانہ زندگی کو اپنایا۔(1) بابا انور شاہ تاجی وہ نورِ ہدایت ہیں جن کی آب و تاب سے لوگ تا قیامِ قیامت رشد و ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔

؎ صورتِ ہستی فنا ہو کر بقائے دوست میں معنئ نقشِ دوامِ دوست ہو جاتی ہے کیا ذہین

بابا انور شاہ تاجیؒ کو سجادگی اپنے پیر و مرشد باباذہین شاہ تاجی سے ملی جنہوں نے اس پتھر کو تراش کر نایاب ہیرے میں تبدیل کر دیا اور بابا انور شاہ تاجی بھی اپنا سب کچھ قربان کر کے فنافی شیخ ہو گئے اور تاحیات باباصاحب کے افکار کے مطابق زندگی بسر کی اور مسندِ سجادگی پر جلوہ افروز ہونے کے بعد بھی اپنے پیر و مرشد اور سلسلۂ عالیہ تاجیہ کے بڑے بزرگوں کی جلائی ہوئی شمع کو مزید آب و تاب سے روشن کرنے کے لئے جد و جہد کرتے رہے۔

ا۔ ولادتِ باسعادت:۔

بابا انور شاہ تاجی ایران کے شہر خرم میں 1928ء میں ایک اہلِ تشیع گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حسن علی پیر بھائی ایک تاجر تھے۔ جو کاروباری تقسیم کے نتیجے میں ہندوستاں سے " خرم"(ایران کا شہر) میں آئے تھے۔(2)

۲۔ خاندانی پس منظر:۔

باباانور شاہ تاجی ایک جدی پشتی تاجر گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے دادا حاجی پیر بھائی نے شب و روز محنت کر کے اپنے کاروبار کو تین مختلف علاقوں میں پھیلایا۔ ہر شہر میں علیحدہ دفتر کھولا۔ ریاست ناوانگر، دوسرا کراچی اور تیسرا ایران کے شہر خرم۔(3)

حاجی پیر بھائی کے تین بیٹے تھے۔ انہوں نے اپنی قناعت پسندانہ طبیعت کے پیش نظر اپنی زندگی ہی میں اپنی جائیداد کی تقسیم کر دی اور حسن علی پیر بھائی کے حصے میں ایران کے شہر" خرم" کا دفتر آیا اور وہ ایران چلے گئے۔ باباانور شاہ تاجی کی ولادت کے بعد سے ان کی والدہ محترمہ بہت بیمار رہنے لگیں۔ تو حسن علی پیر بھائی نے کراچی منتقل ہونے کا فیصلہ کیا اور 1932ء میں اپنا کاروبار منیجر کے سپرد کر کے کراچی آگئے۔(4)

کراچی آکر حسن علی پیر بھائی نے اپنے روایتی کاروبار سے ہٹ کر بھی نئے کاموں کا آغاز کیا۔ آپ نے روایتی کاروبار کے ساتھ برتنوں کی درآمدات بھی شروع کر دی یہ برتن چین اور جاپان سے درآمد کئے جاتے۔ حسن علی پیر بھائی نے صرف چار برس کراچی میں قیام کیا اور پھر 1937ء میں اپنے کاروبار کو مزید وسعت دینے کے لئے بمبئی کا رخ کیا۔(5)

۳۔ لڑکپن:۔

حسن علی پیر بھائی جس زمانے بمبئی منتقل ہوئے یہ باباانور شاہ تاجی کے لڑکپن کا دور تھا۔ باباصاحب لڑکپن کے زمانے میں انتہائی ذہین تھے۔ آپ حسن علی پیر بھائی کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ حسن علی پیر بھائی نے جلد ہی نو عمری میں باباانور شاہ تاجی پر کاروباری ذمہ داریاں ڈال دیں۔ باباانور شاہ تاجی اپنی زندگی کا ایک اہم واقعہ خود بیان کرتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پوری دنیا جنگِ عظیم دوئم کی لپیٹ میں تھی۔ جب حملہ کیا جاتا تو سب سے پہلے بندرگاہیں زد میں آتی تھیں۔ گولہ بارود کی تمام آمد و رفت انہی بندرگاہوں کی مرہونِ منت تھی۔ باباانور شاہ صاحب کے والد کا تجارتی مال بندرگاہ کے قریب گوداموں میں رکھا ہوا تھا۔ باباصاحب نے اپنی بصیرت سے محسوس کیا کہ جنگ کے دوران بندرگاہ کے نزدیک گوداموں میں مال رکھنا مناسب نہیں باباصاحب نے سارا مال نکلوا کے بندرگاہ سے دور گوداموں میں منتقل کرا دیا۔ اچانک

جو جہاز بارود لے کر آرہا تھا جس نے جنگ میں حصہ لینا تھا۔ وہ پھٹ گیا اور سارے گودام تباہ ہو گئے۔ بابا صاحب کے والد کا مال بچ گیا۔ انہوں نے بابا صاحب کو بے پناہ دعائیں دیں اور ساتھ ہی فرمایا۔

"تعلیم اسی لئے دلائی جاتی ہے تاکہ سوچ بوجھ آجائے اب تم میں سمجھ بوجھ اچھی آگئی ہے۔ لہذا اب تعلیم چھوڑو اور میرے ساتھ کام کرو مجھ کو تمہاری سخت ضرورت ہے۔ " (6)

حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی (۱)

یہی بابا انور شاہ تاجی کے لڑکپن کا دور تھا جس میں انہوں نے انتہائی محنت، لگن اور ذہانت سے اپنے والد کے کام کو مزید طول دینا شروع کر دیا اور والد کی زندگی چین و اطمینان سے گزرنے لگی کہ ان کے ہونہار سپوت نے ان کی ذمہ داری کو اُٹھا لیا تھا۔

۴۔ تعلیم :۔

بابا صاحب کا گھرانہ جب بمبئی منتقل ہوا تو حسن علی پیر بھائی نے اپنے بیٹے کی اچھی تعلیم کے حصول کے لئے بمبئی کے نیو ایراہائی اسکول کا انتخاب کیا۔ اس اسکول میں داخلہ کا حصول بہت مشکل تھا کیونکہ اس اسکول کو خاص امراء کے بچوں کے لئے بنایا گیا تھا۔ والد کی مستحکم کاروباری کیفیت کے پیش نظر بابا صاحب کو اس اسکول میں با آسانی داخلہ مل گیا۔(7)

حسن علی پیر بھائی ابھی بھی اپنے بیٹے کی تعلیم سے مطمئن نہیں ہوئے۔ اب انہوں نے اپنے بیٹے کی کاروباری صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے ایک ایسے اسکول کا انتخاب کرنا تھا۔ جہاں جاکے ان کا بیٹا کاروباری داؤ پیچ سیکھے۔ لہذا انہوں نے سینٹ میری ہائی اسکول کا انتخاب کیا۔ جہاں دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق تعلیم دی جاتی تھی۔ والد نے بابا صاحب کی ذہانت اور ان کی دلچسپی کے پیش نظر اپنے کاروبار میں لگالیا۔ بابا صاحب نے جلد ہی اپنی ذہانت سے کاروبار سنبھال لیا تو والد نے تعلیم کو خیر باد کہنے کا کہہ دیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنا آدھا کاروبار بابا صاحب کے حوالے کر دیا۔(8)

۵۔ پاکستان آمد:۔

ابھی زندگی کاروباری اتار چڑھاؤ میں مصروف تھی کہ ادھر برِ صغیر کے سیاسی حالات یکسر تبدیل ہوئے اور پاکستان آزاد ہو گیا۔ پاکستان آزاد ہونے کے ایک ماہ بعد بابا صاحب کا خاندان ستمبر 1947ء میں کراچی منتقل ہو گیا۔(9)

۶۔شادی:۔

باباانور شاہ تاجی بہت ہی محنت اور لگن سے کاروبار میں اعلیٰ مقام حاصل کر چکے تھے۔ لہذا والدین نے ایک بہت ہی معزز اور تاجر گھرانے کی سعادتمند لڑکی سے آپ کی شادی کر دی۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین سعادت مند اولادیں عطا فرمائیں۔(10) ا۔ مبینہ انور ۲۔ امتیاز انور ۳۔ شمس (حیات ہیں

۷۔باباانور شاہ تاجی بحیثیت تاجر:۔

پاکستان آمد کے ساتھ ہی والد نے کراچی کو اپنا مسکن اور تجارتی مرکز بنایااور کراچی میں دفتر قائم کیا اور اس دفتر کی تمام تر ذمہ داری باباانور شاہ تاجی کے کاندھوں پر ڈال دیں۔ کراچی آکے انہوں نے کپاس کے کاروبار کو چنا۔ اس کاروبار کو انہوں نے اتنا وسیع کر دیا کہ جلد ہی ان کے والد علی حسن پیر بھائی کاٹن کنگ " مشہور ہو گئے اور یہ سب باباانور شاہ تاجی کی محنت اور لگن کی بدولت ہوا۔(11)

باباانور شاہ تاجی اس کاروبار میں ایک کامیابی کی علامت بن گئے تھے۔ جلد ہی آپ کراچی کوٹن ایسوسی ایشن کے ڈائریکٹر منتخب ہوئے۔ آپ نے لوگوں کے دلوں میں اس قدر اپنا اعتماد بٹھادیا تھا کہ قلیل مدت میں آپ کراچی کوٹن ایسوسی ایشن کے صدر منتخب ہوئے۔یہ 1958-59 کازمانہ تھا۔(12)

باباانور شاہ تاجی نے نوعمری میں ہی تجارت میں قدم رکھ دیا تھااور کم عمری میں بھی تمام تجارتی اتار چڑھاؤ سے واقفیت حاصل کرلی تھی۔ آپ نے کئی علاقوں میں تجارت کی اور ایک ہی طرح کے کاروبار پر اکتفانہ کیابلکہ کئی کاروبار کیئے اور ہر ایک میں یکسر کامیاب ہوئے۔ جس کاروبار کو اپناتے اسے اپنی محنت و لگن سے کامیاب بنادیتے۔

۸۔باباذہین شاہ تاجی کی خدمت میں پہلی حاضری:۔

باباانور شاہ تاجی کا کاروبار اپنے عروج پر تھا۔ آپ اپنے دوستوں کے ہمراہ سمندر پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں آپ کے ہمراہ آپ کے ایک دوست رجب علی بھی تھے۔ نصف شب کو رجب علی نے جانے کی اجازت چاہی تو باباانور شاہ تاجی

نے دریافت کیا کہ کہاں جارہے ہو۔ رجب علی نے بتایا کہ اپنے بابا سے ملنے جارہاہوں۔ باباانور شاہ تاجی نے جانے پر بے حد زور دیا تو رجب علی بھائی انہیں بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔(13)

باباانور شاہ تاجی رجب علی کے ہمراہ آگرہ تاج کالونی پہنچے۔ جس مکان میں داخل ہوئے وہ در حقیقت مرکز تجلیات تھا۔ اندر گئے تو باباذہین شاہ تاجی کو مسند نشین پایا۔ رجب علی خانقاہ کے آداب واطوار سے آگاہ تھے۔ انہوں نے باباذہین شاہ تاجی کو سلام کرنے کے بعد ان کی دست بوسی کی باباانور شاہ تاجی نے بھی سلام کیا اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ باباذہین شاہ تاجی نے انور شاہ بابا کو پان عنایت کیا۔ جسے انہوں نے جھجکتے ہوئے کھالیا۔ جھجکنے کی وجہ یہ تھی کہ باباانور شاہ تاجی نے اس سے پہلے پان نہیں کھایا تھا۔ یہ باباانور کی زندگی کا پہلا پان تھا۔ باباذہین شاہ تاجی کی خدمت میں حاضری سے باباانور شاہ کی زندگی بدل گئی۔ باباذہین شاہ تاجی نے دوبارہ آتے رہنے کا کہااوراس کے بعد باباانور شاہ تاجی بابا ذہین شاہ تاجی کے وصال تک روزانہ ان کی خدمت میں حاضری دیتے اور ان کے وصال کے بعد روزانہ ان کے مزار پر حاضری دیتے۔(14)

باباانور شاہ تاجی کی باباذہین شاہ تاجی سے پہلی ملاقات آگرہ تاج میں نصف شب میں رجب کے ہمراہ ہوئی یہ ایک متفق بات ہے مگر تاریخ کی بابت اختلاف ہے۔

محمد امان اللہ تاجی نے اسے شعبان کی چودھویں رات بتایاہے۔(15)

افتخار احمد عدنی نے اسے رمضان کی ستائیسویں رات (1962ء) بتایاہے۔(16)

یہی وہ ملاقات تھی جس نے باباانور شاہ تاجی کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیایہ روحانی انقلاب تھا۔ جس نے بابا انور شاہ تاجی کے دل کی دنیابدل دی۔

۹۔ باباذہین شاہ تاجی سے ملاقات کا اثر:۔

باباانور شاہ تاجی پر باباذہین شاہ تاجی سے ملنے کا بہت گہرا اثر ہوا۔ اس ایک ملاقات نے ہی باباانور شاہ تاجی کو بابا ذہین شاہ تاجی کا معترف کر دیا تھا۔ وہ باباصاحب سے ملاقات کر کے اتنے متاثر ہوئے کہ اب شب وروز باباذہین شاہ تاجی کی

خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بیقرار رہے۔ بابا انور شاہ تاجی اب ہر روز اپنے شوق کی بدولت بابا ذہین شاہ تاجی کی خدمت میں بلاناغہ حاضر رہنے لگے۔

۱۰۔ اہلِ خانہ کی تشویش:۔

باباانور شاہ تاجی اب باباذہین شاہ تاجی کے قریب آنے کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ پہلے وہ خود حاضری دیا کرتے تھے۔ پھر اپنی زوجۂ محترمہ اماں نرگس کو بھی حاضری کے لئے ہمراہ لے جانے لگے۔ محبت والفت دن بدن بڑھ رہی تھی اوراب باباانور شاہ تاجی اس دنیاومافیہا سے بیگانہ ہو کے باباذہین شاہ تاجی کے ہوتے جارہے تھے۔ باباانور شاہ تاجی اپنے بچوں کو اس خانقاہی ماحول سے مانوس کرنے کے لئے انہیں بھی خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں لانے لگے۔ آپ کی اُلفت وعقیدت بابا ذہین شاہ تاجی سے دن بدن بڑھنے لگی تھی۔ آپ کی اسی عقیدت سے آپ کے والد حسن علی پیر بھائی بہت پریشان تھے کہ ان کا اتنا قابل بیٹا کسی پیر سے اتنامتاثر ہوا ہے کہ وہ کاروبار سے بھی بیگانہ ہوتا جارہاہے۔ اسی تشویش میں انہوں نے باباانور شاہ تاجی سے بات کی اوران کو سمجھانے کی کوشش کی تاکہ پھر سے اپنے پرانے معاملات پر واپس آجائیں۔ حسن علی کا خیال یہ تھا کہ جب ان کے بیٹے کے پاس مال ودولت وشہرت کی کوئی کمی نہیں ہے تو پھر ان کا بیٹا کسی پیر کے پیچھے کیوں جائے۔ اسی رائے کا اظہار انہوں نے اپنے بیٹے باباانور شاہ تاجی سے کیا اور باباانور شاہ تاجی نے ہمیشہ کی طرح یہ ہی جواب دیا۔

"باباتو صرف بھلائی اور نیکی کی تلقین کرتے ہیں ان کے ہاں جانے میں کیا حرج ہے۔"(17)

حسن علی پیر بھائی نے ہر طرح سے باباانور شاہ تاجی کو روکنے اور باباذہین شاہ تاجی سے دور کرنے کی کوششیں کیں مگر ان کوششوں میں وہ ہمیشہ ناکام ونامراد رہے اور باباانور شاہ تاجی کا والہانہ عشق ہمیشہ آڑے آیا اور وہ مضبوط چٹان کی طرح اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے اور کبھی بھی کسی روک ٹوک یا تنقید پر دلبر داشتہ نہیں ہوئے اور نہ ہی ادب واحترام کا دامن ہاتھ سے چھوڑا۔

۱۱۔ باباذہین شاہ تاجی کی مریدی:۔

اہلِ خانہ باباانور شاہ تاجی پر دباؤ برقرار رکھے ہوئے تھے۔ کبھی ان کو مال ودولت سے بے دخل کرنے کا کہہ کر

آسائشِ زندگی چھن جانے کا خوف دلایا جاتا، کبھی اتنے بڑے کاروبار سے بے دخل کرنے کا کہہ کر انہیں کاروباری دنیا میں گمنام کرنے کا خوف دلایا جاتا۔

ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقس من الاموال والانفس والثمرات. (18)

بابا انور شاہ تاجی ان سخت حالات میں اور مضبوط ہوتے چلے گئے اور بالآخر جولائی 1962ء میں بابا ذہین شاہ تاجی نے انور شاہ تاجی کو شرفِ مریدی بخشا (19) مریدی اختیار کرنے کے بعد بابا انور شاہ تاجی کے مصائب میں اور اضافہ ہوا۔ اہلِ خانہ کا دباؤ مزید بڑھ گیا اور آپ کے مؤقف میں ذرہ برابر بھی کمی واقع نہ ہوئی اور ان سب مشکلات کے باوجود آپ نے اہلِ خانہ کو یہی جواب دیا۔

"میں اب بابا صاحب کا مرید ہوں اور میں نے وہ دولت پائی ہے جس کے بعد مجھے دنیا کی دولت کی پرواہ نہیں(20) "

۱۲۔ بابا ذہین شاہ تاجی کا حکم اور اجمیر و دلّی حاضری:۔

بابا صاحب کی مریدی میں آنے کے بعد بابا انور شاہ تاجی بابا صاحب سے اور قریب ہوتے جا رہے تھے۔ بابا ذہین شاہ تاجی کی خصوصی چشمِ کرم آپ پر تھی۔ بابا صاحب آپ کی شخصیت کو روحانیت میں تپا کر سونا بنانے کے خواہشمند تھے۔ بابا صاحب نے 1963ء میں آپ کو اجمیر شریف، دلی اور ناگپور میں سلسلۂ عالیہ تاجیہ کے ستونوں کی زیارت کو بھیجا (21) تا کہ بابا انور شاہ تاجی ان بزرگوں کے روحانی فیض سے فیضیاب ہوں اور وہ سلسلۂ عالیہ تاجیہ سے مزید قریب ہوں اور یہ روحانی لگاؤ اور مضبوط ہو جائے۔

ان زیارتوں سے فیضیاب ہو کر بابا انور شاہ تاجی واپس کراچی آگئے۔ یہ 31 جنوری 1963ء کا دور تھا۔(22)

۱۳۔ روحانی انقلاب:۔

بابا انور شاہ جب دلی، ناگپور، اجمیر شریف سے فیضیاب ہو کر واپس پلٹے تو آپ کے دل کی دنیا اس روحانی فیض سے منور ہو کر چمک رہی تھی اور جس مقصد کے حصول کے لئے بابا ذہین شاہ تاجی نے آپ کو زیارات پر بھیجا تھا۔ وہ مقصد کافی

حد تک پورا ہو گیا تھا۔ اس سفر سے واپسی پر مال و دولت سے بے رغبتی اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی اور وہ ہر طرح کی مشکلات مصائب و آلام سے نمٹنے اور اپنا سب کچھ قربان کر دینے کی صلاحیت سے مالا مال ہو چکے تھے۔ (23)

۱۴۔ اہلِ خانہ کی روک ٹوک اور دھمکیاں:۔

بابا انور شاہ تاجی کی زندگی اس روحانی انقلاب کی بدولت بدلتی چلی جا رہی تھی۔ خاندان کے افراد ان سے بہت دور ہو گئے تھے۔ اہلِ خانہ کے اس رویہ کا ان کو ذرا بھی رنج نہیں تھا۔ کیونکہ جس کی خاطر انہوں نے یہ سب کیا تھا وہ اسی کی رضا میں راضی اور خوش تھے۔ والد کا غصہ اور ناراضگی اپنے عروج پر پہنچ گئی اور نوبت یہاں تک آ گئی کہ والد نے دوٹوک انداز میں کہہ دیا کہ اب انور شاہ کو فیصلہ کرنا ہو گا کہ وہ کاروبار، دولت و شہرت کو اختیار کرتے ہیں یا باباصاحب کو۔ حسن علی پیر بھائی یہ سمجھتے تھے کہ ایک تاجر کے لئے تجارت سے اہم کوئی چیز نہیں ہوتی مگر وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ ان کا بیٹا جو تجارت کرنے جا رہا تھا اس میں مال و دولت کا کوئی عمل دخل نہیں، بابا انور شاہ تاجی دنیاوی حرص و ہوس سے بالکل خالی تھے۔ انہوں نے بنا کسی ہچکچاہٹ کے اپنے باباصاحب کو چن لیا اور ہر قسم کی خاندانی دولت، آرام، گھر غرض کہ ہر ضروریاتِ زندگی سے محروم کر دیئے گئے۔ (24)

اس محرومی و تنگدستی نے بھی بابا انور شاہ تاجی کے دیرینہ لگاؤ میں جو انہیں بابا ذہین شاہ سے ہو گئی تھی۔ کوئی فرق نہ ہوا بلکہ یہ محبت سب کچھ چھن جانے کے بعد اور بڑھ گئی حسن علی پیر بھائی کی یہ کوشش بھی باباصاحب کو واپس اس دنیا میں آنے پر مجبور نہ کر سکی۔ اب انہوں نے تنگ آ کر بابا انور شاہ تاجی کو خانقاہِ تاجیہ چھیننے کی دھمکیاں دینی شروع کیں جب بابا انور شاہ تاجی پر دھمکیوں کا کچھ اثر نہ ہوا تو حسن علی پیر بھائی نے عملی اقدامات کرنے پر توجہ مرکوز کر دی۔

۱۵۔ حسن علی پیر بھائی کے عملی اقدامات:۔

حسن علی پیر بھائی نے محض دھمکی پر اکتفانہ کیا بلکہ اس دھمکی کو حقیقت میں تبدیل کرنے کے لئے عملی طور پر میدانِ عمل میں آ گئے۔ انہوں نے ایک منصوبہ ترتیب دیا۔ جس کے تحت کرائے کے غنڈوں کی مدد سے خانقاہ عالیہ تاجیہ پر طاقت کے بل پر قبضہ کر لیا گیا۔ لیکن یہ تمام تر کاروائی غیر قانونی اور ذاتی عناد کی بنا پر کی گئی تھی۔ لہٰذا اس کو قائم رکھنا ناممکن تھا۔ پولیس کو اس واقعے کی رپورٹ دی گئی تو پولیس نے کاروائی کر کے اگلے ہی روز خانقاہِ تاجیہ کا قبضہ غنڈوں سے

چھڑا لیا اور خانقاہِ تاجیہ دوبارہ بابا صاحب کے ہاتھوں میں آگئی اور اس عملی اقدام کے نتیجے میں بھی حسن علی پیر بھائی بابا انور شاہ کو واپس لانے میں بری طرح ناکام ہو گئے۔(25)

۱۶۔ دیوانی مقدمے:۔

جب یہ تمام ہتھکنڈے بابا انور شاہ تاجی کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو حسن علی پیر بھائی نے دیوانی مقدموں کا سہارا لینے کی کوشش کی حسن علی پیر بھائی نے ان دیوانی مقدمات کے لئے نامور و مشہور وکلاء کا انتخاب کیا پیسہ صرف وکلاء پر نہیں بلکہ سلسلۂ تاجیہ کی ساکھ خراب کرانے، بابا ذہین شاہ تاجی کو خانقاہ عالیہ تاجیہ سے بے دخل کرانے، مریدوں اور اہل سلسلہ کی وفاداریاں خریدنے میں بھی پانی کی طرح بہایا گیا۔

بابا ذہین شاہ تاجی کی سجادگی پر طرح طرح کے سوال اُٹھائے گئے اور یہ ثابت کرنے کی ہر طرح سے کوشش کی گئی کہ بابا ذہین شاہ تاجی کسی طرح بھی سجادگی کے اہل نہیں ہے۔ سجادگی بابا یوسف شاہ تاجی کی اولاد کا حق ہے۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے بابا ذہین شاہ تاجی پر دیوانی مقدمے کرائے گئے۔ پس پردہ عزائم یہ تھے کہ بابا ذہین شاہ تاجی بھی بابا انور شاہ تاجی سے عاجز ہوں اور انہیں خود ہی واپس آنے پر مجبور کردیں پر بابا صاحب اور بابا انور شاہ تاجی کے تعلقات میں یہ مقدمے بھی کوئی دراڑ نہ ڈال سکے۔ یہ مقدمے سول جج کی عدالت میں دائر کئے گئے تھے۔ معاملات دن بدن اتنے سنگین کردیئے گئے کہ نوبت یہ آگئی کہ مقدمے کی سپردگی سپریم کورٹ کو کردی گئی۔

مقدمہ ہائی کورٹ میں جسٹس کھرل کی عدالت میں زیرِ سماعت تھا۔ بابا صاحب کے قدمِ مبارک کمرۂ عدالت میں داخل ہوتے ہی جج اپنی کرسی سے احتراماً کھڑا ہوا اور استفسار کیا کہ بابا صاحب کی موجودگی میں وہ کمرۂ عدالت میں بیٹھے رہنے کی لغزش نہیں کرسکتا۔ لہٰذا بابا صاحب خود کمرۂ عدالت سے باہر آگئے۔ یہ ہی مناظر سلسلۂ تاجیہ کے دورے کے وقت شدت سے نظر آئے کہ جسٹس صاحب بابا ذہین شاہ تاجی کے ادب واحترام سے لبریز تھے۔ کبھی بھی ان کی بے ادبی کے مرتکب نہ ہوئے۔ ان تمام حالات وواقعات کے پیشِ نظر حسن علی پیر بھائی کے حامی ومددگار ہمت ہارنے لگے۔(26)

۱۷۔ سپریم کورٹ میں مقدمے کی سماعت اور بابا صاحب کے حق میں فیصلہ:۔

ہائی کورٹ نے بابا ذہین شاہ تاجی کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس فیصلے نے حسن علی پیر بھائی کی ہمت توڑدی۔ حسن علی

پیر بھائی نے اس بار سپریم کورٹ کا سہارا لیا اور اس بار انہوں نے مقدمے کو مضبوط بنانے کے لئے بابا یوسف شاہ تاجی کے فرزند کا سہارا لیا اور ان کو بطور مدعی پیش کیا گیا۔ مقدمے کی جانبداری میں مزید اضافہ کرنے کے لئے پیش قیمت دولت سلسلۂ تاجیہ کے لوگوں کو خریدنے میں صرف کی گئی۔ بالآخر فیصلے کی گھڑی بھی سر پر آگئی۔ 6 اکتوبر 1964ء کا دن تھا۔ (27) اس دن حق و باطل کے درمیان ہونے والے معرکے کا فیصلہ ہونا تھا۔ اور بالآخر سپریم کورٹ نے باباصاحب کو ان تمام بے بنیاد اور من گھڑت مقدموں سے بری کر دیا اور حق و باطل کی اس شدید کشمکش میں حق کی فتح ہوئی اور باطل نے ایک بار پھر منہ کی کھائی۔

۱۸۔ والد (حسن علی) کی وفات:۔

بے انتہا پیسہ خرچ کرنے کے باوجود بھی حسن علی پیر بھائی بابا انور شاہ تاجی کی محبت میں رتی برابر بھی کمی نہ لا سکے اور نہ ہی بابا ذہین شاہ تاجی کے مقام و مرتبے میں کوئی کمی ہوئی۔ اس مقدمے کے ہارنے سے حسن علی پیر بھائی کو شدید دھچکا لگا اور غم و غصہ سے نڈھال ہو گئے اور فیصلے کے اگلے روز یعنی 7 اکتوبر 1964ء کو انہیں دل کا شدید دورہ پڑا۔ جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے اور اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ (28)

۱۹۔ خاندانی کاروبار سے محرومی و گذر اوقات میں تنگی:۔

آیت:۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے جان و مال کو خرید لیتا ہے جنت کے عوض۔ (29)

طریقت کی منزل انسان کو تھالی میں رکھ کر نہیں ملتیں اس کے لئے بے شمار قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اپنا مال و دولت، آرام و سکون، آسائش سب قربان کرنا پڑتا ہے۔ بابا انور شاہ تاجی بھی طریقت کی منازل طے کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار تھے۔ بابا ذہین شاہ تاجی سے تعلق رکھنے کی خاطر بابا انور شاہ تاجی خاندانی جائیداد و کاروبار میں اپنے جائز حق سے بھی دستبردار ہو گئے۔ جس کے باعث انہیں تنگی نے گھیر لیا۔

عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب حماد بن سلمہ ثابت حمید حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تکلیفوں سے گھری ہوئی ہے جبکہ دوزخ نفسانی خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔ (30)

۲۰۔ باباصاحب کے حکم پر کاروبار کا از سر نو آغاز:۔

زندگی مصائب وآلام سے گزر رہی تھی اور طریقت کی راہیں منزل پر پہنچنے کے لئے روز ایک نیا امتحان لے رہی تھیں۔ یہ 1965ء (31) کا زمانہ تھا۔ اس دور میں کپاس کی قلت تھی۔ کوئی بھی تاجر کپاس فراہم نہیں کر سکتا تھا۔ اسی سال ای پی آئی ڈی سی کا ایک تجارتی وفد کراچی آیا۔ ان کے آنے کا مقصد کپاس خریدنا تھا۔ سب جگہ سے مایوس ہونے کے بعد ان کی نگاہوں نے انور بابا کو تلاش کیا۔ انور شاہ تاجی اس مطالبے کو پورا کرنے کے لئے رضامند ہوگئے۔ حامی بھرتے ہی باباصاحب کو اس امر کی اطلاع دی اور باباصاحب کے پاس حاضری دی باباصاحب کو تمام حالات وواقعات کی خبر دی اور اپنی تنگدستی کا احوال سنایا کہ انہوں نے سودے کی حامی تو بھری ہے مگر ان کے پاس سرمایہ اتنا نہیں کہ وہ اس سودے کو پورا کریں۔ اس پر باباصاحب نے انہیں 1286 (32) روپے عنایت کیئے۔ اس قلیل رقم سے باباصاحب نے آپ کو دراصل ایک عظیم منافعے کی نوید دی تھی۔ نیشنل بینک میں اکاؤنٹ کا کھلنا ہی تھا کہ بینک نے بلا تاخیر باباصاحب کو قرضہ دے دیا۔ یہ کاروبار بابا انور شاہ تاجی نے بابا ذہین شاہ تاجی کی منشاء سے فروری 1965ء میں شروع کیا۔ (33)

واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (آیت) (34)

۲۱۔ باباصاحب کی دعا سے کاروباری عروج:۔

بابا ذہین شاہ تاجی نے اپنی دعا سے جس کاروبار کا آغاز کرایا جو ننھے سے پودے سے تناور درخت بنتا جارہا تھا۔ ابتدائی چھ مہینوں میں ہی بابا انور شاہ نے پندرہ لاکھ روپے کا منافعہ کمایا۔ جلد ہی محنت، لگن، دیانتداری، امانتداری اور سب سے بڑھ کر اپنے شیخ کی دعا سے بابا انور شاہ تاجی کا کاروبار دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ پہلے یہ کاروبار ترقی کرتے کرتے پاکستان میں پھیلا پھر بنگلہ دیش، یورپ، امریکہ وغیرہ میں پھیل گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے انور صاحب جو تنگدستی سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ اب پھر سے ان کا شمار رئیسوں میں ہونے لگا۔ یہ بابا ذہین شاہ تاجی کی دعا اور چشم کرم ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ جو کچھ بابا انور شاہ ان کے لئے چھوڑ کر آئے تھے۔ انہیں اس سے بھی کہیں بہتر عنایت کر دیا اور پھر سے بابا انور شاہ تاجی کاٹن کے کاروبار میں راج کرنے لگے۔ کاٹن کا کاروبار تو اپنے عروج پر تھا ساتھ ہی انور علی نے دیگر چھوٹے کاروبار بھی شروع کر دیئے۔ کہاں انور صاحب کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا کہ وہ ایک کاروبار بھی کر سکیں۔ اب وہ اپنے پیرومرشد کی چشم کرم سے بیک وقت کئی کاروباروں کے مالک بن گئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس نے کسی بھی مومن سے دنیا کی تکالیف میں سے کسی تکلیف کو دور کیا اللہ قیامت کے دن کی تکالیف میں سے ایک بڑی تکلیف کو دور فرمائیں گے۔ جس نے کسی تنگدست پر آسانی کی اللہ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا۔(35)

۲۲۔ رفاہِ عامہ اور سلسلہ عالیہ تاجیہ کی گرانقدر مالی خدمات:۔

باباانور شاہ تاجی مالی طور پر بے حد مستحکم ہو چکے تھے۔ دولت کی اس ریل پیل کے باوجود بھی درویشانہ طبیعت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ ہر وقت شیخ اور اہل سلسلہ کی خدمت کے لئے جان و مال سے تیار رہتے۔ باباذہین شاہ تاجی جو کچھ حکم فرمادیتے اسے فوراً بجالاتے۔ وہ باباصاحب کی دلی خواہش کی تکمیل ان کی زبان پر آنے سے پہلے ہی فرمادیتے تھے۔ باباانور شاہ تاجی نے سلسلہ عالیہ تاجیہ کے لئے جو رفاہ عامہ کے کام کیئے۔ ان کا احسان ہمیشہ سلسلہ تاجیہ اور اہل سلسلہ پر تا قیامِ قیامت رہے گا۔ باباانور شاہ تاجی کے رفاہِ عامہ کے چند کام درج ذیل ہیں۔

ا۔ پیرو مرشد باباذہین شاہ تاجی کے لئے کوٹھی کی خریداری:۔

سب سے پہلے انور شاہ تاجی نے باباذہین شاہ تاجی کی رہائش کو مزید بہترین بنانے کے لئے ایک کوٹھی لینے کا ارادہ کیا۔ وہ ہر حال میں باباذہین شاہ کو سب سے بہتر سہولیات دینے کے خواہشمند تھے۔ کیونکہ وہ اچھی طرح اس کو جانتے اور مانتے تھے کہ ان کا سب کچھ باباذہین شاہ کی دین ہے۔ اس غرض سے باباانور شاہ تاجی نے دو ہزار گز رقبے پر محیط ایک عالی شان کوٹھی باباصاحب کے لئے خریدی اور آمد و رفت کی دقت سے بابا کو دور رکھنے کے لئے کار بھی لے کر دی۔(36)

۲۔ اہل سلسلہ کی ملازمتوں کا بندوبست:۔

باباانور شاہ تاجی جتنی عقیدت و محبت باباذہین شاہ تاجی سے فرماتے تھے۔ اتنی ہی محبت و الفت ان تمام لوگوں سے بھی کیا کرتے جو باباذہین شاہ سے کسی نہ کسی طرح وابستہ تھے۔ آپ اہل سلسلہ کی پریشانیوں اور مشکلات پر کسی صورت بھی غافل نہیں تھے۔ کوئی کارخانہ لگاتے یا کوئی نیا کاروبار کرتے تو سب سے پہلے اہلِ سلسلہ کی طرف نظر کرنے اور ان کی ملازمتوں کا بندوبست کرتے تاکہ ان کا معیارِ زندگی بہتر ہو۔ ان کی محبت اللہ ہی کے لئے تھی۔(37)

حدیث:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن فرمائے گا۔ میری عظمت و جلالت کے لئے باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا، جس دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہو گا۔ (38)

۳۔ لاچاروں اور مجبوروں کے لئے وظائف:۔

حمیدی، سفیان، اسماعیل بن ابی خالد، زہری، قیس بن ابی حازم، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رشک (جائز) نہیں مگر دو شخصوں کی عادتوں پر، اس شخص کی عادت پر جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس مال پر ان لوگوں کو قدرت دے جو اسے (راہ) حق میں صرف کریں اور اس شخص (کی عادت) پر جس کو اللہ نے علم عنایت کیا ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے حکم کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس کی تعلیم دیتا ہو۔ (39)

بابا انور شاہ تاجی لاچاروں اور مجبوروں سے بھی کسی صورت غافل نہ تھے۔ ایسے لوگ جو کوئی بھی کام کاج کرنے سے قاصر تھے۔ ان کی مالی معاونت کی غرض سے خود ہی ان کے وظیفے مقرر فرما دیتے تاکہ وہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کے بجائے عزت دار زندگی گزار سکیں۔ (40)

۴۔ قرضِ حسنہ کی فراہمی:۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کی روح سے فرشتوں نے ملاقات کی تو انہوں نے کہا کیا تو نے کوئی نیک عمل کیا ہے اس نے کہا نہیں انہوں نے کہا یاد کر اس نے کہا میں لوگوں کو قرض دیتا تو اپنے جوانوں کو حکم دیتا کہ تنگ دست کو مہلت دو اور مالدار سے درگزر کرو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا تم بھی اس سے درگزر کرو۔ (41)

بابا انور شاہ تاجی نے کئی لوگوں کو ان کے پیروں پر کھڑا کرنے اور ان کا معیارِ زندگی بلند کرنے کے لئے قرضِ حسنہ کا حصول ممکن بنایا۔ بابا انور شاہ تاجی نے غیر مشروط اور بلا سود قرضے دیئے۔ (42)

۵۔ بابا یوسف شاہ تاجی کے مزار کی تعمیر:۔

باباانور شاہ تاجی نے محسوس کیا کہ باباذہین شاہ تاجی اپنے مرشد کی آرام گاہ کو مزید بہتر اور عالیشان بنانے کے خواہش مند ہیں تو باباذہین شاہ تاجی کی اس خواہش کی تکمیل کی غرض سے آپ نے بابایوسف کے مزار شریف کی دیدہ زیب وعالیشان تعمیر کرائی۔(43)

۶۔ خانقاہِ تاجیہ کی توسیع:۔

باباانور شاہ تاجی کی تمام تر توجہ اب سلسلۂ تاجیہ کے مرکز یعنی خانقاہِ تاجیہ میوہ شاہ کی طرف مرکوز تھیں۔ وہ اس کو بھی مزید وسیع، بلند وبالا اور نئے طرز سے بنانے کے خواہشمند تھے۔ لہٰذا انہوں نے فوراً ہی سلسلۂ تاجیہ کے مرکز یعنی خانقاہِ تاجیہ کی توسیع کے منصوبے پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ اس توسیعی منصوبے میں بلند دروازوں پر مشتمل تین منزلہ عمارت جو کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی، کی تعمیر عمل میں آگئی۔(44)

۷۔ تاج منزل کی از سر نو تعمیر:۔

بہار کالونی میں واقع تاج منزل سلسلۂ تاجیہ کا دوسرا اہم مرکز شمار کی جاتی تھی۔ اس کی عمارت معمولی طرز کی تھی۔ جس میں قلیل سہولیات تھیں۔ لہٰذا باباانور شاہ تاجی نے تاج منزل کی از سر نو تعمیر کرائی اور اس کو جدید سہولیات سے آراستہ کیا۔(45)

آپ نے جس احسن طریقہ سے سلسلہ تاجیہ کی ترقی و ترویج کے لئے کام کیا۔ اس کا تذکرہ زبان یا قلم سے ہونا مشکل ہے۔ آپ نے خانقاہ عالیہ تاجیہ کی تعمیر و توسیع کرائی۔(46) اور اس ایک نئی شکل دی۔

۸۔ اشاعت کے کاموں میں مالی وسائل کی فراہمی:۔

باباذہین شاہ تاجی کی سرپرستی میں سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی فروغ کے لئے نشرواشاعت کا کام بہت تیزی سے جاری تھا۔ اس اشاعت کے لئے کثیر رقم درکار تھی جو باباذہین شاہ تاجی کے کہنے پر باباانور شاہ تاجی نے مہیا کی۔(47)

۹۔ جامعہ تاجیہ کی منصوبہ بندی:۔

وتعاونوا علی البرّ والتقویٰ (48)

بابا ذہین شاہ تاجی جیسی ہمہ جہت علمی شخصیت سے ہر ایک واقف ہے۔ بابا ذہین شاہ تاجی جامعہ تاجیہ کی تعمیر کرانا چاہتے تھے۔ جہاں تشنگانِ علم اپنے علم کی تشنگی دور کر سکیں۔ جامعہ تاجیہ کی منصوبہ بندی معمولی کام نہ تھا۔ اس کے لئے بہت بڑے سرمائے کی ضرورت تھی۔ اس کام کے لئے بھی بابا انور شاہ تاجی سب سے آگے تھے۔(49)

۱۰۔فاتحہ کی محافل کا انعقاد:۔

بابا ذہین شاہ تاجی بابا انور شاہ تاجی کی عقیدت و احترام و والہانہ لگاؤ سے بخوبی آشنا تھے۔ لہذا فاتحہ خوانی کی محفلوں کے انعقاد کی ذمہ داری بابا انور شاہ تاجی کے سپرد کر دی گئی۔ بابا صاحب کی ہدایت کے مطابق بابا انور شاہ تاجی اس ذمہ داری کو بھی بحسن وخوبی نبھاتے رہے(50)

۱۱۔ عرس کی مالی ذمہ داری:۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول ﷺ سے پوچھا ہے، کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تم کھانا کھلاؤ، لوگوں کو سلام کرو چاہے تم پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔(51)

بابا ذہین شاہ تاجی کی سپرد کی ہوئی یہ ذمہ داری فقط فاتحہ خوانی کی محافل کے انعقاد تک محدود نہ رہی بلکہ بابا صاحب نے عرس کی عظیم الشان محافل کے انعقاد کی زیادہ تر مالی ذمہ داریاں انور شاہ کے سپرد کر دیں۔ جو انہوں نے بحسن وخوبی انجام دیں۔(52)

۱۲۔ تاج المساجد کی تعمیر:۔

بابا ذہین شاہ تاجی کے حکم پر بفر زون میں تاج المساجد کی تعمیر کرانا تھی۔ بابا انور شاہ تاجی نے اس مسجد کی تعمیر کے لئے سرمایہ دیا اور عالیشان مسجد تعمیر کرائی۔(53)

۱۳۔ذہین کو آپریٹو سوسائٹی:۔

ذہین کوآپریٹو سوسائٹی کے لئے زمین خریدنے کی غرض سے سرمایہ درکار تھا۔ اس زمین کو حاصل کرنے کے لئے بھی بابا انور شاہ تاجی نے مال و اسباب صرف کیئے (54)

۱۴۔ بفرزون دارالعلوم میں شفاخانے کا قیام:۔

حضرت تمیم بن اوس داریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "دین خیر خواہی ہے" ہم نے عرض کیا کس کے لئے؟ فرمایا: "اللہ کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمان پیشواؤں کے لئے اور عامۃ المسلمین کے لئے۔" (55)

بابا انور شاہ تاجی نے اپنے عہد سجادگی میں بفرزون کے دارالعلوم میں غریبوں اور ناداروں کے علاج کے لئے شفا خانہ قائم کرایا۔ جس میں مریضوں سے صرف پانچ روپے وصول کیئے جاتے تھے اور باقی کا تمام تر خرچہ شفاخانہ اُٹھاتا تھا۔

۲۳۔ بابا انور شاہ بابا ذہین شاہ تاجی کے سایۂ شفقت میں:۔

بابا انور شاہ تاجی طریقت کی راہ میں بابا ذہین شاہ تاجی کی خاطر اپنا سب کچھ لُٹا کر آئے تھے۔ باباصاحب نے بھی ان کو سب سے بڑھ کر چاہا۔ باباصاحب بابا انور شاہ سے بے انتہا الفت و عقیدت رکھتے کوئی بھی کام ہو سب سے پہلے بابا انور شاہ کو کہتے اور بابا انور شاہ اپنے شیخ کے ایک اشارے پر حکم کی تکمیل فرمادیتے۔ اتنا عرصہ بابا ذہین شاہ تاجی کے سایۂ شفقت میں گزارنے کے بعد بابا انور شاہ تاجی ہر رنگ ڈھنگ میں بابا ذہین شاہ تاجی کی طرح ہوگئے۔ ان کے چلنے، بیٹھنے، کلام کرنے، لباس، وضع و قطع سب بابا ذہین شاہ تاجی کی طرح ہوگیا ہم میں تم اور تم میں ہم گم ہوگئے ہوتے ہوتے ایک ہم تم ہوگئے اور ہر گزرتے دن کے ساتھ ان کی شخصیت میں روحانی تبدیلی نمایاں ہوتی جارہی تھی۔ بابا ذہین شاہ تاجی بھی ان کی قدم قدم پر رہنمائی کرکے انہیں آزمائشوں سے گزار کر سلسلۂ تاجیہ کی ابدی خدمت کے لئے تیار کر رہے تھے۔

محسن اعظم محسن ملیح آبادی فرماتے ہیں۔

"حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کی تربیت روحانی نے زندگی بدل کر بنی نوع انسان کے دکھ درد کا مسیحا بنادیا۔ حضرت تاج الاولیاء کی سنت پر گامزن کرکے لاکھوں بندگانِ خدا، اور روحانی اطمینان حاصل کرنے والوں کی پیشوائی کا منصب

سونپ دیا یہ خدا کی دین ہے جسے چاہے عنایت کر دے۔" (56)

وتعز من تشاء و تذل من تشاء بیدك الخير (57)

۲۴۔ سعادتمند اہل خانہ:۔

باباانور شاہ تاجی نے جب اپنے روحانی سفر میں اپنے مال و دولت رشتہ داروں کو خیر باد کہا اپنی آسائشوں کو قربان کر دیا تو وہیں ان کے اہل خانہ نے بھی صبر اور جرأت مندی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا روحانیت کے اس سفر میں باباانور شاہ جب سب کچھ خیر باد کہہ چکے تو پھر انہوں نے اپنی اہلیہ اماں نرگس سے اس کے متعلق ان کی رائے پوچھی کہ کیا وہ ایسی زندگی گزار سکیں گی جس میں عیش و عشرت کا گزر بسر نہ ہو تو انہوں نے بلا جھجک کہا کہ وہ مرتے دم تک باباانور شاہ تاجی کا ساتھ دینگی اور انہوں نے بھی اپنے آرام و آسائش کی قطعی پرواہ نہ کی۔ اللہ تعالٰی نے باباصاحب کو بہت سعادتمند اولاد سے نوازا۔ جنہوں نے ہمیشہ باباصاحب کے حکم پر سعادت مندی سے سر تسلیم خم کیا۔

اس آیت کامصداق ہوگئے۔

ربنا جعلنا من ازواجنا وزریاتنا قرة اعین (آیت) (58)

۲۵۔ آزمائش: کاروبار ڈوب گیا:۔

باباانور شاہ تاجی جو کچھ راہِ طریقت کے لئے لٹا کر باباذہین شاہ تاجی کے پاس آئے تھے وہ باباصاحب کی دعا سے کہیں زیادہ پا رہے تھے۔ مگر وقت ایک سا نہیں رہتا اور طریقت کی راہوں میں آنے والا وقت پچھلے سے کٹھن امتحان لیتا ہے۔ باباانور شاہ تاجی کی آسودگی اور دولتمندی کا یہ زمانہ تقریباً پانچ سال بتایا جاتا ہے۔(59) پانچ سال تک مالی طور پر بہت مستحکم رہے طریقت کی راہ میں انہیں ابدی دولت دینے کے لئے ایک دفعہ پھر ان کی دنیاوی دولت تنگ ہوئی۔ باباصاحب کی دعا سے کاروبار میں اتنی ترقی حاصل کی پر وقت کا دھارا پلٹا1970ء میں کاروبار اتار چڑھاؤ کے نتیجے میں ختم ہو گیا۔ یہ بابا انور شاہ کی بہت بڑی آزمائش تھی۔ کہ ایک بار پھر ان سے دولت چھن گئی تھی۔(60)

۲۶۔ تنگدستی و دشوار حالات:۔

سب کچھ چھن جانے کے بعد بابا انور شاہ تاجی کو انتہائی تنگدستی سے گزارا کرنا پڑ رہا تھا۔ لاکھوں کی تجارت کرنے والے لاکھوں کروڑوں کے قرضے تلے دب گئے تھے۔ عالیشان گاڑیوں میں سفر کرنے والے پیدل اور عوامی بسوں میں سفر کر رہے تھے۔ نوکروں چاکروں سے کام کرانے والے خود عدالت میں تکالیف برداشت کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں ان کی شخصیت میں ایک عظیم تبدیلی رونما ہو رہی تھی۔ وہ عام لوگوں کی تنگدستی و دشواریوں کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ اب سیٹھ انور شاہ عظیم الشان لباس کی جگہ عام و سادہ لباس میں ملبوس نظر آتے۔ عالیشان کوٹھی اب کرائے کے مکان سے تبدیل ہو گئی تھی۔ ان کی شخصیت مزید تبدیلی کی طرف گامزن تھی اس تنگی میں ان کا مال و اسباب لٹ چکا تھا۔ ان کے بیش قیمت اثاثے بھی قرضے میں بدل گئے تھے۔ لے دے کر صرف اماں نرگس کے زیورات ہی بچے تھے۔ وہ تمام مشکلات جو تنگدستی کی بدولت آتے ہیں۔ خود انور شاہ تاجی ان سے دوچار ہو کر مستقبل میں انہیں لوگوں سے دور کرنے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ (61)

۲۷۔ صبر جمیل کا اعلیٰ نمونہ:۔

ان اللہ مع الصابرین۔ (62)

طریقت کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا دینے کے بعد بھی بابا انور شاہ تاجی کی طبیعت میں ذرا بھی تلخی نمودار نہ ہوئی نہ ہی کبھی انہوں نے شکوہ کیا بلکہ انہوں نے رضائے الٰہی پر صبر کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ وہ اپنے حالات پر نوحہ کناں ہونے کے بجائے لوگوں کے دکھ درد کو بہتر طریقے سے سمجھ رہے تھے اور ہر تلخی اور آزمائش پر صبر جمیل کر رہے تھے۔ ایک بات کہ جو تنگدستی کے دور میں بھی بابا انور شاہ تاجی کی شخصیت میں نمایاں تھی وہ یہ کہ اپنے دکھ درد اور تکلیف کو بھول کر دوسروں کی تکالیف میں کمی کرتے۔ تنگدستی کے باوجود بھی غریبوں کی امداد میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔

۲۸۔ بابا ذہین شاہ تاجی کی تربیت:۔

تنگدستی اور دشواری کے اس دور میں بابا انور شاہ تاجی بابا ذہین شاہ تاجی سے مزید قریب ہوتے چلے جا رہے تھے اور بابا ذہین شاہ تاجی بھی ان کو اپنے زیر تربیت لے کر مستقبل کے لئے تیار کر رہے تھے۔ بابا انور شاہ تاجی تو اپنے مستقبل سے بے خبر تھے۔ مگر بابا ذہین شاہ تاجی اچھی طرح آگاہ تھے کہ ان کا یہ مرید آگے چل کر کتنے بڑے مقام و مرتبے پر فائز

ہونے والا ہے۔ کبھی بابا ذہین شاہ تاجی بابا انور شاہ تاجی کو اشارتاً آگاہ بھی کرتے۔ بابا صاحب کی باتیں اس قدر معنویت کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہوتی تھیں کہ فوراً کسی کو سمجھ میں آنا محال تھا۔ اسی طرح ایک بار بابا انور شاہ تاجی کو اشارتاً متنبہ کرنے کے لئے فرمایا۔

"میرے نام سے تیرا نام ہے، تیرے نام سے میرا نام" (63)

بابا ذہین شاہ تاجی مزید امتحان اور دشواریوں کے راستے سے گزار کر بابا انور شاہ تاجی کو مستقبل کے کٹھن مراحل کے لئے تیار کر رہے تھے اور ان کو طریقت پر چلنا سکھا رہے تھے۔ بابا انور شاہ تاجی تاجر تھے ایک مرتبہ ایک سستی زمین بکتی دیکھی تو بابا صاحب کی توجہ اس جانب مبذول کرانی چاہی کہ دو سو ایکڑ اراضی صرف تین سو روپے کی قلیل قیمت میں دستیاب ہے۔ بابا صاحب ان تمام چیزوں سے بے نیاز تھے فرمایا

"بیٹا یہ ساری زمین اور آسمان، سب اپنا ہی تو ہے" (64)

بابا ذہین شاہ تاجی درحقیقت اس اشارے سے بابا انور شاہ تاجی کو سمجھانا چاہتے تھے کہ مقام و مرتبہ دنیاوی جاہ و جلال، دولت و مال میں نہیں بلکہ اصل مقام و مرتبہ دنیاوی آسائشوں کو راہِ حق میں لٹا کر مخلوقِ خدا کی خدمت میں ہے۔ بابا انور شاہ تاجی بھی ان کی دی ہوئی ہدایتوں پر اپنا سر تسلیم خم کرتے جا رہے تھے۔

۲۹۔ شیخ کی خوشنودی کے لئے جد و جہد:۔

یہ بابا انور شاہ تاجی پر بہت مشکلات اور دشواریوں کا دور تھا۔ تنگدستی و مشکل میں بھی وہ ایک لمحہ بھی اپنے شیخ سے غافل نہیں ہوئے۔ اس مشکل میں بھی ہر وقت اپنے آرام و آسائش سے زیادہ ذہین شاہ تاجی کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے۔ انہوں نے زمین خریدی اس پر تعمیرات کرائیں، فلیٹ اور دکانیں اپنے ہاتھوں سے تعمیر کر کے انہیں کرائے پر چڑھایا خود مزدور بن کر کام کیا۔ مال و جان دونوں بابا صاحب کے لئے وقف کر دیں۔ سیٹھ انور عشق کے رنگ میں اس طرح رنگ چکے تھے کہ ان کے اندر کا تاجر بھی مر چکا تھا۔ بابا صاحب کی خوشنودی کی غرض سے انہوں نے معمولی مزدور کی حیثیت سے کام کیا یہ مثالی قربانی اس دور میں مفقود ہے۔ (65)

۳۰۔ باباصاحب کے حکم پر بیٹوں کی امریکہ روانگی:۔

باباانور شاہ تاجی پر آزمائشی دور ختم نہ ہوا ہر آنے والا دن ایک نئی آزمائش لے کر نمودار ہو رہا تھا۔ باباانور شاہ تاجی اپنی چھوٹی سے چھوٹی پریشانی میں بھی باباصاحب سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ باباانور شاہ تاجی ان دنوں بڑے بیٹے کی تعلیم کے متعلق پریشان تھے وہ اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کرنے کے خواہشمند تھے۔ مگر مالی حالات کی وجہ سے انہیں اپنا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ باباانور شاہ تاجی دکھ و غم کی اس کیفیت میں باباصاحب کے پاس آئے باباصاحب ان کے درد کو جانتے تھے۔ حکم صادر کر دیا کہ امریکہ میں پڑھائی کے لئے بھیج دو۔ یہ امر باباانور شاہ کے لئے بہت محال تھا نہ دولت تھی اور نہ ہی کوئی ایسی جائیداد تھی جسے بیچ کر باباصاحب کے حکم کی تکمیل کرتے۔ اب بس ایک ہی چارہ باقی تھا کہ اماں نرگس کے زیورات کو فروخت کر کے باباصاحب کے حکم کی بجاآوری کی جائے۔ اماں نرگس خود بھی پیکر صبر و وفا تھیں۔ ذرا بھی اپنے زیورات کی پرواہ نہ کی اور فوراً ہی باباصاحب کے حکم پر اطاعت و فرمانبرداری سے زیور دے دیا بالآخر زیور بیچ کر باباانور شاہ نے اپنے بڑے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ بھیج دیا۔ دو سال کی قلیل مدت گزرتے ہی چھوٹے بیٹے نے ثانوی پاس کر لی۔ اس مرتبہ بھی باباانور شاہ خود سے کوئی قدم اُٹھانے سے قاصر تھے۔ لہٰذا باباصاحب سے رہبری طلب فرمائی تو باباصاحب نے چھوٹے بیٹے کے متعلق بھی امریکہ بھجوانے کا کہہ دیا۔

حالات اب بھی بالکل وہی تھے۔ مال و دولت کی تنگی اس مرتبہ بھی اماں نرگس کا امتحان ہوا انہیں اپنے بقیہ زیور کی قربانی بھی دینی پڑی۔ اس میں بھی انہوں نے انتہائی صبر، ایثار، فرمانبرداری اور اطاعت کا پیکر بن کر سب کچھ دے دیا اور یوں چھوٹے بیٹے شمس کو بھی باباصاحب کے حکم پر امریکہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ (66)

۳۱۔ تکمیلِ حکم کا ثمر:۔

اولیاء کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ بابا ذہین شاہ تاجی کے حکم کی مصلحت آنے والے وقت نے ظاہر کی بابا ذہین شاہ تاجی کے حکم کی تکمیل باباانور شاہ تاجی تنگدستی میں بھی بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ بیٹوں کو اس مشکل وقت میں امریکہ بھیجنا اور ان کے تعلیمی اخراجات کا ازالہ کرنا بہت دشوار امر تھا اور کسی آزمائشی مرحلے سے کم نہ تھا لیکن باباانور شاہ تاجی پیکرِ اطاعت بن کر باباصاحب کے ہر حکم کی بجاآوری میں مصروف تھے۔ تکمیل حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ اولاد بہترین تعلیم سے آراستہ ہو گئی۔ مغرب کی چکاچوند میں مرعوب ہونے کے بجائے وہاں بھی فرمانبرداری اور

اطاعت گزاری کے شعار کو اپنایا اور خوب کامیابیاں حاصل کیں۔ اولاد اب اتنی مستحکم اور مضبوط ہوگئی تھی کہ امریکہ جیسے ملک میں بڑی عمارتوں کی مالک بنی۔ وہ سب کچھ جو یہاں بابا انور شاہ نے بابا صاحب کے لئے نذر کیا تھا۔ اس سے بھی کہیں بڑھ کر ان کی اولاد کو امریکہ میں ملا جس کا تصور بھی کرنا محال تھا۔ یہ بابا انور کی اطاعت گزاری کی بدولت ہوا کہ انہوں نے مصائب میں بھی شیخ کی اطاعت گزاری میں کوئی کمی نہ کی۔ (67)

۳۲۔ فنافی الشیخ:۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ بابا انور شاہ تاجی کا تعلق بابا صاحب سے اور مضبوط ہو رہا تھا ان کا عشق اور کامل ہو رہا تھا۔ انہوں نے اپنا سب کچھ بابا صاحب کے لئے لٹادیا۔ مال واسباب کے چھن جانے کی پرواہ نہ کی، والد نے قیمتی جائیداد سے بے دخل کیا تب بھی یہ تعلق کمزور نہ ہو سکا۔ وہ اب انور سیٹھ کو کوسوں دور چھوڑ آئے تھے اب یہ انور سیٹھ نہیں بلکہ صرف انور ذہینی رہ گئے تھے۔ شاید یہ شعر بابا صاحب نے انور شاہ کے متعلق ہی کہا ہو گا۔

؎ تم میں ہم اور ہم میں تم گم ہو گئے ہوتے ہوتے ایک ہم تم ہو گئے

بابا انور شاہ تاجی اب صرف مرید ہی نہیں بلکہ وضع قطع ہر رنگ میں بابا ذہین شاہ تاجی بن گئے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں سلسلہ عالیہ تاجیہ اور بابا صاحب کے ہو گئے تھے۔ غرض کہ بابا انور شاہ تاجی فنافی الشیخ ہو گئے تھے ان کی اپنی شخصیت ختم ہو گئی تھی۔ صرف ان کے اندر ایک شخصیت رہ گئی تھی وہ تھی بابا انور شاہ تاجی آنے والے وقتوں میں سلسلہ عالیہ تاجیہ کے وارث۔

محسن اعظم محسن ملیح آبادی تذکرہ فرماتے ہیں۔

"جناب محمد عثمان صدیقی باباذہین شاہ تاجیؒ کے ایک نہایت ثقہ اور جان نثار مرید ہیں۔۔۔۔ اکثر میرے غریب خانے کو رونق بخشتے ہیں۔ ایک دن تشریف لائے بزرگانِ دین کا ذکر چل پڑا، اس ضمن میں فنافی الشیخ مریدین کا ذکر آگیا۔ فرمانے لگے میں نے سینکڑوں ایثار پسند اور فنافی الشیخ مریدین کا اب تک ذکر ہی سنا ہے، لیکن مشاہدے میں اب تک صرف ایک ہی شخصیت ہے جو میرے پیر بھائی انور شاہ ذہینی دامت فیوضہم کی ہے جو حضرت بابا موصوف کے خلیفہ و سجادہ نشین ہیں ان کی ایثار و قربانیاں بے مثال ہیں، انہوں نے اپنے پیر و مرشد کے اشارہ چشم وابرو پر خود کو تن من دھن کے ساتھ قربان کر دیا۔ ان کے اس عمل میں ان کا کوئی

مثل نہیں وہ اس ایثار و قربانی کے باعث ان کے سجادہ نشین ہونے کے صحیح اہل ہیں"۔(68)

حضرت باباذہین شاہ تاجی بھی اپنے مرید کے جذبہ ایثار اور قربانی سے کسی صورت غافل نہیں تھے۔ باباصاحب نے باباانور شاہ کے متعلق فرمایا تھا۔

"موجودہ دور میں اگر فنافی الشیخ دیکھنا چاہتے ہو تو انور کو دیکھ لو۔"(69)

۳۳۔ باباذہین شاہ تاجی کا اعلانِ سجادگی:۔

یہ وہ وقت تھا جب باباذہین شاہ تاجی باباانور شاہ تاجی کی سجادگی کی تربیت مکمل کر چکے تھے۔ باباصاحب باباانور شاہ کو روحانیت میں اعلیٰ مرتبے پر فائز کرنا چاہتے تھے۔ باباصاحب اپنی سجادگی کے لئے انور پیر بھائی کا انتخاب کر چکے تھے۔ یہ انتخاب کیونکر نہ ہوتا انور پیر بھائی کوئی عام مرید نہ تھے۔ وہ بنالالچ و طمع باباصاحب کے سچے عاشق تھے وہ باباصاحب کے عشق میں گرفتار، اپنا تن من، دھن سب لُٹا چکے تھے۔ پر اب تک باباصاحب کی منشاء سے بے خبر تھے۔

31 مئی 1973ء(26ربیع الثانی1393ھ)(70) کا تاریخ ساز دن تھا۔ خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں جشن کا سماں تھا۔ اس روز چھبیسویں شریف کی محفل جاری تھی۔ باباذہین شاہ تاجی مسند نشین تھے۔ باباانور شاہ تاجی بھی باباذہین شاہ تاجی کے ہمراہ تھے۔ باباانور شاہ کو علم تک نہ تھا کہ ان کی دنیا میں ایک عظیم انقلاب ہونے جارہا ہے۔ چھبیسویں کی محفل اپنے عروج پر تھی باباذہین شاہ تاجی کی حالت متغیر سی تھی۔ ان کا چہرہ یکسر اپنے مرشدوں کے چہرے میں تبدیل ہو رہا تھا۔ حاضرین محفل بھی متذبذب تھے کہ اچانک باباذہین شاہ تاجی نے باباانور شاہ کی سجادگی کا اعلان فرمادیا اور ساتھ ہی تمام اہل سلسلہ کو اور سب سے پہلے اپنے اہلِ خانہ سے ان کی دست بوسی کرائی باباذہین شاہ تاجی نے باباانور شاہ تاجی کے سر پر اپنی دستار باندھ کر اور خرقۂ سجادگی عطا فرما کر انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلسلۂ تاجیہ کے لئے منتخب فرمالیا۔ اکثر لوگ باباصاحب کے اس فیصلے کو ان کی ذاتی منشاء گردانتے تھے جس کے جواب میں باباصاحب نے فرمایا

"انور کو سجادہ بنانے میں میرے نفس کو کوئی عمل دخل نہیں۔ میں تو حکم کی پیروی کرنے والا ہوں۔" (71)

باباانور شاہ تاجی کو باباصاحب نے وہ سب کچھ عطا کر دیا تھا جس کا تصور بھی انہوں نے اپنی زندگی میں نہ کیا تھا۔ شش و پنج کی کیفیت میں باباصاحب کے پاس آکے مؤدبانہ عرض کی

"آپ نے مجھے اپنا سجادہ نشین بنایا ہے میں اس اعزاز کے قابل نہیں ہوں۔"

بابا صاحب نے جواب اس طرح سے دیا کہ

"تجھے کچھ نہیں کرنا ہے، سارا کام میں ہی کرونگا۔" (72)

بابا ذہین شاہ تاجی نے سجادگی کے اعلان کے بعد زیادہ تر ذمہ داریاں اپنی ناساز طبیعت کے باعث بابا انور شاہ تاجی کے سپرد کردی تھیں اور بابا انور شاہ تاجی بابا صاحب ہی کی طرح ان ذمہ داریوں کو پورا فرماتے۔

بابا صاحب کی علالت کے باعث بابا انور شاہ کے اوپر عرس کی مکمل ذمہ داری عائد ہوئی اور انہوں نے ہر ذمہ داری کی طرح اسے بھی نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

۳۴۔ بابا ذہین شاہ تاجی کا وصال:۔

بابا ذہین شاہ تاجی اپنے فرائض بحسن وخوبی نبھارہے تھے 1976ء (73) میں بابا صاحب کو دل کا دورہ پڑا بابا ذہین شاہ تاجی کا علاج جاری تھا کہ بابا یوسف شاہ کا عرس آگیا آپ نے تمام تر ذمہ داریاں اپنے سجادہ نشین کے سپرد کردیں اور فرمایا

"بہت مضبوط ہے سب بوجھ اُٹھالے گا" (74)

بالآخر دو سال کی علالت کے بعد بابا ذہین شاہ تاجی 23 جولائی 1978ء بمطابق 16 شعبان 1398ھ کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ (75)

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

۳۵۔ باب ذہین شاہ تاجی کی تدفین کی مکمل نگرانی:۔

بابا ذہین شاہ تاجی کے وصال کے بعد جو سب سے بڑا مسئلہ در پیش ہوا وہ بابا صاحب کی تدفین کا مسئلہ تھا۔ بابا انور شاہ تاجی پر ہی تمام تر ذمہ داری تھی۔ ایک طرف تو پیرو مرشد کے پردہ فرمانے کا دکھ تو دوسری طرف لوگوں کا خانقاہِ عالیہ

تاجیہ میں تدفین کی مخالفت، بابا انور شاہ تاجی دکھ و مشکلات کے اس وقت میں بھی پیکر صبر و اخوت بنے رہے۔ تدفین کے لئے باباصاحب کی منتخب کردہ زمین کا انتخاب کیا۔ جس کے متعلق باباصاحب کے دو گواہوں یعنی بابا یوسف شاہ تاجی کے صاحبزادے اور خانقاہ تاجیہ کے ملازم گلاب شاہ نے آگاہ کیا۔ بابا انور شاہ تاجی اس رنج و الم میں انتہائی ہمت و جرأت سے تدفین کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور بالآخر بابا ذہین شاہ تاجی کو ان کی منتخب کردہ جگہ پیر و مرشد بابا یوسف شاہ تاجی کے پہلو میں خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ (76)

۳۶۔ بابا انور شاہ تاجی بحیثیت سجادہ نشین:

بابا ذہین شاہ تاجی کے وصال کے بعد بابا انور شاہ تاجی مسند نشین ہوئے اور اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ اپنے آپ کو خلقِ خدا کی خدمت میں وقف کر دیا اور خانقاہِ عالیہ تاجیہ کے ہو کے رہ گئے۔ بحیثیت سجادہ نشین بابا انور شاہ ذہینی تاجی نے بے شمار خدمات انجام دیں۔ (77)

ا۔ بابا ذہین شاہ تاجی کی جائیداد کی تقسیم:

بحیثیت سجادہ نشین بابا انور شاہ تاجی پر سب سے بڑی ذمہ داری بابا ذہین شاہ تاجی کی جائیداد کی ان کے ورثاء میں تقسیم تھی۔ بابا انور شاہ تاجی نے خود سے کوئی فیصلہ صادر نہ کیا بلکہ مشاورت کو ترجیح دی۔ کئی روز تک بابا ذہین شاہ تاجی کے اہلِ خانہ سے مشاورت جاری رہی پھر بابا ذہین شاہ تاجی کے اہلِ خانہ کے باہم متفق ہو جانے کے بعد ان کی جائیداد منصفانہ طریقے سے تقسیم کر دی گئی۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ سب کچھ بابا انور شاہ تاجی ہی کا دیا ہوا تھا۔

۲۔ بابا ذہین شاہ تاجی کے تبرکات کو محفوظ کرنا:

روحانی بزرگ اپنی ظاہری حیاتِ اقدس میں جو افعال سرانجام دیتے ہیں وہ عوام الناس کی بھلائی کے لئے ہوتے ہیں اور جب ظاہری حیات سے پردہ فرماتے ہیں تو جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ لوگوں کے لئے ابد الآباد تک سرچشمۂ رشد و ہدایت ہوتا ہے۔ اسی نظریہ کے پیشِ نظر بابا انور شاہ ذہینی تاجی نے محسوس کیا کہ بابا ذہین شاہ تاجی کے تبرکات کو محفوظ کر دیا جائے تاکہ اہلِ سلسلہ نہیں بلکہ عام لوگ بھی اس سے مستفید ہوں۔ یہ تبرکات دراصل سلسلۂ عالیہ تاجیہ کا قیمتی سرمایہ تھے۔ جس کو محفوظ کرنے کے لئے بابا انور شاہ ذہینی تاجی نے خانقاہِ عالیہ تاجیہ کی محبوب منزل کو منتخب فرمایا۔ بابا انور شاہ

ذہینی تاجی کے اس امر کی بدولت دور دراز سے آئے ہوئے لوگ، زائرین، اہل سلسلہ سبھی ان تبرکات کے فیض سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔(78)

۳۔ بابا ذہین شاہ تاجی کے خلاء کو پر کرنے کی کوشش:۔

بابا ذہین شاہ تاجی جس طرح سلسلہ عالیہ تاجیہ کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کے وصال سے ایک بہت بڑا خلا ہو گیا تھا۔ اس خلا کو پُر کرنا ہی در حقیقت بابا انور شاہ تاجی کا سب سے بڑا امتحان تھا۔ بابا انور شاہ تاجی نے بابا صاحب کے نقشِ قدم پر چلنے کی پوری کوشش کی تاکہ بابا صاحب کی کمی محسوس نہ ہو۔ آپ بھی بابا صاحب کی طرح جلد ہی لوگوں کے منظورِ نظر بن گئے۔ مرشد کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ کی طبیعت میں عجز و انکساری بدرجۂ اتم موجود تھی۔ سینکڑوں حاجت مند اپنی حاجت لے کر خانقاہِ عالیہ تاجیہ آتے اور بابا انور شاہ تاجی کی دعائیں ان کی حاجات پوری کر دیتیں۔ کبھی ان کی تعریف کی جاتی یا کوئی کرامت ظاہر ہو جاتی تو فوراً فرماتے:

"بابا صاحب چاہتے ہیں کرتے ہیں" (79)

بابا انور شاہ تاجی نے خانقاہِ تاجیہ کو اپنا گھر بنالیا تھا اب وہ اسی خانقاہ میں مسند نشین رہنے اور اپنا تمام تر وقت لوگوں کی فلاح و بہبود کے کاموں میں صرف کرتے۔

۴۔ رسالہ تاج کی باقاعدگی سے اشاعت:

سلسلہ عالیہ تاجیہ کی فروغ اور نشر و اشاعت کے لئے بابا ذہین شاہ تاجی نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ایک ماہنامہ رسالہ کا اجراء کروایا تھا۔ جسے وہ اپنی تمام تر حیات میں بڑی مہارت سے جاری کرواتے رہے۔ ان کے وصال کے بعد بابا انور شاہ تاجی بھی اپنی نگرانی میں رسالۂ تاج کو بڑی تندہی سے نکلواتے کبھی بھی اس رسالے کا ناغہ نہ ہوا۔ جس طرح بابا ذہین شاہ تاجی کی حیات میں نکلتا تھا اسی طرح بابا انور شاہ تاجی کی زیرِ نگرانی نکلتا رہا۔

۵۔ فصوص الحکم کے ترجمے کی اشاعتِ خصوصی و تقریبِ رونمائی:۔

بابا ذہین شاہ تاجی شیخ اکبر کے فلسفے کے سب سے بڑے مبلغ تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ فصوص الحکم کی شرح

تھا۔ باباانور شاہ تاجی نے فصوص الحکم کے اس ترجمے کی خصوصی اشاعت کا انتظام کیا اور جدید دور کے تقاضوں کو مدِّ نظر رکھ کر اس کی اشاعتِ ثانی کرائی۔ پھر باباصاحب کی علمی کاوش کو لوگوں میں اجاگر کرنے کی غرض سے اس کتاب کی تقریبِ رونمائی کی غرض سے ایک پر وقار تقریب منعقد کی جس کے لئے عظیم ادباء، شعراء، اہل دانش اور دیگر شعبہ جات کی بااثر شخصیات کو مدعو کیا گیا۔(80)

۶۔ تاج المساجد کی توسیع:۔

باباذہین شاہ تاجی کے ایماء پر اپنی مریدی کے زمانے میں باباانور شاہ تاجی نے تاج المساجد بفر زون میں بیش قیمت سرمایہ صرف کیا۔ اب اس مسجد کے لئے باباانور شاہ تاجی نے اپنی نگرانی میں توسیعی منصوبہ تشکیل دیا۔ جس پر عمل درآمد کرانے کی غرض سے سرمایہ مقرر کیا۔ تاکہ اس مسجد کی تعمیر و توسیع اس شایانِ شان طریقے سے ہو جس طرح ان کے پیر و مرشد باباذہین شاہ تاجی چاہتے تھے۔

۷۔ محافل اور عرسوں کے معیار میں بہتری:۔

خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں بے شمار محافل منعقد کی جاتی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت منگل، جمعرات اور چھبیسویں شریف کی محفلوں کو حاصل ہے۔ باباانور شاہ تاجی نے ان محفلوں کے انتظام کو خوب سے خوب تر بنایا۔ آنے والے شرکاء کے لئے بہترین لنگر کا انتظام کیا جاتا۔ حاضرین کے لئے بیٹھنے کا خاص طور پر اعلیٰ انتظام ہوتا۔ اس کے علاوہ عرس کی محافل بھی خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں بہت پر وقار طریقے سے منعقد کی جاتی ہیں۔ یہ سلسلۂ عالیہ تاجیہ کے بزرگوں کے عرس مبارک کی مناسبت سے شعبان، ذی الحج اور محرم میں ہوتی ہیں۔ باباانور شاہ ذہینی تاجی نے ان اعراس کی تقریبات کا بھی معیار بلند کیا۔ حاضرین جو عرسوں میں شرکت کے لئے ملک کے طول و عرض سے آتے ان کی ضیافت کا بہترین انتظام فرماتے۔

۸۔ سلسلۂ تاجیہ کا فروغ:۔

باباانور شاہ تاجی نے سلسلۂ تاجیہ کی گرانقدر خدمت کی ہے۔ ان کا سب سے بڑا احسان جو اس سلسلے پر ہے وہ یہ کہ انہوں نے اپنے مرشد باباذہین شاہ تاجی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس سلسلے کے فروغ کے لئے بے شمار خدمات کیں۔

بابا انور شاہ تاجی کی اعلیٰ تربیت ' اعلیٰ اخلاق و کردار اور نرم مزاجی کی بدولت مریدوں میں دن بدن اضافہ ہونے لگا اور سلسلۂ تاجیہ کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔

۹۔ لاہور میں سلسلۂ تاجیہ کے مرکز کا قیام :

بابا ذہین شاہ تاجی کی دیرینہ خواہش تھی کہ سلسلۂ تاجیہ کے فروغ کے لئے ایک مرکز صوبہ پنجاب کے شہر لاہور میں قائم کریں۔ ان کی ظاہری حیات میں ان کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ بابا انور شاہ تاجی کی دن رات کی جدوجہد رنگ لائی اور بالآخر۔ سلسلۂ عالیہ تاجیہ کا مرکز لاہور شہر میں بھی قائم ہو گیا۔ بابا انور شاہ تاجی کی ہدایات پر خانقاہِ تاجیہ لاہور میں بھی ہر منگل و جمعرات کی محفلیں منعقد ہونے لگیں۔ اس کے علاوہ چھبیسویں شریف کی محفل بھی اس خانقاہ میں شایانِ شان طریقے سے منعقد ہوتی۔ اس خانقاہ میں عرس کی تقاریب نہیں ہوتیں۔ بابا صاحب کی زیرِ نگرانی عرس کی محفل خانقاہِ عالیہ تاجیہ کراچی میں ہوتیں اور لاہور کی خانقاہ کے مرید کراچی کی خانقاہ میں قیام پذیر ہوتے جہاں بابا انور شاہ تاجی کے حکم پر ان کی پر تکلف ضیافت کی جاتی اور ان کے قیام کا بھی اعلیٰ بندوبست کیا جاتا۔

۲۷۔ سفر امریکہ : ۔

بابا انور شاہ ذہینی تاجی کا ایک ایک سانس صرف سلسلۂ تاجیہ کی خدمت کا دم بھرتا تھا۔ بابا انور شاہ تاجی اپنے مریدین سے بے انتہا عشق رکھتے تھے۔ سلسلہ عالیہ تاجیہ کا فروغ ان کی زندگی کا اولین مقصد تھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے 1987ء(81) میں اپنے بڑے صاحبزادے کے ہمراہ امریکہ کا دورہ کیا۔

اس دورے کا مقصد بابا محی الدین کی کی ہوئی پیشگوئی کا ازالہ کرنا تھا۔ بابا محی الدین دراصل ایک صوفی بزرگ تھے جنہوں نے امریکا کی ریاست فلیڈیلفیا کو اپنا مرکز بنایا۔ ان کے اعلیٰ اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر ریاست فلیڈیلفیا کے سینکڑوں امریکی سفید فام باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ بابا محی الدین کا وصال دسمبر 1984ء(82) میں ہوا اور اپنے وصال سے قبل ایک بزرگ کی شکل میں دوبارہ آنے کی پیشگوئی کر کے گئے۔ جب بابا انور شاہ تاجی امریکہ گئے تو وہ مرید جنہوں نے حضرت محی الدین کے ہاتھوں پر بیعت کی ہوئی تھی سمجھ گئے تھے کہ بابا صاحب ہی وہ بزرگ ہیں جن کی پیشگوئی ان کے

مرشد اپنے وصال سے قبل کر کے گئے۔ لہٰذا باباصاحب کے ایئرپورٹ پر پہنچنے سے قبل وہاں انتظار کرتے رہے اور بابا انور شاہ تاجی کے امریکہ ایئرپورٹ پر اترتے ہی ان کا والہانہ استقبال کیا۔

بابا انور شاہ تاجی سے ان لوگوں کا رشتہ مضبوط ہونے لگا۔ عقیدت و محبت باباصاحب سے اس قدر بڑھ گئی کہ پھر اگلے برس بابا انور شاہ تاجی کو امریکہ آنے کا دعوت نامہ دیا اور باباصاحب نے ان کی اس عقیدت و محبت کا خیر مقدم بذاتِ خود اس سال یعنی 1988ء(83) میں امریکہ جا کے کیا۔

۳۸۔ بیرونِ ملک میں سلسلہ عالیہ تاجیہ کے فروغ کی کوششیں:۔

بابا انور شاہ تاجی کی کوششوں کی بدولت سلسلہ عالیہ تاجیہ صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ بیرونِ ملک بھی تیزی سے پھیلنے لگا۔ اس سلسلے میں آپ نے امریکہ کے دورے بھی کیے۔ بابا انور شاہ تاجی کی لگن اور کاوشوں سے سلسلہ تاجیہ پاکستان سے نکل کر ریاستِ فلیڈیلفیا تک گیا اور پھر ریاستِ فلیڈیلفیا سے نکل کر امریکہ کے طول و عرض، کینیڈا وغیرہ میں بھی پھیل گیا۔ اب سلسلہ تاجیہ کے عقیدت مند دنیا بھر میں موجود ہیں۔ بعض عقیدت مندوں کی عقیدت اور محبت تو دیدنی ہے کہ ہر سال عرس مبارک میں شرکت کے لئے دنیا کے کونے کونے سے آتے ہیں۔(84)

۳۹۔ بابا انور شاہ تاجی کے اخلاق و اوصاف: ۔

بابا انور شاہ تاجی مجسم اخلاق تھے۔ وہ بیشمار اوصاف سے مزین سلسلۂ عالیہ تاجیہ کے بہت مضبوط ستون ہیں۔ بابا انور شاہ تاجی کی طبیعت میں بردباری، اطاعت گزاری، صبر، توکل، رضائے الٰہی میں راضی رہنے کے لئے اعلیٰ اخلاق و اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے۔ بابا انور شاہ تاجی بے انتہا ملنسار اور خوشگوار طبیعت کے مالک تھے۔ دن رات سینکڑوں لوگ بابا انور شاہ تاجی سے ملنے کے لئے تشریف لاتے ہر ایک سے وہی خندہ پیشانی سے ملتے اور ہر آنے والا خواہ اجنبی ہی کیوں نہ ہو۔ آپ کے کلام سے اتنا متاثر ہوتا کہ پہلی ہی ملاقات میں آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور ہر ملنے والا یہ ہی گمان کرتا کہ بابا انور شاہ تاجی کی نظر میں بس اسی کی اہمیت ہے۔

بابا انور شاہ تاجی کا مقصد ہی بس مخلوقِ خدا کی خدمت تھا۔ جس کے لئے وہ ہمہ وقت کوشاں رہتے، پورا دن ضرورتمندوں کی فریادیں سنتے ان کی ضروریات پوری کرتے، غریبوں کے دکھوں کا مداوا کرتے، یتیموں اور بیواؤں کی

دستگیری کرتے اور کوئی بھی اگر آپ کے پاس آکر دستِ سوال بلند کرتا تو اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے' مریضوں کی تکلیف میں دوادے دیتے۔ جس سے وہ جلد صحتیاب ہو جاتے۔ باباصاحب دن رات وددو میں مصروف رہتے اکثر فرماتے تھے۔

"دن میں نے اوروں کے لئے وقف کر دیا ہے اور رات اپنے لئے رکھی ہے۔" (85)

غصہ و تلخ کلامی آپ کے مزاج کا حصہ نہ تھیں۔ ہمیشہ نرم مزاجی میں نمایاں رہتی تھی اور اگر کبھی غصہ آ بھی جاتا تو خاموش رہ کر اس کا اظہار فرماتے۔ ہر شخص کی مشکل میں اس کا سہارا بننے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ لوگوں کو نقش بھی دیا کرتے تھے۔ منگل، جمعرات اور چھبیسویں شریف کی محافل میں خود فاتحہ کا اہتمام کرتے اور تمام چیزوں سے قطع نظر ہو کر ٹھیک آٹھ بجے فاتحہ کا آغاز فرمادیتے۔

آپ ہمیشہ ہر کام میں سُنتوں کو مقدم رکھتے اور خود بھی کبھی متروکِ سنت نہ ہوئے۔ دنیاوی اسباب کی کبھی فکر نہ رہتی۔ دنیاوی مال و دولت سے ہمیشہ بے نیازی ہی آپ کی طبیعت کا خاصہ تھی اور بلا امتیاز ہر ایک کی خدمت کرتے ہر ایک کے لئے دعا کرتے۔

حضور غوث پاک کا فرمان ہے

"جو شخص حضور ﷺ کی ایک سنت کا تارک ہو اور خود کو پیر کہے تو اسے جوتے مارو۔"

کیونکہ وہ نفس کا بندہ ہے خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ

شیخ کے لئے جائز نہیں (گدی پر بیٹھنا جائز نہیں) جب تک اُس میں یہ بارہ خصائل کامل نہ ہوں۔ ستار، غفار، شفیق، رفیق، صادق، مصدق، امارا(نیکی کا حکم دینے والا) ، انہا(بُرے کام سے روکنے والا) ، سخی، قیام الیل، عالم اور شجیع۔(86)

۴۰۔ کشف و کرامات:۔

کشف و کرامات اولیاء اللہ سے ان کی ظاہری و باطنی حیات میں بوقتِ ضرورت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی اپنی کرامات کو ظاہر نہ کرتے بوقتِ ضرورت ان سے خود ہی وقوع پذیر ہو جاتی تھیں۔ بابا انور شاہ تاجی کی چند کشف و کرامات درج ذیل ہیں۔

ا۔ عورت کو قبل از وقت وفات آگاہ کرنا:۔

یہ واقعہ بابا انور شاہ تاجی کے ظاہری حیات سے پردہ فرمانے سے تقریباً ایک ہفتے قبل کا ہے۔ بابا انور شاہ تاجی خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں مسند نشین تھے۔ ایک عورت جس کا نام خالدہ خورشید تھا۔ بائیس رجب کو بابا انور شاہ ذہینی یوسفی تاجی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ وہ چادر چڑھانا چاہتی ہے۔ باباصاحب نے فرمایا کہ اگر چھبیسویں شریف کی محفل سے قبل کا ارادہ ہے تو دو چادریں لے کر آنا اور اگر چھبیسویں شریف کی محفل کے بعد کا ارادہ ہے تو پھر تین چادریں چڑھانا۔ عورت پریشان ہوئی اور باباصاحب کی مصلحت نہ سمجھ سکی۔ جب چھبیسویں شریف کی محفل کے بعد خانقاہِ تاجیہ چادر چڑھانے آئی تو خانقاہ میں تین بزرگانِ دین مدفون ہو چکے تھے۔ کیونکہ چھبیسویں شریف کی محفل کے بعد بابا انور شاہ تاجی اس جہانِ فانی سے پردہ فرما چکے تھے۔ جب ان تین چادروں کی مصلحت واضح ہوئی۔

۲۔ باباصاحب کے حکم سے ملازمت کی بحالی:۔

یہ واقعہ عبد الغفار صاحب کا ہے۔ حضرت بیان کرتے ہیں کہ عبد الغفار صاحب جس جگہ نوکری کرتے تھے۔ کسی اختلاف کی بنا پر ان کو ملازمت سے نکال دیا گیا۔ اپنی فریاد لے کر عبد الغفار بابا انور شاہ تاجی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بابا انور شاہ تاجی نے انہیں اپنے مؤقف پر قائم رہنے کی تلقین کی اور دعا فرمائی عبد الغفار اپنے گھر لوٹے تو مالک کو گھر میں پایا۔ جو ملازمت کی بحالی کی غرض سے ان کا انتظار کر رہا تھا۔

۳۔ دکھوں اور پریشانیوں کا مداوا:

بابا انور شاہ تاجی کا سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ ان کی ہمہ جہت شخصیت دکھوں اور پریشانیوں کا مداوا تھی جو بھی باباصاحب کے پاس فریاد لے کر آتا۔ باباصاحب کی چشم کرم سے فیضیاب ہوتے ہی دکھ، درد، پریشانی سب رفع ہو

جاتی۔ دنیا میں دردر بھٹک کر مایوس ہونے والے بابا انور شاہ تاجی کے پاس آتے بابا انور شاہ تاجی دعا کرتے تو فوراً ہی ان کا دکھ پریشانی دور ہو جاتی اور درحقیقت یہ ہی بابا صاحب کی سب سے عظیم کرامت ہے۔

۵۔ مقدموں سے نجات:۔

ایک شخص بابا انور شاہ تاجی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ بابا صاحب مقدموں کی طویل مدتی کی بنا پر پریشانی کا سامنا ہے۔ مخالفین اثر و رسوخ کی بدولت مقدمے کو طول دے دیتے ہیں جس کے باعث وقت اور پیسے دونوں ہی وافر مقدار میں خرچ ہو رہے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ ان دیوانی مقدموں سے جان چھٹ جائے۔ بابا انور شاہ تاجی سے دعا کرا کر جانے کے بعد اگلی ہی پیشی پر مقدموں کی آگے پیچھے سماعت کی تاریخیں مقرر ہوئیں اور تین سے چار پیشیوں پر ہی دیوانی مقدموں سے نجات مل گئی۔

۶۔ ویرانے کو آباد کرنا:۔

بابا انور شاہ تاجی جس وقت میوہ شاہ قبرستان کے پاس آکر سکونت پذیر ہوئے تو اس وقت وہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ دور دور تک وجودِ آدم کی خبر نہ ہوتی۔ بابا انور شاہ کے یہاں آباد ہوتے ہی لوگوں کا ہجوم ہر وقت آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتا گویا کہ ہر وقت چہل پہل، آمدورفت، جو پہلے مفقود تھی اب اس کا وجود دکھنے لگا تھا یہ سب بابا انور شاہ تاجی کا فیضان تھا۔ جس کی بدولت یہ ویرانہ بھی آباد ہو گیا۔

۱۴۔ بابا انور شاہ تاجی کے افکار و خیالات:۔

بابا انور شاہ تاجی عامل شریعت تھے۔ ان کے افکار و خیالات دین اسلام کے حقیقی ترجمان تھے۔ وہ ایک عاشق رسول ﷺ تھے جو کائنات کے آئینے میں اسی کے وجود کو جلوہ گر محسوس کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کو فخر موجودات اور زندہ و جاوید گردانتے۔ اولیاء اللہ کو اللہ کا مقرب اور وسیلۂ نجات جانتے اور انہیں وسیلۂ معرفت گردانتے اولیاء اللہ کے متعلق ان کا نظریہ ان ہی کے قلم سے درج ذیل ہے۔

"اولیاء اللہ کی زندگی کا مقصد صرف معرفتِ الٰہی کا عام کرنا ہوتا ہے اور معرفتِ الٰہی اتباعِ محمدی ﷺ اور

حقیقتِ محمدی ﷺ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کلمۂ توحید میں اللہ اور محمد ﷺ لازم وملزوم ہیں۔ اولیاء اللہ اس حقیقتِ محمدی ﷺ کو عام کرتے ہیں اور اسی طرح مخلوق کو خالق کے رنگ میں رنگتے ہیں۔" (87)
تمام اولیاء کرام کو عزت واکرام کی نگاہوں سے دیکھتے سب کو یکساں محترم گردانتے سلسلۂ تاجیہ سے والہانہ عشق کرتے سلسلۂ تاجیہ کے بزرگوں سے خصوصی لگاؤ تھا۔ اپنے پیر ومرشد سے ان کا عشق بے نظیر تھا۔ بابا انور شاہ تاجی کا اپنے مرشد سے والہانہ عقیدت ان کے اس جملے سے عیاں ہے۔

"Zaheen Shah Baba is everything for me. I see Allah in him"
"میرے نزدیک میرے بابا ذہین شاہ سب کچھ ہیں اور میں اللہ کو بھی انہی میں دیکھتا ہوں " (88)

۴۲۔ بڑے صاحبزادے امتیاز پیر بھائی کا وصال:۔

حضرت بابا انور شاہ تاجی اپنی ماں سے بے انتہا عشق کرتے تھے۔ اسی عشق میں گرفتار ہو کر ماں کی محبت انہیں کینیڈا لے جاتی جہاں ان کی والدہ ماجدہ کی مرقد تھی۔ اتنی مصروف تر زندگی ہونے کے باوجود بھی بابا انور شاہ تاجی اپنی والدہ کی قبر پر حاضری دیتے اور اس باقاعدگی میں کوئی مصروفیت آڑے نہ آتی۔ یہ غالباً 1991ء یا 1990 کی بات ہے کہ بابا انور شاہ تاجی والدہ کی مرقد پر حاضری کی غرض سے اپنے بڑے بیٹے امتیاز پیر بھائی کے ہاں مقیم تھے۔ امتیاز پیر بھائی کو دل کا دورہ پڑا جس سے حرکتِ قلب بند ہوگئی اور وہ جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ بابا انور شاہ تاجی نے بجائے پاکستان لانے کے امتیاز پیر بھائی کی تدفین کینیڈا میں کردی۔ اس واقعہ نے آپ کی طبیعت پر گہرا اثر ڈالا اور خاموشی آپ کے مزاج میں نمایاں ہوگئی (89)

۴۳۔ قبل از وصال ' اپنے وصال کی خبر دینا:۔

سلسلہ عالیہ تاجیہ کے بزرگوں کا کشف وکرامات اس قدر تھا کہ وہ اپنے وصال سے قبل اشاروں میں اپنے وصال کی خبر دے دیا کرتے تھے۔ بابا تاج الدین ناگپوریؒ، بابا یوسف شاہ تاجیؒ، بابا ذہین شاہ تاجیؒ، کی طرح بابا انور شاہ تاجی نے بھی قبل از وصال اپنے وصال سے لوگوں یعنی اہل سلسلہ کو خبر دار کیا۔

بابا انور شاہ تاجی نے اپنے وصال سے قبل کئی ایسے اشارے دیئے جن میں آپ کے وصال کی خبر پوشیدہ تھی۔ بابا انور شاہ تاجی نے 1975ء میں اپنے ایک مرید عبد الرحمن سے فرمایا تھا۔

"عبد الرحمن میں دسمبر کے مہینے میں خانقاہ میں رہنے کے لئے آیا تھا اور دسمبر میں ہی یہاں سے اُٹھوں گا۔" (90)

اپنے وصال سے قبل چھبیسویں شریف کی محفل کے بعد دیرینہ دوست اظہار رضوی سے تنہائی میں دیر تک گفتگو فرماتے رہے اشارے کنایوں میں اپنی وصیت سے آگاہ کرتے رہے جب اظہار رضوی صاحب رخصت ہونے لگے تو فرمایا۔

"اب میرا اچل چلاؤ ہے، شاید اس کے بعد ہماری ملاقات نہ ہو سکے" (91)

بابا انور شاہ تاجی نے اب اہلِ خانہ کو اطلاع دینی تھی۔ جیسے ہی اظہار رضوی رخصت ہوئے تو اہلِ خانہ کو اس امر کے لئے تیار کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہر طرف پریشانی ہی پریشانی ہے، میں پریشانیاں سہتے ہوئے تھک گیا ہوں اب میں نے اپنی درخواست بھجوا دی ہے۔" (92)

اپنی چہیتی اور لاڈلی بیٹی کو خواب میں آکر اطلاع دی۔ وہ اپنا خواب بتاتی ہیں کہ انہوں نے اپنے والد کو عرس کے لباس میں آسمان کی طرف جاتے دیکھا کہ وہ سات مرتبہ آسمان کی طرف جا کر آتے ہیں۔ آخری مرتبہ آنے میں دیر کر دیتے ہیں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کا وصال ہو گیا ہے۔ بیٹی اس بات پر روتی ہیں اتنے میں بابا صاحب آکر فرماتے ہیں۔

"تو روتی کیوں ہے میں واپس آگیا ہوں، اور تجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔" (93)

واپس جا کر آنے سے مراد بابا عاطف صاحب شاہ تاجی کی صورت میں ظاہر ہونا ہے۔

۴۴۔ بیٹی کی شادی:۔

1992ء میں بابا انور شاہ تاجی نے اپنی بیٹی مبینہ کی شادی عاطف شاہ سے طے کر دی اور یہ شادی شیریٹن ہوٹل میں بڑے ہی پروقار طریقے سے انجام پائی۔ اس شادی کی تقریب میں بابا انور شاہ تاجی کے چہرۂ مبارک پر ایک عجب سی روحانیت طاری ہوئی تھی اور یہ کیفیت کسی بڑے واقعے کا پیش خیمہ تھی۔

۴۵۔ بابا انور شاہ تاجی کا اعلانِ سجادگی: -

باباانور شاہ تاجی نے اپنی سجادگی کے تمام تر امور اپنے پیر و مرشد حضرت باباذہین شاہ تاجی کی دی ہوئی تربیت اور ان کی حیاتِ مبارکہ کے مطابق گزارے۔ اب وہ اپنے شیخ ہی کی طرح اپنی حیات میں ہی سجادہ نشین مقرر کرنا چاہتے تھے۔ سجادگی عنایت کرنا کوئی آسان امر نہیں باباانور شاہ تاجی کی نظریں سجادگی کے لئے عاطف شاہ پر لگی ہوئی تھیں۔ وہ لاہور میں سکونت پذیر تھے مگر خانقاہِ تاجیہ میں باباانور شاہ تاجی نے خود ان کی تربیت فرمائی تھی باباانور شاہ تاجی نے عاطف شاہ کی شادی اپنی بیٹی سے کی اور عین ولیمے کی رات باباانور شاہ تاجی نے اپنی دستار عاطف شاہ کے سر پر باندھی اور انہیں خود جُبۂ خلافت پہنادیا۔ گو کہ یہ دستار بندی اور جبۂ خلافت کی نوازش سجادگی کا اعلان تھا۔(94)

۴۶۔ باباانور شاہ تاجی کی علالت:۔

باباانور شاہ تاجی عارضۂ دل میں مبتلا تھے۔ معمولاتِ زندگی اس طرح کی تھی کہ جس میں آرام کو کوئی دخل حاصل نہ تھا۔ بے آرامی و مصروفیات کے باعث باباانور شاہ تاجی کے اس عارضے میں مسلسل اضافہ ہورہا تھا۔ عارضے میں شدت کے باعث معمول میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ وہی پورا دن مخلوقِ خدا کی دستگیری، وددو کا سلسلہ، محفلوں میں بذاتِ خود ہی فاتحہ پڑھتے۔ علالت کے باوجود بھی اپنے شیخ کے نقشِ قدم سے نہ ہٹے۔

۴۷۔ باباانور شاہ تاجی کا وصال:۔

یہ 26رجب المرجب تھی خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں جشن کا سماں تھا کیونکہ محفلِ چھبیسویں شریف ہونا تھی۔ محفل اپنے وقت پر شروع ہوئی۔ باباصاحب نے خود ہی مسند نشینی کی خود ہی فاتحہ پڑھی۔ محفل اپنے تمام تر لوازم کے ساتھ اپنے وقت پر اختتام پذیر ہوئی۔ باباانور شاہ تاجی محفل کے برخاست ہوتے ہی اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے اور اپنے قریبی مریدوں کے ساتھ لنگر تناول فرمایا اور چائے نوش کی باباصاحب کا خلفشار خون ناپا گیا اور ان کو اطلاع دی گئی تو ان کی زبانِ مبارک سے سبحان اللہ کے الفاظ جاری ہوئے اور ساتھ ہی آپ کی روح واصلِ حق ہو گئی۔

خانقاہِ عالیہ تاجیہ کا سورج جمعۃ المبارک و ہفتہ 30دسمبر اور 31دسمبر 1994ء کی درمیانی، شبِ معراج 27رجب المرجب کی شب یعنی 26رجب المرجب اور 27رجب المرجب کی درمیانی شب غروب ہو گیا۔(95)

جو لوگ بابا انور شاہ تاجی کے ہمراہ بیٹھے تھے وہ اب تک معاملہ سمجھنے سے قاصر تھے۔ کچھ نے قریبی ڈاکٹر سے رجوع کیا مگر پھر متفقہ رائے سے ہسپتال لے جایا گیا جہاں اس سانحے کی باقاعدہ طور پر تصدیق ہو گئی۔

۴۸۔ غسل و تدفین:۔

باباصاحب کے چھوٹے صاحبزادے جو کہ امریکہ میں مقیم ہیں ان کو مطلع کر دیا گیا۔ انہوں نے تدفین میں تاخیر نہ کرنے کو کہا۔ افتخار احمد عدنی نے باباصاحب کی وصیت بتائی جس پر سب نے اتفاق کیا اور باباعاطف شاہ تاجی کو سجادہ نشین کے منصب پر فائز کر دیا گیا۔ عاطف شاہ تاجی کو ہی بحیثیت سجادہ نشین تمام تر تجہیز و تکفین کی ذمہ داریاں پوری کرنا تھیں۔ بابا انور شاہ تاجی کا جسدِ خاکی خانقاہ کے صحن مبارک میں رکھا ہوا تھا۔ پھر چھت پر لے جا کر غسل دیا گیا، زائرین، مریدین کی اتنی بڑی تعداد دیدار کے لئے اُمڈی ہوئی تھی کہ اندازہ بھی محال ہے۔ باباعاطف شاہ کے حکم پر نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ بابا عاطف شاہ تاجی خود قبر مبارک میں اُترے اور اپنے ہاتھوں سے بابا انور شاہ تاجی کو قبر مبارک میں اتارا۔ (96)

۴۹۔ بابا انور شاہ تاجی کے چند اقوال:۔

بابا انور شاہ تاجی جس مسندِ خلافت پر تھے ان کی ہر ہر بات ہی فرمان کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ بے انتہا حکمت و علم والے تھے۔ ان کے علم و حکمت و دانش ان کے درج ذیل اقوال سے بہترین طور پر اخذ کی جا سکتی ہے۔

بابا انور شاہ تاجی نے اللہ والوں کی پہچان اس طرح بیان فرمائی

"اگر کسی اللہ والے سے ملنا ہو' تو دیکھو کہ وہ سچ بولتا ہے کہ نہیں۔ اللہ والا کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔ اب دیکھو کہ زمانے میں سچ بولنا کتنا مشکل ہے۔ اسی طرح اللہ والے کی تلاش بھی مشکل ہے۔" (97)

کونوا مع الصادقین(98)

باباصاحب بے انتہا عاجز طبیعت کے مالک تھے اپنی عاجزی کے اظہار میں فرماتے تھے۔

"لوگ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہے میں کرتا ہوں حالانکہ، میں کچھ نہیں کرتا ہوں، جو کچھ کرتے ہیں باباصاحب کرتے ہیں، میں کیا کر سکتا ہوں، لوگوں کا خیال غلط ہے۔" (99)

باباصاحب دل کے امراض کا علاج سورۃ اخلاص کو قرار دیتے تھے باباانور شاہ تاجی فرماتے تھے۔

"لوگ قُل ھُوَاللہُ اَحَد نہیں پڑھتے، دل کی بیماری کا علاج سورۃ اخلاص میں ہے، عرض کیا کہ لوگ تو پڑھتے ہیں مسکرا کر فرمایادل سے نہیں پڑھتے۔" (100)

باباانور شاہ تاجی فرماتے تھے۔

"شفادوامیں نہیں ہوتی۔ اس کی جو خاصیت ہوتی ہے۔ وہ تو ہے مگر شفااللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے۔" (101)

باباانور شاہ تاجی کسی بھی مرید یااہلِ سلسلہ کے احوال سے بے خبر نہیں تھے۔ سب کے احوال کو بخوبی جانتے تھے باباانور شاہ تاجی ایک دردِ دل رکھنے والی شخصیت تھے۔ جن کا دل ہر وقت مخلوقِ خدا کی خدمت کے لئے دھڑکتا تھا۔ زندگی کی آخری سانس تک آپ نے مخلوقِ خدا ہی کی خدمت کی باباانور شاہ تاجی فرماتے تھے۔

"درگاہ شریف آنے والا جب تک اپنے گھر نہیں پہنچ جاتا میں بے چین رہتا ہوں۔" (102)

۵۰۔ باباانور شاہ تاجی معاصرین کی نظر میں:

بابا انور شاہ تاجی ایسی سحر انگیز شخصیت کے مالک تھے جو بھی بابا انور شاہ تاجی سے ایک مرتبہ بھی ملا ان کی شخصیت کا معترف ہو گیا۔ ذیل میں درج تاثرات ان سے ملنے والی اہم شخصیات کے ہیں۔ جنہوں نے باباانور شاہ تاجی جیسی لازوال ہستی سے شرفِ ملاقات و گفتگو حاصل کیا۔

محسن اعظم محسن ملیح آبادی فرماتے ہیں۔

"اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ وہ ایک بیدار دل اور روشن عقل سالک ہیں۔ حضرت بابا رحمتہ اللہ علیہ کے تصرفِ روحانی کی روشنی میں ان کے مریدین اور عقیدتمندوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔"103

محمد امان اللہ تاجی رقمطراز ہیں۔

"حضرت باباانور شاہ تاجی رحمتہ اللہ علیہ حضرت باباتاج الدین تاج الاولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے واقعی مظہر تھے۔ حقیقی معنوں میں شہنشاہِ ہفت اقلیم کی مسند پر بیٹھتے تھے اور آپ کو وہی تصرفات حاصل تھے جو آپ کے پاس آتا اپنی مشکلوں اور تکلیفوں سے نجات حاصل کر لیتا خواہ وہ علمی ہوں، دنیاوی ہوں یا دینی ہوں۔" (104)

محسن اعظم محسن ملیح آبادی ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

"کسی بزرگ کی خلافت و سجادگی کا حق اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب سجادہ نشین پہلی منزل طریقت سے فنافی الشیخ تک پہنچ گیا ہو۔ مرشد کے رنگ میں اس طرح رنگ گیا ہو کہ مرشد و مرید میں بُعد شدید نہ ہو۔ اس میں اپنے مرشد کی صفات روحانی اور ذاتی کا انعکاس قوی موجود ہو۔ چنانچہ اس صفت کو ہم باباانور شاہ ذہینی میں موجود پاتے ہیں۔(105)

ڈاکٹر قطب الدین احمد بیان کرتے ہیں۔

"میری آنکھوں نے باباصاحب کی اس سجادگی میں باباصاحب کی عقیدت' جذبۂ خدمت' دلی لگن' کم سخنی اور دربار تاج الاولیاء کی نظم اور نسبت جس میں فاتحہ کا مقرر وقت پر شروع ہونا اور بہ نفسِ نفیس بآوازِ بلند ابتداء سے اور سلام تک فاتحہ پڑھنا ایک غیر معمولی ہمت اور شیخ کی عقیدت کا اظہار تھا۔"(106)

محمد امان اللہ تاجی بیان کرتے ہیں

"باباصاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک ایسے شفیق بزرگ تھے کہ اپنی شفقت و عنایت سے قلوب کو موہ لیتے تھے۔ ہر شخص یہی سمجھتا کہ حضرت مجھ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ خدمتِ خلق میں مشغول رہتے تھے۔ حاجت مندوں کی مالی امداد سفارش و کوشش میں حتی الامکان دریغ نہ کرتے تھے۔"(107)

۵۱۔ حرفِ آخر:۔

باباانور شاہ تاجی جیسی حیرت انگیز و سحر انگیز ہستیاں دنیا میں کئی صدیوں بعد جنم لیتی ہیں۔ ایک تاجر سے عام آدمی تک اور ایک سادہ مسلمان سے روحانی ہستی بننے تک کے اس کٹھن سفر میں باباانور شاہ تاجی نے اطاعت و فرمانبرداری کا جو نمونہ پیش کیا وہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ باباذہین شاہ تاجی کی محبت میں آپ نے اپنا مال، اپنی شخصیت،

خواہشات، آرام و آسائش سب قربان کر کے بس بابا ذہین شاہ تاجی کے ہو گئے اور ساری عمر شیخ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مخلوقِ خدا کے لئے وقف کر دی۔

؎ وردِ انور ذہین تاجی ہے   اسمِ اعظم ذہین شاہ بابا

بابا ذہین شاہ تاجی کے دیگر خلفاء:

بابا ذہین شاہ تاجی نے اپنے لطف و کرم سے کئی صاحبِ تصوّف اور صاحبِ علم شخصیات کو اپنی خلافت سے نوازا اور خود اپنے خلفا کا ذکر اپنی شہرۂ آفاق کتاب تاج الاولیاء میں فرمایا۔

۱۔ ہندوستان میں:

ہندوستان میں بابا ذہین شاہ تاجی نے جن لوگوں کو اپنی خلافت سے نوازا ان کے نام درج ذیل ہیں:
۱۔ مولانا عنایت اللہ فاضل دیوبند، خطیب مسجدِ لیاطیان، کھنڈیلہ   ۲۔ ملا عبدالرحمن، فتح طیبہ، جے پور
۳۔ قدرت اللہ شاہ فاروقی جھنجھنوں   ۴۔ ملا محمد سلیمان، صدر بازار، دہلی   ۵۔ عبدالمجید شاہ معروف چپ شاہ، اودئی (گنگاپور۔ بھارت)

۲۔ پاکستان میں:

پاکستان میں بابا ذہین شاہ تاجی نے بارہ اشخاص کو اپنا خلیفہ بنایا جن کے نام درج ذیل ہے:
۱۔ سید ظہور الحسین شاہ ظاہر یوسفی۔ ایم اے، ایل ایل بی (علیگ) ایڈوکیٹ ۲۔ اصغر علی خان یوسفی تاجی ملقب البیلے شاہ، بی۔ اے (علیگ) کراچی ۳۔ شوکت علی خان یوسفی تاجی چھتاروی۔ کراچی ۴۔ برکت علی خان یوسفی تاجی چھتاروی۔ کراچی ۵۔ رشید احمد خان یوسفی تاجی۔ کراچی ۶۔ ڈاکٹر سید محمد محمود احمد، پی۔ ایچ۔ ڈی (صدر شعبہ فلسفہ کراچی یونیورسٹی)

ڈاکٹر محمد محمود احمد

ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا

اور جسے عطا کی گئی دانائی تو یقیناً اسے دے دی گئی بہت بھلائی۔(108)

مرد مومن کون ہے ؟ اس بات کا اندازہ لگانا تو بہت مشکل ہے۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہترین مسلمان صحابہ کرامؓ ہیں کہ جنہوں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کی اتباع میں فنا کر لیا اور کبھی بھی اپنے قدم پیچھے نہ اُٹھائے۔ یہ دراصل حضور ﷺ کی فیضانِ نظر کا نتیجہ ہے کہ ان کو منتہائے کمال تک پہنچا دیا۔ یہ صرف اسی زمانے میں نہیں بلکہ آج بھی وہ فیض جاری و ساری ہے اور اللہ پاک کے برگزیدہ بندے آج بھی اس سے فیضیاب ہو رہے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو مرد مومن کہلائے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد محمود احمد صاحب کا شمار بھی ان چند لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے پیر و مرشد کی تربیت میں اپنی پوری زندگی مسلمانوں کی اصلاح میں گزار دی۔ آپ کے اندر فقر و درویشی کی صفات بھی پائی جاتی ہیں اور ساتھ ہی آپ ایک بہت بڑے فلسفی بھی ہیں اور اسی فلسفے کے ذریعے ہی اپنے طالب علموں تک اسلام کی اصل روح پہنچاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضور بابا ذہین شاہ تاجیؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وہ اپنے فلسفے کو اسلامی لبادہ پہنائیں اور فلسفیانہ طریق فکر کی بے راہ روی کو صراط مستقیم کے تابع کر دیں۔ ان کی یہ کوشش نہایت کامیاب تھی خدا کے فضل و کرم سے وہ اعلیٰ درجے کے فلسفی ہونے کے باوجود پورے مسلمان تھے۔ پورے مسلمان سے ہماری مراد یہی ہے کہ وہ ادخلو فی السلم کافۃ کے مسلک پر عامل تھے۔ اس طور پر کہ انہوں نے اعضاء و جوارح کو کلیت کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں پیش کر دیا تھا۔

* ان کی عقل بھی مسلمان ہو گئی تھی اور

* ان کی فکر بھی داخل اسلام ہو گئی تھی

- ان کے میلانات، رجحانات اور امیال و عواطف سب کے سب مشرف باسلام تھے۔
- ان کے علم و عمل سے تضاد رفع ہو چکا تھا۔
- وہ قولاً، فعلاً، حرکتاً، سکوتاً اسلام کے رنگ میں رنگین تھے۔
- ان کے یہاں انسان، کائنات، خدا کی تثلیث رفع ہو چکی تھی

جو نہایت پر مغز اس موضوع پر حاوی اور مرتب تھی۔ اسی طرح ایک محفل میں ذہین شاہ صاحب قبلہ نے میلادِ مبارک کے موضوع پر کچھ کہنے کا ارشاد فرمایا، ڈاکٹر صاحب فوراً تقریر کو کھڑے ہو گئے اور ایسی جامع تقریر کی جو موضوع کے لحاظ سے ظاہر اور باطن دونوں جہتوں پر مشتمل تھی اور اس تقریر کی یہ خصوصیت تھی کہ سامعین کی آنکھیں پر نم نظر آرہی تھیں۔)" (109)

بیعت و خلافت:۔

ڈاکٹر محمد محمود احمد صاحب سلسلۂ تاجیہ میں حضور قبلہ بابا یوسف شاہ تاجیؒ سے بیعت تھے اور آپ کی تربیت حضرت بابا ذہین شاہ صاحب نے کی۔ یہ انہیں کے انوار و برکات کا نتیجہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے باطن میں وہ روحانی کرنیں پیدا ہوئی کہ آج اتنے سال گزر جانے کے بعد بھی لوگ انہیں جانتے ہیں۔ انسان کے دل میں تمام کیفیات اور روحانی مقامات عشق سے ہی طے ہوتے ہیں۔ عشق ہی ایسا جذبہ ہے جو ہر کام کو آسان کر دیتا ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کا عشق ہی تھا۔ جو انہیں طریقت کی کٹھن منزلوں کو طے کراتے ہوئے فقر کے اعلیٰ مقام تک لے گیا۔ میجر آفتاب حسین صاحب کہتے ہیں۔

محمود بھائی صاحب کو کس درجہ عقیدت حضرت ذہین شاہ صاحب سے ہے۔ میں نے ایسی عقیدت کسی بھی شخص میں کسی دوسرے کے لئے نہیں دیکھی مجھ سے کہا کرتے تھے کہ میں تو حضرت کے حکم کا بندہ ہوں۔ میں ان کے اس شدید عقیدت کو سمجھ نہیں پاتا تھا۔ ایک انسان کو دوسرے انسان سے اس درجہ عقیدت کس طرح ہو سکتی ہے۔! ایک دن میں نے پوچھ ہی ڈالا کہنے لگے ان باتوں کو سمجھنے میں تمہاری تربیت مانع ہے۔ ایک تو سائنسی مزاج، جہاں ہر چیز تجربہ اور مشاہدہ کی کسوٹی پر کسی جاتی ہے دوسرے تمہارے ابتدائی نقشبندی اثرات میں نے عرض کیا، یہ تو میری کمزوری ہوئی لیکن مجھے جواب نہیں ملا۔ فرمایا کہ:

"بات یہ ہے کہ ایک دن میں نے خود سے بھی یہ سوال کیا تھا اس روز سرکار (یعنی حضرت ذہین شاہ تاجی صاحب) میرے گھر تشریف فرما تھے۔"

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ آخر مجھے ان سے اتنی عقیدت کیوں ہے؟

یہ میرے پیر بھائی ہیں پیر تو نہیں ہیں؟ پھر میں نے سرکار کی طرف نظر جو اُٹھائی تو ان کا چہرہ بدل چکا تھا اور میرے پیر و مرشد حضرت یوسف شاہ تاجیؒ کی شکل مبارک میرے سامنے تھی۔ مجھے جواب مل گیا کہ تو دراصل اپنے پیر ہی کی عزت و توقیر کر رہا ہے۔(110)

ڈاکٹر محمد محمود صاحبؒ کی انہیں روحانی کیفیات کی بدولت ان کو حضور بابا ذہین شاہ تاجیؒ نے خلافت عطا کی اور اپنا جبہ مبارک عنایت فرمایا۔ سید ظہور الحسنین شاہ یوسفی صاحب کہتے ہیں۔

حضرت بابا غوث محمد یوسف شاہ تاجی قدس سرہ اللہ تعالیٰ نے محمود صاحب کی تربیت حضرت قبلہ ذہین شاہ صاحب مد ظلہ کے سپرد فرمائی تھی۔ محمود صاحب عمر بھر اپنے شیخ کے وفادار رہے۔ بابا ذہین شاہ صاحب قبلہ نے محمود صاحب کو یہیں کراچی میں خلافت اور جبہ عطا فرمایا۔ اس تقریب میں میرے علاوہ دیگر خلفائے سلسلہ و متوسلین موجود تھے اور سب نے انہیں نذریں پیش کی تھیں۔(111)

سے (۱۰۰) روزے سے (۱۰۰) نفل نمازاں، سے (۱۰۰) سجدے کر تھکے ہو

مکے حج گئے سے واری، دل دوڑ نہ مکے ہو

چلے چلئے جنگل بھونا، اس گل تھیں نہ پکے ہو

سب مطلب ہو جاندے حاصل پیر نظر اک تکے ہو

بحیثیت فلسفی:۔

ڈاکٹر محمد محمود احمد صاحب ایک بہت بڑے فلسفی تھے۔ انہوں نے اس کی تعلیم ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب سے حاصل کی۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو فلسفہ میں جتنی گہرائی تک جاتا ہے وہ اس کی گھتیوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے اور

حقیقی دنیا سے اور روز مرہ کی ضروریات سے بالکل بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی زندگی بے عمل ہوتی ہے۔ مگر ڈاکٹر صاحب کو دیکھا جائے تو ان کے سامنے یہ تاثر بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔ وہ باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مفکر بھی تھے۔ وہ اپنی فلسفیانہ تربیت سے کام لیتے ہوئے کسی ایک موضوع پر اس طرح غور و فکر کرتے کہ گویا یہ نیا گوشہ انہیں کا پیدا کردہ ہو۔ ان کی فکر اس کمال درجے تک جا پہنچی تھی کہ وہ جس موضوع پر غور و فکر کرتے اس میں ایک نیا پہلو نکال لیتے۔ ان کو جب کسی معاملے میں دشواری پیدا ہوتی تو حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ کی صحبت میں بیٹھ کر اپنے دقیق مسائل پیش کر دیتے اور اپنا حل پالیتے۔ وہ رات رات بھر حضور بابا ذہین شاہ تاجی کی بارگاہ میں حاضر رہتے اور ان سے فلسفہ، تصوف، علم النفس اور فلسفہ مذہب جیسے موضوعات پر بحث کرتے ہر سوال نیا ہوتا تھا اور اسی طرح ان کے جوابات بھی مشکل سے مشکل مسائل کا دروازہ کھول دیتے۔"

ڈاکٹر محمد محمود احمد صاحب نے فلسفہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ فلسفیانہ تربیت بھی پائی تھی اور ایک مکتبہ فکر کو اپنانے کے بعد اس کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا تھا۔ یہ فلسفہ تھا۔ انفس و آفاق کا مطالعہ، فلسفہ انفس، آفاق کے مجرد خیال سے فلسفیوں کی روح گھبراتی ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے مذہبی رہنماؤں نے اپنی فکر اور تربیت سے اس کے حقائق کی طرف اشارہ کیا ہے اور آخر یہ وحدت الوجود پر منتہی ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلہ کے تمام ائمہ فکر کا مطالعہ کیا ہے۔ تجزیہ کیا اور ان کی تنقید کی بظاہر یہ کام انہوں نے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ میں کیا ہے لیکن اس کی ابتداء اس وقت ہو چکی تھی۔ جب ڈاکٹر ظفر الحسن صاحب کے ایم۔ اے میں شاگرد تھے۔ یہ ان کی افتادِ طبیعت تھی کہ اسی زمانے میں انہوں نے ان دقیق مسائل پر مولانا سلیمان اشرف صاحب سے گفتگو شروع کر دی اور یوں مذہبی فکر بھی شعور میں جگہ پیدا کرنے لگی۔ اور ابھی اس شعور نے شاہراہ بنائی تھی کہ مولانا عبد الکریم شاہ صاحبؒ کے مرید ہو گئے۔ انہوں نے انفس و آفاق پر فلسفۂ مذہب کی راہ سے دروازے کھول دیئے۔ ان مباحث نے ڈاکٹر صاحب میں الجھن پیدا نہ کی بلکہ روز بروز ایک روشن پہلو واضح ہونے لگا۔(112)

فلسفۂ حکمت:۔

فلسفہ درحقیقت کیا ہے یہ عشق حکمت و دانش مندی ہے اور اسی کو علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ عمل کا نام ہے ۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم کس کو کہتے ہیں؟ علم کوئی ایسی شے نہیں کہ جس کو بیچا جا سکے اور نہ ہی ہم اسے اپنے ذہنوں

میں قید کر سکتے ہیں۔ ذہن کو دیکھا جائے تو یہ ہمارے دیگر اعضاء کی طرح مادی اشیاء میں سے نہیں ہے اور اس کو مادی اشیاء میں شامل کرنے میں جو پریشانی پیدا ہوتی ہے وہی پریشانی علم کو بھی شامل کرنے میں ہوتی ہے۔ اب مادی اشیاء کو ہم اپنے حواس سے پہچانتے ہیں۔ لیکن ذہن حواس کی قید سے بھی آزاد ہے۔ بعض مسلم مفکرین کے نزدیک ذہن اور روح اصول حرکت نموہیں۔ ان کو ارادہ کا تفاعل سمجھا جاتا ہے۔ اسی تصور کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب علم کو عمل سے وابستہ کرتے ہیں اور اس کی آفاقی، روحانی اور کلی حیثیت کو سامنے لانا چاہتے ہیں جناب قاضی عبد القادری صاحب کہتے ہیں۔

"علم" ڈاکٹر احمد کے نظام فکر میں آفاقی اور کلی نقطۂ نگاہ اختیار کرنا وسیع نظری حاصل کرنا، ایک ایسا میلان طبیعت ڈالنا ہے جو زمان و مکاں کے بندھنوں سے آگے جائے اور خود کو ارادہ الٰہی کا پابند بنا دیتا ہے۔ (113)

ڈاکٹر احمد صاحب حکمت و دانش مندی کو علم قرار دیتے ہیں اور یہ بھی بتانا چاہیت ہیں کہ خیر اور صداقت میں کوئی غیریت نہیں۔ ان دو عناصر کے علاوہ ایک اور عنصر بھی ہے جو کلیت اور آفاقیت سے نکلتا ہے وہ ہے "حسن" انسان کی فطرت میں ہے کہ اس کو حسن و جمال سے بہت لگاؤ ہوتا ہے۔ بقول قاضی عبد القادری صاحب ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں۔

جب آپ کل کا عمل چاہ رہے ہیں تو خیر چاہ رہے ہیں

جب آپ کل کا علم چاہ رہے ہیں تو حق کو چاہ رہے ہیں اور

جب آپ کل کا احساس چاہ رہے ہیں تو حسن کو چاہ رہے ہیں۔ (114)

گویا علم، عمل اور احساس، ان تینوں میں مساوات قائم کر کے جب ہم کلیت کے داعی ہوتے ہیں تو ہم در حقیقت خود میں ابدی صفات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

صبغة الله ومن احسن من الله صبغة (115)

ہم نے اللہ کی رہنی (رنگائی) لی اور اللہ سے بہتر کس کی رہنی؟ (رنگائی)

تو گویا علم خدا طلبی کا نام ہے جب انسان اپنے آپ کو جزئیات سے نکال کر علمی نقطہ نگاہ اختیار کرتا ہے اور اپنے آپ کو تمام تر بندھنوں سے آزاد کر لیتا ہے۔ حکم خداوندی کا پابند رہ کر تو بالاخر روحانی طلب اور جستجو اس کو حاصل ہوتی

ہے اور یہی علم ہے۔

قیام پاکستان کے لئے جدوجہد:

ڈاکٹر محمد محمود احمد صاحب مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے دن رات کام کرتے تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے کام خاموشی کے ساتھ کرتے رہتے اور نمود و نمائش سے دور ہی رہتے۔ یورپ سے واپسی پر وہ مسلم یونیورسٹی میں لکچرار مقرر ہوئے اور وہیں سے انہوں نے قیامِ پاکستان کے لئے لوگوں کو خصوصاً نوجوانوں کو پاکستان کے اغراض و مقاصد سے متعارف کرانا شروع کیا۔ انہوں نے امیر الدین قدوائی اور افضل حسین قادری کے ساتھ مل کر ایک انجمن "اسلامی جماعت" کے نام سے بنائی جس کا مقصد مسلمانوں کے مسائل جو اس وقت مسلمانوں کو لاحق تھے۔ ان کا حل نکالنا تھا۔ اس کے بعد ایک غیر فوجی رکن کی حیثیت سے سروسز سلیکشن بورڈ میں ان کا تقرر ہوا جہاں پر انہوں نے بہت سی خدمات سرانجام دیں۔ پروفیسر اے۔بی۔اے سلیم صاحب کہتے ہیں۔

"محمود نے جب نظریہ پاکستان کی حمایت شروع کی تو اس وقت ان کے سامنے ایک اسلامی ریاست کے قیام کا نظریہ تھا۔ ان کی تمام ترتگ و دو کا مقصد نہ تو صرف آزادی ہند تھا اور نہ ایسی دو خود مختار ریاستوں کا وجود میں لانا کہ ایک تو مسلم اکثریتی علاقے پر مشتمل ہو اور دوسری ہندو اکثریتی علاقے پر۔ محمود دراصل ایسی مملکت کے حصول و قیام کے لئے کوشاں تھے، جس میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہو سکے اور اسلام کے اجتماعی نظام کو زندہ جاوید ہیتِ سیاسی کے طور پر بروئے کار لایا جا سکے۔ (116)

ڈاکٹر سید اختر امام صاحب کہتے ہیں:۔

محمود صاحب اس سیاسی حلقے کے ایک پرجوش کارکن تھے۔ جن کی مساعی جمیلہ کو رہنمائے ملت چوہدری رحمت علی اور دیگر اراکین نے عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا تھا۔(117)

ڈاکٹر محمد افضال حسین قادری صاحب کہتے ہیں:۔

1940ء کے بعد پاکستان تحریک مسلمانوں کی عظیم اور ملک گیر تحریک کے انداز سے ہندوستان کے طول و

عرض میں ایک بڑی سیاسی اور قومی جدوجہد بن گئی تھی۔ محمود اس تحریک میں ایک مجاہد اور مبلغ کارکن کی طرح کام کر رہے تھے۔ ان کے کام کا انداز نرالا تھا۔ عہدہ اور نام و نمود سے ان کو شروع ہی سے نفرت تھی۔ وہ اپنے ذمے یہ فرض سمجھتے تھے کہ کانگریس کی چالوں اور مکر و فریب کو سمجھیں اور قومی فیصلوں کی صحت پر کڑی نظر رکھیں چنانچہ سر اسٹفیورڈ کرپس کے مشن کے دوران وہ برابر سوچتے رہے کہ مسلمان کیا پالیسی اختیار کریں۔ (118)

تصوف:۔

ڈاکٹر محمد محمود احمد صاحب کا شمار ان چند اہم شخصیتوں میں ہوتا ہے جو فلسفے پہ عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ فقر و سلوک کی منازل سے عملاً گزرتے ہوں۔ در حقیقت یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان کا فلسفیانہ غور و فکر تصوف کا غور و فکر بن گیا تھا۔ ان میں ایسی دُرویشی صفات پائی جاتی تھیں کہ جن کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا دل موردِ انوارِ الٰہی و کیفیات بالغہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا ظاہر و باطن ایک سا تھا۔ ایک ایک عمل میں صوفیانہ انداز رچا بسا نظر آتا تھا۔

سید محمد ضیاء الحق کہتے ہیں کہ قربِ نوافل کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی اور اس حدیث قدسی کے بارے میں بات ہوئی جس میں اللہ نے فرمایا کہ جب بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے، میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے وہ کہتے ہیں:

گفتگو اس بات پر آکر ٹھہری کہ جب اللہ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان بن گیا تو پھر بندے کا وجود کہاں رہا کیونکہ جب نافی میں منفی کی صفات آجاتی ہیں تو نافی کی ہستی بدل جاتی ہے۔ آیاتِ جمال میں ایک شعر ہے۔

بدل جاتی ہے جب نسبت بدل جاتی ہے ہستی بھی   وہ خود اپنا نہیں رہتا جسے کہتے ہو تم اپنا

گفتگو کچھ ایسی الجھ گئی تھی کہ ڈاکٹر محمود صاحب نے فرمایا کہ لفظوں پر مت الجھو کیونکہ عبد و رب دونوں اسی ایک ہستی کے نام ہیں۔ باطن میں وہی رب ہے جو ظاہر میں بندہ ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ اس بات پر گفتگو اٹک گئی کہ اللہ پہلے خزانہ پوشیدہ تھا یعنی باطن تھا اور اسم ظاہر بعد میں رونما ہوا۔ جس پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

بے شک کوئی صفت کبھی معطل نہیں ہوتی۔ وہ ذات باطن ہوتے ہوئے عین ظاہر ہے اور اول ہوتے ہوئے آخر بھی ہے اور جس وقت وہ اول ہے اسی وقت وہ آخر بھی ہے۔ جیسے بیج سے ثمر حاصل ہوتا ہے جو مشتمل اور حامل ہوتا ہے۔ اس بیج کا جو اس کے اولین تخلیق کا باعث ہے اور جس طرح ایک بیج سے ایک شجر نمایاں ہوتا ہے۔۔۔۔ اسی طرح وہ سلجھا اور سمجھا دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر محمد محمود صاحب نے وحدت الوجود کو اتنے موثر انداز سے اپنی عملی زندگی میں پیش کیا کہ جس کی مثال بہت کم ہی ملتی۔ وہ جزئیات سے نکل چکے تھے اور کلیت پوری طرح ان پر طاری ہو چکی تھی۔ یہ تمام منازل انھوں نے حضور باباذہین شاہ تاجیؒ کی تربیت میں رہ کر طے کیں۔ عبید اللہ قدسی صاحب کہتے ہیں۔

بقول شاہ ولی اللہ صاحب وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں کوئی غیریت اور فرق نہیں ہے۔ زاویۂ نگاہ اور طرزِ فہم کا فرق ہے۔ اسی قسم کی بات مولانا برکات احمد صاحب ٹونکی نے کہی ہے وہ کہتے ہیں۔ معنی کے لحاظ سے دونوں ایک ہیں۔ صرف لفظی نزاع ہے۔ ڈاکٹر محمود صاحب نے اپنے طرزِ فکر سے اس زاویۂ نگاہ اور لفظی نزاع کے وجود کو بھی ختم کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنے اندازِ بیاں سے عوامل زندگی سے لے کر ذاتِ واجب الوجود تک میں یکسانیت پیدا کر دی تھی۔، ہر جگہ استدلال رہا کہیں عقل کو تنہا چھوڑنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔

ڈاکٹر صاحب کی ذکر و فکر و وجدان میں صرف ایک ہی ذات تھی۔ وہ اسی ذات کو محور بنا کر اپنے فلسفے اور علم و ہنر کا استعمال کرتے تھے۔ وہ طالب صادق تھے۔ جنہوں نے مطلوب کو پالیا تھا اور اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کی یاد ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں رہے گی۔ ڈاکٹر محمد افضال حسین قادری کہتے ہیں۔

محمود فقر میں نہ صرف نظر رکھتے تھے۔ بلکہ اس کو نئے انداز سے برت کر دکھانا بھی چاہتے تھے۔ ان کی راتیں ذکر و فکر میں گذرتیں اور دن علم و ہنر کی خدمت میں اگرچہ عرصہ سے ان کی طبیعت پر تصوف کا رنگ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ مگر غالباً تصوف کو بھی وہ دین اور ملت کی بڑائی اور ترقی میں استعمال کرنے کے لئے مضطرب رہتے تھے۔ اگر ان کی زندگی اور صحت ان کا ساتھ دیتی تو وہ عالم اسلام کے فکری نظام کو بہترین شکل میں پیش کر دیتے۔(119)

اخلاق و عادات:۔

ڈاکٹر محمد محمود احمد صاحب کی زندگی کی جس جس سطح اور جس جس پہلو پر نظر ڈالیں وہ بلاشبہ مثالی نظر آتا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی نہایت سادہ، پر وقار اور نمود و نمائش سے پاک گزاری۔ آپ کے اخلاق و عادات میں حسن و استقلال کا عنصر پایا جاتا ہے۔ بلاشبہ آپ نے اپنی زندگی کو دوسروں کے لئے نمونہ بنا کر پیش کیا۔ آپ کا مزاج، رفتار، طور طریقے اور گفتار ہر ہر عنصر اپنی مثال آپ ہے۔ پروفیسر سید کرار حسین کہتے ہیں۔

"مجھے زندگی میں کچھ نیک آدمیوں کی صورت دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کی نورانی صورتوں میں کچھ رنگین افسانے پڑھ کر میرے منہ سے بے ساختہ سبحان اللہ کا کلمہ نکلا ہے محمود صاحب کی صورت میں نیکی تو ایسی نمایاں تھی کہ ایک اندھا بھی اس کو دیکھ لے لیکن اس قسم کے نقش و نگار مجھے نظر نہیں آئے۔ یہ باتیں تو وہ ہیں جن کے متعلق میں کچھ سوچ ہی سکتا ہوں لیکن جو بات مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ اس شرافت و تہذیب کے حجاب کے پیچھے ایک ایسا انسان زندہ تھا جو دوسروں کے کام آنے میں کبھی دریغ نہیں کرتا تھا۔ جس کو دولتِ دنیا نے اپنی طرف راغب نہیں کیا۔ جس کو زندگی کے کاروبار نے خدا سے غافل نہیں کیا۔ "(120)

جناب محمد اسماعیل خان صاحب نے بیان کیا کہ ڈاکٹر صاحب چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ وہ ان کے ہاتھ میں موجود سامان خود اٹھالیا کرتے تھے۔ سیڑھیاں اترتے چڑھتے وقت ہاتھ پکڑ لیا کرتے تھے کیونکہ ان کی نظر بے حد کمزور تھی۔ ان کی اشیاء کی خود حفاظت کیا کرتے تھے۔ ہر ہر کام میں ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ جناب اسماعیل صاحب کہتے ہیں۔

"ایک مغربی فلسفی کا قول ہے کہ انسان کے اخلاق کو ہمیشہ چھوٹی چھوٹی سی باتوں میں جانچنا چاہیے کیونکہ بڑے بڑے اہم معاملات میں وہ اپنا تکلف اور تصنع قائم رکھ سکتا ہے۔ " (121)

حضور بابا ذہین شاہ تاجی فرماتے ہیں

"وہ کسی بھی انسان سے، کسی حال میں کبھی ایسا طرز عمل روا نہیں رکھتے تھے جس میں حسن و خیر کا کوئی پہلو نمایاں نہ ہو۔ اس طرز عمل نے ان کی زندگی کو حسن و جمال کا مرقع بنا دیا تھا۔ یہ حسن و جمال ان کی زندگی کے حسی اور معنوی دونوں پہلوؤں میں سرائیت کر چکا تھا۔ اس طرح وہ خیر اندیش، خیر طلب، خیر پسند اور مظہر خیر بن گئے تھے۔ " (122)

ڈاکٹر صاحب کے انہیں بلند اور اعلیٰ اخلاق کی بدولت بہت سارے لوگوں کی سوچ میں اور نظریات میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ آپ کو بحیثیت استاد کے دیکھا جائے تو آپ کے اعلیٰ اخلاق کے بدولت شاگرد آپ سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ آپ کی ایک شاگرد سلطانہ رشید کہتی ہیں۔

"ڈاکٹر صاحب کا اخلاق اور ان کی عاجزی کو کوئی نہیں بھول سکتا۔ وہ ایک بڑے معلم تھے جس نے دنیا میں اپنی دھاک بٹھادی تھی۔ مجھے اس قدر تعجب ہوتا تھا کہ اتنے بڑے انسان میں اس قدر بیان سے باہر عاجزی اور انکساری کہاں سے آگئی ہے آپ میرے اوٹ پٹانگ سوالوں کے جوابات اس قدر صبر و تحمل کے ساتھ دیا کرتے تھے کہ میں خود شرمندہ ہو جایا کرتی تھی۔ (123)

مزاج:۔

ڈاکٹر صاحب کے مزاج میں نرمی پائی جاتی تھی۔ آپ کم گو تھے، مگر دوسروں کا بے حد خیال رکھنے والے تھے۔ کبھی کسی کو برا نہیں کہتے تھے اور اپنی زبان پر کسی کے لئے بھی کوئی ہلکا لفظ نہیں آنے دیتے تھے۔ ہر ایک سے محبت سے پیش آتے تھے۔ گفتگو بہت ہی دھیمے اور میٹھے انداز میں کیا کرتے تھے۔ سید ظہور الحسنین صاحب کہتے ہیں:

وہ نہایت سیدھے اور سادے آدمی تھے۔ ان کے لباس میں طمطراق کبھی دیکھنے میں آیا نہیں۔ بہت کم گو، متحمل، متدین تھے۔ نہایت دھیمی آواز میں کلام فرماتے تھے۔ جن سے سامع پر ان کی مشفقانہ کیفیت کا اثر ہوتا تھا۔ حلیم الطبع تھے۔ ترش روئی اور ترش کلامی ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتی تھی۔ گفتگو سے مٹھاس، انکسار اور محبت ٹپکتی تھی۔ جو ہر شخص کا دل موہ لیتی تھی۔۔۔۔۔ وہ صادق القول تھے۔ صادق العمل تھے۔ صادق النیت انسان تھے۔ نہایت خوش معاملہ تھے۔ دیانت و امانت ان کے کردار کا زیور تھی۔ اکثر معاملات میں خود زیر بار ہو جاتے لیکن حرف شکایت کبھی زبان پر نہ آتا۔(124)

عبید اللہ قدسی صاحب کہتے ہیں

میں نے دس سال کے عرصے میں ان کی زبان سے کوئی ثقاہت سے گرا ہوا لفظ نہیں سنا۔ ہم عصروں سے دوستوں سے اور چھوٹوں سے گفتگو کرتے ہوئے خاص طور پر خلوت میں اور جب کہ تیسرے کا ذکر ہو زبان کی لغزش ہی

سہی لیکن ہلکا لفظ ہر آدمی کے منہ سے نکل ضرور جاتا ہے۔ لیکن میں نے ڈاکٹر صاحب کے منہ سے کبھی کوئی ثقاہت سے گرا ہوا لفظ نہیں سنا یہاں تک کہ حاسدوں اور مخالفوں کے لئے بھی انہوں نے علمی سطح پر ہی بات کی۔ (125)

سخاوت وفیاضی:۔

ڈاکٹر صاحب کا شمار ان چند لوگوں میں ہوتا ہے۔ جو اپنی زندگی سے زیادہ دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے جدوجہد میں لگے رہتے ہیں۔ آپ اتنی خاموشی سے دوسروں کی مدد کر دیا کرتے تھے کہ کسی تیسرے کو خبر تک نہ ہونے دیتے۔ غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی ہمیشہ مدد کیا کرتے تھے۔ جن طلبہ وطالبات کو فیس میں مسئلہ ہوتا تو ان کی بھی پریشانی دور کر دیا کرتے تھے۔ عبید اللہ قدوسی صاحب کہتے ہیں۔

"علیگڑھ کی زندگی ہی سے ان کی تنخواہ کا ایک حصہ طلبا کی فیسوں میں جاتا تھا لیکن اس کا علم گھر والوں کو بھی نہیں ہوا۔ کہ کسے دیا کتنا دیا چونکہ ابتدائی چند برس کے شب وروز میرے ساتھ گزرے اس لئے دیکھکر اندازہ کر لیتا تھا کہ کیا دیا گیا ہے۔ اور کسے دیا گیا ہے۔ کچھ مسکین ایسے تھے جنہیں ہر ماہ ملنے پر خاموشی سے مصافحہ کرتے ہوئے دیدیا کرتے تھے اور کسی ساتھ والے کو اندازہ بھی نہیں ہوتا تھا کہ کچھ دیا ہے۔ خاموشی سے میری نظر بچا کر چلتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالتے اور مٹھی میں دبا لیتے میں دیکھتا کہ کچھ دیر بعد مٹھی خالی ہے اور ہمیشہ یہ دیکھتے دیکھتے میں لوگوں کو پہچان گیا تھا۔ جن کے ساتھ وہ سلوک کرتے تھے۔" (126)

سماع:۔

ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں صوفیائے کرام کی جھلک نظر آتی ہے۔ سماع کا ذوق ان میں بے حد پایا جاتا تھا اور وہ اپنے اوپر طاری ہونی والی کیفیات کا کبھی ذکر نہیں کرتے تھے۔ مگر ان کو دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ ان کی رگ رگ میں وجدان کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ سید ظہور الحسینن شاہ یوسفی کہتے ہیں:

"محمود صاحب کا ذوق سماع بہت بلند تھا۔ لیکن ان کے کیف اور وجدِ روحانی کا اظہار اس سے زیادہ کبھی نہیں ہوا کہ کثرت گریہ سے ان کے دامن اور آستین تر ہو گئے۔ خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں ایک مرتبہ عالمِ کیف میں، میں نے انہیں اٹھا کر اپنے ساتھ لے لیا۔ ہم دونوں جب بغل گیر ہوئے تو معلوم ہوا کہ چند غیر منظور برقی لہریں ان کے سینے سے میرے سینے

میں پیوست ہو رہی ہیں۔ الفاظ اس کیف کے اظہار کے متحمل نہیں ہو سکتے جو اس وقت مجھ پر طاری ہوا۔" (127)

آخری سفر:۔

ڈاکٹر صاحب سفر یورپ کے بعد 28 اگست 1968ء کو جدہ پہنچے۔ وہاں وہ عبد اللہ نصیف کے ہاں ٹھہرے۔ اس رات وہ مکہ معظمہ پہنچے وہاں عمرہ ادا کیا اور پھر اگلے دن نمازِ جمعہ ادا کر کے وہ واپس جدہ تشریف لے آئے جہاں سے انہوں نے آگے مدینہ معظمہ تشریف لے جانا تھا۔ ان کا پروگرام یہ تھا کہ وہ عصر کے وقت مدینہ پاک کے سفر کے لئے نکلے گے اور ہاں آٹھ روز قیام فرمائیں گے۔ کھانے کا وقت آیا تو آپ کی طبیعت کچھ ناساز ہونے لگی ان کو فوراً اسپتال لے جایا گیا۔ ڈاکٹروں نے ان کا علاج شروع کیا پھر اتوار والے دن ان کو ہوش آیا لیکن اگلے ہی دن صبح فجر کی نماز کے وقت ان کو ایک اور دل کا دورا پڑا اور کچھ لمحوں بعد ان کی روح جسمِ فانی کو چھوڑ کر پرواز کر گئی۔

تدفین و تکفین:۔

جدہ میں انتقال کے بعد یہ مسئلہ سامنے آیا کہ ڈاکٹر صاحب کی تدفین کہاں کی جائے ادھر پاکستان میں جب ڈاکٹر صاحب کی وفات کا پتہ چلا تو سب لوگ غمزدہ ہو گئے۔ حضور بابا ذہین شاہ تاجی خبر پہنچتے ہی ان کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں اساتذہ، فوجی اور شہری حکام، اخبار نویس ان کے برادرانِ طریقت سب کے سب حاضر تھے۔ آپ کی نماز جنازہ غائبانہ بابا اختر علی شاہ یوسفی نے حضور بابا ذہین شاہ تاجی کے حکم سے پڑھائی جس میں زندگی کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے تمام اعلیٰ حکام نے شرکت فرمائی۔ پاکستان سے اجازت مل جانے کے بعد آپ کو مکہ مکرمہ میں جنت المعلیٰ میں دفنایا گیا۔ پھر فاتحہ خوانی ہوئی اور 3 ستمبر 1968ء کو ایک جلسہ تعزیت کراچی یونیورسٹی میں منعقد ہوا۔ اس میں "شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور کہا:

"وہ ایک عالم و فاضل فلسفی، تجربہ کار استاد اور سچے مسلمان تھے۔ شیخ الجامعہ نے بتایا کہ انہیں تحریک پاکستان میں لانے کا سہرا ڈاکٹر محمود صاحب کے سر ہے انہوں نے کہا کہ ان کی موت سے ہم ایک عظیم شخصیت اور ایک ممتاز ماہر تعلیم سے محروم ہو گئے۔ انہوں نے کہا مرحوم بہت خوش نصیب تھے کہ وہ آخری دم تک اسلام کی خدمت کرتے ہوئے اس دارِ فانی سے گئے اور مزید خوش نصیبی یہ کہ انہوں نے ارضِ مقدس میں وفات پائی۔" (128)

اخبارات:

روزنامہ جنگ، کراچی 5 ستمبر 1968ء

کراچی 3 ستمبر صبح کراچی یونیورسٹی کے آڈیٹوریم میں اساتذہ طلبا اور عملے کے دوسرے اراکین کا ایک تعزیتی جلسہ ہوا۔ جس میں ڈاکٹر ایم۔ایم احمد کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔اس موقع پر کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اشتیاق حسین نے ڈاکٹر ایم ایم احمد کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ڈاکٹر محمود صاحب نے تعلیم کی ترقی اور خاص طور پر کراچی یونیورسٹی اور اسلام کی جو خدمات کی ہیں وہ کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی انہوں نے کہا وہ ممتاز فلسفی تھے۔وہ ایک سچے مسلمان اور تجربہ کار استاد تھے۔

روزنامہ مشرق، کراچی 5 ستمبر 1968ء

عائشہ باوانی اکیڈمی بوائز اسکول کے اساتذہ و طلبا کے ایک تعزیتی جلسہ میں ڈاکٹر محمد محمود احمد مرحوم کی وفات کو حسرت آیات قرار دیا گیا اور اس پر شدید رنج و الم کا اظہار کرتے ہوئے کہا گیا کہ وہ اپنے زمانے کی نمایاں علمی شخصیت تھے۔فلسفہ کی دنیا میں ان کا ایک خاص مقام تھا ان کی وفات سے تعلیمی اور ادبی حلقوں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے اور علم و ادب کا ہر فرد اپنے ارد گرد ایک ایسا خلا محسوس کرنے لگا ہے جس کا پُر ہونا اب دشوار ہے۔"

روزنامہ حریت، کراچی 5 ستمبر 1968ء

"مشہور و معروف ماہرِ تعلیم اور شعبۂ فلسفہ، جامعہ کراچی کے سابق سربراہ ڈاکٹر ایم ایم احمد کی اچانک رحلت پر گہرے غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے اسلامی جمیعت طلباء کراچی کے ناظم جناب تسنیم عالم منظر نے اپنے بیان میں کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اسلام کی سربلندی کے لئے جو خدمات کی ہیں۔ہم انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ان کا انتقال ایسے وقت میں ہوا جب وہ تبلیغ اسلام کے لئے بیرونی ملک کا دورہ فرما رہے تھے اور انہوں نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں دور رس بنیاد پر سرگرم کام شروع کیا تھا۔

پروفیسر ڈاکٹر سید علی اشرف

دورِ حیات:۔

انیسویں صدی کے عظیم ماہر تعلیم محترم سید علی اشرف کی "پیدائش 1925ء ڈھاکہ بنگلہ دیش میں ہوئی" (129)

اور ایک بامقصد زندگی گذارنے کے بعد اصولِ حیات کے مطابق

"کیمبرج میں اپنی رہائش گاہ پر 7 اگست 1998ء بروز جمعہ بوقت صبح اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے (130)

تعلیمی اسناد کا حصول:۔

"انہوں نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم ڈھاکہ بنگلہ دیش میں حاصل کی اور ڈھاکہ یونیورسٹی سے انگلش ایم۔اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ کیمبرج یونیورسٹی آئے جہاں انہوں نے آنرز اور پی۔ایچ ڈی کی ڈگریاں فٹزولیم کالج سے مکمل کیں (131)

تعلیمی مہارتیں:۔

وہ انگلش اور بنگالی زبان کے بہترین مصنف تھے۔انہوں نے اپنی تحریروں اور خیالات سے بہت سے لوگوں کو متاثر کیا۔اس کے ساتھ ساتھ پروفیسر علی اشرف ایک شاعر، ادبی نقاد اور ماہر ادب و تعلیم تھے۔

تعلیم میں اسلامیات (بالخصوص اسلام کے تعلیمی نظریات، انتخاب نصاب اور تدریسی طریقے)، انگریزی زبان اور ادب (بالخصوص، ادبی تنقید اور انگریزی زبان کی تدریس) ، اسلامی تہذیب، اسلام اور مغرب کے درمیان تعلق جیسے موضوعات پر انہیں مہارت خصوصی اور عبور حاصل تھا۔(132)

پیشہ ورانہ وابستگیاں:۔

پروفیسر علی اشرف اسلامک اکیڈمی کیمبرج کے ڈائریکٹر جنرل تھے۔جامع دار الاحسان بنگلہ دیش کے بانی اور

وائس چانسلر بھی رہے۔(133)

مختلف تعلیمی اداروں میں ان کی تقرریاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ پروفیسر علی اشرف مرحوم نے مختلف ممالک کے مسلمانوں کے لئے اسلامی خدمات انجام دیں نہ صرف یہ بلکہ کانفرنسز کے ذریعہ اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے شعور و آگہی کو بڑھانے کے لئے عالم اسلامی کو ایک نقطے پر جمع کرنے اور باہمی تعاون کی ضرورت واہمیت کو واضح کرنے کی کوشش کی۔

پروفیسر علی اشرف کی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز ڈھاکہ یونیورسٹی بنگلہ دیش سے ہوا۔ آپ کی پیشہ ورانہ زندگی کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ 1949ء ڈھاکہ یونیورسٹی بنگلہ دیش میں بحیثیت لیکچرار اور پھر انگریزی پڑھائی پر مقرر ہوئے۔

۲۔ 56-1954ء راج شاہی یونیورسٹی میں صدر شعبہ انگریزی تقرری حاصل کی۔

۳۔ 73-1956ء کراچی یونیورسٹی شعبہ انگریزی کے پروفیسر اور صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

۴۔ 77-1974ء کنگ عبد العزیز یونیورسٹی مکہ سعودی عرب میں بھی انگریزی کے شعبہ میں پروفیسر اور صدر کے عہدے پر فائز ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

۵۔ 84-1977ء کنگ عبد العزیز یونیورسٹی جدہ شعبہ انگریزی کے پروفیسر اور صدر کے عہدے پر درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

۶۔ 1971ء ہارڈورڈ یونیورسٹی انگلینڈ 1974ء نیو برنس وک یونیورسٹی انگلینڈ میں اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے لیکچرز دیتے رہے۔

۷۔ 1977ء مکہ (سعودی عرب) میں وہ مسلمانوں کی تعلیم پر ہونے والی پہلی عالمی کانفرنس کے انتظامی سیکٹریڑی تھے۔ اس کے علاوہ پانچ اور عالما کانفرنسز کے انعقاد میں معاون و مددگار رہے۔ ان میں مندرجہ ذیل کانفرنسز شامل ہیں۔

1980ء دوسری عالمی کانفرنس اسلام آباد Islamabad

1981ء تیسری عالمی کانفرنس ڈھاکہ Dhaka

1982ء چوتھی عالمی کانفرنس جکارتہ Jakarta

1987ء پانچویں عالمی کانفرنس کایرو Cairo

1997ء چھٹی عالمی کانفرنس ساوتھ افریقہ South Africa

1980-82ء وہ عالمی مرکز برائے اسلامی تعلیمات کے پہلے ڈائریکٹر جنرل بھی تھے۔(134)

علمی نظریات اور کارنامے:۔

پروفیسر علی اشرف نے اسلامی تعلیمات کے تصور کو از سر نو جلا دینے میں ایک حقیقی اور قابل ذکر کردار ادا کیا۔ جو اسلامی دنیا کی نظر میں معدوم پڑ چکا تھا اور پوری دنیا میں اسلامیت کی تعلیم کی تحریک چلانے کی بنیاد ڈالی انہوں نے اسلامی فلسفہ تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر ایک عالمی تاثر چھوڑا۔

وہ ایک عظیم اسلامی مفکر اور تعلیم دان تھے۔ انہوں نے کبھی بھی ایسی تعلیم کی حمایت نہیں کی جو زندگی کے بارے میں غلط اور منفی عقیدہ کی ترویج کرے انسانی علم کو مشکوک اور غیر یقینی قرار دے، جو زندگی کے تقدس کا احساس ختم کرے اور نتیجتاً انسانی روح کو کمزور کر دے۔ وہ ایسی تعلیم کی ترویج کی جدوجہد کرتے رہے جو عملی زندگی کے ہر عمل اور معاشرتی حالات میں اللہ پر عقیدہ کو مکمل طور پر رائج کرے۔

ان کو یقین تھا کہ مذہبی عقائد اور ان پر عمل کرنے میں فرق کے باوجود بہت ساری اقدار ایسی ہیں جو دنیا بھر کے تعلیمی پروگرام میں اہم اور مشترکہ ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے مختلف عقائد میں مشترکہ باتیں ڈھونڈیں۔ ان کی تعلیمی میدان میں کاوش ہر عقیدہ کے لوگوں کے لئے اہم ہیں چاہے وہ اسلام، عیسائیت، یہودیت، سکھ مت، ہندوازم یا بدھ مت کے پیروکار ہوں۔ عقیدہ کی بنیاد پر تعلیم کی ترویج کے علمبردار کے طور پر انہوں نے روحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے ایسی اقداری تعلیم پر زور دیا جس کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی ہو اس میدان میں ان کی کاوشوں کا نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ ساری دنیا میں غیر مسلم علما جو اسی طرح کے نظریے رکھتے ہیں اُن کے نصاب بنانے اور طریقہ تدریس پر گہرا اثر پڑا۔(135)

محترم اپنے ایک مقالے میں جس کا عنوان Aim and Objective of Islam Education ہے۔ آپ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہدایت اور تعلیم کے فرق کو ظاہر کرتے ہوئے مقاصد تعلیم کو بیان کیا جاسکتا ہے۔ تعلیم کسی شخصیت کی مکمل نشوونما کرنے میں کارگر ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ ہدایت کسی فرد یا گروہ کو کسی کام کو مہارت کے ساتھ کرنے کے گُر سکھاتی ہے۔ ایک آدمی بلند پایہ کا جرنل، پائلٹ، قانون دان، مکینک، پیتھولوجسٹ، ڈاکٹر، انجینئر، چارٹر کاونٹینٹ ہو سکتا ہے مگر ابھی بھی وہ نیم تعلیم یافتہ، بد تہذیب، بد اخلاق، خطاکار نا انصاف ہو سکتا ہے یا کوئی شخص ایک اچھا شاعر بہترین مصور خوبصورتی سے محبت کرنے والا یا حساس انسان ہو سکتا ہے۔ لیکن تصویر کے دوسرے رخ میں وہ ظالم، دھوکے باز اور معاشرے سے بے اعتنائی برتنے والا بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کو ہم حقیقی تعلیم یافتہ انسان نہیں کہیں گے۔ ایسا شخص جو اپنی زندگی اعلیٰ اطوار پر گذارتا ہے۔ اپنے خاندان پڑوسی اور دیگر انسانوں کا خیال کرتا ہے۔ اپنا رزق دیانت داری سے کماتا ہے۔ اگرچہ کسی خاص شعبہ میں اعلیٰ پائے کی مہارت نہیں رکھتا ہم اسے تعلیم یافتہ کہتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ایک اچھا انسان مکمل انسان بھی ہو ہم کسی کو بھی انسان کو مکمل انسان نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ شخصی نشوونما کی حد مقرر نہیں۔ ایسے انسان کو یہ بھی پتہ ہونا چاہیے کہ علم کو رویوں کے مطابق کیسے ڈھالنا ہے اور علم و عمل کیسے ایک مکمل زندگی کے لئے لازمی ہے اور انہیں کسی طرح یکجا کیا جاسکتا ہے۔ بہت سارے مضامین کا وسیع علم انسانی شخصیت کی نشوونما کے لئے ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیم یافتہ شخص کا نکتہ نظر مخصوص و جامد نہیں ہوتا بلکہ جیسے جیسے وہ ان اصولوں کو زندگی پر آزماتا رہتا ہے۔ وہ بہتر ہوتا جاتا ہے اور اس کا نکتہ نظر تجربہ کے ساتھ ساتھ بہتر ہوتا جاتا ہے۔(136)

سید صاحب کے تعلیمی افکار کا عکس

مندرجہ بالا تعلیمی افکار کا مطالعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے اسلامی تعلیمات کے فکر و فلسفہ کی پرچار جدت پسندی کے ساتھ کی اور عمل کے بغیر علم کو بے وقعت قرار دیا اور یہ علم و عمل نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی رویوں کی بہتری کے لئے کارگر ہوتے ہیں۔ مزید یہ کہ علم و عمل میں کوئی بھی شخص سو فیصد ؟؟؟ مکمل نہیں ہو سکتا بلکہ اُس کی بہتری کے ہمیشہ کہیں نہ کہیں گنجائش باقی رہتی ہے۔

ذاتی خصوصیات:۔

پروفیسر علی اشرف ایک فہیم بصارت رکھنے والے اور روشن خیال سوچ کے مالک انسان تھے۔ ان کے اندر ایک بے حد سرگرم توانائی کا ذخیرہ تھا۔ انہوں نے اسلام کے درست سچے عقلاء کا عملی مظاہرہ بھی کیا اور ایک ایسے عقیدہ کو آگے بڑھایا جو علم و محبت سے پروان چڑھتا ہے۔ وہ پُر خلوص سادہ اور محبت بھرے دل کے مالک تھے۔ نہایت مہربان، خدا ترس اور دوسروں کی مدد کرنے والی صفات کا منبع تھے ان کی خوبیوں میں یہ خوبی اعلیٰ پائے کی تھی کہ وہ دوسروں کی اس حد تک مدد کرتے جتنی وہ کر سکتے تھے۔

دنیا کے تمام ملکوں کے لوگوں سے ان کا رابطہ تھا انہوں نے لوگوں کو پیار بانٹا اور لوگوں نے ان سے پیار کیا۔

وہ علم و عقل کا خزانہ تھے جس سے ہم فیضیاب ہوئے ایک بلند پایہ استاد، مخلص دوست، باشعور رہنما، عظیم اسکالر دنیائے اسلام میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ جنھوں نے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا میں پھیلایا۔

تحریری سرمایہ:۔

پروفیسر علی اشرف کے تحریری سرمائے میں سے کچھ کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ اسلامی تعلیم کی سیریز پر مشتمل چھ کتابوں(Hodderand Stoughton) کے مدیر تھے۔

۲۔(1983)Muslim Education سہ ماہی جرنل کے بانی اور مدیر تھے جو کیمبرج اصول پر مبنی تعلیم کا جرنل تھا۔

۳۔ Religion and Education رسالے میں پروفیسر باؤل ہرسٹ کے ساتھ مشترک مدیر رہے۔

آپ مندرجہ ذیل کتب کے مصنف تھے۔

4- Bengali Literary Review 5- Caitra Yakhano 6- Islam 7- Muslim Traditions in Bangali Literature 8- Homege to Qazi Nazrul Islam on his Seventy Fourth. 9- Birthday (24th May 1973) 10- Koranic Concept of History 11- Kabya Paricaya 12- New Horizons in Muslim Education 13- Asaraphera Kabita 14- The Prophets 15- The Concept of an Islamic University 1984

مولانا سید اصلح الحسینی فاضل دیوبند

مولانا سید اصلح الحسینی ان مشائخ میں سے ہیں جس پر امت مسلمہ اور مسلمانان ہند و پاک کو ناز ہے۔ آپ کی تاریخ(137) محرم الحرام 1332ھ بمطابق 23 دسمبر 1913ء بروز جمعرات گلاوٹھی کے ایک معزز خاندان سادات زیدیہ میں تولد ہوئے۔

آپ کے ننھیال نے آپ کا نام محمد اصلح جبکہ دادا نے آپ کا نام حسن رکھا۔ آپ کا تاریخی نام "منظر الاعلی" نکلتا ہے۔(138) ویں پشت میں آپ کا نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم آبائی مدرسہ " منبع العلوم " گلاوٹھی سے حاصل کی۔ ۱۹۲۷ کے بعد تین سال مدرسہ فتح پور دہلی میں عصری علوم و فنون پر کمال حاصل کیا بعد ازاں 1932ء تک دار لعلوم دیوبند سے اکتساب علم کیا۔(139)

1935ء میں فتح پور سے مولوی فاضل جبکہ بعد ازاں آپ نے منشی اور ادیب فاضل کا امتحان بھی دیا۔(140)

آپ اپنی تحریروں کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔ آپ نے بہت سے رسائل و جرائد کیلئے خدمات سر انجام دیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

☆ موتر المصنفین۔ دہلی ☆ مجلس قاسم المعارف دیوبند ☆ استقلال۔ دیوبند ☆ گل فروش

☆ ہفت روزہ الجمعیتہ ☆ ندوۃ المصنفین ☆ ہفت روزہ "الہلال" پٹنہ ☆ زمزم لاہور ☆ مدینہ مجنور

میں خدمات انجام دیتے رہے۔(141)

بعد ازاں 1942ء تا 1948ء تک آپ دار لعلوم دیوبند میں فارسی کے استاد کے طور پر خدمات سر انجام دیتے رہے۔ فروری ۴۸ء میں پاکستان آئے اور چند ہی ماہ میں واپس چلے گئے لیکن جولائی ۴۸ پھر پاکستان آئے اور پھر کوششوں

کے باوجود واپسی ممکن نہ ہو سکی۔ (142)

1949ء میں آپ نے ریڈیو پاکستان میں ملازمت اختیار کر لی یہاں پر آپ ۳۲ سال تک عربی، فارسی براڈ کاسٹنگ کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر لیکچر بھی دیتے رہے۔

آپ کے مولفات وتراجم کے نام درج ذیل ہیں

۱۔ اسلامی تمدن اور یورپین تہذیب ترجمہ الحضارۃ الاروبیہ والحضارۃ الاسلامیہ

۲۔ امام شافعی کا علمی سفر ترجمہ رحلۃ الامام الشافعی

۳۔ تاریخ مذاہب فقہ ترجمہ نظرۃ تاریخیہ فی حدیث ومذاہب الاربعہ

۴۔ اسلامی تصوف ترجمہ التصوف الاسلام العربی

۵۔ خلفائے راشدین ترجمہ احسن القصص

۶۔ ضحیٰ الاسلام اور تعلیمی ہند کی تالیف میں بھی حصہ لیا۔

المنجد کے ترجمین میں بھی آپ کا نام شامل ہے

دارالتصنیف کے تحت ہونے والے قرآن کریم کے انگریزی ترجمے میں خاطر خواہ حصہ لیا۔ (143)

1950ء سے پہلے کے دور میں علوم وفنون، سیاسی، سماجی خدمات کا غلبہ نظر آتا ہے تاہم اس کے بعد زندگی پر روحانیت کا غلبہ نظر آتا ہے۔ آپ مولانا حسین احمد مدنی کے مرید تھے۔ اور آپ کے سفر و حضر، جلوت و خلوت کے خدمت گزار بھی تھے۔ صحبت شیخ کی وجہ سے آپ کو ایک امتیاز حاصل ہو گیا تھا۔ بعد ازاں مولانا حسین احمد مدنی نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی شخصیت میں ایسی جاذبیت پیدا ہو گئی تھی کہ آپ نے تقریباً ۲۵ مشائخ سے استفادہ کیا جن میں سے گیارہ بزرگوں کی طرف سے آپکو اعزازی خلافت بھی عطا ہوئی۔

۱۔ مولانا حسین احمد مدنی ۲۔ مولان سید خورشید احمد ہمدان ۳۔ سید المجازیب بابا تاج الدین ناگپوری

۴۔ مولانا سید بدر عالم میر ٹھی مہاجر مدنی ۵۔ سید فصیح الدین دکنی ۶۔ مولان سید حامد میاں

۷۔ الشیخ الدکتور سید عبد الکریم قادری ۸۔ مولان عبد الکریم المعروف بابا یوسف شاہ تاجی چشتی صابری

۹۔ مولانا محمد طاسین المعروف بابا ذہین شاہ تاجی ۱۰۔ مولان اختر علی شاہ تاجی

۱۱۔ سید ظہور الحسین نقشبندی تاجی۔

مندرجہ بالا مشائخ میں 5 حضرات کا تعلق سلسلہ تاجیہ سے ہے۔ مولانا محمد نوید حسن کے مطابق بابا تاج الدین اور بابا یوسف شاہ تاجی سے آپ کو اویسی نسبت تھی۔ (144)

جبکہ بابا ذہین شاہ تاجی نے اپنی خلافت خود انکے (مولانا اصلح الحسینی و مولانا فضل احمد چشتی) کے بیان کردہ خواب کے مطابق جس میں انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا اور بعد ازاں وہ سراپا بابا ذہین شاہ میں بدل گیا۔ اور بابا نے وہ خرقہ پہن رکھا تھا جو انہیں عطا کیا۔ بابا صاحب لکھتے ہیں کہ خواب بیان کرنے کے بعد ان حضرات نے اس خواب کو سچ کر دکھانے کیلئے خرقہ طلب کیا۔ ان حضرات نے خود اسی رنگ کے خرقے تیار کرائے چنانچہ وہ انہیں دے دیئے گئے۔ (145)

اس طرح مولانا کو بابا ذہین شاہ تاجی کی خلافت عطا ہوئی۔

الحمد اللہ مولانا تاحال بقید حیات ہیں۔ آپ کی عمر ۱۰۰ سال ہے آپ ایک صدی کے حالات کے عینی شاہد ہیں۔

بابا صاحب سے آپ کو تعلق خاص تھا۔ بابا صاحب کے وصال کے بعد آپ نے بابا صاحب کی شخصیت پر مفصل اور جامع انداز میں خراج تحسین پیش کیا۔

سلیم احمد

سلیم احمد ادبی دنیا کا ایک بڑا نام ہے۔ جو ایسے وقت میں پیدا ہوئے جب اسلامی تہذیب و تمدن اور ادب ہندوستان سے مٹاجانے لگا تھا۔ اور آزادی کی تحریکیں اپنے عروج کی طرف گامزن تھیں یعنی آپ 1927ء میں ہندوستان کے ضلع بارہ بنکی (یوپی) کے ایک قصبہ میں پیدا ہوئے۔ (146)

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے ہی میں حاصل کی۔ اور میٹرک کے بعد آپ میرٹھ کالج میں داخل ہوئے آپ اپنی قابلیت کے بل بوتے پر بہت ہی مختصر سی مدت میں وہاں کے اساتذہ و طلباء کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ جن میں نمایاں نام، پروفیسر کرار حسین، محمد حسین عسکری، انتظار حسین اور ڈاکٹر جمیل جالبی شامل ہیں۔ (147)

ابھی آپ انٹر میں ہی تھے کہ ہندوستان تقسیم ہو گیا اور آپ اپنا سب کچھ ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آگئے۔ اور اپنی تعلیم کو کراچی میں مکمل کرنے کے بعد 1950ء میں ریڈیو پاکستان سے منسلک ہو گئے۔ ۔ آپ کے اندر چونکہ ادب سے لگاو کا جرثومہ تھا اور آپ علامہ اقبال کی شخصیت سے متاثر بھی تھے جسکی بناء پر آپ نے ادبی دنیا میں قدم رکھا۔ اور ۱۹۴۴ سے ہی علامہ اقبال کے رنگ میں غزلیں لکھنا شروع کر دیں۔ (148)

1948ء سے تنقیدی مضامین لکھنے شروع کئے اس کے علاوہ ریڈیو، ٹیلی ویژن کیلئے بیشمار ڈرامے لکھے۔ سلیم احمد میں تمام کمالات یکجا کر دیئے گئے تھے بظاہر وہ ایک آدمی تھے لیکن حقیقت میں ان کے اندر کئی آدمی جمع ہو گئے تھے۔ وہ ایک طرف اجتماعی زندگی کے سدھار کیلئے عوامی انقلاب کے حامی نظر آتے ہیں تو دوسری طرف وہ فرد کی باغی اور روحانی زندگی کے ارتفاع کیلئے شاعری کو بنیادی حیثیت دیتے ہیں۔ لیکن انقلاب کا پرجوش حامی ہونے کے باوجود وہ دیگر آدمیوں سے اس لحاظ سے منفرد نظر آتے ہیں کہ وہ ادب و شاعری کو انقلاب برپا کرنے کیلئے بطور آلہ استعمال کرنے کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں۔ سلیم احمد نے خود کو ادب اور شاعری کیلئے وقف کرر کھا تھا اس بارے میں ڈاکٹر مسعود رقمطراز ہیں کہ سلیم احمد نے خود کو شاعری اور ادب کیلئے اسطرح وقف کر دیا تھا کہ کبھی کبھی ایسا دھوکہ ہونے لگتا جیسے وہ گوشت پوست، خون اور ہڈیوں سے بنے ہوئے نہیں ہیں بلکہ مبہم خیال ہیں۔ (149)

آپ ادبی دنیا کے ایک ایسے معلم تھے کہ جنھوں نے نئے لکھنے والوں کی تحریر و تقریر کے ذریعے تربیت فرمائی۔ خواجہ رضی حیدر اپنی کتاب سلیم احمد، مطالعے، مشاہدے اور تاثرات کی روشنی میں، یوں لکھتے ہیں کہ سلیم بھائی کے ایک قدیم دوست اور ممتاز دانشور ڈاکٹر اسلم فرخی نے اپنے ایک مضمون بعنوان، ٹوٹی ہوئی اکائی میں سلیم بھائی کی شخصیت کا

مجموعی جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے "سلیم احمد نے تحریر و تقریر دونوں میں نئے ذہن کی تشکیل میں بھرپور حصہ لیا اور بے شمار نئے لکھنے والوں کی ذہنی تربیت کی۔ (150)

تصانیف:۔

آپ نے بیشمار تصانیف فرمائی جن میں ادبی اقدار (تنقیدی مضامین) 1956ء، بیاض (مجموعہ کلام) 1962ء نئی نظم اور پورا آدمی (تنقیدی مضامین) 1962ء، جدیدیت (تنقیدی مضامین) 1977ء، اور اقبال ایک شاعر (تنقید) 1979ء نمایاں ہیں۔ (151)

باباصاحب کی شاگردی:

سلیم احمد بہت بڑے ادیب، شاعر اور فلسفی تھے آپ نے ادب کو عروج بام بخشا شاعری کو ایک نیا انداز دیا۔ اس سب سے کے باوجود آپ اپنے آپکو بابا ذھین شاہ تاجی کی شاگردی کے بغیر نامکمل سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کئی برس حضرت محی الدین ابن عربی کا اپنے طور مطالعہ کیا تھا کچھ سمجھا تھا کچھ نہیں سمجھا تھا۔ ذہن میں بیسیوں سولات اور الجھنیں تھیں۔ روح میں ایک تشنگی تھی کہ شیخ اکبر کو میں نے جو کچھ سمجھا ہے کسی سے اس کی تصدیق حاصل کروں۔ اور جو نہیں سمجھا ہے وہ کسی سے سمجھوں۔ بہت لوگوں سے ملا مگر کسی سے تسلی نہیں ہوئی۔ شرحیں اور کتابیں دیکھیں مگر دل کو اطمینان نہیں ہوا۔ اسی زمانہ میں میرے ایک دوست جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لے کر آئے اور مجھ سے طالب ہوئے کہ میں کراچی کے صاحبِ نظر و خبر علماء سے ان کو ملواؤں۔ وہ بھی میری طرح بہت پیاسے تھے۔ میں ان کو مولانا ایوب رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گیا۔ اور اس کے بعد حضرت باباصاحب کے پاس۔ میں کیا لے گیا میری خواہش پر اطہر نفیس سلمہ، جو میرے لیے چھوٹے بھائی کی طرح ہیں۔ اور باباصاحب سے نسبت قریبہ رکھتے ہیں۔ ہم دونوں کو ان کے پاس لے گئے۔ یہ باباصاحب سے میری پہلی ملاقات تھی۔ پہلی ہی ملاقات میں بابا نے مجھے اپنا گرویدہ بنالیا۔ مجھے بھی اور میرے ان دوست کو بھی۔ اس کے بعد باباصاحب کے پاس آنے جانے کا باقائدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک روز میں نے باباصاحب سے درخواست کی کہ وہ فصوص الحکم پر باقائدہ درس کا سلسلہ شروع کریں تاکہ میں اور میرے دیگر ساتھی مکمل استفادہ کر سکیں۔ باباصاحب نے ازراہِ عنایت میری درخواست کو قبول کر لیا اور ہفتہ واری نشستیں شروع ہو گئیں جو پورے دو سال جاری رہیں۔ اند و سال میں ایک دن کا بھی ناغہ نہیں ہوا۔ باباصاحب باقاعدگی سے درس دیتے رہے۔ اور ہم بھی باقاعدگی سے حاضر ہوتے رہے۔ حاضر ہونے ولوں میں اطہر نفیس تو ہوتے ہی تھے، جمال پانی پتی

صاحب بھی ابتدا سے ہمارے ساتھ تھے اور آخر تک برابر شریک درس رہے۔ اورہاں برادر عزیز عذیر ہاشمی بھی اکثر و بیشتر ہمارے ساتھ ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ کبھی کبھی کراچی کے حلقۂ ادب کے کچھ اور دوست بھی ہمارے ساتھ جاتے۔ باباکا درس سنتے۔ اور باباکی حیرت انگیز علمیت، بصیرت اور ذہانت پر عش عش کرتے۔ بعد میں حضرت استاذی ڈاکٹر محمود احمد صاحب بھی کراچی تشریف لے آئے اور برابر شریک درس ہوتے رہے۔ دو سال میں فصوص الحکم کا درس ختم ہوا۔ طریقہ یہ تھا کہ باباصاحب پہلے کسی فص کا ترجمہ اور تشریح بیان کرتے۔ پھر ہم لوگ اس پر سوالات کرتے اور باباصاحب ان کا ایک جواب دیتے اس سلسلہ میں جو باتیں ہوتی تھیں وہ اگر تفصیل سے نقل کی جاتیں توان کا ایک کتاب میں شامل ہونا ممکن نہ ہوتا۔(152)

مزید لکھتے ہیں کہ میں نے باباصاحب سے بڑھ کر ابن عربی کی تحریر کو جاننے اور سمجھنے والا نہیں دیکھا۔ اور لکھتے ہیں اسکے علاوہ فلسفہ آپ کا پسندیدہ عنوان تھا لیکن باباصاحب سے ملاقات کے بعد آپ کو کہنا پڑا کہ:

فلسفے کے بڑے عمیق مسائل پر اول تو میرا علم کیا ہے؟ لیکن جو کچھ میں نے پڑھ رکھا تھا اور کچھ سن رکھا تھا اس کے بارے میں بھی وہ بہت کچھ جانتے تھے۔ اور انکی نظر، چونکہ ایک نقطۂ نظر ایسا انھوں نے قائم کر لیا تھا اور وہ اتنا جامع اور مکمل نقطۂ نظر تھا کہ اس کی روشنی میں وہ پوری کائنات کو دیکھ سکتے تھے اور کبھی اس سے کوئی انکے یہاں ممکن نہ تھا۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جن چند اہل علم سے میں اپنی زندگی میں ملا ہوں اور جن کی میری روح و جذبات اور دل اور قلب ہر ایک پر عمیق ترین تاثرات ہوئے ہیں ان میں سے باباصاحب ایک ہیں (153)

وفات:

یکم ستمبر 1983ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔(154)

سجادہ نشینِ حضرت بابا انور شاہ تاجی مسند نشین تاج الاولیاء

حضرت بابا محمد عاطف شاہ تاجی مد ظلہ عالی

بابا صاحب کا نام محمد عاطف ولد محمد حفیظ ہے۔ آپ لاہور کے ایک کاروباری گھرانے میں اکیس نومبر 1966ء بمطابق 7 شعبان 1386ھ بروز پیر تولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لاہور کے مشہور اسکول کریسنٹ ماڈل اسکول میں حاصل کی۔ بعد ازاں FG College Islamabad سے انٹرمیڈیٹ اور پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن بعد ازاں قانون کی تعلیم حاصل کی۔ (155)

آپ کی والدہ صوفیہ صافیہ رضیہ اماں رحمہا اللہ علیہا کی تربیت کا اثر تھا کہ بچپن ہی سے آپ ایمانداری و سچائی کے پیکر تھے۔ خاندان میں آپ اپنے محاسن اخلاق کی وجہ سے مشہور تھے۔

آپ کی خالہ اور خالو حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ کے مرید تھے۔ کسی بیماری کی وجہ سے والدہ محترمہ خالہ جان کے ساتھ بابا صاحب کے حضور میں تشریف لائیں اور یہ عقیدت اس قدر بڑھی کہ آپ اپنے دونوں بیٹوں محمد عاطف اور محمد عمر کے ہمراہ سب کچھ چھوڑ کر بابا صاحب کی درِ اقدس ہی کی ہو گئیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ

لن تنالو البر حتی تنفقو امما تحبون (156)

تم ہر گز نیکی کے مرتبہ کمال کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں قربان نہ کر دو۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (157)

وہ لوگ جو ہماری (اللہ کی) راہ میں کوشش کرتے ہیں ضرور ہم ان کو اپنی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

گویا کہ اماں جی کو باباصاحب کے در اقدس پہ راستہ و منزل نظر آئی۔ اور خالق کی محبت غالب آئی۔ یہاں تک کہ ایک مقام ایسا آیا کہ آپ کے سامنے دو راستے تھے۔ یا تو باباصاحب کو چھوڑ دیں یا خاندان کو چونکہ آپ حق کو پہنچان چکی تھیں اور آپ نے سارے خاندان کو خیر باد کہہ دیا۔ (158)

تاریخ شاہد ہے کہ نبی ﷺ کی بارگاہ میں کئی صحابی اور صحابیاتؓ ایسے بھی آئے کہ جب انہیں حق کی پہچان اور حضرت محمد ﷺ کی معرفت نصیب ہوئی تو انہوں نے اپنا گھر، خاندان سب کچھ قربان کر دیا۔

1980ء کی دہائی کے شروع میں آپ کے فرزند ارجمند محمد عاطف نے حضرت باباانور شاہ تاجی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ (159)

باباانور شاہ تاجی نے آپ میں سعادت کے آثار نمایاں دیکھے اور خاموشی سے آپ کی تربیت کا خصوصی اہتمام فرمایا دور رہتے ہوئے بھی باباصاحب اپنے اس مرید خاص کو اپنی توجہات سے سرفراز فرماتے رہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں کہ

" میں نے چالیس سال تک بیعت کی لیکن کوئی بھی طالب صادق، طلبِ حق کے ساتھ نہیں آیا۔ بلکہ دنیا کی طلب کے ساتھ آیا۔ کہتے ہیں باخدا اگر کوئی طالب صادق آتا تو اسے ایک ہی لحہ میں خدا سے ملا دیتا۔ آج بھی آپ کے مزار پر یہ شعر نقش ہے۔

طالب بیا طالب بیا طالب بیا　　تا رضنم روز اول باخدا

یعنی سچی طلب لے کر آئیں تجھے پہلے ہی دن خدا سے ملا دوں گا۔ یہی معاملہ ہوا۔ باباصاحب نے اپنے مرید خاص میں طلب حق کو دیکھا اور دنیا و آخرت کی نعت عظمیٰ یعنی عشق خدا سے نوازا۔ بقول سلطان العارفین

عشق پہنچایا اس منزل تے ایمان نوں خبر نہ کوئی ہو

عشق پہنچائے اتھے جتھے ایمان نوں خبر نہ کوئی ہو

تربیت مکمل فرمانے کے بعد مرشد حق نے آپ کا عقد اپنی چہیتی بیٹی سیدہ مبینہ انور سے 9ربیع الثانی 1414ھ بمطابق 26 ستمبر 1993ء جبکہ ولیمہ 11ربیع الثانی 1414ھ بمطابق 28 ستمبر 1993ء کو ہوا۔ اور اسی گیارہویں شریف کی محفل میں آپ کی دستار بندی فرماکر آپ کی سجادگی کا اعلان فرمایا۔ (160)

بابا انور شاہ تاجی کے غیر ملکی دوروں کے درمیان آپ ہی محافل کی سرپرستی فرماتے۔ حضرت بابا انور شاہ تاجی کے وصال کے بعد آپ نے سلسلہ عالیہ کی خدمت کے لئے خود کو وقف کر دیا۔ لنگر خانے کی خدمت سمیت، خانقاہ شریف اور مریدین و معتقدمین کے مسائل بھی دل جمعی کے ساتھ حل فرماتے ہیں۔

منگل، جمعرات اور اتوار کو شفاء خانے پر سائلین کا ہجوم اس بات کی بین دلیل ہے اور سلسلہ عالیہ تاجیہ روز افزوں ترقی پذیر ہے۔

آپ کی خصوصی توجہات اور محاسن اخلاق کی بدولت مریدین، عوام و خواص آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ بچوں سے خصوصی محبت، بزرگوں پر شفقت و احترام معذوروں کی دل جوئی۔ مریضوں کی باز پرس، غمزدوں کی غمخواری اور سب سے بڑھ کر طالبان حق کی دستگیری جس خوش اسلوبی کے ساتھ آپ انجام دے رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہفتہ واری اور ماہانہ محافل اور بالخصوص سال میں چار مرتبہ اعراس مبارک کا انعقاد اور گیارہویں اور بارہویں شریف کی محافل اور بزرگان حیثیت کے اعراس انتہائی عقیدت و احترام سے باقاعدگی کے ساتھ منعقد فرماتے ہیں اور عوام و خواص ہزاروں کی تعداد میں جوق در جوق شرکت کرتے ہیں۔

آپ نے سلسلہ عالیہ کے فروغ کے لئے نہ صرف کراچی بلکہ لاہور اور حیدر آباد میں مراکز قائم کیے علاوہ ازیں بیرون ممالک Island , Canada , USA اور UK سمیت دنیا بھر میں مریدین کی رہنمائی کا فریضہ بھی بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ (161)

حضرت باباعاطف شاہ تاجی وقت کے ساتھ ساتھ اپنے مشائخ کے رنگ سے ایسے سرشار ہیں کہ پہلے تو سیرتاً اور آہستہ آہستہ صورتاً بھی باباصاحب کی جلوہ گری آپ میں نمایاں ہے۔ دیکھنے والوں نے بابا تاج الدین، بابا یوسف شاہ، بابا ذہین شاہ اور بابا انور شاہ کے جلوے آپ کے آئینہ وجود میں دیکھے۔

یہ سلسلہ عالیہ کی خصوصیات میں ہے وہ اپنے سجادہ کو اپنی صورت بھی عطا فرماتے ہیں۔

بقول بابا ذہین شاہ تاجی

ذہین اس راز کو سرکار یوسف شاہ نے کھولا   وہی تاجی ہے جو مظہر ہے تاج الدین بابا کا

الغرض آپ نے سلسلہ عالیہ کی خدمات میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ خانقاہ عالیہ کی تزئین و آرائش، خانقاہ سے متصل مسجد اولیاء کی تعمیر نو اور Under Ground خواتین کے لئے علیحدہ انتظام۔ جامعہ تاجیہ بفرزون کی تعمیر و توسیع اور جامع کے احاطہ ہی میں اسکول کی تعمیر، ذہین کو آپریٹو سوسائٹی میں کام کا آغاز کے علاوہ بابا ذہین شاہ صاحب کی کتب کا اجراء اور طباعت جن میں فتوحاتِ مکیہ کا ترجمہ و تشریحات (جلد اول) اور آیات جمال کا تیسرا ایڈیشن خوشنمار نگین کاغذ پر اجراء کیا۔(162)

علاوہ ازیں باباصاحب اور بزرگان کے کلام کی Audio CD & Cassettes اور Website بھی لانچ کی جس کے ذریعہ سلسلہ عالیہ کے پیغام کو دنیا کا طول و عرض میں ابلاغ مقصود ہے۔

ماہنامہ تاج کا باقاعدگی سے اجراء اور حضرت بابا انور شاہ تاجی نمبر اور عید میلاد النبی نمبر کا اجراء بھی کیا گیا۔

ساتھ ہی ایک یونیورسٹی کے قیام کا منصوبہ بھی زیر غور ہے۔ علاوہ ازیں مریدین و خلق خدا کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ (163)

8اکتوبر کے زلزلے کے موقع پر باباصاحب نے جو مفید افکار سے نوازا راقم خود ان کا شاہد ہے۔ نہ صرف شاہد بلکہ حیران بھی تھا کہ قبرستان کی تنہائی میں بسنے والے یہ گوشہ نشین کس قدر باریک بینی سے عوام کے مسائل کو نہ صرف محسوس کر رہے تھے بلکہ ان کا ہر ممکنہ حل بھی تجویز فرما رہے تھے۔

باباصاحب خانقاہ شریف چشتیہ صابریہ تاجیہ طریق کی تبلیغ اور فیض عوام کو پہنچا رہے ہیں۔

کنز مخفی ہے سر بازار تاج الاولیاء

حوالہ جات برائے فصل دوئم

1	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص515: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
2	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص512۔511: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
3	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:175، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی۔
4	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔511: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
5	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔511: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
6	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:207، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی۔
7	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔512: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
8	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔512: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
9	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔512: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
10	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:208، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی۔
11	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔512: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
12	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔512: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
13	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:208، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی۔
14	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:209، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی۔
15	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:208، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی۔
16	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔513: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی

17	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔514۔513: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
18	سورہ بقرہ آیت 155
19	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ :85، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی۔
20	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ :85، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی۔
21	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔514: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
22	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔512: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
23	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔514: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
24	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ :98، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
25	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ :98، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
26	بابا ذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔515: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
27	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ :99، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
28	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ :99، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
29	سورۃ توبہ، آیت 111
30	صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2629 ، حدیث مرفوع، مکررات 3 متفق علیہ 2
31	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ :99، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
32	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ :100، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
33	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ :100، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی

34	سورۃ النور، آیت 38
35	امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الدعوات، باب فضل الاجتماع علی تلاوت القرآن و علی الذکر۔
36	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔516: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
37	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔516: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
38	بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الحب فی اللہ مسلم
39	صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر76، متفق علیہ 5
40	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔516: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
41	صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر1500
42	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔516: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
43	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ:100، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
44	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ:100، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
45	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔516: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
46	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ:216، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
47	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔516: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
48	سورۃ المائدہ، آیت نمبر 2
49	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔516: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
50	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔516: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی

51	صحیح بخاری کتاب الایمان، باب اطعام الطعام۔
52	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:101، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
53	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔516: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
54	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔516: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
55	صحیح مسلم فی الایمان، باب بیان ان الذین النصیحۃ
56	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:158، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
57	سورۃ آل عمران، آیت26
58	سورۃ فرقان، آیت74
59	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:101، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
60	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:101، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
61	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔517: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
62	سورۃ انفال، آیت46
63	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔517: ادارۂ تعلیم وثقافتِ اسلامی، کراچی
64	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:102، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
65	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:103، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
66	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:103، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
67	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:103، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی

68	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 169، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
69	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔520: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
70	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 148، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
71	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 149، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
72	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔520: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
73	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔521: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
74	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔521: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
75	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔521: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
76	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔521: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
77	ایضاً ص524
78	ایضاً ص524
79	ایضاً ص524
80	ایضاً ص524
81	ایضاً ص526
82	ایضاً ص525
83	ایضاً ص526
84	ایضاً ص524

85	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 217، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
86	غلام معین الدین قادری نعیمی، شروح الغیب، صفحہ: 8-9، زاویہ پبلیشرز
87	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 57، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
88	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 136، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
89	انٹرویو، محمد اشفاق تاجی، بمقام: جامعہ تاجیہ، کراچی
90	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 122، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
91	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 124، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
92	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 124، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
93	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 124، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
94	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 229، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
95	انٹرویو، محمد اشفاق تاجی، بمقام: جامعہ تاجیہ، کراچی
96	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 228، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
97	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 220، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
98	سورۃ توبہ، آیت 119
99	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 221، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
100	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 222-221، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
101	ماہنامہ تاج، بابا انور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری 1996ء صفحہ: 221، مضمون: حضرت بابا انور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی

102	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:221، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
103	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:170۔169، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
104	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ240، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
105	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:169، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
106	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:129، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
107	ماہنامہ تاج، باباانور شاہ تاجی نمبر، شمارہ جنوری1996ء صفحہ:227، مضمون: حضرت باباانور شاہ ذہینی تاجی، محمد امان اللہ تاجی
108	سورۃ البقرہ، آیت269
109	ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص159
110	ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص97
111	ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص219
112	ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص85
113	ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص104۔103
114	ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص105
115	سورہ بقر آیت138 پ1
116	ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص55
117	ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص135
118	ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص68

ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص63	119
ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص149	120
ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص156	121
ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص23-22	122
ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص235	123
ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص218-217	124
ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص80	125
ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص81159	126
ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص219	127
ماہنامہ تاج، محمود نمبر شمارہ8، ص176-175	128
Sheikh Abdul Mabud, Journal of Islamic Academy of Science Volume 10, No. 4	129
Sheikh Abdul Mabud, Journal of Islamic Academy of Science Volume 10, No. 4	130
- Abdul Mabud & Dr. Akbar Ahmed , Artical Remembering Professor Syed Ali Ashraf. website www. bmri.org.uk	131
- Sheikh Abdul Mabud, Journal of Islamic Academy of Science Volume 10, No. 4	132
- Sheikh Abdul Mabud, Journal of Islamic Academy of Science Volume 10, No. 4	133
Sheikh Abdul Mabud, Journal of Islamic Academy of Science Volume 10,	134

135	Sheikh Abdul Mabud, Journal of Islamic Academy of Science Volume 10,
136	- Prof. Syed Ali Ashraf, Artical Aim and Objectives of Islamic Education
137	روزنامہ اسلام۔ جمعرات ۵ جنوری ۲۰۱۲ء صفحہ 6
138	روزنامہ اسلام۔ جمعرات ۵ جنوری ۲۰۱۲ء صفحہ 6
139	روزنامہ اسلام۔ جمعرات ۵ جنوری ۲۰۱۲ء صفحہ 6
140	روزنامہ اسلام۔ جمعہ ۵ جنوری صفحہ 6
141	روزنامہ اسلام۔ جمعہ ۵ جنوری صفحہ 6
142	روزنامہ اسلام۔ جمعہ ۵ جنوری صفحہ 6
143	روزنامہ اسلام۔ جمعہ ۵ جنوری صفحہ 6
144	انٹرویو۔ مولانا نوید حسن ۱۵۔۲۔۲۰۱۳
145	باباذہین شاہ تاجی تاج الاولیاء، ص۔437: ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی
146	ڈاکٹر طاہر مسعود، یہ صورت گر کچھ خوابوں کے ص ۵۳ مکتبہ دوست پبلی کیشنز
147	ڈاکٹر طاہر مسعود، یہ صورت گر کچھ خوابوں کے ص ۵۳ مکتبہ دوست پبلی کیشنز
148	ڈاکٹر طاہر مسعود، یہ صورت گر کچھ خوابوں کے ص ۵۳ مکتبہ دوست پبلی کیشنز
149	ڈاکٹر طاہر مسعود، یہ صورت گر کچھ خوابوں کے ص ۵۵ مکتبہ دوست پبلی کیشنز
150	خواجہ رضی حیدر، سلیم احمد، مشاہدے مطالعے اور تاثرات کی روشنی میں، ص 125
151	ڈاکٹر طاہر مسعود، یہ صورت گر کچھ خوابوں کے ص ۵۶ مکتبہ دوست پبلی کیشنز

152	ماہنامہ تاج،ذہین نمبر، ص119
153	ریڈیو پاکستان، تعزیتی پروگرام،بحوالہ ماہنامہ تاج،ذہین نمبر، ص236-235
154	خواجہ رضی حیدر، سلیم احمد، مشاہدے مطالعے اور تاثرات کی روشنی میں، ص260
155	انٹرویو، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ تاجیہ، بمقام میوہ شاہ کراچی، بتاریخ 2013-02-13۔
156	سورۃ آل عمران، آیت92
157	سورۃ العنکبوت، آیت:69
158	انٹرویو، محمد عمر تاجی، بمقام صائمہ ٹریڈ سینٹر، بتاریخ 2013-02-12۔
159	انٹرویو، محمد عمر تاجی، بمقام صائمہ ٹریڈ سینٹر، بتاریخ 2013-02-12۔
160	انٹرویو، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ تاجیہ، بمقام میوہ شاہ کراچی، بتاریخ 2013-02-13۔
161	انٹرویو، محمد عمر تاجی، بمقام صائمہ ٹریڈ سینٹر، بتاریخ 2013-02-12۔
162	انٹرویو، محمد عمر تاجی، بمقام صائمہ ٹریڈ سینٹر، بتاریخ 2013-02-12۔
163	انٹرویو، محمد عمر تاجی، بمقام صائمہ ٹریڈ سینٹر، بتاریخ 2013-02-12۔

شعر و ادب میں بابا صاحب کی خدمات

شاعری اور ذہین کا تعلق

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ بابا صاحب نے خانوادۂ علم و فضل و مشیخیت میں اپنی آنکھیں کھولیں۔ جہاں شاعری گویا خوانِ نعمت کی طرح ایک اضافی صفت کے طور پر موجود تھی۔ آپ کے والد بزرگوار عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔

چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ "بمشکل نو سال کی عمر ہوگی کہ میں نے شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔"(1) اور یقیناً اس کا محرک وہ ماحول تھا جو انہیں والدِ بزرگوار سے ملا تھا۔ ان کے والد فراقی تخلص فرماتے تھے۔ حضرت بابا صاحب کے خانگی و بیرونی دونوں ماحول انتہائی مصفّٰی اور پاکیزہ تھے۔ دریں صورت کہ گھر میں والد صاحب کی بہترین تربیت تھی تو بیرونی طور پر ان کا خاندان مبارک جس محلہ میں آباد تھا پیر صاحبان نامی یہ محلہ دو حصوں (زنانہ اور مردانہ) پر منقسم تھا اور دونوں حصوں میں محافلِ میلاد منعقد ہوتی تھیں نیز مردانہ حصوں میں شعر و شاعری کی مجالس بھی ہوتی تھیں۔ (2) جس سے بابا صاحب کے استعداد ادب و شاعری کو مہمیزیت ملی اور شاعرانہ خیالات کو یک گونہ بلندی نصیب ہوئی۔

حضرت بابا صاحب ماضی کے آئینے میں تلاش و تفحص کی ایک نظر ڈالتے ہیں تو بقول ان کے انہیں بچپن میں کہی ہوئی نعت کا محض ایک مطلع یاد ہے۔ جو اس وقت کی زبان و بیان اور قدیم اردو ادب کا مظہر ہے۔ (کاش بابا صاحب کا ابتدائی شعری ذوق دستیاب ہوتا تو طالبین قدیم سے جدید اردو شاعری کے اس سفر سے ضرور مستفید ہوتے۔)

نعت کا مطلع ملاحظہ ہو۔

؎ کون کسی کا ہویگا جب روز محشر ہویگا   لیکن اپنا حامی و حق کا پیمبر ہویگا(3)

قدیم اردو میں "ہوگا" کو "ہویگا" لکھا پڑھا جاتا تھا مگر اس شعر میں اگر الفاظ و بیاں کا انتخاب پر غور کیا جائے تو یہ ایک دقیق المعانی شعر ہے۔ جہاں پہلا مصرع

یومریفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وعن صاحبتہ وبنیہ (الآیۃ) (4)

کا مظہر ہے اور دوسرا مصرع شفاعتِ نبی ﷺ کا طلب گار ہے۔

بہر صورت حضرت بابا صاحب کا کلام آپ کے والدِ بزرگوار اکثر و بیشتر دیکھا کرتے تھے اور آپ کو تخلص مبارک "ذہینؔ" بھی انہیں کا عطا کردہ ہے۔ جو کہ بعد میں گویا اسمِ مبارک ہی بن گیا۔

حضرت بابا صاحب ذوقِ شعری کی وجوہات بیان کرتے ہوئے۔ خود رقمطراز ہیں کہ۔

"والد صاحب اپنے مسودات تحریر صاف کرنے کے لئے مجھے دیتے تھے آپ یہ سن کر تعجب کریں گے کہ میں اس کم سنی میں خوش نویسی میں بھی مشہور تھا۔ یہ فن بھی مجھے والد صاحب نے تعلیم کیا تھا۔ کتابتِ اشعار سے ذوقِ تحریر پیدا ہوا۔" (5)

مزید وہ فرماتے ہیں کہ والد صاحب قبلہ اکثر رات کے حصوں میں متقدمین کے اشعار مخصوص و اثر انگیز لہجے میں پڑھا کرتے تھے۔ جن میں دعائیں، مناجاتیں، مناقب و حمد و نعت شامل ہیں۔ تو حضرت بابا صاحب ان کو سنتے اور متاثر ہوتے تھے چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں۔

"غرضیکہ شب و روز شعر و سُخن کی ایک مستقل فضا میرے دل و دماغ پر والد صاحب قبلہ کے فیض صحبت سے طاری تھی اور یہی میرے لئے مذاقِ سخن کا محرکِ اولی تھی۔" (6)

حضرت بابا صاحب کی شعری پختگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ محض (16) سولہ سال کی عمر میں 1936ء میں آپ نے جدِّ بزرگوار کی تاریخ وصال کہی تھیں۔ جو یہ ہے

؎ چوں معزالدین، جدّم، رفت درالمعاد — از سر آہ و بکاء گفتا ذہینؔ مغفور باد

مغفور باد کے اعداد 1333 ہوتے ہیں جن میں اگر الفِ آہ اور بائے " بکاء" کا تعمیہ کر دیں تو یہ 1333+1+ 2= 1336ھ حاصل ہو جائیں گے۔ (7)

والد صاحب ان کے شعر یا شعری ذوق کی اصلاح کرتے تھے۔ یہ بات انہی کے قلم مبارک سے ملاحظہ فرمائیں تولطف دوبالا ہو جائے۔

"ایک دفعہ غزل کے اشعار لکھتا جارہا تھااور گنگنا تا جارہا تھا کہ حضرت والد صاحب قبلہ اچانک تشریف لے آئے میں نے غزل کو چھپالیا۔ تو فرمایا کہ ایسا شعر کہتے ہی کیوں ہو جس کو چھپانے کی ضرورت پڑے۔ شعر ایسے کہنے چاہیءں جو ماں، باپ ، بھائی بہن ، استاد، دوست و احباب سب کو سنائے جا سکیں ۔ پھر فرمایا

ے نوشتہ بماند سیہ بر سپید نویسندہ رانیست فردا امید (8)

اسی مضمون کو ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

ے یدوم الخط فی القرطاس دھراً وکاتبہٗ رمیم فی التراب

(تحریر کاغذ پر ایک زمانے محفوظ رہتی ہے اور اس کا لکھنے والا مٹی ہو جاتا ہے۔)

باباصاحب فرماتے ہیں کہ

"اس تنبیہ کا اثر میری شاعری میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔" (9)

ایک طرف خانگی ماحول وتربیت کا یہ حال تھا دوسری طرف بیرونی ماحول تمام علمی وادبی تھا۔ چنانچہ جس قدر سونے کو کندن بننا تھا۔ اسی قدر ایک حسین طرز پر بنتا گیا۔ حضرت باباصاحب کے زمانے میں چونکہ اولین زمانہ میں کلاسیکی ادب زوروں پر تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اسی طرز پر طبع آزمائی کی ہو گی۔ جیسا کہ ان کے نعت کے مذکورہ مطلع سے معلوم ہوتا ہے۔

ے خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت باباصاحب کے والد گرامی قدس سرہٗ ان کی اصلاح کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ اشعار میں بھی ان کا اخلاقی معیار ڈگمگانے نہ پائے۔

؎ صدقِ خلیل عشق ہے صبر حسین عشق ہے   معرکۂ وجود میں بدر و حنین عشق ہے (اقبال)

حضرت بابا صاحب ایک عبقری شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ ذہنی سطح رکھتے تھے۔ مگر چونکہ ان کو "فنافی الرسول" کا رتبہ حاصل ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ تصوف کے ہی ہو کر رہ گئے۔

خصوصیات بلحاظ زبان و بیان:

حضرت بابا صاحب کا یہ ایک شعر کئی دواوین پر بھاری ہے کہ

؎ خاک سے لالہ و گل سنبل و ریحاں نکلے   تم بھی پردے سے نکل آؤ کے ارماں نکلے (10)

جو بعینہٖ اس مضمون کی نشاندہی کرتا ہے کہ

؎ ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی   اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

مذکورہ شعر علم معانی میں اعلیٰ پائے کا شعر کہا جا سکتا ہے

جیسے کہ شاعر کہتا ہے

الا ایّھا اللّیل الطویل الا انجلی   بصبح و ما الاصباح منك بامثل (11)

ترجمہ:۔ (خبردار اے لمبی رات کیا روشن نہیں ہو گی، صبح کے ذریعہ، لیکن افسوس (اے رات) صبح بھی تجھ سے افضل نہیں ہے) تمنی کے ساتھ ساتھ اس میں محبت کا جو تحسر و توجع پایا جا رہا ہے وہ صرف اہل دل ہی محسوس کر سکتے ہیں۔

اس پر بھی مزید یہ کہ اس شعر میں تقدیم و تاخیر کا جو لحاظ لکھا گیا ہے کہ

پہلے مصرے کی ترتیب نحوی یہ ہوئی

لالہ و گل، سنبل و ریحاں خاک سے نکلے

مگر شاعر نے "خاک سے" کو مقدم کر دیا۔ خاک سے مراد اگر خاکی انسان لیا جائے تو اس کے بالمقابل ہے۔ " تم بھی" پردے سے نکل آؤ۔ تو گویا حقیقت یہ ہے کہ جس طرح لالہ و گل خاک میں پوشیدہ ہیں۔ اسی طرح "تم" میرے دل میں پوشیدہ ہو۔ جس طرح وہ ایک مخصوص عمل کے بعد وجود میں آتے ہیں ہم نے وہ عمل تو کر دیا بس اب تمہاری مرضی و اختیار کی ضرورت ہے کہ "تم" نکل آؤ تاکہ ارمانِ محبت و عشق پورے ہو جائیں۔ (3)
مذکورہ بالا شعر دراصل غزل کا مطلع ہے اور اس کا مقطع بالکل اس سے مطابقت رکھتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ے رنگ و بو قافلہ در قافلہ آئے تھے ذہینؔ چند اُڑتے ہوئے سائے تھے گریزاں نکلے (12)

باباصاحب کی شاعری میں کچھ ایسا جذب پنہاں ہے کہ وہ بے ارادی طور پر انسان کو مجاز سے حقیقت کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔

رزی صاحب کے بقول

"سلسلۂ فقر و تصوف میں ہمارے سامنے دو بڑی شخصیات آتی ہیں۔ ان میں ایک حضرت خواجہ میر درد کی ذات گرامی ہے اور دوسری حضرت شاہ نیاز، بریلوی کی ذات والا صفات ہے۔۔۔۔" (13)

ذہین صاحب کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"ذہین صاحب کی شاعری کیا ہے؟ یہ واردات و کیفیات کا مرقع ہے۔۔۔ آیاتِ جمال کے مطالعہ سے یہ فیصلہ کرنا سخت مشکل ہو جاتا ہے کہ آپ شاعر زیادہ ہیں یا صاحب ارشاد14۔۔(14) "

محسنات معنویہ:

باباصاحب کے تغزل میں مجاز سے حقیقت کا سفر جب دیکھتے ہیں تو بے ساختہ مثنویِ مولانا روم کا خیال ابھرتا ہے۔ انتہائی سادہ انداز میں ایک انتہائی اہم اور پیچیدہ بات بیان کرنا صرف انہی کا خاصہ سمجھا جا سکتا ہے۔
پڑھئے اور سر دھنیئے

ے بھیس بدلے ہوئے جیسے شبِ تنہائی ہے اس ادا سے بھی ملاقات کی رات آئی ہے

یہ تماشا ہے یہاں کچھ نہ تماشائی ہے　　یہ میرے ہوش میں آنے کی خبر آئی ہے

کثرتِ حسن میں بھی عالم یکتائی　　بزم کی بزم ہے تنہائی کی تنہائی ہے

حسن غارت گر تمکین و شکیبائی ہے　　عالم بے خبری میں یہ خبر آئی ہے

بے خودی میں وہ مرے سانس کی خوشبو تھی جسے　　میں نے سمجھا ترے دامن کی ہوا آئی ہے

بے نیازی انہیں زیبا ہے تو اے اہل نیاز　　سجدہ آسان ہے دشوار پذیرائی ہے

وہ تکلم وہ ترنم وہ تبسم کیا ہے　　خود مرے دل کے دھڑکنے کی صدا آئی ہے

کفر کامل ہے تو ایمان بھی کامل ہے ذہینؔ　　حق شناسوں کی بتوں سے بھی شناسائی ہے(15)

مذکورہ بالا غزل کا اگر ہم تصوف کے لحاظ سے تجزیہ کریں تو بلاشبہ یہ عشق مجازی کے دعویداروں کو عشق حقیقی کی طرف کھینچ لے جانے کا ایک مجرب نسخہ ہے۔ جس میں فراق، شب تنہائی، ملاقات کی رات (یعنی شب وصال) بے خودی سے خودی کا سفر۔ حسن کی یکتائی، بھری بزم میں محبوب کا نہ ہونے کی تنہائی، اور اس تمام نشیب و فراز میں صبر و شکیبائی کی تلقین، پھر اس بے نیاز ذات کے سامنے سجدہ و پذیرائی کی کیفیات کا ذکر ہے اور وارادت قلبی سے لیکر ایمان کامل اور کفر سے بت (محبوب) کا ذکر ایک عجیب سی کاملیت لئے ہوئے ہے۔ محبت کا اس سے بہترین اظہار مکمل بیاں کے ساتھ نہیں ملتا۔

اور اگر زبان و بیان سے دیکھا جائے تو انتہائی سادگی سے ہجر و وصال سے لیکر وارداتِ قلبی کی تمام کیفیات کا ذکر کیا غرض کہ گویا دریا کو کوزے میں سمو دیا۔

علم بیان کی رو سے کبھی کبھی شعر میں بیانِ خبر ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے اس شعر میں ملاحظہ فرمائیں۔

؎ بے خودی میں وہ مرے سانس کی خوشبو تھی جسے　　میں نے سمجھا ترے دامن کی ہوا آئی ہے

یہاں خبر کو مقدم کر کے سانس کی خوشبو کو دامن کی ہوا سے تشبیہ دے کر بدل کیا گویا کہ اصل جملہ یوں ہوگا " میں نے بے خودی میں جسے ترے دامن کی ہوا سمجھا تھا وہ میرے سانس کی خوشبو تھی "

اس سے اگلے شعر میں طلب گار و بے نیاز کا تقابل کس قدر حسین پیرائے میں کیا کہ حضرتِ انسان گویا اپنی حیثیت پہچان گیا۔

؎ بے نیازی انہیں زیبا ہے تو اے اہل نیاز سجدہ آسان ہے دشوار پذیرائی ہے

یہاں عبدیت و معبودیت کے درمیان قبولیت کی جن دشوار گذار گھاٹیوں کا ذکر کیا ہے گویا کہ علم معانی کے تمام اصول و ضوابط اس میں سمو دیئے۔ اسلام کی اہم بنیاد اخلاص سے لیکر ایمان کے تمام مدارج عبور کر لئے۔ غرض کہ مذکورہ شعر اپنے علمی و تصوف کے اعتبار سے اصلاحی اشعار کے دواوین پر بھاری ہے۔ بابا صاحب کے تربیت سلوک کے اس جذب میں ان کے روحانی سرپرست بابا یوسف شاہ تاجی کا جہاں تک دخل ہے وہاں بابا صاحب کے اپنے طلب اور عشق حقیقی کا ذکر کرتے ہوئے رزمیؔ صاحب فرماتے ہیں

"بابا تاج الدینؒ اپنے زمانے کے راس المجاذیب اور ابو الوقت درویش تھے۔ ذہینؔ صاحب جب اس سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے تو ڈھائی سال تک ان پر کیفیت طاری رہی کہ کفنی پہنے رہتے ٹوپی اور جوتے سے قطعاً بے نیاز تھے۔ حتیٰ کہ 1955ء کے آل انڈیا مشاعرہ جے پور میں ہیئت کذائی سے شریک ہوئے اس طرح سے کہ دنیا و مافیہا سے عملاً بے خبر محو مستغرق تھے اور زندگی کے اس ٹکڑے کی جھلکیاں آپ ان کے کلام میں ملاحظہ فرمائیں گے (16)

؎ آباد اس میں ہم میں، وہ آباد ہم میں ہے دل آپ ہی حرم ہے کہ دائم حرم میں ہے

وہ لام زلف، شرح الف، لام، میم ہے حاصل کتابِ عشق لفظ "الم" میں ہے (17)

بابا صاحب کے اشعار میں ہمیں زیادہ تر ذکر لفظ" الم (الف، لام، میم)" کا ملے گا۔ لفظ الم حروف مقطعات میں سے ہے جس کے بارے میں عموماً علماء وقت" واللہ اعلم بمرادہٖ "کہہ کر عوام کو مطمئن کرتے ہیں جبکہ مفتی شفیع عثمانی کے اس مذکورہ قول سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ کلام کہ جن کے بار (ذمہ داری) قبول سے زمین و آسمان و جبال نے انکار کیا۔ (18) اس کے ابتداء خدا کے کس پر اسرار کلمہ سے ہوئی ہوگی۔

دیباچہ (Abstract) (یعنی فاتحۃ الکتاب) کے بعد ہی اصل مضامین کا آغاز ہوتا ہے۔ اور کسی بھی کتاب کے آغاز کا بالعموم یہ طریقہ ہوتا ہے کہ ایسے الفاظ سے شروع کیا جائے کہ جو جذب رکھتے ہیں۔ جس کتاب کا آخر والناس ہے تو اس کی ابتداء واللہ ہونے چاہیے تھی۔ بہر صورت ہم دیکھتے ہیں کہ مفتی شفیع عثمانی صاحب رقمطراز ہیں۔

"حروف مقطعہ جو اوائل سورہ میں آئے ہیں ان کے متعلق بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ ان سورتوں کے نام ہیں۔۔۔۔ جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ حروف رموز و اسرار ہیں جس کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہو سکتا۔"

پھر تفسیر قرطبی کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"عام شعبی، سفیان ثوری اور ایک جماعت محدثین نے فرمایا کہ ہر آسمانی کتاب میں اللہ تعالیٰ کے کچھ رموز و اسرار ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ حروف مقطعہ قرآن میں حق تعالیٰ کا راز ہے۔۔۔ الخ "(19)

کہیں پر بابا صاحب الم کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

"قبلہ و کعبہ الم ہیں ہم — ہاں الف، لام، میم ہیں ہم
ہم پہ قرآنِ عشق اترا ہے — مرسلانِ خدائے غم ہیں ہم (20)
تخت ہے دہر ہم ہیں تخت نشین — جام ہے کائنات، جم ہیں ہم
دیدۂ دل سے دیکھ ہم کو ذہینؔ — اس زمانے میں مغتنم ہیں ہم

اگر الف، لام، میم کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو ہم نے اس سے قبل ذکر کیا کہ قرین قیاس ہے کہ اس سے اسم ذات مراد ہے۔ جبکہ ہم اگر اس نکتے پر غور کریں کہ اگر ہم الم پڑھتے ہیں تو عربی میں "اَلَم" بھی دکھ، پریشانی اور غم کے ہیں۔

بابا صاحب نے اس لفظ کی انتہائی ذو معنی تفسیر شعر میں بیان کی کہ

؎ ہاں الف، لام، میم ہیں ہم   ہم پہ قرآنِ عشق اترا ہے

"یعنی قرآن اس قدر عظیم کلمات کا مجموعہ ہے کہ زمین و آسمان نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔

"انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جھولا۔ (21)

ترجمہ: بیشک ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کو کو پیش کیا۔ تو انہوں نے اس بار کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس بوجھ سے ڈر گئے اور انسان نے اسکو اٹھا لیا۔ بیشک .وہ انسان ظالم اور جاہل ہے قرآن مجید کا منظوم ترجمہ یا تفسیر صرف ذہینؔ کا ذہین رسا فکر ہی کر سکتا ہے

ذہین کی شاعری میں تنوع پایا جاتا ہے۔ وہاں پہ جہاں حسن و شباب کا رنگ بھی ہے عشق و سرمستی کی بجلیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ اگر آندھیاں اور زلزلے ہیں تو ٹکسالی تصوف بھی پایا جاتا ہے۔

ذہینؔ کی شاعری میں حقیقت و مجاز کا رچاؤ ایک ہی نقطے پر جمع ہو جاتا ہے۔ ان کی شاعری معاصرین سے انہیں ممتاز کر دیتی ہے۔

اردو شاعری یا غزل میں حسن و عشق کا تعلق چولی دامن کا ہے۔ اسی وجہ سے ان سے ہٹ کر غزل گوئی کا تصور نہیں۔

حسن کی تعریف میں علم حقائق الاشیاء کو بھی بڑا دخل ہے۔ اسی لئے حقائق الاشیاء کی بناء پر حسن کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے۔ اسم ظاہر کی تجلی جو اسم مصور اور اسم بدیع کے تقاضوں کی مظہر ہو حسن ہے۔ اس بیان کی روشنی میں حسن کے متعلق کچھ نہ کچھ سمجھنے میں مدد ملنے کی امید ہے۔ دوسرا لفظ " عشق " ہے جہاں حسن ہو وہاں عشق لازم و ملزوم ہے اور عشق کا جذبہ ایسا ہے کہ اسی کی تعریف کہیں بھی نہیں ملتی چنانچہ لیلیٰ کو جب حاکمین وقت نے دیکھنے کی خواہش کی اور اس کا حسن عام سے عام تر نظر آیا ہے کچھ غیر معمولی نظر نہیں آیا تو بادشاہ نے کہا۔

"تجھ میں ایسا کیا ہے کہ قیس (مجنوں) تمہارے لئے پاگل ہے۔"

اس نے کہا "چپ رہو! تمہارے پاس دیکھنے کے لئے مجنوں جیسی نظر چاہیئے۔" (22)

جیسا کہ مولانا رومی نے اپنی مثنوی شریف میں لکھا ہے کہ

عشق وہ چیز ہے کہ جس کے لئے حسن نہیں بلکہ حسنِ نظر درکار ہو اور عشق کا لفظ تصوف و تغزل معنوں میں متداول ہے۔ غزل میں باعتبار صنف و موضوع کے عشق کی دو قسمیں مسلم ہیں۔

ا۔ عشق مجاز ۲۔ عشق حقیقی

عشقِ مجازی سے قطع نظر یہاں ہم عشق حقیقی پر تبصرہ کرتے ہیں جو کہ تصوف کا جزو لازم ہے۔ قدیم طریقت و تصوف میں علم دین بالشمول علوم تفسیر فقہ اخلاق (یعنی علوم الٰہیہ و عالیہ) دونوں کا حصول لازمی تھا۔ چنانچہ سالک کا کتاب و سنت اور اس پر عمل کا صحیح تصور قائم ہو جاتا ہے اور علم شریعت و ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن میں پختگی آجاتی ہے اور وہ کتاب و سنت کا بلند کردار نمونہ ہو جاتا ہے۔

امام غزالی عاشق و صادق کی تعریف کرتے ہیں کہ

ایسے شخص کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اس پر آبِ رواں، سبزۂ شادابی، رنگینئ، شفق اور حسن و شبابِ انسانی کا اثر یکساں پڑتا ہے۔ جو اس طرف اشارہ ہے کہ مظاہر میں اس کی نظر اصل حقیقت پر پڑتی ہے اور مظاہر اصل حقیقت کے ادراک میں محض وسیلے کا حکم رکھتے ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔

؎ مرحبا اے عشق سودائے ما — و لے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما — اے تو افلاطون و جالینوس ما

ترجمہ:۔ مرحبا اے میرے عشق کے جنون، میری تمام بیماریوں کے طبیب

اے میرے نخوت و غرور کی دوا اور میرے افلاطون اور جالینوس

عشق خونی چوں کند زہ بر کماں　　　　صد ہزاراں سر بیو لے آزماں

عشق خونی جب اپنا چلہ کمان پر چڑھاتا ہے تو اسوقت ہزاروں سر ایک پیسے کے عوض بک جاتے ہیں

جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں　　　　عشق خونی چوں کند زہ بر کماں

صد ہزاراں سر بیو لے آزماں　　　　العشق اذا تمّ ھُوَ اللہ این است

"عشق جب مکمل ہو جائے تو یہ اللہ ہے۔" (23)

عشق ایک ایسا انتہائی مرحلہ ہے۔ جسکے درجات ہیں۔ محبت، حب، الفت، انس، پیار، شگفتگی، جنون، رنج و غم وغیرہ۔ اس کے مترادفات ہیں۔ یا مختلف نام ہیں۔

؎ ماہر چہ خواندایم فراموش کردہ ایم　　　اِلّا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم

"میں نے جو کچھ پڑھا وہ سب بھلا چکا　　سوائے میری یار کی بات کہ تکرار کئے جا رہا ہوں"

باالفاظ دیگر للہ درّ القائل

؎ نہ وہ ذوق منطق فلسفہ وہ شوق ذکر و مطالعہ　　　جو پڑھا لکھا میں نے، وہ تیری یاد نے بھلا دیا

باباصاحب کے کلام میں تازہ بتازہ تغزل بھی پایا جاتا ہے اور نفسیات و اخلاقیات تاثر بھی موجود ہے اور تصوف کا وجدان بھی۔ جہاں واعظانہ تنبیہ پائی جاتی ہے وہاں رندانہ مستی بھی۔ ان کے تغزل کا عمیق اور اچھوتی جھلکیاں دلوں کو تڑپانے کے لئے کافی ہیں۔

چونکہ ان کو زمانے کے سرد و گرم سہنے کا تجربہ بھی حاصل ہے چنانچہ وہ ایک عملی (Practical) شخصیت کی طرح قنوطیت سے دور رہتے ہیں۔

ان کا کلام تجربات سے اگر غلو ہے تو اندازِ بیان میں ندرت بھی ہے اور جہاں دل پذیری ہے تو معنی آفرینی بھی ہے۔ ان کے ہاں پر تکلف الفاظ اور غیر ضروری تصنع سے دوری ہے۔ خیالات کا سلجھاؤ اور الفاظ کی ہم آہنگی

ہے۔ شعر کی بہترین خوبی یہ ہے کہ یہ قاری یا سامع پر فوراً اثر کرے جس شعر کو سمجھنے کی ضرورت ہو یا غیر ضروری تشریح و وضاحت کی وہ صرف تصنع اور بناوٹ ہوتا ہے۔

جگر مرادآبادنے کیا خوب کہا۔

؎ کاریگران شعر سے پوچھے کوئی جگرؔ　　　سب کچھ تو ہے یہ شعر میں پھر کیوں اثر نہیں

شعر و شاعری میں بے وجہ تشبیہات و استعارات میں دماغ اور عقل کا حصہ ہے۔ دل کا حصہ نہیں ہے۔ شعر کی اہم خصوصیت، تاثیر ہے۔

ذہین کی شاعری کا امتیاز

بابا صاحب کی شاعری میں کچھ ایسی خصوصیات ہیں کہ وہ ان کو دوسرے شعراء سے ممتاز کرتی ہیں۔

مثلاً

ا۔ کچھ شعراء ہوتے ہیں ان کے پاس الفاظ ہوتے ہیں مگر مفہوم سے وہ خود بھی ناآشنا ہوتے ہیں۔ کچھ شعراء اپنے مفہوم کو جامع کرنے کے لئے مشکل الفاظ کا سہارا لیتے ہیں مگر بابا صاحب کی ذہنی سطح اس سے اونچی ہے۔ وہ اگر مشاعرے کا بھی حصہ ہیں تو بھی وہ واہ واہ کے لئے کبھی تفاخر کلمات کا سہارا نہیں لیں گے۔ مثلاً

جمیل جالبی کہتے ہیں کہ شعراء کی مخصوص محفل تھی، مخصوص شعراء تھے۔ ہنسی مذاق کے موتی بکھیر رہے تھے اور ذہانت و فطانت کے پھول برس رہے تھے۔ جوش صاحب کے قریب ہی ایک بزرگ بیٹھے تھے۔ نورانی چہرہ، آنکھوں میں رازیابی کا سرور صورت پر انہماک کی کیفیت، جوش صاحب جب انہیں چھیڑتے تو وہ کھل اُٹھتے۔ اور ان کی طرف سوئی ہوئی آنکھوں سے اس طرح دیکھتے گویا ہیں خواب میں اور ہنوز خواب سے جاگتے ہیں۔ جب محفل شباب پر پہنچی تو جوش صاحب نے ان بزرگِ خواب چشم سے کچھ سنانے کی فرمائش کی۔ میں نے دل میں سوچا۔ یہ جادو اثر والے بزرگ اگر شاعری کی روایتی دلدل میں ہاتھ پیر مارنے لگے تو میرے دل سے ان کی یہ چاہ، جو بغیر جان پہچان، بغیر تعارف کے پیدا ہوئی ہے مر جائے گی اور مجھے کچھ ملال سا ہونے لگا۔ ان بزرگ نے پہلو بدلہ۔ اہل محفل پر اچٹتی ہوئی نظر ڈالی۔ آنکھیں جھکائیں اور پھر سو گئے۔ کچھ دیر بعد جاگے تو گھٹتی ہوئی آواز میں یہ شعر سنائی دیا۔ (24)

ے خاک سے لالہ و گل، سنبل و ریحاں نکلے   تم بھی پردے سے نکل آؤ کہ ارماں نکلے

میں سنبھل کر بیٹھ گیا اور مجھے اپنے آپ پر اعتماد سا محسوس ہونے لگا۔ انہوں نے جب دوسرا شعر پڑھا۔

ے بند آنکھیں کئے ہم منتظرِ جلوہ رہے   جب کھلی آنکھ تو خود جلوۂ جاناں نکلے

تو میں جھوم اُٹھا مجھ پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔

ے شیخ میخانے میں آنے کو مسلمان آیا   کاش میخانے سے نکلو تو مسلمان نکلے

کیا کوئی بزمِ حسین زیرِ زمیں اور بھی ہے   پھول کہوں چاک جگر، چاک گریباں نکلے

گلو گیر آواز میں انہوں نے ایک اور شعر پڑھا۔

ے رنگ و بو قافلہ در قافلہ آئے تھے ذہینؔ   چند اڑتے ہوئے سائے تھے گریزاں نکلے (25)

"یہ ذہین شاہ تاجی سے میرا پہلا تعارف تھا۔ غزل میں روایت کی رچاوٹ، بیان کی گھلاوٹ، احساس کی شیرینی اور لہجے کے سلجھاؤ نے اثر و تاثر کا جادو گھول دیا۔ یہ غزل سن کر ذہین شاہ تاجی کی شاعرانہ دل آویزی میرے لئے غیر معمولی اہمیت اختیار کر گئیں اور دوستوں سے یہ اشعار سنا کر اسی طرح داد و صول کی جس طرح کہ یہ میرے اپنے شعر ہوں۔" (26)

شاہ صاحب سے ان کا دوسرا تعارف تب ہوا جب ان کے گھر کے سامنے قوالی کی محفل تھی اتفاقاً شرکت سے نیاز دروا ہوا۔ قوالوں نے مطلع اٹھایا اور محفل میں جان ڈال دی۔

ے جو بہار آئی مرے گلشن جاں سے آئی   خاک کے ڈھیر میں یہ بات کہاں سے آئی

عشق منزل پہ فقط راہِ یقیں سے پہنچا   عقل ناکام رہِ وہم گماں سے آئی

رنگ و بو حسن و جوانی میں ہے عالم سرشار   تیرے آنے کی خبر کون و مکاں سے آئی

مگر حیرانی تھی کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی تھی کہ یہ اشعار کہاں سے وارد ہوئے ہیں۔ مگر جب قوال اس شعر پر پہنچے تو جالبی صاحب کی حیرانی وجد میں تبدیل ہو گئی۔

؎ خاک ہوں پاک ہوں ادنیٰ بھی اعلیٰ بھی ذہینؔ　　خود پہنچ جائے گی جو چیز جہاں سے آئی (27)

اور وہ بابا صاحب کے اشعار کے تاثیر کی جو تصویر کشی کرتے ہیں خود انہی کی زبان سے سنیں۔

"محفل پر عالم وجد طاری تھا۔ لوگ زانو پیٹ رہے تھے۔ ایک بزرگ کھڑے ہو کر حال سے بے حال ہو رہے تھے۔ اس رات یہ غزل حاصل محفل رہی۔ ایک طرف قوالوں کے وارے نیارے ہوگئے اور دوسری طرف اہل محفل کی آنکھوں میں روشنی آگئی۔ ذہین شاہ صاحب سے یہ میری دوسری ملاقات تھی۔"

مذکورہ بالا عبارتوں اور رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ اثر کیا ہے اور لفظوں کی تاثیر کسے کہتے ہیں۔

ذہین شاہ صاحب کے ہاں عاشق و معشوق کے آئینے پر ایک وحدت بن گئے ہیں۔ جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔

"میں نے ایک کو دیکھ کر سب کچھ دیکھا سب کچھ دیکھ کر میں نے ایک ہی کو دیکھا۔ دیکھنے میں جو لذت تھی۔ اس میں سب لذتیں جمع تھیں۔ سب اضافتیں ایک اضافت میں اور سب نسبتیں ایک نسبت میں۔"(28)

وہ اپنے وحدتیں اور وارداتِ قلبیہ نہایت سلیس وصاف زبان میں بیان کرتے ہیں۔

بداہت:(برجستگی وبے تکلفی)

بابا صاحب کی شاعری میں ایسی برجستگی یا بے تکلفی ملے گی جو کہیں اور نہیں ملتی۔

بابا صاحب کے فی البدیہہ اشعار کہنے کے کئی واقعات ہیں خود ان کے ہم عصر ماہر القادری صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ

"شیخ طریقت اور شاعر کی حیثیت سے ان کا تعارف جے پور ٹونک اور اجمیر تک محدود تھا۔ پاکستان بنے کے بعد شاہ صاحب کی شخصیت اتنی نمایاں ہوئی کہ یہ" عالم صغیر "رفتہ رفتہ" عالم کبیر" بنتا چلا گیا، عوام کے ساتھ خواص بھی شامل ہیں۔ یونیورسٹی اور کالجوں کے پروفیسر، کارخانوں اور تجارتی کمپنیوں کے مالک، شعراء اور اہل قلم غرض ہر طبقہ کے افراد جن میں خواتین بھی شامل ہیں ان کے روبرو زانوئے ارادت تہ کرتے ہیں اور بہت سوں کو تو

دست بوسی کا شرف بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ راقم الحروف نے ایک مجلس میں اپنے کانوں سے ایک والئی ملک کی بیگم ۔۔۔۔۔۔ ہزہائی نس۔۔۔۔ کو ذہین شاہ صاحب سے " سرکار " کے لقب کے ساتھ خطاب کرتے سنا ہے۔

پیروں کے یہاں عقیدت مندی کا یہ سیلاب اپنے ساتھ خوشحالی بھی لاتا ہے۔ اسی خوشحالی کی جھلک " آیاتِ جمال " کے خوشنما گیٹ اپ میں دکھائی دیتیں ہے۔ !لوگ کہتے ہیں شاہ صاحب کو " عمل حب " آتا ہے۔ میں کہتا ہوں ان کی شخصیت کے سبب کرشمے ہیں۔۔۔۔۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برہمی اور تکدّر و انقباض سے انہوں نے اپنے آئینۂ دل کو بے نیاز بنالیا ہے اور لوگوں سے ملنے جلنے میں ان کا یہ مسلک ہے کہ

میں محبت ہی محبت ہوں محبت کی قسم   محبت اپنی جگہ خود "کرامت " ہے (29)

واقعی ماہر القادری صاحب کی باباصاحب سے عالمانہ اور معاصرانہ چشمک سے اس دور کا ہر شخص واقف ہے مگر ماہر القادری صاحب کی دریا دلی کہیں یا بابا صاحب کی "محبت " کی کرامت کہیں کہ ہر خاص و عام آپ کا اور آپ کے علم کا گرویدہ ہے۔

باباصاحب کی شاعری میں ایک طرح کی سادگی اور بے تکلفی دیکھنے کو ملے گی ۔ جو تمام عیوبات سے پاک ہے۔ اس میں کسی قسم کی بناوٹ اور تصنع نہیں پائی جاتی۔

مثلاً

ا۔ محبت غم ہے تو آرام کیا ہے   ہمیں آرام سے پھر کام کیا ہے

سمجھ میں دل کی باتیں کچھ نہ آئیں   نہ جانے عشق کا پیغام کیا ہے

محبت ہی محبت ہے زمانہ   محبت خاص ہے تو عام کیا ہے

نگاہوں میں ہے مستی کی حقیقت   تیری آنکھوں کے آگے جام کیا ہے

سفر میں زندگی کی منزلیں ہیں   نہیں تو صبح کیا ہے شام کیا ہے

ہر اچھے نام سے ان کو پکارا　　خدا معلوم ان کا نام کیا ہے

ذہین ان کے چلے جانے سے پہلے　　نہ جانا عشق کا انجام کیا ہے　(30)

مذکورہ بالا اشعار میں فلسفۂ محبت، مقصدِ محبت، طلب محبت، ادابِ محبت اور زندگی کا مقصد محبت اسقدر سہل اور جامع اور برجستہ ادا کیا ہے کہ بے ساختہ زبان سے واہ واہ ادا ہوتا ہے۔

ذہین کی غزل میں ہجرت کا رنگ

ذہین نے فراق و ہجر کو بھی اپنی شاعری خصوصا غزل کا مصوع بنایا مثلا

۔ مری مایوسیوں کا سلسلہ امید افزا تھا　　وہ دن بھی یاد آتے ہیں کہ جب ذوقِ تمنا تھا

وہ کہہ دیئے کہ ہم دنیا میں تیرے ہو نہیں سکتے　　میں دنیا سے گذر جاتا مرا دنیا میں پھر کیا تھا

مجھے ہنسنے میں بھی اب تو کوئی لذت نہیں ملتی　　وہ کیا دن تھے کہ میں روتا تھا اور اک لطف آتا تھا

نگاہِ سجدہ ریز آدابِ منزل بھول سکتی تھی　　کس کی رہگزر کو ذرہ ذرہ چشم بینا تھا

مرتبۂ فنائیت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں

۔ ذہین اک لفظ ذو معنی ہوں حیرت گاہ ہستی میں　　مرا ہونا نہ ہونا ہے، نہ ہونا میرا ہونا تھا (31)

اگرچہ کہ اس شعر میں تنافر (32) کلمات پایا جاتا ہے مگر ایک سالک کے لئے بہترین مشعل راہ ہے۔

۔ ادھر تھا نزع کا عالم تیرے بیمار پر طاری　　ادھر تیری نگاہِ ناز میں ایمائے قُم قُم تھا

محاورات:۔

شعر گوئی میں اگر محاورات پر دسترس نہیں تو گویا کہ شعر گوئی میں ملکہ حاصل نہیں۔ بابا صاحب کی خوبی تھی کہ اہل زباں ہونے کے ساتھ ساتھ وہ مکمل شعری ماحول میں پلے بڑھے تھے۔ لہذا ان کے ہاں محاورات کا استعمال بالعموم کیا گیا ہے۔

رزی صاحب فرماتے ہیں

"برجستگی اور بے تکلفی کی طرف انسان کا وہیں، اس وقت منتقل ہوتا ہے جب وہ وزن اور ردیف، قافیئے کے ساتھ کلام میں روز مرہ اور محاورے کے حسن کو دیکھتا ہے۔۔۔۔۔۔ محاورے کا استعمال فلسفیانہ راز یہ ہے کہ محاورے میں ایک کنائی (کنیتی) حیثیت بھی پائی جاتی ہے۔ جو ادائے مطالب میں نہایت مفید طلب ہے۔(33)

اور ایک غزل میں انہوں نے، گویا تمام محاورات کو نہایت ہی خوبصورتی سے لڑی میں پرو دیا۔

؎ وہ چمکا چاند، چھٹکی چاندنی، تارے نکلے آئے　　وہ کیا آئے زمین پر آسمان نے پھول برسائے

اچانک قلب دھڑکا، سانس پھولی، پاؤں تھرائے　　وہ ہم سے کچھ قریب آئے کہ ہم ان کے قریب آئے

(34)

صرف دو اشعار میں محاورات کا بے دریغ اور ایسا استعمال گویا موتیوں کی لڑی ہو یہ صرف ذہین ہی کا خاصہ ہے ہو سکتا ہے کہ بے اختیار قلب جھوم اٹھتا ہے

نظر ملا نہ سکے عاشقوں سے اہل خرد　　رہِ جنوں سے دبے پاؤں آگہی گذری

تمہاری یاد تھی یادش بخیر دل کے ساتھ　　مگر یہ چیز تو مدت ہوئی گئی گذری (35)

بہر حال ذہین صاحب کے روز مرہ اور محاورے کا نمونہ ان اشعار سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔"

؎ وہ بدل کر بھیس میرے سامنے آتے رہے　　ایک ہی تصویر ہر صورت میں دکھلاتے رہے

فرشِ گل آیا نظر اہل جنوں کو خارزار　　وہ محبت کی نظر پر پھول برساتے رہے

حاصل ترکِ خورد و نوش بلا نوشانِ عشق　　رات دن بہتے رہے آنسو تو غم کھاتے رہے

یہ ستم ہے یا کرم ہے، کیا نہیں، کیا ہے کہ آپ　　دردِ دل دیتے رہے تسکین فرماتے رہے

عشق ہے درافتگی میں عین استغنائے حسن | ہاتھ وہ آئے ہیں یا ہم ہاتھ سے جاتے رہے

بھول کر جس نے ہم کو یاد فرمایا ذہین | عمر بھر اس بے وفا کے گیت ہم گاتے رہے (36)

؎ قیامت تھی کسی کی جستجو میں یہ فراموش | وہاں پایا کسی کو ڈھونڈھنے والا جہاں گم تھا (37)

تغافل کے ترے صدمے سہوں بھی سہوں کب تک | نگاہِ نازِ جاناں! میری امیدوں کا خوں کب تک

مجھے بھی رخصتِ یک آہ اے گلچیں! کہ آتی ہے | نوائے ہم صفیرانِ چمن! میں چپ رہوں کب تک

کہیں کہیں وہ تصوف کی اصطلاح میں نئے محاورات نہایت آسانی سے پیدا کرتے ہیں۔

؎ نکلنے کو ہے جانِ زار، جانِ انتظار آجا | تصور میں درودیوار کو سجدے کروں کب تک (38)

یہاں جدت درودیوار کو سجدہ کرتا ہے۔

ان کے ہاں مرتبۂ منصوریت میں ہر چیز اس کے سوا بے کار نظر آتی ہے، تڑپ ہے تو بس یہی کہ وصال یار ہو جائے۔

؎ بس اک دردِ محبت دم میں دم جب تک تھا کام آیا | نہ کام آئی دوا کوئی نہ کام آئی دعا کوئی (39)

اسلوب

لفظی معنی طریقہ، راستہ، روش ہیں جمع اسالیب کے آتے ہیں۔(40)

اردو بول چال میں یہ مختلف معانی اور مقامات پر استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ہم جس اسلوب پر بات کر رہے ہیں۔ وہ شاعری کا اسلوبِ بیان ہے۔ باباصاحب کی شاعری میں اسالیب کی شگفتگی اور ندرت ہے کہ جس سے وجدان وشعور جھوم اٹھتا ہے بلاوجہ کا اغلاق نہیں ہے۔

بڑے بڑے شاعر اسلوبِ بیان میں پختگی پیدا کرنے کے لئے ایسے اغلاقات چھوڑ دیتے ہیں کہ شارحین کی عمریں ان کا تالوں کو کھولنے میں لگ جاتی ہیں۔

غالب کاایک مشہورِ عالم شعر ہے۔ مگر عام آدمی کے لئے قطعاً غیر مفہوم ہے اور ہمارایہ نظریہ ہے کہ جس شعر کے سنتے ہی سے دل تڑپ نہ اُٹھے وجدانِ جھوم نہ جائے اور جاں مثلِ مرغِ بسمل تڑپ تڑپ نہ جائے وہ شعر نہیں بلکہ ایک مشکل پہیلی ہے۔ جس کو بوجھنے کے لئے پیش کیا گیا ہے۔ کم از کم امیر خسرو کی پہیلیاں اس سے بہتر تھیں کہ آخر مصرع میں جواب تو مل جاتا رجوع فرمائیں جہانِ خسرو۔(41) مثلاً غالب کہتا ہے۔

۔ دعویٰ کریں گے خون کا موسیٰ پہ حشر میں کیوں اس باڑھ دی میرے قاتل کی تیغ کو

اب یہاں مدعی، دعویٰ اور مدعیٰ علیہ اور وجہِ دعویٰ سب کی وضاحت ضروری ہے۔ وگرنہ اتنے حسین معنی ہمیشہ کے لئے مغلق ہو کر رہ جائیں گے۔

جبکہ ذہین نہایت ہی آسانی سے اپنا مدعا کہہ جاتے ہیں

۔ ملتا نہیں ہے دہر میں کوئی اداشناس مومن ہے بت شناس نہ کافر خداشناس

بھولی ہے کب محبتِ بے مدعا تمہیں دل ترکِ مدعا میں رہا مدعاشناس

تیری نگاہِ ناز ہے، دانائے رازِ دل تیری نگاہِ ناز کے ہم ہیں اداشناس

اپنا مآل آپ کی پہلی نگاہ تھی ہم ابتداء شناس ہیں ہم انتہاشناس (42)

ایک غریب ونادر قافیہ کے ساتھ اتنے میں پیرائے میں " نگاہِ یار "پر غزل کہنا اتنا آسان نہیں ہے۔

۔ میں ہوں اور تجھ سے مناجاتیں ہیں غم کی راتیں بھی عجب راتیں ہیں

بے خودی ہے پھر کسی کی آغوش میں پھر تصور میں وہی باتیں ہیں

پھر وہی دل کی گرج اور کڑک پھر وہی آنکھ کی برساتیں ہیں

زلف ورُخ پیشِ نظر آٹھ پہر پھر وہی دن ہیں، وہی راتیں ہیں

دل میں آتے ہی وہ آجاتے ہیں پھر وہی دل کی کراماتیں ہیں

حاصل زیست حقیقت میں ذہینؔ ان سے دو ایک ملاقاتیں ہیں (43)

؎ مستِ خیال یار جدھر بھی نکل گئے زیرِ قدم شراب کے چشمے اُبل گئے

یہ کونسا مقام محبت میں آگیا ہم کیوں درِ رقیب پہ بھی سر کے بل گئے

نکلا خیالِ دوست سراپا جمالِ دوست ارمانِ عشق، حسن کے سانچے میں ڈھل گئے

ان کا خیال ان کا تصور ہے رات دن وہ دن بدل گئے مری دنیا بدل گئے

کنج حرم سے عالم حُور و قصور تک زاہد جہاں کہیں بھی گئے سر کے بل گئے (44)

اسالیب نادرہ:۔

غالب اردو میں اندازِ بیاں کے تنوع کا موجد کہلاتا ہے۔ فانیؔ نے ان کو تری دی جوشؔ نے اسے نکھارا۔

مگر ذہین نے اس کو ایک نئی مہمیزیت دی

مذکورہ بالا بزرگوار ان نے اسالیب کے تنوع میں تفاخر اور ثقل کو بھی پیدا کیا۔ جبکہ ذہین کی شاعری اس سے پاک ہے۔ وہ نہایت سپاٹ انداز میں نئی اسلوب نہایت انہماک سے کہتا ہے۔ کہ قاری سر دھنتا ہے۔

مثلاً

تیرے در کے فقیر ہیں ہم لوگ کیا امیر د کبیر ہیں ہم لوگ

دل میں رکھتے ہیں چاند سی صورت کیا ہی روشن ضمیر ہیں ہم لوگ (45)

چاند صورت کا روشن ضمیری سے تعلق اور کیفیت ایک الگ بحث ہے مگر جس انداز سے بیان کیا گیا ہے وہ انتہائی سادگی اور سپاٹ لہجے میں۔ وہ سب بیان کر جاتے ہیں۔ جن پر دوسرے معاصرین لفظوں کا زورِ قوت صرف کر دیتے ہیں۔

نظر سے آپ کا نقشِ قدم جہاں گذرے　　وہ بد نصیب سجدہ جسے گراں گذرے

گلوں سے پوچھ کہ تھے کس قدر بہار افروز　　وہ چندروز جو کانٹوں کے درمیاں گذرے

جبینِ دیر و حرم پر ہیں کچھ نشانِ قدم　　یہ دیکھتا ہوں وہ ہو کر کہاں کہاں گذرے

ذہین راہِ جنوں وہ مقام ہے جس سے　　ہزار حسن و محبت کے کارواں گذرے (46)

مذکورہ بالا اشعار میں سے ایک شعر میں گلوں کی چمن میں گذر بسر اور پھر ہجر و فراق کے تمام مراحل صرف ایک شعر میں سمو دیا اور ذہین ؔ ہی ایسا کر سکتے تھے۔

گلوں سے پوچھ کہ تھے کس قدر بہار افروز　　وہ چندروز جو کانٹوں کے درمیاں گذرے

نہایت فطری، سادگی اور سپاٹ پن سے وہ گل کی تکالیف اور ان کے وصال و ہجر کے نشیب و فراز مگر آشیانے سے قلبی لگاوٹ کو بتادیتے ہیں کہ بے ساختہ منہ سے " سبحان اللہ " ادا ہوتا ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں

یہ شاخ سے ٹوٹے ہوئے پھولوں کی بہاریں　　جو پھیل گئیں دامنِ گلچیں سے سبد تک

عربی شاعری میں نقد و تنقید کی دنیا میں صاحب تنوع شاعر پہلے درجے کا شاعر کہلاتا ہے۔ کیونکہ صرف ایک ہی صنف میں طبع آزمائی بحیثیت سالک، عاشق تو مستحسن ہے۔ مگر ایک شاعر اور زبان دان کی حیثیت سے کچھ ایسا خاص وصف نہیں اسی وجہ سے (جمیل ؔ عربی شاعر) نے بثینہ کے لئے جو اشعار کہے وہ یوں لگتا ہے کہ جیسے درونِ

قلب سے ہوں مگر وہ اپنے دور کے شعراء میں سب سے آخری درجے پر فائز تھے کیونکہ وہ صرف عشق ہی پر طبع آزمائی کر سکا۔

ذہین نے جہاں تغزل میں ایک مقام پیدا کیا تب جبکہ بڑے بڑے شعراء آپ کے سامنے زانوئے ارادت تہہ کئے بیٹھے تھے۔ معاصر بھی اگر ایک دو نشتیں آپ کے ساتھ گزار لیں تو گرویدہ ہو جاتے تھے۔ معاندین اپنی چشمک و عناد کی راہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

اب گیسوئے جاناں کی الجھن کا ذکر کس خوبصورت پیرائے میں کرتے ہیں۔ جس میں محبوب کی ادا و جفا دل کی تڑپ سب کچھ سمو دیا ہے۔

؎ حسن تک پہنچا ہے، غم کا سلسلہ بھی عشق میں — بڑھی دل کی چلی گیسوئے جاناں کی طرف

ظاہر شریعت پر عمل کرنے والوں کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ ان کا بھی لپک کر ہاتھ تھام لیتے ہیں اور سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں۔

؎ ایک ہی منزل پہ جا کر مل گئے دونوں ذہینؔ — وہ چلے سوئے حرم ہم کوئے جاناں کی طرف (47)

معنوی خصوصیات:۔

ہم اس سے پہلے بھی ذہینؔ پر تبصرہ کرنے کے لئے عرب شاعری سے مثال لاتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ اردو زبان کے شاعری کے تمام قواعد و بیان، تمام کلیات و اوزان عربی ادب سے مستعار ہیں۔ تمام اصطلاحات علم بلاغہ ہو یا اس کے تینوں ارکان (علم البیان، علم بدیع، علم معانی) (48)

مشاعرے میں لوگ، سبحان اللہ، واہ واہ، کیا بات ہے! واہ بھئی واہ! جیسے نعرے لگاتے ہیں اور مکرر لگاتے ہیں۔

ہی چلے جاتے ہیں۔ عرب کا انداز کچھ اور ہے اور نہایت معنی خیز ہے۔ کہیں کہتا ہے۔ لِلّٰہ دَرُّ القائل (کہنے والے نے کیا خوب کہا) یہ تو با محاورہ معانی ہیں ورنہ لفظی معنی کچھ اور بنتے ہیں۔ کہیں کہتے ہیں ماقال و کیف قال (کیا کہا؟ اور کس (خوب) طرح کہا؟)

واقعی شاعر بسااوقات وہ کچھ دو جملوں ںیا مصرعوں میں کہہ جاتا ہے جسے بتائے ہمیں زندگی گذر جاتی ہے۔ جسے بیان کئے صدیاں گذر جاتی ہیں۔ ایک غیر مطبوعہ شاعر سید اسید عباسی صاحب مد ظلہٗ العالی نے کیا خوب فرمایا۔

؎ فاصلہ ہے صدیوں کا، جنت اور جہنم کا

اسلوبِ بیان:

ہر ایک شاعر کا اسلوبِ بیان جداگانہ ہے تو اس کو جدت وندرت بخشتا ہے۔

؎ ہر گل را بوئے دیگر است

"ہر پھول کی خوشبو دوسرے سے مختلف ہے'

ذوق ہو یا غالب، اقبال ہو یا جالب شاعر انقلاب، ہو یا فلسفی، میدانِ محبت کا رن بیر ہو یا عشق کا گلو گیر۔ اس کا انداز بیان دوسرے سے کسی نہ کسی صورت میں مختلف ضرور ہو گا۔

ذہین صاحب کی شاعری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ معمولی انداز میں شگفتہ ندرت پیدا کرتے ہیں جس سے وجدان جھوم اٹھتا ہے۔

قصیدے اور مثنوی میں بڑے سے بڑے مضمون کو ذہن میں ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ ترتیب کے مطابق شعر کہتے وقت اس کے جزوی محاکات پر توجہ کرنی۔ نہایت آسان ہے۔ مگر غزل میں مضمون کی ترتیب ایک دقیق اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اس کو ایک مثال سے واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

؎ رنگِ شکستہ صبح بہارِ نظارہ ہے یہ وقت شگفتنِ گلہائے ناز کا (غالبؔ)

یہاں رنگِ شکستہ، صبح بہار اور گلہائے ناز کی شگفتگی کا بیان اور ان کا جمع کرنا ایک دشوار امر ہے۔ مگر شاعر ان کو انتہائی آسانی سے بیان کرتا ہے۔

ذہین صاحب کا شعر ہے

؎ اک التفاتِ مسلسل ہے مدعائے جنون کرم نہیں تو ستم ہی وہ بار بار کریں (49)

یہ ایک ایسا منفرد مضمون ہے۔ جو دو مصرعوں میں مشکل سے سما سکتا ہے۔ جنوں، مجنون کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ صفت بول کر موصوف مراد لیا گیا ہے۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ جنون کے لئے التفات ثابت کر کے جنون کو ایک ذی روح سے استعارہ کیا۔ رزیؔ صاحب اس شعر کی تمثیل یوں فرماتے ہیں۔

اس شعر میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص دیکھتے ہی دیکھتے دیوانہ ہو گیا، ہوش و حواس کھو بیٹھا اور پاگلوں کی سی حرکات کرنے لگا۔ شخص مذکور کی یہ حالت دیکھ کر کسی نے پوچھا کہ آپ کا یہ کیا حال ہو گیا۔ یہ دیوانگی یکایک کیسے پیدا ہو گئی؟ دیوانے نے اس کا سبب محبت بتایا۔

بارۂ خاص میں عاشق کی مدد کی اور محبوب کو عاشق کا حال بتایا محبوب سے جو سنا۔ اس کی روشنی میں عاشق سے گفتگو کی اور عاشق کی بات سمجھ لینے کے بعد ہمدرد یہ سمجھا کہ وہ عاشق کے مدعا کو نہیں سمجھا ہے۔ اس لئے وہ عاشق سے ریاضت کرتا ہے کہ آخر اس دیوانگی کا مقصد کیا ہے۔ جو ہم محبوب سے بیان کریں۔ عاشق! اس کے جواب میں کہتا ہے۔

"میں محبوب کا التفاتِ مسلسل چاہتا ہوں اگر وہ مستقل مہربانیاں نہیں کر سکتے تو لگاتار ستم ہی کئے جائیں تا کہ مسلسل التفاتِ محبوب کی آرزو پوری ہوئی۔

عاشق کے اس جواب سے ثابت ہوا کہ محبت کا یہ سلسلہ اتنا طول پکڑ چکا ہے کہ اس میں کرم اور ستم بھی رونما ہو چکے ہیں اور اب معاملہ تغافل اور نظر اندازی کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ اگر تغافل نہ ہوتا تو عاشق کی زبان پر التفاتِ مسلسل کا لفظ آتا، نہ بار بار کا۔"

یہ ایک انتہائی سیدھا سادا سا شعر ہے مگر رزی صاحب نے اس کے پس منظر میں اتنے سارے واردات و واقعات کہاں سے بیان فرما دیئے۔

تو جواب یہ ہے کہ یہ ایسے مضمرات و کنایات ہوں کہ جب تک ان کو ابھارا نہ جائے تو سوالوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ تمام واقعات تک خود بخود رسائی ہو جائے گی۔

اور مذکورہ بالا شعر علم معانی کے لحاظ سے ایک بہترین شعر ہے کیونکہ

علم معانی ایک ایسا علم ہے جس میں قرائن سے بحث کی جاتی ہے (50) اور ذہین شاہ صاحب کے متذکرہ بالا شعر میں اصل واقعے کو نہایت تفصیل سے اور مسلسل بیان کر دیا گیا ہے اور مضمون کے حسن ترتیب کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جو بھی شعر سنے وہ یہ سمجھ کہ شاعر نے میرے دل کو حال گویا بیان کر دیا ہے۔

بیان کر دیا ہے

مثلاً جیسا کہ ہم نے سابقہ میں ایک شعر ذکر کیا ہے اور اس کی تشریح کی تھی۔

؎ گلوں سے پوچھ کے تھے کس قدر بہار افروز　　　وہ چند روز جو کانٹوں کے درمیاں گذرے (51)

نہایت افسردہ اور ہجر و فراق کے مارے ہوئے گل اور گل چیں کی آہوں کا ذکر وصال محبت کے واقعات۔ گل کی موجودہ دگرگوئی سے صرف نظر کر کے صرف وہ پچھلا وقت یاد کرنا۔ یہ تمام مضامین اس ایک شعر میں سموئے ہوئے ہیں۔ پھول اور کانٹے کا تعلق بہت پرانا ہے اور یہ تب تک ساتھ ہے جب تک کوئی دست اس کی طرف دراز نہیں ہوتا۔ مگر جب یہ کانٹے سے جدا ہو جائے تو زمانے کی دستبردی اسے نہیں روک سکتی۔ کوئی مزاروں پر چڑھاتا ہے۔ تو کوئی عروسی آرائش میں کوئی محبت کی علامت بناتا ہے تو کوئی غم و غصہ کی حالت میں اس کو مسل دیتا ہے۔

لِلّٰہ درّ القائل:۔

؎ ہر پھول کی قسمت میں کہاں نازِ عروساں　　　کچھ پھول تو کھلتے ہیں مزاروں کے لئے بھی

شاعر نے اپنی زیست کا عنواں پھول کو بنایا اپنے غم کا درماں کانٹے کو سمجھا۔ کہ جب تک غم یار میں بلکتے رہے۔ وہ دن ہی مشعل راہ تھے۔ جوں تصویر کوچۂ جاناں سے نکلے تو زمانے کے ہاتھوں مثل گل کھلونا بن گئے۔ ساری بہاریں۔ خوشبوئیں۔ صبائیں ان کانٹوں کے ساتھ تھیں۔ اب تو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

معنی آفرینی:۔

معنی آفرینی سے مراد نئی تشبیہات، نادر انداز بیان، محاورات کا استعمال، لطیف استعارے اور اسکی بندش کا دلکش انداز اور انتہائی سہل انداز بیاں، پرانا خیال اچھوتے انداز میں پیش کرنا معنے آفرینی کہلاتا ہے

رزیؔ اردو شاعری میں تشبیہ واستعارات کے استعمال پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"اردو شاعری کا تعلق فارسی شاعری سے چولی دامن کے ساتھ کا سا ہے۔ اردو شاعری کا آغاز ایسے زمانے میں ہوا جبکہ صائب کا رنگ فارسی شاعری پر غالب تھا اور مشتر کہ ہندوستان میں مرزا عبد القادر بیدلؔ، غنی کاشمیری اور ناصر علی سرہندی، اسی میدان کے مرد تھے۔ جو فارسی گو شعراء ہیں۔ اردو زبان میں تشبیہی اور مثالیہ شاعری ناسخ لکھنوی اور غالب دہلوی کے ذریعے ہمیں پہنچی اور شیخ ناسخ کے کلام میں تشبیہ اور مثالیہ کی بہتات ہے۔ مگر خشک اور بے رنگ تاہم کلام لطف سے خالی نہیں ہے۔

غالب نے تشبیہ اور مثالیہ کی روح کو قائم رکھا اور دل نوازی اور فریبی میں فرق نہ آنے دیا۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تشبیہ کی افراط اور مثالیہ کے زور نے شاعری کو اپنے مرتبے سے گرادیا تھا۔ داغؔ دہلوی نے اس کو کم کیا۔ حسرت اور جگر مراد آبادی نے اس کو اعتدال بخشا۔ مگر جوش ملیح آبادی نے اس کو اپنایا اور اس میں حسن پیدا کیا۔"(52)

ناسخ کہتا ہے

ے زلفِ جاناں بن گئی ہے گور میں مارِ عذاب　　　تھا جو افسوں چشم جادو کا وہ افسانہ ہوا

مذکورہ بالا شعر میں ناسخ نے تشبیہات کی بھرمار کردی زلفِ جاناں کو مارِ عذاب اور چشم جادو کے افسوں کو افسانہ بنادیا۔ مگر بہرحال مذکورہ شعر ایک بہترین معانی کا شعر ہے۔ جس میں رندی سے زہد کا سفر بہت آسانی سے طے کیا گیا ہے۔

گلزار کہتا ہے

اشارے ان آنکھوں کے جاں بخش ٹھہرے　　　یہ اعجاز ہے یا کہ افسوں گری ہے

اور للہ درّ القائل

تیرے چہرے کی گلابی ہو عرق افشاں اگر بیخودی جایا کرے ہم آپ میں آیا کریں

نظیر عکس مستوی کو پیش کرتا ہے

؎ اس کے سوا کسی سے مجھے دوستی نہیں یادش بخیر دوست مرا اک وہی نہیں

ظفر کہتا ہے

؎ دم آیا میرا آنکھوں میں نہ دیکھا آنکھ بھر تو نے تغافل اس قدر اغماز اتنا مہربان اوہو! (کلیاتِ ظفر)

غالب دہلوی کہتا ہے کہ

؎ وفا کیسی کہاں کی صبر والفت مگر یاروں کی یہ بھی اک تڑی ہے

سودا محبوب کے چہرے کے تاثرات کو شب و روز کے آمد و شد سے تشبیہ دیتا ہے

؎ چہرے میں ایسی گرمی ہے کہ شب و روز جیسے یاد کرتی ہی رہے دامانِ مژگاں کی جھپک

بہادر شاہ ظفر دنیا کو حباب (بلبلہ) سے تشبیہ دیتے ہیں

کھلی ہے چشمِ حقیقت جنہوں کی مثل حباب وہ باندھتے نہیں تکیہ جہانِ فانی پر

ذوق سرمہ کی لکیر کو تحریر کہتے ہیں۔

؎ تحریر سرمہ ہے تری آنکھوں میں وقتِ خواب اے غیرت چمن در روز نجیر باغ حسن

ذہین صاحب کی شاعری میں تشبیہ کا استعمال خوب ہے اور بر موقع ہے۔ ان کے کلام میں تشبیہات و استعارات کا استعمال ایسا ہی ہے۔ جیسے آٹے میں نمک بہر حال معانی آفرینی کی لطیف و نادر مثالیں کلام میں بکثرت ملتی ہیں۔

بہت دور ہیں اصلیت سے فسانے بڑا فاصلہ ہے دلوں سے زبان تک

دعا لب پہ آتی ہے دل سے نکل کر   زمیں سے پہنچی ہے بات آسماں تک (53)

۔ وہ بہاریں جو ترے ساتھ مجھے دیکھ گئیں   کیا کہیں گی اگر آکر مجھے تنہا دیکھا (54)

اس میں ہزار تمناؤں کے معانی لاکھوں آرزوں کے پردے میں چھپے ہیں۔ بس سمجھنے کے لئے قلبِ صافی اور غم کی ضرورت ہے۔

ذہین اپنے محبوب سے جلوہ، خلوت کے تقاضا کرتا ہے اس کے مسلک میں پردہ داری اہم ہے۔

۔ نظامِ منع تماشائے حسن کے صدقے   وہ آئے بھی تو مری بے خودی کے پردے میں (55)

تشبیہات و استعارات کا استعمال:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ اردو ادب کے تقریباً تمام کلیات و استعارات عربی ادب سے مستعار ہیں۔ علم بیان تشبیہ کے بیان کا ذریعہ ہے۔ جس میں ارکانِ تشبیہ یعنی مشبہ، مشبہ بہ، وجۂ تشبیہ اور اداۃ التشبیہ سے بحث کی جاتی ہے۔ (56)

تشبیہ کی بہت سی اقسام ہیں۔

۱۔ مفرد بمفرد   ۲۔ مرکب بمرکب   ۳۔ مرکب بمفرد   ۴۔ مفرد بمرکب

اسی طرح تشبیہ کی اغراض سے بھی تشبیہ کی جاتی ہے۔

مثلاً مشبہ کے حال کو اگر بیان کیا جائے

۔ ان القلوب اذا تنافر ودها   مثل الزجاجه کسرها لا یجبر (57)

جس کو شاعر کہتا ہے

۔ ڈھا دے مسجد ڈھا دے مندر   ڈھا دے جو کجھ ڈھاندا اویں

پر دل کسے دانہ ڈھاویں   کہ دل وچ اللہ رہندا اے

"جب دلوں کی محبت میں تنافر پیدا ہو جائے

شیشہ کی مانند ہے جس کا ٹوٹا جڑتا نہیں ہے"

اسی لئے تو شاعر شیشے کے جام کے مقابلے میں "جامِ سفال" (مٹی کا کوزہ) کو ترجیح دیتا ہے اور کہتا ہے۔

۔ اور لے آئیں گے بازار سے گر ٹوٹ گیا　　جام جم سے تو میرا جام سفال اچھا ہے

تشبیہ میں جو مزید علاقہ جات پیش کئے جاتے ہیں وہ ہیں مجاز، استعارہ وغیرہ جنکا مفصل بیان آگے کے ابواب میں آئے گا

۔ اس شخص کو کس نام سے موسوم کروں میں　　سائے کی طرح جو میرے نزدیک کھڑا ہے

ایک شاعر نے تمثیل کو وجود کے پیرائے میں یوں بیان کیا

۔ پڑا ہوں توڑ کر پائے طلب راہ محبت میں　　کڑی منزل پہ بھی فکر تنِ آسانی نہیں جاتی

ایک شاعر محبوب کی قربت کو یوں بیان کرتے ہیں

۔ تیری باتوں سے تڑکا ہو گیا غم خانۂ دل میں　　ہزاروں مہر و مہ برسا گئی رنگیں ہنسی تیری

بقولِ رزیؔ

ذہین کے ہاں تشبیہات آٹے میں نمک کے برابر ہیں مگر ایسے ہیں کہ دل جھوم اُٹھتا ہے۔ مثلاً

۔ آسماں پر ماہِ نو رکعبے میں محرابِ حرم　　یہ اشارے ہیں خم ابروئے جاناں کی طرف

۔ حسن محوِ رنگ و بو ہے عشق غرق ہائے وہو　　ہر گلستاں اس طرف ہے ہر بیاں اِس طرف

سانس میں آواز نے دل غزلخواں ہے ذہینؔ　　شاید آنے کو ہے وہ جانِ بہارا اس طرف (58)

۔ چھایا ہے یوں ہم اہل نظر پر سرورِ عشق　　چہروں پہ انکسار ہے دل میں غرورِ عشق

یہ اور بات ہے کہ ادب ہے شعارِ شوق　　ورنہ ظہور حسن ہے شانِ ظہورِ عشق

یہ پیچ و تابِ عشق ہے خود آب و تابِ حُسن ۔۔۔ جلوہ فشاں ہے طور تجلی پہ طورِ عشق

خود صاحبِ جمال ہے خود طالبِ جمال ۔۔۔ طالب نہیں ہے غیر کی طبعِ غیورِ عشق

وارستۂ زمان و مکان عشق کی نگاہ ۔۔۔ حاضر ازل سے تا ابد ہے حضورِ عشق

آئے نظر خدا ہی خدا ہر طرف ذہین ۔۔۔ میری طرح پئے کوئی جامِ طہورِ عشق (59)

علم بیان ایک ایسا موضوعِ ادب ہے کہ بڑے بڑے علماء وافاضل نے اس پر بحث کی ہے۔ ان بحثوں میں تشبیہ کے جو اسرار اور لطافتیں منکشف ہوتی ہیں وہ نہایت قیمتی ہیں۔

درمیان کے انقلابی اور تحریک کے دور سے ہٹ کر دیکھا جائے تو اب جدید شاعری میں بھی اس کا استعمال کثرت سے کیا جا رہا ہے۔

ذہین صاحب تشبیہات و استعارات کے استعمال میں دامنِ احتیاط کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ ان کے ہاں جہاں تشبیہات کے باب میں ندرت اور لطافت ملتی ہے۔ جہاں استعارات کا استعمال بھی نہایت طرفگی اور جدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔

ضرورت تو اس بات کی تھی کہ کلام سے ہر قسم کی تشبیہات اخذ کی جاتیں اور نمونے کے طور پر ہر تشبیہ اور استعارے کی ضرورت پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

چنانچہ ہم ان کے کلام سے چند ایک اشعار بطور نمونہ اٹھاتے ہیں

۔ نگاہوں کی زبانی دل کے پیغام ۔۔۔ برابر آ رہے ہیں جا رہے ہیں

یہاں نگاہیں قاصد ہیں نامہ بر ہیں اور دل پیغام بھیجنے والا اور کس قدر مختصر پیرائے میں اس کار کثیر کو سمو دیا کہ

۔ نگاہیں دل کے پیغام کو نشر کا سبب بن رہی ہیں ۔۔۔ یوں نگاہ اُٹھی اور ترسیل کا کام ہو گیا

۔ اب ان کی یاد بھی آتی ہے ایسے ۔۔۔ کہ جیسے ہم اُنھیں یاد آ رہے ہیں

واقعی دل کو دل سے تشبیہ دی حالتِ یاد کو یاد سے اور طلب کو طلب سے کہ جیسے

۔ یہاں آگ ہے برابر لگی ہوئی

جیسے احساسات یہاں ہیں ویسے وہیں ہیں۔ ایسے مضامین صرف ذہین کا ہی خاصہ ہیں کیونکہ پھول کو پھول سے آتش کو آتش سے حتیٰ کہ ایک احساس (غیر مرئی شے کو) احساس سے کیسے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

ذہینؔ واقعی ذہین تھے۔

۔ عرق آلود ہیں رخسارِ گلگوں　　　کہ پھولوں کو پسینے آرہے ہیں　　　(60)

یہاں استعارہ بیان کیا اور خوب بیان فرمایا پھولوں کو پسینہ آنا ایک دشوار عمل ہے مگر رخسارِ گلگوں کے لئے آسان ہے کیونکہ وہ مثلِ گل ہیں۔

۔ وہ آئینہ کبھی منہ دیکھتے تھے جس میں تم اپنا　　　لئے بیٹھا ہے آغوشِ نبی میں عکس گم اپنا　(61)

۔ دمِ سرد، آہ گرم و چشم تر سے دل نہ بجھ جائے　　　یہ شمع زیر داماں چھوڑ کر آخر کہاں جائیں

بقول کسے:۔

کسی طرح شب فرقت کی صبح ہو جائے　　　مریضِ ہجر کو چادر ذرا اوڑھا دینا

عربی محاورہ ہے

اناقتیل العبرة (میں مقتول اشک ہوں) یہاں آہ و اشک و چشم تر کا امتزاج ایک صاحب دردِ دل ہی سمجھ سکتا ہے۔

۔ چٹک گلوں کی صدائے شکستِ دل سے ملی　　　مگر گلوں کا دل خوں شدہ سے خوں نہ ملا

مذکورہ غزل پڑھیں اور صاحبِ جمال آیات کے قلبِ جمال کا نظارہ کریں

قلبِ آغوشِ تمنائے جمال　　　آئینہ چشمِ تماشائے جمال

گم ہوا، آئینہ، عکس حسن میں — عکس محوِ نقش زیبائے جمال

نقش زیبا التفاتِ حُسن ہے — حسن خود میں نقش آرائے جمال

آئینہ صورت ہے، صورت آئینہ — اور پھر دونوں تجلائے جمال

کیا ہے قسمت کا سکندر آئینہ — جلوہ دار حسن، دارائے جمال

صورت وذی صورت آئینہ میں ایک — یہ دوئی میں شانِ یکتائے جمال

ناظر و منظور اس مشہد میں ایک — کائناتِ عشق، دنیائے جمال

میری آنکھیں کیا ہیں آئینہ! ذہینؔ — آئینہ کیا چشم بینائے جمال (62)

باباصاحب کی شعری مجموعے:۔

حضرت باباصاحب کے شعری مجموعے بلحاظِ زبان دو اقسام پر ہیں۔

۱۔ فارسی ۲۔ اردو

جو شعری مجموعے اردو زبان میں ہیں ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ آیاتِ جمال ۲۔ جمالستان

اور فارسی مجموعہ جات کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ لمعاتِ جمال ۲۔ اجمالِ جمال ۳۔ جمال آیات (مکمل) ۴۔ جمال آیات (حصہ اول، حصہ دوئم)

یعنی مجموعی طور باباصاحب کے شعری مجموعوں کی تعداد 6 ہے۔ جو کہ بہت سے دواوین پر بھاری ہیں۔ بابا صاحب کے صرف ایک شعری مجموعہ "آیاتِ جمال" پر تقریباً (15) تنقید نگاروں، و شعرائے کرام نے تبصرہ کیا جو کہ مرآۃ میں " آیاتِ جمال" پر تنقیدی مضامین کے نام سے شائع ہو چکے ہیں اور ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا

ہے کہ ذہین شاہ تاجی کا کلام ادبی لحاظ سے نہایت اعلیٰ پائے کا تھا۔ حتیٰ کہ کچھ دیرینہ مخالفین بھی باباصاحب کی شعری صلاحیت کو داد دینے پر مجبور ہو گئے۔

شعری مجموعوں میں قدرِ مشترک:۔

باباصاحب کے شعری مجموعوں کو دیکھتے ہی پہلی نظر میں جو بات دل میں ابھرتی ہے وہ یہ کہ تمام دواوین میں صرف ایک چیز مشترک ہے وہ ہے۔"جمال "آخر باباصاحب جیسے اعلیٰ پائے کے شاعر اور صاحب لسان شخصیت نے صرف اسی لفظ کو کیوں چنا۔

آیئے پہلے ہم باباصاحب ہی کی زبانی اس کو دیکھتے ہیں۔

کسی بھی کتاب کا انتساب، صاحب کتاب کے خیالات کا آئینہ ہوتا ہے۔ جو اس کے مافی الضمیر کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ مگر باباصاحب کا طرز انتساب سب سے ہی جداگانہ و شاعرانہ ہے۔

آیاتِ جمال کا انتساب ملاحظہ فرمائیں۔

"ایک ایسی صورت جس میں سب صورتیں جمع ہیں ایک ایسا حسن جس میں سب حسن جمع ہیں ایک ایسی حقیقت جس میں سب حقائق جمع ہیں۔ ایک ایسی شان جس میں سب شانیں جمع ہیں ایک ایسی ذات جس میں سب صفات جمع ہیں ایک ایسا رنگ جس میں سب رنگ جمع ہیں۔ میرا مطلوب تھا۔۔۔۔ مگر وہ مجھ سے ایسی جامع نظر کا طالب تھا جو ہر صورت میں اس کو دیکھے۔ ایک صورت میں سب صورتوں کو دیکھے۔ ہر حسن میں اسی کے حسن کو دیکھے۔ ہر رنگ میں اسی کے رنگ کو دیکھے۔ ایک رنگ میں ہر رنگ کو دیکھے۔

میں اس مطالبہ سے سوچ میں پڑ گیا۔ دریائے فکر میں ڈوب گیا۔ خیالات میں طوفان تھا۔ عوج تھا۔ مدوجذر تھا۔ اس نے کہا۔ ایک فکر بناؤ تمام اجزاء کو جمع کر کے ایک کل بناؤ۔ کام بہت مشکل تھا۔ مگر طلب صادق نے یہ مشکل آسان کر دی۔ مشکل بھی دنیا کی تھی۔ آسانی بھی خیالی تھی۔ خیالی نہیں واقعی تھی۔ تو واقعہ بھی خیال ہی میں واقع

تھا۔ خیال شدت توجہ سے واقعہ بن جاتا ہے اور بے توجہی سے واقعہ بھی خیال ہو جاتا ہے۔ میرے لئے محبوب کا خیال شدت توجہ سے واقعہ بن گیا۔ واقعی ہو گیا۔

اس کو خیال محبوب کہیئے یا محبوبِ خیال، خیالِ معبود کہیۓ۔ یا معبودِ خیال، خیالِ حسن کہیئے یا حسنِ خیال۔ خیالِ صورت کہیۓ یا صورتِ خیال، خیالِ رنگ کہیۓ یا رنگِ خیالِ کل کہیۓ یا کل خیال۔

میں نے دیکھا سب اضافتیں ایک اضافت میں جمع ہیں۔ میں نے دیکھا سب نسبتیں ایک نسبت میں جمع ہیں۔ سب زمانے زمانِ واحد میں کس نے دیکھے؟ میں نے دیکھے سارے مکان ایک مکان میں دیکھنے والا کون ہے؟ میں ہوں ساری صورتیں ایک صورت میں دیکھنے والا میں ہوں۔ سارے روپ ایک روپ میں کس نے دیکھے؟ میں نے دیکھے میں نے ایک کو دیکھ کر سب کچھ دیکھا۔ سب کچھ دیکھ کر میں نے ایک ہی کو دیکھا۔ اس دیکھنے میں جو لذت تھی اس میں سب لذتیں جمع تھیں۔

اس دیکھنے میں جو کیف تھا۔ اس میں تمام کیف جمع تھے۔ اس دیکھنے میں جو سرور تھا۔ اس میں سب سرور جمع تھے۔ یہ کیفیت تمام کیفیات کو جامع تھی۔ یہ کیفیات جو مختلف اور متضاد ہونے کے اعتبار سے کبھی ایک نقطہ پر جمع نہیں ہو سکتیں میری "انا" میں جمع ہو گئیں۔

" آیاتِ جمال ان کیفیات کا ایک جامع نام ہے۔ آیاتِ جمال کی اضافی کثرت جمالِ آیات کی حقیقی وحدت سے معنون ہے۔ "(63)

معلوم ہوا کہ ذہین شاہ صاحب نے آیاتِ جمال کو اس کے نام کیا کہ جس کی طرف تمام اقسام کے جمال کی نسبتیں ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے۔

اِنّ اللہ جمیل ویحب الجمال۔ (64)

اس کائنات کے تمام جمالوں سے بھاری صرف ایک جمال ہے۔ تمان انوار سے بھاری صرف ایک نور ہے اور وہ ہے آنحضرت محمد ﷺ فداہ ابی وامی بابا صاحب کے اس قول کی تصدیق ان کے ایک دوسرے انتساب سے بھی ہوتی ہے۔ جو انہوں نے جمالستان میں تحریر فرمائی۔

ملاحظہ فرمایئے۔

"باسم الجمل

انتساب

اس محبوب جمیل کے نام

جس کو

جمال محبوب ہے

اور جس کا

جمال محبوب ہے " (65)

گویا یہ بعینہٖ مذکورہ بالا حدیث کا مصداق ہے۔ جو ہم نے ذکر کی۔ اہل دل و اہل نظر، صاحبانِ دانش و عقل سمجھ گئے ہوں گے کہ جمال سے کیا مراد ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس ایک جمال میں جمال کے تمام رنگ و روپ سماگئے ہیں۔ چاہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

وہ آئینہ جمال ہے سراپائے جمال ہے

شاعری کی ایک ایسی صنف ہے کہ شاعر کی موضوع پر کمالِ دسترس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ شاعر جب آغاز کرے تو اپنے موضوع کو مد نظر رکھے۔ (66)

اردو لغت بورڈ میں اس کی تعریف کی گئی ہے۔

''ابتدائے کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال جو موضوع سے مناسبت رکھتے ہوں اور قاری یا سامع کو ان سے موضوع کا پتا چل جائے کہ کیا ہے۔ ''

بابا صاحب کی شاعری میں براعۃ الاستہلال کے نمونے کثرت سے ملیں گے۔ خاص کر ان کی رباعیات و مثنویات وغیرہ میں۔

جمالستان ان کا ایک متفرق الموضوع شعری مجموعہ ہے۔ جس میں گویا کہ طشت قرطاس پر انواع واقسام کے جواہرات بکھرے پڑے ہیں۔ قاری کو سمجھ میں نہیں آتا کہ ان میں سے کون ساموتی چن لے اور کون سا چھوڑ دے۔

بہر حال براعۃ الاستہلال کی کئی ایک مثالیں ہیں جو ملاحظہ فرمائیں۔

طوفانِ تماشا:۔

سفینہ ہے نظر کا غرق طوفانِ تماشا میں — کبھی ہے موج میں دریا کبھی ہے موج دریا میں

کبھی صحرا میں بستی ہے کبھی بستی میں صحرا میں — رہا حسن مجرد کا فرما عشق تنہا میں

وہاں قطرے میں دریا ہے جہاں قطرہ ہے دریا میں — کبھی ذرے میں صحرا ہے کبھی ذرہ ہے صحرا میں (67)

لوح و قلم:۔

قلم ہاتھ میں ہے قلم لکھ رہا ہے — حروفِ وجود و عدم لکھ رہا ہے

وجود وعدم جو مرے علم میں ہیں — قلم ان کو بیش و کم لکھ رہا ہے

یہ میرا ارادہ ہے یہ میری قدرت — قلم پے بہ پے دمبدم لکھ رہا ہے (68)

یکتائی:

اس منظومہ کو لکھنے سے پہلے یہ وضاحت کرنا ضروری ہوگی کہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ بابا صاحب کی جمالستان گویا ان کا مجموعۂ مجذوبیت ہے۔ جس کو صرف اہل تصوف ہی سمجھ سکتے ہیں۔ وہ سلوک کی منازل طے کر چکے تھے اور عروج کی طرف رواں دواں تھے۔ مگر ایک ایسے سالک یا مجذوب الحال کا عروج کبھی اس کو اپنے حقیقت سے ہٹنے نہیں دیتا۔ اس کے پیشِ نظر (الخلق عیال اللہ) "مخلوق اللہ کا خاندان ہے۔" ہی ہوتا ہے اور اس کا تمام حال گویا اس حدیث قدسی کا مصداق ہوتا ہے ۔جس کا مفہوم ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور زبان بن جاتا ہوں جس سے بولتا ۔۔۔۔۔(69) 1965ء کراچی میں وراد ہونے والی پوری نظم جمالستان کے صفحہ (11) ملاحظہ کریں۔ مگر کچھ اشعار سے براعۃ الاستہلال کے تحت تلذذ اٹھائیں۔

کوئی محمود ہے یہاں نہ ایاز	کوئی بندہ یہاں ہے نہ بندنواز
بزمِ یکتائی جمال ہے یہ	اک حقیقت کے بے شمار مجاز
خود تجلی ہے خود تجلائی	آپ جلوہ ہے آپ جلوہ طراز
آپ ہی شمع آپ پروانہ	آپ ہی سوز آپ ہی وہ ساز
پس پردہ ہے آپ بے پردہ	خود فسانہ ہے خود فسانہ طراز
بت پرست آپ بت شکن بھی آپ	آپ سرتاپا بتِ طناز

آپ نے ملاحظہ کیا کہ محمود و ایاز سے شروع کیا۔ مگر موضوع سے ہٹنے نہیں بلکہ استعارۃً و مجازاً بت شکن و بت پرست کا ذکر کیا۔ دیکھیں کس قدر گہرائی ہے اگر اس کا اشارہ محمود کی طرف کریں تو محمود اس بتِ (کامل) کا پرست تھا جس نے اس کو بتِ (مجاز) کا شکن بنادیا۔

اور اگر حقیقت کی طرف کریں تو تصوف کے انتہائی عمیق ودقیق معانی نکلتے ہیں۔

مایوسیت یا انقباض:۔

(فسلفہ کی اصطلاح میں اس کو قنوطیت کہتے ہیں۔)بابا صاحب اگر اپنے حال میں مست مجذوب کی طرح انتہائی خوش گمان شاعر ہیں۔ مگر شعراء کو اہل دردِ دل کہا جاتا ہے اور متصوفین کو اہلِ دل۔ اور دل پر چوٹ ہو اور وصال کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو۔ تو ایک زمانہ ہر اہلِ دل پر آتا ہے۔ کہ وہ امید و یاس کے مابین ہوتے ہوتے یاسیت کے انتہائی مقام تک چلا جاتا ہے۔

آیاتِ جمال (مجموعۂ غزلیات)

1947ء سے 1925ء کی تقسیم میں جو پہلا شعر مندرج ہے

۔ متاعِ آرزو مندی ازل سے تا ابد کیا ہے؟ تمنائے محال اول تمنائے محال آخر (70)

محال اول و محالِ ثانی (آخر) سے مراد ازل و ابد ہیں اور ازل وابد سے مراد کائناتِ مجازی و حقیقی ہیں۔ ایک سالک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وارداتِ قلبی مسلسل ہوں اور اس کی یہ کیفیت ہو کہ

۔ میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا میرے باغِ دل کی یہ گلکاریاں ہیں

مگر فترت کا زمانہ انبیاء و اولیاء و اہل تصوف تمام حضرات پر آیا ہے۔ بلکہ خوب آیا ہے اور اس زمانے کی بے چینی کو اہلِ دل ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے بھی قرآن میں حضور ﷺ کے لئے کیا خوب فرمایا۔

یا ایھا المدّثر o قم فانذر و ربک فکبر o (71)

اے (کالی) کملی اوڑھنے والے۔ آپ اٹھ جایئے اور لوگوں کو ڈرایئے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔

اگلی غزل پڑھیں۔ تو حالِ دل زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ (واضح رہے کہ مشہور ہے کہ شاعر کا صاحب درد و الم ہونا ضروری ہے۔)

۔ دل سے تیرا خیال بھلایا نہ جا سکا میں مٹ گیا یہ نقش مٹایا نہ جا سکا

میں اپنے دل سے پوچھ رہا ہوں یہ بار بار — وہ آپ ہی نہ آئے کہ آیا نہ جا سکا (72)

چہرے سے میرے کھل ہی گیا دل کا اضطراب — دامن سے یہ چراغ چھپایا نہ جا سکا

دل میں ہے اس ادا سے کہ دل کو خبر نہیں — وہ حسن جو کہیں بھی سمایا نہ جا سکا

تھا ایک لفظ وہ بھی مری داستاں میں — جو عمر بھر زباں پہ لایا نہ جا سکا

آخر اُٹھا دیا وہ ہماری نگاہ نے — تم سے بھی جو حجاب اُٹھایا نہ جا سکا

لازم طلب ہے میرے لئے ورنہ اے ذہینؔ — وہ گم ہی کب ہوا تھا جو پایا نہ جا سکا (73)

اسی طرح کا مضمون متصلاً بیان کرتے ہیں۔

؎ یہ زخم تازہ رہا اور میرے قاتل نے — کہ میرا حال جو دیکھا تو مسکرانہ سکا

بنا دیا تیری نیچی نظر نے افسانہ — وہ ایک حرفِ محبت جو لب پہ آنہ سکا

ذہینؔ اُس رُخِ رنگین سے اُٹھ گئی جو نقاب — حجابِ عشق رُخِ دل سے میں اٹھانہ سکا (74)

مایوسی سے امید کا سفر:

نادوتی جون 1938ء

؎ تھا کبھی سکونِ دل اب تو آفتِ دل ہے — ہے دلِ شکستہ پر ضربِ درد نام ان کا

بیخودِ محبت کو قصد کیا، طلب کیسی — جو تیری طلب میں ہیں رائے ذوقِ نام ان کا

دل پہ چھا رہے ہیں وہ یا تمام دنیا پر — ہر نظر نظر ان کی ہر سخن پیام ان کا

موت سے کہاں کم ہے اے ذہینؔ یہ منظر — آخری سلام اپنا اولین پیام ان کا

☆ حسن ترکیب ایسے رنگ بکھرے ہیں کہ گویا ہم سے کہا جائے کہ آسمان پر ستارے ہیں، چاند ہے، سورج ہے، کوئی ایک چن لو اور ہمیں تو سب درکار ہے۔ یا یہ کہ اس گلستانِ گلہائے رنگ و بو میں سے صرف ایک پھول شریک سفر کر لو اور دل ہے کہ سب کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔

ذہین کی شاعری بھی کچھ ایسی ہے۔ جس غزل جس شعر پر نظر کرو وہی لگتا ہے زینتِ قرطاس کر لو۔

ے کچھ بتائیں تو بتائیں تُو بتو جلوے ترے   میرے رُخ پر رنگ کیوں آتا رہا جاتا رہا

بن گئی معیار اچھائی کا اچھوں کی پسند   جس کو تم نے کہہ دیا اچھا وہی اچھا رہا

چشم خفتہ کا مقدر دواتِ بیدار حسن   خواب میں یوسف زلیخا کو نظر آتا رہا (75)

ے تیری پہلی نظر سے کوئی پوچھے   ہماری ابتداء کیا انتہا کیا (76)

فترت کا زمانہ ختم ہوا اور فتوحاتِ قلب شروع ہوئی۔ (یعنی قنوطیت کی یاسیت ورجائیت کے مابین سے نکل کر اصلاحیت کی طرف دل مائل ہونے لگا اور واردات قلبی واثر گوں ہونے لگی تو یہ اشعار وارد ہوئے)

ے خود اٹھ گیا جو راہِ طلب کا حجاب تھا   ذرہ مری نظر میں نہ تھا آفتاب تھا

دیکھا گیا ذہین جو دیکھا نہ جا سکا   ناکام تھی نگاہ تو دل کامیاب تھا (77)

عشق کا مطمع نظر:۔

ذہین کی شاعری و غزلیں گویا آئینہ جمال ہیں۔ آئینہ میں جیسی صوت ہو گی ویسا ہی نظر آئے گا۔ ایک عشقِ مجازی کا دعویٰ دار اپنے طور پر اس سے استفادہ حاصل کرتا ہے اور عشقِ حقیقی کا درد رکھنے والا اس سے اپنے طور پر متلذذ ہوتا ہے۔

ے اریدوصالہ ویرید ھجری   فاترک ما ارید ولمایرید

میں اس سے وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے مفارقت تو میں اس کی چاہت پر اپنی چاہت قربان کر دیتا ہوں۔ ذہینؔ اپنے واردات قلبی کو اشعار کے قالب میں ڈھالتاہے اور اس پر درد انداز میں پیش کر تا ہے کہ دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا شعر کو وہ یوں بیان کرتے ہیں۔

۔ یوں جوشِ طلب پر ہیں آدابِ طلب غالب   آگے نہیں بڑھتا ہے رہبر سے قدم میرا (78)

یعنی کہ

۔ محبت خود سکھادیتی ہے آدابِ محبت۔

یہ شعر اس عربی مقولہ کے بمصداق ہے کہ الامر فوق الادب (حکم کی حیثیت ادب سے بڑھ کر ہے) چنانچہ شیخ کے مقابلے میں کیسی ہی علویت کیوں نہ ہو قبول نہ کرنی چاہئے۔ اقبال اقبال تب ہی بنا جب اس نے شمس العلماء کا خطاب اپنے استاذ و شیخ کو دلوایا۔ اور اسی بات کو مولانا رومی بیان فرماتے ہیں

۔ مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم   تا غلامے شمس تبریزی نہ شد

عشق و عقل کا موازنہ:۔

ذہین نے غزل جیسی صنف میں متنوع اشیاء کا موازنہ کیا اور اس کا مکمل حق ادا کیا۔ ایسا ایک انتہائی دشوار امر ہے۔

۔ عالمِ تن میں جہانِ راز جاں پیدا کیا   میں نے خود اپنا زمین و آسماں پیدا کیا

کیا کلیسا کیا حرم، کیا دیر چشم شوق نے   حسن پنہاں کو جہاں چاہا وہاں پیدا کیا

عشق ہے پروردگار کیف و مستی اے ذہینؔ   عشق نے کیا جز غم سود و زیاں پیدا کیا (79)

شکوہ وجواب شکوہ:۔

ذہین پردہ داری سے شکوہ بھی کرتے ہیں مگر محبوب کی پردہ داری اور جور و ستم کو خود تک ہی محدود کر کے اس کا جواب بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ ایک ہی غزل میں عشق و محبت کی ابتداء و منازل ایسے بیان کرتے ہیں کہ تمام حالات وواقعات چشم تصور میں اتر آتے ہیں۔

۔ فروغ حسن کیا آئینہ سیما ہو نہیں سکتا؟ وہ پردہ جو ترے رُخ پر ہے، پردا ہو نہیں سکتا

اگر ہم ہیں تو راز عشق رسوا نہیں سکتا وہ دل میں درد پنہاں ہے کہ پیدا ہو نہیں سکتا (80)

وارداتِ قلبی کو مزید بیان کرتے ہوئے اور ستم کا دل کی قوت کے مقابلے میں زیادتی کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

گراتے بجلیاں! لیکن وہ اتنا دیکھ تو لیتے

کہ یکساں میرا دل اور طور سینا ہو نہیں سکتا (81)

یعنی "ربنا لا تحملنا مالا طاقۃ لابہ "سورۃ البقرۃ آخری آیت" یا اللہ ہماری طاقت سے زیادہ بوجھ ہم پر مت ڈالنا۔" (82)

اور پھر سوالیہ انداز میں یوں فرماتے ہیں

۔ تمہیں کہہ دو کہ تم سا اور ہے صبر آزما کوئی یہ مانا کوئی ہے مجھ سا نا شکیبا ہو نہیں سکتا

خبر بھی ہے تمہیں کچھ بے زبانی ہائے الفت کی سنو بھی تم، تو اظہار تمنا ہو نہیں سکتا

کبھی خلوت ہے محفل میں کبھی محفل میں خلوت ہے کسی عالم میں بھی ہو حسن، تنہا ہو نہیں سکتا

(83)

جواب شکوہ:۔

۔ ذہین اپنے ہی آئینے کی خوبی حُسن محبوبی ہم اچھے ہیں تو کوئی ان سے اچھا ہو نہیں سکتا

کفرودین کی ایسی ترکیب ہے کہ غزل میں شاذ ہی استعمال ہوئی ہوگی اور ذہین نے اس صنف میں اپنے مقصد کو اس طرح سمودیا ہے کہ گویا عشقِ حقیقی کے مقاصد و اغراض کو آشکارا کردیا ہے۔

۔ یہ کیف وحال میں ڈوبا ہو میخانہ کیا جانے	جہانِ کفرودیں میں کیا ہوا ہے اور کیا ہو گا
میں اپنے عشق کے صدقے تمہارے حسن کے قربان	نہ مجھ سادوسرا ہو گا نہ تم سادوسرا ہو گا
محبت کا محبت ہی نہیں حاصل تو پھر ہم سے	حصول مدعا ہو گا نہ ترک مدعا ہو گا
نمازِ بے حضور اچھی نہ سجدہ بے یقین اچھا	ہمیں معلوم ہے یہ بُت جہاں ہوں گے خدا ہو گا (84)

آپ مذکورہ بالا شعر کو مکرر وسہ بارہ پڑھیں ہر بار لذت و کیف محسوس کریں گے۔

اعتقادی لحاظ سے :۔

پہلے مصرعے میں خشوع و خضوع قلبی اور اطمینان و حضورِ جوارح کا ذکر ہے۔

جیسے کہ ایک بادشاہ نے ایک بے یقین مجاور کو سر قلم کرنے کی دھمکی دی جو 40 سال سے بینائی کے لوٹ آنے کے لئے دن رات اسی ایک مزار پر رو رہا تھا۔ مگر یہ دل کا یقین تھا۔ اور نہ سجدۂ یقین اور جب یقین حاصل ہوا تو بینائی بھی حاصل ہو گئی اور یقین بھی کامل ہو گیا۔

حدیث کے لحاظ سے:۔

مولانا شیخ الحدیث زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں۔ تصوف کی ابتداء وانتہا صرف ان دو احادیث کی عبارتوں میں پنہاں ہیں جو انہوں نے مجلس اصرار/احرار کے لیڈر مولانا حبیب الرحمن کے استفسار پر فرمایا ابتداء انما الاعمال بالنیات (تمام اعمال کے دار مدار نیتوں پر ہے)

انتہا :ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك

(ترجمہ: تم اللہ کی عبادت یوں کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔(یہ کیفیتِ حضوری پیدا نہیں کر سکتے) تو بلاشبہ وہ تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔(یعنی یہ بات دل میں لے آؤ) (85)

جب یہ مقام حاصل ہو جائے تو اوڑھنا بچھونا۔ سونا جاگنا۔ سب اعمال محبوب حقیقی کے نام ہو جاتے ہیں۔ ایک سوال کے جواب وہ صرف دو مصرع سے دیتے ہیں۔

یہ کافر اگر بتوں کو خدا مانتے ہیں ان سے مانگتے ہیں تو پھر بھی ان کی مناجات کیوں قبول ہو جاتی ہیں؟

ے ہمیں معلوم ہے یہ بُت جہاں ہوں گے خدا ہو گا

یہ بے چارے سمجھتے ہیں کہ ہمیں کھلانے پلانے والے یہ مردہ بُت ہیں بلکہ پس پشت تمام کار فرمائی اس محبوب حقیقی کی ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ دوسرا نکتہ اس میں یہ نکلتا ہے کہ مجاز میں بھی حقیقت ہی پوشیدہ جہاں حسن ہے جمال ہے۔ وہیں جمیل ہے۔

ے عشق پابندِ ادب ہے حسن مانوسِ حجاب وصل آکر بھی نہ آیا انتظار آہی گیا (86)

ہجر و فراق ہی شعر و محبت کی خوبی ہے اور یہی ایسے مضامین وارد کرتے ہیں جو وصل سے نہیں ہو سکتے۔

ے ادھر تھا نزع کا عالم تیرے بیمار پر طاری ادھر تیری نگاہِ ناز میں ایمائے قُم قُم تھا

"ایمائے قُم قُم" کی بندش اس قدر آسانی سے شعر میں پرو دینا صرف ذہین کا ہی خاصہ ہے۔ یہاں معجزۂ عیٰی سے کنایہ ہے کہ وہ قُم کہہ کر مردہ کو زندہ کر دیتے تھے اور یہ کام صرف تیری نگاہِ ناز ہی کر سکتی ہے۔

اور کیا تصویر کشی کی ہے کہ۔ یہاں دم نکل رہا ہے فراق و ہجر کے مارے اور دم نکلتے نکلتے محبوب نے آکر نگاہ ہی نگاہ وصال کی نوید سنادی۔ جب تمام امیدیں ختم ہوئیں تو تب امید وصل پیدا ہو گئی۔

وصال یار کو وہ زیست کا حاصل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس کو یوں بیان کرتے ہیں۔

ے میں ہوں اور تجھ سے مناجاتیں ہیں غم کی راتیں بھی عجب راتیں ہیں

بے خودی پھر ہے کسی کی آغوش — پھر تصور میں وہی باتیں ہیں

پھر وہی دل کی گرج اور کڑک — پھر وہی آنکھ کی برساتیں ہیں

زلف و رُخ پیش نظر آٹھ پہر — پھر وہی دن ہیں وہی راتیں ہیں

دل میں آتے ہی وہ آجاتے ہیں — پھر وہی دل کی کراماتیں ہیں

حاصل زیست حقیقت میں ذہینؔ — ان سے دو ایک ملاقاتیں ہیں(87)

ذہین کا مسلک اور وصال یار:۔

وصالِ یار سے زیادہ وہ ایمائے یار کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کا شیوہ اور ان کا مسلک یہ ہے کہ اگر منشائے یار جفاو ستم سہنے میں ہے اور ہجر میں ہے تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ مگر یہ کہ اس طرح نہ سہی دوسری طرح سہی اس کی توجہ تو حاصل ہے۔

؎ مجھ کو اٹھانے والے رسوا کہیں نہ ہوتا — میں پردہ بن کے تیرے در پر پڑا ہوا ہوں

کس کی نظر سے دیکھوں تیری بجلیوں کو — تو کب ملا ہے مجھ سے جب میں کہیں رہا ہوں

سب تار بج رہے ہیں اب تیرے ساز ہستی — ہر سانس کہہ رہا ہے میں درد آشنا ہوں

میں اپنی زندگی کو تجھ پر نثار کرتا — اے کاش تو نہ کہتا:۔ میں صبر آزما ہوں

یہاں ان اللہ مع الصابرین (الایۃ) کیطرف اشارہ ہے۔

؎ کافر ہو جس کے دل میں ہو لطف کی تمنا — میں جفائے جاناں! دلدادۂ جفا ہوں

اب تو ذہین میں بھی دنیائے جستجو ہوں   تصویر نارسی ہوں تعبیر خواب پا ہوں

شعری تنوع:۔

ذہین شاہ صاحب کے ہاں شعری اصناف میں تنوع پایا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ غزل میں طبع آزمائی کرنے والوں کی پہچان وہی بن گئی ہے۔ گیت صرف گیت نگاروں کا خاصہ ہے۔ نظم میں نظیر و اکبر کا نام ہے۔ تو انقلابی شاعری میں حبیب جالب، و جوش کا نام ہے۔ غرض ہر صنف کا ایک خاص لیڈر ہے۔ مگر یہاں پر ایک خاص عیب شعری یہ ہے کہ

جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ شعر و ادب اور خاص کر ادب عربی میں تنوع کو اولیت حاصل ہے۔ صرف غزل و تشبیب کامل چاہے کتنے بھی اعلیٰ پائے کا شاعر ہو اگر اس کے ہاں دوسری اصناف و موضوعات میں شعر نہیں تو وہ درجات کے تقسیم میں تیسرے چوتھے یا آخری درجے پر چلا جاتا ہے۔

ذہینؔ نے اپنے واردات قلب کو ایک خاص کینوس تک محدود نہیں کیا بلکہ اس میں وسعت لائی ہے۔ ایک تو ان کو شعری وادبی ہر وہ ماحول دستیاب تھا جو ان کی صلاحیتوں کو مہمیز دیتا نیز وہ ہر ایک صنف سے آگاہ تھے۔ مثلاً

گیت:

وہ اپنے واردات قلبی ایک گیت کی شکل میں سناتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربی و فارسی کے ساتھ ساتھ وہ ہندی پر بھی کس قدر دسترس رکھتے تھے۔

۔ کراچی 1965ء کو یہ گیت وارد ہوا۔

۔ سانس سانس میں گن گن گن گن بول گن گائے

دھڑک دھڑک کر تڑپ تڑپ کر دل کچھ سُن گن پائے

بوند بوندِ لہو کی ناچے بال بال گھنگرو بن جائے

رگ رگ کانپے، نس نس لرزے، روح روح تھرائے

چھم چھم کرتا کوئی ہردے کے آنگن میں آئے

بن اکشر کے، بن شبدوں کے، بن بانی کے گیت سنائے (88)

ا۔ دل ۲۔ حروف ۳۔ الفاظ ۴۔ آواز

ہندی میں طبع آزمائی:۔

مکتی کا نظریہ کس آسانی سے بیان کیا جو کہ ہندو فلسفہ کا ایک دقیق و خشک موضوع ہے۔ خاص طور پر اس لحاظ سے مسلمان اس عقیدہ کے قائل نہیں۔ وہ اس گیت میں ملاحظہ کریں۔ بھولا پنچھی : (کراچی:1965ء)

ہر دم درشن کا، لوبھی(ا) ہے　　　دل کیسا بھولا پنچھی ہے

گگن محل میں اڑ کر پہنچے　　　یہ اچھیا کتنی 2اچھی ہے

دل کیسا بھولا پنچھی ہے

تن من دھن، سب جل بھُن جائے　　　پریم نہیں ہے یہ اگنی ہے

اگنی میں جل جانے کو　　　من میں سمجھا، مکتی ہے

دل کیسا بھولا پنچھی ہے (89)

1۔ حریص، 2۔ خواہش، 3۔ نجات، 4۔ اگنی، آگ، فاختہ

اپنے دیس میں اپنے گھر میں　　　پردیسی کا پردیسی ہے

پریم کے بدلے پریم کی آشا　　　ان ہونی سی ان ہونی ہے

دل کیسا بھولا پنچھی ہے

ہندو آگ میں جلائے جانے کو مکتی سمجھتے ہیں۔ ذہین کے نزدیک پریم میں جلنے کو عاشق اور اگنی میں جلنے کو ہندو مکتی سمجھتے ہیں مگر دونوں نظریے باطل ہیں کہ یہ کیسا جلنا ہے کہ جس کا کوئی حاصل وصول نہیں ہے۔ نہ وصال ہے۔ ثمرہ ہے نہ امید، اور دل کتنا بھولا پنچھی ہے کہ ہر بار اک نئی واردات، دل کے بہلانے کو لے آتا ہے۔

مورے پیتم:۔

کے تحت وہ محبوب سے کچھ اسی طرح مخاطب ہیں۔(کراچی1965ء)

۔ ست گر سائیں مورے پیتم — ہردے سائیں مورے پیتم

سروم بیاپک سب کچھ تم ہو — میں کچھ نائیں مورے پیتم

جوتی روپ چندرماں تم ہو — میں پرچھائیں مورے پیتم

داس ذہینؔ اتم چرنوں میں — نین بچھائیں مورے پیتم (90)

داس۔ غلام۔ اتم۔ اعلیٰ

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذہین ہندی الفاظ کو نہایت خوبصورتی سے مثل انشاء اپنی شاعری میں پرو لیتے تھے کہ پڑھنے سننے والا خوب کیف حاصل کرتا ہے۔ انشاء اللہ خاں انشاء پر بھی یہ تہمت دھری جاتی ہے کہ اردو کو ہندی میں بگاڑ دینے میں اس کو ملکہ حاصل تھا۔ زمانہ بھی غالباً ذہین و انشاء کا قریب کا تھا مگر یہ ماننا پڑھے گا کہ اردو کی فصل ہندی اور پراکرت کی سرزمین پر پروان چڑھی جیسا کہ اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں۔(91)

ساون:

بہتا جائے ساون سجنی — بہتا جائے ساون

تال تلیا سوکھے سوکھے — ڈال پات سب روکھے روکھے

برکھا رُت میں دھرتی پیاسی   ہردے کی نگری میں اداسی

دو بوندوں کو دھرتی ترسے

دو بوندوں کو نین (92)

پات۔ پتے۔ پردے۔ مراد دیوتا۔ اللہ۔ نین آنکھیں

مذکورہ بالا گیت میں ایک عجیب سی بات مضمر ہے۔ ایک راز ایک تڑپ ساون کی آمد برعظیم کے بلکہ تقریباً ہر خطے کے لوگوں خصوصاً زرعی خطوں میں لوگوں کے چہروں پر بہار لے آتی ہے۔ بلکہ قدیم برعظیم میں اس کو بطور تہوار منایا جاتا تھا۔ بلکہ ہندوستان میں اب بھی تہوار ہے۔ ساون کے بعد کا موسم ایک انتہائی اداسی کا موسم ہے۔ گویا کہ ریت ہاتھ سے پھسل جائے۔ دھرتی پیاسی، پیڑ پودے روکھے سوکھے۔ غرض ہر طرف اداسی اور بندش کا موسم ہوتا ہے۔

ذہینؔ صاحب نے یہاں پر ہردے سے مراد اللہ تعالیٰ لیا ہے۔ جیسے کہ پارسی لوگ اللہ کو خدا کہتے ہیں۔ زرتشت اس سے کچھ مراد لیتے ہیں۔ مسلمان کچھ (اللہ) اسی طرح بھگوان ہردے۔

رام، برہما سب ایک ہی اللہ کے نام ہیں۔ تصور اور زبان کا فرق ہے۔ جیسے ہمارے ہاں رحیم بھی اللہ ہے اور رحمن بھی اللہ ہے۔ منتقم بھی اللہ ہے نافع اور ضار بھی اللہ ہے۔

آخری بیت کو پڑھیں

؎ دو بوندوں کو دھرتی ترسے   دو بوندوں کو نین

یہاں ایک انتہائی نادر معانی پیش کئے ہیں اور یہ صرف ذہین کا کمال ہے۔ وہی گیت میں بھی مجازی، حقیقی تمام معانی سمو دیتے ہیں۔ ذہین ایک ایسا آئینہ ہے کہ اس کے سامنے صرف ایک ہی منظر ہے۔ ایک ایسا Transparent Glass ہے کہ رنگ بدلتے ہیں مگر وہ وہی کہتا ہے جو ہے۔

ایک شاعر اور ایک ہندوستانی پس منظر ہونے کے ناطے انہوں نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی جو کہ ایک وسیع المشرب شاعر کی خوبی ہے۔ مگر وہ اپنا چولہ اپنا لبادہ اپنا ظاہر اپنا باطن ہر گز نہیں بھولے۔

وہ دل کو دھرتی سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس طرح سے دھرتی دو بوندوں کو ترس رہی ہے۔ ایسی حالت دل کی ہے۔ یہاں سے آنسو۔ آنکھوں سے گرے وہیں دل کی بستی سیراب ہو گئی۔

قرآن مجید میں ہے

فلیضحکو قلیلاً ولیبکوا کثیراً (الایۃ) (93)

اسی طرح احادیث میں ہے کہ رونے سے انسان کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

جے پور 1945ء میں انہوں نے نظم کہی اور کیا خوب کہی بہار کی مکمل تصویر کشی کی۔

ذہین شاہ صاحب منظر کشی میں انتہائی مہارت رکھتے تھے اور اس منظر کشی کے ساتھ اپنے دل کی کیفیت بیان کرنے میں وہ انتہائی مشاق تھے۔

عنوان انہوں نے " تقاضائے وقت " دیا ہے اور خوب دیا ہے۔ شبنم رومانی کہتے ہیں۔

؎ جیسا موڈ ہو ویسا منظر ہوتا ہے موسم تو دل کے اندر ہوتا ہے

مگر یہاں کیفیت یہ ہے کہ موسم دل کے باہر چاروں طرف ہے اور دل میں تمنا کا موسم چھایا ہوا ہے۔ اور نگاہ صرف وصالِ یار کی طلب گار ہے۔ موسم سہانا ہو تو صرف وہی یاد آتا ہے۔ جس کی معیت کی طلب دل میں جاگ جائے۔ وصال یار کی طلب موسم بہار کی گھنگور گھٹاؤں اور پھولوں کی چمن آرائی کو ذہین شاہ کی زبانی پڑھیں۔

؎ گھنگور گھٹاؤں کی وہ قیمت نہ گھٹائیں سرشار فضاؤں کی وہ ہمت نہ گھٹائیں

پر کیف ہواؤں کی وہ جرات نہ گھٹائیں ترسائیں نہ آنکھوں کو، دلوں کو نہ رُلائیں

یہ وقت ہے ایسے میں وہ ہنستے ہوئے آئیں

گلزار ہی گلزار، بہاریں ہی بہاریں یہ چاند کی بھیگی ہوئی کرنوں کی ستاریں

فطرت کا ترنم ہے ترنم میں ملا دیں تا حدِ نظر چھائی ہوئی مست گھٹائیں

یہ وقت ہے ایسے میں وہ ہنستے ہوئے آئیں

یہ حسن کی بارش یہ محبت کی پھواریں پھولوں کی صفیں اوس کے قطروں کی قطاریں

ہم حسنِ چمن کو چمن حُسن پر واریں وہ جانِ چمن آئیں تو ہم عید منائیں

یہ وقت ہے ایسے میں وہ ہنستے ہوئے آئیں

"جھیلیں" غم تنہائی کو کس طرح سے جھیلیں وہ آئیں تو ہر موج کی آغوش میں کھیلیں

لہریں جو دھکیلیں، اپنی لہروں کو دھکیلیں بجلی کو نہ تڑپائیں نہ بادل کو ڈلائیں

یہ وقت ہے ایسے میں وہ ہنستے ہوئے آئیں

کیا سوہنی گاتی ہے سہانی شب مہتاب دل اور نگاہوں کی جوانی شب مہتاب

ہے منتظر نور فشانی شب مہتاب لے کی شب مہہ چاند سے مکھڑے کی بلائیں

یہ وقت ہے ایسے میں ہنستے ہوئے آئیں (94)

موہ جال:۔

کے عنوان تحت ایک انتہائی معنی خیز مضمون باندھا ہے۔ جس میں پنچھی کو " موہ جال " کے شکنجے سے بچنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ ہندی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں گویا پروئے گئے ہیں۔

پنچھی سے مراد انسان ہے اور " موہ جال " یعنی " عشق مجازی " کا ان دیکھا جال۔

پنچھی۔۔۔۔۔۔۔موہ جال(۱) سے بچنا

کام کرودھ(۲) "مدھ "(۳)لوبھ(۴)میں رچا بچا سنسار(۵)

برہم گیان کا گگن محل ہے بھو(۶) ساگر کے پار

پنچھی۔۔۔۔۔۔ موہ جال سے بچنا

پھول روپ میں اگنی بیاپک، اگنی روپ میں پھول

اتم روپ پریم آتما، دیہہ روپ میں دھول

پنچھی۔۔۔۔۔۔ موہ جال سے بچنا

جیون مر تو، مر تو جیون، جھوٹ سچ، سچ جھوٹ

دنوں لوک(۷) کے بندھنوں سے چھوٹ سکے تو چھوٹ

پنچھی۔۔۔۔۔۔ موہ حال سے بچنا

ا۔ محبت کا جال ۲۔ نفرت ۳۔ نرمی ۴۔ حرص ۵۔ دنیا ۶۔ زمین ۷۔ دنیا

"آپ بیتی" کے عنوان کے تحت وہ جمالستان میں 305 میں یوں فرماتے ہیں۔

۔ وِرُدھ(۱) سَکل(۲) سنار سے پریم ریتی(۳)

پریم اپنا دھرم اور پریم اپنی نیتی(۴)

میں ان کا پریمی ہوں وہ میری پریتی(۵)

میں کہتا ہوں دو لفظ میں آپ بیتی

محبت ہی ہاری محبت ہی جیتی (95)

برعکس۔ تمام۔ آئین۔ رسم ورواج۔ معشوقہ

(جے پور ہندی کوی سمیلین 1946ء)

وہ حد مقابل کو الجھانے کے بجائے اسی کے زبان میں اس کو جواب دینا اپنا شیوہ سمجھتے ہیں۔

جے پور 1948ء میں نوابزادہ راحت سعید چھتاری یوسفی تاجی نے ان کو خط میں کچھ شعر لکھے اور شاہ صاحب نے ان کا جواب شعر میں ہندی طرز پر ہی دیا ہے۔

"خط اور جواب خط" اس کا عنوان ہے

تم جاؤ بڑے بھگوان بنے   انسان بنو تو جانیں

تم ان کے جو تم دھیانیں   گیان کریں اور مکتی (۷) پائیں

ہم پاپ کریں اور دور رہیں   تم پار کرو تو مانیں (راحت چھتاری)

جواب میں لکھا کیا

تم جاؤ بڑے انسان بنے   نادان بنو تو جانیں

پریم سمندر من کی نیا   من کے ہو جی ناؤ کھویا (۸)

پار اترنا تو سب جانیں   تم ڈوب رہو تو جانیں (96)

۔ نجات۔ ملاح، کپتان۔

ذہین شاہ صاحب چونکہ ہندوستان کے رہنے والے تھے وہاں کے لوگ ماحول، رسم ورواج سے بہت ہی آگاہ تھے اور ان لوگوں سے قریب تر ہے۔

کلموا الناس بلسانہم ۔   (لوگوں سے ان کی زبان میں بات کرو)

کے بمصداق وہاں کے لوگوں کو انہی کے زبان میں سمجھانے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں تھا۔ کہ انہی کے زبان میں اپنا پیغام ان تک پہنچایا جائے۔

ہندی تہذیب۔ اشلوک، بھجن، دھیان گیان، مکتی، اگن، پریم کے ارد گرد پھرتی ہے۔ ان کے بھگوان ان کے نیتی رواج، ان کے دھرم، ان کے شگون وابھ شگون وغیرہ ہی ان کا دھرم ہے۔ بسنت ان کا تہوار ہے تو اس تہوار میں لوگ صرف پتنگ کی پیچوں اور خرافات میں الجھ جاتے ہیں۔ ساون کی گھٹاؤں میں وہ یہ تہوار مناتے ہیں۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ ذہین کس طرح سے لوگوں کو ساون کے نہ ہونے کا احساس دلا رہے ہیں۔ کہ من کی دھرتی اگر پیاسی ہو تو اس کا ساون نینوں کا برسنا ہے۔ جس سے تمام پاپوں (گناہوں) کی سیاہی دھل جاتی ہے۔

آپ بیتی میں سے ہم نے صرف ہندی مخمس بند کو چنا کیونکہ ہمارا موضوع شاہ صاحب کی ہندی دسترس ومہارت پر گفتگو کرنا ہے۔ وہ لفظوں کے ہلکے سے ہیر پھیر سے بہت ہی پتے کی بات کہہ جاتے ہیں۔

"آجا کرشن مراری" کے عنوان کے تحت کوی سمیلین (جے پوری 1944ء) میں انہوں نے گویا ہندی کلچر کو سمو دیا ہے۔ بلکہ انہوں نے ان کے زبان والفاظ میں اپنے من کی پیاس بجھائی ہے۔

کشٹ(۱) جگت کا کونے والے — کھیل کپٹ کا ہم کھیلے ہیں

خوش رکھ کر خوش ہونے والے — کام کرودھ سے من میلے ہیں

پاپ کے دھبے دھونے والے — پاپ کے سب جھگڑے پھیلے ہیں

من کے پاپ کا میل دھلا جا — پریم سے جگت کو مکت بنا جا

آجا:۔ کرشن مراری آجا — آجا:۔ کرشن مراری آجا

دین دَیا کا ہوش نہیں ہے — بھائی بھائی میں ہے اَن بن

من لو بھی نردوش(۲) نہیں ہے — بھائی بھائی کا ہے دشمن

ہردے میں سنتوش(۳) نہیں ہے — اب آتم سنمان ہے جیوں

بوجھ۔ بے گناہ۔ سکون

جیوں نیا، پار لگا جا　　ہے "آتم" (۴) گیان سکھا

آجا:۔ کرشن مراری آجا　　آجا کرشن مراری آجا

پریم کے ناطے چھوٹ رہے ہیں　　شبدوں (۵) کے پھندے سے نکلیں

آپس میں سر پھوٹ رہے ہیں　　ان گورکھ دھندوں سے نکلیں

لوٹنے والے لوٹ رہے ہیں　　ہم جھوٹے بتوں سے نکلیں

لٹنے والا دیش بچا جا　　ایسی پیاری بین بجا جا

آجا:۔ کرشن مراری آجا　　آجا:۔ کرشن مراری آجا

کوئی نہ سمجھا تیری بانی (٦)　　دھرم نہیں ہے دھیان نہیں ہے

پنڈت ملا سب اگیانی (۷)　　پریم نہیں ہے گیان نہیں ہے

دوش ہوا ہے دیش کی ہانی　　ہردے میں بھگوان نہیں ہے

سب کو آکر ایک بنا جا　　سونے ہردے مائیں سما جا

آجا کرشن مراری آجا　　آجا! کرشن مراری آجا (97)

روح۔ الفاظ۔ مطلب و مقصد۔ انجان

(کولی ستمیلین، جے پور 1944ء)

تاریخ ورود سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب پر یہ نظم کن حالات میں وارد ہوئی ہوگی اور دل کی کیا کیفیت ہوگی؟

کرشن مراری ہندوں کا اہم دیوتا ہے جس کے ہاتھ میں بین ہوتی ہے۔

اس لئے شاہ صاحب نے فرمایا

لٹنے والا دیش بچا جا   ایسی پیاری بین بجا جا

1944ء سے 1947ء تک کا دور ایک پر آشوب دور تھا۔ جس میں عام لوگ کوئی بھی فیصلہ ہونے یا کرنے سے ڈرتے تھے۔ جس دیش کو انہوں نے ہزاروں برس سے ایک دیکھا۔ کسی بیرونی حکمران نے اس کو ٹکڑوں میں نہیں بانٹا۔ اب دو لخت ہونے جارہا ہے۔ تو ایک طرف آبائی زمینیں علم و دانش کی درس گاہیں اور مراکز ہیں تو دوسری طرف صرف اسلام اور اللہ کا نام۔

خدا گواہ ہے کہ اب بھی ایسے سینکڑوں لوگ ہیں جو ہندوستان میں نوابوں کی سی زندگی گذارتے تھے۔ مگر نصب العین تھا کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہجرت کی ہے اور پندار یہ تھا کہ مرتے دم تک کلیم (Claim) داخل نہیں کی اور کرائے کے گھروں میں دم توڑا۔ ان کے بچوں کا بھی یہی حال ہے۔ ایسی عجیب صورتحال میں تمام لوگ بالکل حیران و پریشان تھے کہ کیا کریں، کیا نہ کریں۔ کیونکہ ہندو مسلمان صدیوں سے ساتھ اور ایک دوسرے کو بھائی بھائی کہتے سمجھتے آئے تھے۔

یہاں شاہ صاحب نے ہندوں کی زبان اور عقیدے میں گویا اپنے من کی بات ظاہر کی کہ ہر خاص و عام ایسی کشمکش سے دوچار ہے۔ اور جہاں تک زبان و بیان کا تعلق ہے تو اس کی خوبی اور دسترس روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

شاہ صاحب کا ہر شعر گویا ایک مکمل واقعہ ہے۔ پیرزادہ صلاح الدین فاروقی عشقی یوسفی تاجی نے انہیں لفافے میں ایک سادہ کاغذ رکھ کر بھیجا تھا۔ انہوں نے اس پر ایک مکمل نظم لکھ ڈالی۔ جس کے کچھ شعر درج ذیل ہیں۔

(کراچی:1952ء)

صاف دل ہے ضمیر روشن ہے   پاک دل ہے تو پاک دامن ہے

ورقِ سادہ کا یہ مطلب ہے — حال آتا ہی قال میں کب ہے

بے زبانی زبان ہوتی ہے — خامشی ہی بیان ہوئی ہے

جس سے ظاہر ہو عاشقی کی مراد — نہوئے آج تک وہ لفظ ایجاد

یاد تو ہے یہ دور افتادہ — اس لئے آیا ہے یہ خط سادہ

لفافہ پر پتہ کی رسم خط، تحریر ہے ان کی — یہ مکتوب محبت اصل میں تصویر ہے ان کی

یہ عشقی ہیں یہ عشقی کا قلم ہے خط ہے عشقی کا — مرے نام اور پتہ سے نام متنبط ہے عشقی کا (98)

مولانا محمد اسماعیل رزی جے پوری نے ملاقات کا وعدہ کیا مگر کسی وجہ سے آنہ سکے خط بھیج دیا۔

اس کو" لامکتوب ملاقات" کا عنوان دے کر اسماعیل صاحب کا نام لکھ کر فرمایا "وعدہ فردا"

کراچی 1952ء میں وارد ہونے والی یہ غزل بے حد سادگی اور خوبصورتی کا مجموعہ ہے۔

سوئے ہوئے جذبات جگانا نہیں اچھا — جانے کو تم آتے ہو تو آنا نہیں اچھا

ہم اچھے ہیں، گھر اچھے ہیں، تنہائی ہے اچھی — اچھا ہے زمانہ کہ زمانہ نہیں اچھا

چھانی ہے تمناؤں کی دنیا میں بہت خاک — مایوس کو مانوس بنانا نہیں اچھا

رونے پہ جو ہنستے ہیں وہ ہنسنے پر نہ روئیں — روتا ہوں تو رونے کو ہنسانا نہیں اچھا

ملنا ترا جنت ہے بچھڑنا ہے جہنم — آنا اگر اچھا ہے تو جانا نہیں اچھا

شکوہ نہیں کچھ دل شکنی کا مگر اے دوست — دل کعبہ ہے اس کعبہ کو ڈھانا نہیں اچھا

آزردہ دلی پر ہے محبت کو قناعت — اچھا ہے ستانا، نہ ستانا نہیں اچھا

اچھوں کی ہر اک بات ہر اک چیز ہے اچھی　　　اچھوں سے مگر دل کو لگانا نہیں اچھا

جب ہو نہ ذہینؔ اور سخن فہم رزی سا　　　اچھا سا کوئی شعر سنانا نہیں اچھا (99)

پنجابی شعر ہے

ڈھادے مندر ڈھادے مسجد ڈھادے جو کجھ ڈھانداویں　　　پر دل کسے دانہ ڈھاویں کہ دل وچ رب رہنداویں

ایسا ہی مضمون ذہینؔ بھی باندھتے ہیں

شکوہ نہیں کچھ دل شکنی کا مگر اے دوست　　　دل کعبہ ہے اس کعبہ کو ڈھانا نہیں اچھا (100)

دفاع اسلام:۔

دفاع اسلام بھی ان کے اہم موضوعات میں سے ہے اور بہت ہی خوب دفاع کرتے ہیں۔

کراچی، فروری، 1965ء، جمالستان، ص:311 میں لکھتے ہیں

۔ حصولِ لذتِ کیف حضوری　　　وصولِ رحمتِ باری ہے اسلام (101)

پاکستان سے محبت اور اس کے ترانے

پاکستان کے لئے ترانہ لکھنے کے ساتھ ساتھ۔ انہوں نے چھ ستمبر اور یوم پاکستان پر بھی نظمیں لکھیں ہیں۔ ہم نے ذکر کیا کہ ہندو تہذیب اور کلچر سے جہاں انہوں یکجہتی کا اظہار کیا وہیں پر اسلام مخالف قوت ثابت ہونے پر اپنی نفرت و حمیت کا بھی اظہار کیا ہے۔

ستمبر 1965ء کی جنگ نے ان کے دل سے ہندوستان کے ہجر و فراق کے بادل مٹا کر اسلام و کفر کا فرق سامنے رکھدیا اور انہوں نے "بھارتی سورماؤں سے " کے عنوان سے نظم لکھی اور لکھتے ہیں۔

آدمیت نہیں جن میں باقی　　　کچھ حمیت نہیں جن میں باقی

مہر و الفت نہیں جن میں باقی　　　جاؤ ان بے وفاؤں سے کہہ دو

بھارتی سورماؤں سے کہہ دو! (102)

اسی طرح" آزادیٔ ہند کے بعد" کے عنوان سے انہوں نے صفحہ (339) نظم لکھی ہے جس میں اپنے جذبات کانہایت خوبی سے اظہار کیا ہے اور تحریک آزادی کا دفاع کیا ہے۔ (103)

کراچی ان کا مدفن و رہائش گاہ ہے۔ کراچی کے بارے میں نظم لکھی مگر اس میں بہت ہی دل خراش حقیقتیں نظم کی ہیں۔ جمالستان، ص:340، پر۔

مثلاً

۔ جو پاسبانِ حرم تھے، وہی ہزار افسوس درِ ہنود پہ ہیں پاسبان کراچی میں (104)

اس کے حاشیہ میں یہ ہے کہ سندھی مسلمان 1947ء میں ہندوؤں کی دربانی کرتے تھے۔

اسی طرح ہندوؤں نے مسلمان مہاجرین کے ساتھ کراچی سے برا سلوک کیا، کہ وہ پگڑی لیکر مسلمانوں کو مکانات دے رہے تھے۔

۔ جنھوں نے جسم کے کپڑے تلاشیوں میں لئے اتارتے ہیں وہی پگڑیاں کراچی میں (105)

یہ نظم بھی 1947ء میں لکھی گئی ہے۔

ذہینؔ Up to date رہے ہیں۔ اور کرنٹ افیئر پر بھی لکھا۔ چاہے وہ محمد علی بوگرہ وزیر اعظم پاکستان پر نظم ہو یا پھر جنگ عظیم دوم پر۔ (1955ء، ص:344) (106)

غرض کہ ذہین کی نظمیں چاہے وہ کسی بھی موضوع پر ہوں اپنے اندر ایک انفرادیت رکھتی ہیں۔ موضوع کے چناؤ اور اہمیت کے لحاظ سے ذہین اگرچہ ایک خانقاہ کے فرد ہیں مگر وہ حالاتِ حاضرہ پر منظوم پر تبصرہ کرکے گویا انہوں نے اپنی تاریخی استعداد کا ثبوت دیا ہے۔ اور بحیثیت مورخ ان کی شخصیت ابھر کر آتی ہے جو اضافی خوبی ہے۔

کشف و کرامات باظہار نظم:۔

ذہین صاحب کے شعری خصوصیات میں سے اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کا ہر شعر چاہے کسی بھی وزن یا پیمانے کا ہو وہ منصہ شہود پر آیا ہے۔

اور جو رہ گیا وہ ان کی وفات کے بعد مل گیا۔ حضرت پیر و مرشد، عاطف شاہ تاجی نے یافت کے نام سے ماہنامہ تاج میں مضمون لکھا۔ ہم انہی کے زبانی سنتے ہیں۔ ماہنامہ تاج، کراچی، جون 2000ء (ص:92)

۔ وہ کب سے منتظر ہیں کچھ حجاب عشق کی حد بھی الٹ دے اے ذہین اپنا نقاب "آ" روبرو ہو جا

حضرت بابا ذہین شاہ تاجی صاحب کے آستانہ عالیہ پر اکثر و بیشتر اک "ہجومِ شاعران" دیکھا گیا ہے۔ ان میں جو شعری نوک جھونک ہوتی وہ اپنی جگہ دلچسپی کی حامل ہے۔

جوش صاحب نے ایک مصرعہ کہا کہ

جو آسمان سے گروں تو پیغمبر کہلاؤں

اس کے جواب میں بابا ذہین شاہ صاحب نے جوش صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

۔ یہ دنیا آسماں پر بھی چڑھے تو موت ہے اس کی مری آنکھوں سے گر جانا مرے دل سے اتر جانا

بابا ذہین شاہ صاحب کے ایک دیرینہ خادم شریف بھائی (منگیرہ) نے یہ شعری مکالمہ بیان کیا تھا۔ جب سے یہی جستجو تھی کہ یہ غزل تو کسی بیاض میں بھی دستیاب نہیں اور نہ ہی کسی سے مکمل سنی ہے۔ لِلّٰہ الحمد

۔۔۔۔۔ جو چیز ڈھونڈ تا تھا وہی مل گئی مجھے

۔ کب طلب سے جدا ہے یافت ذہین جس نے ڈھونڈا ہے اس نے پایا ہے

شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے بارے میں تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تصنیف لطیف خانہ کعبہ کی چھت پر ہر موسم میں محفوظ رہی اور پھر آپ نے اس کا نام "فتوحاتِ مکیہ" رکھا۔ خانقاہ عالیہ تاجیہ کے سماع خانہ کی چھت سے تین دھائی صدی کے بعد ایک بوسیدہ کاغذ کا ملنا۔ جس پر پنسل سے تحریر شدہ وہی مکمل غزل جس کے ایک شعر میں جوش صاحب سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس یافت کو بابا ذہین شاہ تاجی صاحب کی ادنیٰ کرامت سے منسوب کرتا ہوں۔ خوش ذوق قارئین کی خدمت میں یہ غیر مطبوعہ غزل "آپ" کے عنوان سے حاضر ہے۔ کیونکہ

۔ آپ کو آپ جانتا ہے وہ آپ ہی راز آپ ہی ہمراز (فقیر عاطف شاہ تاجی، 12 ربیع الاول، 1421ھ)

آپ

۔ جب آنا سامنے بالکل نئے انداز سے آنا | نہ میں نے تم کو پہچانا، نہ تم نے مجھ کو پہچانا

جہاں سورج چمکتا ہو وہاں کیا تیرگی ہوگی | تمہیں پایا تو نا ممکن ہے اپنے آپ کو پانا

مجھے تھا دیکھنا جو کچھ، وہ ہو کر میں نے دیکھا ہے | تمہیں ہو دیکھنا جو چیز، خود وہ چیز بن جانا

اگر اپنے سوا کچھ جانتے پہچانتے ہو تم | قسم اللہ کی تم نے، نہ کچھ جانا نہ پہچانا

یہ دنیا آسماں پر بھی چڑھے تو موت ہے اس کی | مری آنکھوں سے گر جانا، مرے دل سے اتر جانا

جہاں تم ہو وہاں آنا، بہت دشوار ہے مجھ کو | بہت آسان ہے تم کو، جہاں میں ہوں وہاں آنا

ذہین اپنا نہیں ہے، آپ کا ہے، آپ ہی جانیں | ستم کرنا ہے اپنے آپ پر، یا رحم فرمانا (107)

حضرت عاطف شاہ تاجی کی "آپ" سے مضمون غزل کو ابن عربی کے فتوحاتِ مکیہ سے تشبیہ دینا من حیث الاحوال ہے اور من حیث نسبت بھی درست اس طرح سے ہے کہ حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کو ابن عربی سے فلسفیانہ اور تصوفانہ نسبت بھی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ابن عربی کو ذہین سے زیادہ کسی نے نہیں سمجھا تو زیادہ بہتر ہوگا۔

اور اس غزل کا بالکل کرامتی انداز میں مل جانا ایک عجیب و غریب اور نادر الوجود واقعہ ہے۔

اشعار کی زمین پر شعر گوئی کی خاصیت:۔

ذہین کی شاعری کی متنوع مزاجی کی جہاں اور کثیر مثالیں دی ہیں وہیں پر ایک تنوع من حیث ادب اردو یہ ہے کہ عظیم و کبیر شعراء کی زمین پر شعر کہنا

اور ذہین نے اس صنف کو بھی تنہا نہیں چھوڑا بلکہ اس میدان میں بھی اپنا علم شاعری بلند کیا ہے۔ مولانا جامی کی مشہور ترین نعت

۔ تنم فرسودہ جاں پارہ، زہجراں یا رسول اللہ ﷺ | دلم پژمردہ آوارہ، زعصیاں یا رسول اللہ ﷺ

کی زمین پر ایک مختلف انداز میں طبع آزمائی کی ہے جو خوب ہے اور انکے مسلک سے قریب تر ہے۔
(ماہنامہ تاج، جون 2000ء، صفحہ نمبر 40) پر ملاحظہ فرمائیں

تمام امت پریشاں ہے اغثنی یارسول اللہ (ﷺ) اسیر دامِ عصیاں ہے اغثنی یارسول اللہ (ﷺ)

زمانہ دشمن جاں ہے اغثنی یارسول اللہ (ﷺ) مسلماں نامسلماں ہے اغثنی یارسول اللہ (ﷺ)

بھنور میں کشتیٔ امت ہے، وقتِ چشمِ رحمت ہے قیامت خیز طوفاں ہے، اغثنی یارسول اللہ (ﷺ)

یہی وقت مسیحائی ہے، اے آقا! دھائی ہے یہ امت جسم بے جاں ہے اغثنی یارسول اللہ (ﷺ)

مسلمانوں پر دنیا تنگ ہوتی جارہی ہے اب جہاں تاریک زنداں ہے اغثنی یارسول اللہ (ﷺ)

وفا کا عہد ٹوٹا، تیرا دامن ہاتھ سے چھوٹا بتوں سے عہد و پیماں ہے اغثنی یارسول اللہ (ﷺ)

مدینے سے ہے غداری، کلیسا سے ہے وفاداری زوالِ دین وایماں ہے، اغثنی یارسول اللہ (ﷺ)

مسلمانوں کے رکھوالے، خبر لے گیسوؤں والے بڑے خطرے میں قرآن ہے اغثنی یارسول اللہ (ﷺ)

ذہین آزردہ مردہ دل افسردہ جاں، آشفتہ ساماں ہے بہت آشفتہ ساماں ہے، اغثنی یارسول اللہ (ﷺ)

(108)

حضرت شمس تبریزیؒ کی نعت

؎ یارسول اللہ (ﷺ) حبیب خالق یکتاتوئی برگزیدہ ذوالجلالِ پاک بے ہمتاتوئی

اس کی زمین پر مذکورہ بالا ماہنامہ میں آپ کی نعت ذکر ہے۔ چند اشعار

؎ کعبۂ دل، قبلہ گاہِ ماتوئی نورِ ایماں، شمع راہ ماتوئی

نیست غیر حسن تو در دو جہاں ہرچہ آید در نگاہِ ماتوئی

بینوائیم و گدائیم و فقیر در دو عالم عزوجاہ ماتوئی

مولانا جامی کی نعت

ے جہاں روشن است از جمالِ محمد (ﷺ) دلم زندہ شد از وصالِ محمد (ﷺ)

جس کا عنوان ہے" جمال محمد" ﷺ

ذہین اسی کی زمین پر" وصالِ محمد (ﷺ) کے عنوان سے مدح سرا ہیں۔ چند اشعار

"وصال محمد"

زہے اوجِ عز و جلالِ محمد (ﷺ) کہ چرغ بریں پائمال محمد (ﷺ)

تفاوت ربودہ از ولی مع اللہ وصالِ الٰہی، وصالِ محمد (ﷺ)

ذہین عرض دارد صلٰوۃ و سلامے بروحِ محمد، بہ الِ محمد (ﷺ)(109)

حضرت بیدم شاہ وارثیؒ کی نعت

آئی نسیم کوئے محمد۔۔۔ ﷺ کھنچنے لگا دل سوئے محمد۔۔۔ ﷺ

پر مذکورہ بالا ماہنامہ میں" کوئے محمد ﷺ" کے عنوان سے نعت موجود ہے۔

ہر دم سفر ہے، سوئے محمد۔۔۔ ﷺ دل ہو گیا ہے کوئے محمد۔۔۔ ﷺ (110)

نعتیہ کلام من لمعاتِ جمال

حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں مدح و ثنا پیش کرنے کو نعت کہتے ہیں۔ حضور ﷺ پر درود و سلام اور انکی حمد و نعت انکی زندگی کا اتنا اہم جزو ہے کہ خود اللہ سبحانہ تعالی نے اسکی ابتداء کی چنانچہ و رفعنا لک ذکرک کے قاعدے کے تحت تمام عالم میں سورہ والضحی واللیل اذا سجی سے اس رفع کا سفر شروع ہوا اور قصیدہ بانت سعاد سے لیکر اماں عائشہ کے مدائح بھی شامل ہوتے ہیں کہ

لنا شمس والآفاق شمس وشمسی خیر من شمس السماء

اور ور فعنا کے اس اس سفر نے کہیں دم نہیں لیا۔ حسان بن ثابت اس میدان کے جری سپہ سالار تھے۔ اور قصیدہ بردہ نے اسکو اور ممیزیت اور وسعت دی۔ نعت کی تعریف عبد اللہ عباس ندوی یوں کرتے ہیں

"نعت کا عنوان اردو میں ان اشعار کے لیے مخصوص ہے۔ جو نبی کریم ﷺ کی شان میں کہے جاتے ہیں۔ عربی میں یہ لفظ صفت کا مرادف ہے۔ اور یہ ایک نحوی اصطلاح ہے عربی میں اس مقصد کے لیے مدح کا لفظ مستعمل ہے(111) عربی میں وصف بھی مدح کے لیے آتا ہے چنانچہ ہند بن ہالہ کو وصّافِ رسول ﷺ کہتے ہیں چنانچہ ذاتِ اقدس رسول ﷺ کی خدمت میں صحابہ، صحابیات تابعین، تبع تابعین، اولیاء کرام نے منظوم ہدایہ اور تحسینات پیش کی ہیں۔

؎ واحسن منک لم ترقط عینی　　　　واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرء من کل عیب　　　　کانک خلقت کما تشاء

باباصاحب نے اپنی نعتیہ شاعری میں قرآن وحدیث کے مفہوم میں نبی ﷺ کی ممدوح کی ہے۔ مثلا

وہ رسول ہیں وہ کریم ہیں وہ رؤوف ہیں وہ رحیم ہیں

سنی ہم نے خالق دوسرا سے ثنائے سرور دوسرا (لمعاتِ جمال)

ان آیات میں سورہ توبہ کی آخرید و آیات کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمئومنین رووف الرحیم

ذہین شاہ تاجی حقیقتاً واصلاً ایک صاحب عرفان و متصوف شخصیت ہیں اور یہ بات تو صحیحاً ثابت ہو گئی کہ وہ صنفِ نعت میں شعر نہ کہیں۔ ایسا ہو نہیں سکتا۔

نعت کے ساتھ ان کا تعلق بچپن کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان کا مکمل ارد گرد کا ماحول دینی اور نعتیہ تھا۔ صفحہ نمبر 3 پر لمعات جمال کے مقدمے میں وہ رقم طراز ہیں

"پھر یہ کہ والد صاحب قبلہ رات کے اکثر حصوں میں اکثر انگیز لب ولہجے میں متقدمین کے اشعار پڑھتے تھے۔
ان میں دعائیں، مناجاتیں، حمد و نعت اور مناقب ہوتے تھے۔ میں پلنگ پر لیٹے لیٹے سنتا۔ سمجھتا اور متاثر ہوتا تھا۔"

"دوسرا محرک ہمارا خاندانی ماحول تھا۔ ہمارا محلہ پیر صاحبان کا محلہ کہلاتا تھا۔ ہمارا خاندان ہزاروں نفوس پر مشتمل تھا۔ وہ سب اسی محلے میں آباد تھے۔ محلہ دو حصوں میں تقسیم تھا۔ ایک حصہ زنانہ تھا۔ دوسرا مردانہ تھا۔ مردانہ حصے میں نشستیں تھیں۔ ان میں اہل محلہ جمع ہو کر بیٹھتے بیشتر شعر وشاعری کے چرچے رہتے۔ محلے کی مسجدوں میں وقتاً فوقتاً مجالس میلاد شریف منعقد ہوتیں اور ان میں بزرگوں کے ساتھ نوجوان بھی میلاد خواں ہوتے۔ یہ مجلسیں خوش آہنگی، بلند آہنگی اور ہم آہنگی میں جہاں بے عقل اور نادر تھیں۔ وہاں ہمارے خاندان کے نعت گو شعراء کی فنی استعدادوں کی بھی مظہر ہوئی تھیں۔ محلے کے زنانہ حصہ میں عورتیں نعت خوانی کا اہتمام اور التزام رکھتی تھیں۔ میں اور میرے ہم عمر مجھے تقریباً روزانہ رات کو بعد نماز عشاء مقررہ جگہ پر، جو پہلے سجائی جاتی تھی۔ جمع ہوتے اور مل کر نعت پڑھتے تھے اور عورتیں ہماری نعت خوانی کو بہت پسند کرتیں اس ماحول کا مجموعی طور پر یہ اثر ہوا کہ میں نے خود نعت کہنا شروع کر دیا۔" (112)

شاہ صاحب کا سب سے پہلا شعر جو ان کو یاد ہے وہ نعت کا مطلع ہے۔

۔ کون کس کا، ہوویگا جب روز محشر ہویگا — لیکن اپنا حامی وہ حق کا پیمبر ہوویگا (113)

بابا صاحب کے نعتیہ کلام کی اولین ابتداء الف سے ہوتی ہے۔ جو کسی معنی خیزیت سے خالی نہیں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ وہ صاحب اہل صفاو تقا ہیں۔ الف سے ان کا تعلق اولین تعلق ہے اور اسی سے ابتداء ان کا شیوہ ہونا چاہیئے تھا جو انہوں نے کیا

یہاں بھی انہوں نے حسن تلمیح اور براعۃ الاستہلال کے تحت اپنے موضوع سے انصاف کیا کہ

۔ ہماری چشم عرفاں نے الف میں — نمایاں بائے بسم اللہ دیکھی

(تصوف) ذاتِ بحت اور مرتبہ سلب صفات کو کہتے ہیں جو منقطع الاشارہ ہو اس کو نقطۂ ذات کہتے ہیں کہ نقطۂ باء بسم اللہ سے ذات مراد لیتے ہیں۔" (114)

مذکورہ تعریف کے بعد اب اسی کو مکرر پڑھئیے تو معلوم ہو گا کہ شاہ صاحب کا اشارہ اسی طرف ہے بلکہ غالباً امکان ہے کہ شاہ صاحب اپنے مسلک کا پرچار اس طرح سے کر رہے ہیں کہ بائے بسم اللہ کے نقطہ پر اکتفا فقط مقصود نہیں ہمیں تو الف اللہ میں ہی سب کچھ حاصل ہو گیا۔ تمام منازل طے ہو گئیں اب "با" کی طرف جانے کی حاجت نہیں۔

انہوں نے الف کے اندر ہی "با" کی تمام حسیات لذتیں، منازل، مراتب طے کر لئے ہیں۔ انہیں مجاہدے اور تپسیا کے بعد جو عرفان حاصل ہوا۔ اس عرفان نے گویا تمام دروازے پہلی منزل پر وا کر دیئے اور تمام مناظر خود بخود ان کے سامنے آ گئے۔

الف کے متعلق خیالاتِ ذہین ملاحظہ فرمائیں۔

ہماری چشم عرفان نے الف میں — نمایاں بائے بسم اللہ دیکھی

خلیفہ "بے" کو فرمایا الف نے — الف کو "بے" کی جلوہ گاہ دیکھی

ہوا ہے بسم میں اسم الف گم — یہ بسم اللہ با سم اللہ دیکھی

وہ غائب صور تا معناً ہے حاضر — الف کی خوب رسم و راہ دیکھی

حضرت علیؓ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے۔

حضرت علیؓ کچھ پستہ قامت تھے۔ ان کے مقابلے میں اور چلنے کی ترتیب یہ تھی کہ حضرت علیؓ درمیان میں تھے اور صاحبینؓ اطراف میں تھے۔ حضرت عمرؓ نے مذاقاً فرمایا۔ "انتم فینا کنون لنا" آپ ہمارے درمیان یوں لگ رہے ہیں جیسے "لنا" کے لفظ میں "ن" تو حضرت علیؓ جو اپنی برجستگی و بداہت میں کمال و عروج پر تھے فرمانے لگے "اِن حذفت فانتم لا"

اگر میں نہ ہو تو تم "لا" یعنی نہیں بن جاؤ گے۔

صاحبینؒ ان کی برجستگی پر حیران رہ گئے۔

چنانچہ کچھ اسی طرح کا مضمون شاہ صاحب نے بھی باندھا ہے

۔ الف کے دل میں کیا ہے کیا نہیں ہے نمایاں لام میں کیا لا نہیں ہے

۔ الف ہی لام کے دل میں چھپا ہے نہیں تو لام، لم تھا یہ بجا ہے

الف ہے لم سے پہلے تو الم ہے الف لام اور میم انشائے غم ہے (115)

لفظوں کی ہیر پھیر نے سراسر معنی تبدیل کر دیئے۔ اور ایک نقطے نے محرم سے مجرم بنا دیا ہے۔

اگر الف لم کے درمیان ہے تو "لام" ہے اور اگر نہیں ہے تو "لم" (نہیں) ہے اور اگر شروع میں ہے تو "اَلَم" یعنی غم ہے اور اگر "الف لام میم" پڑھیں تو انشائے غم ہے۔ یعنی محبت حقیقی کی ابتداء ہے ۔

اور مؤلف کے نزدیک اگر الف نہ شروعِ زندگی میں ہو نہ آخر میں تو پھر زندگی "لمّا" کی طرح مثل "لم" مضارع (حال و مستقبل) کو ماضی کے معنوں میں کر دیتی ہے۔ انسان کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ وہ ہستی سے نیتی میں اور وجود سے عدم کی طرف رواں ہو جاتا ہے۔ اسکا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔

وما خلقت الجن و الانس اِلّا لیعبدون (116)

کے تقاضوں پر پورا نہیں اترتا نہ قلبًا نہ حالًا نہ فعلًا تو وہ کچھ بھی نہیں صرف نیتی ہی نیتی ہے۔ کیونکہ ہستی کے اصل مقصد سے دور ہے۔

ذہین نے اس ایک الف سے ایسے دور رس نکتے دریافت کئے ہیں جو اہلِ علم جفر کے لئے بھی باعث حیرانگی ہوں گے۔ مثلاً

۔ الف کے ایک سو گیارہ عدد ہیں یہ تین اقطاب ہیں باقی وتد ہیں

بظاہر تین ہیں باطن میں تھے ایک مقام جمع میں باہم بدو نیک (117)

یہاں الف کے تلفظ کے عدد نکالے ہیں۔ ایک سو گیارہ پھر شاہ صاحب نے صفحہ نمبر ۸ پر اسرارِ حروف کے نام سے

ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ

کے منظوم یعنی قرآن مجید و حدیث مبارکہ و تصوف کی روشنی میں باندھے ہیں جو انتہائی معنی خیز ہیں۔ مذکورہ بالا ترتیب ابجد عربی کے حروفِ تہجی کی ایک خاص ترتیب ہے

جس کے بارے میں اظہر اللغات میں۔ تفصیلاً، اعداد کا حساب دیا گیا ہے۔

نیز اردو بورڈ لغت میں بھی یہی مذکورہ بالا ترتیب دی گئی ہے۔ (118)

احسن اللغات میں کچھ یوں تفصیل دی گئی ہے۔

"آٹھ کلمے، ۱۔ ابجد ۲۔ ہوز ۳۔ حطی ۴۔ کلمن ۵۔ سعفص ۶۔ قرشت ۷۔ ثخذ ۸۔ ضظغ

پہلے تین کلموں میں دس حروف تک ترتیب وار ایک سے دس تک اعداد ہیں۔ پھر دہائی بدلتی ہے۔ اور ق قرشت تک سو تک اعداد ہیں اور اس کے بعد سینکڑہ بدلتا ہے۔ حتیٰ کہ غ کے اعداد ایک ہزار ہیں۔" "مشت نمونہ خروار" کے تحت ہم "م" کے شعر نقل کر دیتے ہیں

ے ہوئے میم محمد سے زمین و آسمان پیدا — زمیں و آسمان کے دائرے میں دو کمان پیدا

ہوئے ہیں دو کمان میم سے دونوں جہان پیدا — ہوا دونوں کمان سے برزخ لایبغیان پیدا

نظر ہے تو، ذرا تم شکل سے دوری میم کی دیکھو — وہ جس نے دائرے کے دور کی تقسیم کی دیکھو

خط موہوم وسط دائرہ تقسیم کرتا ہے — یہی دو کون کی دونون تفہیم کرتا ہے

یہی ملک السموات والارض دو کمانیں ہیں — دو عالم اس لئے میم محمد کی دو شانیں ہیں

(119)

ہم نے اس حرف کو اس لئے چنا کہ یہ دونوں جہانوں کے چشم کا نور ہے۔" میم "ذہین صاحب نے بہت سے موضوعات کو چنا جن میں "عما" (۱) یعنی جاہلیت (۲) غیب ذاتی (۳) ظہور اول (۴) اسمائے الٰہیہ

نیت، نسبت، ادب، عبادت، قبلہ، نماز وغیرہ

مجاز و حقیت میں فرق:۔

ذہین صاحب کی شاعری کا اہم موضوع حب مجازی و حقیقی ہے۔ حقیقت و مجاز میں فرق کو وہ یوں بیان کرتے ہیں۔

پیام

تری نظر ہو اگر راز آشنائے مجاز — یہاں ظہور حقیقت نہیں سوائے مجاز

سوال

مجاز کو ہے تغیر مجاز کو ہے فنا — بتائیں راہ حقیقت مجھے بجائے مجاز؟

تغیرات حقیقت میں لازم آتے ہیں — پہن کر آئے حقیقت یہاں قبائے مجاز؟

جواب

میراث حوادث میں خود مجاز اے دوست — دکھا رہی ہے حقیقت یہ جلوہ ہائے مجاز (120)

بدل رہی ہے حقیقت نئے نئے جامے — بجز لباس حقیقت نہیں قبائے مجاز

ادائیں لاکھ روا پوش ایک ہے یعنی — چھپی ہوئی ہے حقیقت تہہ ردائے مجاز

اور مزید لکھتے ہیں

تجلیات یکے بعد دیگرے پیہم — بدل رہی ہیں مسلسل لباس ہائے مجاز

اور آخر میں فرماتے ہیں

؎ گئی جو ایک تجلی تو دوسری آئی — یہی ہے راز تغیر یہی فنائے مجاز

حیاتِ انسان در شعر ذہین:۔

قرآن مجید میں حیاتِ انسان کی اصل اور ابتداء بہت ہی کھلے اور صف و ظاہر الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفطٰلُہٗ فی عامین ان اشکرلی وبوالدیک الی المصیرہ (121)

ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کی (کہ) اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہ کر اس کو اٹھائے پھرتی اور دو سال بعد اس کا دودھ چھڑانا ٹھہرا (اور ہم نے یہ وصیت بھی کی) کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ میری ہی طرف تمام لوگوں کو لوٹنا (انجام) ہے۔

اسی طرح سے سورۃ علق میں فرماتا ہے

خلق الانسان من علق (122)

انسان کو اللہ نے گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے۔

ذہین گویا یہ تمام مضامین شاعرانہ پیرائے میں ذکر کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل عنوانات کے ساتھ

پشتِ پدر میں، شکم مادر میں، پیدائش، عہد طفلی، نوجوانی۔

پشتِ پدر میں وہ لکھتے ہیں

؎ زندگی نام و نشان سے دور تھی — ہر تخیل ہر گمان سے دور تھی

شکم مادر میں کے تحت یوں گویا ہیں

؎ بطن مادر میں سفر اندر سفر — ہر نفس راہِ دگر، منزل دگر

شمعِ جاں میں گم فروغِ آگہی   تیرگی در تیرگی در تیرگی (123)

پیدائش کے تحت میں وہ یوں منظومانہ انداز ااختیار کرتے ہیں۔

رحمِ مادر سے جہاں میں آگئے   عالم نام و نشان میں آگئے

بطنِ مادر سے کیا ترک وطن   باہزاراں درد و صد رنج و محن

عہد طفلی کو وہ شعر کے موتیوں میں یوں پروتے ہیں

۔ جس قدر میں عقل سے بیگانہ تھا   یہ جہاں مجھ کو مسرت خانہ تھا

عقل والے دہر میں مفہوم ہیں   خوش ہیں وہ جو عقل سے محروم ہیں

فیض صحبت اور فیض تربیت   عہد طفلی کی متاع معرفت

علم و تہذیب و زبان و رسم و راہ   دین و مذہب کی یہ پہلی درسگاہ

نوجوانی یعنی عہد رشد و عقل پر وہ اپنے خیالات کا اظہار ان اشعار میں کرتے ہیں۔

نوجوانی کی ابتدائی کیفیات کا تذکرہ یوں کیا ہے

۔ دل کی دھڑکن میں مزا آنے لگا   سازِ پر دل کے غزل گانے لگا

چھوڑ کر سب اپنا تعلیمی نصاب   قلب میں ہر لحہ تازہ انقلاب

کشتیِ فکر و نظر غرق شباب

مزید لکھتے ہیں کہ

۔ بے خبر رہنے میں خوش روحِ شباب   آرزوئے دل حجاب اندر حجاب

جمع اک نقطے پہ میرا علم و جمیل   متحد میرے لئے دشوار و سہل

متصل مجہول سے معروف تھا   ہوش سے کارِ جنوں موصوف تھا (124)

ذہین نے ارکانِ اسلام پر بھی نظمیں لکھیں اور حتیٰ کہ نماز جمعہ پر بھی شعر گوئی کی جو کہ صرف انہی کا خاصہ ہو سکتا ہے۔

"انا" کے تحت وہ یوں لکھتے ہیں

میری انا میں جمع ہیں بکھری ہوئیں "انا"

ہوں میں ہی چمن میں کوئی دوسرا نہیں (125)

یعنی کہ منصور حلاج کے انا الحق کی گویا درست تشریح کی۔

سیاسیات:۔

مذکورہ بالا عنوان سے الگ سے لمعات جمال میں ایک حصہ مختص ہے۔

جس میں سب سے پہلے قرآن اور تلوار کا عنوان دیا ہے گویا کہ قرآن و تلوار کے امتزاج اور نسبت کو بیان کیا ہے۔ اسلام صوبائی پرستی (1947ء) عالمی قائدین سے، عید آزادیِ ہند کے بعد، 20سال کے بعد وغیرہ کے عنوانات کے تحت سیاسیات کے ساتھ ساتھ انہوں نے معاشیات اور معاشرت کو بھی ذکر کیا ہے۔ (Socialism) بھی گویا ان کا موضوع تھا۔ نظیر اکبر آبادی کی طرح گویا انہوں نے عوامی شاعری پر بھی طبع آزمائی کی اور خود کو عوامی شاعر کہلوانے کا مستحق ٹھہرایا۔

علاوہ ازیں غالب کی مشہور آراء غزل پر تضمین بھی لکھی۔

؎ نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا　　　کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

اس نظم کا عنوان ہے "کشمیر"

1965ء کی جنگ کے دوران حافظ کی غزل پر تضمیناً شعر کہے

؎ دل میرود زدستم صاحبدلاں خدارا　　　دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا (126)

حتیٰ کہ وزیر اعظم چوہدری محمد علی (ص:20) پر بھی وزارت کے منصب پر نصیحت لکھی۔ (127)

اور میمن مسجد کے قریب سینما بنائے جانے پر منظوم احتجاج کر کے گویا تاریخ کو زندہ رکھنے کا "فردوسی" کارنامہ انجام دیا۔

فارسیات:۔

ذہین ناصرف ایک عبقری شخصیت کے مالک تھے بلکہ ہمہ گیر شاعر بھی تھے۔اگرچہ کہ کلاسیکل ادب تک اور پچھلی صدی کے اوائل نیز درمیان تک ایک بہترین شاعر کی صفت یاشرط تھی کہ وہ فارسیت پر مکمل عبور رکھتا ہو۔(جواب کسی قدر مفقود ہو چکی ہے) چنانچہ غالب سمیت اقبال تک کے شعراء نے فارسی میں شعر کہنا گویا ایک فریضہ سمجھا۔ذہین ایک ایسا روشن ستارہ ہے جو کہ دنیا کی نظر سے دور مگر اپنے آپ میں ایک مکمل درخشاں وروشن ہے۔وہ جس دور اور گود میں پلے بڑھے اس وقت فارسیت اور فارسی شاعری کا بول بالا تھا۔چنانچہ اپنے والد صاحب کے کاتب ہونے کی حیثیت سے (کہ وہ ان سے اپنا شعری کلام لکھوایا کرتے تھے) ان کے ذوقِ شعری کو مزید مہمیز یت ملی۔ذہینؔ صاحب کے شاعری کے تین دیوان زیر نظر ہیں۔

۱۔ اجمالِ جمال (جمال کی مجملیت،جامعیت)

۲۔ جمالِ آیات (نشانیوں کا حُسن) حصہ دوم

۳۔ جمالِ آیات

فارسی شاعری کو نقلاً لکھنے کی ابتداء وہ جمالِ آیات میں خود بیان کرتے ہیں۔(جمالِ آیات۔ صفحہ نمبر2)

"شعر گوئی کا محرک وہ ماحول تھا جس میں میں نے آنکھ کھولی تھی۔والد صاحب قبلہؒ جہاں علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے وہاں شعری میں بھی ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں بہت اچھے اشعار کہا کرتے تھے۔فراقی تخلص فرماتے تھے۔کریمائے سعدی کی تضمین فرمائی اور تضمین یہ لکھی

بحمد اللہ کہ شد مرقوم و مسطور　　بضمن پند نامہ پند موفور

فراقی کرد تضمین کریما　　بگفتار وح سعدی چشم بد دور

پے تاریخ بر نام محمد (ﷺ)　　مکرر گفتہ ام نور علی نور

خود مزید فرماتے ہیں

1336ء میں گویا آج سے پچاس سال پہلے میں نے اپنے جد بزرگوار کی تاریخ وصال کہی تھی وہ یہ ہے۔

چوں معز الدیں، جدم دفت دار دار المعاد　　از سر آہ و بکا گفتا ذہین ؔ، مغفور باد (128)

ذہین ایک جگہ خود اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں صفحہ نمبر:4 پر کہ " زیر نظر مجموعہ فارسی کلام پر مشتمل ہے۔

یہ عرض کرنا بے محل نہ ہوگا کہ اردو شاعری کے ابتدائی دور میں بھی میں اپنے کلام میں شوکت الفاظ، فارسی تراکیب، تشبیہات و استعارات کا اہتمام مبالغے کے ساتھ کرتا تھا۔ اسی اہتمام کی تہہ میں کچھ تو غالب پسندی اور کچھ خود پسندی شامل تھی۔" (129)

فارسی مقدمہ لکھتے ہوئے وہ فرماتے ہیں (صفحہ نمبر:14 پر)

"وما این قدر عرض کردند، بے محل نخواہد شد کہ فارسی زبان مادری مانیت زبانِ علمی ما است و شعر ما از شعرائے قدیم ایران، در اسلوب بیان تجاوز نمی کند، پس اعتبار زبان و قواعد فارسیہ و اصول کلام شعرائے ایران، اختیار نمورہ اہم، و باعتبار معانی و حقائق ہم اتحاد بہ نظر آید نواں دست کہ این نتیجۂ تقلید و اتباع کسے نیست، بلکہ تقاضائے حقائق و معانی آن است کہ از ازل تا بہ ابد در ہر دور زمانہ و بہ قبائے عبارات جدیدہ ظاہر چشوند واز انقلابات وحوادث زمانہ گاہی متغیر و منقلب نمی شوند۔" (130)

ذہین لکھتے ہیں کہ

"چونکہ فارسی ان کی مادری زبان نہیں بلکہ علمی زبان ہے۔ چنانچہ انہوں نے قدیم شعرائے ایران یا ایرانی قواعد و ضوابط (گرامر) کو مدِ نظر رکھنے کے بجائے معنویت اور مقصدیت کو مدِ نظر رکھا ہے۔ اگر چہ کہ شعری اتباع ویسے بھی ضروری نہیں ہے۔"

جمالِ آیات کی ابتداء قرآن مجید کی بابرکت آیت سے کی اور اس سے پہلے " اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم " کا گویا فارسی ترجمہ لکھا۔

۔ داد امانم ز لعینِ رجیم — خالق کل مالکِ فضل عظیم

زینتِ عنوان کتاب قدیم — بسم اللہ الرحمن الرحیم (131)

پھر وحدانیت پر " ھوالکل " کے عنوان سے ایک قطعہ مرقوم کیا اور حمد و ثنا اور نعت کے بعد تصوف کے اہم موضوعات پر قطعات لکھے جو بہر حال روح اور نفس کے تعلق کا واضح کرتے ہیں۔ مثلاً ان کے عنوانات یہ ہیں۔ یاد، اخلاص، خلوت و جلوت، قیامت، حجاب، حق بدانی، چشم حق، آگاہی، خود آگاہی، یکتائی، لا محدود، انا الحق، کلام دوست، افسانہ و حقیقت سوز، خبر، سفر (132)

براعۃ الاستہلال:۔

جیسا کہ تعریف گذر چکی ہے کہ براعۃ الاستہلال اس نظم موزوں کو کہتے ہیں ۔ جو عنوان کو پہلے ہی مطلع میں آشکارا کرے۔ چنانچہ ذہین نے اس قاعدہ کو فارسی قطعات میں بھی بکثرت استعمال کیا ہے۔

مولانا زکریا شیخ الحدیث کی آپ بیتی میں پڑھا ایک شعر یاد آیا

۔ ما هر چه خوانده ایم فراموش کرده ایم — الا حدیثِ یار که تکرار می کنیم

(میں نے جو کچھ پڑھا تھا وہ سب بھلا دیا — سوائے یار کی یاد جو کہ مسلسل کہے جاتا ہوں)

(صفحہ: 21، آیاتِ جمال پر) ذہین کی غزل بھی کچھ اسی عنوان کی ہے اور نہایت سلیس و سادہ زبان میں کہی ہے کہ۔ غیر اہل زبان بھی سر دھن کر رہ جاتا ہے۔

"یاد"

هر روز بامداد ترا یاد می کنم — هر شب ز شام ناله و فریاد می کنم

از حد گذشته است فراموش کاریم — این هم فرامشی ست که من یاد می کنم

در یاد دوست شرک بود یادِ غیر او — تا رفته ام زیاده ترا یاد می کنم

از یار فت نام و نشانم مگر ذہین — چوں من نیم مپرس کرا یاد می کنم (133)

ترجمہ:

ہر دن چڑھے تجھے ہی یاد کرتا ہوں — ہر رات سر شام نالہ و فریاد کرتا ہوں

میری فراموشی کا اب تو یہ عالم ہے — کہ خود فراموشی میں بھی میں یاد کرتا ہوں

دوست کی یاد میں غیر کی یاد شرک ہے — تجھ سے بچھڑنے کے بعد بھی میں تجھ کو ہی یاد کرتا ہوں۔۔۔

خود آگاہی کے عنوان سے ایک انتہائی خوبصورت قطعہ فرمایا:۔

ے مرا آہ سحر آگاہی عطا شد — بملک غم شہنشاہی عطا شد

کسے را کہ غم آگاہی نداند — مکن باور خود آگاہی عطا شد (134)

مقصدیت کے تحت انسان کے پیدائش کے مقصد وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ (الآیۃ)

کو یوں واضح کرتے ہیں۔

ے ز تسخیر جہاں مقصود تو چیست — ز تدبیر جہاں مقصود تو چیست

پس ام تخریب جاں بربادی دل — ز تعمیر جہاں مقصود تو چیست (135)

اقبال کہتے ہیں

۔ تو چھپا چھپا کہ نہ رکھ اسے کہ ترا آئینہ ہے وہ آئینہ　　　جو شکستہ ہو تو قریب تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

ذہین کہتا ہے۔

سوز

۔ غم سود، وزیانے می تواں سوخت　　　باآہے دو جہانے می تواں سوخت

اگر خواہی کہ نورِ عرش بینی　　　دل از سوز نہانے می تواں سوخت(136)

دل کے آئینے کے صفائی اقبال کے نزدیک یہ ہے کہ جس قدر شکستہ ہو آئینہ ساز کی نظر میں قریب تر ہے۔ جبکہ ذہین کہتا ہے کہ جس قدر دل سوختہ ہو گا اسی قدر وہ نور عرش کا دیدار کر سکے گا۔ وہ اسی مضمون کو "آئینہ آئین" میں مزید وسیع کرتے ہیں۔

۔ دلِ حق آشنا در سینہ باید　　　زنورِ عشق دل آئینہ باید

چو آئینہ در آئین صفا کوش　　　ترا سینہ صفا گنجینہ باید (137)

اثراتِ غالب:۔

ذہین کا دعویٰ ہے کہ اس پر تصنع و حسن وبدیعت میں غالب کے اثرات ہیں۔

"غالب اپنی وارفتگی اور حیرانی کو خارجی فطرت پر اسطرح طاری کرتے ہیں۔" (138)

۔ آئینہ خانہ ہے صحن چمنستان یکسر　　　سبکہ ہیں بیخود و وارفتہ و حیراں گل و صبح

(نسخہ حمیدیہ)

مزید ایک جگہ فارسی شعر ہے

۔ چشم بے خون دل و دل تہی از خوشِ نگاہ　　　بزباں عرض فسونِ ہوس گل تا چند

(اگر آنکھ خونِ دل سے ناآشنا ہے اور دل جوشِ نگاہ سے بیگانہ ہے تو ہوس گل کی فسوں کا ذکر بے معنی ہے)

ذہین کہتا ہے، صفحہ نمبر 118 پر

زرِ گل چنیں بخنک خنک عرقِ جبیں شفق آفریں زرِ تر بہ آتش تر نگر بر خش نگر گلِ تر نگر (139)

ناز بتاں اور عشق مغرور سے تھک کر کچھ یوں گویا ہیں

عشق مغرور کہ بر نازِ بتیاں می نازد — ایں غریبے بمتاعِ دگراں می نازد

مضمحل گشت تبسم بہ لب لعلنیش — جذبِ دل بر اثرِ آہ و فغاں می نازد

دل افسردہ بیادِ گل رویت خرم — خوش بہارے کہ بہ آغوشِ خزاں می نازد

نام ہر کس بہ کسے ہست جگر جانِ ذہینؔ — دائما بر کرمِ پیر مغان می نازد (140)

عشقِ حقیقی:۔

ذہین کا اہم اور مقصود یہ موضوع عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی کا سفر یا ان کے درمیان مطابقت ہے۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان کہتے ہیں۔

"انسانی ذہن و جدان کی ساخت کچھ ایسی ہے کہ مجاز و حقیقت کو ایک دوسرے سے بالکل جدا کرنا دشوار ہے۔ حافظ کہہ گئے ہیں۔"

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم — اے بے خبر ز لذتِ شرب مدام ما (141)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جتنے بھی اہل نظر و بصیرت ہیں ان کو مجاز میں حقیقت کا عکس نظر آتا ہے۔ معرفتِ الٰہی بغیر معرفت نفس اور معرفت کائنات کے ممکن نہیں۔

من عرف نفسه، فقد عرف ربه (الحدیث)

"جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا"

جب ذاتِ وحدیت جو فی الواقع وجوب محض ہے۔ اسماء و صفات سے منزہ اور خلق و مجاز سے ماوراء ہے۔ تو پھر کائنات و مظاہر کونیہ کی اصلیت کا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی کیا اصلیت ہے ؟

غالب کہتا ہے

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود	پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے ؟
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں	غمزہ و عشوۂ و ادا کیا ہے ؟
شکن زلفِ عنبریں کیوں ہے	نگہ چشم سرمہ کیا ہے ؟

جبکہ ذہین نے غالباً جمیل کے اسی جمال کا راز پالیا تھا۔ جو کہ بظاہر ہنگامہ ہستی، نگہ چشم سرمہ، زلفِ عنبریں کی شکن اور پری چہرہ لوگ کے غمزہ اور ناز و اداؤں میں پنہاں ہے۔

اہل مجاز اس جمال کے ظاہر میں گم ہو کر خاک اور تہہ خاک ہو جاتے ہیں جبکہ اہل حقیقت و بصیرت ان ظاہری چکا چوندیوں میں تجلیاتِ الٰہی کی جلوہ فرمانیاں تلاش کرتے ہیں۔ خود اصل مطلوبِ انسان ہے۔

الذی خلق الموت و الحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا (142)

اور وہ ذات کہ جس نے موت و حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تم کو جانچ لے کہ تم میں سے زیادہ بہتر عمل کرنے والا کون ہے ؟

ہستی اور اس کی رنگینوں کا اصل مقصد یہی ہے کہ اس کے جمال میں جمیل کو تلاش کیا جائے۔

؎ آبِ زیر کشتی ہستی است   آبِ اندر کشتی ہستی است

پانی اگر کشتی کے پیچھے ہو تو وہ زندگی کا باعث ہوتا ہے

اور اگر پانی کشتی کے اندر آجائے تو وہ پستی (موت) کا باعث ہوتا ہے

دنیا کی رنگینوں کو شہوات اور لذات سے اپنانے اور نفس کی غلامی اختیار کرنے پر ہستی ہی پستی ہے جو کہ عشق مجازی کا مطمع نظر ہے۔

جبکہ اصل حسن و جمال تو اہل بصیرت و عرفان کی نظر میں ہے۔ کہ اصل حسن و جمال شاید حقیقی میں ہے۔ اس لئے وہی عشق و محبت کے قابل ہے۔ دوسرے مظاہر فریب نظر سے زیادہ نہیں ہیں۔ وہ جمال بھی ہے اور جمیل بھی، حسن بھی ہے اور حسین بھی۔ اسی طرح وہ اسم بھی ہے اور صفت بھی اور یہ حسن و جمال کے یہ اسم وصفت اور تخیل وجذبہ جب یکجا ہوتے ہیں تو ان میں اسی نور و تجلی پیدا ہوتی ہے جو کہ اہلِ تصوف کے نزدیک تجلّیِ الٰہی ہے اور یوں من و تو کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔ بقول شفقؔ

خودی وخدا ایک ہو جاتے ہیں + انا الحق کے نعرے لگتے ہیں

غالب کے مقابلے میں خواجہ میر درد، جگر، حفیظ جونپوری یا نیاز بریلوی کی مثال اگر عشق حقیقی کے لئے دی جاتی تو زیادہ احسن تھا۔ مگر یہاں پر ذہین کے بقول شعری تراکیب میں وہ غالبیت کے زیرِ اثر ہیں۔ ہم غالب کے کلام سے ہی مثال دیں گے۔ اگر چہ کہ اس کا کلام کچھ ایسا واردا تی نہیں ہے مگر یک گونہ لحاظ سے غالب کی مثال دینا اس وجہ سے بہتر بھی تھا کہ وہ عشق مجازی کے خدائے سخن ہونے کے دعوا یدار ہیں۔

تصوف کے میدان میں ان کا دعویٰ تھا کہ

۔ یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالبؔ تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

غالب کے اقرار سے معلوم ہوا کہ خود وہ بھی تصوف کی جان پہچان رکھتا تھا۔ مگر رغبت بادہ خواری کی طرف تھی یا درباری شاعر بننے کی آرزو تھی۔

چنانچہ ذہین کے غزلیات کا مجموعہ آیاتِ جمال تصنعات وبدیعات کا مجموعہ ہے۔ غالب کے انداز سے قریب تر ہے۔

جمالستان صفحہ 36 پر محبت کے موضوع پر ذہین یوں گویا ہے۔

محبت حبّ ذاتی روح ہستی کیف اطلاقی محبت آپ محبوبی محبت آپ مشتاقی

محبت ملّتِ عالم محبت علتِ عالم　　محبت سرّ مخلوقی محبت رازِ اخلاقی

محبت ذوقِ سرشاری محبت شوقِ ہشیاری　　محبت مستی ورندی محبت شاہدوساقی

محبت میں ہوئی پنہاں محبت سے ہوئی پیدا　　خدائے درد کی پروردگارِ غم کی رزاقی

خرامِ حسن میں حسنِ خرام آیا محبت سے　　محبت سرّ سیرِ انفسی وسیرِ آفاقی

برنگ جاں مستانی اہتمامِ جاں نوازی ہے　　محبت نے عطا کی زہر کو تاثیر تریاقی

ہمیں کیا کام ہے اہل جہاں کے دین ومذہب سے　　ذہین اپنا تو مذہب عاشقی ہے دین مشتاقی (143)

مذکورہ نظم علامہ اقبال کی نظم "محبت فاتح عالم" کی گویا تفسیر ہے۔ اور آخر شعر اس عربی شعر کے مصداق ہے کہ　وللناس فیما یعشقون مذاهب

اور لوگ جو عشق کرتے ہیں ان کا مذہب بن جاتا ہے۔

ترقیم تاریخ بر اشعار:۔

ذہین کی شاعری یا علم جفر کی استعداد کا ایک خاصہ یہ تھا کہ یہ برملا تاریخ کہہ دیا کرتے تھے اور اس میں انہیں کافی ملکہ حاصل تھا۔

سب سے پہلے جو تاریخ انہوں نے لکھی وہ کریمائے سعدی کی تھی جو کہ ان کے والد نے کریمائے سعدی کی تضمین لکھی تھی۔ وہ تاریخ خود فرماتے ہیں۔

"بحمد اللہ کہ شد مرقوم و مسطور بضمن پند نامہ

پند موفور فراقی کرد تضمین کریما بگفتا روح سعدی چشم بد دور

پئے تاریخ بر نام محمد (ﷺ)

مکرر گفتہ ام نور علی نور

نور علی نور کے اعداد "622" ہوتے ہیں۔ ہر اعداد مکرر ہوئے تو ان کا مجموعہ 1244 ہوا۔ ان میں اسم محمد ﷺ کے اعداد 92 شامل کئے جائیں تو 1244 جمع 92 مساوی 1336 ان کا مجموعہ ہو گا۔ 1336 ہجری سن ہے جو سال تضمین ہے" (144)

دوسری تاریخ انہوں نے تاریخ وصال کہی تھی اپنے دادا بزرگوار کی وہ خود رقم طراز ہیں "1336 ھ میں گویا آج سے پچاس سال پہلے میں نے اپنے جد بزرگوار کی تاریخ وصال کہی تھی۔ (یعنی صغر سنی میں کیونکہ مذکورہ کتاب 1966ء میں شائع ہوئی۔

وہ یہ ہے

۔ چوں معزالدین، جدم رفت در دار المعاد　　　　از سر آہ وبکا گفتا ذہین، مغفور باد

"مغفور باد" کے اعداد 1333ھ ہوتے ہیں ان میں آہ کے الف اور بکا کی با کا تعمید کر کے 1333 میں تین عدد بڑھائے تو 1336ھ حاصل ہوئے۔ (145)

مذکورہ مجموعہ میں بھی انہوں نے مختلف تواریخ کہی ہیں جمالِ آیات، از صفحہ (233 تا 248)

جن میں سب سے پہلی تاریخ مولانا شبیر احمد عثمانی کی درج ہے جو انہوں نے

"یا اللہ یا غفار" 1369 ھ "ھوالولی غفار" 1369ھ اور ہر ایک مصرع میں انہوں نے تاریخ وفات مکرر کی ہے اور نظم طویل لکھی ہے۔

(1369) تاریخ وصال بیک صدا　　　　مخزن و معدن زھد و حصن اتقاء (1369)

(1949) اہل دین وارث خاتم الانبیاء　　　　مظہر صدق و باب حیا (1369)

(1949) حضرت رفیع مقام　　　　بلبل اسلام شیخ الاسلام (1369)

سیادت نشان پاک ضمیر (1949ء)

زاہد پاک فقیہ ملک جامع علوم مولانا شبیر احمد عثمانی (1949ء)

نور اللہ قبرہ وطاب ثراہ ابدا ابدا (1369)

آیت قدسی مولانا شبیر احمد عثمانی (1949ء)

عالم علم رسانی، پیرو رمز قرآنی (1369)

سوئے ملک باقی آں، رفتہ از دار فانی (1369)

مہر مبارک ایمانی گوہر درج عرفانی (1369)

سال وصال مولانا باید وشاید گفت ذہین (1949)

یبقیٰ وجہ ربک، الحق خلق، فانی (1369) (146)

اور اس کے بعد علی الترتیب ارسطو کی تاریخ وفات، خان بہادر اشفاق حسین خان ریونیو منسٹر جے پور کی تاریخ وفات صفحہ 236۔ (147)

سید علی صاحب کی تاریخ وصال صفحہ :241، جمشید احمد خان یوسفی، خورشید احمد خان یوسفی تاجی، الحاج مولانا عبدالرحیم فارقی۔ (148)

بابا یوسف شاہ تاجی کی تاریخ وصال، تاریخ تعمیر چہار دیواری خانقاہ تاجیہ ، تاریخ تعمیر صدر دروازہ خانقاہ تاجیہ، تاریخ تعمیر مسجد خانقاہ عالیہ تاجیہ تاریخ تعمیر دارالعلوم تاجیہ، تاریخ رحلت برخوردار، نعیم و نعیم ثانی و قرۃ الابصار، نعیمہ ثانی وسلیمہ تاریخ انتقال رفیقہ حیات، تاریخ رحلت والدہ محترمہ۔۔۔۔ (149)

مذکورہ بالا تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ ذہین ایک ہمہ جہت علوم کے حامل تھے اور یہ صفت بہت کم شعراء کو حاصل ہوتی ہے کہ وہ علم جفر اور تواریخ نکالنے میں بھی ماہر تھے۔

ملمعات:۔

علم بدیع کی رو سے ملمع کی تعریف اردو لغت بورڈ میں یوں کی گئی ہے۔

"وہ نظم کہ جس میں ایک مصرع یا شق ایک زبان (فارسی) میں ہو اور دوسرا دوسری زبان (عربی) میں ہو۔"

ذہین شاہ تاجی کی شاعری میں بھی ملمعات جابجا نظر آئیں گے اور ایسی خوبی سے نظر آئیں گے کہ گویا جواہر ترتیب سے جڑے ہوئے ہوں۔ مثلاً (جمال آیات، ص:238)

تحریف قرآن کے عنوان میں لکھتے ہیں

"لایخلقون شئی وھم یخلقون را"

تحریف کردہ اند بنوعے کے خواستند

(صفحہ نمبر 253) پر یوں گویا ہیں:۔

۔ علم و فہم و عقل ما محدود ہست	اے خدا ذات تو لا محدود ہست
ہست لا محدود گفتن نیز حد	اوست بے حد، قل ھو اللہ احد
کے نماید رہ بتو عقل سقیم	اہدنا ربی، صراط مستقیم

نیز نعتیہ کلام میں صفحہ نمبر 194 پر یوں رقمطراز ہیں

۔ محمد کبیرؐ، کبیرؐ کبیرؐ	عدیم المثال، عدیم النظیر
بعنوانِ بخشش بشانِ شفاعت	محمد بشیرؐ، بشیرؐ، بشیرؐ

یہ مکمل نعت بھی اس صنف کی ہے۔

سو ذہین شاہ تاجی کی شاعری چاہے اصناف میں سے کسی صنف سے ہو۔ انواع شاعری میں سے کسی نوع پر ہو۔ زبانوں کے اعتبار سے ہندی ہو یا اردو، عربی ہو یا فارسی، بلاغت کے اعتبار سے معانی ہو یا بدیع یا علم البیان، تصنع ہو یا بناوٹ ہر ایک طور پر لفظاً و معناً عبقریت کے حامل شخصیت ہیں۔ نیز ہم مزید ان کی شاعری کو دیگر علوم، فلسفہ، تصوف اور علم الکلام کی روشنی میں بھی واضح کریں۔ گے تاکہ ذہین شاہ تاجی کی مکمل عبقریت ظاہر و باہر ہو جائے۔

حوالہ جات

ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص2 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 1994	1
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص4 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 1994	2
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص4 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 1994	3
قرآن مجید سورہ عبس، پ30، آیت نمبر 34-35-36	4
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص4-3 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 1994	5
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص4 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 1994	6
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص3 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 1994	7
ایضاً ص3	8
ایضاً ص3	9
ایضاً ص194	10
ناصف حنفی، دیاب محمد، دروس البلاغہ، ص20، میر محمد کتب خانہ کراچی	11
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص194 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 1994	12
سید رفیق عزیزی مرآۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمیؔ جے پوری، مقدمہ آیات جمال ص4، مکتبہ تاج کراچی	13
سید رفیق عزیزی مرآۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمیؔ جے پوری، مقدمہ آیات جمال ص5، مکتبہ تاج کراچی	14
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص178 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 1994	15

سید رفیق عزیزی مرآۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمیؔ جے پوری، مقدمہ آیات جمال ص8، مکتبہ تاج کراچی	16
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص186 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان1994	17
قرآن مجید، آیت72، پ، محمد شفیع معارف القرآن ج1 ص107 طبع جدید 2003، ادارۃ المعارف کراچی	18
ذہین شاہ تاجی، ماہنامہ تاج کراچی، جون2000، ص262	19
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص97 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان1994	20
قرآن مجید سورۃ الاحزاب پ22، آیت72	21
محمد اختر، مولانا شاہ حکیم، معارف مثنوی مولانا روم، ص268 کتب خانہ مظہری کراچی	22
محمد اختر، مولانا شاہ حکیم، معارف مثنوی مولانا روم، ص95 کتب خانہ مظہری کراچی	23
سید رفیق عزیزی مرآۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمیؔ جے پوری، مقدمہ آیات جمال ص356، مکتبہ تاج کراچی	24
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص194 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان1994	25
سید رفیق عزیزی مرآۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمیؔ جے پوری، مقدمہ آیات جمال ص375، مکتبہ تاج کراچی	26
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص165 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان1994	27
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص2 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان1994	28
سید رفیق عزیزی مرآۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمیؔ جے پوری، مقدمہ آیات جمال ص329، مکتبہ تاج کراچی	29
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص192 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان1994	30
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص195 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان1994	31

ناصف حنفی، دیاب محمد، دروس البلاغہ، ص9، میر محمد کتب خانہ کراچی	32
ناصف حنفی، دیاب محمد، دروس البلاغہ، ص9، میر محمد کتب خانہ کراچی	33
سید رفیق عزیزی مرآۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمی جے پوری، مقدمہ آیات جمال 23، مکتبہ تاج کراچی	34
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص162 ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	35
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص201 ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	36
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص295 ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	37
ایضاص364	38
ایضاص404	39
مولاناابوالفضل، بلیاوی، ص388، قدیمی کتب خانہ	40
مرتب فاروق ارگلی، شرح امیر خسرو المعروف جہاں خسرو ص335 مشتاق بک کارنر	41
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، 77 ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	42
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص289 ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	43
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص196 ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	44
ایضاص96	45
ایضاص197	46
ایضاص88	47
حنفی ناصف، دروس البلاغہ، ص13 میر محمد کتب خانہ کراچی	48

ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص54ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	49
حفنی ناصف، دروس البلاغہ، ص14میر محمد کتب خانہ کراچی	50
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص197 ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	51
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص29ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	52
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص93ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	53
ایضاص36	54
ایضاص302	55
حفنی ناصف، دروس البلاغہ، ص74میر محمد کتب خانہ کراچی	56
حفنی ناصف، دروس البلاغہ، ص81میر محمد کتب خانہ کراچی	57
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص89ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	58
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص90ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	59
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص40ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	60
ایضاص40	61
ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال، ص:96 ، کراچی، 21اپریل، 1965 تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان	62
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص1۔2ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994	63
مشکوٰۃ شریف، جلد4، 1032	64
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی1968، ص1، مکتبہ تاج کراچی	65
حفنی ناصف، دروس البلاغہ، ص116میر محمد کتب خانہ کراچی	66

67	ذہین شاہ تاجی، جمالستان، ص46، مکتبہ ماہنامہ تاج
68	ذہین شاہ تاجی، جمالستان، ص20، مکتبہ ماہنامہ تاج
69	بخاری شریف، جلد3، حدیث نمبر1432
70	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص226ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994
71	قرآن مجید سورہ مدثر آیت1۔2پ30
72	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص227ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994
73	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص227ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994
74	ایضاص229
75	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص232ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994
76	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص233ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994
77	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص238ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994
78	ایضاص242
79	ایضاص243
80	ایضاص246
81	ایضاص246
82	قرآن مجید سورہ البقرہ آیت286پ3
83	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص246ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994
84	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص247ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی، پاکستان1994

مولانا زکریا کاندھلوی، آپ بیتی	85
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص248 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 1994	86
ذہین شاہ تاجی، آیات جمال سیکنڈ ایڈیشن ص289 ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی، پاکستان 1994	87
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص53، مکتبہ تاج کراچی	88
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص54، مکتبہ تاج کراچی	89
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص55، مکتبہ تاج کراچی	90
اشتیاق حسین، بر صغیر پاک و ہند، ص۔۔۔۔، شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی کراچی	91
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص298، مکتبہ تاج کراچی	92
سورۃ التوبہ، آیت 82	93
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص299۔300، مکتبہ تاج کراچی	94
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص305، مکتبہ تاج کراچی	95
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص306، مکتبہ تاج کراچی	96
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص324، مکتبہ تاج کراچی	97
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص109۔110، مکتبہ تاج کراچی	98
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص111۔112، مکتبہ تاج کراچی	99
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص112، مکتبہ تاج کراچی	100
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص311، مکتبہ تاج کراچی	101
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص337، مکتبہ تاج کراچی	102

ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص339، مکتبہ تاج کراچی	103
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص340، مکتبہ تاج کراچی	104
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص340، مکتبہ تاج کراچی	105
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص344، مکتبہ تاج کراچی	106
عاطف شاہ تاجی، کالم ماہنامہ تاج جون 2000 ص92 کراچی	107
ذہین شاہ تاجی ماہنامہ تاج جون 2000 ص40 کراچی	108
ذہین شاہ تاجی ماہنامہ تاج جون 2000 ص142 کراچی	109
ذہین شاہ تاجی ماہنامہ تاج جون 2000 ص192 کراچی	110
عبداللہ عباس ندوی، عربی میں نعت، میزان ادب ص29، اکرم زیبائی	111
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص337، مکتبہ تاج کراچی	112
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص337، مکتبہ تاج کراچی	113
اردو لغت بورڈ، کراچی، ناشر ترقی اردو بورڈ، اشاعت اول 1979ء،	114
ذہین شاہ تاجی ماہنامہ تاج جون 2000 ص7 کراچی	115
قرآن مجید، سورہ الدھر، آیت	116
ذہین شاہ تاجی ماہنامہ تاج جون 2000 ص7 کراچی	117
اردو لغت بورڈ، کراچی، ناشر ترقی اردو بورڈ، اشاعت اول 1979ء،	118
ذہین شاہ تاجی، لمعاتِ جمال مئی 1968، ص10، مکتبہ تاج کراچی	119
ذہین شاہ تاجی، لمعاتِ جمال مئی 1968، ص164، مکتبہ تاج کراچی	120

121	قرآن مجید، سورہ لقمان آیت14
122	قرآن مجید، سورہ علق آیت2
123	ذہین شاہ تاجی، لمعاتِ جمال مئی1968، ص172، مکتبہ تاج کراچی
124	ذہین شاہ تاجی، لمعاتِ جمال مئی1968، ص172-175، مکتبہ تاج کراچی
125	ذہین شاہ تاجی، لمعاتِ جمال مئی1968، ص23، مکتبہ تاج کراچی
126	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی1968، ص348، مکتبہ تاج کراچی
127	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی1968، ص20، مکتبہ تاج کراچی
128	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال مئی1968، ص344، مکتبہ تاج کراچی
129	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال مئی1968، ص344، مکتبہ تاج کراچی
130	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی1968، ص344، مکتبہ تاج کراچی
131	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی1968، ص17، مکتبہ تاج کراچی
132	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی1968، ص21-28، مکتبہ تاج کراچی
133	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی1968، ص21-، مکتبہ تاج کراچی
134	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی1968، ص26-، مکتبہ تاج کراچی
135	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی1968، ص33، مکتبہ تاج کراچی
136	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی1968، ص36، مکتبہ تاج کراچی
137	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی1968، ص37، مکتبہ تاج کراچی
138	یوسف حسین خان، آئینہ ادب ص61، چوک مینار لاہور

139	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی 1968، ص118، مکتبہ تاج کراچی
140	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی 1968، ص106، مکتبہ تاج کراچی
141	یوسف حسین خان، اردو غزل، ص61، چوک مینار لاہور
142	قرآن مجید، سورہ ملک، آیت 1، پ29
143	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص36، مکتبہ تاج کراچی
144	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی 1968، ص2۔3، مکتبہ تاج کراچی
145	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی 1968، ص3، مکتبہ تاج کراچی
146	ذہین شاہ تاجی، جمال آیات مئی 1968، ص234۔235، مکتبہ تاج کراچی
147	ایضاص236
148	ایضاص241
149	ایضاص234۔248

باباصاحب بحیثیتِ فلسفی

فلسفہ کا تعارف:۔

فلسفہ یونانی زبان کا لفظ ہے جو بنیادی طور پر دو لفظوں سے مرکب ہے۔

Philain(محبت و دلچسپی / پیار)Sophia(حکمت و دانش)

یعنی "عقل سے پیار"

لغت میں فلسفہ کے معانی:۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کے معنی یوں بیان کیئے جاتے ہیں۔

Philosophy

۱۔ علم الفلسفہ ۲۔ مذہب (فی الحیاۃ) بدعۃ، رابطۃ

Philosopher (فلیسوف، حکیم)،(1)

جوزندگی کو اپنے عقل کے بل پر برتے

Sophiaکا لفظ حکمت و دانش سے تعبیر ہے اور عقل و خرد سے علم و آگاہی اور جستجو و طلب کی جتنی بھی کوششیں ہیں جو کہ معرضِ وجود میں آتی ہیں وہ فلسفہ کہلاتا ہے۔

What is philosophy?

The derivation of the word is from the greek roots:

Philo: Love of a affinity for, liking of.

As in the words...

Philander to engage in love affairs frivolously.

Philanthropy: Love manking in general philately –to collect postage stamps.

Ohile–one having a love for, e.g. anglophile.

Philology–having a liking for words.

Sophia–Wisdom

As in words...

Sophist–one who loves knowledge.

Sophomore-one who thinks he knows every thing sophisticated.

One who is knowledgeable.

A suggested definition:

Philosophy is the sysimatic inquiry into the principles-and presupposition of any field of inquiry into the principles and pre supposition of any field of inquiry.

ڈاکٹر مہاتیر اپنی کتاب " فلسفہ مذاہب " میں لکھتے ہیں۔ لفظPholosophy (فلسفہ) یونانی لفظ Pholos(یعنی محبت(اور)Sophia یعنی دانش)سے ماخوذ ہے۔لہٰذا اس کا مطلب "دانش سے محبت" ہوا۔ نیز فرماتے ہیں۔ اصطلاح دانش اپنے مفہوم میں بھرپور ہے اور یہ تجربہ اور عقلی علم کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ زندگی کی اعلیٰ اقدار کی تحسین اور تشخیص بھی ہے۔

قاموس الجدید میں ہے

فلسفة:۔ حکمت وفلسفہ(2)

ابوالفضل بلیاوی صاحب فرماتے ہیں۔

الفلسفة:۔حکمت۔ مسائل علمیۃ میں غور وفکر، اشیاء کا علم بحسب الطاقۃ البشریہ۔(3)

سو لغت کے اعتبار سے فلسفہ کے درج ذیل معانی ہوئے:۔

۱۔ حب دانش

۲۔ عقل وخرد سے علم وآگاہی کی جستجو وطلب

۳۔ مسائل علمیہ میں غور وفکر

۴۔ بحسب طاقۃ البشریہ اشیاء کا علم

۵۔ تلاش حقیقت

٦۔ موجودات، حکمت ودانائی کی حقیقت کی تلاش

فلسفے کے لغوی معنیٰ" اشتیاق علم(Love for Knowledge) محبت دانش (Love for Wisdom) یا تلاش صداقت (Search for truth) کے ہیں۔(4)

افلاطون کے نزدیک فلسفہ تلاش حقیقت کا نام ہے اور ارسطو کے ہاں فلسفے کا مقصد اصول و علل پر بحث کرنا ہے۔
ڈاکٹر قاضی عبد القادر کہتے ہیں۔

یونانی لفظ فلو سوفیا کا معرب دو یونانی الفاظ کا مرکب " ایک لفظ ہے۔ فائلو۔ جس کے معنی معنی ہیں۔ عشق یا محبت۔ اسی قبیل کا دوسرا لفظ ہے۔ " فلیا" اور اس کے معنی ہیں دوستی، تعلق، خاطر، لگاؤ۔ ان کم و بیش ہم معنی الفاظ کے علاوہ "فلوسوفیا" کا دوسرا حصہ لفظ "سوفیا" ہے اور سوفیا کے معنی ہیں علم و دانش سمجھ بوجھ۔۔۔۔ مختلف فلسفی اور فلسفہ کے مختلف مکاتب اپنے اپنے نقطہ نظر سے اس تصور کی جدا جدا تعریف کرتے ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔
(الف) حقیقت کا متوافق اور مکمل تناظر (ب) انسانی علم کی مختلف جہتوں کے اساسی اصولوں کا ناقدانہ مطالعہ (ج) علم کی بنیاد، اس کی حدود اور صحت و قدر کے تعین کی کوشش۔ (د) معمول سے ماوراء کے بارے میں غیر معمولی تحقیق۔ (5)

فلسفہ کی تاریخ:۔

فلسفہ کے لفظ کے استعمال کی ابتداء کے بارے میں صحیح وقت کا تعین ناممکن ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ فلسفے کا بطور علم آغاز چھٹی صدی قبل مسیح میں حکیمانہ علم کی تحصیل کے لئے یونان قدیم سے ہوا اور سقراط اور افلاطون کے دور میں فلسفہ اپنے مزاج کے اعتبار سے روحانی بن گیا۔ نصرانیت کے فروغ پاتے ہی فلسفہ دینیات میں ضم ہو گیا اور گیارہویں صدی عیسوی سے لے کر چودھویں صدی تک یہ کیتھلک کلیسا کی زیر سرپرستی چلتا رہا ہے۔
بعد ازاں نشاۃ الثانیہ کے دور میں کہ جب فلسفیانہ تفکر پر سائنس کا گہرا اثر پڑ رہا تھا۔ اس کے باوجود ایک سچی مذہبی بیداری کے احساس نے تمام تر نظاموں کو کسی نہ کسی طور پر اثر انداز کر رکھا تھا۔
ڈیکارٹ۔ بارکلے۔ کانٹ۔ ہیگل۔ بریڈلے۔ کروچے اور جنیٹیل۔ جیسے صاحب علم و فضل شخصیات ہیں کہ جن کا نظام تفکر بھی حقیقت مطلقہ کے جہاں ظاہر و بین میں تصوراتی رہا ہے۔ (6)

فلسفہ کی بعض اہم تعریفات:۔

فلسفہ کے معنی کیا ہیں اور اس کی صحیح تعریف کیا ہے یا اصطلاحاً فلسفہ کیا ہے فی زمانہ تو فلسفہ کے معنی اس قدر وسیع ہو چکے ہیں کہ فلسفہ کی صحیح تعریف اسی طرح سے مشکل ہے جیسے کہ زندگی کی تعریف کرنا مشکل ہے۔
خصوصاً فلسفہ جب سائنس کے ساتھ ساتھ دینیات میں ضم ہو کر اپنی معلومات آشکارا کرتا ہے۔ فلسفہ کے بارے میں "ہر فلیطاس فانطیکوس" کا کہنا ہے کہ فلسفہ کے لفظ کا استعمال فیثا غورث سے شروع ہوا اور ہیرودوتوس نے سب سے پہلے تفلسف (فلسفیانہ غور و فکر) کے فعل کو استعمال کیا۔

آس والڈ کلپے لکھتے ہیں کہ

"سیر وکہتا ہے کہ فلسفہ بہترین اشیاء کا علم ہے اور عملاً بہترین اشیاء کے علم کے استعمال کی قابلیت ہے۔ معلومات کے جس صیغہ میں اس کی تحصیل ممکن ہو فلسفہ کے نام سے موسوم ہو گا۔۔۔۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ سائنس اور فلسفہ کی اصل ایک ہی ہے۔ ایک ہی جڑ سے دونوں شاخیں نکلی ہیں۔

سقراط فلسفہ کے لغوی معنی کے اعتبار سے اپنے آپ کو فیلسوف (عربی) جویائے دانش کہتا ہے۔ بمقابلہ کے وہ سچے دل سے اپنی علمی جستجو کو کوئی بلند مرتبہ نہیں دیتا" (7)

آں کس کہ بداند وبداند کہ نداند

اسپ طرب خویش بر افلاک جہاند

آں کس کہ بداند وبداند کہ نداند

آں نیز خر خویش بمنزل برساند

واں کس کہ نداند وبداند کہ بداند

در جہل مرکب ابد اند ہرباند

جو شخص فی نفسہٖ دانا ہوتا ہے۔ اس کو یہ اقرار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

خوشبو خود اپنا تعارف ہوتی ہے۔ سقراط اگرچہ اپنی بے بضاعتی اور کم علمی کا معترف تھا مگر ایک زمانہ اس کے اقوال وحکمت کا معترف ہے۔ افلاطون اپنے رسالہ تیطیطس میں فلیسوف کی تعریف لکھتے ہیں۔۔۔

"وہ شخص جو قدیم علوم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور چیزوں کی اصلی ماہیت دریافت کرتا ہے۔"

سیر وکہتا ہے فلسفہ ہماری زندگیوں کی نظم اور ترتیب کا کام کرتا ہے۔

ا۔ فلسفہ کیا ہے؟ مصنف آلس والڈ کلپے۔ مترجم:۔ مرزاہادی صاحب، ناشر: سٹی بک پوائنٹ۔ کراچی۔ مطبع برکت اینڈ سنز۔ اشاعت2010ء

کرسچین ولفChristain wolf (1679 1754-ء) نے فلسفہ کی یہ تعریف کی کہ: امکانی علم تمام اشیاء موجودہ کا ہے کہ یعنی وہ علم ممکن کا جس حد تک وہ ممکن بالفعل موجود ہو (یعنی ممکنات جس طرح پائے گئے ہیں اس صورت میں ان کی حقیقت کیا ہے۔

کانٹ(1804-1724ء) کی تعریف فلسفیانہ علم کی اس مطمع نظر سے بہت دور نہیں ہے اسی کے قریب قریب ہے۔ وہ تعریف یہ ہے۔

"عقلی علم جو تصورات سے ماخوذ ہے۔" (8)

مگر یہ تمام تعریفات ایک لحاظ سے ناقص و ناتمام ہیں۔ ان میں کسی قدر منطقیت پائی جاتی ہے۔

ہربرٹ (1841-1776ء) اس نقطہ نظر پر پہنچتے ہوئے فلسفہ کی تعریف یوں کرتا ہے کہ فلسفہ تصورات کی تدوین ہے۔ اور تدوین کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ واقعی صورت میں تقسیم تصحیح اور تکمیل۔

چنانچہ ہربرٹ کے نزدیک فلسفہ کی خاص تین قسمیں ہو جاتی ہیں۔ منطق مابعد الطبیعات اور فلسفہ عملی جمالیات۔

فلسفہ اگرچہ ایک خشک مضمون کہلاتا ہے۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ فلاسفر اپنی اس قدر منفرد حیثیت کیوں رکھتا ہے؟

فلسفہ اپنی نوعیت کا ایک مخصوص علم ہے۔ جس کی طلب اور تعریف گذرتے اوقات اور ازمنہ کے ساتھ تبدیل ہوتی گئی ہے۔ بلکہ اگر ہم کہیں کہ وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی تو زیادہ بہتر ہو گا۔

اسپنسر، ونڈٹ کی پیش کردہ فلسفہ کی مندرجہ بالا تعریفات بھی محدود ہیں۔

فلسفہ کا قدیم مطمع نظر اگرچہ صرف سائنس اور مابعد الطبیعات تھا مگر یہ درست ہے کہ فلسفہ زندگی کے عملی مسائل سے ہرگز بے بہرہ نہیں ہے۔ ارتقاء کے ہر میدان میں ایک خاص مرحلے پر مخصوص مکتبی مباحث اس وقت کی قطعی ضرورت بن جاتے ہیں اور اگر اس قسم کے مباحث دوسرے علوم وفنون کے کسی میدان میں نکتہ چینیوں کا سبب نہیں بنتے تو پھر فلسفے کے معنی مباحث میں بھی اس طرح کے اعتراضات کا کوئی جواز موجود نہیں ہوتا۔

دور حاضر میں فلسفہ کچھ زیادہ ہی عملی بن چکا ہے۔ بلکہ اب تو اہم سماجی قومی اور بین الاقوامی مسائل نظریاتی فلاسفہ کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔

چنانچہ بابا ذہین شاہ تاجی کی شخصیت جس طرح سے ایک انفرادیت اور خصوصیت لئے ہوئے ہے اسی طرح وہ گوناگوں حیثیت کے حامل بھی تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے تصوف اور فلسفہ میں خاطر خواہ خدمات سرانجام دیں اور فلسفہ کی اہم خدمت یہ کی کہ ابن عربی سے اردو دنیا کو آگاہ کیا اور ان کو اس قدر وضاحت سے پیش کیا کہ ابن عربی کو جاننے والے بھی انگشت بدنداں ہیں۔

ذہین شاہ تاجی فلسفہ پر اچھی خاص دسترس رکھتے تھے اور جامی سعدی، رومی، نطشے اور اقبال کی طرح اس کو شعری سانچے میں ڈھالنے کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ فکر و فلسفہ میں ان کا یا ان کے تصورات کا تقابل ہم مغربی مفکرین کے اقوال کی روشنی میں کرتے ہیں۔

مغرب کا فکر و فلسفہ اور ذہین شاہ تاجی :۔

مغربی افکار فی نفسہٖ کوئی ایسی نادریت اور بوالعجبیت نہیں رکھتی سوائے اس کے کہ ان کا تصورِ فلسفہ اس

وقت کے لحاظ سے عام لوگوں کے اذہان تک رسائی یا پذیرائی حاصل نہ کر سکا مگر جوں جوں وقت گذرتا گیا اور لوگ ان افکار و خیالات سے مستفید ہونے لگے فلسفہ اپنی جگہ خود بناتا گیا اور قدماء فلاسفر کے افکار و خیالات بھی سمجھ میں آنے لگے۔

ہر دور کے فلاسفرز نے مسائل، تغیرات، تنوعات اور تضادات اشیاء کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے غور و فکر کیا ہے۔ اور ان کی یہی کوشش رہی ہے کہ مشاہدہ اور تجربے کے متنوع عالم کو ایک بدیہی حقیقت یا ایک ناقابل تردید صداقت کے محیط ادراک میں لے آئیں۔

حقیقت اور مجاز:۔Appearence and Reality

ارسطو کہتا ہے "فلسفی کا کام یہ ہے کہ وہ ان اتفاقی مسخ شدہ شکلوں کے اندر اصل حقیقت کو دریافت کرے اور ان قوتوں کو تلاش کرے جو ساری ہستی کا سبب ہیں اور اسے حرکت میں لاتے ہیں یہی کام شاعر کا ہے۔"(9) چنانچہ تمام مجازیات جو کہ دراصل حقیقت کی مسخ شدہ شکلیں ہیں ان کو حقیقی روپ میں دھار کر پیش کرنا ایک شاعر و فلسفی کا کام ہے جو کہ ذہینؔ نے بدرجہ اتم اپنی شاعری میں کیا۔

افلاطون شاعر کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:۔

"کیونکہ شاعر ایک روشنی ہے اور پرواز کرنے والی پاک چیز ہے۔ وہ اس وقت تک تخلیق نہیں کرتا جب تک الہامی قوت اس پر غالب نہ آجائے اور وہ اپنے حواس زائل نہ کر دے اور عقل یکسر غائب نہ ہو جائے جب تک وہ اس عالم جذب میں نہیں آجاتا وہ بے قوت رہتا ہے اور اپنے الہام ربانی کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتا۔(10) مگر ان کے نزدیک شاعر اپنے خیال و وصال کی صحیح حقیقت پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے نزدیک خدا تصور اعلی اور جوہر اصلی ہے۔ اور وہ سب سے اعلی حقیقت ہے(11) بہر حال یہاں حقیقت سے مراد خالق حقیقی ہے اور ارسطو نے اس کی صحیح وضاحت کی ہے کہ فلسفی حقائق کی تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس عالم ہستی میں اور وہ عدم و نیستی تک بالآخر رسائی حاصل کر ہی لیتا ہے۔

اقبال کا حقیقت و مجاز کے لحاظ سے نہایت واضح فلسفہ ہے۔ وہ بھی مجاز میں حقیقت کو ہی تلاش کرتے ہیں اور اس کی تمنا کرتے ہیں بلکہ مجاز کو حقیقت تک رسائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

ے کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

ذہین شاہ تاجی نے اس میں بھی وحدت کا فلسفہ ضم کر دیا ہے اور کیا خوب کیا ہے۔

ے حقیقت اور مجاز ایک ہیں تو کیوں ظالم ترے بیان سے تیری نظر نہیں ملتی (12)

ایک اور مقام پر تو پوری غزل ہی مجاز کے قافیہ سے کہہ دی(13)

ے تلاشِ حق ہے باندازِ جستجوئے مجاز ہم آرزوئے حقیقت ہے آرزوئے مجاز

جمالِ حُسن حقیقی نظر میں ہو تو ذہینؔ فروغِ سینہ ہے لالہ روئے مجاز

مسئلہ خیر و شر:

انسان چونکہ فطرت پر پیدا ہوا ہے اور اس کا فطری عمل ہے کہ وہ آلام و مصائب سے نجات پانا چاہتا ہے اور اس کے بدلے ایک شادماں زندگی گذرانا چاہتا ہے۔

اسٹورٹ مل(Stuart Mill) نے ہماری زندگی کے اس پہلو پر بہت زور دیا ہے اور نفسیاتی لذتیت کے نظریے کو ہم سے روشناس کرایا ہے۔ کسی چیز کا حصول سرور پیدا کرتا ہے اور اس کا چھن جانا اذیت تو یہ دونوں مظاہر ہیں جن کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

دکھ اور خوشی ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔ جس کے بارے میں دو طرح کے نظریات ہیں۔

۱۔ قنوطیت (Pessimism) ۲۔ رجائیت (Optimism)

قنوطیت کے دعویدار دنیا کو بدترین جگہ تصور کرتے ہیں۔ جیسے مہاتما بدھ کہ جس نے زندگی کے دکھوں سے نجات کی یہ صورت نکالی تھی کہ ترکِ دنیا کرلیا جائے۔

عمر خیام۔ شیلے(Shelly)اور آرنلڈ جیسے شعراء نے اس فلسفہ کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے

شیلے کہتا ہے

"ہمارے سریلے مدھ بھرے گیت دراصل وہ ہی ہیں جو ہمارے فسردہ افکار کی یاد تازہ کرتے ہیں۔"

غالب کے بقول:۔

ے قیدِ حیات و بندِ غم، اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟

وہ مزید کہتا ہے

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزہ کیا

اور غالب ذہین کے پسندیدہ شاعر ہیں۔ فلسفہ ذہین شاہ تاجی کے کلام میں بھی ملتا ہے۔

بقول شاعر:۔

غمِ زندگی غمِ بندگی غمِ جاوداں غمِ دوجہاں

میری ہر نظر تیری منتظر تیری ہر نظر میرا امتحاں

ذہین کبھی کبھی قنوطیت کا شکار ہو جاتا ہے اگر چہ وہ رجائیت پسند فلاسفرز میں سے ہے۔

؎ کمال ہوس یہاں غم کو غم سمجھتا ہے کسی کو غم کی حقیقت کا راز دار نہ کر (14)

؎ تمہیں کہدو کہ لے کر سوزِ دل جائے کہاں کوئی نہ ہو اس انجمن میں جب کسی کا راز داں کوئی (15)

؎ بچا تا نا امیدی سے فریبِ جستجو کب تک نہ پاتا تھا نہ پایا نقش پائے رفتگاں کوئی

تمنائے سکوں سے باز آ دو دن کی دنیا میں ذہین اچھا بنا تا ہے قفس میں آشیاں کوئی

مگر ذہین کے ہاں قنوطیت اور رجائیت کے بالمقابل اصلاحیت کا فلسفہ خاص طور سے ملے گا۔ جو کہ امید و رجا کا نظریہ کہلاتا ہے اور اس سلسلے میں وہ رومی، سعدی و جامی کے طرز پر چلے ہیں چنانچہ اصلاحیت کے میدان میں ذہین شاہ تاجی نے نہ صرف شعر کہے بلکہ الگ سے دیوان مرتب کئے ہیں جو قطعات اور اخلاقیانہ شاعری پر مشتمل ہیں۔

تخیل/Imagination-(Subject Object Dichotomy)

ایک فلاسفر کے لئے اس کے تخیل کے پرواز کی مضبوطی اور بلندی نہایت ضروری ہے اور جس کا تخیل و تصور مضبوط ہو گا وہی اعلیٰ فلسفی کہلائے گا بشرطیکہ اس کا تخیل حقیقت سے قریب تر ہو۔

ذہین کہتا ہے

؎ خود کو نہ دیکھنا ہے تجھے دیکھنے کی شرط

جو درمیاں حجاب ہے حائل یہی تو ہے (16)

اور رومی کہتے ہیں

؎ تا نگردد رازہائے غیب فاش

تا نگردد منہدم نظمِ معاش

(17)

موضوعی تصوریت (Subjective Idealism)

تعریف: موضوعی یا نفسیاتی تصوریت۔ یہ عقیدہ کہ عالم کا علم میرے ذہن کی کیفیات تک محدود ہے۔

ذہین کے ہاں تصوریت بھی پائی جاتی ہے جس میں کہ تصور کا موضوع ضرور ہوتا ہے۔ یہ تصور برائے تصور نہیں ہوتا بلکہ مکمل تصویر ہوتی ہے۔

؎ غفلت نہ تھی تصورِ دیدارِ یار تھا نظارۂ جمال میں گم انتظار تھا (18)

تصور سے نظارہ:

کوئی گناہ ہوش سے بڑھ کر گناہ نہیں   جو مست ہو گیا وہ بڑا ہوشیار تھا

نسیجیت:۔Structuralism

"کشاف میں اس کے معنی فلسفہ کی شاخ کے طور پر اس طرح سے بیان کئے گئے ہیں۔ "ذہن کو (۱) جوہری عناصر کا بافت یافتہ یا (۲) متشکل مرقع کرنے سمجھا جانا۔(19)

یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں "بننا" چنانچہ اپنے منتشر خیالات کو یکجا کرنے اور تمام عناصر کو مجتمع و متشکل کرنا اور اس کو بیان کرنا نسیجیت کہلاتا ہے۔ ذہین ایک مکمل واقعہ اور مختلف واردات قلبی کو بیان کرتے ہیں مثلاً جن کی وجہ سے بیگانۂ زیست، ہونا اور اداؤں سے عاشق کا دیوانہ ہونا، مصدر (عشق) کہہ کر فاعل (عاشق) مراد لیا گیا ہے جس نے شعر کو مزید حسین بنادیا ہے اور عقل سے مراد عاقل لیا گیا ہے۔ حسب سابق مصدر فعل کہہ کر فاعل اور مزید یہ کہہ کر یہ دونوں جہان اور جہان والے اسی محبت کے پیش نظر وجود میں آئے مگر یہی لوگ محبت کو افسانہ بنادیتے ہیں۔ شعر ملاحظہ فرمائیں۔

مصلحت حسن کو بیگانہ بنادیتی ہے
یہ ادا عشق کو دیوانہ بنادیتی ہے
دو جہاں لفظِ محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
عقل اسبات کو افسانہ بنادیتی ہے   (20)

لاتعمیریت:Post Structuralism (Deconstruction)

ایک فلاسفر Jacqae Derida کا قول ہے

ارسطو نے قدرت و فطرت شاعری کی اصل اور اس کی اقسام پر بحث کی ہے۔ نیز ٹریجیڈی اور اس کے عوامل کو بھی اپنی کتاب بوطیقا میں زیر بحث لائے ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کہتے ہیں:

"نقل (Imitation) فن جمالیات کی ایک بنیادی اصطلاح ہے۔ ارسطو اس لفظ کا اطلاق شاعری پر کرتا ہے۔۔۔۔۔ ارسطو کے نزدیک انسان حواس کے ذریعے کسی شے کا ادراک کرتا ہے۔ ہر شے کے اندر ایک مثالی ہیئت موجود ہے۔ لیکن اس شے سے اس ہیئت کا ادھورا اور نامکمل اظہار ہوتا ہے۔" (21)

ادراک کا اظہار:۔

اور اسی ادراک کا اظہار حسن شاعری کے ذریعے ذہین کرتے ہیں مگر وہ اپنے الفاظ کو مکمل اظہار سے بعید بھی قرار دیتے ہیں کہ الفاظ میرے ادراک کا کماحقہ اظہار نہیں کر پا رہیں۔

ذہین شاہ تاجی اپنے ادراک کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے اظہار کے طور پر جو ذہن میں آتا ہے اس کو نذر قرطاس کر دیتے ہیں۔

طبع معنی پہ حقیقت میں گراں ہیں الفاظ
عین معنی ہیں کہ معنوں کے نشاں ہیں الفاظ
لفظ و معنی میں ہے نسبت سو تن وروح کی ہے
ورنہ معنی ہیں کہاں اور کہاں ہیں الفاظ
نہ عبارت، نہ اشارت نہ حکایت نہ صدا
بزمِ مفہوم تمنا میں فغاں ہیں الفاظ
یوں ہے اس عالمِ اجسام میں وہ جانِ جہاں
جیسے معنی میں نہاں اور عیاں ہیں الفاظ
لفظ، معنی ہیں یہاں، عین حقیقت ہے مجاز
دو جہاں میں جو عیاں ہے وہ حقیقت ہے ذہین
پھر حقیقت میں یہاں دونوں جہاں ہیں الفاظ

ایک اور مقام پر اس کا اظہار کچھ یوں فرماتے ہیں۔

نہ الفاظ پہنچے نہ معنیٰ وہاں تک
کہوں حسن کی حد کہاں سے کہاں تک

یہاں اپنے ادراک کو نقل کرنے میں ذہین شاہ تاجی بطور شاعر پوری کوشش کر رہے ہیں اور وہ عالم مثال کو حقیقت کے روپ میں لا رہے ہیں وہ حقیقت کا ادراک مکمل طور سے کر رہے ہیں مگر آخری شعر سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ ان کے لئے متعذر ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ الفاظ اور معانی ان کے خیال کو پیش کرنے میں ناکام ثابت ہو رہے ہیں۔ مگر اس سے ان کے خیال کی پختگی کا ادراک ہوتا ہے۔

مابعد الطبیاتی تصورات اور ذہین شاہ تاجیؒ:۔

ذہین شاہ تاجی ایک فطری و قدرتی شاعر تھے اور ایک ایسے مفکر تھے کہ جن کے فکر کا ایک بڑا حصہ نثری و شعری تخلیقات پر مشتمل تھا بلکہ ان کی شعری تخلیقات ان کے فکر کی مرہون منت ہیں۔ کسی بھی شاعر کی داخلی

کیفیات ہی اس کی فکر کا ایک نظام تخلیق کرتی ہیں اور اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مفکر یا شاعر کس قسم کے نظریات و افکار لئے ہوئے ہے۔

ذہین شاہ تاجی معاشرے کے اہم فرد تھے وہ معاشرے سے الگ ہو کر کوئی نظریہ یا فکر نہیں پیش کر سکتے تھے۔ ان کے ہاں موت اور حیات کا فلسفہ بھی موجود ہے اور وہ روحانی موت و حیات پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

امام جوزی فرماتے ہیں

قال الله تعالیٰ: اومن کان میتا فاحیینا O (22)

استشهاده بهذه الآية في هذا الباب ظاهر جدًا، فان المراد بها من كان ميت القلب بعدم روح العلم و الهدى و الايمان، فاحياه الرب تعالى بروح اخرى، غير الروح التي احيا بها بدنه، وهي روح معرفة و توحيده ـــــ الخ ①

ترجمہ: ۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "کیا وہ شخص جس کو ہم نے مردہ کیا پھر ہم اس کو زندہ کریں گے۔"

اس آیت کے ذکر کرنے کی وجہ ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ: جو شخص مردہ دل ہوتا ہے اس کے پاس علم' ہدایت اور ایمان کی روح نہیں ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو دوسری روح کے ذریعے زندگی عطا فرماتے ہیں۔ اس روح کے علاوہ جو اس کے بدن کے ساتھ پیدا کی ہوتی ہے۔ اور یہ روح اس کی معرفت اور توحید کی روح ہوتی ہے ـــــ

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

انك لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعا (23)

"بے شک آپ مردہ (دلوں) کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی بہروں کے لئے دعا سنوا سکتے ہیں"

اور ذہین شاہ تاجی نے اپنی کتاب" وہابیت اور اسلام" میں اپنے نظریات اور افکار بہت ہی واضح اور واشگاف الفاظ میں بیان کئے ہیں کہ یہاں سماع موتی سے کیا مراد ہے۔

مابعد الطبیعاتی تصورات کو مندرجہ ذیل موضوعات کی تقسیم سے سمجھا جا سکتا ہے۔

۱۔ کونیاتی تصورات

۲۔ تصور خدا

۳۔ مسئلہ وحدت

۴۔ مسئلہ زماں و مکاں

۵۔ مسئلہ جبر و قدر

۶۔ حیات بعد الموت

کونیاتی تصورات:۔

کائنات غیر محدود زمان و مکاں میں پھیلا ہوا اسباب و علل کا ایک ایسا پیچیدہ سلسلہ ہے جو کچھ طبیعی قوانین کا پابند اور انسانی ذہن میں اس لا متناہی سلسلہ کو سمجھنے کو بے پناہ لگن ہوا کرتی ہے۔ انسان اپنے اندر تمام اوصاف عالیہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ حقیقت کی یافت اس کا ایمان ہوتا ہے اور ایقان اس کی خودی کے استحکام کی ضمانت ہوتا ہے۔

بقول اقبال

۔ زندگی از لذت غیب و حضور سبت نقش ایں جہاں نزد و دور

اقبال کے نزدیک فطرت "حضور" ہے اور خودی کی پوشیدہ صلاحیتیں غیب ہیں۔ جو ظہور میں آکر حضور بن جاتی ہیں۔

۔ دلِ یزداں میں میں پوشیدہ تمنا کی طرح وہ مناظر کہ نگاہوں سے جہاں میں گذرے
۔ جنے جو سانس محبت میں لئے ہیں وہ ذہین سایۂ نکہت گلزار جناں میں گذرے (24)
۔ تری بقا سے مشرف ہوئے وہ دیوانے جو ہر تصورِ منع و عطا کو بھول گئے
۔ ہر رنگ میں ہے حسن، محبت ہی محبت جب شمع نظر آئے تو پروانہ سمجھنا
۔ چاند سورج نے نہ دیکھا کبھی عریاں جس کو ہم نے اس حسن ضیا پوش کو عُریاں دیکھا

تصورِ خدا:۔

خدا کا ایک ایسا وجود ہے کہ جہاں حقیقت و غینیت دونوں اس کے وجوب میں ضم ہو جاتے ہیں اور خودی کا کمال و ہنر بھی اسی امر میں ہے کہ دونوں میں کوئی دوئی باقی نہ رہ جائے۔ اور بالآخر وہ حقیقت و عین دونوں پر غالب آجائے۔ شعور کے اسی مرکزی نقطے سے عالم و حست آشکار ہو جاتی ورنہ یہ نفس عالم فطرت کی گونا گونیوں اور کثرت میں گم ہو کر رہ جائے۔

اقبال کے نزدیک خدا کا تصور خودی میں ہے

۔ خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

مزید کہتے ہیں

۔ از ہمہ کس کنارہ گیر صحبت آشنا طلب ہم ز خدا خودی طلب ہم ز خودی خدا طلب

رومی کہتے ہیں کہ خدا ہر چیز میں نظر آتا ہے

؎ گر تو اور امی نہ بینی در نظر فہم کن اما با ظہار اثر (25)

اگر تم حق تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے ہو تو حق تعالیٰ کی مصنوعات اور ان کی نشانیوں کو دیکھ کر جودِ باری تعالیٰ پر استدلال کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے

یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض (الآیۃ) (26)

اور وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں تفکر اور غور کیا کرتے ہیں۔

بابا ذہین شاہ تاجی کے ہاں خدا کا تصور کوئی ایسی ماورائی ذات نہیں کہ جس کی تلاش ناممکنات میں سے ہوں وہ ان فقیروں میں سے ہیں کہ جن کو ہر چیز میں وہی نظر آتا ہے۔

؎ ایک دل اور دل میں لاکھ صفات ہر صفت میں عیاں کرشمۂ ذات (27)

خدا کی صفت جمیل ہے اور جمیل کا جمال اور اس کا حسن ہر سو موجود ہے۔ بس دیکھنے کی نظر ہونی چاہیئے جس طرف نظر کی اس طرف تو ہی تو تھا۔

؎ کمال حسن کا ذوق خود آگہی بھی نہیں جہاں جمالِ نظر بازیاب ہے اپنا

ترا جمال یہی کہ نظر ہے اپنی جمیل ترا شباب یہی کہ شباب ہے اپنا (28)

؎ بیانِ حسن کو افسانہ و حسن نظر پایا تری جلوہ گری میں ہم نے خود کو جلوہ گر پایا (29)

ذہین کا نقطہ نظر ہے کہ ذات واجب الوجود اس عالم فطرت میں جس حد تک جاری و ساری ہے۔ تو اسی حد تک اس سے ماوراء بھی ہے اس کی ماورائیت اس کی موجودیت سے الگ نہیں مگر ممتاز ہے یہ ایک ایسا دقیق نکتہ ہے کہ وحدت الوجود کا انکار کرنے والے اس کو سمجھ نہیں پائے۔ ذات خداوندی کے کمالات اور اس کی صفات بالقوۃ لا محدود ہیں یعنی یہ اساسی طور پر مادی عالم سے جدا ہیں۔ یعنی جس طرح لامتناہیت (Infinity) کا تصور ریاضیات کے محدور اعداد کے ساتھ موجود ہوتا ہے مگر پھر بھی یک گونہ (Infinity) لا محدودیت کا تصور وہاں بھی ہوتا ہے۔

اور خدا کی ذات ہر شے میں موجود ہے۔ ہمارے مشاہدے کی دنیا سے علیحدہ نہیں ہے۔ مگر اس حقیقت مطلقہ سے بھی کسی قدر ماورائیت ہے کہ یہ ایک ایسا داخلی وجود ہے کہ جس کا علم ہم صرف وجدان سے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

؎ شامِ تیز سے ملتا ہے صحرا میں 'نشاں' اس کا

اور یہی ماورائیت کا تصور ایک مقصودیتِ حیات پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ پر جہاں ذہین ذات واجب الوجود کی موجودیت کا اقرار کرتے ہیں۔

۔ حقیقت ہے کہ امرِ اتفاقی بارہا دیکھا
جہاں وہ بت نظر آیا وہیں ہم نے خدا دیکھا
طلب کی کامیابی نے۔ نظر کی بے حجابی نے
وہی پایا ہوا پایا۔ وہی دیکھا ہوا دیکھا (30)

مگر کہیں کہیں پر وہ تعذر انسانیت کا اقرار کرتے ہوئے ماورائیت ذاتِ احدیت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔

نگاہِ سجدہ ریز آدابِ منزل بھول سکتی تھی
کسی کی رہگزر کا ذرہ ذرہ چشمِ بینا تھا
ذہین اک لفظ ذو معنی ہوں حیرت گاہ ہستی میں
مرا ہونا نہ ہونا ہے، نہ ہونا میرا ہونا تھا) (31)

۔ قیامت خیز منظر حسن و الفت کا تصادم تھا
مری آنکھوں میں آنسو تھے، ترے لب پر تبسم تھا

کہیں کہیں جب ماورائیتِ ذات واجب الوجود کی کیفیت عبدیت پر غالب آجاتی ہے تو اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہوئے ناز و ادا سے طلبِ بے حجابی بھی کرتا ہے ذہین بھی اسی کیفیت کا شکار ہوئے تو کہا

۔ مجھ سے روپوش ہے کہیں "جلوۂ نظارہ نقاب" کیا مری آنکھ کو آتا نہیں پردا ہونا
مر گیا سنتے ہیں فرقت میں تری آج ذہینؔ
ہو مبارک تیرے بیمار کو اچھا ہونا) (32)

مگر جب یہی کیفیت جو وصال اور قربت میں تبدیل ہوتی ہے تو خیالات قرطاس پر یوں منقوش ہوتے ہیں۔

۔ کہانی حسن کی راز حقیقت ہوتی جاتی ہے — مجھے بزمِ دو عالم تیری خلوت ہوتی جاتی ہے
غمِ دنیا ہی کیا دنیا سے فرصت ہوتی جاتی ہے — محبت میں محبت ہی محبت ہوتی جاتی ہے
قریب جلوہ گاہِ یار شاید ہو تا جاتا ہوں — کہ مجھ سے کائناتِ ہوش رخصت ہوتی جاتی ہے

محمد علی جوہر کہتے ہیں

۔ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے — یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اور اقبال کے نزدیک توحید خودی ہے

۔ خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

جبکہ ذہین کے نزدیک توحید صرف اور صرف محبت ہے اور چونکہ ذہین خود سراپا محبت ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں

۔ تکمیل محبت ہی توحید کا منشا ہے وامق کی نگاہوں میں دنیا ہے کہ عذرا ہے

وحدت کی حقیقت ہے یہ کثرت صورت بھی مقصود دو عالم سے، اک عشرت تنہا ہے

مستی کی حقیقت بھی ہستی ہے ذہین اپنی میخانہ گیتی میں جو کچھ بھی ہے اپنا ہے (33)

وحدیت:۔

وحدیت (یا عقیدہ وحدت الوجود) یہ دعویٰ کرتی ہے کہ کائنات کا "مواد حقیقی" محض ایک ہے۔ اس کے کئی ایک اجزاء ہیں۔

۱۔ مادی وحدیت Materialistic Monotheism

۲۔ تصوریتی وحدیت Idealistic Monotheism

تصوریتی وحدیت:۔

کا دعویٰ یہ ہے کہ عالم کا مبداء واحد کوئی نہ کوئی نفس، روح، خدا یا مطلق وجود ہے۔ قدیم فلسفیانہ نظام میں افلاطون نے وحدئیت کا ایک اعلیٰ ترین نظام (نظریہ اعیان) قائم کیا تھا۔

جدید فلسفیانہ نظام میں اسپنیوزا نے تصوریتی وحدیت کو بڑے مدلل انداز میں آگے بڑھایا ہے۔ مذہبیات کے میدان میں بھی وحدیت نے کئی صورتیں اختیار کر لی ہیں مثلاً

۱۔ الہ پرستی (Deism) ۲۔ ہمہ از اوست (Panentheism) ۳۔ الہیات (Theism) ۴۔ وحدت الوجود (Metaphysical Idealism)

اگرچہ یہ تمام نظریات خدا کی وحدانیت کی تبلیغ کرتے ہیں مگر بایں ہمہ ان میں آپس میں یک گونہ معنی اختلاف بھی ہے۔ یہاں اہم مقصود تھا۔ وحدت الوجود کا ذکر کہ جس کے موضوع پر گفتگو کرنے والے باباذہین شاہ تاجی کے سامنے دلائل و براہین گویا ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے تھے اور فصاحت و بلاغت تو آنجناب کے گھر کی لونڈی تھی۔ وحدت الوجود کا نظریہ دنیا کے معروف فلاسفرز کا محبوب نظریہ ہے۔

ڈاکٹر فلنٹ کہتا ہے کہ:۔

"جہاں کہیں بھی ہمیں آغاز اشیاء سے متعلق تفکرات ملتے ہیں وہاں ہمیں نظریہ وحدت الوجود کا بھی پتا چلتا ہے۔" (34)

اس نظریہ کو یونانی اور ہندوستانی نیز عربی فلاسفر نے فروغ دیا ہے۔

شیلے (Shelly) کارلائل (Carlyle) اور ایمرسن (Emerson) نے وحدت الوجود کے موقف کو بہت فروغ دیا۔ جرمن فلسفی (1801-87ء) نے ہیگل کی تعلیمات کی وحدت الوجودی وضاحت پیش کی ہے کہ یہ طبیعی کائنات سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ خدا کی باطنی حیات کا خارجی نقش ہے۔(35)

اور اسی طرح سے ذہین شاہ تاجی نے ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کی وضاحت کی ہے۔

جس طرح ابن رشد نے ارسطو کے نظریات کی تشریح کی اور اس کو جدیدیت بخشی اس طرح سے ذہین شاہ تاجی نے وحدت الوجود کے سلسلے میں ابن عربی کو سمجھا اور اس کے نظریات کی مکمل تشریح کی۔

امام غزالیؒ مسئلہ وجود پر بحث کرتے ہیں اور وجود کو تین عالموں میں تقسیم کرتے ہیں۔

ا۔ عالم ملک ۲۔ عالم ملکوت ۳۔ عالم جبروت

اقبال اور وحدت الوجود:۔

اقبال کا نقطۂ نظریہ ہے کہ ذات واجب الوجود اس عالم فطرت میں ایک حد تک جاری وساری ہے اور ایک حد تک اس سے ماوراء بھی اور اسی نظریہ کو وہ یوں بیان کرتا ہے۔

؎ وصال ما وصال اندر فراق است کشود ایں گرہ غیر از نظر نیست
گہر گم کردہ آغوشِ دریاست ولیکن آب کرہ آب گہر نیست

یعنی موتی اگرچہ آغوش بحر میں گم ہوتا ہے تاہم "آب بحر" اور" آب گہر" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ذہین اور وحدت الوجود:۔

ذہین نے عقیدہ وحدت الوجود کی جہاں تشریح کی ہے وہیں اس میں تجدیدیت بھی لائے ہیں۔

؎ حضور و غیب میں کچھ امتیاز ہو تو کہوں حقیقت اپنی نظر میں مجاز ہو تو کہوں
حدیث راز ہے میر افسانۂ الفت یہی فسانہ جو دانائے راز ہو تو کہوں
میں دیکھتا ہوں ہر اک شے خدا کی حمد میں ہے صنم کدے میں کوئی بے نماز ہو تو کہوں
ذہین کثرتِ وحدت ہے جلوۂ محمود مری نگاہ میں کوئی ایاز ہو تو کہوں (36)

لب ذکر رُخ و فکر گیسو، پابندِ غم ایام نہیں
وہ شام ہے جس کی صبح نہیں وہ صبح ہے جس کی شام نہیں۔

اس شعر سے فلسفہ زمان و مکان کا استخراج بھی ہوتا ہے۔ غرض کہ ذہین نے اس فلسفہ کو جہاں اپنی نثر کا

موضوع بنایا ہے وہیں شعری صورت میں بھی موتیوں کی مانند پرویا ہے۔

مسئلہ وحدت:۔

اس نظریۂ کے بانی اور علمبردار حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربیؒ ہیں اس کا بالواسطہ تعلق حسین ابن منصور حلاج سے ہے اور اسلامی تصوف میں نظریۂ اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں یہ نظریہ یوں بیان فرمایا ہے کہ وہ ایک ہی ہے، وہی اللہ ہے، ہر شے اسی کا مظہر ہے۔ وہ سب کچھ ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف کے مصداق تخلیق تو صرف خود کو ظاہر کر کے جاننے کی اللہ کی ایک خواہش ہے۔ سلوک کے آخری مقام فنا پر سالک کو معلوم ہوتا ہے کہ وہی ہے اور ذات وصفات الٰہی ایک ہیں۔

یہی نظریہ شیخ سعدی نے بھی پیش کیا

؎ برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

ہر پتہ جدا ہے، جو اللہ کے ایک وجود ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ وہ مزید اپنا خیال یوں پیش کرتے ہیں کہ

جب انسان اللہ کا تصور کرتا ہے تو وہ اپنا ہی تصور کرتا ہے اور جب اللہ انسان کا تصور کرتا ہے تو گویا وہ بھی اپنا ہی تصور کرتا ہے۔"

اس بات کو مشہور صوفی شاعر نے یوں بیان کیا ہے کہ

؎ فنا فی اللہ جب ہم ہو چکے تو اب ہمیں ہم میں کبھی بندے خود ہی اپنے کبھی اپنے خدا ٹھہرے

خواجہ میر دردؔ کا نظریہ وحدت الوجود کچھ یوں ہے

؎ جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

غالبؔ اس فلسفے کے بارے میں یوں گویا ہیں

؎ دل ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

اور ذہینؔ اس فلسفے کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

؎ ایک ایسی صورت جس میں سب صورتیں جمع ہیں ایک ایسا حسن جس میں سب حُسن جمع ہیں
ایک ایسی حقیقت جس میں سب حقائق جمع ہیں ایک ایسی شان جس میں سب شانیں جمع ہیں
ایک ایسی ذات جس میں سب صفات جمع ہیں ایک ایسا رنگ جس میں سب رنگ جمع ہیں

(37)

اور وہی ان کا مطلوب تھا اور وہ ہر صورت میں صرف اسی صورت کو دیکھتے تھے۔ چنانچہ

ے ایک صورت میں سب صورتوں کو دیکھے　　　ہر حسن میں اسی کے حسن کو دیکھے
ایک حسن میں ہر حُسن کو دیکھے　　　ہر رنگ میں اسی کے رنگ کو دیکھے
ایک رنگ میں ہر رنگ کو دیکھے

وہ خود کہتے ہیں کہ ان کی شاعری صرف اسی ایک ذات سے منسوب ہے وہ کہتے ہیں کہ اضافت کے لئے مضاف اور مضاف الیہ کچھ نہیں، اصل چیز اضافت ہے اصل چیز ترکیب ہے جب دو چیزیں مرکب ہو جاتی ہیں تو تمام اضافتیں جمع ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ وہ مزید فرماتے ہیں

ے ہم نے دیکھا سب اضافتیں ایک اضافت میں جمع ہیں
میں نے دیکھا سب نسبتیں ایک نسبت میں جمع ہیں
سب زمانے زمانِ واحد میں کس نے دیکھے؟ میں نے دیکھے
سارے مکان ایک مکان میں دیکھنے والا کون ہے؟ میں ہوں
ساری صورتیں ایک صورت میں دیکھنے والا میں ہوں
سارے روپ ایک روپ میں کس نے دیکھے میں نے دیکھے (38)

اور جب انہوں نے یہ سب ایک دیکھا تو اس دیکھنے میں جو لذتیں اور جو کیف جو سرور تھا اس کو جمع کر دیا اور یہ کیفیات جو ایک کیفیتِ قربت اور وصال میں جامع تھی۔ یہ ایک ذات خود یعنی ذہینؔ میں جمع ہو گئیں۔

ابن عربی کے نظریہ کے مہمیزیت عطا کرنے والے ذہینؔ نے اس نظریہ کو مزید وضاحت سے پیش کیا۔

حضرت شیخ الاکبر ولایت کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ جہاں دیگر اولیاء کی رسائی نہیں تھی۔ چنانچہ بعد کے لوگوں نے ان کے اقوال اور فلسفے کی اپنے اپنے عقل و رسائی کے مطابق تشریح کی۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

"جو توحید اس جماعت گرامی کی راہ میں آئی ہے دو قسم کی ہے۔ توحید شہودی اور توحید وجودی۔ توحید شہودی ایک دیکھنا ہے۔ یعنی یہ کہ سالک کا مشہود سوائے ایک کے کوئی نہ ہو اور توحید وجودی ایک کو موجود ماننا ہے اور اس کے غیر کو معدوم سمجھنا اور باوجود عدمیت کے اس حجابی و مظاہر کو ایک خیال کرنا۔ پس توحید وجودی "علم الیقین" سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم ہے۔"

اس تشریح کی وجہ و ضرورت یوں پیش آئی کہ اس وقت عوام کے ذہنوں سے اعاد و ملول کی غلط فہمی کو دور کرنا مقصود تھا چنانچہ نظریہ مشہود ہیں کیا اس نظریہ کو تصوف کے تمام سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ وغیرہ نے قبول کیا ہے۔

شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی کا وصال جمعہ کی شب کو بایں حالت ہوا کہ آپ " تفسیر کبیر " لکھ رہے تھے اور قلم " وعلمناہ من لدنا علما" پر تھا۔ آپ کا مکمل اسم گرامی۔ محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبد اللہ شیخ محی الدین ابو بکر طائی حاتمی اندلسی ہے اور آپ رمضان المبارک میں 860 ھجری میں اندلس میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مختلف علوم پر 200 کتب تحریر کیں اور مزار مبارک ملک شام میں ہے۔

بیشتر صوفیاء کرام آپ کے کلام کو الہامی کلامی مانتے ہیں چنانچہ خود مجدد الف ثانی گویا ہیں۔ "جو بات ان کی ہماری سمجھ میں آتی ہے اسے ہم لے لیتے ہیں اور جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی اُسے اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کی تکذیب نہیں کرتے۔"

بقول ابن خلدون:

"وجود اور مراتب وجود میں جو نسبت ہے اس کی تعیین و وضاحت کرتے ہوئے الفرغانی شارح قصیدہ ابن الفارض نے جو روش اختیار کی ہے اس سے مسئلہ میں اور بھی غموص پیدا ہو گیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے گرد و پیش پھیلی ہوئی تمام کائنات وحدانیت سے صادر ہوتی ہے جو احدیت کا مظہر ہے اور ان دونوں کا صدور کا سرچشمہ وہ ذات گرامی ہے جو عین وحدت ہے اس صدور اور ظہور کو ان کی اصطلاح میں تجلی سے تعبیر کرتے ہیں۔۔۔۔ الخ(39) "

ان کے نزدیک اس نظریہ میں تشدید اور یہاں تک پہنچا کہ ذات واجب الوجود میں تلاش کرنا اور مراتب وجود کی مختلف تعبیر میں کرنے سے ظاہر شریعت کا انکار بھی لازم آتا ہے۔

چنانچہ ہر ایک مفکر نے اس عقیدہ کو اپنے فلسفہ سے بیان کیا ہے۔

ذہین کیا خوب کہتا ہے

- مستی گاہ گاہ سے کام نہیں ذہین کو   مستِ حدا کو لذتِ شربِ مدام اور ہے (40)
- عالمِ جبر و جبر عالمِ عشق   عالمِ اختیار عالم ہے
- وحدتِ عشق و عشق وحدت سے   کثرتِ بے شمار عالم ہے (41)

یونان کا علمی ذخیرہ عربی میں منتقل ہونے کی وجہ سے باطینوں اور فلاسفرز نے مل کر فلسفہ کو تقدیس و عصمت کا جامہ پہنا دیا تھا اور وہ عقلیت و حق کا معیار بن گیا تھا۔ امام ابو الحسن اشعری کا دور فلسفہ عالمِ اسلام کے اعتبار سے دورِ طفولیت تھا اور پانچویں صدی میں اپنے شباب کو پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ علم الکلام کے اعتبار سے نئے شخصیت کی

ضرورت جو اللہ نے امام غزالیؒ کے ذریعے پوری فرمائی۔ امام صاحب نے فیصل التفرقہ بین الاسلام و الزندقہ میں اصول و عقائد اسلامیہ پر آنے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے اور ان کے استدلال اور طریق بحث نے دین کا نیا وقار اور اہل سنت کا نیا اعتبار قائم کر دیا۔

مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔

"مولانا روم اور حافظ ابن تیمیہ کے بعد فسلفہ نے نئی کروٹ لی۔ اب وہ تصوف اور اخلاق کی سرحدوں میں بھی گھس آیا اور سیاست و انتظام میں بھی دخل دینے لگا۔ اب اس کی تردید کے لئے تنہا الٰہیات کے مباحث اور علم الکلام کی کاوش کافی نہ تھی۔ اب فلسفہ کے ہمہ گیر اثرات کا مقابلہ وہ کر سکتا تھا جو یونانی الٰہیات کے ساتھ یونانیوں کے علم الاخلاق۔ مصر کی افلاطونیت جدیدہ اور اشراق ہندوستان کے لوگ اور قرون وسطیٰ کے سیاسی تخیلات پر بھی ناقدانہ نظر رکھتا ہے۔ روز فلسفہ و تصوف، علم الاخلاق اور علم السیاست اور اسلام کے معاشی اصول اور نظامِ حالیات پر بھی اس کا مطالعہ وسیع اور نظر عمیق ہے۔ چنانچہ اس موقع پر شاہ ولی اللہ کی شخصیت نمودار ہوئی ہے۔۔" (42)

جس طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس وقت فلاسفہ اور یونانی فلسفہ کی تردید کی اسی طرح ابن عربی نے بھی تصوف دنیا میں اپنے مقام اور فرض کی تکمیل کی اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت ذہین شاہ تاجی نے اس امر کی انتہائی ضرورت محسوس کی کہ ابن عربی کے فلسفے کو برصغیر کے عوام سے روشناس کرایا جائے اور اس کی حقیقت صحیح معنوں میں آشکارا کی جائے تاکہ عوام غلطی کا شکار نہ ہوں۔

مسئلہ زمان و مکاں:۔

مسائل فلسفہ میں سے اہم مسئلہ زمان و مکاں کا بھی ہے اور یہ بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے۔

حدیث قدسی ہے

لا تسبوا الدھر فانی انا الدھر .... (43)

" زمانے کو برا مت کہو کہ میں ہی زمانہ ہوں "

زمانہ یا وقت کو ہم کسی "چیز" سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ یہ نہ تو کوئی چیز ہے نہ ہی کوئی فعل ہے نہ کوئی شخصیت ہے اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی حادثہ ہے اور جو کچھ دنیا میں وقوع پذیر ہو رہا ہے وہ گویا وقت یا زمانہ کے اندر ہو رہا ہے۔ جب کہ وقت بذات خود کوئی واقعہ نہیں ہے۔ اس لئے ہم اسے نہ تو جوہر سے تعبیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی عرض سے وجود کی نوعیت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ جوہر سے متصف ہو کر وجود کی شکل اختیار کرتا ہے اور اگر یہ بات ذہن میں آ جائے وقت ازلی و ابدی ہے یا پھر کسی بعید ترین نامعلوم لمحہ میں خلق ہے تو اگر یہ مخلوق ہے تو اس سے پہلے بھی اس کی تخلیق سے پہلے کوئی نہ کوئی لمحہ زمان اپنا وجود رکھتا ہوگا اگر ایسا ہے تو نہایت ہی دلچسپ انکشاف ہوتا ہے۔

اور یہاں زمان اس مادی زمان سے الگ ہے جس کا ذکر قرآن میں ستۃ ایام کے نام سے آیا ہے۔ کہ اللہ نے آسمانوں کے نزدیک ماہیت ہستی میں نہ توزمان کوئی شے ہے اور نہ مکان۔

؎ نہ ہے زمان نہ مکان لا الہ الا اللہ — یہی تصور ذہین کے یہاں بھی ہے

چنانچہ ان کا نظریہ یہ ہے

چند لمحے جو ترے ساتھ گذارے ہم نے — نہ زماں میں کبھی گذرے نہ مکاں میں گذرے

قاضی قیصر الاسلام لکھتے ہیں

"زمان و مکان کے بارے میں اس سے قدرے مختلف مابعد الطبیعاتی تشریح سی۔ ایل مارگن اور ایس الکنرینڈر نے پیش کی ہے۔ ان فلاسفر کے نزدیک زمان و مکان، کائنات کی وہ بساط ہے جس سے وہ تمام اشیاء جنہیں ہم دیکھتے یا محسوس کرتے یا دیکھنے و محسوس کرنے کا قیاس کرتے ہیں ظہور کرتی ہیں۔" (44)

ذہین کے نزدیک کون و مکان سب اس وحدت پر ندا ہیں اور ایک ایسا مقام بھی ہوتا ہے کہ جب یہ سب بھول جاتا ہے اور اس کی تمام کثرتوں کا ادراک ایک وحدت پر ہوتا ہے۔

؎ وفورِ عشق میں سود و زیاں کو بھول گیا — میں تیری یاد میں دونوں جہاں کو بھول گیا
مریم سجدہ کری جلوہ گاہ تھی کہ کوئی — جبین کو بھول گیا۔ آستاں کو بھول گیا
مگر فریبِ تبسم میں آگیا ہے دل — کہ تیری بزم میں آہ و فغاں کو بھول گیا
نثار اُس پہ دل و جانِ انفس آفاق — ترے حضور جو کون و مکان کو بھول گیا (45)

معنٰی ازل کے مطلب ابد کا — صبح محبت، شام محبت (46)

؎ خانہ سازی ہی بنائے خانہ سوزی ہے ذہین — بجلیاں ہوتی ہیں پیدا آشیاں ہونے کے بعد (47)
میں کیا ہوں کہ دور ہو تم اور کہاں سے دور — دل سے مرے کہ سرحدِ کون و مکان سے دور

؎ ذروں کی انجمن ہو کہ تاروں کی جلوہ گاہ — تم ہو یہاں سے دور، نہ تم ہو وہاں سے دور (48)

ان کے یہاں وجود اور عدم ایک ہے ہستی و نیستی کا فرق کوئی نہیں۔

؎ یہاں سابق عدم، لاحق عدم ہے — یہاں بنیادِ ہستی ہے عدم پر (49)

ارسطو کے نزدیک " عالم قدیم Eternal ہے۔ جس کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ انجام عالم میں بحیثیت کل تغیر واقع نہیں ہوتا۔ صرف انفرادی اشیاء میں تغیر واقع ہوتا ہے۔ وہ پیدا اور فنا ہوتی رہتی ہیں۔" (50)

یہی نظریہ شیخ حسام سہروردی کا تھا۔ (51)

"ذہین یہی نظریہ کچھ یوں پیش کرتا ہے کہ فنا کچھ نہیں اگر فنا ہے بھی تو وہیں سے ابتدائے بقا ہے۔"

۔ یہ گردابِ فنا ہے ہم جسے ساحل سمجھتے ہیں — اگر ہم ڈوب جائیں تو ہمیں ساحل نظر آئے
نگاہِ شوق ہے آدابِ حسن یار سے واقف — نہیں تو ذرہ ذرہ حسن کا محمل نظر آئے
جبینِ اہل دل بیتابِ سجدہ کیوں نہ ہو جائے — ترے کوچے کا ہر ذرہ انہیں جب دل نظر آئے (52)

فلسفۂ غائیتِ عدم ذہین کے یہاں:۔

ذہین کے یہاں لفظی منطق کی اصطلاح عکس مستوی کثرت سے ملے گی اور فلسفہ یہ ہے کہ وہ مقامِ عبدیت کو غایتِ عدم قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک عین ہستی مقام الوہیت ہے مگر معبودیت کی موجودیت کے لئے اور ذاتِ واجب الوجود کے ظاہر ہونے کے لئے عبد کا ہونا ضروری ہے۔ معبود وہی کہلائے گا کہ جسے عبادت کرنے والے پوجنے والے کوئی ہوں ورنہ تو تخلیق خلائق وعلائق عبث ہے اور اسی فلسفے کو انہوں نے اس شعر میں بیان کیا ہے

میں غایتِ عدم ہوں اور تو ہے عینِ ہستی
جب میں نہیں تو کیونکر تجھ کو کہوں کہ تو ہے

یہ شعر بلاغت کے لحاظ سے اقرار بصورتِ نفی ہے کہ معبودیت کے لفظ کا تقاضا ہے کہ عبد اور معبود کا وجود لازم و ملزوم ہو۔ جب ان میں سے کسی ایک چیز کا وجود نہیں تو دوسری کا وجود بھی ناممکن ہے۔

منصور اور مجھ میں کچھ فرق ہے تو اتنا — وہ کہہ اٹھا کہ میں ہوں کہتا ہوں میں کہ تو ہے۔

فلسفۂ کون ومکان اور ذہین:۔

ذہین کے یہاں تمام صورتیں یکجا ہیں ان کے نزدیک کسی بھی چیز، وقت مقام کی کوئی غایت نہیں ہے بلکہ ان کا فلسفہ یہ ہے کہ مقصود کا تصور اگر ہر وقت ساتھ ہو تو مقامِ مقصودیت ہر جگہ مل سکتی ہے۔ وہ مے خانے میں شیشہ و پیمانے میں بھی مقصود کو تلاش کرتے ہیں۔ صنم خانے میں کعبہ ڈھونڈتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۔ صورت کوئی جز صورتِ جانانہ کہاں ہے — کعبہ ہے حقیقت میں، صنم خانہ کہاں ہے
یہ انجمنِ حسن ہے، مے خانہ کہاں ہے — جز دیدہ و دل، شیشہ و پیمانہ کہاں ہے
ہو خیر ذہین آپ کے دم اور قدم کی — ویرانہ ہے آباد تو ویرانہ کہاں ہے (53)

۔ میری ہر سانس میں آباد ہے دنیا کے فنا — حشر بردوش ہو میں، نشر در آغوش ہوں میں (54)

ذہین کا فلسفہ ہے کہ فنا ہی بقا ہے اور عدم زیست ہے

۔ مرے ذوقِ فنا کی کس طرح تکمیل ہو یارب! — اٹھا کر ڈال دے گرداب میں جب کوئی ساحل کو (55)

۔ جُز فنا چارۂ بیمار محبت معلوم — کہ مسیحا نفسی، عذرِ مسیحائی ہے (56)

۔ کعبہ ودَیر و بتکدہ، ہو کہ کنشت و صومعہ   جز درِ یار اے ذہین سر کہیں خم نہ کیجئے (57)

۔ اک طلسم فریبِ ہستی ہے   ورنہ کس کا ہے انتظار مجھے

۵۔ مسئلہ جبر و قدر:۔

کشاف الاصطلاحات میں ہے

"جبریت (جبر) (Determinism) جو ایک عمومی فلسفیانہ عقیدہ ہے کہ ہر وہ شے جو وقوع میں آئے اس سے وابستہ ایسی شرائط ہیں کہ اگر وہ پوری ہوں تو اس کے علاوہ کچھ وقوع نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہوا۔" (58)

فلسفہ کی تاریخ میں اس کی کئی ایک صورتیں ملتی ہیں۔ ایک تصور جو عام ہے اس کے مطابق کائنات میں ہر واقعہ قانون کے مطابق ہے اور جبریت، مقدریت سے کسی قدر ممیز ہے۔

مقدریت (قدر) (Virtue):۔

ایمان کے ارکان میں سے یہ ہے کہ انسان خیر اور شر کا تقدیر ہونا اور مقرر ہونا اللہ کی طرف سے سمجھے۔ مگر قرآن مجید میں صراحۃً یہ بھی مذکورہ ہے کہ مااصابکم من مصیبۃ فیما کسبت ایدیکم (الآیۃ) (59)

مزید فرمایا

وھدینٰہ النجدین (اور ہم نے انسان کو دو راستے (خیر و شر) کے بتا دیئے ہیں۔ الآیۃ (60)

اسی طرح دوسری آیت میں ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ الآیۃ (۲) (61)
جو رتی برابر نیک عمل کرے گا وہ اس کے جزاء پائے گا اور جو رتی بھر برے عمل کرے گا وہ اس کو بھی دیکھ لے گا۔ (بروزِ جزاء)

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ جب سب کچھ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے تو ہم نیک عمل کی کوشش کیوں کریں اور بُرے عمل سے بچنے کی تگ و دو کیوں کریں تو حضرت علیؓ نے فرمایا "تم اپنا ایک پاؤں اُٹھاؤ۔ اس نے اُٹھایا فرمایا اب دوسرا پاؤں اُٹھاؤ وہ اُٹھا نہیں سکا، تو فرمایا کہ یہی تقدیر ہے۔"

مقصود یہ ہے کہ جتنا بس میں ہو حتی الامکان نیک عمل کی کوشش کرے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ نماز پڑھنے کی نیک عمل کو توفیق نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ جتنا تمہارے بس میں ہے کرو فرمایا کیسے؟ تو فرمایا کہ تم وضو کرنے قبلہ رُخ ہو کہ جائے نماز پر کھڑے ہو جاؤ اگر اب بھی توفیق نہ ہو تو تقدیر الٰہی ہے۔ مگر اتنا تو کرو۔

اقبال کہتے ہیں

؎ تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا عجب نہیں کہ یہ چار سو بدل جائے

انسان کا انفرادی تحت شعور، سماجی ماحول یہ سب کے سب انسان کی تہذیب نفس میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ تاہم انسان کا اپنا ارادہ و عمل بھی خود انسان کے کردار کی تشکیل و تعمیر میں معین مدد گار بنا رہتا ہے۔

اسی لئے تو اشج بن عبد القیس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ وہبی ہے کسبی جب آپ ﷺ نے فرمایا

انك فيك خصلتين الحلم والاناة ○

تم میں دو خوبیاں ہیں بردباری اور وقار (62)

یہاں مقصودِ ذکر یہ کہ صلاحتیں وہبی بھی ہوتی ہیں کسبی بھی ہوتی ہیں۔

فلسفۂ جبر و قدر کو ذہین یوں بیان فرماتے ہیں

؎ ہر سو سفر قافلۂ حسن جوانی اک آن کی تقدیر میں یہ بعد زمانی (63)

یہاں فلسفہ زمان و مکان کو تقدیر کے اندر بیان کرتے ہوئے وہ فنا کی وضاحت کر رہے ہیں کہ بہر حال فنا ہے۔ مگر انسان کو وہ سب سے اعلیٰ درجہ دیتے ہوئے اس کے پیدائش کے اصل مقصد کا احساس دلاتے ہیں۔

؎ من و تو سے محبت ماوراء ہے نہ تم، تم ہو حقیقت میں نہ ہم، ہم (64)

انکے نزدیک بہر حال کچھ باتیں تقدیر کی بھی ہوتی ہیں

؎ وہ تصویر بن کر اتر آئیں دل میں یہ قسمت ہے کس کی، یہ تقدیر کس کی (65)

ان کا فلسفہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے تحت ہے ان کے نزدیک جو شخص دامن محمد ﷺ سے کلیۃً جڑ جائے وہی مفلح ہے اور خدا تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ انسان کی پہنچان یہ ہے کہ محمد کو پہچانے اور یہی راستہ اس کو اللہ کی طرف پہنچا دے گا۔

اجمال جمال میں آخری صفحات پر قطعہ ہے

اس فکر کی تقدیر میں خیرانی ہے
اس علم کی تعمیر بھی نادانی ہے

ہچان محمد، رسول اللہ (ﷺ) کو
اللہ کی ذات کس نے پہچانی ہے

ان کے نزدیک اطاعتِ رسول ﷺ ہی اطاعتِ خدا ہے۔ جو رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ لا محالہ اللہ ہی کی اطاعت کر رہا ہو گا۔ اور قل ان کنتم تحبون اللہ کے مصداق وہ اللہ کے محبت کا بھی حقدار ہو گا۔

وہ اس بات کے قائل ہیں کہ جو صلاحتیں اور حواس رب کی طرف سے ودیعت ہیں ان کو استعمال کر کے رب تک ہی پہنچیں۔

- وقفِ معراج رنگ و بو ہے باغ ۔۔۔ فرش پر ہم ہیں عرش پر ہے دماغ (66)
- یہ عالم، باطنِ عالم میں پیدا ۔۔۔ یہی ہے نقطۂ تقدیرِ عالم (67)

مگر ذہین کے نزدیک انسان کا تقدیر سے بھی ماوراء کام ہے وہ مسلسل شر نفس اور شیطان سے بر سرپیکار رہتا ہے۔ "فرشتہ سے خطاب" سے معنون نظم میں وہ نہایت خوبصورتی سے انسان کا برتر ہونا ظاہر کرتے ہیں اور ساتھ ہی وہ انسان کو ودیعت کردہ نفسانی خواہشات اور فطرت سے اس کو بر سرپیکار دیکھاتے ہیں۔ مثلاً

- تجھ میں لیکن شوخیِ فطرت نہیں ۔۔۔ جذبۂ نیرنگیِ خلقت نہیں
تو نہیں مخمورِ کیفِ معصیت ۔۔۔ یوں گناہوں پر تجھے قدرت نہیں
کچھ نہیں احساسِ اندوہ و ملال ۔۔۔ آشنائے راحت و کلفت نہیں
تو گناہوں پر اگر مائل نہیں ۔۔۔ تیرے پہلو میں یقیناً دل نہیں
جب دل مضطر نہیں رکھتا ہے تو ۔۔۔ تری قدسیت کا میں قائل نہیں (68)

مزید فرماتے ہیں کہ تو جلوۂ جسمانیت اور جذبۂ روحانیت کے ارتقاء کے ساتھ دنیا میں آجا تو میں دیکھوں کہ

- تیری قدسیت مجھے تسلیم ہے ۔۔۔ اخفا میرا اگر قائم رہا
مجھ سے کہنا صورتِ ہاروت گر ۔۔۔ تو اس پر چاہ بابل ہو نہ جائے
میرا ذمہ جذبۂ معصومیت ۔۔۔ معصیت سے گر مبدل ہو نہ جائے
تیری عصمت ہی نہ مٹ جائے اگر ۔۔۔ تیری قدسیت معطل ہو نہ جائے
جب کرے پرواز اطمینانِ روح ۔۔۔ پھر تجھے دیکھوں کہ بیکل ہو نہ جائے۔ (69)

خودی ان کے نزدیک باعث ارتقا ہے۔ وہ انسان کو مسلسل گردش میں دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا سے خود کا طلبگار دراصل ارتقاء کا طلبگار ہے۔

- کمالِ بقا جو صفت ہے خدا کی ۔۔۔ خودی کا طلب اس سے ہے ارتقا کی (70)

۶۔ حیات بعد الموت:۔

- فنا میں ہے پوشیدہ تکمیل انسان ۔۔۔ فنا میں بقا کے ہیں اسرار پنہاں
جو خود سے نہ گذرے خدا تک نہ پہنچے ۔۔۔ نہو جو فنا وہ بقا تک نہ پہنچے (71)

ذات وصفات کے عنوان سے ذہین شاہ تاجی نے ایک مثنوی لکھی ہے اور ان کا عقیدہ حیات بعد الموت اس سے عیاں ہے۔ وہ فنا کو ہی بقا کا ضامن سمجھتے ہیں۔

انسان میں انفرادی طور پر اپنی موت کے بعد باقی رہنے کی آرزو پوشیدہ ہے اور اپنے فنا پذیر گرد و نواح سے متعلق ہونے کے باوجود بھی اس کی خودی میں ایک لامتناہی و غیر فانی ہستی سے وابستہ رہنے کا جو ایک انتہائی جذبہ پایا جاتا ہے وہ اس انسان کو بھی لافانی اور ابدی بنا تا رہتا ہے۔

جہاں ایک طرف فطرت کی فعال قوتیں نباتی اور حیوانی انواع کے لفظ و بقا کے لئے سر گرم ہیں وہیں پر وہی فطرت نوع انسانی کے تحفظ کی خواہاں ہے اور اسی وجہ سے دیکھا جاتا ہے کہ انسانی روح اپنی خودی اور شعور کے باعث معراج جیسی بلندیوں اور رفعتوں پر پہنچ جاتی ہے۔

لہذا یہ جوہر انسانی جو کہ صفات ربانی کا ہی ایک جز ہے اور یہ جز اپنے کل کی صفت دائم سے جدا کسی اور تقدیر کا حامل نہیں ہو سکتا۔

روح انسانی اپنے صالح اعمال کی بلندی کے باعث ایک حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ اور اوج کمال کے اس منتہا پر پہنچ جاتی ہے کہ جہاں اس لطیفہ رُوحانی کو عالم امر کے عنوان سے مشرف کیا جاتا ہے۔

ذہین کے یہاں عالم امر میں خدا کا کوئی شریک نہیں مگر عالم خلق میں یہ انسان خدا کا سب سے قابل اعتماد شریک بن کر ابھرتا ہے وہ کہتا ہے کہ عالم امر بے اندازہ اور بے چگوں ہے۔ کائنات کا فعال عنصر خدا ہے۔ تو ہمارے پیکر کا فعال عنصر روح ہے۔ تمام عالم فطرت خدا کے تصرف میں ہے تو روح ہمارے مادی جسم کو متصرف بنائے رکھتی ہے۔

روح ایک ابدی نقطہ ہے انسانی وجود کا۔ ایک ایسا نقطہ ارتکاز جو خدا کی طرح ابدی ہے۔

بقول اقبال

؎ نظر اللہ پر رکھتا ہے مسلمان غیور　　　موت کیا شے ہے فقط عالم معنی کا سفر

ذہین فرماتے ہیں

؎ مقام اشھد ان لا الہ الا اللہ　　　حضورِ عشق میں کیا امتیازِ غیب و شہود　(72)

سو ذہین کے یہاں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ فنا ہی میں حیات و بقا کا راز مضمر ہے۔ بلکہ یہ ایک نئی زندگی کی نوید ہے۔ چنانچہ مرد آزاد موت سے خائف نہیں ہوتا بلکہ وہ موت کو اپنا شکار سمجھتا ہے اور یوں عالم آخرت میں انسانی روح ترقی کے مراحل طے کرتی رہتی ہے۔

موت دراصل ایک حیات نو میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ جو ہمیں ایک سکونی وقفہ کے طور پر نظر آتی

ہے۔ حالانکہ یہ واقعتاً سکوت نہیں بلکہ یہ تو ایک زندگی کا دوسری زندگی میں خاموشی کے ساتھ سرک جانا ہے۔ یہاں پر ذہین کے راستے ارسطو اور ابن رشد سے الگ ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ حیات بعد الموت کے فلسفہ کے قائل نہیں تھے۔ اس کے نزدیک روح انسانی جو صورت انسانی ہے۔ جسم کے ساتھ فنا ہو جاتی ہے۔ جب کہ ایسا فی الواقع نہیں ہے۔ ابن رشد صوفی کی ریاضت مجاہدہ کو بے سود قرار دیتا ہے۔ (73)

ذہین کے نظام تفکر میں سب سے نمایاں عنصر جو اہمیت کا حامل ہے وہ وحدت الوجود ہے۔ اسی وحدت کے نکتے سے وہ عشق کا دعویدار ہے اور عشق کا یہ پہلو ظاہر کرتے وقت اس کی تمام قوتیں مجتمع ہو جاتی ہیں اور یہ عشق اس کے نزدیک حیاتِ جاودانی کا مظہر ہے اور اس میں بقا کا راز مضمر ہے۔ عشق وہ نعمت عظمیٰ ہے جو زندگی کو محکم تر بناتا ہے اور حیات مابعد میں اعتماد بھی بحال کرتا ہے۔ عشق ذہین کی نظر میں ایک معرکۂ مسلسل و مستقل ہے جو اپنی جلالت و عظمت کی شان میں ہمہ وقت تماشۂ ذات کی ترسیل کا سبب بنا رہتا ہے۔

ان کے یہاں دل و نظر کی شرح اور زبانِ عشق کا ستر عشق ہی میں پوشیدہ ہے جو لفظ و بیان، صورت و صدا کی محتاج نہیں ہے۔

ذہین کے نزدیک عشق ہی سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

- عشق ہے جس مقام میں کوئی بھی دوسرا نہیں — میں بھی ترے سوا نہیں تو بھی مرے سوا نہیں
  قصد نہیں طلب نہیں، رہ نہیں رہنما نہیں — عشق ہے خود ہی مدعا عشق میں مدعا نہیں،
  نقش سجود ہر طرف، نام کو نقش پا ئیں — منزل عشق سر ہوئی ایک قدم چلا نہیں (74)
  آئے نظر خدا ہی خدا ہر طرف ذہین — میری طرح پئے کوئی جامِ طہور عشق (75)

ان کے نزدیک یہ عشق ہی ہے جو موت کے بعد بھی شخصیت کو قائم و دائم رکھتا ہے۔ موت کبھی زندگی کی نفی نہیں کرتی بلکہ یہ تو اس عمل مسلسل کا ایک مظہر دائم ہے۔ چنانچہ اسی باعث اس کا نشیمن ابدی حریم ذات سے پیوستہ و وابستہ ہے۔ ذہین نے یہاں حیات بعد الموت مشروط صورت حال ہے۔ ان کے یہاں عشق ہی تمام کائنات اور حیات کا حاصل ہے اس کے نزدیک آرزو مندی کی تمنا ازل سے ابد تک ایک ہی رہی صرف اور صرف تمنا۔

- متاعِ آرزو مندی ازل سے تا ابد کہا ہے؟ — تمنائے محال اول تمنائے محال آخر (76)

پر وہ عشق کو عقل کا زوال نہیں بلکہ کمال بتاتے ہیں اس سے بھی بڑھ کر مآل عقل بتاتے ہیں۔ پھر آگے ان کے درمیان اختلافات بتاتے ہوئے منطقی تطبیق بتاتے ہیں۔ (77)

- کمالِ عشق، صنم کو خدا بناتا ہے — کمالِ عقل بھی اجزائے سے کل بناتا ہے
  وہ عقل و عشق کہ کلّی نہیں تماشا ہے — جو عقل کہتی ہے وہ عشق کر دکھاتا ہے

اور دقیق سا فرق جو عقل و عشق میں ہے وہ بھی بتا دیتے ہیں۔

؎ عشق ہے پروردگار کیف و مستی اے ذہین　　عقل کیا، جز غم سودوزیاں پیدا (78)

فلسفۂ اخلاق اور ذہین:۔

ذہین تصوف کے فرد ہیں اور اخلاقیات ان کی تعلیمات کی اولین ترجیح ہے۔ عوام الناس، سالکین، تصوف، مریدین غرض سب کے لئے ان کے یہاں رشد و ہدایت کے موتی دستیاب ہیں۔

ان کے نزدیک ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں سے اور وہ جوش طلب کو آداب طلب پر غالب نہیں ہونے دیتے۔

؎ یوں جوش طلب پر ہیں آدابِ طلب غالب　　آگے نہیں بڑھتا ہے رہبر سے قدم میرا (79)

چنانچہ حب اللہ اور حب رسول ﷺ کو اولیت دیتے ہیں۔ ارکانِ اسلام اور ارکانِ ایمان کو ترجیح دیتے ہیں۔ حیات انسانی کو فلسفہ کو مقصد انسانی کا لبادہ پہناتے ہیں اور محمد ﷺ سے محبت کا تقاضا اور اس کے علمبردار ہونے کے ناطے اس کی سنتوں پر عمل کو سب سے اعلیٰ اور اولیٰ عمل قرار دیتے ہیں۔ حیات کہ انہوں نے معاشیات اور سیاسیات پر بھی لکھ کر حکمرانوں کو فاروقی اور صدیقی دور کی یاد دلائی۔

فلاسفر، اخلاقیات، کائنات، عمرانیات، سیاسیات، جمالیات، جدلیات، زمان و مکان وغیرہ پر خوبصورت گفتگو کرتا ہے۔

قاری کو سمجھانے اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے

ایک فلاسفر کو کسی چیز کا لالچ نہیں ہوتا نہ وہ کسی سے بغض رکھتا ہے اور نہ ہی وہ لاپرواہ ہوتا ہے۔

اس کو صرف ایک لگن ہوتی ہے کہ اس کا علم دوسروں کو منتقل ہو جائے۔ یعنی وہ بخیل نہیں ہوتا، سقراط، بقراط، افلاطون، ارسطو، ابن ارشد، ابن عربی، ابن سینا، فارابی، ابن الہثیم، رومی، جامی، ژاں پال، سارتر، برٹرینڈر سل وغیرہ کا یہی پیغام تھا اور صرف فطرت سے محبت ان کا پیغام تھا۔

ذہین کا پیغام بھی عین فطرت کے مطابق تھا اس کا پیغام محبتِ انسانیت تھا۔ محبتِ کائنات تھا کیونکہ اس کا فلسفہ تھا کہ کائنات رب کائنات کے اسم کن کا مظہر ہے اس اسم اور اس کے معبود سے محبت ذات واجب الوجود سے محبت ہے اور ذہین سراپا محبت تھے۔ عملی تصویر محبت ہی محبت تھے محبت کی قسم!!!!

اقدار کی تعین کا مطالعہ، اس کی فطرت کا تجسس و تفتیش، اس کا احاطہ اور مابعد الطبیعاتی تفحص Axiology کہلاتا ہے۔

یہاں پر قدر و قیمت میں انسانی دلچسپی کے وہ تمام عوامل داخل ہیں جو اس کے خواہشات، خوشی دلچسپی وغیرہ سے متعلق ہیں۔ انسانی سوچ کا مطالعہ اور اس کے عقل کی رسائی کے فوائد اس میں داخل ہیں۔ فطرت کا تجسس و تفتیش وہ تلاش و تفحص کہلاتا ہے۔ اور اس تلاش کی گہرائی میں جا کر اس کی حقیقت کا انکشاف کہلاتا ہے۔ یہ انکشاف مابعد الطبیعاتی اور ماورائی ہوتا ہے۔ اس کے لئے ایک فلسفی کس مظہر یا نکتے میں ایک ایسی حقیقت کا تجزیہ کرتے ہیں اور نتیجہ نکالتے ہیں جو کہ ایک فائنل نتیجہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

Ethics

The study of values in human behavior the study of moral problems which seek to discover how one ought to act, not how one does in fact act or how one thinks one should act.

انسانی رویوں کی روشنی میں اقدار کا مطالعہ۔ اخلاقی مسائل کا مطالعہ کہ جن سے یہ دریافت کیا جائے کہ کسی شخص کا کیا ردعمل ہو سکتا ہے۔ نہ کہ یہ کہ حقیقت میں کسی کا کیا عمل ہے یا کوئی کیا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

Ethics(اخلاقیات) ذہین کا خاص موضوع ہیں۔ جن پر انہوں نے جہاں نثری کام کیا وہیں پر شعر و شاعری میں آداب کے باب میں کافی کام کیا ہے۔ ان کی کتاب "جمالِ آیات" "رباعیات و قطعات" فارسی کلام اس کا مظہر ہیں۔ اخلاقیات میں ان کا موضوع حقوق العباد ہے۔ خود اپنی فیملی تک کو زیرِ موضوع بنایا ہے۔

عام مسلمانوں کے درد سے آگاہی:۔

ذہین ایک گوناگوں ہمہ صفت شخصیت تھے۔ انہوں نے لمعاتِ جمال میں جہاں تصوف کے اہم موضوعات کو شاعری کی نظر کیا وہیں انسان کی پیدائش اور اس کے مراحل زندگی میں درپیش مسائل وغیرہ کو بھی ذکر کیا ہے۔

عربی شعر ہے

؎ احب الصالحین و لست منهم لعل الله یرزقنی صلاحاً !!!

میں نیک بندوں سے محبت کرتا ہوں۔ حالانکہ میں ان میں سے نہیں ہوں شاید کہ اللہ مجھے بھی نیکی عطا فرمائے!

کشاف اصطلاحات کے مطابق:۔

نظریہ قدر۔ نظریہ جو اقدار کی حقیقت معیار اور ان کی مابعد الطبیعیات حیثیت کا تعین کرنا چاہے، فکر افلاطون میں اقدار کا منبع اعیان ثابتہ ہیں۔ اس کے چار اہم مسئلہ ہیں۔

ا۔ ماہیت قدر ۲۔ انواع اقدار ۳۔ معیار اقدار ۴۔ اقدار کی مابعد الطبیعیات حیثیت (80)

Axiological Ethics (قدرتی اخلاقیات) وہ اخلاقی نظریہ ہے کہ جس میں مرہونیت کا تصور قدر کے تابع ہو اور عمل کے درست قرار دیئے جانے کا دارومدار کسی چیز کے اچھائی یا برائی پر منحصر ہو۔

ذہین کے خیال میں جہاں زمانہ ایک طرف لمحہ بہ لمحہ مسلسل ایک تواتر کی کیفیت میں ہے۔ وہیں دوسری طرف یہی زمانہ اپنے طور پر ایک قسم کا رجحان حیات بھی ہے اور زندگی اس رجحان حیات و تواتر کو اپنے منشاو مقصود کی طرف بڑھتے ہوئے تسلسل سے ظاہر کرتی رہتی ہے۔ بظاہر اس تفاعل میں حیات کی اقدار مجرد شکل میں گمنامی میں پڑی ہوتی ہیں مگر جب یہ عمل کی صورت میں ڈھل کر اس گمنامی سے مسلسل تفاعل کی وجہ سے باہر آتی ہیں اور زمانے کو اس کی ان ہی اقدار کے پس منظر میں دیکھنے کا نام تاریخ ہے اور ذہین ماضی حال اور مستقبل تینوں کو انسانی کی زندگی کا اہم حصہ قرار دیتا ہے۔ اس کے یہاں جبر و قدر دونوں کا تصور ہے۔ انسان اس کے نزدیک سعادت مند۔ فرض شناس اور ذمہ دار ہے۔ اس جبر و قدر کے ماوراء ایک خفیہ طاقت ہے جو یہ نظام ہستی چلا رہی ہے وہ کہتا ہے۔

جو گرے ٹوٹ ٹوٹ کر تارہ	+	پھر نہ چمکے فلک پہ دوبارہ
حاصل گردشِ مدام ہے کیا؟	+	رات دن صبح شام ہموارہ
آسمانوں کی حرکت دَوری	+	دن کا جھولا ہے شب کا گہوارہ
ایک جبری نظام گردش میں	+	بات بے بس ہے دن ہے بیچارہ
شام کیا تیرگی کی بارش ہے	+	صبح کیا روشنی کا فوارہ
گردشِ چشم دوست کا تابع	+	چرخِ دوار ارض دوارہ

مگر انسان کو بہر حال سوار اشہب دوران مانتے ہوئے اس کی اہمیت بھی جتاتے ہیں۔

نہ دیکھا جائے گا کس طرح موسیٰ	+	ہمیں بھی ایک دن یہ دیکھنا ہے

اس کی نظر ایک روشن مستقبل پر بھی ہے۔ (ڈال دیں گے ہم کمندِ ارتقا افلاک پر + ہو نگی مہمیز سمند ارتقا افلاک پر۔

ذہین لکھتے ہیں

بزمِ احبابِ طریقت پر خدا کی رحمت	یہ خدا کے لئے ملتے ہیں خدا والے ہیں
عرش کے گرد انہیں جمع کیا جائے گا	بادۂ حُب الٰہی کے یہ متوالے ہیں (81)

یہ شعر بالکل حدیث کے بمصداق ہے۔ ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ

ان اللہ تعالیٰ یوم القیامة: این المتحابون بجلالی الیوم اظلھم فی ظلی یوم لا ظلَّ الا ظِلّی (رواہ مسلم)(82)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے میری عظمت و جلالت کے لئے باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا جس دن کہ میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔

1955 میں جب انہوں دیکھا کہ ہنوز قوم کی وہی صورتحال ہے بظاہر جسم تو آزاد ہیں مگر دل اب بھی غلام ہیں۔ لیڈرز یکے بعد دیگرے پے در پے ختم کئے جا رہے ہیں۔ یا ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ انتہائی پر ملال انداز میں یوں گویا ہوتے ہیں۔

ے ہم تجھ کو دیکھتے ہیں ہمیں تو ہلال دیکھ | اپنا عروج دیکھ ہمارا زوال دیکھ

تعمیر ملک و قوم کے جتنے اصول تھے | سب رفتہ رفتہ ہوگئے خواب و خیال دیکھ

عقلِ معاش، دشمنِ عقلِ معاد ہے | گم فکر جال میں ہوا فکرِ حلال دیکھ (83)

قوم کے لئے یکجہتی اور وحدت میں بھی ذہین کے یہاں پناہ تھی۔ وگرنہ وہ انسان جو صرف متقضائے نفس کو ہی پورا کرتا ہو وہ اس کو حیواں گردانتے تھے۔

ے کثرت کے انتشار کو مدتِ ہی عید ہے | افرادِ قوم کے لئے ملت ہی عید ہے

روزوں میں ہم سے ترکِ خور و نوش نے کہا | خود اپنی خواہشوں سے بغاوت ہی عید ہے

ے انسان کے لئے نہیں حیوان کے لئے | تکمیل مقتضائے طبیعت ہی عید ہے (84)

خود ذہین کا نوشتۂ حیات ہر روپ میں اس بات کا مظہر ہے کہ انہوں نے ہر حقدار کے حقوق برابر ادا کئے تھے۔ چاہے وہ بیٹے کی صورت ہوں یا رشتہ داری کی صورت حتیٰ کہ مخالفین تک سے نرم روئی کا رویہ اختیار کرتے تھے۔ تا آنکہ وہ خود اس بات کا اقرار کرتے تھے۔

انہوں نے ہر اہم شخصیت چاہے وہ کسی بھی مسلک سے متعلق ہو کی تاریخ وفات کہیں اور اس کو تاریخ کا حصہ بنایا جو کہ اس کے اخلاقیات کے فلسفہ ہی نہیں بلکہ عمل کا مظہر ہے۔ اس نے ہر ایک فلسفہ کو گویا اپنے عمل میں سمو دیا تھا۔ اپنے رشتہ داروں کے لئے نظمیں بھی لکھیں ان کو کاشتکار کا بھی احساس ہے کہ وہ دھرتی کے سینے سے کس مشکلات سے دانے اگاتا ہے اور ان کا اخلاق یہ ہے

ے ان میں کوئی نہیں ہے شہری + جس سے سیکھیں یہ بے مہری

پریم کے پتلے، گاؤں کا باسی + ان کی بستی پریم کی داسی

(85)

حتیٰ کہ وہ وقت اور حاکمِ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بھی منظوم نصیحت کرتے ہیں اور اخلاقیانہ درس دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

Aesthetics(جمالیات)

The study of value in the arts........ the study of the beauty , sublimity and principles of teste, harmony, order and pattern.

فن کی روشنی میں / یا فن کے تحت اقدار کا مطالعہ ۔۔۔ خوبصورتی، قدرت و فطرت، لذات کے اصولوں کا مطالعہ Aesthetics کہلاتا ہے۔

ذہین فنون لطیفہ کا مرقع تھے اور فنون لطیفہ کی تقریباً ہر صنف سے تعلق تھا۔ شاعری کے ذریعے اپنے مافی الضمیر اپنے خیالات و اپنے مشاہدات کو بیان کرتے تھے۔ وہ جو دیکھتے وہ سمجھتے اور جو سمجھ لیتے اور من کو بھاجاتا یا من مکدر ہو جاتا وہ بیان کرتے اور ان کے بیان کرنے کے لئے کچھ لوگ مصوری کا سہارا لیتے ہیں کچھ مجسمہ سازی کا کچھ دیگر فنون لطیفہ کا ذہین نے اپنے Catharsis کے لئے شاعری (Poetry) کو چنا۔

جمالیات کی تعریف کشاف میں کچھ یوں کی جاتی ہے۔

"فلسفہ کی وہ شاخ جو حسن و جمال سے سروکار رکھے، ان معیارات کو واضح کرے یا پرکھے جو حسن و قبح کی کسوٹی ہوں۔ فنون لطیفہ میں قدر کے مسائل کو موضوع بنائے۔ (86)

یہ اصطلاح باوم گارٹن نے 1750ء میں استعمال کی اور 1820ء میں ہیگل نے اس کو جدید معانی پہنائے۔ اب اس کے دائرے میں فن پارہ یا نمونہ

(حاشیہ تکلیف دہ جذبات و ہیجانات کی نقل پذیری یا تطہیر۔ جمالیاتی تجربہ کے ذریعہ جذبات و ہیجانات کی تطہیر۔ یہ اصطلاح ارسطو نے بوطیقا میں ترحم اور خوف کے جذبات کا خزینہ کے مشروط ماحول (ڈرامائی) میں خلاصی حاصل کرنے کے لئے کی

فن کا مطالعہ اور انسانی کاوشوں سے آزاد سمعی اور بصری صورتوں کے تعلق کا مطالعہ شامل ہے۔ چند مسائل جو جمالیاتی مباحث میں سامنے رہتے ہیں یہ ہیں۔

لفظ حسن یا جمال کے کیا معانی ہیں؟ جب کسی چیز، منظر یا فرد کو حسین کہا جاتا ہے۔ تو یہ دعویٰ کن امور کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔ کیا جمالیاتی حسن یا تجربہ کوئی واقعہ ہے؟ حسن، خیر، صواب و خطا جیسے الفاظ میں مابہ الامتیاز صفات یا کیفیات کیا ہیں؟

ذہین نے (Aesthetic Judgement) جمالیاتی تصدیق کی اور حسن و جمال یا احساسِ حسن کے دیئے ہوئے معطیات کی تصدیق کی۔

ایک شاعر کا فلسفہ ہے کہ دل سے حسن معلوم ہوتا ہے۔

ے دل گلستان تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار دل بیاباں ہو گیا عالم بیاباں ہو گیا

رومی کا بھی یہی فلسفہ تھا کہ آنکھوں کی بصارت اور قلب کی بصیرت میں فرق ہے۔ اگر قلب کی بصیرت صحیح ہے تو بصارت بھی صحیح دیکھتی ہے اور اگر قلب بیمار ہے تو آنکھ بھی غلط دیکھتی ہے۔

کمافی الحدیث

الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسدِ کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب۔ (87)

ترجمہ: خبردار! جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو تمام جسم ٹھیک ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو تمام جسم خراب ہوتا ہے۔ خبردار! وہ دل ہے۔

رومی لیلیٰ کی زبانی خلیفہ بغداد کو یہ حقیقت روشناس کروارہے ہیں

ے دیدۂ مجنون اگر بودے ترا ہر دو عالم بے خطر بودے تر (88)

(اگر مجنوں کی آنکھیں تجھے بھی حاصل ہو جائیں تو دونوں جہان سے تو بھی بے خیال ہو جاتا)

ذہین کا فلسفہ حسن و جمال تو ویسے بھی سب سے مظہر و آشکارا ہے۔

وہ نظر اور دل کا تعلق باہم قرار دیتے ہیں اور اسی میں حسن کو پنہاں دیکھتے ہیں۔

ے ہر نظر کیا آئینے کے دل سے پوچھا کیجئے اپنی صورت میری آنکھوں سے بھی دیکھا کیجئے
جو نگاہِ عشق کب محرم ہے کوئی حسن کا آپ خود اپنی نگاہوں سے بھی پردا کیجئے (89)

ان کا دل ہی ان کے لئے باغِ جنت ہے۔ جس میں وہ دن رات محو رہتے ہیں اور محو خیال خیالِ یار ہو جاتا ان کے لئے زیست کا حاصل ہے۔

ے حسن فطرت ہر جگہ سرمایۂ نظارہ ہے ذرہ ذرہ میری آنکھوں کے لئے گہوارہ ہے
کیوں فضائے قدس مجھ کو جذب کر لیتی نہیں ہر نفس باغِ جہاں میں نکہتِ آوارہ ہے (90)

ان کا نظریۂ حسن یہ ہے کہ حسن وہ ہے جو خود حسن کو بھی دیوانہ بنادے اور بصورتِ شمع ہر کسی کو پروانہ بنادے اور حسن کا تاثر ایسا ہو کہ انسان اپنے ہوش سے بالکل بے گانہ ہو جائے۔

وہ موصوف کو صاحب جمال ہی نہیں بلکہ سبب الجمال قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک پھولوں کی تازگی۔ تاروں کی روشنی، چاند کی چاندنی، خوشی غرض ہر ایک خوبی اسی ایک (موصوف) کے جمال نے عطا کی اور اس کے خیال نے تاروں کو روشنی عطا کی۔

اور وہ اس میں اس قدر محو ہیں کہ کچھ ہوش نہیں اور اتنے مست ہیں کہ ہوش میں آنا ہی نہیں چاہتے۔

ے ہر لحظہ گامزن ہوں حریم جمال میں کل کی طرح سفر سے گریزاں ہوں آج بھی
رکھا نہ بزمِ حسن سے باہر کہیں قدم نظارگیٔ حُسنِ خراماں ہوں آج بھی (91)

رومی کی طرح وہ بھی نورِ بصیرت کے قائل ہیں۔

ـ نورِ بصارت ہے عام نورِ بصیرت ہے خاص ظاہر صورت ہے عام باطن صورت ہے خاص (92)

حسن دراصل ذہین کا خاص موضوع ہے اور جمال اس کا غرض و غایت ہیں۔ حسن و جمال کے مرقع ذہین نے وحدت الوجود کا پرچار حسن و جمال کے ذریعے ہی کیا۔ حتیٰ کہ حقیقت وہ مجاز کو بیک وقت الگ اور باہم بھی اس حُسن جمال کے فارمولے کے تحت کیا اور ذہین خود بھی حُسن کا آئینہ تھے۔

حُسن ہی حُسن تھے حُسن و جمال کی قسم!!!

Epistemology(علمیات)

The study of knowledge in particular, the study of the nature, scope and limits of human knowledge.

خصوصی طور پر معلومات کا مطالعہ، فطرت کا مطالعہ انسانی معلومات کے معیار کی بلندی و حدود کا مطالعہ۔

ذہین کا اصل موضوع فطرت اور خالق فطرت ہے۔ اس کی شاعری میں جابجا اس کے مضامین بکھرے پڑے ہیں کہ ذہین کا فلسفہ خصوصی معلومات، فطرتی مطالعات کے متعلق واضح کرتی ہیں۔

ذہین نے انسانی ذہن کی بلندی اور ان کی حدود کے متعلق بھی فلسفہ بیان کیا ہے۔ گرچہ ذہین کہیں کہیں قنوطیت کا شکار ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ خالق ارض و السماء کو ارض و سماء ہی میں ڈھونڈتا ہے اور خالق الحب والنویٰ کی تلاش وہ حب اور نویٰ کے حاصل نتیجہ میں کرتا ہے۔ یعنی اشجار و النہار، بستان و شجرستان میں۔ وہ جمال کی ہر صورت میں جمیل کا متلاشی ہے۔ اس کا فلسفہ یہ ہے کہ یہ تمام جمال دراصل جمیل کے نورِ انعکاس(Reflection) کا نتیجہ ہیں اور یہ نور تمام ارض و سماء پر ایسا پھیلا ہوا ہے کہ اس نے تمام دنیا کو حسین بنا دیا ہے۔ یہ جتنی بھی صورتیں ہیں ان کی تمام خوبیاں اور جتنی بھی خوبیاں ہیں ان کے تمام حسن اور جتنے بھی حسن ہیں ان کے تمام محسوسات اور جتنے واردات اور ان وارداتوں کی تمام لذات سب صرف ایک ذات واحد واجب الوجود میں جمع ہیں اور ان کو صرف ایک اسم جامع ہے وہ ہے اسم جمیل!!!

ذہین کا فلسفہ تخلیق اور خلقیت انتہائی واضح ہے۔ وہ خالق کے اسم کن کو سبب قرار دیتا ہے اور خالق حقیقی مسبب الاسباب ہے۔ مگر دنیا سے صرف اس وجہ سے بے زاری نہیں کہ وہ خالق کی تخلیق ہے۔ اس کے نور کا مظہر ہے۔ اس کی محبت اور روشنی کا پرتو ہے۔ یہ کائنات اس کی محبت کی صرف ایک جھلک ہے۔

اس کے نزدیک فطرت پر غور کرنے کے لئے مابعد الطبیعات تک جانا ضروری ہے۔

ـ حسن صبح دوست ہے روح رواں صبح لیلائے شب ہے گردِ وہ کاروانِ صبح (93)

حوالہ جات

1	آکسفرڈ ڈکشنری، انگلش سے عربی، فرسٹ ایڈیشن 1980 آکسفورڈ یونیورسٹی
2	مولانا وحید الزماں کیرانوی، قاموس الجدید 1990، ص 713، ادارہ اسلامیات لاہور
3	ابو الفضل بلیاوی، مصباح اللغات 1950، ص 645 قدیمی کتب خانہ کراچی
4	ڈاکٹر پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی، اسلام اور فلسفہ ص 16، مکتبہ دانیال
5	ڈاکٹر قاضی عبد القادر، کشاف اصطلاحات فلسفہ 1994، ص 230-229، شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی
6	قاضی قیصر الاسلام، فلسفہ کے بنیادی مسائل 1988، ص 16-15، نیشنل بک فاؤنڈیشن
7	آس والڈ کلپے، فلسفہ کیا ہے، مترجم مرزا ہادی صاحب 2010، ص 13 سٹی بک پوائنٹ کراچی
8	آس والڈ کلپے، فلسفہ کیا ہے، مترجم مرزا ہادی صاحب 2010، ص 16 سٹی بک پوائنٹ کراچی
9	ڈاکٹر جمیل جالبی، ارسطو سے ایلیٹ تک، ص 94-95
10	ڈاکٹر جمیل جالبی، ارسطو سے ایلیٹ تک، طبع اول 1975ء، (طبع نہم: 2012) ص 94، طابع: بی آئی پرنٹرز، راولپنڈی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد۔
11	ڈاکٹر حمید اللہ ہاشمی، اسلام اور فلسفہ، ص 182، مکتبہ دانیال لاہور
12	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص 441، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی
13	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص 453، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی
14	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص 72، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی
15	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص 401، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی
16	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص 261، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی
17	مولانا حکیم محمد اختر صاحب، معارف مثنوی شرح مثنوی مولانا روم، ص 586 کتب خانہ مظہری
18	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص 323، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی
19	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص 318، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی
20	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص 279، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی
21	ڈاکٹر جمیل جالبی، ارسطو سے ایلیٹ تک، طبع اول 1975ء، (طبع نہم: 2012) ص 94، طابع: بی آئی پرنٹرز، راولپنڈی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
22	الانعام 122
23	قرآن مجید، سورہ نمل، آیت 80 پ 20
24	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال سیکنڈ ایڈیشن، ص 590، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی
25	مولانا حکیم محمد اختر صاحب، معارف مثنوی شرح مثنوی مولانا روم، ص 586 کتب خانہ مظہری

نمبر	حوالہ
26	قرآن مجید، سورہ آلِ عمران، آیت 191، پ4
27	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص450، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
28	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،455، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
29	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص454، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
30	ایضاً، ص324
31	ایضاً، ص342
32	ایضاً، ص352
33	ایضاً، ص505
34	Dr flint, anti ,theistic theories, p no 341
35	Wekipedia
36	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص399، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
37	ایضاً، ص7
38	ایضاً، ص8
39	مولانا محمد حنیف، افکار ابن خلدون، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، صفحہ:216
40	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص293، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
41	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص301، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
42	مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی، پاجا سراغِ زندگی،،، ۱۹۷۳ء، ص: 115 مجلس نشریاتِ اسلام، ناشر فضل ربی ندوی
43	مسلم بن حجاج مختصر صحیح مسلم نیکی اور سلوک کے مسائل باب: گالی دینے کی ممانعت میں۔ حدیث نمبر1813
44	قاضی قیصر الاسلام، فلسفہ کے بنیادی مسائل1988، ص206، نیشنل بک فاونڈیشن
45	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص351، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
46	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص361، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
47	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص363، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
48	ایضاص364
49	ایضاص365
50	ڈاکٹر حمید اللہ ہاشمی، اسلام اور فلسفہ، ص208، مکتبہ دانیال لاہور
51	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص426، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
52	ڈاکٹر قاضی عبد القادر، کشاف اصطلاحاتِ فلسفہ 1994، ص176، شعبہ تصنیف وتالیف کراچی یونیورسٹی
53	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص438، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی

54	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،476، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
55	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص478، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
56	ایضاً ص516
57	ایضاً ص555
58	ڈاکٹر قاضی عبد القادر، کشاف اصطلاحاتِ فلسفہ 1994، ص112، شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی
59	قرآن مجید، سورہ الشوریٰ42، آیت30، پ25
60	قرآن مجید، سورہ البلد، آیت10، پ30
61	قرآن مجید، سورہ الزلزلہ، آیت7، پ30
62	مشکوۃ، جلد4، حدیث نمبر983
63	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی1968، ص85، مکتبہ تاج کراچی
64	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی1968، ص84، مکتبہ تاج کراچی
65	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی1968، ص86، مکتبہ تاج کراچی
66	ایضاً ص206
67	ایضاً ص65
68	ایضاً ص175
69	ایضاً ص176
70	ایضاً ص14
71	ایضاً ص14
72	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،69، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
73	ڈاکٹر حمید اللہ ہاشمی، اسلام اور فلسفہ، ص208، مکتبہ دانیال لاہور
74	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،124، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
75	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،90، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
76	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،90، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
77	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی1968، ص40-38، مکتبہ تاج کراچی
78	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،327، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
79	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،242، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
80	ڈاکٹر قاضی عبد القادر، کشاف اصطلاحاتِ فلسفہ 1993، ص238، شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی
81	ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی1968، ص239، مکتبہ تاج کراچی

مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الحب فی اللہ	82
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968، ص 271-270، مکتبہ تاج کراچی	83
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968،272، مکتبہ تاج کراچی	84
ذہین شاہ تاجی، جمالستان مئی 1968،327، مکتبہ تاج کراچی	85
ڈاکٹر قاضی عبدالقادر، کشاف اصطلاحاتِ فلسفہ 1993، ص 115، شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی	86
مشکوۃ، جلد 3، حدیث نمبر 5	87
مولانا حکیم محمد اختر صاحب، معارف مثنوی شرح مثنوی مولانا روم، ص 268 کتب خانہ مظہری	88
ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،456، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی	89
ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،450، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی	90
ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،172، :ادارۂ تعلیم و ثقافت اسلامی، کراچی	91
ایضاً، ص 81	92
ایضاً، ص 67	93

باباصاحب بحیثیت صوفی

تصوف کی حقیقت و تحقیق:۔

تصوف کا لفظ گرچہ ابتدائے اسلام میں مستعمل نہیں تھا مگر اپنی تعریف کے اعتبار سے تصوف کو اسلام کی روح کہا جاسکتا ہے۔

لفظ تصوف کی لغوی تحقیق:۔

لفظ تصوف کے مختلف ماخذ و مصادر یا مادے مذکور ہیں مثلاً، صَفٌ، صفی، صوف، Sophi(یونانی) بمعنی عقل و دانش۔
لسان العرب میں علامہ ابن منظور، صوف کی مکمل تعریف کے بعد اہل صفہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

الصفة من البنيان شبه البهوالواسع الطويل السمك في حديث ذكر اهل الصفة، قال هم فقراء المهاجرين ومن لم يكن له منهم منزل سيكنة فكانوا ياؤون الى موضع مطلل في مسجد المدينه سيكفونه (1)

صفہ عمارت کی اس قسم میں سے ہے جو کہ وسیع و عریض صحن کا حامل ہو اور حدیث میں اہل صفہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔
کہتے ہیں وہ فقراء اور مہاجرین کی جماعت کہ جن کے رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوتا تھا وہ مدینہ میں ایک سایہ دار جگہ میں (پناہ حاصل کر لیتے) اور وہاں رہنے لگتے تھے۔

قاموس الوحید میں ہے کہ:۔

صاف الکبشُ صَوفاً، دنبے کے اوپر اون نکل آنا۔۔۔۔۔۔

تصوّف:۔ صوفی بننا، صوفیوں کی طرح رہنا، ان جیسے اخلاق اختیار کرنا، اور تصوف ایک سکونی طریقہ جس کا مدار زندگی کی سادگی، موٹا چال چلن، اخلاقی و روحانی بلندی پر ہوتا ہے۔
علو التصوف مخصوص اصولوں کا مجموعہ جن پر اہل تصوف یقین رکھتے ہیں اور وہ مخصوص آداب حیات جن کے وہ اپنی خلوت و جلوت میں حامل ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔ الصوفی: تصوف کی راہ چلنے والا۔۔۔۔۔۔ الصوفیہ: تصوف (2) صوفیوں کی جماعت (2)

قرآن مجید میں مختلف مواقع پر مختلف معانی میں مستعمل ہے۔ جیسے اصطفاء کے مادہ سے بمعنی چن لینا، اختیار کر لینا۔
قرآن مجید میں لفظ صوف یا تصوف کا ذکر اور ماخذ کے متعلق اقوال:
قرآن مجید میں اسی لفظ کا مادہ صوف کا ذکر بھی آیا ہے اور صوفی کے مادہ کے مختلف اقوال کے تحت بھی لفظ قرآن میں مذکور ہے۔

قول اول:۔

ابو نصر بن سراج الطوسی فرماتے ہیں کہ یہ صوف سے نکلا ہے اور امام حسن بصری کے وقت سے رائج اور مستعمل ہے۔ (3)

معجم القرآن میں اس لفظ کی تصریح کچھ اس طرح سے ہے

صوف: الصوف الغنم کا شعر للمعزو الوبر للابل جمعه اصواف و ورد مرة واحدة (4)

صوف: صوف کا لفظ بھیڑ کے لئے ہے جیسے شعر کا لفظ معز کے لئے اور وبر کا ابل کے لئے اس کی جمع اصواف آتی ہے اور قرآن میں یہ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔

"اصوافھا" ومن اصوافھا واوبارھا واشعارھا اثاثا ومتاعاً الیٰ حین (5)

قولِ ثانی: ۔

اگر اس کا ماخذ ومادہ صف مانا جائے تو۔

الصف :۔ السطر المستوی من کل شیء۔ یعنی ھر چیز کا سطر مستوی ۔۔ (6)

سو انسان کا سطر مستوی اس کا اللہ کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اس کے مختلف مادات مذکور ہیں۔

صفاً، صافات، الصافون، صواف، وصفوف

قرآن مجید میں یہ یوں مذکور ہے۔

وعرضوا علیٰ ربک صفًا الایۃ (7)

یہ لفظ قرآن میں 5 مرتبہ مذکور ہے۔

صافّات ۔3 مرتبہ مذکور ہے۔ سورۃ صافات ہی ہے

صافون۔ 1 مرتبہ مذکورہ ہے

صواف۔ ایک مرتبہ مذکورہ ہے

مصوفہ۔2 مرتبہ

صفصف۔ ایک مرتبہ (8)

اگر یہ قول مراد لیا جائے تو صوفی لفظ کی تصریح ہو سکتی ہے کہ وہ سیدھے اور ثابت قول کے حامل فرد کا نام ہے۔ سطر الصف کی طرح۔

قول ثالث:۔

اگر صوفی کو صفی یصفی۔اہل صفا سے مشتق مانا جائے تو قرآن میں یہ مختلف صیغے سے۔17 مرتبہ وارد ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

الصفا، صفوان، اصفاکم، اصطفی، اصطفی، اصطفات، اصطفان، اصطفیتك، اصطفیا، اصطفینا ہ،

مصطفی، المصطفین، مصفی (9)

من عسل مصفی۔ (10)

قول رابع:۔

اگر صوفی کو اہل الصفہ سے مراد لیا جائے تو بھی قرائن و شواہد سے قریب تر اس طرح سے ہے کہ اہل صفہ ایک ایسی جماعت تھی جو دوسروں کی نسبت الگ تھلگ صرف دین کی خدمت میں رہتی تھی اور یہ نادار و فقراء مہاجرین کی جماعت تھی۔

اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں ہے

"اہل صفہ محتاجوں کی ایک جماعت تھی جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں مسجد نبوی میں رہا کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ چار سو کے قریب تھے۔ لڑائی کے وقت لڑنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ حضرت عمر کے دور میں جب اسلام کا بول بالا ہوا اور دولت بھی زیادہ ہوئی تو حضرت عمرؓ نے انہیں حکم دیا کہ اب وہ خود کما کر روٹی کھایا کریں۔ جس کا جہاں جی چاہے چلا جائے(11)

صفہ: وسیع صحن کا نام ہے اور اس سایہ دار جگہ مسجد نبوی کے اندر جس میں فقراء مہاجرین پناہ لیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کی کفالت فرماتے تھے۔ یہ اصحاب الصفہ کہلاتے تھے۔

قول خامس:۔

قرین قیاس ہے کہ یہ یونانی فلسفہ)Sophi فلاسفی کا نصف) سے ماخوذ ہو کیونکہ ان لوگوں کے افکار و ہیئت و حلیہ بھی مروجہ فقراء و صوفیاء سے قریب تر تھے نیز قبل اسلام سے یہ لفظ یونان میں رائج ہے۔اسلامی فلسفہ کے رائج ہونے کے بعد اور اہل صفہ کی خصوصیات سے لفظاً و معناً مشابہ ہونے کی وجہ سے نیز چونکہ فقراء صوف کا خرقہ پہننا پسند کرتے تھے۔ یہ لفظ رائج ہو گیا نیز صوفیاء اہل الصفا و التقا بھی ہیں تو گویا کہ یہ تمام اقوال کی تطبیق باہم ہو گئی۔

سو حاصل بحث یہ ہے کہ تصوف کا ماخذ مذکورہ بالا الفاظ سے ہو سکتا ہے۔

اولیاء کرام کے نزدیک تصوف کی تعریفات:۔

حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ کی کتاب کشف المحجوب میں مختلف اولیاء کرام کی تصوف کے لحاظ سے

تعریفات مذکور ہیں۔ وہ خود بیان کرتے ہیں:۔

الصفاء ولایة ولها آیة و روایة والتصوف حکایة الصفا بلا شکایة۔ (12)

"صفاولایت کی منزل ہے۔ اس کی نشانیاں ہیں اور تصوف صفا کی ایسی حکایت و تعبیر ہے جس میں شکوہ و شکایت نہ ہو۔

نوٹ:۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ داتا گنج بخش کے نزدیک تصوف کا مادہ صفا ہے۔

صوفی کی سابقہ تعریفات بیان کرنے کے بعد وہ اولیاء کرام کے نزدیک تصوف اور صوفی کی تعریفات بیان کرتے ہیں۔(13)

۱۔ ذوالنون مصری فرماتے ہیں۔

الصوفی اذا نطق بان نطقه، عن الحقائق وان سکت نطقت عنه الجوارح بقطع العلائق۔

صوفی جب بات کرتا ہے تو اس کی گفتگو حقائق سے علیحدہ ہوتی ہے اور اگر خاموش ہوتا ہے تو قطع علائق سے اس کے جوارح بات کرتے ہیں۔

۲۔ ابوالحسن نوریؒ تصوف کی تعریف میں فرماتے ہیں

التصوف ترك كل حظ للنفس

تصوف حظِ نفس کا چھوڑنا ہے۔ یعنی غیر شرعی حظوظ نفسانی کا ترک کرنا ہے۔(جو نفس کی شہوانی خواہشات پوری کریں)

ابو علی قزوینی تصوف کو پسندیدہ اخلاق قرار دیتے ہیں:۔

التصوف هو الاخلاق الرضية

تصوف پسندیدہ اخلاق کا نام ہے

ابو محمد الجریری نے کہا ہے کہ

التصوف الدخول فی کل خلق سنی و الخروج من کل خلق دنی

تصوف ہر نیک مصلحت سے مزین ہونا ہے اور تمام بری عادتوں سے قلب کا تخلیہ کرنا ہے۔

محمد بن القصاب کے نزدیک:

"التصوف اخلاق کریمة ظهرت فی زمان کریم من رجل کریم مع قوم کریم"

یعنی تصوف اخلاق کریمہ ہیں جو بہتر زمانہ میں بہتر شخص سے بہتر قوم کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔

کتانی نے فرمایا کہ

التصوف خلق فمن زاد علیك فی الخلق فقد زاد علیك فی الصفا

یعنی تصوف خلق ہی کا تو نام ہے جو شخص تجھ سے اخلاقِ حسنہ میں بڑھ گیا وہ تجھ سے صفائی قلب میں بھی بڑھ گیا۔
سو حاصل کلام کہ تصوف دراصل اخلاقِ عالیہ کا نام ہے اور وہ اخلاق کہ جو بعثت نبوی ﷺ کا مقصود و اہم اساس ہے
وعن جابر أن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال : ﴿إن اللہ بعثنی لتمام مکارم الأخلاق وکمال محاسن الأفعال﴾. (14)

کہ میں اخلاقیات کی تکمیل و تتمیم بیان فرمائی گئی اور قرآن میں نبی ﷺ کا کام بتایا گیا کہ
یزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ (15)
رسول کا کام تزکیہ، تعلیم کتاب و حکمت ہے اور تزکیۂ نفس و اخلاق کو فلاح دارین بتلایا گیا کہ
قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا (16)
سو تصوف اخلاق کا دوسرا نام ہے۔

حدیث کی رو سے لفظ تصوف:۔

خاص طور پر لفظ تصوف تو احادیث میں مستعمل نہیں البتہ اس کا مادہ اگر صفاء و صفو سے مراد لیا جائے تو تب کہا جاسکتا ہے کہ تصوف کے لفظ کا مادہ حدیث میں مستعمل ہے۔
چنانچہ ابو جحیفہؓ سے مروی ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔

ذھب صفو الدنیا وبقی الکدر۔۔۔۔(الحدیث)
دنیا کی صفائی جاتی رہی اور کدورت (گدلاہٹ) باقی رہ گئی۔
ذھب صفو امتی۔ (الحدیث)

چنانچہ یہ لفظ صوفیاء کے گروہ پر غالب آگیا۔ چنانچہ ایک آدمی کے لئے کیا جاتا ہے۔ "رجل" "صوفی" اور جماعت کے لئے "صوفیہ" اور جو شخص اس جماعت کے ساتھ خود کو متصل رکھنا چاہتا ہے۔ اس کو "متصوف" کہتے ہیں اور جماعت کے لئے متصوفہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

لفظ تصوف کا ماخذ:۔

یہ لفظ غالباً فارسی یا یونانی معرب ہے کیونکہ عربی زبان کی رو سے اس نام کے اصل کی شہادت نہ تو قیاساً معلوم ہوتی ہے نہ اشتقاقاً۔
ایک قول کے مطابق

یہ لفظ صوف سے اور تصوف سے نکلا ہے کیونکہ عربی میں جب کوئی صوف کا لباس پہنے تو اس کے لئے تصوف کا لفظ بولتے ہیں۔ چنانچہ قمیض کے پہنے کے لئے مصدر تقمص لایا جاتا۔ مگر ہم عموماً و اختصاصاً صوف کے لباس کو صوفیاء کے ساتھ مخصوص نہیں کر سکتے کیونکہ مختلف ادوار، ثقافات و اقدام کے ساتھ لباس اور کپڑا مخصوص ہوتا ہے۔ مگر بالعموم صوف کا کپڑا صوفیاء کا لباس سمجھا جاتا تھا۔

ایک قول کے مطابق:۔ یہ لفظ صُفَّہ سے مشتق ہے۔ مگر چونکہ صُفَّہ کا اسم نسبت صفی سے آتا ہے۔ چنانچہ یہ قول اس قدر قریب تر معلوم نہیں ہوتا۔

کچھ علماء کے نزدیک یہ صفاء سے مشتق ہے۔

تینوں اقوال معانی کے اعتبار سے بہتر اور درست معلوم ہوتے ہیں۔

مگر صفہ سے مشتق ہونا مختلف قرآئن سے اقرب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اہل صفہ نے اپنے آپ کو الگ اور دین کے لئے مختص کر دیا تھا اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اہل صفہ میں سے اگر کوئی گھر بار بسا لیتا تھا تو وہ اہل صفہ میں سے شمار نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ اہل صفہ میں سے ہونے کے لئے ضروری ہوتا تھا کہ وہ مکمل طور سے صفہ کے ساتھ منسلک رہے اور خود کو تعلیم و تعلم کے لئے وقف کر دے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اور ما قبل میں ہم نے یونانی لفظ Sophy کی تحقیق بیان کی اور ان تمام اقوال کی تطبیق بھی بیان کی۔

تصوف کی اصطلاحی تعریف:۔

تصوف دوسرے علوم کی طرح ایک الگ علم یا صنف نہیں ہے بلکہ کچھ لوگوں کے خیالات کا نام ہے جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کے دعویدار ہوں۔ جن کی زندگیاں مکمل طور پر اللہ کے رسول ﷺ کے نقش قدم پر رواں دواں ہوں۔

شیخ ابو نصر بن سراج طوسی فرماتے ہیں۔

کسی نے مجھے درخواست کی کہ میں علم تصوف اور مذہب صوفیہ کی وضاحت کر دوں۔ سو ابو نصر ان کی وضاحت اور تائید کرنے کے ساتھ ساتھ فرماتے ہیں کہ ان کے صوفیائے) اصول وہ ہیں کہ جن کی تائید و شہادت کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اقتداء اور صحابہ اور تابعین کے اخلاق کو اپنانے اور صالحین کے آداب اختیار کرنے سے ہوتی ہے۔ اور اس کی دلیل قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ سے پیش کروں تاکہ حق حق ثابت ہو اور باطل باطل۔(17)

شاہ ولی اللہ سے تصوف کی ابتداء اور انتہاء پوچھی گئی تو جواب دیا:

اس کی ابتداء "انما الاعمال بالنیات " ہے اور اس کی انتہاءھے "ان تعبد اللہ کانہ تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ (18)

اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں صوفی کی تعریف کچھ یوں کی جاتی ہے۔

صوفی:۔ پشمینہ پوش، کیونکہ صوف پشم کو کہتے ہیں۔

اور فقراء کی اصطلاح میں صوفی اس کو کہتے ہیں۔ جو اپنے دل کو محفوظ اور اپنے خاطر کو غیر اللہ کے خیال سے پاک رکھے۔ (از کشف و لطائف)۔۔۔

متصوف وہ ہے جو درجہ کمال کی تلاش کی کوشش کرے اور مستصوف وہ ہے جو اپنے آپ کو صوفیوں کے مشابہ بنائے۔۔۔۔۔

جنید بغدادی فرماتے ہیں:۔ صوفیہ وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ اس حیثیت سے قائم ہیں جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بعض کہتے ہیں کہ تصوف کا پہلا درجہ علم ہے درمیان درجہ عمل اور آخری درجہ عنایت الٰہی ہی ہے۔ جنید نے فرمایا ہے کہ تصوف سے مراد ترک اختیار ہے۔ شبلی فرماتے ہیں اس سے مراد حواس کی حفاظت اور سانس کا لحاظ ہے۔ اسی طرح پر تصوف کی تعریف لکھی ہے۔

التخلق باخلاق الالھیة (19)

اسی طرح تصوف کے ماخذ کو صفاسے ثابت کیا گیا ہے سو دلیل میں حدیث سابقہ بیان کی ہے۔

پروفیسر محمد عیسیٰ حکیم الامت تھانوی کے ارشادات لکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تصوف کوئی نئی چیز نہیں بلکہ نماز اور روزے کو صحیح معنوں میں ادا کرنے کا نام تصوف ہے۔

وھکذا فی جمیع الامور الدنیویہ والاخرویہ۔ (20)

رسالۂ قشیریہ میں ہے

تصوف عین کتاب و سنت کے مطابق ہے کما صرح بہ شیخ الطائفہ جنید۔

تصوف کے ماخذ:۔

قرآن مجید میں ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیة (21)

اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تم سے محبت کریں گے۔

سو تصوف کے بنیادی ماخذ قرآن و سنت ہیں۔

قرآن مجید کی تمام تعلیمات اور احکامات کا نچوڑ (خلاصہ) تصوف کہلاتی ہے۔ جبکہ حدیث جو قرآن کی تفسیر ہے۔ وہ تمام کا تمام تصوف ہے۔ جیسے مذکورہ آیات کا ہی مضمون حدیث میں مذکورہ ہے۔

ترکت فیکم الامرین لن تضلو ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ رسولہ۔ (22)

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہاہوں تم جب تک ان کو پکڑے رکھو ہرگز گمراہ نہ ہوگے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

علیکم بسنتی و سنۃ خلفاء الراشدین المھدیین (23)

ترجمہ: تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں ان کی سنت پر عمل کرنا۔

اور یہی مضمون ہمیں

اطیعو اللہ واطیعو الرسول اولی الامر منکم (24)

ترجمہ: تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اپنے امیر کی اطاعت کرو۔

میں ملتاہے اور اطیعو الرسول کا لفظ 15 مرتبہ قرآن میں مکرر ہے۔ (25)

اسی طرح قرآن مجید میں ہے

وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون (26)

میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اور حدیث میں عبادت کی تشکیل و تصویر کچھ یوں کی گئی ہے کہ

ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك۔ (27)

کہ تم اللہ کی عبادت یوں کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو وہ تمھیں تو دیکھ ہی رہا ہے۔

اس مرتبہ احسان کے متعلق شاہ ولی اللہ احمد دھلوی فرماتے ہیں

ھذا الحدیث من اھم ما یقضیہ التصوف (28)

اور جب شیخ الحدیث مولانا ذکریا رحمہ اللہ سے تصوف کے ابتداء و انتہاء کے متعلق سوال کیا گیا کما معنٰی تو ابتداء۔ انما الاعمال بالنیات بتائی۔ اور انتہا۔ ان تعبد اللہ ---- الخ فرمائی۔

سو تصوف کا مطمع و مرجع قرآن و حدیث ہی ہے۔ مگر قرآن و حدیث سے ہی ثابت ہو تا کہ شیخ کا تصور نہایت اہم ہے۔

تصورِ شیخ / مرشد اور تصوف:۔

قرآن مجید میں ہے جیسا کہ سابقہ آیت میں گذر چکا ہے۔

اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم (29)

اسی مضمون کو ذہین یوں بیان کرتے ہیں

یوں جوش طلب پر ہیں آداب طلب غالب　　　　آگے نہیں بڑھتا ہے رہبر سے قدم

یہاں اولی الامر کو رسول اللہ ﷺ کے بعد ذکر کیا اور والی الامر کا اطلاق بالعموم سب ہی امیروں پر ہوتا ہے جس کو چند لوگ اپنی رہنمائی کے لئے چن لیں۔

امیر فی اللغۃ:۔

امیر حکم دینے والا، والی قوم، شریف آدمی اس کلمہ کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو شریف الاصل ہو۔ اگر چہ صاحب امر نہ ہو۔ (30)

سو امیر کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو کہ حکم دے یا لوگوں کو لیکر چلے یا ان کو مشورہ دے اور امیر اگر عالم ہو تو نورٌ علی نور ہے۔ کیوں کہ حدیث میں ہے کہ

وان العلماء ورثۃ الانبیاء (31)

علماء انبیاء کے وارث ہیں

اور علماء سے مراد ہر وہ عالم ہے جو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے احکامات کا علم اس کی خوشنودی اور اس تک رسائی کے لئے حاصل کرتے۔ یعنی معرفت شریعت کا حصول،

چنانچہ صوفی اور عالم ہونا ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔

ادوار تصوف:۔

تصوف از عہد رسالت

حضور ﷺ کی تمام زندگی اخلاقیات وصفائے قلبی اور صفائے نظری پر مشتمل تھی۔ قرآن کا اگر حکم تھا۔

یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور (32)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ

لعن الناظر والمنظور الیہ۔ الحدیث (33)

دیکھنے والے اور دیکھے جانے والے پر لعنت ہو۔

اِن اللہ لاینظرالی اجسامکم، ولاالی صورکم ولکن ینظرالی قلوبکم

بے شک اللہ تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

توفیض نورِ نبوت ﷺ صحابہ سے جاری ہوا جو ان پر حضور ﷺ سے منعکس ہوا تھا اور پھر تابعین نے ان سے علوم قلبی و شرعی حاصل کئے اور پھر تبع تابعین نے جیسا کہ حدیث میں ہے:۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔(34)

بہترین زمانہ میرا ہے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئے۔

چنانچہ خیر القرون کے افراد کے بارے میں تو ارشاد ہے کہ۔

اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم۔(35)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پاؤ گے۔

شیخ ابوالنجیب سہروردی کا قول عوارف المعارف میں ہے کہ:۔

"رسول اللہ ﷺ جو کچھ اللہ کی طرف سے لائے اس کی قبولیت اور پذیرائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے قلوبِ صافی اور نفوسِ قدسی بنائے۔ تب صفائی کا فرق اور طہارت کا تفاوت فائدہ اور نفع کی شکل میں ظاہر ہوا۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ بعض قلوب تو اس زمین کے مانند ہیں جو زراعت کے لئے خوب ہی موزوں اور قابل ہیں۔ جس سے گھاس اور سبزہ پیدا ہوتا ہے اور یہ وہ قلوب ہیں جنھوں نے فی نفسہ علم سے فائدہ اٹھایا اور ہدایت یاب ہوئے اور ان کو ان کے علم نے نفع بخشا اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے طفیل ان کے علوم نے صراطِ مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کی۔(36)

اور یہ علم اس قدر تک مضبوط اور لوگوں کے قلوب میں راسخ ہو گیا کہ اس سے دوسرے لوگوں کے دلوں میں اثر انداز ہوتا گیا۔

آیات کی تفسیر ہر ایک صحابی یا فقیہ یا بزرگ اپنے طور سے کرتے ہیں۔

انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا۔

اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر بہہ نکلے رود خانے اپنے اپنے ظرف کے مطابق(37)

حضرت ابن عباسؓ کے مطابق پانی علم ہے اور رود خانے (ندی نالے) لوگوں کے دل ہیں حضرت ابو بکر واسطیؒ نے فرمایا کہ اللہ نے ایک بڑا موتی پیدا کیا ہے بہت صاف و شفاف تھا پھر اس نے اپنی چشم جلال سے اس موتی کا نظارہ کیا تب وہ حیا کے مارے پانی پانی ہو گیا اور بہہ نکلا۔ پس یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت ابن عطاء فرماتے ہیں کہ انزل من السماء ایک ضرب المثال ہے جو اللہ نے بندے کے لئے فرمائی ہے۔ وہ اسطرح کہ جب سیل آب رود خانوں سے گزرتی ہے تو ان رود خانوں میں جس قدر اور جس قسم کی نجاست

ہوتی ہے وہ سیل سب کو بہالے جاتی ہے۔ اسی طرح جب نور کا سیلان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں میں تقسیم فرمایا ہے تو سیلِ نور سب کو بہالے جاتی ہے۔

کچھ بزرگ اس سے انواع واقسام کی کرامات کا آسمان سے اترنا مراد لیتے ہیں۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ "من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین۔"۔(38)

ترجمہ: اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

تفقہ فی الدین کیا ہے؟

ہر ایک شئے منظم کا ایک ستون ہوتا ہے اور دینِ اسلام کا ستون فقہ ہے

قرآن مجید میں ہے

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم (39)

پس کیوں نہیں نکلی ان کے ہر فرقہ سے ایک جماعت تاکہ تفقہ حاصل کریں دین میں اور آگاہ کریں اور خوف لائیں اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس واپس آئیں۔

قرآن میں ہے

یرفع اللہ الذین امنوا والذین اوتوا العلم درجٰت۔(40)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور اہل علم کے درجات بلند کرتے ہیں۔

اسی طرح مزید فرماتے ہیں کہ

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ (41)

بیشک اللہ سے اس کے علماء بندے ہی ڈرتے ہیں چنانچہ علم و معرفت جنہیں حاصل ہوا انہیں سب کچھ حاصل ہو گیا۔ اور علم و معرفت ان کو نصیب ہوا۔ جن کی طینتِ طیب تھی وہ علم وہدیٰ سے زیادہ بہرہ مند ہوئے۔

تصوف اور قرآن کا تعلق

تصوف کے بارے میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ کچھ لوگوں کا اختراع ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہر ایک شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد میں چھپا بند بیٹھا ہے۔

حضرت رومی صاحب صوفیوں اور تصوف کو موضوع بنا کر اشعار لکھتے اور کیا خوب لکھتے ہیں۔

کارِ درویشی ورائے کار ہاست — دمبدم از حق مر ایشاں را عطاست

گر تنِ خاکی غلیظ و تیرہ ہست — صیقلے کن زانکہ صیقل تیرہ ہست

صوفی ابو الوقت باشد اے رفیق — نیست فردا گفتن از شرطِ طریق

ہر کہ عاشق گشت رست از وقت وصال　　　غرقہ شد در بحر عشق ذوالجلال

ترجمہ: اللہ کے عاشقوں کی کائنات ہی الگ ہے۔ ان کے کاروبار عام عقول وافہام سے مافوق ہیں یعنی ہر وقت ان کے باطن کو جو قرب پیہم عطا ہو رہا ہے اس راز سے اہل ظاہر بے خبر ہیں۔

اے مخاطب تو اگر تاریک باطن اور سخت بے حس ہ تو قلعی کرالے کہ یہ خاکی تن صیقل قبول کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اور قلب کے قلعی گر یعنی اللہ والے ہر دور میں موجود ہیں۔

پس اگر تو مثل لوہے کے سیاہ دل ہے تو جلد اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول ہو جا۔

صوفی ہر وقت رضائے الٰہی کا تابع ہوتا ہے۔ اے رفیق یعنی ہر وقت کی آنِ بندگی اور عنوانِ غلامی کو سمجھ کر فوراً طاعات میں تغیر و تبدل کرلیتا ہے۔ (مثلاً حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھتا ہے۔)

اولیاء اللہ کے چہروں سے اللہ کے نور روشن ہوتا ہے مگر یہ نور معاند کو نظر نہیں آتا۔ طالبان حق مثل مجنون کے اللہ تعالیٰ کی خوشبو سونگھ کر بتا دیتے ہیں کہ اس عارف و عاشق کے قلب میں اللہ کی محبت کی آگ موجود ہے۔

چنانچہ جو صحیح معنوں میں صوفی ہوتے ہیں وہ وقت کو دیکھ کر اس کے مطابق چلتے ہیں تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ یہاں ابن الوقت سے مراد وقت کی غلامی نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد اور حقوق النفس میں توازن رکھے۔

حکیم اختر فرماتے ہیں

ے　سینکڑوں غم ہیں زمانہ ساز کو　　　اک ترا غم ہے ترے ناساز کو

ہو آزاد فوراً غم دو جہاں سے　　　ترا ذرۂ غم اگر ہاتھ آئے

قرآن مجید میں ہے

اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٓء ولولم تمسسہ نار نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیٔ علیم　ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمینوں کی روشنی ہے اور اس کی روشنی کی مثال جیسے ایک قندیل کہ اس میں ہو ایک چراغ اور وہ چراغ دھرا ہوا ایک شیشہ میں وہ شیشہ ہے جیسے ایک تارہ چمکتا ہو۔ اس میں برکت والے زیتون کے درخت کا تیل جلتا ہے۔ نہ شرق کی طرف ہے نہ غرب کی طرف قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ بھی نہ چھوئی ہو۔ روشنی پر روشنی ہے اللہ راہ دکھا ہے ایسی روشنی کی طرف جس کو چاہے اللہ لوگوں کے واسطے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

صوفیاء کرام کی تمام تاویلیں دلائل اور بحثیں اسی آیت کے گرد گھومتی ہیں۔ وہ اسی سے اتحاد عینیت کو

ثابت کرتے ہیں کہ آسمان وزمین میں سب کچھ خدا کے نور سے ہے اور سب اسی کا نور ہے۔

ذہین شاہ تاجی کہتے ہیں

صفات کیا ہیں اضافات ذاتِ واحد کی	کہ شرح ذات کی کرتے ہیں نسبتوں سے ہم
یہ نسبتیں یہ اضافات نور و ظلمت ہیں	یہ نسبتیں یہ اضافات ہیں وجود و عدم
ذرے ذرے سے ہوا حسن صفاتی ظاہر	اس عالم کثرت ہوا تعمیر یہاں

صوفیاء کی دوسری قرآنی دلیل سورۃ قصص کی آیت ہے

فلما نودی من شاطیٔ الوادی الایمن فی البقعہ المبارکۃ من الشجرۃ أن یٰموسیٰ إنی انا اللہ رب العالمین

ترجمہ: آواز آئی میدان کے داہنے کنارے برکت والی زمین میں درخت سے اے موسیٰ۔ میں ہو اللہ جہان کا رب

یہاں پر موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں موسیٰ جب آگ لینے گئے تو ان کو روشنی نظر آئی اور اسی روشنی سے آوازِ رب العالمین آئی۔ اس آیت سے بھی صوفیاء نظریہ عینیت کا استدلال کرتے ہیں۔

اس آیت کی مفسرین مختلف تاویلیں کرتے ہیں مگر یہاں امر یقینی یہ ہے کہ موسیٰ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ آواز یہ روشنی من جانب اللہ ہے اور یہی مقصود و مرادِ صوفیاء ہے۔

تیسری آیت جو اسی یقین و عینیت کے استدلال کے لئے صوفیاء پیش کرتے ہیں۔ وہ سورۃ بقرہ کی ہے۔

فاینما تولو فثم وجہ اللہ

سو تم جس طرف منہ کرو وہاں بھی اللہ متوجہ ہیں

اس آیت سے صوفیاء ہمہ اوست کا نتیجہ استدلال کرتے ہیں۔

اگر چہ کہ اس آیت کا شانِ نزول اشتباہ قبلہ کے متعلق ہے اور اطمینان دلانے کے لئے تھے ائمہ نے اس سے ظاہری مطلب اخذ کر کے کئی مسائل مستنبط کئے ہیں۔ مگر صوفیاء نے اپنے مسئلہ ہمہ اوست کو یہاں سے استدلال کیا ہے۔

اور اسی ضمن میں وہ زمان و مکان کے قیود کو بھی ہٹا دیتے ہیں۔

جبین اہل دل بیتاب سجدہ کیوں نہ ہو جائے
ترے کوچے کا ہر ذرہ انہیں جب دل نظر آئے

نیرنگیٔ مذاقِ پرستش تجھی سے ہے
اے سرزمین کعبہ کلیسا کروں تجھے

تصوف کے متعلق احادیث

ویسے تو کئی واقعات اور احادیث ضمناً ذکر کر دی گئی ہیں۔ تصوف کے صحیح اعمال و اشغال و اذکار جو صحیح احادیث سے مروی ہے ان کو بطور ادعیہ ہوں یا اعمال ہے۔ مولانا تھانوی صاحب نے التشوف فی احادیث التصوف میں جمع کیا ہے۔

اگرچہ ان میں سے کچھ احادیث اصولِ حدیث کے اعتبار سے موضوع کیا غریب لکھی جاتی ہیں۔ مگر کتب حدیث میں بہر حال یہ احادیث مذکور ہیں۔

۱۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه

جس نے اپنے نفس کو پہنچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

۲۔ موتو قبل ان تموتو

تم اپنی موت سے قبل ہی مر جاؤ (نفس کو مار دو)

۳۔ کنت کنزاً مخفیا فاجبت ان اعرف

میں مخفی خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہنچایا جاؤں

۴۔ انا من نور الله ترجمہ

۵۔ الفقر فخری فقر میرا فخر ہے امام عسقلانی اس حدیث کا باطل قرار دیتے ہیں جبکہ ایک اور حدیثِ صحیح اس کی تشریح کرتی ہے۔

اللّٰھم احینی مسکیناً وامتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرة المساکین یوم القیامة

اے تعالیٰ مجھے زندگی بھی مسکینوں والی عطا فرما اور مجھے موت بھی مسکینوں والی عطا فرما اور مجھے قیامت کے دن مساکین کی جماعت میں اٹھا۔

چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ بنفسہٖ فقر اللہ کے حبیب کے نزدیک محبوب ہے۔

۶۔ اول ما خلق الله نوری اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔

۷۔ عبد الرزاق نے اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا مختصر ترجمہ یہ ہے۔

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا کہ خدا نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے میرے نبی ﷺ کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر جب اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ان سے مختلف اشیاء و مخلوقات کو پیدا کیا۔

اس حدیث سے "ہمہ اوست" کے نظریہ کا استدلال کیا جاتا ہے۔ علمائے کرام نے اس کی مختلف تاویلیں کی

ہیں۔ مگر بہر حال۔ امام بیہقی نے کتاب المدخل میں ابن مہدی محدث کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہم محدثین احکام کی احادیثوں کی سختی سے جانچ کرتے ہیں۔ باقی فضائل و ثواب و عقاب کی احادیث میں سہل نگاری کرتے ہیں۔ یہ حدیث فضائل کی حدیثوں میں سے ہے۔

۸۔ حدیث جبرئیل اس میں سے مرتبہ احسان کو تصوف کے باب میں اہم حیثیت حاصل ہے۔ حدیث میں ہے۔

ما الاحسان قال ان تعبد الله کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك

احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو یہ ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

غرض تصوف وہ علم ہے جو انسان کو ایسی زندگی کی تعلیم کرتا ہے۔ جس سے وہ دنیا میں زہد و تقویٰ اختیار کرکے ظاہر و باطن ترقی کے راستے پر گامزن رہے۔

رمز عشق:۔

اس کے نزدیک عشق کا صرف ایک رمز ہے اور وہ کائنات کی ہر خوبصورتی میں عیاں ہے چاہے وہ دشت ریگ زار کے نقش ہوں یا زوالِ آفتاب کی تاباں شعاعیں۔ وہ عاشقوں کے جبین سجدہ پر چپکے ذرات ہوں یا چشم ادراک کا سرمہ یہ سب کے سب عشق کے موجب اور عشق کے کار فرمائیوں کا نتیجہ ہے۔

ے رموز عشق نقش ریگ زار است — تموز خاور نصف النہار است

غبارش سرمہ بہر چشم ادراک — چہ صحرائے کہ چوں میدان حشر است

خدا مغز است باقی جملہ قشر است — عشق کا رمز ریت کے صحرا کا نقش ہے

جیسے کہ زوال آفتاب کے وقت سورج کی تپتی شعاعیں ہیں

(عشق کا رمز) عاشقوں کی پیشانیوں پر لگے خاک کے ذرات ہیں

کہ ان کا گرد و غبار چشم ادراک کا سرمہ ہے

اور میدان حشر کے صحر کی کیا صورت ہو گی

(عالم مثال میں صرف اتنا کہہ رہیں کہ) خدا مغز کی صورت ہو گا اور تمام مخلوق قشر (چھلکے کی صورت ہوں گے)

مسئلہ "انا":۔

ے انا کے بحر میں وقت تلاطم — انا کعبہ تمام اوصاف کا ہے

بہر موجش زصوتِ کن ترنم   انا قبلہ تمام اوصاف کا ہے

نہ ہونا ہے مرا ہونا نہ ہونا ہے ترا ہونا   میری محفل بھی خلوت ہے، تری خلوت بھی محفل ہے

وحدت وجود سے موجودیت کی نفی واثبات:

ذکر نفی واثبات کا غیب وشہود سے تعلق:

مقام اشھد ان لا إلہ الا اللہ   حضور عشق میں کیا امتیاز غیب وشہود

ذہین ومیکدہ وساقی، ذہین نواز   صلوٰۃ بادہ پرستی پہ میکشی پہ درود

تعینات وتکوین:۔

وہ نہ صرف انسانی خلافت کو ثابت کرتے ہیں بلکہ تکوین وتعینات کو بھی انسان کے لئے ل موہوبہ صفت (باذنِ خداوندی) قرار دیتے ہیں۔

وہ جہاں نور محمد سے ہوئے ہیں پیدا   دو جہاں اصل میں کیا چیز ہیں صرف اک انساں

یہی انساں ہے عارف یہی انساں معروف   یہی انساں ہے اسرار وجوب وامکان

یہی انساں نبی ہے یہی انساں ولی   یہی انساں علی صاحب علم وعرفاں

خلافتِ آدم:۔

یہی انساں زمیں پر ہے خدا کا نائب

یہی انساں ہے بندوں پہ خدا احساں

جامع کل صور عالم و، ہم صورت حق

مظہر کامل اسماء صفات یزداں

یہی درگاہ الٰہی میں نمائندہ خلق

یہی عالم میں نمائندۂ حق السلطان

محو اثبات:۔

وہ بے خود ہے کہ اپنے ہوش میں ہے   تجلیات کی آغوش میں ہے

تجلیات سے تعبیر حالات   یہ اسماء صفات حق کی آیات

کتاب خلق کی آیات نازل سفر اندر سفر منزل بمنزل

جزو کل:۔

عشق تنہا حقیقتِ عالم
ہوش ہے "جزو" اور مستی "کل"
یہ حقیقت مجاز سے محبوب
حسن سالک ہے عشق ہے مجذوب

نسبت مسلسل:۔

اک التفاتِ مسلسل ہے مدعائے جنوں
کرم نہیں تو ستم ہی وہ بار بار کریں

تکوین:۔

ان کے نزدیک ایک ذات علیہ الصلاۃ والسلام ہے جو تمام کائنات کے لئے باعث تکوین ہے۔

کونین کے جسم میں ہیں وہ روح ورواں
ہے ان کا وجود باعث کون ومکاں
منا انفسکم سے ہو گیا یہ ظاہر
امت کے مصائب ہیں پیمبر پہ گراں

کیفیت مجذوبیت یا انجذاب:۔

سفینہ نظر کا غرق ہے طوفانِ تماشا میں
کبھی ہے موج میں دریا کبھی ہے موج میں دریا میں
کبھی صحرا میں بستی ہے کبھی بستی ہے صحرا میں
رہا حسنِ مجرد کار فرما عشق تنہا میں

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ بابا صاحب تصوف کے مراحل میں کیفیت انجذاب سے گذر رہے تھے۔ یا ان کا مشاہد کر رہے تھے۔ گرچہ اہل سنت عقیدۂ حلول کے قائل نہیں مگر عشق کے مقاموں میں ایک مقام ایسا آتا ہے۔ کہ من وتو کا فرق مٹ جاتا ہے۔ مٹی سونا لگتی ہے اور کبھی سونا مٹی اور یہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ بابا صاحب کو درجہ مجذوبیت ہے حاصل تھا۔

قلوبِ صوفیہ کی مناسبت:۔

قلوب صوفیاء قلوبِ صافی رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس علم وہدیٰ سے حصہ و افر حاصل کیا اور ان کے باطن بھی جھیل و تالاب بن گئے۔ پھر انہوں نے علم سیکھا اور اس پر عمل بھی کیا۔ جس طرح تالاب کہ ان کا پانی بھی پیتے ہیں اور اُس سے آب رسائی کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ ان کے قلوب اس قدر صاف و مثل آئینہ ہو چکے تھے کہ دنیا کی حیثیت قبیح جب ان پر ظاہر ہوئی تو اس کو چھوڑ دیا اور آخرت جب اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ان کے قلوب پر آشکارا ہوئی تو انہوں نے قبول کیا اور اس کی طلب میں مشغول ہو گئے۔

اور فوق کل ذی علم علیم) ہر بڑے کے اوپر ایک بڑا ہے (42) کے مصداق ان میں بھی ان کو ایک دوسرے پر فضیلت ہے۔

صوفیاء کا قرآن وحدیث سے قربت:۔

صوفیاء چاہے کسی بھی دور میں ہوں۔ تابعین، تبع تابعین یا اس کے بعد ہر ایک کا مطمع نظر قرب خداوندی اور حُب رسول ﷺ کا حصول تھا۔

چنانچہ یہ اصحابان طریقت جب کسی سے علم حاصل کرتے تو اس سے بھی یہی طلب کرتے تھے۔ خود بھی حامل سنت تھے اور دوسروں کو بھی اس کی یہی نصیحت و طلب رہتی تھی۔ چنانچہ حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ شیخ المشائخ حضرت شہاب الدین سہروردی نقل کرتے ہیں کہ۔

انہوں نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا کہ چلو چل کر آج اس شخص کو دیکھیں جس نے خود کو ولی مشہور کر رکھا ہے اور یہ شخص اپنے گردونواح میں عابد و زاہد مشہور تھا۔ چنانچہ جب ہم لوگ اس کی طرف چلے اور وہاں پہنچے تو وہ عابد ولی اپنے گھر سے مسجد کی طرف جانے کے لئے نکلا اور اس نے قبلہ کی طرف تھوکا یہ دیکھ کر حضرت بایزید نے کہا کہ اُلٹے پاؤں پھر چلو۔ ہم سب کے سب واپس آگئے۔ یہاں تک کہ اس سے سلام تک نہ کیا۔ حضرت بایزید بسطامی نے ہم سے کہا کہ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی سنت کا بھی معتمد امین نہیں ہے تو پھر یہ مقامات اولیاء اور صدیقین کے دعوؤں کا امین کس طرح سے ہو سکتا ہے۔(43)

مجاہدات اور صوفیاء:۔

ہم صوفیاء اور ان کے مجاہدات کو مافوق الفطرت اور صوفیا کو مافوق الفطرت مخلوق گمان کرتے ہیں۔ مگر حقیقتاً وہ ارکانِ اسلام اور ارکانِ ایمان کو ان کی مکمل روح کے ساتھ ڈوب کر ادا کرتے ہیں۔ اس وجہ سے تمام لوگ ان مجاہدات و اعمال کو قرین قیاس اور بعید از خیال قرار دیتے ہیں۔

مثلاً شیخ ابو الحسن کا واقعہ ص (486) عوارف المعارف میں ہے۔ (44)

کہ ایک مرید نے خربوزہ کا چھلکا راستے سے اٹھا کر کھالیا کسی صاحبِ شرافت و نجابت نے دیکھ لیا اس کا پیچھا کیا پھر کھانا لا کر ان کے حجرے میں لایا ابو الحسن نے نہایت جلال سے کہا کہ کس شخص کے حرص کیوجہ سے یہ کھانا یہاں تک پہنچا ہے۔ سو انہوں نے اس شخص کو اپنی جماعت سے فارغ کر دیا۔

کہ نفسانی خواہشات پر قابو پانے کے لئے وہ اپنے مریدین پر عرصے تک کھانا بند کر دیا کرتے تھے۔ صابرین دیگر اولیاء کرام کے کئی مشہور واقعات اس ضمن میں ہیں۔ چنانچہ ان کا دن رات طہارت سے اپنا قیام اللیل گویا فرض نمازوں کی طرح ہے۔ مسلسل فاقے صیام کہلاتا ہے۔ دن رات خیالِ یار میں گم رہنا گویا معراج و حج ہے ایسا نہیں کہ وہ فرائض نہیں ادا کرتے مگر یہ ہے کہ وہ سنن و مستحبات بھی فرائض سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔

ذہین شاہ تاجی اور تصوف:۔

ذہین کے نسبی تعارف سے ہی یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ حضرت عمر فاروقؓ، خواجہ حسین ناگوری، خواجہ حمید الدین صوفت الناگوری (سلطان التارکین) سے صلبی نسبت رکھتے ہیں۔ خواجہ حسین ناگوری کا تذکرہ اخبار الاخیار جبکہ سلطان التارکین کا ذکر اخبار الاخیار کے علاوہ مراۃ الاسرار میں ہے کہ یہ شروع سے فطرت کا قاعدہ رہا ہے کہ سلسلۂ نسب میں اگر ایک ولی بھی آئے تو اس کے بعد اس کے وارثین میں سے کسی نہ کسی سلسلے میں یہ صفت ضرور موہبت ہوتی ہے۔ اور کشاں کشاں یہ نسبت کچھ توقف سے ذہین شاہ تاجی کو عطا کی گئی جو کہ ایک اعلیٰ صفت و اضافی خوبی ہے۔

ذہین شاہ تاجی کو وہی خصوصیات جہاں عطا ہوئیں وہیں انہی صفات کو مجاہدہ سے انہوں نے کندن بنایا۔ چنانچہ ان کی خصوصیات نے ان کو مزید جلا بخشی۔

ذہین شاہ تاجی تصوف کے اعلیٰ مراتب پر تھے۔ مگر یوسفی نظر نے ان کو پہچان کر مزید رنگ و رعنائی بخشی۔ بابا صاحب کی ابن عربیؒ سے روحانی نسبت تھی اور اس نسبت نے ان کو اپنے وقت میں فلسفہ کا امام بنا دیا۔ ابن عربی کی جس قدر بہترین شرح و بسط بابا صاحب نے بیان کی وہ کوئی اور نہیں کر سکا۔

انہوں نے ان خیالات کی تردید کی جو مستشرقین کی تیرہ دستیوں سے تاریخ کا حصہ بن گئی۔ تھیں کہ شیخ اکبر مسلسل سکر کے حالات میں ہوتے تھے اور شیخ اکبر کے درد کو محسوس کرتے ہوئے۔ بابا صاحب گویا بزبانِ حال یوں گویا ہیں۔

۔ کتبت کتابی والدموع تسیل	ومالی الی ما ارتضیه سبیل
میں اپنا خط لکھ رہا ہوں اور آنسو بہہ رہے ہیں	اور میرے بس میں نہیں کہ میں ان کو راضی کروں
۔ اریدا اری دین النبی محمد	یقامرو دین المبطلین یزل (45)

چاہتا ہوں کہ محمد ﷺ کے دین کو دیکھوں کہ وہ بلند
کیا جائے اور جھوٹوں کا دین مٹ جائے
شیخ اکبر کے متعلق امام ذہبی کا قول ہے۔

انه کان عالماًبالآثار والسنن قوی المشارکة فی العلوم و قولی فیه انه ویجوز ان یکون من اولیاء الله الذین اجتذبهم الحق الی جنابه عند الموت ختموا بالحسنیٰ۔ (46)

وہ آثار و حدیث کے عالم تھے اور علوم میں انہیں محکم دستگاہ حاصل تھی میرا قول ان کی نسبت یہ ہے کہ کچھ عجب نہیں کہ وہ ان اولیاء اللہ میں سے ہوں جن کو جاذبہ الٰہی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور ان کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی امام رازی سے بعض اہم نظریات پر خط و کتابت ہوئی تھی۔ اور ایک خط کی نقل آصفیہ کتب خانہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے ماضی الضمیر کو بیان کیا۔ نیز سیر العارفین میں۔ اخبار الاخیار گلزار ابرار اور مرآۃ العارفین میں بھی آپ کا ذکر بابرکت موجود ہے۔ آپ نے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کا علم بلند کیا جس کو باباصاحب نے لہرانے کا بیڑہ اٹھایا اور اسی کو اپنا مسلک بنالیا۔

عقیدۂ وحدت الوجود:۔

وحدت الوجود تصوف و طریقت یا علم الحقائق کا فلسفیانہ نام ہے اور اس کا اساس کتاب و سنت ہے۔ جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

قرآن و سنت سے اس عقیدہ کا گہرا تعلق اور عمیق نسبت ہے۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ ایک عام نصیحت سے پیکرانہ تصوف نصیحت ہے۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حدیث جبرئیل میں دیئے گئے۔ ایمان، اسلام اور احسان کے حقیقی معنی پہنانے کا نام تصوف ہے۔ بلکہ سراپائے مرتبہ احسان بنا وحدت الوجود ہے۔

توحید کے سمجھنے کے سلسلے میں علماء مفسرین نے یہ نادر طریقہ اختیار کیا ہے کہ بعض آیاتِ توحید کو اختیار کیا اور بعض کو یا تو جانا بوجھ کر چھوڑ دیا یا ان سے صرف نظر کی چنانچہ قرآن کی تعلیم کے مطابق وجود مطلق۔ حضرت حق مدارج ذیل کے مطابق تجلی فرمایا ہے۔

احدیت، وحدت، واحدیت، روح، مثال، جسم۔

اس بات کو کلمۃ الحق میں اس مضمون سے بیان کیا گیا ہے۔

ویدل علی تعدد مراتبہ سبحانه ------الاولی مرتبة الغیب والثانیة الحقیقة المحمدیه و الثالثة الاعیان لالثابتة والرابعة مرتبة الارواح۔ والخامسة مرتبة المثال والسادسة مرتبه الاجسام من

العرش الی الثریٰ۔"(47)

اور خدائے سبحانہ کے متعدد مراتب پر اس کا یہ قول صریحی دلالت کرتا ہے۔ رفیع الدرجات ذوالعرش یعنی اس کے درجات عوام کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔

پہلا مرتبہ حقیقت محمدی ہے اسی کو غیب ثانی بھی کہتے ہیں۔

تیسرا مرتبہ اعیانِ ثابتہ ہے

چوتھا مرتبہ ارواح ہے

پانچواں مرتبہ عالم مثال ہے

چھٹا مرتبہ اجسام ہے۔ جو عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک پھیلا ہوا ہے۔

کنز العارفین کی شرح مراۃ العارفین میں ان تمام مراتب الگ سے ذکر کیا ہے اور ہر ایک مرتبہ کے تحت ان کے البسہ اور مزید مراتب کا ذکر اور تشریح کی ہے۔ جس میں ان کی کچھ یوں تعریفات کی گئی ہیں۔

مراتب ستہ (احدیت، وحدت، واحدیت، عالم ارواح۔ عالم مثال۔ عالم اجسام۔

احدیت :۔ "پس مرتبہ احدیت لا ظہور ہے جو ہر لحاظ سے پاک ہے۔ یعنی تمام اضافتوں اور نسبتوں سے منزہ ہے۔۔۔الخ "

حدیث قدسی: ۔کان اللہ ولم یکن معہ شیٔ۔ اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی

حدیث قدسی:۔ کنت کنزاً مخفیاً میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔۔۔۔۔الخ (48)

وہ ہیں نہ ہونے سے نمایاں نگاہوں پر نیا آیا

وحدت:۔

احادیث: اول ما خلق اللہ روحی

سب سے پہلے اللہ نے میری روح کو پیدا کیا

وہ اس ضمن میں یہ حدیث بھی ذکر کرتے ہیں۔ انا احمد بلا میم

یعنی میں احمد بغیر میم کے ہوں۔

تعبیر شبِ غیب شبستن محمد والفجر طلوع رخ تابان محمد

حسن وحدت ہے یہی جلوہ گہِ وحدتِ حسن کثرت نام ونشان دگراں ہے عالم(49)

مذکورہ بالا شعر دونوں مراتب کو جامع ہے اسکے پہلے مصرعے کے الفاظ احدیت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں یعنی "تعبیر شبِ غیب" سے مراد یہ ہے کہ جب ذات بحت تھی تو کچھ نہ تھا۔ پھر فرمایا "شبستان محمد" لیکن اس تنہائی و

یکتائی میں بھی علم الٰہی میں یہ بات تھی تو اس لحاظ سے وہ اس غیب میں بھی موجود تھے اور جب ذات واحد نے تخلیق کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے نورِ محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا۔ دوسرا مصرع اسی طرف اشارہ کر رہا ہے، والفجر طلوع رخِ تابانِ محمد یعنی خلقت کی صبح کا آغاز آپ کے وجود س ﷺ د سے ہوا۔ اور پھر تمام مخلوق اسی وجود کے وجود سے قائم ہے یایوں کہیئے کہ تمام کثرتیں انہی کے وجود کے دم سے ہیں

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

باباصاحب کہتے ہیں

حقیقت میں یہاں ہر شے محمد ہی محمد ہے محمد ہی یہاں پر راز ہے وحدت میں کثرت کا

ایک اور جگہ یوں فرماتے ہیں

خلوت آرا ہے بھری بزم میں وہ پیکر ناز اپنی خلوت میں نہ کیوں انجمن آرا ہو گا

واحدیت:۔

اس مرتبہ کو تعین ثانی۔ حقیقت انسانیہ، علم تفصیلی، اعیان ثابتہ، صور علمیہ، حقائق الممکنات، عدم اضافی، تجلی ذاتی، یا فیض اقدس کہتے ہیں ۔ (50)

عالم ارواح:۔

اس کو عالم ملکوت بھی کہتے ہیں۔ مراد اشیاء کونیہ مجردہ بسیطہ ہیں جو اپنی ذاتوں اور مثلوں پر ظاہر ہوئی ہیں۔ یعنی روح ایک وجود صرف بسیط ہے۔ جس کی کوئی صورت نہیں۔

عالم مثال:۔

اس عالم کی مثال سایہ ہے کہ جو نظر تو آئے مگر پکڑا نہ جائے۔ مراد اشیائے کونیہ مرکبہ لطیفہ ہیں۔ مگر یہ مثال ہر کسی کو نظر نہیں آسکتی مگر ذہین کا دعویٰ ہے کہ اسکی رسائی وہاں تک بھی ہے

نظر آتا ہے مجھے جلوۂ حق ہر شے میں تو یہ کہتا ہے فقط وہم گماں ہے عالم

اسی طرح مزید لکھتے ہیں

آئینہ خیال نہ تھا سامنے عالم مثال رہا

تعینات کے متعلق باباصاحب کا یہ شعر قابل ذکر ہے

نہ ہوتے ہم تو وہ معبود جان و دل کہاں ہوتے جبیں پہلے ہوئی پیدا کہ سنگِ آستان پیدا

من و تو سے جہت ماوراء ہے نہ تم، تم ہو حقیقت میں نہ ہم، ہم (51)

عالم اجسام:۔

اس سے مراد اشیائے کونیہ مرکبہ کشفیہ ہیں اور اس عالم کو عالم ناسوت یا حس یا عالم شہادت کہتے ہیں۔ (52)

؎ پر شور است کی ندا ہے اب بھی　　جو تھی وہی آن اور ادا ہے اب بھی
ہوتی نہیں سنتِ الٰہی تبدیل　　جس شان میں تھا وہی خدا ہے اب بھی

اسی مضمون کو باباذہین شاہ تاجی یوں بیان کرتے ہیں

نمود الہ وگل میں جو مسکراتا ہے　　وہ گل نشین کون وہ غنچہ نشین کون ہے؟ تم!
سجودِ کعبہ بہتی ہیں کس کے قدموں پر؟　　بتاؤ حاصل ایمن ودیں کون ہے؟ تم؟
جہاں فریب گماں ہے فریبِ جہاں　　یقین کون ہے حسنِ یقین کون ہے؟ تم؟ (53)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں

ترا مذاق محبت ہے کفر ودیں سے بلند　　مگر وہ مایہ نور و متاع نار بھی ہے
سرور مجلس روحانیاں ترے دم سے　　تمام عالم اجسام کیف بار بھی ہے　　(54)

عالم شہادت

عالم شہادت وغیب و تنزل اور شہادت ومشہود کا نظریہ ذہین کچھ یوں بیان فرماتے ہیں

مجھے محسوس ہوتا ہے مشہود ہوتا ہے　　مجھے معلوم ہوتا ہے جو کچھ یہاں موجود ہوتا ہے
یہ محسوسات مشہودات معلومات کیا شے ہیں　　فقط اپنی ہی علمی صورتوں کے یہ تماشے ہیں(55)

ماورائیت

ماورائیت سے انکار نہیں کیوں کہ "ادراک حقائق" کی حس نہایت تیز ہے چنانچہ ذہین کا دعویٰ اسی کی زبانی ملاحظہ ہو۔

لفظوں کے بغیر ہیں معانی لاکھوں　　معنی میں نہاں سر نہانی لاکھوں
ادراک حقائق مجردہ کے لئے　　پردے میں رہے کشف طیانی لاکھوں(56)

سکر

نشاطِ ہوش وکیف بے خودی دونوں برابر ہیں　　مرا بے ہوش ہو جانا بھی تیری ایک دنیا تھی(57)
خدائے میکدہ کیا چشم خواب آلودہ ساقی ہے　　یہاں آتے ہی احساس خودی کو نیند آئی ہے(58)

شیون ذاتی

جو کامل ہے وہ اپنے غیر کا محتاج کیوں ہوتا   مرا سجدہ حرم کا دیر کا محتاج کیوں ہوتا

ظہور حق حقیقت میں پرستار بطونِ حق   کہیں کچھ بھی نہیں غیر صفات حق شیون حق   (59)

ذکر خفی

دل ہر ذرہ سرشار تجلی طالبِ سجدہ   تری روح نظر مدہوش طاعت ہوتی جاتی ہے   (60)

وحدت کثرت

کثرت کو سمجھنا ہے تو وحدت سمجھ   جلوت ہے نگاہ میں تو خلوت سمجھ   (61)

تنزیہہ و تشبیہ

تنزیہ میں وہ جان جہاں کعبۂ جاں ہے   تشبیہ میں وہ جان جہاں آپ ہے

تشبیہ سے تنزیہ جدا ہو نہیں سکتی   ہونے سے الگ ذات خدا ہو نہیں سکتی

آگاہ ہیں اس راز سے مردانِ حق آگاہ   تشبیہ میں اللہ ہے تنزیہہ میں اللہ   (62)

حقیقت و مجاز

کہنا ہے مجاز تو مجاز ہی کہو   بدل رہی ہے حقیقت نئے نئے جامے   (63)

ہر شے کو حقیقتاً حقیقت سمجھو   بجز لباس حقیقت نہیں بتائے مجاز   (64)

نزول تنزل واحدیت

جب ذاتی کا تقاضا تھا کہ یہ گنج نہاں   علم سے عین میں آجائے نہاں سے ہو عیاں

ذرے ذرے سے ہوا حسن صفاتی ظاہر   اسطرح عالم کثرت ہو تعمیر یہاں

ازازل تاابد صورت انساں ہے کثیر   کثرتِ صورت انساں میں بھی وحدت ہے عیاں   (65)

تنزلات

تجلیات کے بعد دیگرے پیہم   بدل رہی ہیں مسلسل لباس پائے مجاز

کبھی لباس سے تم التباس میں رہو   کہ تار و پود تجلی سے ہے جتائے مجاز

تعینات حقیقت تجلیات سے ہیں   تجلیات سے آباد ہے سرائے مجاز(66)

ہست و بود

افسانۂ ہست و بود ہم کیا جانیں　　اوھام زیان و سود ہم کیا جانیں
ساقی کے سوا نہیں ہے کوئی موجود　　واعظ کا عدم وجود ہم کیا جانیں　　(67)

غلبۂ مجاز

کثرت حسن میں ہی عالم تنہائی ہے　　سیکڑوں جلوے ہیں ہر جلے میں یکتائی ہے　　(68)

غلبۂ حقیقت

ہر تصور سے الگ وہ ہر تصور بری　　ہر تصور میں سجارے سامنے آتے رہے　　(69)

نسبت

کیا کلیسا کیا چرچ کیا دہر چشم شوق نے　　حسن پنہاں کو جہاں چاہا وہاں پیدا کیا　　(70)

علم کے نقوش

اسکے علم کا نقش اسکی معرفت کے مرہون منت ہے۔ جو اسکی خبر ہے وہی اسکی نظر ہے اور جو نظر ہے وہ اسکے وجود سے نسبت رکھتا ہے اور وہی عین شے تک اسکو پہچاتی ہے۔

بجاہے اسکو اگر نسبت وجود کہو　　درست ہے جو کہو عین شے یہی ہے اگر
عروج سالک بنا بر ہمت
یہ صورتیں ہیں عبارت نقوش علمی سے　　یہی خبر خبر میں یہی نظر نظر میں(71)

اسماء الحسنیٰ

سب نام اس کے ہر نام اچھا　　اچھوں سے اپنا ہر کام اچھا
اچھے ہیں یوں تو سب نام اسکے وہ جس سے خوش ہوں وہ نام اچھا

شریعت و طریقت

ہم چاک نہیں کرتے پردہ زاہد کے زہد ریائی کا　　ہم جیسے گنہگاروں پر بھی اللہ کی رحمت ہوتی ہے(72)

تصور:۔

ذہین کا فلسفہ تصور انتہائی مضبوط ہے اور اسمیں اسکے متصوفی ذوق کا دخل ہے چنانچہ ذاتِ احدیت کی بارگاہ

میں یوں گویا ہوئے

میں ہو اور تجھ سے فنا جانیں ہیں	غم کی راتیں بھی عجب راتیں ہیں
بے خودی پھر ہے کسی کی آغوش	پھر تصور میں وہی باتیں ہیں (73)

اسی کو تحفۂ مرسلہ شریف میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے۔

اول تو مراتب ستہ نہیں بلکہ سبعہ بیان کئے گئے ہیں دوم یہ کہ اولین تین مراتب احدیت واحدیت، وحدت کو قدیم قرار دیا ہے اور ان کا تعلق ذات بحت سے اور حقیقتِ محمدیہ ﷺ سے ہے۔ جبکہ چوتھا مرتبہ ارواح سے کہ جس سے مراد وہ مجرد اور بسیط کونی اشیاء ہیں جو اپنی ذوات اور امثال پر ظاہر ہوتی ہیں۔

پانچواں مرتبہ عالم مثال کا ہے۔ اس سے مراد اشیائے کونیہ مرکبہ لطیفہ جو نہ تو اجزاء میں تقسیم ہوتی ہے۔ نہ ان کے ٹکڑے کئے جاسکتے ہیں۔ نہ فرق و التیام کا عمل قبول کرتے ہیں۔

چھٹا مرتبہ عالم اجسام کا ہے اور یہ ان اشیاے کونیہ مرکبہ کثیفہ سے عبارت ہیں جو تجزیہ اور الگ الگ ہونے کا عمل قبول کرتی ہیں۔

جبکہ ساتواں مرتبہ ان تمام مراتبِ مذکورہ۔ جسمانی، نورانی، روحانی، وحدت اور واحدیت کا جامع ہے اور یہ سب سے آخری تجلی اور سب سے آخری لباس ہے اسے انسان کہتے ہیں۔ (74)

مقصودی ذکر چونکہ وحدت وجود ہے جو کہ ابن عربی اور ان کے بعد ذہین شاہ تاجی کا مسلک ہے تو شاہ ولی اللہ کے نزدیک وحدت وجود کے علاوہ ایک اور لفظ ہے وحدت شہود اور وحدت الوجود کے معنی "وہ شخص جو حقیقت جامعہ کی تلاش و عرفان میں گم اور مستغرق ہو۔" سو کوئی مسلک وحدت الوجود کے مقام پر فائز ہوتا ہے اور کوئی سالک وحدت الشہود کے درجہ پر جاگزیں ہوتا ہے۔ (75)

اور وحدت الشہود کے معنی اس سیاق میں یہ ہوں گے کہ سالک ایسے مقام پر متمکن ہے جہاں احکام جمع اور تفرقہ کے ڈانڈیے باہم ملے ہوتے ہیں اور یہ اصطلاح شیخ آدم بنوری کے بعض اتباع سے مروی ہے سو ہم کلام کو سمیٹتے ہوئے کہ تصوف اور اس کی مختلف تعریفات۔ اس کے منابع اس کے اساسات وغیرہ کے ذکر بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ تصوف کا اہم و مرکزی اساس وحدت الوجود ہے جو کہ وحدت الشہود کے مقابل ہے۔ وہی وحدت الوجود کہ جس کے عَلَم کی سربلندی میں پہلا ہاتھ ابن عربی کا تھا۔ جنہوں نے فلاسفۂ باطلہ کے رد میں اس فلسفہ کا پرچار کیا اور اس علم کو مستقل اٹھائے رکھنے کا کام بابا ذہین شاہ تاجی نے کیا ہے کہ انہوں نے ابن عربی کی تشریح اس بسط اور سلاست سے کی ہے کہ فلسفہ کے مضمون کی خشکی و سنجیدگی دلچسپی میں تبدیل ہوگئی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ وحدت الوجود کے قائل ہیں مگر حضرت مجدد اور ابن عربی کا نظریہ میں حقائق ممکنات کے بارے

میں تھوڑا سا فرق بہر حال ہے نیز وجود ممکنات کے لحاظ سے جو انہوں نے امثلہ پیش کی ہیں۔ اس نے نظریہ وحدت الوجود کو توسیع بخشی ہے۔

۔ ہر مرتبہ وجود حکمے دارد گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

انہوں نے جو مثالیں پیش کیں دھاگے اور گرہ کی اور عقل، نفس اور ھیولی کی اور میدان جنگ کی اس نے تصوف میں وحدت الوجود کے نظریے کو بے حد وسعت دی ہے۔

جامی کہتے ہیں

۔ ہم سایہ و ہم نشیں و ہم رہ ہمہ اوست در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست

در انجمن فرق و نہاں خانہ جمع باللہ ہمہ اوست و قسم باللہ ہمہ اوست

۔ غیر یک ذات درد عالم کو لیس فی الکائنات الّا ھو

بابا ذہین شاہ تاجی نے وحدت الوجود کو نا صرف نثر کے ذریعے واضح کیا ہے بلکہ انہوں نے ابن عربی کی کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ جن کا ذکر ہم کتب کی تعارف میں کر چکے ہیں۔ تاریخ میں جہاں پر وحدت الوجود ابن عربی کی پہچان اور خاصہ بن چکا ہے۔ اور فلسفہ میں اہم باب کا اضافہ ہے۔ وہیں پر بابا ذہین شاہ تاجی کی ایک خاص پہچان "شارحِ ابن عربی" کی حیثیت سے ہے۔

حضرتِ مجدد نے جہاں اس نظریہ کو توسیع بخشی ہے۔ وہیں پر حضرت بابا صاحب نے اس نظریہ کو آسان اور عام فہم زبان میں سالکین تصوف کے لئے آسان کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ اس قدر نازک اور غیر مفہوم موضوع کو انہوں نے اپنی شاعری میں بھی سمویا ہے۔ یہاں کچھ نمونے مذکور ہیں۔

۔ قبلہ و کعبہ الم ہیں ہم خود الف لام میم ہم ہیں ہم

ہم پہ قرآن عشق اترا ہے مرسلانِ خدائے غم ہیں ہم

۔ حسن وحدت ہے یہی جلوہ کہ وحدتِ حسن کثرت نام و نشان و گراں ہے عالم

۔ من و تو سے حقیقت ماوراء ہے نہ تم تم ہو حقیقت میں نہ ہم ہم (76)

جہاں تک نثری طور پر ذہین شاہ تاجی کا وحدت الوجود کے اور تصوف کے متعلق کام ہے تو یہ بات تو اظہر من الشمس ظاہر و باہر ہے کہ بابا صاحب تصوف کے اعلیٰ سلاسل سے منسلک ہیں فتوحاتِ مکیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے۔ باب پنجم میں وہ انہی مراتب ستہ کو نہایت وضاحت اور سذاجت سے لکھتے ہیں۔ (77)

الغرض بابا ذہین شاہ تاجی نے اس نظریہ کو حضرت شاہ نیاز احمد، فانی بدایونی اور اصغر گونڈوی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شاعری میں پیش کیا۔ اور مکیش اکبر آبادی نے تو نہایت نمود اور ظاہر سے بیان کرنے کے بجائے پردہ

درپردہ بیان کیا ہے۔

تصوف اور شاعری کا چولی دامن کا ساتھ ہے چاہے ہم اس کو سعدیؒ کے گلستانِ گلہا سے اخذ کریں یا رومیؒ و جامیؒ سے سنیں۔ نیز اقبال نے جو انہی صوفی شاعروں کے نقش قدم پر تصوف کی جو خدمت کی وہ پوشیدہ نہیں اور ذہین نے اسی تصوف کو اس کے موضوعات کے لحاظ سے گویا یکجا کر دیا ہے اور نہایت آسان طرح سے عام لوگوں کے سامنے اس کو پیش کر دیا ہے۔

جس سے عام آدمی کی بھی تصوف تک رسائی ہو سکتی ہے۔ عقیدہ وحدت الوجود کو بلحاظ فلسفہ و شاعری فلسفہ کے باب میں بھی ذکر کیا جارہا ہے لہٰذا شاعری کے بقیہ امثال وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

تصوف کا مقصد یا نصب العین انسانی زندگیوں میں پاکیزگی وطہارت لانا ہے۔ اسلام کا حیات افروز پیغام ان لوگوں تک پہنچایا ہے۔ جو ظاہر و باطن کی گندگیوں مایوسی کے اندھیروں میں ڈوب چکے ہیں اور بے راہ روی کی ہلاکت اور آندھیوں کی زد میں ہیں۔ ان تمام کے آگے بند باندھنے کے لئے جیسے قرونِ اولی میں صوفیاء کرام نے کام کیا اب بھی وقت کی اہم ضرورت ہے کہ لوگوں کا تزکیۂ نفس کیا جائے۔

ان کے دلوں کو بیدار ضمیروں اور تخیل کو روشن کیا جائے۔ آخرت میں جوابدہی کے تصور کو ابھارا جائے اور ان کے ایمان میں استقلال پیدا کی جائے اور یہ صرف تصوف کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ لوگوں میں اخلاقی اقدار اور ذہن و قلب کے تزکیہ وطہارت کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ لوگ زندگی کو اللہ کی ودیعت کردہ نعمت کے طور پر گذاریں اور اس کی حقیقی لذتوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔

ے اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی تو اگر میرا نہیں بنتا، نہ بن، اپنا تو بن

تصوف کا واحد مقصد تزکیۂ نفس ہے۔

باباذہین شاہ تاجی کا تصوف معنوی تصوف ہے۔ وہ شریعت وطریقت کو ایک ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں صوفیا کا پرچم اٹھائے ہوئے ہیں۔ سر میں سوائے وحدت الوجود ہے اور قلب منصور کے انا الحق کا دعویدار ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں

ے جو باتیں دل میں اپنی چاہیں وہ لب پہ کیوں آئیں

میں اپنے دل میں ہوں منصور اور خاموش ہوں اب تک (78)

سو منصور کے جو دل میں تھا وہ اس کی زبان پر آیا اور قلب ذہن ہمہ وقت "انا الحق" کا دعویدار ہے۔

اسے وقت میں صوفی اپنے فقر کے امتیاز سے اپنی امانت کے دعوے کی وجہ سے ممتاز ہو جاتا ہے اور وہ اپنے وجود میں موجود، انا، صفات و افعال، مالکیت و حاکمیت کو من حیث الامانت محفوظ رکھتا ہے۔ لہٰذا صوفی حق حقانی کے

وجود سے ہی موجود ہوتا ہے اور انہی کی حیات سے زندہ ہوتا ہے اور انہی کے علم سے جانتا ہے۔ انہی کے قدرت و ارادے سے قدرت وارادہ رکھتا ہے۔ سماعت سے سنتا ہے۔ بصارت سے دیکھتا اور کلام سے بولتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

کنت سمعه الذی یسمع به بصره الذی یبصر به ویده التی یبطش به و رجله التی یمشی بها (79)

اور بعض روایات میں فواده الذی یعقل به لسانه الذی یتکلم به (رواه مشکوٰۃ)

"ترجمہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی نگاہ بن جاتا ہوں اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔"

اور اس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بات کرتا ہے۔

بقول کسے وکلت الی المحبوب کلہ

فان مشاء احیانی وان شاء اتلفا

ذہین کہتا ہے

عشق تنہا حقیقتِ عالم — یہ حقیقت مجاز سے محبوب

ہوش ہے "جزو" اور مستی "کل" — حسن سالک ہے عشق ہے مجذوب (80)

ان کی نظر میں ذات واجب الوجود کچھ یوں سمایا ہوا ہے کہ

نمازِ بے حضور اچھی نہ سجدہ بے یقین اچھا

ہمیں معلوم ہے یہ بت جہاں ہونگے خدا ہو گا

پہلے مصرع میں انہوں نے مرتبہ احسان اور خشوع و خضوع کے تمام باب کو سمو دیا۔

حق تعالیٰ سے ہمارا تعلق عبد اور معبود کا ہے۔ وہ حاکم ہے اور ہم محکوم ہیں۔ وہ مالک ہے ہم غلام ہیں۔ وہ عالم ہے ہم معلوم ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ذاتِ حق خلق کی ہو جائے اور ذات خلق حق کی بن جائے ابن عربی کہتے ہیں۔

انه لیس للعبد فی العبودیة نهایة حتی یصل الیها ثم یرجع رباً کما انه لیس للرب حد ینتهی الیه ثم یعود عبداً فالرب رب غیر نهایة والعبد عبد غیر نهایة۔ (81)

عبد کے لئے عبودیت کی کوئی انتہا نہیں یہاں تک کہ اس کو پالے اور پھر رب بن جائے جس طرح کہ اب کے لئے کوئی حد نہیں کہ وہ ختم ہو جائے اور عبد بن جائے۔ اس لئے رب رب ہے بغیر نہایت اور عبد عبد ہے لا نہایت۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے اسی مفہوم کو شعر میں ہی وضاحتاً ادا کیا ہے۔

العبد عبد وان ترقی — والرّب رب وان تنزل (82)

بندہ بندہ ہے گو وہ لاکھ ترقی کر لے　　　رب رب ہے گو وہ کتنا نزول کیوں نہ کرے

قرآن مجید میں ہے۔

یاایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید۔ (83)

ذہین چوں کہ مسلسل ارتقاء کی کیفیت میں ہیں سو ان کا دعویٰ ہے۔

ے　حُسن کافر ہے مرے حسنِ نظر پر حاکم

آج کعبے سے میں کہہ دوں تو کلیسا ہو جائے

حسن سرشار تجلی کو نہیں ہوش نقاب

ذرہ ذرہ کہیں دیدۂ بینا ہو جائے

بتکدہ ہے کہ تصور ہے، حرم ہے کہ خیال

دور از دیر و حرم ذوقِ تماشا ہو جائے　　(84)

شانِ عبدیت ان سے کہلواتی ہے

ے　میرا ہونا ہی نہ ہونا ہے ذہین

میری آبادی ہے ویرانی مری

مگر اپنے ارتقاء کا دعویٰ بھی یوں کرتے ہیں

ے　نیرنگیٔ مذاق پرستش تجھی سے ہے

اے سرزمینِ کعبہ! کلیسا کروں تجھے　(85)

ان کو عرفان ذات اسقدر حاصل ہے کہ وہ شریعت و طریقت کو ایک سمجھتے ہیں اور اپنے عرفان کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

ے　آسان تھا عرفان وہ مشکل نکلا

میں خود ہی راہِ دوست میں حائل نکلا

توریت و زبور و انجیل ہی کیا

قرآن مرا صحیفۂ دل نکلا　(86)

مذکورہ بالا حدیث کو ذہین شاہ تاجی یوں بیان کرتے ہیں

ے　بصر ہر شے نمایاں دیکھتی ہے　+　یہ خود سے خود کو پنہاں دیکھتی ہے

سماعت سمع خود سے بے خبر ہے　+　بصارت دید خود سے بے بصر ہے

قوائے لمس خود کو چھو نہ پائے + خود اپنی شامہ کچھ بو نہ پائے

انا کی سمت راجع ہیں سب اوصاف + انا ہے برتر از اوصاف وصاف

انا بحر لیست دائم در تلاطم + ہر موجش ز صوت کن ترنم (87)

نظریہ ازلیت:۔

خدا ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا اس کی تلاش و حقیقت کو انتہائی لطیف پیرائے میں ذکر کرتے ہیں۔ اور اس قدر دقیق نکتے کو اتنی آسانی سے ذکر کرتے ہیں۔

؎ خدا افائی کہاں یہ وہم کی پیکر تراشی ہے

ولم یولد نہیں جو وہم انسانی سے ناشی ہے

جو پیدا کرنے والا ہے وہ پیدا ہو نہیں سکتا

جو خالق ہے، وہ ہو مخلوق، ایسا ہو نہیں سکتا

حقیقت کی خبر جب ماسوا کو ہو نہیں سکتی

خدا کی معرفت، غیر خدا کو ہو نہیں سکتی (88)

ذہین کا نظریہ ہے کہ انسانی تمام خصائل ودیعت کردہ ہیں۔ وہ ملائک کے سجدہ کو بھی عجب توجیہہ پیش کرتے ہیں۔

؎ معیت، اقربیت، عینیت کی نسبتیں بخشیں

خدا نے خاک کے پتلے کو کیا کیا نعمتیں بخشیں

فرشتوں نے بشر کے بھیس میں اللہ کو دیکھا

لباس بندگی میں جلوہ فرما شاہ کو دیکھا

؎ فرشتوں کی جبینوں میں وہ سجدے جو امانت تھے

وہ سجدے کیا تھے تصدیق خلافت کی شہادت تھے

اور آخر میں فرماتے ہیں

؎ نہ جانا امر جس نے اس نے آمر کو کہاں جانا

نہ جانا جس نے آدم کو، خدا کو بھی کہاں جانا (89)

نور محمدی کے جمال کو وہ آئینہ حسن نظر سے معنون کرتے ہیں۔ نعتیہ مشاعرہ جو اگست 1959ء میں کراچی میں ہوا۔ اس میں پڑھی جانے والی اس نعت کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں۔

؎ بزم مہر و مہ بساط لالہ و گل ہے گواہ عام ہوتا جا رہا ہے روئے جاناں کا جمال

صورت محبوب ہے آئینہ حسن نظر　　　آئینہ دکھلاتا ہے انسان کو انساں کا جمال
روشنی ایمان کی نور نبی ہے اے ذہین　　　ہے جمال مصطفیٰ ایمان و عرفان کا جمال (90)

ذہین کے وسیع دیوان چاہے شاعری کے کسی بھی موضوع میں ہو کسی بھی قسم میں ہو کسی بھی صنف میں ہو۔ اس میں یک گونہ تصوف کا پہلو ضرور نکلتا ہے۔ ذہین کی غزلیں ہوں یا نعتیں، قصائد ہوں یا مراثی ان میں کوئی نہ کوئی ایماء ذات واجب الوجود سے معنون ہوتا ہے اور ایمان و عرفان کی طرف اشارہ ضرور کرتا ہے۔ ذہین نے تمام اعلیٰ اولیاء کرام کی خدمت میں بھی قصائد پیش کئے اور تصوف کے نکات کو بھی منظوم پیش کیا جو کہ لکھنے اور تحقیق کے اعتبار سے مستقل موضوع ہے۔ جس میں سے ہم نے چیدہ چیدہ ضمناً ذکر کیئے ہیں۔

چنانچہ باباذہین شاہ تاجی مسئلہ احدیت وحدت کو نعتوں میں بھی بیان کرنے سے نہیں چوکتے کہ جس کا دوسرا اصطلاحی نام مرتبہ 'محمدیت ہے جس کی تشخیص و تعین لفظ محمد سے ہوتی ہے۔ یعنی کہ احدیت مجردہ جب حقیقت نوری میں نزول فرماتی ہے تو خلق کی نسبت بھی اس حقیقتِ نوری کی طرف درست ہوتی ہے۔ چنانچہ ذہین شاہ فرماتے ہیں۔

ے　حقیقت میں یہاں ہر شے محمد ہی محمد ہے
محمد ہی حقیقی راز ہے کثرت میں وحدت کا
محمد نقش اول ہے، محمد نقش آخر ہے
محمد ہی محمد مشغلہ ہے قدرت کا
محمد سے ہر آں شے میں ہوا مفہوم شے پیدا
بدایت میں بدایت کا نہایت میں نہایت کا　　(91)

جمال کے عنوان کے تحت وہ فرماتے ہیں

ے　ماہ تاباں کی ضیاء مہر درخشاں کا جمال
حسن جاناں سے ہے ساری بزم امکاں کا جمال
کاش "اللہ جمیل" پر ہو زاہد کی نظر
یہ بتوں کا ہے، نہ حوروں کا، نہ انسان کا جمال　　(92)

انسان کو ودیعت کردہ نسبتیں اور ذہین:۔

ذہین نے تصوف اور خلافت کے باب میں دی گئی۔ نسبتوں کو ذکر کیا کہ انسان کو کس قدر اعلیٰ مراتب عطا کئے گئے۔

ے　معیت، اقربیت، عینیت کی نسبتیں بخشیں　　خدا نے خاک کے پتلے کو کیا رفعتیں بخشیں (93)

حیاتِ نبی ﷺ :۔

نبی ﷺ کے حیات پر وہ جاودانی ہے اور کسی زمان و مکان سے مقید نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنے اسی نظریئے کا پرچار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

؎ حیات جاودانی دین وایماں　　　حیات جاودانی علم و عرفان

اور یہاں پر وہ علم کلام کی رو سے حیات جاودانی کو یوں ثابت کرتے ہیں۔

؎ جہاں قید مکانی اٹھ گئی ہے　　　وہاں قید زمانی اٹھ گئی ہے

یہی ایمان دل کی زندگی ہے　　　حیات جاوداں عشق نبی ہے　(94)

بابا تاج الدین اولیاء کی شان مدحت بیان کرتے ہوئے یوں گویا ہیں

؎ اس چہرے میں خوبان دوعالم کے ہیں چہرے　　　آئینۂ بزم شہ ابرار ہیں بابا

اس "با" کو سمجھتا ہے فقط عارف "بائی"　　　وہ "با" جو ترے نام میں دوبار ہیں بابا　(95)

ذہین کے کلام کی خوبی بلکہ حُسن یہ ہے کہ لفظاً و معناً وہ اپنے مقصود کو حاصل کر ہی لیتے ہیں مگر علم الکلام، علم جفر اور علم الاعداد سے بھی وہ ایسے دور اس نکتے لاتے ہیں کہ بے ساختہ زباں واہ واہ پر مجبور ہوتی ہے اور دل جھوم اٹھتا ہے اور علم منطق کے تمام داؤ پیچ ان کے ہاتھ میں ہوتے ہیں جیسے مذکورہ شعر میں لفظ "بابا" کی وجہ تسمیہ نہایت سہل انداز میں بیان کر دیتے ہیں۔ چنانچہ مزید کہتے ہیں

؎ قسمت جلوۂ حیراں میں ہوں　　　قسمت دیدۂ حیراں تم ہو

دل تمہارا ہے کہ تم ہو دل کے　　　میزباں تم ہو کہ مہماں تم ہو

رومی و شبلی و عطار و جنید　　　بخدا عیسیٰ دوراں تم ہو　(96)

بابا یوسف شاہ تاجی سے اظہار عقیدت کچھ یوں بیان کرتے ہیں اور اپنے نظریۂ سلسلۂ اویسیہ کا پرچار بھی غیر محسوس طریقے سے کرتے ہیں۔

؎ عشق سمندر دل ہے کشتی حسن یوسف کشتیاں

جس کو چاہے پار اتارے غوث محمد یوسف شاہ

خلوت خلوت محفل محفل وحدت وحدت کثرت کثرت

سب میں شامل سب سے نیارے غوث محمد یوسف شاہ　(97)

خاندانِ نبوت علیہم الصلاۃ والسلام کی خدمت میں قصائد لکھے اور اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

؎ یہی تو کنت کنزاً مخفیاً میں سر مخفی ہے　　　فاحببت ان اعرف میں یہی ہے حاصل عرفاں　(98)

ملی ہے کثرت نوحہ سے نام نوح کو شہرت　　ہم اہل بیت کے غم میں ہیں مثل نوح نوحہ خواں (99)

غم دارین ہے طوفان، تدبیر نجات اس سے　　غم شبیر میں کافی ہیں دو اشک سر مژگاں (100)

غریب نواز حضرت معین الدین چشتی کی خدمت میں ندرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

آں چناں ذکر حق نمود کر حق　　گفت از ہر زباں معین الدین (101)

اپنے جد امجد سلطان التارکین کی مدح میں یوں مدح سرا ہیں

نہ دنیا ہے نہ عقبیٰ ہے فقط مولیٰ ہی مولیٰ ہے　　خلوص عشق و عرفاں ہیں حمید الدین ناگوری (102)

غرض تصوف کے ابواب، فصول، موضوعات، منادین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ذہین کی دور رس نگاہوں سے چھپ گیا ہو یا۔ ذہین نے اس کو شعر کی مالا میں نہ پرویا ہو۔

بلاشبہ ذہین اپنی ذات میں واحد مثال تھے جس نے مختلف اجسام کی صورت اختیار کر لی شاید ہی کہ ان کا اجتماع ممکن ہو۔

سماع اور تصوف

سماع کی لفظی و لغوی تحقیق:

لفظ سماع کا اصل مادہ "سمع" ہے جو کہ باب (سَمِعَ۔یَسْمَعُ۔فَعَلَ۔یَفْعَلُ) کے وزن پر آتا ہے۔

لسان العرب میں ہے۔(103)

"السمع حسن الاذن وفی التنزیل" اوالقی السمع وھو شھید" (الایۃ) (104)

سمع کا مطلب ہے بہتر طور سے سننا اور قرآن مجید میں ہے۔ کیا اس کو سننے کا القاء کیا گیا تھا اور وہ گواہ تھے۔

سمع پر تحقیق کرتے ہوئے ابن منظور سماع کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

" والسماع ماسمعت بہ فشاع وتکلم بہ وکل ماالتذتہ الاذن من صوت حسن سماع۔ والسماع الغناء" (105)

سماع کا مطلب جو چیز سنی جائے اور مشہور ہو جائے اور اس کے بارے بات کہی جائے اور ہر وہ آواز جو کانوں کو بھلی معلوم ہو وہ حسن سماع ہے اور سماع غناء (ہی کی ایک قسم) ہے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع سے مراد ہر وہ آواز جو کانوں کو بھلی معلوم چاہے وہ صوفی اور ولی کو کسی جانور کی آواز سے وجد آتا ہو یا ورق کو ٹنے کو آواز سے حال آتا ہو۔ وہ سماع کہلاتا ہے۔

اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں ہے۔

" سماع۔ گانا سننا۔ راگ سننا" (106)

سماع سے مراد ایک خاص انداز ایک خاص لحن میں گیت جذبات والفاظ کی ادائیگی کرنا۔

سماع کا قرآن سے ثبوت:

اور اسی وجہ سے "لحن داودی" کی دنیا میں ایک مثل ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل حقیقت بھی ہے کہ جن کے پر سوز لحن سے پہاڑ وجد میں آجاتے تھے۔ پرندے بھی ہمنوا ہو جاتے تھے اور اسی کو قرآن میں بتایا گیا۔

اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے برتری بخشی تھی۔ اے پہاڑو تم ان کے ساتھ تسبیح کرو اور پرندوں کو (انکا مسخر کر دیا۔ (107)

سو داؤد علیہ السلام کا یہ معجزہ استحساناً امت محمدیہ پر بالعموم اور صوفیاء کرام پر بالخصوص تقسیم ہو گیا اور اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آواز کا اثر جب جمادات پر ہو سکتا ہے تو ہر اچھی آواز کلام قلب انسانی پر کس قدر اثر انداز ہو گا۔

کسی نوحہ کناں کی پر سوز آواز اور درد انگیز الفاظ سامعین کے دلوں کو مغموم کر کے رُلا دیتے ہیں۔ ایک نامعلوم سی تڑپ دل میں پیدا کر دیتے ہیں۔ وہیں پر جوش نظمیں و تقریریں سوئے ہوئے قلوب و اذہان کو جگا دیتے

ہیں۔ چنانچہ ہندہؓ فرماتی ہیں کہ غزوہ احد میں ہم عورتیں کفار کے ساتھ آئیں تھیں اور ان کے دلوں سے بدر کی شکست کے اثرات کم کرنے کے لئے یہ اشعار زور سے پڑھتی تھیں اور ان میں جوش وولولہ پیدا کرتی تھیں۔

نحن بنات الطارق　　　نمشی علی نمارق

ان تقبلو انعانق　　　ان تدبروانفارق

فراق غیر وامق

فراق غیر وامق

ہم طارق ستارے کی بیٹیاں ہیں۔　　　جو مخملیں فرشوں پر چلنے والیاں ہیں

اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم تمہیں گلے لگائیں گی　　　اور اگر پیٹھ پھیر کر بھاگو گے تو ہم دور ہو جائیں گی

کبھی نہ ملنے کا فراق دے جائیں گی۔　　　(مکرر)

سماع کا حدیث سے ثبوت:

ویسے تو کئی ایک مثالیں ہیں۔ مگر غزوہ خندق کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ جس کو شبلی نعمانی یوں بیان کرتے ہیں۔

" یاد ہو گا جب مسجد نبوی بن رہی تھی تو سرور دو جہاں مزدوروں کی صورت میں تھے۔ آج بھی وہی عبرت انگیز منظر ہے۔ جاڑے کی راتیں ہیں۔ تین تین دن کا فاقہ ہے۔ مہاجرین اور انصار اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد لاد کر پھینکتے ہیں اور جوش محبت میں ہم آواز ہو کر کہتے ہیں۔" (108)

نحن الذین بایعوا محمداً

علی الجھاد مابقینا ابداً

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد (ﷺ) کے ہاتھ

پر بیعت کی ہے جہاد پر جب تک کہ ہم باقی ہیں

سرور عالم ﷺ بھی مٹی پھینک رہے ہیں۔ شکم مبارک پر گرد اٹ گئی ہے اور اسی حالت میں یہ رجز زبان پر ہے جن کے شاعر عبد اللہ بن رواحہؓ ہیں

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلّینا

فانزل السکینۃ علینا

وثبت الاقدام ان لاقینا

ان الالی قد بغوا علینا

اذا ارادو فتنة ابینا (109)(کچھ روایت میں مصرع اولیٰ اس طرح سے ہے۔ اللّٰھم لو لا انت ما اھتدینا)

ترجمہ: اللہ کی قسم! اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتے۔ تو نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ تو اے اللہ آپ ہم پر سکون نازل فرمائیں اور جب کفار سے سامنا ہو۔ ہمیں ثابت قدم فرمائیں۔ بیشک اگلوں نے ہم پر حملہ کیا ہے (ظلماً) جب کبھی یہ فتنہ چاہیں گے ہم انکار کریں گے۔

روایت ہے کہ جب ابینا کا لفظ آتا تو آپ کی آواز بلند ہو جاتی اور مکرر فرماتے تھے اور اس کے ساتھ انصار کے حق میں بھی دعا دیتے تھے۔ ان الفاظ کے ساتھ

اللّٰھم انہٗ لا خیر الأ خیر الاخرۃ

فبارک فی الانصار والمھاجرۃ (110)

بعض روایات میں فانصر الانصار والمھاجرۃ ہے

ترجمہ: اے اللہ تیری صرف آخرت کی بہتری ہے

تو آپ انصار اور مہاجروں کو برکت عطا فرما

یہاں مقصودِ بیان یہ ہے کہ بھوک کی حالت میں بے سرو سامانی کی کیفیت میں یہ اشعار جب آپ ﷺ پڑھتے اور صحابہ کرامؓ تو صحابہ پر ایک حال طاری ہوتا اور وہ جوش میں خوب محنت سے کھدائی میں مصروف ہوتے اور اپنے ایمان کی حلاوت کو محسوس کرتے تھے۔

اسی طرح ابو نصر فارابی جن پورا نام ابو نصر محمد بن محمد بن ترخان ابن اوزلغ ہے۔ یہ تقریباً 870 میں ترکستان کے قلعہ کے قریب میں واقع مقام فاراب میں پیدا ہوئے۔ اسکے والد ترک سپہ سالار تھے۔ مغربی دنیا میں اسے الفارابیوس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور انہیں اسلامی فلسفہ کا اولین فلسفی تسلیم کیا جاتا ہے (111) جو اپنے زمانے میں حکمت میں بے مثل اور بے نظیر تھے۔ ایک دفعہ خلیفۂ وقت کی محفل میں گئے۔ اس کی خستہ حالت کے باعث کوئی بھی اُسے پہنچان نہ سکا۔ اُس نے وہاں چنگ (ایک ساز) بجانا شروع کیا، تو پہلے ساری مجلس کے لوگ قہقہہ مار کر ہنسنے لگے، اس کے بعد اس نے اس طرح بجایا کہ سب رو پڑے اور پھر اس طرح بجایا کہ سب پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب اس نے دیکھا کہ اہل مجلس بے ہوش ہوگئے ہیں۔ تو اس وقت حکیم فارابی نے ایک جگہ یہ عبارت لکھی اور چلا گیا۔

"فاراب قد حضر ھٰھنا وغاب" حکیم فاراب یہاں آیا، اور غائب ہو گیا

جب اہل مجلس ہوش میں آئے اور انہوں نے یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی تو حیرت کا اظہار کیا اور کہا یہ حکیم فاراب تھا۔(112) جس طرح لغوی معنی میں ہم نے یہ وضاحت کی کہ ہر اچھی آواز جو کانوں کو بھلی لگے وہ سماع کہلاتی ہے۔ تو اولیاء کرام نے بھی تقریباً انہی معنوں میں تعریفات کی ہیں۔

اولیاء کرام کے نزدیک سماع کی تعریفات:۔

خوبصورت کلام اور خوبصورت آواز سے متاثر ہونے انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں۔

"ہر اچھا کلام جو سنا جائے اور اس کو سننے میں لذت حاصل ہوتی ہو اگر اسی کلام کو اچھی لے اور لحن میں بنا جائے تو اس کے مزید لذت حاصل ہوتی ہے۔" (113)

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم کے ذرائع پانچ چیزیں ہیں۔ اور جتنے بھی علوم حاصل ہوتے ہیں وہ انہیں پانچ ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں

بدان استدک اللہ کہ اسباب حصول علم حواس خمسہ است: یکی سمع، دوم بصر، سوم ذوق، چہارم شم، پنجم لمس، وخداوند تبارک و تعالیٰ مودل را این پنج دریپا فریدہ اوست وھر جنس علم رابیکی ازاین باز بستہ: چون سمع را علم باصوات واخبار، وبصر را علم بالوان و اجناس، وذوق را علم بحلوومر، وشم را علم بہ نتن ورائحہ ولمس را علم بخشونت ولین۔(114)

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ علم کے حاصل کرنے کے اسباب و ذرائع پانچ ہیں۔ ایک سمع (سننا) دوسرے بصر و دیکھا، (تیسرے ذوق) چکھنا، چوتھے سونگھنا اور پانچویں چھونا۔ اللہ تعالیٰ نے دل کے یہ پانچ دروازے پیدا فرماتے ہیں۔ اور علم کی ہر ایک جنس ان میں سے ایک کے ساتھ وابستہ رکھی ہے۔ مثلاً سماعت اس سے آواز اور خبر سننے کا علم متعلق ہے اور آنکھ اس سے رنگ و شکل وغیرہ کے دیکھنے کا علم متعلق ہے اور چکھنے کو تلخ و شیریں کے ذائقے کا علم متعلق ہے۔ اور چھونے (لمس) کو سختی و نرمی کا علم متعلق ہے۔

مذکور عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ سید علی ہجویری سمع کو بصر پر فوقیت دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دوسری عبارت میں وہ سمع کو بصر پر فوقیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں

"اگر سمع نبودی اثبات آن محال جودی ونیز انبیا صلوات اللہ علیہم کہ آمدید نخست بگفتند تا آنکہ مستمع بودند بگرویدند آنگاہ معجز نمودند، واندر دید، معجزہ تاکید آن بسمع بود، وبدین دلائل ہر کہ سماع را انکار کند بکلی شریعت را انکار کردہ باشد و حکم آن بر خود بپوشیدہ" (115)

ترجمہ: اگر سمع نہ ہوتی تو ان کا ثبوت محال تھا اور یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام آنے کے بعد پہلے گفتگو فرماتے ہیں تاکہ وہ لوگ سنیں اور گرویدہ بنیں اس کے بعد معجزہ ظاہر فرماتے ہیں اور معجزے کے دیکھنے میں اس کی تاکید بھی سماع سے ہوتی ہے کہ وہ ان کے دلائل کو سنتے ہیں جو شخص سمع کا انکار کرتا ہے۔ گویا اس نے تمام شریعت کا انکار کر دیا اور اس کا حکم خود پر پوشیدہ ہو گیا۔

حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے سماع کی بحث کو "کشف الحجاب الحادی عشر فی السماع و بیان انواعہ" کے عنوان کے تحت کشف المحجوب میں۔ صفحہ نمبر 338 تا 367 (نسخہ فارسی، تہران) بیس صفحات پر مشتمل دس ابواب، ذیلی فصول اور ایک تمہید میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے اس بحث میں ستائیس آیات قرآنیہ، سترہ احادیث، تیرہ اقوال سلف، تیئیس حکایات، اور جو اشعار سے استدلال و استنباط کیا ہے۔ آپ نے اس بحث میں 5 ذاتی اجتہادات کو بھی ذکر کیا ہے اور دو کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ نیز عقیدۂ اہل سنت کی وضاحت کرتے ہوئے۔ سماع کے مباح اور حرام کی صورت بھی بیان کی ہیں۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے خلیفہ اور نظام الدین اولیاء کے روحانی پیشوا بابا فرید الدین گنج شکر کے نزدیک سماع:۔

"السماع یحرک قلوب المستمعین ویوقد نار الشوق فی صدور المشتاقین"

(سماع ایک ایسی موزوں اور مناسب آواز ہے جو) سننے والوں کے دلوں کو جنبش میں لاتا ہے اور مشتاقوں کے سینوں میں آگ بھڑکا دیتا ہے۔ (116)

سلسلۂ قادریہ کے امام سید عبد القادر جیلانی غُنیۃ الطالبین میں سماع اور وجد کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"سماع میں بناوٹ نہ کریں۔ اپنے اختیار سے سماع کا استقبال (خود وجد پیدا کرنے کی کوشش) نہ کریں۔ اگر اتفاق سے سماع کا موقع مل جائے تو سننے والے پر لازم ہے تہذیب کے ساتھ بیٹھا دل سے اللہ کی یاد کرتا رہے۔"(117)

قرآن کا سماع فرض ہے:۔

قرآن مجید کا سننا ہر انسان و جن کے لئے فائدہ مند، اللہ کی رضا کا ذریعہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن مجید کا نہ سننا بد بختی اور گمراہی کی دلیل ہے۔ اس بارے میں سید ہجویری نے آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور اقوال و احوال خلف و سلف سے استدلال کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے

واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون (118)

ترجمہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہاں استمعوا وانصتوا دونوں امر کے صیغے ہیں جو فرض، وجوب اور لزوم کے لئے آتے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید جب پڑھا جائے تو اس کا سننا فرض ہوتا ہے کچھ صورتوں کے استثناء کے ساتھ۔

احادیث مبارکہ:

درج ذیل احادیثِ مبارکہ قرآن کے سماع کے جواز اور فضیلت وہدایت ورہنمائی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ

اقرا علیّ فقال انا اقرأ علیك وعلیك انزل فقال رسول اللہ ﷺ انی احب أن اسمعه من غیری۔ (119)

ترجمہ: اے ابن مسعود قرآن سناؤ انہوں نے عرض کیا۔ کیا میں آپ کو قرآن سناؤں؟ حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ میں اسے اپنے غیر سے سننا زیادہ پسند کرتا ہوں۔

اس حدیث سے سید علی ہجویری بھی استدلالِ سماع کرتے ہیں کہ۔ سننے والا پڑھنے والے سے زیادہ کامل ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ میں اسے محبوب رکھتا ہوں کہ دوسرے سے اسے سنوں۔ وجہ یہ ہے کہ قاری یا تو اپنے حال سے پڑھے گا یا اپنے حال کے غیر سے لیکن سننے والا بہر حال اپنے حال سے سنے گا۔ کیونکہ گویائی میں ایک قسم کا غرور ہوتا ہے اور سننے میں انکسار ہوتا ہے۔" (120)

سید علی ہجویری کا مقصود یہاں پر یہ ہے کہ نبی ﷺ نبی ہو کر اور منزل علیہ ہو کر کہ قرآن انہی پر نازل ہوا پھر بھی ابن مسعودؓ سے کہتے ہیں کہ

تم مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے ابی ابن کعب سے کہا کہ مجھے قرآن سناؤ۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔ سیدنا ابو سعید الخدریؓ نے فرمایا۔

"کنت فی عصابة فیها ضعفاء المهاجرین وان بعضهم یستر بعضا من العری وقاری یقرء علینا ونحن نستمع لقرأته قال فجاء رسول اللہ ﷺ حتی قام علینا فلما رآه القاری سکت قال فسلم فقال ماذا کنتم تصنعون؟ قلنا کان قاری یقرأ علینا ونحن نستمع بقرأته۔ فقال النبی ﷺ۔ الحمد للہ الذی جعل فی امتی من امرت ان اصبر نفسی معهم ما قال ثم جلس وسطاً لیعدل نفسه فینا۔ ثم قال بیده هکذا فتحلق القوم فلم یعرف رسول اللہ ﷺ منهم احد، قال فکانو ضعفاء المهاجرین فقال النبی ﷺ۔ ابشروا صعالیك المهاجرین بالفوز التام یوم القیامة تدخلون الجنة قبل اغنیاء کم بنصف یوم کان مقداره خمسین مائة عام۔ (121)

میں ایسے کمزور مہاجرین میں سے تھا جنہوں نے اپنی پردہ پوش جگہوں کو ایک دوسرے حصہ بدن سے چھپا رکھا تھا۔ ایک قاری قرآن پڑھ رہا تھا اور سب اس کو سن رہے تھے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہوگئے۔ جب قاری نے حضور ﷺ کو دیکھا تو خاموش ہوگیا۔ رسول کریم ﷺ نے ہمیں سلام فرمایا اور دریافت کیا تم کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا ایک قرآن پڑھ رہا تھا اور ہم سن رہے تھے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ ذات باری لائق حمد ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے ہیں۔ جس کا حکم مجھے دیا گیا ہے کہ میں بھی ان میں کچھ دیر قیام کروں۔ چنانچہ حضور ﷺ ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔ گویا کہ حضور ﷺ ہم میں ایک برابر کے فرد ہیں۔ پھر آپ نے دستِ مبارک کا اشارہ فرمایا اس پر جماعت حلقہ بنا کر بیٹھ گئی اور کوئی نہیں پہنچان سکتا کہ اللہ کا رسول کون ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے کو مہاجر کمزوروں کی مانند بنالیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے مہاجروں کے کمزور درویشو! پوری کامیابی کی بشارت ہو کہ قیامت کے دن مالداروں سے آدھے دن پہلے جنت جاؤ گے۔ جس کی مقدار پانچ سو برس ہوگی۔

قرآن کے سماع اور اس کے اثرات پر حکایات:۔

ویسے تو تاریخ کے قراطیس مذکورہ موضوع پر بھرے ہوئے ہیں کہ آیت کی تلاوت سنی اور جان، جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

ے کسی کی جان گئی اور کسی کی ادا ٹھہری

کسی نے اما من خاف مقام ربہ جنتٰن (الآیۃ) (122) پر ڈر کے کے جان دی اور دو جنتیں حاصل کریں اور کوئی

(فضیلؒ بن عیاضؒ) الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم بذکر اللہ (الآیۃ) (123)

کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جائیں؟

کی آیت سُن کر مغفرت کا طلبگار ہوا اور اللہ کے نزدیک معروف وماجور ہوا ہم صرف چند حکایات لکھیں گے۔ جو کشف المحجوب میں مذکور ہیں۔ سماع کے استدلال پر۔

۱۔ اکابر صحابہ میں سے سیدنا زرارہ ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نماز میں امامت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جب ایک آیت پڑھی تو چیخ نکل گئی اور اسی وقت اُن کی روح پرواز کر گئی۔ (124)

۲۔ تابعین میں سے حضرت ابو جعفر اکابر تابعی تھے۔ حضرت صالح مری نے ان کے پاس ایک آیت پڑھی تو انہوں نے بے خود ہو کر جان دے دی اور دنیا سے کوچ کر گئے۔ (125)

۳۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ روایت کرتے ہیں کہ میں کوفہ کے ایک دیہات میں جارہا تھا۔ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ بزرگی کے آثار ان کے چہرے پر ظاہر تھے۔ میں ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوگئے۔ میں نے ان سے برکت حاصل کرنے کے لئے سلام عرض کیا انہوں نے پوچھا قرآن مجید جانتے ہو

؟میں نے کہاں: ہاں! انہوں نے فرمایا کوئی آیت پڑھو۔ میں نے جب تلاوت کی تو ان کی چیخ نکل گئی اور روح دیدار الٰہی کے استقبال کے لئے چلی گئی۔

ان احادیث آیات و واقعات سے یہ تو واضح ہو گیا کہ قرآن کا سننا یا ذکر کا سننا جائز بلکہ اولیٰ ہے۔ ایسا خود حضور ﷺ، اکابر صحابہؓ و تابعین نے کیا ہے۔

قرآن مجید کے اعتبار سے شعر و شاعری کیا ہے یہ تو بہت ہی جگہ پر مفصلاً بیان ہو چکا ہے۔ الشعراء یتبعھم الغاون (الآیۃ) نیز دوسری آیات کی تفسیر میں کہ یہاں شعر سے مراد کونسے شعر ہیں؟

حدیث میں

وان من الشعر لحکمۃ

اور بعض شعر میں حکمت کی باتیں ہوتی ہیں۔

سماع ایک اندرونی محرک (Stimulation) ہے اور ہر وہ انسان کے اندر دبی ہوئی فطرت کو ابھار کر سامنے کر دیتا ہے اس سے اشعار کے ذریعہ سے شجاعت اور بہادری کو مہمیزیت دیتا یا کبھی کبھی بظاہر متقی شخص کی حیوانیت کو ابھار دیتا۔

صوفیا نے سماع کے لئے جو کڑی شرطیں رکھی ہیں اس کی اصلی وجہ غالباً یہی ہے کہ حیوانیت کے طبائع رکھنے والے افراد اگر موجود ہوں تو ماحول کی تقدسیت اس کو دبا دے۔ موثر موسیقی (Absolute love) یعنی حب مطلق کو ابھارتی ہے بلکہ ایک معالج کا کام دیتی ہے۔

اکثر لوگ اس کو دیوانگی قرار دے کر ہنس دیتے ہیں۔ مگر

ذاق من ذاق و وجد من وجد

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل   لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

صوفیاء کی شرائط سماع:

سماع سے مراد موسیقی کا بد تمیزی کا طوفان نہیں اور نہ ہی سماع سے مراد اس موسیقی پر بے ہنگم رقص ہے۔

بلکہ سماع جب یار کی یاد کا وہ آلہ ہے جو بسا اوقات حالِ وجد پر مجبور کر دیتی ہے اور انسان کو ٹنے کے آلہ پر بھی وجد میں آ جاتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین آدابِ سماع کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ جس وقت درج ذیل چیزیں موجود ہوں تو اس وقت سماع سنا جائے۔

۱۔ مُسمِعْ   ۲۔ مسموع   ۳۔ مستمع   ۴۔ آلہ سماع

پھر وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

(مسمع سے مراد سماع کا سنانے والا یعنی قوال ہے۔ یہ کامل مرد ہونا چاہئے۔ وہ نہ لڑکا ہو نہ عورت۔ مسموع سے مراد وہ چیز (کلام) ہے جو سماع میں گائی یا پڑھی جاتی ہے۔ ضروری ہے کہ یہ فحش اور بے ہودہ نہ ہو۔ سماع سننے والا مستمع ہے۔ مستمع کو چاہئے کہ وہ صدقِ دل سے سنے اور اس وقت وہ یادِ حق سے بھرپور ہو۔ آلۂ سماع میں مزامیر جیسے چنگ ورباب اور اس قسم کے دوسرے ساز سماع کے دوران موجود نہ ہوں۔ اگر اس طرح سماع ہو تو حلال ہے۔)
(126)

آپؒ سماع میں مزامیر کے استعمال کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے اور اگر کبھی کسی جماعت کی بات ایسا سننے میں آتا تو ناگواری کا اظہار فرماتے تھے۔ (127)

اصول وضوابط اور آدابِ سماع:

چنانچہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء۔ حضرت خواجہ غلام فرید اور دیگر اولیاء کے فرامین کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک وہی سماع قابل قبول، جائز اور حلال ہے جس میں درج ذیل اصول وضوابط اور آداب کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ سماع میں قوال کم عمر لڑکا نہ ہو بلکہ کامل مرد ہو۔ اس لئے کہ وہ سماع کے آداب کلام کے مفہوم و معانی کو سمجھ سکتا ہو۔

۲۔ سماع میں نو عمر لڑکے اور عورتیں ہرگز شامل نہ ہوں۔

۳۔ سماع میں پڑھایا گایا جانے والا کلام خلافِ شرع نہ ہو۔ فحش الفاظ اور خیالات پر مبنی نہ ہو۔ بلکہ کلام کا مقصد تعلیماتِ اسلام کی ترویج اور توحید کا پرچار ہو اور سننے والے کے قلب و ذہن پر گہرا اثر کر کے اس کے خیالات میں انقلاب برپا کر دے۔ کلام عشق حقیقی کا شاہکار ہو۔

۴۔ سماع سے لطف اندوز ہونے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوران سماع اپنے خالق حقیقی کی یاد میں محو رہے اور سماع میں پڑھے جانے والے کلام میں تعریف و توصیف کو اپنے رب تعالیٰ، حضور اکرم ﷺ یا اپنے مرشد کے اوصاف پر محمول کرے۔

۵۔ سماع میں مزامیر جن میں چنگ و رُباب اور دوسرے ساز شامل ہیں موجود نہ ہوں۔

سماع مناسب وقت میں ہو۔ نماز کا وقت نہ ہو کہ فرض کی ادائیگی سے غافل ہو جائیں۔ علاوہ ازیں رات کو ایسے اوقات اور مقام پر نہ ہو کہ لوگوں کے آرام میں خلل واقع ہو۔

سماع اس حالت میں کہا جائے کہ جب دل ہر قسم کے تردد اور فکر اور پریشانی سے آزاد ہو۔ کیونکہ سماع کا اثر

نہ صرف دل پر ہوتا ہے بلکہ سماع کے دوران دل پر انوار نازل ہوتے ہیں۔ اس لئے دل کا فکر و پریشانی سے مبرا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ سماع سوائے وقت کے زیاں کے، اور کچھ نہ ہو گا۔

سماع کے دوران اگر کسی شخص کو وجد طاری ہو جائے اور وہ مغلوب الحال ہو کر کھڑا ہو جائے تو اس کی موافقت میں سب لوگ کھڑے ہو جائیں۔

صاف ستھرا اور پاکیزہ لباس زیب تن کر کے سماع میں شریک ہوں۔ چشم پاک ہو اور باوضو بھی ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں سماع میں خوشبو لگا کر شرکت کریں تا کہ سماع سے حقیقی معنوں میں مستفید ہوا جا سکے۔
(131)(130)(129)(128)

مقصود بہر حال سماع سے اس ذاتِ واحد کے قربت کا حصول ہے۔

؎ تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے — عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود — فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب (132)

سماع یا خوش الحان آوازوں کے اثرات:۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خوش الحان آوازیں قوت سامعہ پر بیحد اثر انداز ہوتی ہیں اور یہ وہ قوت ہے جو پورے جسم پر اثر انداز ہوتی ہے۔
نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

زینوا اصواتکم بالقرآن (133)

اپنی آوازوں کو قرآن کریم (پڑھنے) کے ساتھ مزین کرو۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے

من اراد ان یسمع صوت داؤد فلیسمع صوت ابی موسیٰ الاشعری (134)

جو چاہتا ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز سنے اسے چاہئے کہ وہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی آواز سنے۔
ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت انجشہؓ حدی خوانی فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

عن ابی قلابہ عن انس ؓ ان النبی ﷺ، کان فی سفر، وکان غلام یحدو بھن یقال لہ انجشہ، فقال النبی ﷺ رویدك یا انجشة صوتك بالقواریر قال ابو قلابہ یعنی النساء

ابو قلابہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سفر میں تھے۔ ایک لڑکا حدی گا رہا تھا جس کا نام انجشہ تھا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ اے انجشہ آہستہ آبگینوں کا خیال رکھو، ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ آبگینوں سے مراد خواتین ہیں۔ یہاں حدی سے منع نہیں فرمایا البتہ خواتین سے پرہیز کی ہدایت کی گئی۔ کہ صاحبان مذکور کے نکالے جانے کے باوجود ریاست پر یا متعلقہ صوبے پر کوئی اثر نہ پڑا، بایں ہمہ جناب حضرت جمہوری طرزِ حکومت کے قائل وعادل تھے۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ چوک یا بازار میں دو اجنبی غیر محرم یا محرم (مرد و عورت) بھی کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔

ہم انہی عمرؓ کے کتاب زیست کے اوراق پلٹتے ہیں

شبلی نعمانی لکھتے ہیں

۱۔ اگرچہ خلافت کے افکار نے ان کو خشک مزاج بنا دیا تھا مگر یہ ان کی طبعی حالت نہ تھی۔ کبھی کبھی موقع ملتا تھا تو زندہ دلی کے اشغال سے جی بہلاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے رات بھر اشعار پڑھوایا کئے۔ جب صبح ہونے کو ہونے لگی تو کہا کہ اب قرآن پڑھو۔

۲۔ محدث ابن جوزیؒ نے سیرۃ العمرین میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے۔ ایک طرف سے گانے کی آواز آئی۔ ادھر متوجہ ہوئے اور دیر تک کھڑے سنتے رہے۔

۳۔ ایک دفعہ سفر حج میں حضرت عثمانؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ وغیرہ ساتھ تھے۔ عبد اللہ بن زبیرؓ نے اپنے ہم سنوں کے ساتھ چہل کرتے اور حنظل کے دانے اچھالتے چلتے تھے۔ حضرت عمرؓ اس قدر فرماتے تھے کہ دیکھو اونٹ بھڑکنے نہ پائیں۔

لوگوں نے رباح سے حدی گانے کی فرمائش کی وہ حضرت عمرؓ کے خیال سے رکے لیکن جب حضرت عمرؓ نے کچھ ناراضی ظاہر نہ کی تو رباح نے گانا شروع کیا۔ حضرت عمرؓ بھی سنتے رہے۔ جب صبح ہو چلی تو فرمایا بس اب خدا کے ذکر کا وقت ہے۔ (بحوالہ ازالۃ الخفاء، ص:206)

۴۔ ایک دفعہ سفر حج میں ایک سوار گاتا جاتا تھا۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ اس کو منع نہیں کرتے فرمایا کہ گانا شہہ سواروں کا زادِ راہ ہے۔

۵۔ خوات بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ سفر میں، میں حضرت عمرؓ کے ساتھ ابو عبیدہ اور عبد الرحمن بن عوفؓ بھی ہمرکاب تھے لوگوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ ضرار کے اشعار گاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ وہ خود اپنے اشعار گائیں چنانچہ انہوں نے گانا شروع کیا اور ساری رات گاتا رہا۔ (135)

حضرت عمرؓ کو خود بھی شعر و شاعری سے از حد لگاؤ تھا بلکہ آپ کے پسندیدہ ترین شعراء، زبیر، نابغہ اور امراء القیس ہے۔ زبیر کی شاعری پر وہ یوں تنقید کرتے ہیں۔

لانہ لایتبع حوشی الکلام ولایعاظل من المنطق ولایقول الامایعرف ولایتدح الرمل الابمایکون فیہ

"زہیر نامانوس الفاظ کی تلاش میں نہیں رہتا اس کے کلام میں پیچیدگی نہیں ہوتی اور اسی مضمون کو باندھتا ہے جس سے واقف ہے۔ جب کسی کی مدح کرتا ہے تو انہی اوصاف کا ذکر کرتا ہے جو واقعی اس میں ہوتے ہیں۔(136)

آپؓ نے اشعار کی تعلیم پر عمال اور امراء کو فرمان بھیجے کہ لوگوں کو بطور خاص یاد کرواؤ۔؟؟؟

بہر حال اس تمام بحث کا مقصد یہ ہے کہ شعر و شاعری فی نفسہ حرام نہیں اور نہ ہی اس کا خوش الحانی یا بغیر خوش الحانی کے سننا و گرنہ عمرؓ کا دور، اصلاحات اور اجتہادات کا دور کہلاتا ہے۔ اسی دور میں فقہ اور دوسرے علوم کی باقاعدہ تدوین ہوئی۔ اگر سماع اشعار فی نفسہ حرام ہوتا تو حضرت عمرؓ اس پر پابندی ضرور لگاتے اور دوسرے صحابہ سے فتویٰ بھی لیتے مگر اس کے بجائے آپ نے عمال کو فرامین ارسال کئے کہ شاعری کی باقاعدہ تعلیم دی جانی چاہئے۔

چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ سماع کے دو مراتب ہیں۔

۱۔ سماع مباح (سماع الٰہی)

۲۔ سماع حرام (سماع لاہی)

سماع مباح:

سماع مباح یا سماع اس سورج کی مانند ہے کہ وہ سب کے لئے یکساں روشن ہے مگر ہر چیز اپنے مرتبہ کی مقدار پر اس سے ذوق و مشرب حاصل کرتی ہے۔ وہ کسی کو جلاتا ہے کسی کو روشن کرتا ہے۔ کسی کو گلاتا ہے۔ کسی کو نمو عطا کرتا ہے۔ سماع الٰہی وہ سماع ہے کہ جس کے توسل سے عارفین معرفت کے طلبگار ہوتے ہیں اور ہزارہا۔ سالکین کو اس سے معرفت نصیب ہوتی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش روایت کرتے ہیں کہ

حضرت دراج بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

میں ابن القرطی کے ساتھ دجلہ کے کنارے جا رہا تھا۔ بصرہ اور ایلہ کے درمیان ایک محل میں ہم اترے وہاں میں نے ایک نیک مرد کو دیکھا کہ اس کے آگے ایک باندھی گا رہی تھی اور یہ شعر کہہ رہی تھی۔

فی سبیل اللہ اللہ وذا کان منی لك یبدل

کل یوم یتلون غیر ھذا بك اجمل

" میری محبت تیرے ساتھ اللہ کے لئے ہے اور تو ہر روز اس کے

سوا بدلتا رہتا ہے۔ اور بے ڈھب فریفتہ ہوتا ہے کیونکہ تو خوبصورت ہے۔"

میں نے اس محل کے نیچے ایک جوان کو کھڑے دیکھا جو چھاگل لئے ہوئے گدڑی پہنے ہوئے تھا۔ اس نے کہا۔ اے کنیز! اس شعر کو دوبارہ پڑھو۔ کیونکہ میرا سانس گھٹ رہا ہے۔ شاید کہ اس کے سننے سے میری روح نکل جائے۔ کنیز نے اس شعر کو دوبارہ پڑھا اور تکرار کرتی رہی اور اس جوان کی چیخ نکلی اور جان دے دی۔

محل کے مالک نے کنیز سے کہا تو آزاد ہے اور خود نیچے آیا اور اس جوان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گیا۔ بصرہ کے تمام لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر محل کے مالک نے اعلان کیا کہ اے بصرہ کے لوگو! میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں میں نے اپنی جائیداد خدا کی راہ میں دیدی اور سب باندی و غلام کو آزاد کرتا ہوں اور وہاں سے کوچ کر گیا پھر کسی کو اس کی خبر نہ ملی۔

ابراہیم خواصی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے سامنے ایک درویش کو دیکھا جو آذر بائیجان کے پہاڑوں میں جارہا تھا جو فکر مند تھا اور یہ شعر گنگنا کر نالہ وزاری کا اظہار کرتا تھا کہ

واللہ ما طلعت شمس ولا غربت

الا وانت منی قلبی وو سواسی

" خدا کی قسم! سورج نہ طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا، مگر یہ کہ میرے دل میں تیری دھن رہی "

ولا تنفست محزوناً ولا فرحاً

الا وذ کرك مقرون بانفاسٍ

" میں نے غمی یا خوشی کی حالت میں کوئی ایسا سانس نہیں لیا جس میں تجھے یاد نہ کیا ہو۔ "

ولا جلست الی قوم احدثهم

الا وانت حدیثی بین جلاسٍ

" اور میں کسی کے پاس ان کی باتیں کرنے نہیں بیٹھا مگر میں ان سے تیری ہی باتیں کرتا رہا۔ "

ولا همت بشرب المساء من عطش

الا وایت خیالا منك فی الكاسٍ

"اور میں نے پیاس کا پانی پینے کا ارادہ نہ کیا مگر ہر پیالہ میں تیرا ہی خیال دیکھتا ہوں"

وہ درویش ان اشعار کے سننے میں ایسا متاثر ہوا اور عرصہ تک پتھر سے کمر لگا کر بیٹھا رہا اور اسی حال میں اس نے جان دے دی۔

سماع لاھی / حرام:

یہ وہ سماع ہے کہ جسے سامع فقط لھواً سنتا ہے۔ حقیقت سے نہ تو قرب ہے اور نہ تعلق۔ یہ صرف خواہشاتِ

نفسانی کو اُبھارتا ہے جو کہ شیطان کے چنگل ہیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے

" عن ابی هریرة ﷺقال قال رسول الله ﷺ: من حسن اسلام المرء ترکه مالایعنیه " (137)

"اسلام کے نیک خصائل میں سے یہ ہے کہ لایعنی وبیکار چیزوں کو چھوڑ دے۔"

علاوہ ازیں جہاں جہاں مذکور ہے

الجرس مزامیرالشیطان (138)

"باجے شیطان کی گھنٹیاں ہیں"

حضرت عمرؓ کا جن مواقع پر گانے سننے کے لئے تھدید کرنا۔ وغیر ذالک سے کثیر واقعات اس بات پر مدلل ہیں کہ سماعِ لہو دین میں حرام اور ممنوع ہے اور غنا کی جو جو احادیث ہی ں کہ

عن عبد اللہ بن مسعود الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل

"گانا دل میں نفاق کو یوں اگاتا ہے جیسے پانی گھاس کو اگاتا ہے۔" (139)

چنانچہ ہم تطبیقاً کہہ سکتے ہیں کہ جن احادیث میں گانے و اشعار کی مذمت و ممانعت ہے ان سے مراد سماع حرام و ملاہی ہے۔ اور جہاں جہاں تقریر و اثبات کے اشارات ملتے ہیں خواہ وہ احادیث و سنت میں ہوں یا آثارِ صحابہؓ میں سے تو اس سے مراد سماع الٰہی و سماع مباح ہے۔

اکثر بزرگ و مشائخ متبدئین کے لئے سماع کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

سماع کے آداب:

سید ہجویرؒ نے سماع کے درج ذیل آداب لکھے ہیں۔

۱۔ ضرورت کے وقت سماع سننے۔

۲۔ زر غبا کے قاعدے کے تحت کبھی کبھی سننے، عادت نہ بنائے۔

۳۔ سماع کے وقت مرشد یا شیخ کا ہونا لازمی ہے۔

۴۔ مقامِ سماع عوام سے خالی ہو۔

۵۔ قوال پابندِ شریعت ہو۔

۶۔ سامع کا دل دنیاوی شغل سے خالی ہو۔

۷۔ طبیعت لہو و لعب سے بیزار ہو۔

۸۔ تکلفات سے بالاتر ہو۔

۹۔ اگر سماع کی قوت نہ ہو تو تب تک سماع نہ سنا جائے۔

۱۰۔ سامع میں قبول دیدار حق کی قوت ہو۔

۱۱۔ اگر دیدار حق کا غلبہ ہو تو تکلفاً دور نہ کرے۔

۱۲۔ حرکت (وجد) کی حالت میں کسی سے امید مدد کا طالب نہ ہو۔

۱۳۔ اگر کوئی مدد کرے تو منع نہ کرے۔

۱۴۔ کسی کے سماع میں دخل نہ دے۔

۱۵۔ اگر قوال اچھا کہے تو تعریف نہ کرے۔

۱۶۔ اگر قوال خوش الحان نہ ہو تو برا نہ کہے۔

۱۷۔ اپنے محو کے سبب دوسرے کے سکر کا انکار نہ کرے۔

۱۸۔ صاحب وقت کی عزت کرو۔

۱۹۔ زبردستی وجد نہ پیدا کرو۔(140)

سهر العيون لغيرك وجهك ضائع

بكاهن بغيرك وجهك باطل

اے محبوبِ حقیقی! آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے آنکھوں کا بیدار رکھنا آنکھوں کو ضائع کرنا ہے اور آپ کی جدائی کے علاوہ کسی اور کے لئے رونا باطل ہے۔

شیخ عبد الغنی نابلسی اور سماع:۔

حضرت شیخ نے سماع اور سماع تلاوت پر احادیث اور فقہ سے اہم دلائل اس کے ثبوت میں بیان کئے وہ کئی جگہ پر عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔

دیکھتے ہیں

"والصحيح ان الملاهي حرام في المذاهب كلها، حتى يكفر مستحله وما روى عن الشافعي ﷺ من عدم التكفير فقد رجع عنه، انتهى كلامه وهو مقيد بالملاهي، فيحرم كل مايلهي ومالايلهي فلا يحرم" (141)

اور یہی بات صحیح ہے کہ لہو ولعب تمام مذاہب (فقہی) میں حرام ہے حتی کہ اس کے حلال جاننے والے پر کفر کا فتویٰ ہے اور جہاں تک امام شافعیؒ سے اس کے حلال جاننے والے پر عدم تکفیر کا فتویٰ ہے تو انہوں نے اس قول سے بعد میں رجوع کر لیا تھا اور یہاں پر مقید ملاہی کے ساتھ ہے۔ چنانچہ ہر وہ چیز جو لہو میں مبتلا کرے وہ حرام ہے اور جو لہو میں مبتلا نہ کرے وہ حرام نہیں۔

قرآن میں ہے کہ "اعلموا انما الحیاۃ الدنیا لعب و لھو" (142)

مگر یہاں پر دنیا کی زندگی حرام نہیں ہو جاتی۔ اور یہی پر ہم یہ قیاس بھی کر سکتے ہیں کہ ہر لہو چیز حرام نہیں ہے۔ الا یہ کہ شارع نے اس کو فی نفسہٖ حرام نہ قرار دیا ہو۔ جیسے خمر، قمار، وغیر ذالک۔

یا پھر شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کو مستثنیٰ نہ قرار دیا ہو۔ جیسے ایک حدیث میں ہے۔

"لھو المؤمن باطل الا فی ثلاث: تادیبہ لفرسہٖ و رمیہ عن توسہٖ و ملاعبۃ مع اھلہٖ" (143)

(اوقال کل ما یلھو بہٖ الرجل المسلم باطل! الا رمیہ بقوسہٖ، وتادیبہ فرسہ و ملاعبتہ اھلہ فانھن من الحق)

مومن کا لہو و لعب باطل ہے سوائے ان تین کے اس کا گھوڑے کی تربیت کرنا۔ تیر اندازی کرنا اور اہل کے ساتھ کھیلنا۔

یا دوسری روایت میں ہے کہ مومن کا ہر کھیل باطل ہے سوائے تیر اندازی کے اور اس کے گھوڑے کی سدھائی کے یا اس کا اہل کے ساتھ کھیلنا کیونکہ یہ (کام) درست (دوستی کے لئے) ہیں۔

چنانچہ ہر وہ چیز جو کہ ذکر اللہ سے غافل کر دے وہ حرام ہے اور جو اللہ کی یاد تازہ کر دے وہ حلال ہے۔

چنانچہ ایک مستحسن اور مباح چیز بھی اگر غلط مقصد کے لئے ہو تو وہ حرام ہے جیسا کہ آیت میں ہے

اتخذو دینھم لھواً و لعباً (144)

"انہوں نے دین کو لہو اور لعب بنالیا تھا" اب یہاں دین فی نفسہٖ مستحب اور قربتِ الٰہی کا ذریعہ ہے مگر جب اس کو لہو و لعب بنالیں تو یہ بھی حرام اور غیر مستحسن صورت اختیار کر لیتا ہے۔"

ذہین شاہ تاجی اور سماع:

ذہین شاہ تاجی ایک عارف کامل سالک صوفیاء علی سبیل التصوف شخصیت تھے۔ انہوں نے "وہابیت اور اسلام" نامی اپنی کتاب میں دلائل اور براہین سے اپنے مسلک کا نا صرف اتمام حجت کیا بلکہ معترضین کے اعتراضات کا شافی جواب بھی دیا۔

ذہین صاحب نے تقریباً 10 صفحات پر اس موضوع کو زیر بحث لایا ہے۔ محدثین، صحابہ، مؤلفین، فقہاء سے دلائل پیش کرتے ہوئے تقریباً 31 دلائل پیش کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

" اتباع تابعین میں ملت سماع کے قائلین شمارے سے باہر ہیں۔ چنانچہ ائمہ اربعہ (ابو حنیفہ، مالک، شافعی، ابن حنبل ؒ) وغیرہ۔ فرق یہ ہے کہ مجوزین سماع میں کچھ لوگ اس کو مباح کہتے ہیں۔ کچھ لوگ مستحب کہتے ہیں اور بعض لوگ مکروہ کہتے ہیں۔ مگر حرمتِ سماع کا دعویٰ اتنا نازک ہے کہ امام ابو الفتوح کا قول ہے کہ مطلق سماع کو حرام کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ حضور ﷺ سے استماع غنا ثابت ہے۔ اور ارتکاب حرام کی نسبت حضور ﷺ کی

طرف کفر ہے۔ اور غنا آلات کے ساتھ " کے متعلق مشہور احادیث وارد ہیں۔ اس لئے منکر کے فاسق ہونے میں کوئی کلام نہیں "

ذہین شاہ تاجی کا کوئی کلام بغیر دلیل کے نہیں ہے۔ وہ ہر بات کو دلیل سے ثابت کرتے ہیں اور یہی بات ان کی فقہ پر دسترس کو ثابت کرتی ہے۔

ذہین شاہ تاجی نے اس موضوع پر حدیث، فقہ اور تصوف کے لحاظ سے اور اصول درایت اور روایت کے لحاظ سے انتہائی جامع اور سیر حاصل بحث کی ہے۔

چنانچہ علامہ نابلسی لکھتے ہیں۔

" کل من ورد عنھم السماع من الصحابۃ والتابعین والعلماء العاملین" مقاصد ھم فی ذالک حسنۃ و نیاتھم صحیحۃ۔ و من انکر السماع من المتقدمین و من المتاخرین انما حرا ھم القسم الفاسد من ذالک " (145)

یہ صحابہ کرام ؓ، تابعین اور علماء عاملین سے جو بھی سماع کے متعلق ثابت ہے۔ وہ ان کے حسن نیت، اور صحیح مقاصد سے متعلق ہیں اور متقدمین و متاخرین میں سے جو سماع کا انکار کرتے ہیں۔ ان کی مراد اس سے فاسد نوع ہے۔

سو حاصل بحث کتب احادیث کی پہلی حدیث اور اصول فقہ و اصول تصوف کا پہلا قاعدہ ہے۔

انما الاعمال بالنیات ہے

کہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے

حوالہ جات

1	لسان العرب، ص199-vol8,
2	مولاناوحیدالزماں کیرانوی، قاموس الجدید1990، ص952،ادارہ اسلامیات لاہور
3	اللمع ص،14
4	ناصر خسرو معجم الفاظ القرآن الکریم ج2، ص91، انتشارات خسرو
5	قرآن مجید، سورہ النحل، آیت80،پ14
6	عبدالروف حصری، معجم القرآن الحامی ص70 دار السرور بیروت
7	قرآن مجید، سورہ الکھف آیت48پ15
8	عبدالروف حصری، معجم القرآن الحامی ص72۔71 دار السرور بیروت
9	عبدالروف حصری، معجم القرآن الحامی ص70 دار السرور بیروت
10	قرآن مجید، سورہ محمد آیت15 پ26
11	مولوی محبوب عالم اسلامی انسائیکلوپیڈیا،ص124 تاجران کتب لاہور
12	حضرت داتاگنج بخش، کشف المحجوب مترجم مفتی معین الدین نعیمی ص63، مدینہ
13	حضرت داتاگنج بخش، کشف المحجوب مترجم مفتی معین الدین نعیمی ص65۔64، مدینہ
14	مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر352
15	سورہ جمعہ آیت2
16	شمس آیت9۔10
17	ابو نصر سراج طوسی، کتاب اللمع فی التصوف، ص37، ادارہ تحقیقات اسلامی
18	امام بخاری، صحیح بخاری، ج1، حدیث نمبر49
19	مولوی محبوب عالم اسلامی انسائیکلوپیڈیا،ص467 تاجران کتب لاہور
20	پروفیسر عیسیٰ، ارشادات شیخ اشرف علی تھانوی،
21	قرآن مجید، سورہ آلِ عمران آیت31،
22	مشکوۃ المصابیح مع مراۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص2891، المطبعۃ العربیہ لاہور
23	محمد سعید بن سیونی، موسوعہ اطراف الحدیث النبوی الشریف ج5 ص487، دار الکتب العلمیہ بیروت
24	قرآن مجید، سورہ النساء آیت59
25	محسن بیدار، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، ص176 انتشارات بیدار
26	قرآن مجید، سورہ الدھر
27	مسلم بن حجاج، مسلم، کتاب الوحی

28	شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ ج2، ص128
29	قرآن مجید، سورہ النساء آیت 59
30	ابو الفضل بلیاوی، مصباح اللغات ص40، قدیمی کتب خانہ
31	امام ترمذی، جامعہ ترمذی، ج2، ح593
32	قرآن مجید، سورہ المؤمن 19
33	مشکوٰۃ المصابیح، باب النظر الی المخطوبۃ وبیان العورات فصل سوم
34	مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب صحابہ فصل اول
35	مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب صحابہ فصل سوم
36	عوارف المعارف، ص149
37	سورہ رعد آیت 17
38	عوارف المعارف، ص150
39	سورہ توبہ آیت 122
40	قرآن مجید، سورہ مجادلہ آیت 11
41	قرآن مجید، سورہ فاطر آیت 28
42	قرآن مجید، سورہ یوسف آیت 76، پ12
43	عوارف المعارف، ص96
44	عوارف المعارف، ص486
45	ذہین شاہ تاجی، فتوحاتِ مکیہ ج4، ص692 ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
46	میزان الاعتدال ج2۔ ص423
47	مولانا عبد الرحمٰن لکھنوی، کلمۃ الحق اردو ترجمہ، ص205، ملک فضل مجددی لاہور
48	خادم حسین صوفی، کنز العارفین من مرآت العارفین، ص20 ادارہ مخزن القادریہ
49	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، 100، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
50	خادم حسین صوفی، کنز العارفین من مرآت العارفین، ص21 ادارہ مخزن القادریہ
51	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، 102، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
52	خادم حسین صوفی، کنز العارفین من مرآت العارفین، ص31 ادارہ مخزن القادریہ
53	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، 102، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
54	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص156 مکتبہ تاج کراچی
55	ذہین شاہ تاجی، اجمال جمال، ص76 مکتبہ تاج کراچی

56	ذہین شاہ تاجی، اجمال جمال، ص61 مکتبہ تاج کراچی
57	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،258، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
58	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،199، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
59	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص27 مکتبہ تاج کراچی
60	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن،412، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
61	ذہین شاہ تاجی، اجمال جمال، ص17 مکتبہ تاج کراچی
62	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص164 مکتبہ تاج کراچی
63	ذہین شاہ تاجی، اجمال جمال، ص17 مکتبہ تاج کراچی
64	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص164 مکتبہ تاج کراچی
65	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص99-98 مکتبہ تاج کراچی
66	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص164 مکتبہ تاج کراچی
67	ذہین شاہ تاجی، اجمال جمال، ص44 مکتبہ تاج کراچی
68	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص425، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
69	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص201، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
70	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص245، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
71	ذہین شاہ تاجی، اجمال جمال، ص78 مکتبہ تاج کراچی
72	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص449، :ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
73	ذہین شاہ تاجی، اجمال جمال، ص79 مکتبہ تاج کراچی
74	شیخ ابوسعید محمد مبارک بن شیخ علی، مترجم مولانا عبدالحلیم نظامی، تحفہ مرسلہ شریف، ص6، سیرت فاؤنڈیشن لاہور
75	شاہ ولی اللہ، مکتوب مدنی (محمد حنیف ندوی) ص؟؟؟ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
76	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص449،ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
77	ذہین شاہ تاجی،، ترجمہ وتشریحات فتوحات مکیہ ص۔2۔ ،ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی۔ طابع وناشر ایجوکیشن پریس کراچی
78	ذہین شاہ تاجی، آیات جمال، ص364ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
79	بخاری، ج3، حدیث نمبر1432
80	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص54،ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
81	ذہین شاہ تاجی،، ترجمہ وتشریحات فتوحات مکیہ ص۔2۔ ،ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی۔ طابع وناشر ایجوکیشن پریس کراچی
82	ذہین شاہ تاجی،، ترجمہ وتشریحات فتوحات مکیہ ص۔2۔ ،ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی۔ طابع وناشر ایجوکیشن پریس کراچی
83	قرآن مجید، سورہ فاطر15

84	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص414، ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
85	ذہین شاہ تاجی، آیاتِ جمال تھرڈ ایڈیشن، ص422۔423، ادارۂ تعلیم وثقافت اسلامی، کراچی
86	ذہین شاہ تاجی، اجمال جمال، ص7، مکتبہ تاج کراچی
87	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص23 مکتبہ تاج کراچی
88	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص26 مکتبہ تاج کراچی
89	ذہین شاہ تاجی، لمعات جمال، ص30 مکتبہ تاج کراچی
90	ایضاص36
91	ایضاص33
92	ایضاص36
93	ایضاص30
94	ایضاص47
95	ایضاص142
96	ایضاص147
97	ایضاص149
98	ایضاص89
99	ایضاص92
100	ایضاص93
101	ایضاص131
102	ایضاص132
103	ابن منظور، لسان العرب ج8، ص195، قم ایران
104	سورہ ق، آیت37
105	ابن منظور، لسان العرب ج8، ص165، قم ایران
106	مولوی محبوب عالم، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص414 الفیصل ناشران کتب
107	قرآن مجید، سورہ سبا، آیت10 ترجمہ، فتح محمد خان جالندھری
108	سیرت النبی ﷺ، ج1، ص246
109	اسماعیل بن محمد بخاری، صحیح بخاری، کتاب الجہاد، غزوہ احزاب
110	اسماعیل بن محمد بخاری، صحیح بخاری، کتاب الجہاد، غزوہ احزاب
111	اردو دائرہ المعاف اسلامیہ ج15، ص37۔7، پنجاب یونیورسٹی

112	سید محمد بن مبارک، سیر الاولیاء ترجمہ غلام محمد ص666، برہان مشتاق بک کارنر
113	ملفوظات خوجہ نظام الدین اولیاء، موئلف امیر حسن علاء سنجری، ترجمہ محمد سرور، فوائد الفواد، علماء اکیڈمی او قاف پنجاب
114	علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب، ص338، تصوف فانڈیشن،
115	علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب، ص339، تصوف فانڈیشن،
116	سید محمد بن مبارک، سیر الاولیاء ترجمہ غلام محمد ص657، برہان مشتاق بک کارنر
117	عبد القادر جیلانی، غنیۃ الطالبین، ص538، مکتبہ اشرفیہ رائیونڈ لاہور
118	قرآن مجید، الاعراف204
119	علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب، ص343، تصوف فانڈیشن،
120	علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب،344، تصوف فانڈیشن،
121	محمد بن عبد اللہ، الخطیب، ولی الدین، مشکوۃ المصابیح ج3، رقم1447، مکتبہ رحمانیہ
122	سورہ رحمٰن، آیت46
123	سورہ الحدید، آیت16
124	علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب،345، تصوف فاؤنڈیشن،
125	علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب،344، تصوف فانڈیشن،
126	ملفوظات خوجہ نظام الدین اولیاء، موئلف امیر حسن علاء سنجری، ترجمہ محمد سرور، فوائد الفواد ج5، ص456 علماء اکیڈمی او قاف پنجاب
127	ملفوظات خوجہ نظام الدین اولیاء، موئلف امیر حسن علاء سنجری، ترجمہ محمد سرور، فوائد الفواد ج5 ص212، علماء اکیڈمی او قاف پنجاب
128	ملفوظات خوجہ نظام الدین اولیاء، موئلف امیر حسن علاء سنجری، ترجمہ محمد سرور، فوائد الفواد ج5، ص456 علماء اکیڈمی او قاف پنجاب
129	محمد اکرم شیخ، آب کوثر، ص241-240
130	سید محمد بن مبارک، سیر الاولیاء ترجمہ غلام محمد ص658، برہان مشتاق بک کارنر
131	خوجہ غلام فرید، ملفوظات، موئلف مولانا رکن الدین، مترجم کپتان واحد بخش سیال، ص249، اسلامک بک فاؤنڈیشن
132	اقبال، کلیات اقبال اردو، ص406-405 اسد پبلی کیشنز لاہور
133	صنعانی ابو بکر المصنف، مصنف عبد الرزاق، ج2، ص485، المجلس العلمی کراچی
134	مسلم بن حجاج، صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین، ص310، رقم1852-1851
135	شبلی نعمانی، سوانح عمری حضرت عمر فاروق، ص368-367، المصباح اردو بازار لاہور
136	شبلی نعمانی، سوانح عمری حضرت عمر فاروق، ص347، المصباح اردو بازار لاہور
137	محمد بن یزید، ابن ماجہ حافظ قزوینی، سنن ابن ماجہ کتاب الفتن ج2، ص616، رقم3976، دار المعرفہ بیروت لبنان
138	رواہ البیہقی موقوفا، وفی ابوداؤد، بحوالہ ایضاح الدلالات، ص70
139	زاد الطالبین

140	علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب،363، تصوف فاؤنڈیشن،
141	شیخ عبد الغنی نابلسی، ایضاح الدلالات فی سماع الآلات، ص35 دار الفکر کراچی
142	قرآن مجید، سورہ حدید آیت 21
143	ترمذی، نسائی، ابو داؤد، ابن ماجہ
144	قرآن مجید، سورہ اعراف آیت52
145	شیخ عبد الغنی نابلسی، ایضاح الدلالات فی سماع الآلات، ص140 دار الفکر کراچی

باباذہین شاہ تاجی کی سیاسی اور سماجی خدمات

ذہین شاہ تاجی کے ویسے تو کئی روپ منظر شہود پر ابھرے اور انتہائی حیرت انگیز حیثیت کے ساتھ انفرادیت رکھتے ہوئے ابھرے۔ وہ ایک طرف تو بیش بہار سیوں کتب کے مصنف ہیں جسمیں انکا قلم مختلف النوع موضوعات پر رواں دواں ہے دوسری طرف وہ قادر الکلم اور اعلی پائے کے شاعر ہیں جو مشاعرے منعقد بھی کرتے اور اسمیں شرکت بھی کرتے ہیں۔ دوسری جانب وہ سلوک کی ارتقائی منازل بے کروار ہے ہیں۔

جسکے لئے جسمانی وروحانی خلوت گزینی بہر حال ضروری ہے مگر امت جن مراحل سے گزرہی تھی اور تاریخ جس انقلاب کے اوراق پلٹ رہی تھی اسکا تقاضا تھا کہ سیاست کو زیر موضوع بنایا جاتا۔ انہوں نے سیاست کے موضوع پر نثر میں بھی لکھا۔ جس میں انکے مقالہ جات اور کتب شائع ہوئیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے اسلامی قوانین کو بھی زیر بحث رکھا اسی کے ضمن میں انہوں نے امت کی ہیئت اجتماعیہ اور تنظیم کا بنیادی قانون ذکر کیا۔ افتراق اور تفریق کی مخالفت کی۔

علاوہ ازیں جمہوریت کے مقاصد اور شورائی نظام اسمیں حق رائے دہندگی اور اسکی اہلیت کا ذکر کیا۔ ااور صدر کی خصوصیات تحریر کیں ہیں۔

بنیادی حقوق اور اسمیں عام آدمی کے مسائل کو قلم کی زینت بنایا علاوہ ازیں معاشرے اور معاشرتی مسائل کو بھی زیب قرطاس کیا۔

ذہین شاہ تاجی اور ملکہ وسیاسی بصیرت:

ذہین شاہ تاجی نے متحدہ ہندوستان بھی دیکھا اور ہجرت کا درد بھی سہا۔ مسلمنون کی کی حالت زار، دور غلامی سے بھی واقف تھے اور آزادی کی نعمت غیر مرتبہ کا احساس بھی انکے دل میں براجمان تھا

چنانچہ کہتے ہیں

ے کہیں کہیں تہ دامن چراغ ایمان ہے | بھڑک رہی ہے ہر کا سخت بار بولہبی
قلوب ہوگئے ذوق خشوع سے محروم | نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی (1)

۱۹۴۸ میں کراچی میں انہوں نے نظم کہی۔ جس سے معلوم ہوتا کہ ملک کو دیمک اول روز سے تک گیا تھا۔ ہیں صاحب بصیرت و عرفان ذہین شاتاجی اسکو بھانپ گئے تھے۔ اور باقی لوگ اب جاکر ہوش میں آئے ہیں۔

کھوڑوں سے خطاب کرتے ہوئے ہیں

ے آکر کراچی میں ہم نے دیکھی
مسلم حکومت قومی حکومت
برباد کیوں کر آباد ہونگے
اعلان فرماتی ہے وزارت۔۔
سرمایہ داروں کے ہے کراچی
سرمایہ دارو! تم کو بشارت
اسے کاش کوئی کھوڑون سے کہدے
سوئے غریباں چشم عنایت
الارض اللہ کس کی زمین ہے
الکم بلند کس کی حکومت (2)

ذہین کا سیاست کے بارے میں نظریہ:

ذہین نے زمانے کے سرد و گرم بھی دیکھے ہیں اوا سکے الٹ پھیر سے بھی واقف ہیں گاندھی نہرو کے بیانات اور انگریزوں کے ساتھ ہندوؤں کے شاز باز کو انکی بالغ نظر نے بھانپ لیا اور رہ بے اختیار اس

ے ریا سے بھی دھوکہ سیاست بھی دھوکہ
ہے دھوکہ سے بچنے کی صورت بھی دھوکہ

ذہین کے نزدیک سا سے اور طلب ریاست سب دھوکہ ہے کہ ہر شخص صرف دنیا کے حصول کے لیئے کوشاں ہے حب جاہ انکے رگوں میں خون کسطرح رچ بس گیا ہے

مادیت پرستی انکا مذہب بن چکا ہے۔ سو یہ تمام کی تمام دنیا دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔

ہندو مسلم فسادات اور ذہین:

ذہین نے ہندو بنیے کی نیت بھانپ لی تھی۔ ۱۹۳۰ کے بعد برصغیر کی حالت انتہائی خراب ہو چکے تھے ہندو انگریزوں کا آپس میں گٹھ جوڑ ہو گیا تھا۔ مسلمانون کو بے سرو سامانی کا سامنا تھا۔ سوائی مادھو پور (ریاست جے پور) میں ۱۹۳۰ انھوں نے ان حالات کی منظر کشی کی ہے اور کیا خوب کی ہے لگتا ہے کہ وہیں پر موجود ان حالات کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ نقط اتحاد کے نام سے اس نظم کو پڑھیں

ے ہے فضا بدلی ہوئی کچھ دن سے مادھو پور کی
ہندو مسلم میں ہے جنگ و جدل کا احتمال
ہندوں نے کر دیا رسم تعاون کو وداع
اتحاد باہمی میں پڑ گیا ہے اختلال
جس قدر بنیئے تھے سب کی ہو گئی دوکان بند
ہو گیا دشوار ملنا آج آٹا اور دال
طے کر پایا ہے کہ ہم ماریں گے اور مر جائیں گے
ہیں سراسر مشتعل اور دلے رہے ہیں اشتعال
بھنگیوں اور بھنگنوں نے کر دیا ہے کام ترک
جس سے ہر گھر ہو رہا ہے نافئہ مشک غزال

اور چھوٹا ہے چماروں نے بھی جوتے کا گانٹھنا — کوئی آدمی آکر دیکھ لے ٹوٹے ہوئے جوتوں کا حال
ہے عداوت اور نفرت کی فضا پھیلی ہوئی — پر نظر ہے منظر صد شورش وجنگ وکدال
سینا دینا، آناجان، ملنا جلنا بند ہے — بھیانک ہندو مسلم کشاکش کا حال
بھر لیں یالوں نے آنکھیں دوست نکلے بے وفا — آفریں لیکن تجھے اے ساہد کافر جمال
اب بھی آتا ہے تو چھپ چھپ کر مری آغوش میں — ہاں ابھی تک دے رہا ہے تو مجھے داد مصال
اتحاد ہندو مسلم فنا ہوتا ہے ہو — اتحاد حسن والفت ہے یقیناً لازوال (3)

جو لوگ دو قومی نظریہ کو بھول چکے ہیں اور مذکورہ حالت بھی بھول گئے کہ کیسے عین وقت پر ان بنیوں نے طوطا چشمی دکھائی اور بیچ راہ میں مسلمانوں کو چھوڑ دیا۔ جو آج بر صغیر پاک وہند کا پھر نظریہ لے کر اٹھے ہین کہ ہندو اور مسلم ایک ہی کلچر کے دونام ہیں وہ سوچیں کہ آج جو نسل یہ پیغام لے کر آئی ہے انکی رگوں میں وہی پرانا خون دوڑ رہا ہے اور انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ گویا حدیث میں ہے۔

دینی وسیاسی ایشوز ذہین کا موضوع ہیں۔

۱۹۵۹ء میں کراچی میمن مسجد کے سامنے سینما بنایا گیا جسکا پر زور احتجاج کی گیا۔ ذہین کا دل بھی اس پر تڑپ اٹھا۔ اور بے ساختہ کہ اٹھے

ے سرود خانہ ہمسائیہ حسن رہ گزرے — نماز مسجد میمن خدا قبول کرے
چھڑی ہے بحث یہ مسجدیں اور سینما میں — نماز کیف بھی کہ گیت کیف بھرے (4)

اسی طرح انکی حمیت دینی کسی طور گوارا نہ کرتی تھی کہ مسلمان اہل ہنود کے ہاں ملازمت کریں۔ جبکہ ۱۹۴۷ میں سندھی مسلمان ہندو کی دربانی کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

ے جو پاسبان حرم تھے وہی ہزار افسوس — در ھنود پر ہیں پاسبان کراچی میں (5)

مہاجرین کے در پر اسوقت پیر الہی بخش ہوا کرتے تھے چنانچہ انکی مدح کرتے ہیں

ے مہاجرں کو لے دے کے ہاتھ آیا ہے — وہ ہیر جسکی ہے ہمت جواں کراچی میں (6)

ہندوؤں نے کلیم داخل کرنے والے مہاجر مسلمانوں کے یہاں سندھ اور کراچی میں انتہائی تذلیل آمیز سلوک کے ساتھ مکانات دیئے۔ انکا طریقہ کار تھا کہ وہ مسلمانوں سے پگڑی لے کر ان کو مکان دے رہے تھے۔ پگڑی یا ٹوپی

مسلمانوں کی عزت و عظمت کی علامت ہے۔ ہمارے پاس گروی ہو چکی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے انتہائی مالدار اور نواب گھرانے کے افراد جو 20/20 ملازمین کے جلو میں رہتے تھے۔ آج بھی کرائے کے مکانوں میں کراچی میں ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں۔ ان کی وضع دات نے یہ گوارانہ کیا کہ وہ کلیم داخل کریں اور بدلے میں اپنی پگڑی رکھ دیں۔ تاریخ کے اس اہم واقعے کے گواہ ذہین ہیں اور انتہائی درد بھرے لہجے میں گویا ہیں۔

ے جنہوں نے جسم کے کپڑے تلاشیوں میں لیئے — اتارتے ہیں وہی پگڑیاں کراچی میں
فضائے ہند مسلمان پر ہے تنگ مگر — ہنود کے لئے امن وامان کراچی میں (7)

صوبہ پرستی اور ذہین:۔

ذہین نے تاریخ کو شاعری ہمارے میں محفوظ کیا ہوا ہے۔ پڑھنے والا شعر کی تازگی سے بھی محظوظ ہوتا ہے اور اس وقت کے درد سے بھی آشنا ہوتا ہے۔

ذہین کی شاعری سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کی صورتحال جو ابتدائی دنوں میں تھی وہ آج بھی ہے۔ نوزائیدہ ملک کو جس قدر مشکلات کا سامنا آزادی کے بعد تھا وہی مشکلات اور ناانصافی؟؟؟ آج بھی درپیش ہے۔ فرق صرف زبان کا ہے۔ پہلے پنجابی سندھی فسادات تھے۔ اب مہاجر پشتون فسادات ہیں عوامل کیا ہیں اور ان عوامل کے کیا مقاصد ہیں ہر پڑھا لکھا طبقہ ان سے واقف ہے۔

یہ نظریہ انتہائی قدیم زمانے سے چلتا آرہا ہے۔
"لڑاؤ اور حکومت کرو"

ذہین کے حساس ذہن کہ جس نے ہجرت کا دکھ سہا اور آبائی وطن سے بدائی کا زخم برداشت کیا ہے وہ مسلمانوں کی آپس میں اس کشاکشی کو برداشت نہیں کر پائے۔ خود ذہین شاہ تاجی لکھتے ہیں۔

"یوسف ہارون کا بیان 3 اگست 1947ء کو جے پور میں نظر سے گذرا تھا۔ صوبہ پرستی کے خلاف اعلانِ جنگ تھا۔ میں نے اس بیان سے متاثر ہو کر یہ اشعار لکھے تھے۔

آج پورے دو سال بعد ان اشعار کو بغرضِ اشاعت بھیج رہا ہوں۔ اس دو سال میں دنیا نے کتنی ترقی کی ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ یوسف ہارون جو اس وقت صرف مسلم لیگ کے عہدیدار تھے آج سندھ گورنمنٹ کے پرائم منسٹر ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ وہ خود اپنے بیان کے مطابق، خود اپنے دورانِ حکومت میں بھی صوبہ پرستی کا سد

باب نہ کرسکے بلکہ یہ تحریک یوماً فیوماً ترقی پذیر ہے۔ "گنذرو کنونشن" اس کی تازہ ترین صورت ہے۔

کیایوسف ہارون جس کانام دو مقدس پیغمبروں کے ناموں کا مجموعہ ہے اپنے دو سال پہلے کے بیان کی روشنی میں اپنے اور اپنی حکومت کے کارناموں پر سچائی اور انصاف کے ساتھ تبصرہ کرکے مطمئن ہوسکتے ہیں کہ وہ لم تقولون مالا تفعلون کی بازپرس سے محفوظ ہیں۔"(8)

باباصاحب کے اس بصیرت افروز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملکی حالات پر کس قدر گہری نظر رکھتے تھے۔

بلاشبہ ذہین شاہ تاجی ایک سیاسی مدبر تھے۔ اور سیاست کے داؤ پیچ کو اچھی طرح جان چکے تھے۔ وزارت سے قبل کے بیان اور اس کے بعد بر خلاف عمل نے آپ کو سخت ذہنی دھچکا پہنچایا تھا۔

چنانچہ فرماتے ہیں۔

ب

اے یوسف ہاورن تیرے تازہ بیان سے	زندہ ہوئیں اسلام کی پارینہ روایا
سچ ہے کہ مسلمان، مسلمان ہیں بھائی	لازم ہے مساوات، مواسات، مواخات
کوتہ نظری، خود غرضی، نفس پرستی	ناقابلِ برداشت ہے ان میں سے ہر اک بات
تفریق پہ مائل ہوں توحید کے قائل	پنجابی و سندھی میں نہیں کوئی منافات
وہ سندھ کو سندھ کے لئے کرنے لگے خاص	ہیں عام جنہیں شش جہت وارض وسماوات (1947ء)

(9)

عالمی سیاست اور ذہین:۔

ذہین ناصرف ملکی و قومی سیاست پر نظر رکھتے تھے بلکہ وہ عالمی سیاست پر بھی مکمل نظر رکھتے تھے۔ ذہین شاہ تاجی ایک اپڈیٹ شخصیت تھے۔ یہ ان کی اس نظم سے معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ عالمی فورم پر پاکستان ابھی تک ترقی پذیر ممالک میں شامل تھا۔ اس کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز سمجھی جاتی تھی۔ تمام ممالک ترقی کی دوڑ میں تندہی سے کوشاں تھے اور سپر پاور بنے کے لئے اور اپنے سپر پاور کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے وہ کسی بھی قوم کے سروں مینار پر اپنی طاقت کا جھنڈا لہرانے کو تیار تھے۔ ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ ان کو سابقہ اقوام کے حالات سے آگاہ کیا جائے۔

چنانچہ نومبر 1960ء میں وہ عالمی قائدین سے یوں مخاطب ہیں۔

ب

سنیں رہنمایانِ اقوام عالم	ہارے زمانے کے عظام عالم

یہی خواہ عالم ہیں خدام عالم | بڑے علم و حکمت میں علام عالم

ہمارا سفینہ کدھر جارہا ہے؟ | تمہیں رخ ہوا کا نظر آرہا ہے

کلوں کے بنانے کی دن رات ہے دھن | مگر کل کے حالات کی کچھ ہے سن گن؟

وہ ایٹم کہ ہٹلر کو تھا ناز جس پر | وہ راکٹ، کے ناز پرواز جس پر

وہ پرواز اطلاق اعجاز جس پر | وہ اعجاز، تھا پردہ راز جس پر

وہ "نازی" کہاں ہیں؟ کہاں ناز ہے وہ؟ | کہاں برق نہ بر انداز ہے وہ (10)

اسی طرح انہوں نے دوسری جنگ عظیم، ہندو مسلم اتحاد، آزادی ہند، انقلاب سے پہلے۔ 1965ء کی جنگ وغیرہ کے موضوعات پر بھی خوب اور سیر حاصل لکھا ہے۔

وطن پرستی اور ذہین:۔

وطن سے ذہین کو کس قدر محبت ہے اور اس پاک سرزمین کی محبت ان کے دل میں کیسے جاگزیں ہے وہ تو ان کی سیاست سے دلچسپی سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر بنابریں۔ انہوں نے پاکستان پر بہت خوبصورت ترانے بھی لکھے۔

ان ترانوں کے ردھم سے معلوم ہوتا ہے کہ ذہین پاکستان کا کس قدر شیدائی تھا۔ اس نے ہجرت کے زخم آزادی کے مرہم سے چھپالئے تھے۔ 1965ء کی جنگ میں وارد ہونے والے اس ترانے کو ملاحظہ کریں۔

ے سبز ہلالی پرچم پر یہ چاند یہ تارا کیا کہنا | رخشاں رخشاں تاباں تاباں روشن روشن پاکستان

دانا ہوتا تو بچ جاتا، دانہ دانہ بجلی سے | بھارت کا دھقان نہ سمجھا برق فرض پاکستان

رنگ محمد بوئے علی ہے اس گلشن کے پھولوں میں | فیض نبوت فیض ولایت اپنا گلشن پاکستان

(11)

اس طرح ایک اور ترانہ ہے۔

ے فتح دین، فتح ایمان | حق کی نصرت کا اعلان

پاکستان، ارضِ قرآن | ارض مقدس پاکستان

زندہ باد! پاکستان

گنبد خضریٰ سے ہم رنگ | چاند ستارے سے، ہم آہنگ

اوجِ فلک سے ہم آہنگ　　　آیتِ امن ورایتِ جنگ

زندہ باد! پاکستان　(12)

مہاجرین کے غزالی کہیں یا نوزائیدہ پاکستان کے رومی بہر حال ان کے افکار عالیہ اور اشعارِ عالیہ اپنے اندر فرداً فرداً وحداً وحداً ایک فلسفہ سموئے ہوئے ہیں۔ ان کے اشعار میں آزادی سے قبل اور بعد کے تمام واقعات اور مشاہدات پنہاں ہیں۔ وہ نفاق کے قائل نہیں اسی لئے کسی لگی لپٹی کے بغیر ہی بہانگِ دہل ایک مجاہد کی صورت اظہار کر دیتے ہیں۔

ان کے پاس صرف کتابی فلسفہ نہیں ہے۔ ان کا ہر شعر آزادی کے خون میں رنگا ہوا ہے اور زخموں سے چور ہے۔

ان کی ہر نظم سیاست اور سیاست بصورت نفاق کے درد میں ڈوبی ہوئی ہے۔

انہیں قوم کا بھی غم ہے اور اسلام کے اعلاء کی بھی فکر ہے۔ وہ مسلمانوں کی کشتی طوفان سے نکال لائے ہیں۔ بس اس کا سنبھال کر رکھنے کی فکر ہے۔

ذہین شاہ تاجی ایک اعلیٰ سیاسی مدبر تھے۔ حب جاہ چھو کر بھی نہیں گذری۔ اگر وہ چاہتے تو سیاست کے زور پر اپنے لئے اعلیٰ عہدہ مقرر کرواسکتے تھے۔ مگر ذہین دراصل خانقاہی فقیر بھی تھا۔ جس کے سامنے دنیاومافیہا کی حیثیت تنکے جیسی ہے۔

واللہ اعلم

؎　ترک کردہ ملک ہفت اقلیم را　　　میز ندبر دلق سوزن چو گدا

ہفت اقلیم کی سلطنت ترک کر کے گداگروں کے گدڑی سی رہے ہیں

خانقاہ عالیہ تاجیہ

خانقاہ معنی و مفہوم:

خانقاہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ جو دو الفاظ کا مجموعہ ہے " خان گاہ " سے معرب ہے۔ یہاں گ محرف بہ ق ہو گیا اصلاً لفظ خانقہ تھا۔ مگر استعمالاً خانقاہ مشہور ہوا تو یہی لکھا اور بولا جانے لگا۔ یہ ایسا ذو المعنین لفظ ہے کہ جس سے کئی معنی متضاد مراد لئے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ اسکی وضاحت کی گئی ہے ہم صرف مراد بہ معنی کو ذکر کریں گے:

خانقاہ صوفیوں اور درویشوں کی عبادت گا نیز راہبوں کے مسکن کے لئے بھی یہ لفظ لایا جاتا ہے۔ اردو لٹریچر میں غالباً ۱۸۸۳ سے اسکا استعمال عام ہوا۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لفظ خانہ گاہ اسی مفہوم میں اس سے قبل فارسی میں استعمال نہیں ہوا ہو گا۔ ظاہر ہے کہ اسکا استعمال شروع سے ہوتا آرہا ہو گا جب ہی اردو/ عربی مزاج اور تلفظ کے مطابق گاہ سے قاہ میں تبدیل ہو گیا۔

علامہ اقبال نے ضرب کلیم میں کچھ یوں ذکر کیا

آے پیر حرم رسم خانقہی چھوڑ

مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا

اردو جامع انسائیکلوپیڈیا میں خانقاہ کی تعریف کچھ یوں ہے کہ

خانقاہیں گرجوں کے ارد گرد بنائی جاتی تھیں۔ ان میں طعام خانے، رہنے سہنے کے کمرے یا حجرے، مہمان خانے اور دوسری ضروری عمارتیں ہوتی تھیں اور وہاں مسافروں کے قیام و طعام کا انتظام بھی رہا تھا۔ تمام عمارتوں کے ارد گرد ایک فصیل ہوتی تھی۔ راہب کھیتی باڑی بھی کرتے۔ بھیڑ بکریاں بھی پالتے۔ ضرورت کے مطابق صنعتوں کا سلسلہ بھی

جاری تھا۔ مگر ان کا اہم ترین فرض عبادت گزاری اور مذہبی کتابوں کی نقلیں حاصل کرنا تھا۔ جب یورپ بھر میں افرا تفری پھیلی ہوئی تھی۔ خانقاہیں اس وقت بھی امن و سکون کی زندگی کا مرکز بنی رہیں۔ راہبوں اور راہباؤں کا سلسلہ زوال پذیر ہوا تو خانقاہیں بھی ہیں حقیقی حیثیت کھو بیٹھیں۔(13)

قرونِ اولیٰ سے لیکر اب تک " پیشوائے امت " کا لقب عالم و متقی وزاہد کے لئے مستعمل ہوتا رہا ہے۔ عام طور پر قاعدہ یہ تھا کہ جو قرآن و حدیث کا سب سے زیادہ عالم ہے وہی اعلم ہے اور باعث پیشوا ہے۔

اسلام میں خانقاہی تصور:۔

خانقاہ اگرچہ بزبان ایک فارسی زبان کا لفظ ہے مگر اس کی ابتداء دار ارقمؓ سے ہی ہو چکی تھی چنانچہ متوسلین و مریدین ہدایت بارگاہِ رسالتِ مآب ﷺ میں حاضر ہوتے اور مشرف بااسلام ہونے کے بعد بنیادی اسلامی تعلیمات سیکھتے۔ جب وہ اس قابل ہو جاتے کہ وہ اپنے منور سینہ سے دوسرے قلوب کو روشن کر سکیں تو اذنِ رسالت ﷺ سے دور دراز جگہوں اور اپنے قبیلوں میں جاتے اور لوگوں کو اسلام کی ہدایت سے اور نورِ نبی ﷺ سے فیض یاب کرتے۔

علاوہ ازیں بعد ہجرت بھی یہ سلسلہ مسجدِ نبوی ﷺ کی صورت میں قائم تھا۔ کہ اس میں نادار صحابہ کرامؓ سکونت پذیر تھے۔ جنہیں آپ ﷺ تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ فرماتے تھے۔ ان کے لئے الگ سے ایک چبوترہ قائم تھا۔ اور یہیں سے ابو ہریرہؓ جیسے محدث اعلیٰ و اول تیار ہو کر نکلے اور انہی کی برکت سے ہم آج احادیث کی تعلیم سے بہرمند ہو رہے ہیں۔

اصحاب صفہ کا کام صرف تعلیم وتربیت تھا۔ اور خود رسولِ اقدس ﷺ ان کی تربیت فرماتے تھے۔ چنانچہ بعد ازاں صوفیائے کرام جس جگہ رہائش پذیر ہوتے تو چند لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے قلوب واعمال سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اور مریدین و متوسلین میں سے کسی کو کسی بھی معاملے میں اشکال ہوتا یا رہنمائی کی ضرورت ہوتی تو وہ انہی مرشدین سے رہنمائی حاصل کرتے اور یہ منہل عرفان کے مناہل میں سے ہے اور یہ منہج، مناہج النبی ﷺ میں سے ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام کے زمانے سے اب تک یہ دستور چلا آرہا ہے کہ مشاہیر و علما مساجد یا مخصوص جگہ پر معتقدین امت اسلامی کو مطلوبہ علوم فراہم کرتے انکے اشکلات دور کرتے آنکھ اسوہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے قرب عطا کرتے ۔چاہے وہ علم تفسیر ہو یا علم حدیث علم فقہ ہو یا کلام و منطق۔ علاوہ ازیں تزکیہ نفس کا سلسلہ بھی یہیں سے چلا اور لوگوں کو قربت خداوندی کا طریقہ اور اسکا اضمار سکھایا گیا جو بلاشبہ اتباع نبی علیہ الصلاۃ والسلام میں اور حب النبی علیہ الصلاۃ والسلام (فداہ ابی وامی) میں وضع تھا۔

مرکزِ تجلیات خانقاہِ تاجیہ میوہ شاہ کراچی۔

برائیوں سے بچنے اور جادۂ حق پر گامزن رہنے کا سب سے سادہ اور آسان ترین طریقہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا ہے۔ ان اہل دل حضرات کی صحبت سے قلوب کا رنگ اترتا ہے۔ اور نیکی کا کام بجالانا آسان ہوتا ہے۔ میوہ شاہ کراچی میں قائم خانقاہِ عالیہ تاجیہ ان اکابرین کا فیض ہے۔ جن کے علم و تقویٰ کے نور کی تاب ناکیوں کا کوئی خیرہ چشم ہی انکار کر سکتا ہے۔

ا۔ مراکزِ سلسلۂ عالیہ تاجیہ:

سلسلہ عالیہ تاجیہ، شہنشاہِ ہفت اقلیم بابا تاج الدین اولیاء کی فیوض و برکات سے جاری و ساری ہے۔ وہی اس سلسلے کے بانی و مؤسس ہیں۔ اس سلسلے کے دو ہی بڑے مراکز ہیں جن میں

ا۔ مزارِ تاج الاولیاء ناگپور (بھارت)

۲۔ خانقاہِ عالیہ تاجیہ میوہ شاہ کراچی (کراچی)

ا۔ مزارِ تاج الاولیاء ناگپور (بھارت)

اس دنیائے فانی میں ہر دور میں کچھ نہ کچھ ہستیاں ایسی ضرور ہوتی ہیں جن کا فیض ان کی ظاہری حیات میں ہی نہیں بلکہ جہانِ فانی سے پردہ فرمانے کے بعد بھی جاری و ساری رہتا ہے۔ حضرت بابا تاج الدین اولیاء بھی ان ہی صاحبِ کشف و کرامات ہستیوں میں سرفہرست ہیں۔ جن کے فیضان سے آج بھی معتقدین، مریدین کے قلوب منور ہو رہے ہیں۔ مزارِ تاج الاولیاء بھی ایک ایسی فیض گاہ ہے جہاں سے ہر ذات، ہر نسل، ہر زبان، ہر مذہب اور ہر علاقے کے لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ یہ سلسلۂ عالیہ تاجیہ کا پہلا مرکز تصور کیا جاتا ہے۔ جہاں 1925ء میں بابا تاج الدین کی تدفین عمل میں آئی۔ (14)

۲۔ خانقاہِ تاجیہ میوہ شاہ کراچی۔

پاکستان میں سلسلہ عالیہ تاجیہ کا صرف ایک ہی مرکز ہے جو کہ میوہ شاہ کراچی میں واقع ہے۔ جہاں اس سلسلے کے بزرگان حضرت بابا یوسف شاہ تاجی (سجادہ تاج الاولیاء)، باباذہین شاہ تاجی (سجادہ نشین یوسف شاہ تاجی) اور بابا انور شاہ ذہینی یوسفی تاجی مدفون ہیں۔ موجودہ دور میں بابا عاطف شاہ انوری ذہینی یوسفی تاجی ہیں۔ جن کے فیوض وبرکات سے شب وروز سینکڑوں حاجت مند مستفید ہو رہے ہیں۔

خانقاہِ عالیہ تاجیہ کی تعمیر، اندرونی مناظر، محافل ومجالس کی منظر کشی درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کی جارہی ہے۔

بابا یوسف شاہ تاجی کا وصال:۔

اپنی ظاہری حیات میں ہی اپنے سجادہ نشینی کا اعلان فرما کر لوگوں کو ان کا مطیع بنانا سلسلہ عالیہ تاجیہ کی روایت بے مثال ہے اور عین سنت ہے۔ بابا تاج الدین نے بابا یوسف شاہ تاجی کو اپنا سجادہ بنایا اور ان کے طریق پر چلتے ہوئے بابا یوسف شاہ تاجی نے اپنے چہیتے اور قابل ترین مرید کو اپنی اولاد پر فوقیت دی اور باباذہین شاہ تاجی کو سجادگی کے لئے منتخب فرمایا۔

گو کہ بابا یوسف شاہ کا یہ عمل حضرت خواجہ نظامیؒ کے اس قول کی عملی تفسیر ہے۔

"روحانیت کی وراثت اولاد کو بہت کم ملتی ہے بلکہ خلفاء اس کے وارث ہوتے ہیں۔" (15)

بابا یوسف شاہ تاجی کی علالت اس مقام پر پہنچ گئی کہ کوئی امید باقی نہ رہی تو ان کی تدفین کے لئے غریب نواز کی چلہ گاہ کے قریب ایک جگہ کا انتخاب کیا گیا مگر بابا یوسف شاہ نے فرمایا۔

"میری مٹی یہاں کی نہیں ہے" (16)

اور بابا ذہین شاہ تاجی ان کے حکم پر بمعہ خاندان کراچی چلے آئے جہاں آکے بابا یوسف شاہ تاجی رضائے الٰہی سے خالق کائنات سے جا ملے۔

مسئلہ تدفین:۔

بابا یوسف شاہ تاجی کے وصال کے ساتھ ہی جو سب سے بڑا مسئلہ پیدا ہوا وہ بابا یوسف کی تدفین کا تھا۔ ادھر ہندوستان کی تقسیم کے باعث حالات بہت سنگین تھے اور مزار شریف کے لئے زمین کا حصول کوئی آسان کام نہ تھا۔ بابا ذہین شاہ تاجی کے کاندھوں پر اپنے مرشد کی تدفین کی بھاری ذمہ داری تھی۔ زمین کے حصول کے لئے بابا ذہین شاہ تاجی نے پروفیسر اے بی اے حلیم (چانسلر یونیورسٹی) کے ہمراہ وزیر مہاجرین پیر الٰہی بخش سے ملاقات کی۔ (17)

بالآخر بلوچستان رجمنٹ کے قبرستان میں بابا یوسف شاہ تاجی کی تدفین عمل میں آئی۔

خانقاہِ عالیہ تاجیہ کی تعمیر:۔

بابا یوسف شاہ تاجی کا کراچی میں آنا اور مدفون ہونا اس بات کا اشارہ تھا کہ اب سلسلہ عالیہ تاجیہ کا فروغ اسی مقام سے ہوگا۔ ان کے اس اشارے کو ان کے سجادہ نشین بابا ذہین شاہ تاجی سے بہتر بھلا کون جان سکتا تھا۔ بابا ذہین شاہ تاجی نے قبر مبارک یوسف شاہ کے شاہ کے ساتھ والی زمین کو خانقاہ کے لئے منتخب فرمایا۔ مگر اس زمین پر انجمن پنجابی سوداگران نے قبریں بنانی شروع کر دیں۔ زمین پر قبضہ ہو جانے کے خوف سے بابا صاحب نے دیواریں بنوا دیں مگر وہ دیواریں گرا دی

گئیں بالآخر انتظامیہ کے تعاون سے زمین حاصل کرلی گئی اور ان تمام مشکل ادوار سے گزر کر خانقاہِ عالیہ تاجیہ کی تعمیر عمل میں لائی گئی۔ جس کا تمام تر سہرا باباذہین شاہ یوسفی تاجی کے سر ہے۔

چار دیواری کنوں تعمیر شد | بعد ازیں ھم خانقاہ تاجیہ

بہر جہد للبقاء الروح ما | سعی پیہم خانقاہ تاجیہ

سنگ بنیادش نہادم چوں ذہین | شد مقدم خانقاہ تاجیہ

بہر تاریخ بنائش گفتہ ام

جان عالم خانقاہ تاجیہ

۱۳۷۱ ہجری (18)

خانقاہِ تاجیہ کی آبادکاری:۔

باباذہین شاہ تاجی نے بے شمار مصائب و مشکلات سے دوچار ہونے کے بعد خانقاہِ تاجیہ کو تعمیر کرایا ان کا مقصد محض ایک عالیشان عمارت کی تعمیر نہ تھی بلکہ مخلوقِ خدا کے لئے ایک ایسے در کی تعمیر تھا جہاں سے ایسا چشمہ فیض جاری ہوا کہ ہر خاص و عام اس سے سیراب ہو سکے۔ باباصاحب کی دور اندیشی، درویشی، اعلیٰ اخلاق، بندہ پروری، حلم و بردباری کی بدولت خانقاہِ عالیہ تاجیہ چند ہی دنوں میں مرکزِ رشد و ہدایت ہوگئی اور لوگ بزرگانِ دین کے نور سے اپنے دلوں اور باطن کو منور کرنے لگے اور اس خانقاہ سے جاری سلسلہ خیر و برکت سے مستفید ہونے کا سلسلہ اب تک جاری و ساری ہے۔

خانقاہِ تاجیہ کی آبادکاری کا سب سے مرکزی کردار باباذہین شاہ تاجی نے ادا کیا۔ ان کی روایات اور نقشِ قدم پر چلتے ہوئے باباصاحب کے وصال کے بعد باباصاحب کے لاڈلے اور چہیتے سجادہ نشین بابا انور شاہ تاجی نے اک خانقاہ کی رونقوں کو دوچند کیا اور موجودہ دور میں خانقاہِ عالیہ تاجیہ اپنے ان عظیم بزرگوں کے نورِ ہدایت سے منور ہے اور عاطف شاہ

انوری ذہینی یوسفی تاجی (موجودہ سجادہ نشین) اپنے بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس خانقاہ کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی دینے میں معروف ہیں۔

خانقاہِ عالیہ تاجیہ کے اندرونی مناظر:۔

خانقاہِ عالیہ تاجیہ اللہ تعالیٰ کا معجزہ اور بزرگان سلسلۂ تاجیہ کا فیض ہے کہ اس ویرانے میں ایک ایسا مرکز بن گیا جہاں لوگ دن ورات کی تخصیص کے بغیر فیضیاب ہورہے ہیں اور یہ ویران جگہ آباد بلکہ رہتی دنیا تک لوگوں کی خوشحالی و رہنمائی کا باعث بنی رہے گی۔

خانقاہِ عالیہ تاجیہ ایک عظیم الشان مرکز ہے جس کے اندرونی مناظر بڑے ہی پر نور اور دل کو تسکین وہدایت سے سرفراز کرتے ہیں۔

سرکار کا قبّہ مبارک:۔

خانقاہِ تاجیہ کے اندر سرکارؒ کا عظیم الشّان قبّہ مبارک تعمیر کیا گیا ہے۔ جو تعمیری وروحانی اعتبار سے دیگر تمام اولیاء کے قبّوں سے اونچا ہے۔

خدا جلوہ نما ایں جا محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) جلوہ گر ایں جا

سنا کردم مزار مظہر خیر البشر ایں جا

ذہین از سال تعمیرش چو پرسیدیم از ہاتف

بگفتا: خواب گاہ شاہ یوسف، پاک در ایں جا

۱۳۹۸ھ

بلند دروازہ:۔

درگاہ شریف کے صدر دروازے اور سڑک کے درمیان بلند دروازہ کی تعمیر عمل میں لائی گئی ہے یہ دروازہ تین منزلوں پر مشتمل ہے۔ اس دروازے کی ہر منزل پر ایک بڑا ہال تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ ہال دار الا قامت کا کام دیتے ہیں۔ جہاں سجادہ نشین اور ان

کے متوسلین اقامت اختیار کرتے ہیں۔

ہست باب ملک اعظم خانقاہ تاجیہ   گوشہ عزلت بعالم خانقاہ تاجیہ

درس گہ علم آدم خانقاہ تاجیہ   سجدہ گہ قدسیاں ھو خانقاہ تاجیہ

سنگ بنیادش نہادم سال پر سیدم ذہین

گفت ھاتف: جان عالم خانقاہ تاجیہ

۱۳۷ا ہجری   (19)

دارالعلوم تاجیہ:۔

1961ء میں دارالعلوم تاجیہ کی تعمیر عمل میں لائی گئی۔ یہ بلند دروازے کے داہنی جانب واقع ہے۔(20)

یہ ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامیہ کے زیرِ نگرانی تعمیر ہوا تھا۔ 1968ء میں دارلعلوم کی توسیع عمل میں لائی گئی۔ (21)

چشم یکشاو نگر دارالعلوم تاجیہ

مرکز علم وہنر دارالعوم تاجیہ

بہر تاریخ بنایش گفت چوں حاتف ذہین

گفتہ ام' اوج نظر دارالعلوم تاجیہ

۱۹۲۱عیسوی (22)

اس توسیع میں دار لعلوم کو شمال و مغرب دونوں اطراف سے وسیع کیا گیااور اس کے اوپر اور نیچے لائبریری ہال بھی علم کی تشنگی مٹانے کے لئے قائم کئے گئے۔

روح پرور محافل و مجالس:۔

خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں بزرگانِ سلسلہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے عظیم الشان محافل کاانعقاد کیا جاتا ہے۔ جن میں سماع کی محفل سب سے اہم ہے۔ ہر جمعرات کو خانقاہِ تاجیہ میں عظیم الشان سماع کی محفل منعقد ہوتی ہے۔ جن سے سینکڑوں معتقدین، مریدین اور متوسلین فیضیاب ہوتے ہیں۔ عید میلاد النبی ﷺ ، عاشورہ محرم، شب قدر، نماز عیدین اور مولیٰ علی المرتضیٰؓ کے عرس کی عظیم الشان اور پر رونق محافل ہوتی ہیں۔

ان محافل کے علاوہ خانقاہِ تاجیہ میں روح پرور اور روحانی اجتماعات عرس کے سلسلہ میں منعقد کئے جاتے ہیں۔ جن میں بابا تاج الدین اور بابا یوسف شاہ تاجی کے سہ روزہ عرس کی تقاریب شامل ہیں۔ جن میں عورتیں، مرد، بچے، بڑی تعداد میں نہ صرف ملک کے ہر علاقے بلکہ بیرون ملک سے بھی شرکت کے لئے آتے ہیں۔ دارالعلوم کے لائبریری ہالوں کو دورانِ محافل خواتین کی نشستگاہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

نئے قبّہ مبارک کی تعمیر:۔

سرکارؒ کا مزار درگاہ کی سطح سے کافی نیچے تھا اور حجرے کے اندر جانے کے لئے زائرین کو مشکل سے دوچار ہونا پڑتا۔ ان تمام مشکلات کو مدِ نظر رکھ کر نئے قبہ مبارک کی تعمیر عمل میں لائی گئی جس سے زائرین کے لئے حجرے کے داخلے کی جگہ کو وسیع کرنے کے ساتھ ساتھ مزارِ اقدس کو بھی بلند کر دیا گیا۔

خانقاہِ تاجیہ میں واقع قبور کی مختصر تفصیل:۔

خانقاہِ عالیہ تاجیہ میں بزرگانِ دین کے مزارات کے ساتھ ساتھ اہلِ سلسلہ مُعتقدین متوسلین کی قبور بھی موجود ہیں۔

خانقاہ میں بلند دروازے سے داخل ہو کر داہنی جانب مسجد ہے۔ مسجد سے داہنی جانب دارالعلوم ہے۔ دارالعلوم سے متصل ہی ایک سفید بارہ دری ہے۔ جس میں پہلی قبر ذہین شاہ تاجی کی زوجہ محترمہ راحت النساء (1968ء) جن کا عرس آستانہ مبارک میں 24 رجب کو ہوتا ہے۔ (23)

بارہ دری میں دوسری قبر مبارک باباصاحب کی والدہ کی ہے۔ ان کا عرس مبارک 10 محرم کو منعقد ہوتا ہے۔

بارہ دری سے دائیں جانب سماع خانہ اور اس سے بائیں جانب تین مزارات ہیں۔ جو بھائی مونس علی خان یوسفی، حضرت خلیفہ خورشید احمد خان صاحب اور جمشید احمد خان یوسفیؒ کے ہیں۔ بارہ دری سے متصل ایک اور مزار ہے جو کہ بیگم نواب جوناگڑھ کا ہے۔ ان کے برابر میں بابا یوسف شاہ کے خادم منیر خان، مدفون ہیں۔

مونس بھائی کے مزار سے مغرب کی جانب حضرت باباذہین کی دوسری اہلیہ چندا بی بی مدفون ہیں۔ سرکار کے بائیں میں عزیز اللہ شاہ اور شیخ محمد رفیق کی قبریں ہیں چندا آپا کے سرہانے کی جانب باباصاحب کے دو شہزادے نعیم اور نعیم ثانی، دو شہزادیاں، نعیمہ، سلیمہ، بابا کی شہزادی غوثیہ کا بیٹا اور شہزادوں محمد امین اور محمد معین کی قبریں ہیں۔ محمود احمد کا بیٹا بھی یہیں مدفون ہے۔ خانقاہ کے دروازے سے متصل قاضیٔ شہر محبوب شاہ صاحب مدفون ہیں۔ خانقاہ کے بلند دروازے کے ابتدائی حصے میں بھی کچھ مزارات موجود ہیں۔ جن میں مولوی سید ضیاء الحق شاہ صاحب جے پوری ایڈوکیٹ، ان کی بہن اور بھتیجی مدفون ہیں۔

از برائے اھل دل رسم خوش بپا کردم

من بخاک میخانہ مسجدے بنا کردم

کردہ ام ذھین آنچہ ھیچ کس نخواھد کرد

طاق ابروے جاناخانہ خدا کردم

۱۹۰۹عیسوی (24)

حرفِ آخر:۔

خانقاہِ عالیہ تاجیہ دکھو دلوں کا سہارا ہے۔ یہاں فیضِ الٰہی کے طلب گاروں سے کبھی کسی فرقے، زبان، رنگ و نسل کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا بلکہ دینِ اسلام کے مطابق درس انسانیت کے تحت سب مسلم و غیر مسلم سے ایک ہی طرح کا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ خانقاہِ عالیہ تاجیہ سے روزانہ کتنے دکھی دل، سفید پوش فیضیاب ہو رہے ہیں۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو کسی کے آگے دستِ سوال بلند کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں وہ بھی اس خانقاہ سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس خانقاہ کو تا قیامِ قیامت آباد رکھے اور اس سے وابستہ ہر ایک شخص کی مشکلات آسان فرمائے اور بے انتہار حمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین

جامعہ تاجیہ تاج المساجد

ادارہ تعلیم و ثقافت پاکستان 1959ء میں قائم ہوا۔ اس کے تحت مختلف تعلیمی و سماجی و ثقافتی پروگرام شروع کرنا تھا۔ جس کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کا ذکر اوپر گزر چکا۔ اس کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں 1968ء میں جامعہ تاجیہ، دار لعلوم تاجیہ، بچوں کے لئے اسکول و ہائر سیکنڈری اسکول، اسلامک یونیورسٹی معہ ہوسٹل (Hostel)، ہاسپٹل وغیرہ کے لئے 50 ایکڑ اراضی بفرزون کراچی، میں خرید کر اس منصوبے پر کام شروع ہو گیا۔ لیکن بد قسمتی سے 70ء کی اوائل میں جب تمام تعلیمی اداروں کو Nationalized کر دیا گیا تو یہ منصوبے پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکے۔ تاہم صرف تین ایکڑ زمین پر جامعہ تاجیہ و دار لعلوم تاجیہ کی بنیاد رکھی گئی ساتھ ہی تاج المساجد کے نام سے ایک خوبصورت مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا جو تاحال جاری و ساری ہے۔ (25)

اس مسجد کا طرز تعمیر جدید و قدیم طرز تعمیرات کا حسین امتزاج ہے۔ اس مسجد کی تعمیر میں خود باباصاحب نے اپنے ہاتھ سے بھی کام کیا اور یوں سنتِ نبوی ﷺ پر عمل پیرا رہے۔ باباصاحب کے بعد ان کے سجادگان بھی بذات خود و دیگر مریدین اور اہل سلسلہ نے بھی عملی طور پر اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ (26)

حال ہی میں مسجد کے ساتھ ایک اسکول کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جس پر کام جاری ہے۔ اسکول کی عمارت 2 منزلہ ہے۔ لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ اسکو کی عمارت مسجد شریف سے بلند نہ ہو بلکہ 3،2 فٹ نیچے رہے۔

ذہین کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی، رجسٹرڈ

باباصاحب نے 1959ء میں ادارہ تعلیم وثقافت اسلامی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ جس کے تحت مختلف سماجی منصوبوں پر کام شروع کیا گیا۔

چنانچہ 1972ء میں باباصاحب نے غریب ونادار اہل سلسلہ کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ ذہین کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ جس کے تحت وہ لوگ جن کے پاس سر چھپانے کے لئے کوئی معقول اور ذاتی انتظام نہیں۔ ان کے لئے سستے داموں مکانات کی تیاری اور رہائش کا منصوبہ تیار کیا گیا۔

اس عظیم الشان منصوبے پر عملدرآمد کے لئے تقریباً100 ایکڑ اراضی سپرہائی وے پر گلشن معمار، احسن آباد کے نزدیک خریدی گئی۔(27)

اس منصوبے کو ابتدائی طور پر 2 حصوں (Phases) میں تقسیم کیا گیا۔ Phase-1 میں Development کے کام کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس میں تقریباً چھوٹے بڑے 675 پلاٹ 120 تا 60 گز کی پلاننگ کی گئی ہے۔(28)

منصوبے میں رہائشیوں کی سہولت کے لئے اسکول، پارک، مساجد، ہسپتال، یونیورسٹی، فلیٹ وغیرہ سب شامل ہیں۔ اس منصوبے کے تحت نادار مریدین کو پہلے سوسائٹی کا ممبر بنایا جاتا ہے۔ بعد ازاں انہیں سستے قیمت پر انتہائی آسان اقساط پر مالکانہ حقوق کی بنیاد پر گھروں کی فراہمی کی جاتی ہے۔

حوالہ جات

1	ص۲۶۱، جمالستان
2	ص۲۷۶جمالستان
3	ص:۲۸۳جمالستان
4	ص۳۰۲
5	۳۴۰جمالستان
6	۳۴۰، جمالستان
7	جمالستان، ص:340، عنوان کراچی
8	جمالستان، ص:318
9	ص: 5، لمعاتِ جمال، سیاسیات
10	ص:04، لمعاتِ جمال
11	لمعاتِ جمال، ص:12
12	جمالستان، ص:341
13	اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، شیخ غلام علی اینڈ سنز، صفحہ:567
14	تاج الاولیاء، صفحہ:499
15	نظامی بنسری، صفحہ 471-472، مطبوعہ اکتوبر 1960ء، یونین پریس دہلی
16	تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:499، ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی۔
17	تاج الاولیاء، باباذہین شاہ تاجی، صفحہ:500، ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی۔
18	آیات جمال ۲۴۴

19	19 آیات جمال ۳۴۴
20	آیات جمال ۲۴۴
21	تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ :447، ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی۔
22	جمال آیات ۳۴۵ص
23	تاج الاولیاء، بابا ذہین شاہ تاجی، صفحہ :448، ادارۂ تعلیم و ثقافتِ اسلامی، کراچی۔
24	آیات جمال ص ۳۴۴
25	انٹرویو: محمد اشفاق تاجی، بمقام جامعہ تاجیہ
26	انٹرویو سید روف احمد شمیم تاجی، بمقام فیڈرل بی ایریا
27	انٹرویو: محمد عمر تاجی، بمقام صائمہ ٹریڈ سینٹر، کراچی۔
28	انٹرویو: محمد اشفاق تاجی، بمقام جامعہ تاجیہ، کراچی۔

ماہنامہ تاج

کچھ لوگوں کی زندگی کا محور کچھ یوں ہوتا ہے کہ

انتا ندعوا بدعوۃ اللہ وھی اسمی الدعوات

وننادی بفکرۃ الاسلام وھی اقوی الفکرۃ

ونقدم للناس الشریعۃ القران وھی اعدل الشرائع

"ہم اللہ کی دعوت دیکر (اس کی طرف) پکارتے ہیں اور یہ تمام دعوتوں میں بلند ترین دعوت ہے۔ اور ہم اسلام کا فکر و فلسفہ پیش کرتے ہیں جو کہ مضبوط ترین فکر ہے۔ اور ہم لوگوں کو قرآن کی شریعت پیش کرتے ہیں جو کہ تمام شریعتوں میں سے عادل ترین شریعت ہے۔"

جب وہ یہ پیغام لیکر اٹھتے ہیں تو اس پیغام کی تبلیغ و اشاعت کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں چاہے وہ کوشش زبانی کلامی ہو چاہے وہ کوشش نشر و اشاعت و طباعت کے ذریعہ ہو۔

ذہین شاہ تاجی کے دین اسلام کی اشاعت میں جہاں انفرادی امور پر بہت سی خدمات ہیں وہیں پر انہوں نے اجتماعی پلیٹ فارم بھی مہیا کیا تاکہ ہر کس و ناکس جس کی انفرادی طور پر اعلاء کلمۃ الحق کے لئے کوئی رسائی اور ذریعہ نہیں ہے وہ اس پلیٹ فارم کے ذریعے اپنی آواز بلند کر سکے۔ ذہین شاہ تاجی کے اس پلیٹ فارم کا نام "ماہنامہ تاج" ہے۔ ماہنامہ تاج ان قدیم ترین انمول ماہناموں سے ہے۔ جو کہ بیک وقت دین اسلام اور ملک و قوم کی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

اور ان چیدہ چیدہ ماہناموں میں سے ہے کہ جس کو بارگاہِ ایزدی سے ایسی مقبولیت حاصل ہوئی اب تک مسلسل اپنی آب و تاب کے ساتھ روشن ہے۔ اور چہار سو اس کی روشنی کے رنگ بکھرے ہوئے ہیں اور چونکہ یہ رنگ، الٰہی رنگ تھا چنانچہ اب تک روز افزوں ترقی کے ساتھ قائم و دائم ہے قرآن میں ہے۔

صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عابدون (الآیۃ)

ترجمہ: اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے زیادہ بہتر کون (سا رنگ) ہو سکتا ہے۔ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

چنانچہ وحدت الوجود یا ذات واجب الوجود کا رنگ اس قدر گہرا تھا کہ نہ تو اس کو زمانے کی گردشیں مٹا سکیں نہ رات و دن کے پلٹے کا گرد و غبار اس کو ہلکا کر سکا۔ اور نہ ہی موسم کی ناسازگاری اس کو روک سکی۔

ذہین شاہ تاجی نے جب یہ ماہنامہ تاج شروع کیا تو سیاسی اعتبار سے ملک کی صورتحال اس قدر سازگار نہیں تھی۔ بنا بریں عقیدتاً و مسلکاً بھی ان کو کچھ مضبوط افراد اور منظم اداروں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا مگر آپ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کی۔

تعارف

نام : ماہنامہ تاج

مدیر اعلیٰ : 1956ء سے 1978ء تک اس کے مدیر حضرت بابا ذہین شاہ تاجی تھے۔

ذریعۂ اظہار : اردو، انگریزی (انگریزی کے مدیر سید علی اشرف صاحب تھے۔ صدر شعبہ انگریزی جامعہ کراچی)

زیر سرپرستی : حضرت بابا ذہین شاہ تاجی

صفحات : تقریباً 60-80 صفحات

اعلیٰ درجہ کے صفحے اور بہترین نارمل کاغذی جلد پر مشتمل ماہنامہ دیکھنے والوں کو پہلی نظر میں بھاتا ہے۔ ماہنامہ کے اندر نظم و نثر دونوں انواع شامل کی جاتی ہیں۔

نظم کا حصہ:۔

نظم کے لئے الگ سے کوئی حصہ مخصوص نہیں ہے بلکہ قطعات، رباعیات، حمد، نعتین، قصائد، غزلیات، مناقب، ترانے، اشعار، نظمیں اور کلام شامل ہیں۔ منظومات کی یہ اصناف برصغیر کی تینوں مشہور زبانوں میں لکھی گئیں ہیں۔ یعنی اردو، فارسی اور عربی میں۔

نظموں کے ان اصناف کی تعریفات سے قطع نظر ان کی نشر و اشاعت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بلاشبہ ماہنامہ ادبی لحاظ سے اردو زبان کی خدمات میں بھی کوشاں ہیں۔ اس ماہنامہ میں مشہور صوفیاء کی شاعری کی شامل اشاعت کی جاتی رہی ہے۔ مثلاً، رومیؒ، سعدیؒ، جامیؒ وغیرہ علاوہ ازیں اعلیٰ پائے کا کلام جیسے بہادر شاہ ظفر کی غزلیں۔ ذہین شاہ تاجی کے قطعات نظمیں غزلیں، قصائد و مناقب بھی شامل اشاعت کیئے جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ماہنامہ میں ہر شاعر کو اپنا کلام شائع کروانے کی سہولت حاصل ہے۔

جیسے صالحہ نگار کی غزل 2007 جنوری کے ماہنامے میں چھپی۔ شائق دہلوی، سید منیر جعفری 1987 وغیر ذالک اسی طرح نثر میں بابا ذہین شاہ کے علاوہ اعلیٰ معاصرین اور ادباء نے اپنی نگارشات شائع کیں۔ جن میں حسرت کاسگنجوی، احمد الدین مارہروی، شوکت ہاشمی، مرزا وحید بیگ، غافل کرنالی وغیرہ بہت سے ادباء کے مقالات اور مضامین شامل اشاعت ہیں۔

تصوفی خدمات:

ماہنامہ تاج نے تصوف کی خدمت کا بیڑہ اٹھایا اور کما حقہ کو اس پر پورا اترا۔ ماہنامہ تاج نے جس وقت تصوف کی خدمت شروع کی تو عام لوگوں کے اذہان تصوف سے برگشتہ اور اس قدر دور ہو چکے تھے کہ عام فرد تصوف کو سمجھنے یا اس کو پڑھنے سے ہی ڈرتا تھا کجا کہ راہِ سلوک پر چلنا۔ ایسے وقت میں ماہنامہ تاج نے تصوف کے پیغام کو اسقدر عام فہم انداز میں بیان کرنا شروع کیا کہ اپنا زعم میں وہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگ جو تصوف کو پیری مریدی کا کام کہہ کر مسترد کرتے تھے۔ خود بابا ذہین شاہ کی خدمت میں شامل ارادت ہوئے۔

ماہنامے میں شاعری کی مذکورہ تمام اصناف بالخصوص نعتیں چھپی آرہی ہیں جو کہ پڑھنے والے میں حب النبی ﷺ کو اجاگر کرتی ہیں۔ وہیں اکابر صوفیاء کرام کی درست اور قابل شہادت حالاتِ زندگی بھی شائع ہوتی رہیں۔ جس سے لوگ ان صوفیائے کے صرف ناموں سے ہی نہیں بلکہ مکمل حالات سے واقف ہوئے۔

علاوہ ازیں تصوف کے وہ دقیق نکات جو عام آدمی تو کجا راہِ سلوک پر چلنے والے افراد بھی اس کے ذکر سے کتراتے تھے۔ ان پر بحث اور ان نکات کی آسان فہم اور بسیط تشریح عام لوگوں کو ماہنامہ تاج ہی کی وساطت سے نصیب ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں منسلکہ اشارات (ص:148، 151، 226) از موضوعات تصوف۔

سیاسی و قومی خدمات:

ماہنامہ تاج صرف مخصوص افکار و عقائد کا ترجمان رسالہ نہیں بلکہ یہ انتہائی جامع العلوم و الفنون رسالہ ہے کہ جس میں ہر انواع و اقسام کے موضوع پر لکھا جاتا ہے۔ ماہنامہ تاج میں ایک طرف تو بابا ذہین شاہ تاجی کے افکار عالیہ پر مشتمل "اسلامی آئین" کے موضوع پر مشتمل مضامین شامل اشاعت ہوتے رہے ہیں۔ وہیں موجودہ ملکی صورتحال پر نظمیں، ترانے اور شہر آشوب چھپتی رہیں ہیں۔ ان مضامین کے موضوعات سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ ادارہ موجودہ سیاسی و ملکی و قومی مسائل پر کس قدر گہری نظر رکھتا ہے۔ مثلاً

اسلام کا اشتراکی نظام (بابا ذہین شاہ تاجی 1996ء، اسلام کا تصورِ آزادی (واجد جمال صدیقی) اسلام کا قومی نظام (ایم اے شاہد 2002ء) اسلامی جمہوریہ پاکستان پائندہ باد (ذہین شاہ تاجی)، اسلام اور سویت یونین (اے بینگن، 1958ء) اسلامی جمہوریت کے بنیادی اصول (ذہین شاہ تاجی) پاکستان کے مسائل اور ان کا حل ملاحظہ فرمائیں (صفحہ :60، منسلکہ اشارات ماہنامہ تاج) حکومت اور اس کے مسائل، ملاحظہ فرمائیں (صفحہ :126 منسلکہ اشارات ماہنامہ تاج)، دور جدید میں اسلام اور سائنس (قاری وثیقۃ الرحمٰن، 1970ء، ص:143 منسلکہ اشارات ماہنامہ تاج)(258) اے آئی کلیموچ : سویت یونین کا مخالف مذہب پروپیگنڈہ۔

شاہ لطیف بھٹائی ذہین شاہ تاجی کا اہم مضمون رہا ہے قیام پاکستان کو نہایت سنجیدہ اور اہم موضوع آپ نے شمار کیا ہے۔ کتاب و سنت کا قانون پاکستان کے موجودہ مسائل کا واحد حل (ص:243) معاشرے اور معاشرتی مسائل پر نثری مضامین جو ذہین شاہ تاجی کے زیر ادارت چھپے ملاحظہ فرمائیں منسلکہ اشارات ماہنامہ تاج (ص:277)

الغرض ماہنامہ تاج کی ملکی اور سیاسی حالات پر بصیرت افروز نظر تھی اس وجہ سے اس وقت کے تقاضے کے مطابق ماہنامہ تاج ہمیشہ عوامی مسائل کی نشاندہی اور ان کا مجوزہ حل تجویز کرنے پر پیش پیش رہا ہے۔

اسی طرح سماجی مسائل، معاشی اور معاشرتی مسائل پر بھی ذہین شاہ تاجی صاحب نے ماہنامہ میں مضامین لکھے ہیں۔

تعلیم اور ماہنامہ تاج:

ماہنامہ تاج نے تعلیم کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے بھی موضوع بنایا ہے۔ چونکہ عصری تعلیم یافتہ افراد بھی ماہنامہ تاج کی ٹیم میں شامل تھے۔ چنانچہ ایسے جدید مسائل سامنے لائے جاتے کہ جس سے عام فرد کی نمائندگی ہوتی ہے۔ ملاحظہ اشاراتِ منسلکہ (ص:78) سائنس اور اعتقاد (ص:161) فن سکہ سازی (ص:214) نقد و نظر (ص:298)

ماہنامہ تاج کی ادبی خدمات:

ماہنامہ تاج کے بانی مدیر اور سرپرست ذہین شاہ تاجی خود اعلیٰ پائے کے قادر الکلام شاعر تھے۔ مشاعروں میں شرکت کرتے تھے اور خود بھی مشاعرے منعقد فرماتے تھے۔ جہاں ایک طرف ماہنامہ تاج میں منظومات یعنی شاعری کی اصناف کی طباعت نے اہم قومی و ادبی ورثہ محفوظ کیا وہیں پر نثری طور پر بھی وقتی طور پر ملکی و قومی مسائل پر موجود مضامین ادارے اور مقالے ادبی لحاظ سے اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً اداریہ ملاحظہ فرمائیں منسلکہ اشارات (ص:22)

اقبالیات پر بھی کافی مضامین شائع کیئے گئے ہیں ملاحظہ فرمائیں منسلکہ اشارات (12) علاوہ ازیں، اردو کے شعراء، افسانہ نگاری، اردو ناول اور اس کا فن اردو پر ایک انتہائی سنجیدہ اور دل کشادہ مضامین (ص:17,26,27,28)(07) منسلکہ اشارات میں ملاحظہ فرمائیں۔

گویا کہ ادب کے علاوہ ماہنامہ تاج نے تخصیصاً اردو کو بھی موضوع بنایا ہے اور اس وقت کے لحاظ سے اردو زبان کے حوالے سے ایشوز کو بھی اٹھایا ہے۔ مثلاً "اردو کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے" (از حسرت کاسگنجوی وڈاکٹر دل محمد قریشی)

علاوہ ازیں سفر نامے اور خاص طور پر ابن بطوطہ کے سفر نامے کا ترجمہ بھی سلسلہ وار شائع کیا گیا ہے۔ خواجہ میر درد بحیثیت صوفی شاعر (ص:135 اشارات) کلاسیکی ادب (ص:246) ان تمام موضوعات سے انفرادی مطالعے کے وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف ادبی رسالہ، جو کہ ماہنامہ تاج کی خصوصیت ہے۔

فلسفہ:

ذہین شاہ تاجی ابن عربی کے شارح تھے، رومی، نطشے اور اقبال پر بھی لکھا فلسفہ پر ان کی دقیق نظر تھی۔ چنانچہ منسلکہ اشارات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فلسفہ پر بھی مضامین شامل طباعت کیئے ہیں۔ جو صاحب ذوق افراد کے لئے انتہائی متلذذ درجہ رکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اشارات (ص:235,287,288)

تفسیر:

ماہنامہ تاج میں آیات اور سورتوں کی تفسیر اور تشریح بھی شائع ہوتی رہی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں (ص:177,75)

الغرض ماہنامہ تاج گویا ایک گلستان ہے جس میں گلہائے رنگارنگ اپنی بہار دکھارہے ہیں۔

اس میں سیرت کی خوشبو بھی ہے جو کہ ہمیں سنت النبی ﷺ کی راہ دکھلاتی ہیں (ص:131,128,127,75)

حضور ﷺ سے محبت کا تقاضا تھا کہ ان کی سیرت اور خلفائے راشدین کی سیرت کو منظر عام پر لایا جائے اور عام لوگوں کو متعارف کروایا جائے۔ سو ماہنامہ تاج نے اپنی یہ ذمہ داری بھی بخوبی سرانجام دی۔

ماہنامہ تاج ہر خاص و عام کا رسالہ ہے۔ اس میں سے ہر متنوع الاقسام ذوق رکھنے والے افراد اپنے اپنے طور سے نفع اٹھا سکتے ہیں۔ اس رسالہ کی شروع سے جہاں قومی و ملکی مسائل پر نظر رہی ہے وہیں تعلیمی، سیاسی، ادبی اور دینی مسائل کو بھی زیر موضوع رکھا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ تاریخی اور عالمی مسائل پر بھی مضامین اور مقالات شامل اشاعت رکھے جاتے ہیں۔

باباصاحب کے وصال کے بعد ان کے سجادہ نشین انور شاہ تاجی نے 1978 تا 1994ء اس ماہنامے کی ادارت کے فرائض سرانجام دیئے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے سجادہ نشین محمد عاطف شاہ تاجی 1995ء سے تاحال ماہنامہ کی ادارت و سرپرستی فرمارہے ہیں اور یہ ماہنامہ 1956ء سے تاحال بلا تعطل جاری و ساری ہے اور روز افزوں اس کی اشاعت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

1956ء تا 1978 ماہنامہ تاج کے اشاریہ کو دو حصوں (نثری و نظمی) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جس میں حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کے زیر ادارت شائع ہونے والے مضامین و منظومات کو بلحاظ مصنف مرتب کیا گیا ہے۔

حصہ نثر

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1	آغا محمد یحییٰ خان صاحب	پیغام (آغا محمد یحییٰ خان صاحب)	16	5	مئی	1971	5
2	آنسہ تصویر یوسف	اسلامی آداب معاشرت	13	10	اکتوبر	1968	27
3	آنسہ رفعت سمیع	بزم سماع	10	4	اپریل	1965	57
4	آنسہ رفعت سمیع	ماں باپ کا حق اولاد پر	10	7-8	جولائی / اگست	1965	31
5	آنسہ سلطانہ رشید	میری فکر کو مسلمان بنا دیا	-	محمود نمبر	اخوان الصفا	-	233
6	آنسہ شبیہ شکیل	مسلمان اور انصاف	13	8	اگست	1968	50
7	آنو رور محمد	طوفان زدگان کی امداد	9	4	اپریل	1964	25
8	اختر حسین	سجدہ	3	5-4	اپریل	1958	120
9	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	23	2-1	جنوری / فروری	1978	41
10	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	23	5-4	اپریل / مئی	1978	40
11	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	22	5	مئی	1977	42
12	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	22	9	ستمبر	1977	45
13	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	22	2-1	جنوری / فروری	1977	38
14	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	22	12-11	نومبر / دسمبر	1977	40
15	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	21	4	اپریل	1976	44
16	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	21	6	جون	1976	61
17	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	21	7	جولائی	1976	41
18	ابن بطوطہ	سفر نامہ	21	8	اگست	1976	39
19	ابن بطوطہ	سفر نامہ	21	9	ستمبر	1976	55
20	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	21	10	اکتوبر	1976	25
21	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	20	4	اپریل	1975	25
22	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	20	7	جولائی	1975	47
23	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	20	8	اگست	1975	41
24	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	20	9	ستمبر	1975	25
25	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	20	11	نومبر	1975	39
26	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	20	12	دسمبر	1975	53

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
27	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	20	2-1	جنوری/فروری	1975	59
28	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	19	3	مارچ	1974	9
29	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	19	4	اپریل	1974	27
30	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	18	7-6	جون / جولائی	1973	12
31	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	17	10-9	ستمبر/اکتوبر	1972	13
32	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	16	1	جنوری	1971	53
33	ابن بطوطہ	جوگی	15	3	مارچ	1970	56
34	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	15	11	نومبر	1970	54
35	ابن بطوطہ	سفر ہے شرط	15	8-7	جولائی/اگست	1970	77
36	ابن عربی	آداب حیات	15	11	نومبر	1970	59
37	ابوالحیات معراج قدیری	سرکار دوعالم کی عید	3	5-4	اپریل	1958	33
38	ابوسعید بزمی	زندگی کے دوورق	4	3	مارچ	1959	47
39	ابوطاہر لکھنوی	پان کار	4	5	مئی	1959	51
40	ابوعرفان فضائی اجمیری	مولانا عبدالکریم	3	5-4	اپریل	1958	109
41	ابواکبر احمد حسین	سلطان الہند غریب نواز رح	9	11	نومبر	1964	9
42	ابوالعرفان فضائی	مجمع البحرین	5	11	نومبر	1960	59
43	ابوالکلام آزاد	تصاویر	7	9	ستمبر	1962	73
44	ابوالکلام آزاد	سوانح سرمد شہید	4	12	دسمبر	1959	11
45	ابوحماد ندوی	کرامات اولیاءاللہ	18	10	اکتوبر	1973	63
46	ابوہریرہ رض	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ باتیں	19	3	مارچ	1974	16
47	ابوہریرہ رض	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ باتیں	18	2	فروری	1973	19
48	اثر فاروقی	معاشرے پر طبقاتی تفریق کا اثر	18	8	اگست	1973	28
49	اثر فاروقی	روشنی کے مینار	17	11	نومبر	1972	35
50	اثر فاروقی	روشنی کے مینار	16	1	جنوری	1971	22
51	اثر فاروقی	معاشرے پر طبقاتی تفریق کا اثر	16	1	جنوری	1971	58
52	اثر فاروقی	روشنی کے مینار	16	7	جولائی	1971	47
53	اثر فاروقی	روشنی کے مینار	15	11	نومبر	1970	44
54	اثر فاروقی	روشنی کے مینار	15	12	دسمبر	1970	11
55	احسان علی خاں	ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	18	7-6	جون / جولائی	1973	49

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
56	اختر بہاری	مناجات حضرت خواجہ فرید رح	22	5	مئی	1977	39
57	احمد انور	رسول اکرم کی سماجی زندگی	12	6	جون	1967	19
58	احمد پلی بھیتی حکیم قاری	مشاھدات حرمین شریفین	1	3	مئی	1956	43
59	احمد حسن	شان رسالت	12	6	جون	1967	12
60	احمد حسین احمر رقامی	جگر کا تصوف	10	1	جنوری	1965	45
61	احمد حسین امین جنگ	فلسفہ فقراء	3	4_5	اپریل	1958	43
62	احمد جمال پاشا	شگفتہ	9	10	اکتوبر	1964	64
63	احمد حسین خاں احمر رقامی	جگر کا تصوف	9	12	دسمبر	1964	24
64	احمد علی عابدی	اسلامی عید	20	10	اکتوبر	1975	7
65	اختر حسین	سبحہ	7	8	اگست	1962	27
66	اختر حسین	سبحہ	4	1	جنوری	1959	11
67	اختر حسین	سبحہ	3	1	جنوری	1958	23
68	اختر حسین	سبحہ	3	6	جون	1958	35
69	اختر حسین	بھولپن	3	4_5	اپریل	1958	39
70	اختر حسین	عمل	2	4	اپریل	1957	26
71	اختر حسین	سبحہ	2	5	مئی	1957	45
72	اختر حسین	سبحہ	2	6	جون	1957	43
73	اختر حسین	سبحہ	2	7	جولائی	1957	23
74	اختر حسین	سبحہ	2	9	ستمبر	1957	27
75	اختر حسین	سبحہ	2	11	نومبر	1957	15
76	اختر علی شاہ صاحب یوسفی مولانا	اصحاب صفہ	1	5	جولائی	1956	38
77	اختر راہی	قاضی میر زاہد ہروی	18	10	اکتوبر	1973	42
78	اخلاص احمد دہلوی	جانباز دوشیزہ	13	11	نومبر	1968	16
79	ادارہ	اداریہ	8	12	دسمبر / جنوری	1963/64	4
80	ادارہ	غوث اعظم رح	21	4	اپریل	1976	21
81	ادارہ	اقوال غوث اعظم رح	21	4	اپریل	1976	27
82	ادارہ	امام جعفر صادق رض	21	7	جولائی	1976	19
83	ادارہ	باب روزہ	21	9	ستمبر	1976	25
84	ادارہ	سفر نامہ	21	11	نومبر	1976	45

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
85	ادارہ	سرکار کی تعلیمات خطوط کے آئینے میں	21	12	دسمبر	1976	13
86	ادارہ	سفرنامہ	21	12	دسمبر	1976	59
87	ادارہ	اداریہ	20	4	اپریل	1975	2
88	ادارہ	باب حفظ اللسان	20	4	اپریل	1975	11
89	ادارہ	باب معراج	20	8	اگست	1975	16
90	ادارہ	اداریہ	20	11	نومبر	1975	2
91	ادارہ	باب فی الاضحیہ	20	12	دسمبر	1975	32
92	ادارہ	اداریہ	20	6-5	مئی/جون	1975	7
93	ادارہ	اداریہ	19	5	مئی	1974	2
94	ادارہ	روز عید	19	10	اکتوبر	1974	11
95	ادارہ	سفر حج کے مناظر (تصاویر)	19	12	دسمبر	1974	5
96	ادارہ	کتاب العلم	19	12	دسمبر	1974	17
97	ادارہ	اداریہ	19	2-1	جنوری/فروری	1974	4
98	ادارہ	اداریہ	18	2	فروری	1973	2
99	ادارہ	سفر بے شرط	18	8	اگست	1973	72
100	ادارہ	اداریہ	18	11	نومبر	1973	3
101	ادارہ	لاہور سربراہ کانفرنس	18	12	دسمبر	1973	2
102	ادارہ	شہید مبارک ڈاکٹر محمد محمود احمد	18	12	ستمبر	1973	5
103	ادارہ	اداریہ	18	12	ستمبر	1973	6
104	ادارہ	اداریہ	18	7-6	جون/جولائی	1973	3
105	ادارہ	اداریہ	17	1	جنوری	1972	3
106	ادارہ	اداریہ	17	11	نومبر	1972	3
107	ادارہ	سفر بے شرط	17	11	نومبر	1972	66
108	ادارہ	اداریہ	16	1	جنوری	1971	2
109	ادارہ	مشرق وسطی	16	2	فروری	1971	42
110	ادارہ	اداریہ	16	4	اپریل	1971	2
111	ادارہ	عجیب وغریب	16	7	جولائی	1971	17
112	ادارہ	اداریہ	16	8	اگست	1971	1
113	ادارہ	اداریہ	16	12	دسمبر	1971	2

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
114	ادارہ	ملکہ سبا (اداریہ)	16	11-10	اکتوبر/نومبر	1971	2
115	ادارہ	اداریہ	15	3	مارچ	1970	2
116	ادارہ	اداریہ	15	5	مئی	1970	5
117	ادارہ	اداریہ	15	9	ستمبر	1970	3
118	ادارہ	اداریہ	14	1	جنوری	1969	2
119	ادارہ	اداریہ	14	3	مارچ	1969	2
120	ادارہ	اداریہ	14	4	اپریل	1969	1
121	ادارہ	اداریہ	14	7	جولائی	1969	5
122	ادارہ	اداریہ	14	-	-	1969	6
123	ادارہ	اداریہ	14	9-8	اگست / ستمبر	1969	-
124	ادارہ	اداریہ	13	1	جنوری	1968	2
125	ادارہ	فتوحات مکیہ	13	1	جنوری	1968	12
126	ادارہ	اداریہ	13	2	فروری	1968	2
127	ادارہ	اداریہ	13	5	مئی	1968	2
128	ادارہ	اداریہ	13	6	جون	1968	4
129	ادارہ	محفل سخن	13	6	جون	1968	5
130	ادارہ	اداریہ	13	7	جولائی	1968	6
131	ادارہ	اداریہ	13	8	اگست	1968	5
132	ادارہ	اداریہ	13	9	ستمبر	1968	2
133	ادارہ	اداریہ	13	12	دسمبر	1968	7
134	ادارہ	اداریہ	13	4-3	مارچ/اپریل	1968	4
135	ادارہ	اداریہ	12	4	اپریل	1967	6
136	ادارہ	ادب	12	4	اپریل	1967	10
137	ادارہ	اداریہ	12	5	مئی	1967	6
138	ادارہ	انوار قدسیہ	12	5	مئی	1967	39
139	ادارہ	اداریہ	12	6	جون	1967	6
140	ادارہ	اداریہ	12	7	جولائی	1967	6
141	ادارہ	اداریہ	12	8	اگست	1967	2
142	ادارہ	اداریہ	12	9	ستمبر	1967	2

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
143	ادارہ	اداریہ	12	12	دسمبر	1967	2
144	ادارہ	فتوحات مکیہ	12	12	دسمبر	1967	35
145	ادارہ	اداریہ	12	2-1	جنوری / فروری	1967	5
146	ادارہ	اداریہ	12	11-10	اکتوبر / نومبر	1967	6
147	ادارہ	اداریہ	11	5	مئی	1966	4
148	ادارہ	اداریہ	11	7	جولائی	1966	11
149	ادارہ	اداریہ	11	8	اگست	1966	6
150	ادارہ	اداریہ	11	9	ستمبر	1966	5
151	ادارہ	سیدنا علی رض نسب اور کردار۔۔۔	11	10	اکتوبر	1966	25
152	ادارہ	فضائل مرتضوی	11	10	اکتوبر	1966	49
153	ادارہ	فتوحات مکیہ	11	2-1	جنوری / فروری	1966	14
154	ادارہ	اداریہ	11	12-11	نومبر / دسمبر	1966	4
155	ادارہ	باب الاستفسار	11	12-11	نومبر / دسمبر	1966	5
156	ادارہ	فتوحات مکیہ	11	12-11	نومبر / دسمبر	1966	11
157	ادارہ	اداریہ	11	4-3	مارچ / اپریل	1966	7
158	ادارہ	فتوحات مکیہ	11	4-3	مارچ / اپریل	1966	27
159	ادارہ	اداریہ	10	1	جنوری	1965	4
160	ادارہ	اداریہ	10	2	فروری	1965	6
161	ادارہ	اداریہ	10	3	مارچ	1965	13
162	ادارہ	حاجیوں کیلئے ضروری ہدایات	10	3	مارچ	1965	46
163	ادارہ	اداریہ	10	4	اپریل	1965	5
164	ادارہ	سرکار کی تعلیمات	10	4	اپریل	1965	27
165	ادارہ	نقد و نظر	10	4	اپریل	1965	65
166	ادارہ	اداریہ	10	6	جون	1965	5
167	ادارہ	اداریہ	10	10	اکتوبر	1965	6
168	ادارہ	فتوحات مکیہ	10	10	اکتوبر	1965	29
169	ادارہ	اداریہ	10	11	نومبر	1965	3
170	ادارہ	فتوحات مکیہ	10	11	نومبر	1965	27
171	ادارہ	استفسارات	10	12	دسمبر	1965	15

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
172	ادارہ	فتوحات مکیہ	10	12	دسمبر	1965	24
173	ادارہ	اداریہ	10	7-8	جولائی / اگست	1965	6
174	ادارہ	اداریہ	9	2	فروری	1964	5
175	ادارہ	اداریہ	9	3	مارچ	1964	5
176	ادارہ	اداریہ	9	5	مئی	1964	5
177	ادارہ	اداریہ	9	8	اگست	1964	5
178	ادارہ	اداریہ	9	9	ستمبر	1964	5
179	ادارہ	اداریہ	9	10	اکتوبر	1964	6
180	ادارہ	اداریہ	9	12	دسمبر	1964	7
181	ادارہ	شعبان المعظم	9	12	دسمبر	1964	9
182	ادارہ	اداریہ	9	6-7	جون / جولائی	1964	7
183	ادارہ	اداریہ	8	1	جنوری	1963	6
184	ادارہ	نتیجہ یوسفیہ پرائمری اسکول	8	1	جنوری	1963	63
185	ادارہ	اداریہ	8	2	فروری	1963	5
186	ادارہ	اداریہ	8	3	مارچ	1963	5
187	ادارہ	اداریہ	8	4	اپریل	1963	6
188	ادارہ	اللہ	8	4	اپریل	1963	51
189	ادارہ	اداریہ	8	5	مئی	1963	6
190	ادارہ	اداریہ	8	6	جون	1963	3
191	ادارہ	اداریہ	8	7	جولائی	1963	3
192	ادارہ	اداریہ	8	8	اگست	1963	5
193	ادارہ	تبصرہ	8	8	اگست	1963	49
194	ادارہ	اداریہ	8	9	ستمبر	1963	3
195	ادارہ	اداریہ	8	10	اکتوبر	1963	4
196	ادارہ	شاہ ولی محمد چشتی	8	10	اکتوبر	1963	62
197	ادارہ	اداریہ	8	11	نومبر	1963	3
198	ادارہ	رشحات	7	5	مئی	1962	5
199	ادارہ	اداریہ	7	6	جون	1962	2
200	ادارہ	استفسارات	7	6	جون	1962	38

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
201	ادارہ	تاج اولیاء	7	7	جولائی	1962	8
202	ادارہ	نئی دنیا میں ایک مبلغ اسلام	7	7	جولائی	1962	32
203	ادارہ	اداریہ	7	8	اگست	1962	7
204	ادارہ	اداریہ	7	9	ستمبر	1962	7
205	ادارہ	اداریہ	7	10	اکتوبر	1962	7
206	ادارہ	استفسارات	7	10	اکتوبر	1962	70
207	ادارہ	اداریہ	7	11	نومبر	1962	5
208	ادارہ	تبصرہ	7	11	نومبر	1962	60
209	ادارہ	اداریہ	6	1	جنوری	1961	4
210	ادارہ	کرمت صحابہ	6	1	جنوری	1961	22
211	ادارہ	تبصرہ	6	2	فروری	1961	57
212	ادارہ	مختصر تاریخ اسلام (ماخوذ نور دانش ایران)	5	1	جنوری	1960	9
213	ادارہ	گریہ مولویہ (ماخوذ)	5	1	جنوری	1960	21
214	ادارہ	اداریہ	5	2	فروری	1960	5
215	ادارہ	مختصر تاریخ اسلام (ماخوذ نور دانش ایران)	5	2	فروری	1960	44
216	ادارہ	اداریہ	5	3	مارچ	1960	4
217	ادارہ	صدیق اکبر کی جنگی تیاریاں	5	3	مارچ	1960	19
218	ادارہ	علمی لباسوں کی کہانی	5	3	مارچ	1960	50
219	ادارہ	اداریہ	5	4	اپریل	1960	5
220	ادارہ	نقد و تبصرہ	5	4	اپریل	1960	52
221	ادارہ	اداریہ	5	6	جون	1960	4
222	ادارہ	اداریہ	5	9	ستمبر	1960	4
223	ادارہ	اداریہ	5	10	اکتوبر	1960	4
224	ادارہ	جواہر پارے	5	10	اکتوبر	1960	39
225	ادارہ	اداریہ	5	11	نومبر	1960	4
226	ادارہ	استفسارات	5	11	نومبر	1960	71
227	ادارہ	اداریہ	4	1	جنوری	1959	4
228	ادارہ	اداریہ	4	2	فروری	1959	4
229	ادارہ	اداریہ	4	3	مارچ	1959	4

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
230	ادارہ	اداریہ	4	5	مئی	1959	4
231	ادارہ	اداریہ	4	6	جون	1959	4
232	ادارہ	اداریہ	4	7	جولائی	1959	4
233	ادارہ	استفسارات	4	7	جولائی	1959	39
234	ادارہ	نقد و نظر	4	7	جولائی	1959	57
235	ادارہ	اداریہ	4	10	اکتوبر	1959	4
236	ادارہ	حدیث مدینۃ العلم	4	10	اکتوبر	1959	19
237	ادارہ	کند ہمجنس با ہمجنس پرواز	4	10	اکتوبر	1959	45
238	ادارہ	اسرار تصوف (ماخوذ)	4	11	نومبر	1959	15
239	ادارہ	تجلیات ذاتی و صفاتی	4	12	دسمبر	1959	37
240	ادارہ	رسم خط	4	12	دسمبر	1959	57
241	ادارہ	اداریہ	4	8-9	اگست ستمبر	1959	الف
242	ادارہ	اداریہ	3	6	جون	1958	6
243	ادارہ	استفسارات	3	7	جولائی	1958	39
244	ادارہ	نقد و نظر	3	7	جولائی	1958	57
245	ادارہ	استفسارات	3	5--4	اپریل	1958	168
246	ادارہ	تبصرے	3	5--4	اپریل	1958	169
247	ادارہ	تعارف و تبصرہ	3	9--8	اگست ستمبر	1958	5
248	ادارہ	تبصرہ	2	1	جنوری	1957	19
249	ادارہ	اداریہ	2	2	فروری	1957	5
250	ادارہ	تبصرہ	2	2	فروری	1957	53
251	ادارہ	استفسارات	2	2	فروری	1957	54
252	ادارہ	اداریہ	2	3	مارچ	1957	4
253	ادارہ	موسیقی سے بیماریوں کا علاج	2	3	مارچ	1957	47
254	ادارہ	اداریہ	2	4	اپریل	1957	4
255	ادارہ	اداریہ	2	6	جون	1957	4
256	ادارہ	استفسارات	2	6	جون	1957	53
257	ادارہ	اداریہ	2	8	اگست	1957	4
258	ادارہ	اداریہ	2	9	ستمبر	1957	4

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
259	ادارہ	اداریہ	2	10	اکتوبر	1957	3
260	ادارہ	تاج کے مقاصد اجراء	1	1	مارچ	1956	2
261	ادارہ	جمیعۃ المشائخ	1	1	مارچ	1956	6
262	ادارہ	اداریہ	1	2	اپریل	1956	3
263	ادارہ	اداریہ	1	3	مئی	1956	4
264	ادارہ	اداریہ	1	4	جون	1956	4
265	ادارہ	اداریہ	1	5	جولائی	1956	3
266	ادارہ	ہم انکی نظر میں	1	5	جولائی	1956	42
267	ادارہ	جوابات	1	5	جولائی	1956	58
268	ادارہ	حضرت عثمان رض کے چند کلمات	1	6	اگست	1956	29
269	ادارہ	حضرت علی رض کے کلمات	1	6	اگست	1956	68
270	ادارہ	ایک نظر (تبصرے)	1	6	اگست	1956	83
271	ادارہ	اداریہ	1	7	ستمبر	1956	3
272	ادارہ	اداریہ	1	10	دسمبر	1956	1
273	ادارہ	تبصرہ	7	7	جولائی	1962	40
274	ادارہ	اداریہ	5	7	جولائی	1960	5
275	ادارہ	اداریہ	4	12	دسمبر	1959	5
276	ادارہ	نقد و تبصرہ	4	12	دسمبر	1959	54
277	ادارہ	اداریہ	3	1	جنوری	1958	4
278	ادارہ	تبصرہ	3	1	جنوری	1958	37
279	ادارہ	تبصرے	3	10	اکتوبر	1958	52
280	ادارہ	اداریہ	3	4_5	اپریل	1958	5
281	ادارہ	اداریہ	2	7	جولائی	1957	4
282	ادارہ	اداریہ	2	11	نومبر	1957	4
283	ادارہ	استفسارات	2	11	نومبر	1957	46
284	ادارہ	اداریہ	1	6	اگست	1956	3
285	ادارہ (اقتباس)	وحدت الوجود۔۔۔	7	9	ستمبر	1962	70
286	ادارہ (ماخوذ احادیث)	اسلام علیک ایہا النبی	2	9	ستمبر	1957	57
287	ادبی سراغ رساں	ایک ادبی ڈاکہ	9	12	دسمبر	1964	56

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
288	ادارہ	مثنوی مولانا روم	4	6	جون	1959	12
289	ارشاد الحق قدوسی	اسلام کا تصوف انقلاب	18	7-6	جون / جولائی	1973	42
290	ارشاد الحق قدوسی	تزکیہ نفس	11	12-11	نومبر / دسمبر	1966	19
291	ارشادات قائد اعظم	جنگ آزادی	16	7	جولائی	1971	44
292	اسد الحق شیدائی	ہمارے نظام تعلیم	3	1	جنوری	1958	28
293	اسد اللہ خاں	تصوف کی بنیاد روزہ	17	7	جولائی	1972	37
294	اسد اللہ خاں	شادی کس عمر میں کی جاوے	13	6	جون	1968	31
295	اسد اللہ خاں	تصوف کی بنیاد روزہ	11	12-11	نومبر / دسمبر	1966	37
296	اسد اللہ خاں	مادیت موت کا سبب ہے	8	7	جولائی	1963	33
297	اسرار حسین ذہینی	حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رح	12	4	اپریل	1967	33
298	اسرار حسین ذہینی	سبق آموز حکایتیں	12	5	مئی	1967	9
299	اسرار حسین ذہینی	پیغام خداوندی	12	5	مئی	1967	45
300	اسرار حسین ذہینی	نور علی نور	12	2-1	جنوری / فروری	1967	22
301	اسلم	ہماری ذمہ داریاں	2	5	مئی	1957	47
302	اسلم شاہد	زندگی جس کی ہمیں تلاش ہے	16	6	جون	1971	10
303	اسلم شاہد	747 جمبو جیٹ	16	6	جون	1971	31
304	اشرف علی تھانوی	حضوری شیخ سے کشفِ ملکوت	15	9	ستمبر	1970	65
305	اشرف علی تھانوی	حسن معاشرت	14	-	-	1969	39
306	اشرف علی تھانوی	قبر پرستی	2	6	جون	1957	12
307	اصلح الحسینی	علم بے ترتیب	10	2	فروری	1965	63
308	اعجاز الحق	شاہ عبد اللطیف بھٹائی	7	8	اگست	1962	23
309	اعجاز محمد ذہینی	ایثار	22	2-1	جنوری / فروری	1977	33
310	اعجاز محمد ذہینی	باب البیان والشعر	21	7	جولائی	1976	15
311	اعجاز محمد ذہینی	میر سید عبد الاول	21	8	اگست	1976	11
312	اعجاز محمد ذہینی	صحابہ کرام کا ذوق صوم	21	9	ستمبر	1976	7
313	اعجاز محمد ذہینی	پند و نصائح	21	10	اکتوبر	1976	17
314	اعجاز محمد ذہینی	مشکوٰۃ	21	12	دسمبر	1976	53
315	افتخار	جسم کا دفاعی نظام	16	6	جون	1971	23
316	افتخار الدین جمالی	ہماری تاریخ	16	6	جون	1971	5

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
317	افتخار جمالی	خوش اخلاقی	15	12	دسمبر	1970	20
318	افتخار اعظمی	صدر اسلام میں شاعری	5	2	فروری	1960	34
319	افتخار اعظمی	صدر اسلام میں شاعری	5	3	مارچ	1960	27
320	افتخار الدین جمالی	عجائبات سائنس	16	7	جولائی	1971	41
321	افتخار جمالی	خوش اخلاقی	16	11-10	اکتوبر/نومبر	1971	57
322	افسر حسین	استاد	15	4	اپریل	1970	33
323	اقبال	کلام اقبال	16	6	جون	1971	64
324	اقبال احمد خاں	پیکر اخلاص و اخلاق	-	محمود نمبر	بانگ جرس		166
325	اقبال الدین احمد	حج	4	6	جون	1959	56
326	الطاف علی بریلوی	اخلاق اور تعلیم	13	8	اگست	1968	43
327	الیاس احمد صدیقی	حسن کردار	9	2	فروری	1964	29
328	الیاس احمد مجیبی	مسلمانوں کی مائیں	4	3	مارچ	1959	21
329	الیاس حسین راحت بخاری	الفقر	18	7-6	جون / جولائی	1973	60
330	امام عبدالوہاب شعرانی	سلف صالحین	3	6	جون	1958	9
331	امام عبدالوہاب شعرانی	سلف صالحین	3	7	جولائی	1958	55
332	امام عبدالوہاب شعرانی	سلف صالحین	3	10	اکتوبر	1958	11
333	امام عبدالوہاب شعرانی	سلف صالحین	3	5-4	اپریل	1958	11
334	امام صاحب	غلاف کعبہ	8	9	ستمبر	1963	7
335	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	5	1	جنوری	1960	19
336	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	5	2	فروری	1960	52
337	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	5	3	مارچ	1960	17
338	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	5	4	اپریل	1960	17
339	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	5	6	جون	1960	11
340	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	5	7	جولائی	1960	15
341	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	5	9	ستمبر	1960	19
342	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	5	10	اکتوبر	1960	19
343	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	5	11	نومبر	1960	27
344	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	4	10	اکتوبر	1959	40
345	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	4	11	نومبر	1959	13

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
346	امام عبدالوہاب شعرانی	اچھے لوگوں کی اچھی باتیں	4	12	دسمبر	1959	33
347	امام غزالی	روحوں کی ملاقاتیں	1	8-9	اکتوبر نومبر	1956	37
348	امداد نظامی	ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے	14	5	مئی	1969	42
349	امیر احمد علوی	حکمت سلیمان	6	2	فروری	1961	8
350	امیر الدین قدوائی	روسی اشتراکیت اور ہم	3	9-8	اگست ستمبر	1958	21
351	امیر حسن صدیقی	پیغمبر اسلام سیاسی مبصر کی حیثیت سے	9	2	فروری	1964	20
352	امیر شاہ	انگوٹھے چومنا	3	10	اکتوبر	1958	37
353	امیر مینائی رح	تذکرہ بزرگان اسلام	14	1	جنوری	1969	47
354	امیر مینائی رح	تذکرہ بزرگان اسلام	14	3	مارچ	1969	9
355	انوار الحق	اور وہ بڑھتا چلا گیا	9	8	اگست	1964	27
356	انوار حسین	خاتون	12	11-10	اکتوبر/نومبر	1967	15
357	انوار قدسیہ	عبد مطلق کا اخلاص	11	7	جولائی	1966	30
358	انوار قدسیہ	عبد مطلق کا اخلاص	11	8	اگست	1966	13
359	انوار قدسیہ	عبد مخلص کا اخلاص	11	9	ستمبر	1966	31
360	انوار قدسیہ	عبد مخلص کا اخلاص	11	12-11	نومبر/دسمبر	1966	48
361	انور ترین	کہاں اب ایسی صورت	-	محمود نمبر	اخوان الصفا	-	225
362	انور ترین	روح کا تنزل اور مادے کی ترقی	14	7	جولائی	1969	15
363	انور ترین	ہماری ترقی پسندی	10	2	فروری	1965	57
364	انور ترین	حضور غوث پاک کے خطبات	9	8	اگست	1964	18
365	انور ترین	انسان اور عبادت	9	6-7	جون/جولائی	1964	21
366	انور جلال	ہیرا الجھا	18	5	مئی	1973	34
367	انور صدیقی	تہذیبی اشاریت اور تصوف	9	10	اکتوبر	1964	60
368	انور صدیقی	اشاریت کی تہذیبی بنیادیں	9	11	نومبر	1964	35
369	انیس احمد تھانوی	اسلام دین فطرت ہے	4	2	فروری	1959	14
370	ایس او ایس	پاکستان کا مسئلہ تعلیم	4	1	جنوری	1959	24
371	ایس ایم ضیاء الحق	میرے سرکار	21	12	دسمبر	1976	20
372	ایس اے ارشاد	بنکاری سود کے بغیر	8	12	دسمبر/جنوری	1963/64	40
373	ایس اے عالم	امریکی معاشی امداد کیوں؟	4	12	دسمبر	1959	21
374	ایس۔ ایم الیاس	تین چیزیں	15	12	دسمبر	1970	53

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
375	ایس۔ایم خالد بخاری	ریشمی قبائوں کے۔۔۔۔۔	15	3	مارچ	1970	47
376	ایس۔ایم خالد بخاری	مغیرہ رستم کے دربار میں	15	4	اپریل	1970	43
377	ایس۔ایم خالد بخاری	حضرت ابوبکر صدیق رض اور لشکر اسامہ	15	8-7	جولائی/اگست	1970	95
378	ایس۔ایم طارق	اسلام کی بیٹیاں	18	1	جنوری	1973	13
379	ایس۔ایم طاہر	معاہدہ صلح اور فتح مبین	15	11	نومبر	1970	30
380	ایس۔ایم طاہر	عالم کا ایک گال زمین پر	15	12	دسمبر	1970	24
381	ایس۔ایم۔ناز	تذکرہ بزرگان اسلام	12	6	جون	1967	26
382	ایس۔ایم۔افتخار	باغی سائنسدان، خدا کے حضور میں	16	7	جولائی	1971	10
383	ایس۔ایم۔سعید	تباہ کن مہلکات	13	7	جولائی	1968	29
384	ایس۔ایم۔طارق	اسلام کی بیٹیاں	16	6	جون	1971	36
385	ایس۔ایم۔طارق	سائنسی ایجادات	16	6	جون	1971	39
386	ایس۔ایم۔طارق	ریل روڈ وارم	16	6	جون	1971	47
387	ایس۔ایم۔طاہر	سربراہ اور گورنر	16	1	جنوری	1971	28
388	ایم ایچ فاضل	تبصرہ پر تبصرہ	1	5	جولائی	1956	44
389	ایم عبدالرحمٰن لدھیانوی	توحید اور شرک	13	9	ستمبر	1968	27
390	ایم۔اے۔شاہد	اسلام کا فوجی نظام	18	3	مارچ	1973	97
391	ایم۔اے۔شاہد	اجماع اور اجتہاد	18	8	اگست	1973	60
392	ایم۔اے۔شاہد	اسلام کا فوجی نظام	17	1	جنوری	1972	40
393	ایم۔اے۔شاہد	اجماع اور اجتہاد	16	1	جنوری	1971	50
394	ایم۔اے۔شاہد	واھس پرنٹ	16	3	مارچ	1971	52
395	ایم۔اے۔شاہد	جب ایوان صدر کانپنے لگا	15	11	نومبر	1970	8
396	ایم۔اے۔شاہد	اسلام کا فوجی نظام	15	12	دسمبر	1970	46
397	این کے ایس لبسٹن	سوویت روس اور اسلام	3	9--8	اگست ستمبر	1958	53
398	ایڈیٹر پیام حق کراچی	دور جہالت میں علم و عرفان کی بارشیں	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	44
399	اے آئی کلیموچ	سوویت یونین کا مخالف مذہب پروپیگنڈہ	3	9--8	اگست ستمبر	1958	115
400	اے آئی کلیموچ	جدید اسلام	3	9--8	اگست ستمبر	1958	121
401	اے بیگن	اسلام اور سوویت یونین	3	9--8	اگست ستمبر	1958	132
402	اے کے بروی	قومی خود ارادیت کا اشتراکی نظریہ	3	9--8	اگست ستمبر	1958	27
403	باقی صدیقی	قابل اجمیری	9	9	ستمبر	1964	38

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
404	بدرالحسن	صراط مستقیم	2	6	جون	1957	41
405	برہان احمد فاروقی	سانحہ کربلا	8	6	جون	1963	37
406	برکت علی خاں یوسفی چھتاروی	خلیفہ ہارون رشید	1	3	مئی	1956	26
407	برھان احمد فاروقی	انا اور اسکی بقا	2	2	فروری	1957	10
408	برھان احمد فاروقی	سانحہ کربلا	2	8	اگست	1957	17
409	بشیر انصاری	اسلام کا مکمل ضابطہ حیات	11	5	مئی	1966	32
410	بشیر ساجد	مولانا روم کی شاعری	15	5	مئی	1970	11
411	بشیر احمد	مولانا روم کی شاعری	15	6	جون	1970	39
412	بلال زبیری	عید اسلام کی انسان دوستی کی مظہر ہے	3	4۔5	اپریل	1958	28
413	بو علی سینا	زیارت قبور	19	1۔2	جنوری / فروری	1974	19
414	پی لیفنولن	روس میں مسلمانوں کی تباہی	3	4۔5	اپریل	1958	99
415	بیگم آپا	سید عبد المالک	18	11	نومبر	1973	13
416	بیگم رعنا لیاقت علی	پیغام	18	3	مارچ	1973	6
417	بیگم شائستہ اکرام اللہ	ہمارا قومی فرض اور تہذیب	13	1	جنوری	1968	33
418	بیگم شائستہ اکرام اللہ	ہمارا قومی فرض	7	12	دسمبر	1962	19
419	بیگم شمیم صدیقی	تعلیم کے سماجی و انفرادی مقاصد	13	12	دسمبر	1968	24
420	بیگم صابرہ رجب علی	بڑی سے مشکل ہوتا ہے۔۔۔۔	-	محمود نمبر	اخوان الصفا	-	231
421	بیگم عصمت عزیز جے پوری	آپ کی تعریف؟	10	6	جون	1965	44
422	بیگم ناز نور العباد ترین	انہیں یاد کر کے ابا یاد آتے تھے	-	محمود نمبر	اخوان الصفا	-	229
423	پروفیسر اعظم مورخ	زوال بغداد کیوں ہوا؟	13	8	اگست	1968	20
424	پروفیسر انور سیوانی	یوسف سیوانی	10	2	فروری	1965	52
425	پروفیسر شیخ حیدر	عدالتوں میں اردو کا رواج	10	6	جون	1965	25
426	پروفیسر محمد سعید	شاہ لطیف بھٹائی	13	8	اگست	1968	52
427	پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی	بزرگان کہ نقد صفا داشتند	16	9	ستمبر	1971	33
428	پروفیسر اشتیاق حسین قریشی	بزرگان کہ نقد صفا داشتند	-	محمود نمبر	دانشکدہ		57
429	پروفیسر اے۔ بی۔ اے حلیم	محمود رح	-	محمود نمبر	دانشکدہ		51
430	پروفیسر سید کرار حسین	ایک ایک رتی جھلک	-	محمود نمبر	بانگ جرس		148
431	پروفیسر عباس اے قادر	بیت المقدس خون میں ڈوب رہا ہے	13	10	اکتوبر	1968	21
432	پروفیسر عبد الغفور	تاریخ کے جھروکے	18	11	نومبر	1973	49

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
433	پیر حیدر القادری	حضرت مسلم بن عقیل رح کی شہادت	8	6	جون	1963	33
434	پیر صاحب سرہند شریف	دس نکاتی تجاویز	8	12	دسمبر / جنوری	1963/64	19
435	ت۔ عسکری	جاسوس؟	14	11-10	اکتوبر / نومبر	1969	51
436	تاج محمد صدیقی	سیدنا غوث اعظم	2	11	نومبر	1957	5
437	تاج محمد	تاریخ کشمیر	5	6	جون	1960	47
438	تاج محمد	تاریخ کشمیر	5	7	جولائی	1960	52
439	تاج محمد	تاریخ کشمیر	5	9	ستمبر	1960	50
440	تاج محمد	تاریخ کشمیر	5	10	اکتوبر	1960	29
441	تاج محمد	تاریخ کشمیر	5	11	نومبر	1960	78
442	تاج محمد صدیقی	غوث اعظم رح	21	5	مئی	1976	49
443	تذکرہ اولیاء	حضرت مالک دینار رح	16	1	جنوری	1971	47
444	تذکرہ اولیاء	حضرت حسن بصری رح	15	11	نومبر	1970	49
445	تصدق حسین ذہینی	تصوف	9	9	ستمبر	1964	10
446	ثریا جبین	تبصرہ	9	2	فروری	1964	48
447	جمان بن امان	سیدنا غوث اعظم رح	21	4	اپریل	1976	17
448	جمان بن امان	غوث	20	6-5	مئی / جون	1975	51
449	جمشید علی خان	مفکرین اسلام	5	6	جون	1960	17
450	جمیل احمد	اندھے کی لاٹھی	2	8	اگست	1957	70
451	جمیل احمد	وسیلہ	2	11	نومبر	1957	21
452	جمیل احمد صدیقی	طلباء اور اخلاق	15	3	مارچ	1970	6
453	جمیل احمد فاروقی	اجتماعی نظریہ بیدار کرو	4	2	فروری	1959	28
454	جمیل احمد فاروقی	سائنس؟ پاکستان کا نظریہ تعلیم	4	2	فروری	1959	51
455	جمیلہ خاتون پروفیسر	اقبال کا مرد کامل	1	4	جون	1956	45
456	جنگ (اداریہ)	ڈاکٹر محمود احمد	-	محمود نمبر		-	239
457	جوش ملیح آبادی	مکتوب جوش	7	8	اگست	1962	51
458	جہانگیر اشرف سمنانی حضرت	لطائف اشرفیہ	1	2	اپریل	1956	29
459	جہانگیر اشرف سمنانی حضرت	لطائف اشرفیہ	1	4	جون	1956	39
460	جہانگیر اشرف سمنانی حضرت	لطائف اشرفیہ	1	5	جولائی	1956	40
461	جہانگیر اشرف سمنانی سیدنا	لطائف اشرفیہ	1	3	مئی	1956	29

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
462	چودھری غلام احمد	مقام محمود	18	11	نومبر	1973	7
463	حاجی مہند اللہ	نفس اور شیطان کی تعریف اور اُنکی مخالفت	11	9	ستمبر	1966	39
464	حافظ عبدالحلیم	جہاد پر ایک نظر	17	8	اگست	1972	41
465	حافظ عبدالسلام	حضرت عبداللہ شاہ غازی رح	17	11	نومبر	1972	42
466	حافظ محمد اسلام	شہادت حسین رض	12	4	اپریل	1967	37
467	حافظ محمد اسلام دہلوی	حضرت عبداللہ شاہ غازی رح	19	10	اکتوبر	1974	69
468	حافظ محمد اسلام دہلوی	حضرت عبداللہ شاہ غازی رح	14	7	جولائی	1969	19
469	حافظ محمد عمر	تصوف اور مقام تصوف	10	12	دسمبر	1965	17
470	حبیب احمد کیرانوی	سلف صالحین کے اخلاق	4	3	مارچ	1959	51
471	حبیب احمد کیرانوی	سلف صالحین کے اخلاق	4	5	مئی	1959	54
472	حبیب احمد کیرانوی	سلف صالحین کے اخلاق	4	6	جون	1959	54
473	حبیب احمد کیرانوی	سلف صالحین کے اخلاق	4	7	جولائی	1959	55
474	حبیب اللہ فضائی اجمیری مولانا ابوالعرفان	ہمارے تہذیبی سانچے	1	2	اپریل	1956	43
475	حبیب اللہ فضائی اجمیری مولانا ابوالعرفان	ہمارے تہذیبی سانچے	1	3	مئی	1956	37
476	حریت (ادارہ)	علم جبریت	-	محمود نمبر		-	238
477	حسام الدین تاجی	تاج اولیاء	5	8	اگست	1960	12
478	حسرت کاسگنجوی	صبح کے آثار ہوے تو ہیں	14	12	دسمبر	1969	41
479	حسرت کاسگنجوی	اردو کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے	11	8	اگست	1966	16
480	حسرت کاسگنجوی	جہالت کی قرباں گاہ پر	11	12-11	نومبر/دسمبر	1966	29
481	حسرت کاسگنجوی	فریب	11	4-3	مارچ/اپریل	1966	44
482	حسرت کاسگنجوی	الجھن	9	4	اپریل	1964	17
483	حسرت کاسگنجوی	آخر میں کروں کیا	9	9	ستمبر	1964	41
484	حسن ثانی نظامی دہلوی	امیر خسرو کی خانقاہ نشینی اور درباری	4	6	جون	1959	28
485	حسن عباسی	عہد علی میں کاغذ اور فن تحریر و کتابت	11	10	اکتوبر	1966	57
486	حسن قزلباش	کیا خدا ہے؟	2	3	مارچ	1957	33
487	حسن گوہر	مسلمان اور سائنس	4	1	جنوری	1959	27
488	حسن مثنی ندوی	پرچم ہدایت	20	6-5	مئی/جون	1975	43
489	حسن مثنی ندوی	شیخ عبدالقادر جیلانی رح	18	7-6	جون/جولائی	1973	52

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
490	حسن نظامی	عہد و سلسلۂ نظامیہ مولانا فخر	3	4-5	اپریل	1958	115
491	حسین امام	موت عالم موت عالم	16	9	ستمبر	1971	22
492	حسین امام	موت عالم موت عالم	-	محمود نمبر	بانگ جرس		162
493	حسین شاہ ابدالی	مخدوم شعیب بن جلال منیری رح	10	4	اپریل	1965	63
494	حسین شاہ ابدالی	سیدنا محمد منعم پاک ابو العلائی	8	9	ستمبر	1963	15
495	حشمت علی خاں یوسفی	مثنوی مولانا روم۔ حضرت عمر اور ایک قوال	4	3	مارچ	1959	7
496	حشمت یوسفی	مثنوی شریف	14	7	جولائی	1969	53
497	حشمت یوسفی	مثنوی شریف	14	12	دسمبر	1969	31
498	حشمت یوسفی	مثنوی شریف	14	-	-	1969	51
499	حشمت یوسفی	مثنوی مولانا روم	13	12	دسمبر	1968	17
500	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	صورت مثالی	10	1	جنوری	1965	16
501	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسلامی دولت مشترکہ	8	12	دسمبر/جنوری	1963/64	17
502	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	-	محمود نمبر		-	8
503	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	توحید	23	4-5	اپریل/مئی	1978	3
504	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اللہ کی نعت	22	3	مارچ	1977	42
505	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سید عبد القادر جیلانی رح	22	4	اپریل	1977	3
506	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	خواجہ معین الدین چشتی کے چند ارشادات	22	7	جولائی	1977	4
507	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب و سنت کا قانون	22	8	اگست	1977	3
508	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	22	9	ستمبر	1977	9
509	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	توحید	22	10	اکتوبر	1977	3
510	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	22	11-12	نومبر/دسمبر	1977	7
511	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم	21	3	مارچ	1976	3
512	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	نبی دائم و قائم	21	3	مارچ	1976	17
513	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اللہ کی نعت	21	3	مارچ	1976	19
514	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	احسان کی جیتی جاگتی تصویر	21	3	مارچ	1976	25
515	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اتکبیر	21	3	مارچ	1976	34
516	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	احادیث قدسیہ	21	3	مارچ	1976	55
517	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سید عبد القادر جیلانی رح	21	4	اپریل	1976	3
518	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	21	4	اپریل	1976	33

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
519	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اولیاء اللہ اور اعداء اللہ	21	5	مئی	1976	3
520	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	خواجہ معین الدین چشتی کے چند ارشادات	21	6	جون	1976	5
521	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	توحید	21	6	جون	1976	27
522	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	رسم اور حقیقت	21	7	جولائی	1976	3
523	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تزکیہ	21	8	اگست	1976	3
524	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	صوم	21	9	ستمبر	1976	3
525	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	روزہ کسے کہتے ہیں	21	9	ستمبر	1976	17
526	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	وضو	21	10	اکتوبر	1976	3
527	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سرکار یوسف شاہ تاجی رح	21	12	دسمبر	1976	3
528	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شہید	21	2-1	جنوری / فروری	1976	6
529	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مقام شبیری	21	2-1	جنوری / فروری	1976	9
530	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت حسین اور ایثار	21	2-1	جنوری / فروری	1976	15
531	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فلسفۂ شہادت	21	2-1	جنوری / فروری	1976	19
532	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حسین رح کی عبادت	21	2-1	جنوری / فروری	1976	27
533	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اشارات	21	2-1	جنوری / فروری	1976	37
534	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	20	3	مارچ	1975	1
535	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	20	3	مارچ	1975	33
536	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطواسین	20	3	مارچ	1975	49
537	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	20	3	مارچ	1975	58
538	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فوق کن	20	4	اپریل	1975	8
539	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ہدیہ نعت	20	4	اپریل	1975	10
540	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	20	4	اپریل	1975	17
541	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	انسان	20	4	اپریل	1975	33
542	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	20	4	اپریل	1975	38
543	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطاسین	20	4	اپریل	1975	42
544	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	خواجہ معین الدین چشتی رح کے چند ارشادات	20	7	جولائی	1975	5
545	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	انسان	20	7	جولائی	1975	11
546	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	20	7	جولائی	1975	17
547	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	20	7	جولائی	1975	35

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
548	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطواسین	20	7	جولائی	1975	53
549	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	20	8	اگست	1975	3
550	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شب معراج	20	8	اگست	1975	13
551	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	20	8	اگست	1975	17
552	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطواسین	20	8	اگست	1975	27
553	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حقیقت صوم	20	9	ستمبر	1975	3
554	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	20	9	ستمبر	1975	17
555	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	20	9	ستمبر	1975	33
556	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطاسین	20	9	ستمبر	1975	37
557	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب وسنت کا قانون	20	9	ستمبر	1975	49
558	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ہیت اجتماعیہ	20	9	ستمبر	1975	55
559	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	20	10	اکتوبر	1975	2
560	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عید مبارک	20	10	اکتوبر	1975	3
561	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسلامی سربراہ کانفرنس	20	10	اکتوبر	1975	9
562	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	بسم اللہ الرحمن الرحیم	20	11	نومبر	1975	15
563	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ولایت نبوت سے افضل ہے	20	11	نومبر	1975	19
564	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ارواح خبیثہ کے تصرفات	20	11	نومبر	1975	21
565	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	20	11	نومبر	1975	23
566	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطاسین	20	11	نومبر	1975	33
567	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت بابا غوث محمد یوسف شاہ تاجی رح	20	12	دسمبر	1975	3
568	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	غوث محمد یوسف شاہ تاجی رح	20	12	دسمبر	1975	13
569	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عید قرباں	20	12	دسمبر	1975	35
570	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	20	12	دسمبر	1975	41
571	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شہداء کربلا	20	2-1	جنوری / فروری	1975	5
572	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	انسان	20	2-1	جنوری / فروری	1975	30
573	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	20	2-1	جنوری / فروری	1975	37
574	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطواسین	20	2-1	جنوری / فروری	1975	44
575	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	الزکوٰۃ	20	2-1	جنوری / فروری	1975	50
576	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تعلیمات	20	6-5	مئی / جون	1975	13

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
577	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	غوث الاعظم رح	20	6-5	مئی / جون	1975	17
578	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فریادرس	20	6-5	مئی / جون	1975	19
579	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	محبت	20	6-5	مئی / جون	1975	21
580	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	محب اور محبوب	20	6-5	مئی / جون	1975	23
581	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	صدق ایشان بر جمادی ہی تند	20	6-5	مئی / جون	1975	26
582	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جذب سلوک	20	6-5	مئی / جون	1975	28
583	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	رسالہ غوث الاعظم رح الہامات	20	6-5	مئی / جون	1975	133
584	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سیر عروجی	20	6-5	مئی / جون	1975	141
585	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	19	3	مارچ	1974	2
586	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	بسم اللہ الرحمن الرحیم کی فضیلت	19	3	مارچ	1974	15
587	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطواسین	19	3	مارچ	1974	27
588	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حج کے چند حقائق	19	3	مارچ	1974	56
589	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت شیخ ابوالحسن ہجویری رح	19	4	اپریل	1974	4
590	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	19	4	اپریل	1974	49
591	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	19	5	مئی	1974	3
592	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	19	5	مئی	1974	9
593	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	طاسین السراج	19	5	مئی	1974	18
594	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	19	6	جون	1974	5
595	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جلوۂ معکوس	19	6	جون	1974	7
596	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	دو خدا	19	6	جون	1974	8
597	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ندا	19	6	جون	1974	10
598	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	استعانت	19	6	جون	1974	11
599	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مدد مانگنا	19	6	جون	1974	14
600	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	توحید و شرک	19	6	جون	1974	15
601	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سجدہ	19	6	جون	1974	18
602	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	آخرت کی زندگی	19	6	جون	1974	20
603	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سماع	19	6	جون	1974	29
604	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	معجزات بابرکات	19	6	جون	1974	46
605	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	19	6	جون	1974	49

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
606	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	غوث الاعظم رح	19	6	جون	1974	61
607	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم	19	7	جولائی	1974	5
608	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	19	7	جولائی	1974	18
609	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطاسین	19	7	جولائی	1974	25
610	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	خواجہ معین الدین چشتی رح کے چند ارشادات	19	8	اگست	1974	5
611	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	احسان کی جیتی جاگتی تصویر	19	8	اگست	1974	8
612	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	19	8	اگست	1974	12
613	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	توحید و شرک	19	8	اگست	1974	17
614	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اللہ کی نعمت	19	8	اگست	1974	23
615	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطاسین	19	8	اگست	1974	33
616	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	19	8	اگست	1974	49
617	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	روزہ کسے کہتے ہیں	19	9	ستمبر	1974	3
618	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	19	9	ستمبر	1974	5
619	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	واردات	19	9	ستمبر	1974	13
620	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	19	9	ستمبر	1974	17
621	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	19	9	ستمبر	1974	25
622	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطاسین	19	9	ستمبر	1974	33
623	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسرار حروف	19	9	ستمبر	1974	39
624	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ابلیس کا انتقام	19	9	ستمبر	1974	46
625	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	انسان	19	9	ستمبر	1974	49
626	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	قارئین نے جو حکم اپنے نفسوں پر۔۔۔۔	19	9	ستمبر	1974	2a
627	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	19	10	اکتوبر	1974	4
628	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عید	19	10	اکتوبر	1974	7
629	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	نماز عید	19	10	اکتوبر	1974	13
630	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مکان اعتکاف	19	10	اکتوبر	1974	15
631	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطواسین	19	10	اکتوبر	1974	18
632	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	19	10	اکتوبر	1974	27
633	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	19	10	اکتوبر	1974	33
634	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	انسان	19	10	اکتوبر	1974	43

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
635	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حجاب در حجاب	19	10	اکتوبر	1974	49
636	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	دنیا	19	10	اکتوبر	1974	51
637	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	علم تحقیق	19	10	اکتوبر	1974	65
638	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عالم صغیر	19	11	نومبر	1974	6
639	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تزکیہ	19	11	نومبر	1974	8
640	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	19	11	نومبر	1974	17
641	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطواسین	19	11	نومبر	1974	25
642	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	19	11	نومبر	1974	33
643	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	غالب اور تصوف	19	11	نومبر	1974	37
644	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	19	12	دسمبر	1974	3
645	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت بابا غوث محمد یوسف شاہ تاجی رح	19	12	دسمبر	1974	23
646	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	19	12	دسمبر	1974	33
647	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	19	12	دسمبر	1974	43
648	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کتاب الطاسین	19	12	دسمبر	1974	49
649	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شہید کربلا	19	2-1	جنوری / فروری	1974	9
650	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	19	2-1	جنوری / فروری	1974	34
651	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	نقد و نظر	19	2-1	جنوری / فروری	1974	65
652	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	18	1	جنوری	1973	17
653	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	علم کلی	18	1	جنوری	1973	31
654	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شہید کربلا	18	2	فروری	1973	8
655	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شہید	18	2	فروری	1973	18
656	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شہید کربلا	18	2	فروری	1973	25
657	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	18	2	فروری	1973	27
658	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	18	2	فروری	1973	49
659	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	نقد و نظر	18	2	فروری	1973	62
660	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	18	3	مارچ	1973	77
661	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	18	5	مئی	1973	1
662	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جامعیہ حیثیت	18	5	مئی	1973	6
663	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسلامی نظام	18	5	مئی	1973	17

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
664	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	معاشی اور اخلاقی نظام	18	5	مئی	1973	21
665	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	گاہے گاہے باز خواں	18	8	اگست	1973	5
666	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	توحید	18	8	اگست	1973	24
667	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	وحدت امت	18	8	اگست	1973	35
668	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	علم کل	18	8	اگست	1973	55
669	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	18	8	اگست	1973	63
670	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	18	8	اگست	1973	79
671	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	18	10	اکتوبر	1973	5
672	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	18	10	اکتوبر	1973	7
673	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	نقد و نظر	18	10	اکتوبر	1973	19
674	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مکتوب حضرت جوش و جواب مکتوب	18	10	اکتوبر	1973	61
675	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	18	11	نومبر	1973	17
676	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	بہادر شاہ ظفر	18	11	نومبر	1973	33
677	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	نقد و نظر	18	11	نومبر	1973	56
678	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت شاہ محمد دیدار فراقی رح	18	12	دسمبر	1973	4
679	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	زیارت قبور	18	12	دسمبر	1973	65
680	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	18	12	دسمبر	1973	69
681	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	18	6-7	جون / جولائی	1973	29
682	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسلامی غیرت	18	6-7	جون / جولائی	1973	33
683	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فص نوحیہ	17	1	جنوری	1972	17
684	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	17	3	مارچ	1972	5
685	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	17	3	مارچ	1972	17
686	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مسئلہ وجود باری الہامی ہے	17	3	مارچ	1972	97
687	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	لطائف اشرفی کا ترجمہ	17	3	مارچ	1972	101
688	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	یگانے غزل پر ایک نظر	17	3	مارچ	1972	131
689	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	17	5	مئی	1972	7
690	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	17	5	مئی	1972	14
691	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	17	6	جون	1972	5
692	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سورہ اعراف	17	7	جولائی	1972	3

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
693	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت	17	7	جولائی	1972	9
694	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	رمضان	17	7	جولائی	1972	17
695	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حقیقت صوم	17	7	جولائی	1972	23
696	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	روزہ کسے کہتے ہیں	17	7	جولائی	1972	25
697	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عرس مبارک کی جھلکیاں	17	7	جولائی	1972	61
698	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مولانا روم سے ملاقات	17	8	اگست	1972	7
699	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حکمت علیہ فص اسماعیلیہ	17	8	اگست	1972	17
700	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	زکوۃ	17	11	نومبر	1972	8
701	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فص حکمت نوریہ فی کلمۃ یوسفیہ	17	11	نومبر	1972	17
702	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	17	10-9	ستمبر / اکتوبر	1972	53
703	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	توحید	16	1	جنوری	1971	6
704	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	16	1	جنوری	1971	19
705	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت بابا غوث محمد یوسف شاہ تاجی رح	16	3	مارچ	1971	45
706	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مدینے سے کربلا تک	16	5	مئی	1971	6
707	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	امیر خسرو رح	16	5	مئی	1971	49
708	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	16	6	جون	1971	3
709	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	16	7	جولائی	1971	5
710	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	16	7	جولائی	1971	60
711	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	16	8	اگست	1971	4
712	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ڈاکٹر محمد محمود احمد بحیثیت درویش	16	9	ستمبر	1971	3
713	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	16	12	دسمبر	1971	12
714	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ماہیت اور خودی کی تشکیل	16	12	دسمبر	1971	17
715	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	رومی، نطشے، اقبال	16	12	دسمبر	1971	34
716	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مقالات احسانی اور اطلاقی تصوف	16	12	دسمبر	1971	41
717	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فصوص الحکم	16	11-10	اکتوبر / نومبر	1971	17
718	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تصوف	15	3	مارچ	1970	12
719	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سماع	15	4	اپریل	1970	54
720	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	راجہ یوگ	15	5	مئی	1970	30
721	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	باباصاحب کے تواسے	15	5	مئی	1970	33

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
722	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	15	6	جون	1970	2
723	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تصوف	15	6	جون	1970	5
724	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تصوف کے مختلف نظریے	15	9	ستمبر	1970	7
725	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	علم و تحقیق	15	9	ستمبر	1970	59
726	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فطرت انسانی	15	9	ستمبر	1970	72
727	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	15	11	نومبر	1970	2
728	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	15	12	دسمبر	1970	2
729	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	15	12	دسمبر	1970	7
730	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	پیش لفظ	15	2-1	جنوری / فروری	1970	7
731	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	قیام پاکستان کے بعد	15	2-1	جنوری / فروری	1970	9
732	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	قرارداد مقاصد	15	2-1	جنوری / فروری	1970	13
733	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	بنیادی حقوق	15	2-1	جنوری / فروری	1970	14
734	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حکومت کے رہنما اصول	15	2-1	جنوری / فروری	1970	15
735	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسلامی قوانین	15	2-1	جنوری / فروری	1970	22
736	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسلامی آئین کی شرط	15	2-1	جنوری / فروری	1970	35
737	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ہیئت اجتماعیہ	15	2-1	جنوری / فروری	1970	51
738	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تنظیم امت کا بنیادی قانون	15	2-1	جنوری / فروری	1970	79
739	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جمہوریت	15	2-1	جنوری / فروری	1970	95
740	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شوریٰ کی اہمیت	15	2-1	جنوری / فروری	1970	104
741	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	بنیادی حقوق	15	2-1	جنوری / فروری	1970	125
742	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	معاشی اور اخلاقی نظام	15	2-1	جنوری / فروری	1970	134
743	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	معاشی مساوات	15	2-1	جنوری / فروری	1970	144
744	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تنظیم صدقات	15	2-1	جنوری / فروری	1970	178
745	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سرمایہ اور اضافیت	15	2-1	جنوری / فروری	1970	182
746	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سرمایہ کی تعریف	15	2-1	جنوری / فروری	1970	187
747	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تعلیم	15	2-1	جنوری / فروری	1970	203
748	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	صدر مملکت کا اعلان اور ہماری ذمہ داریاں	15	2-1	جنوری / فروری	1970	206
749	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	15	8-7	جولائی / اگست	1970	3
750	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مشہور مذاہب پر تنقید	15	8-7	جولائی / اگست	1970	8

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
751	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تصوف کے نظریئے	15	8-7	جولائی/اگست	1970	18
752	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	15	8-7	جولائی/اگست	1970	49
753	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	14	5	مئی	1969	4
754	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حیات طیبہ	14	5	مئی	1969	12
755	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	صدر مملکت کا اعلان اور ہماری ذمہ داریاں	14	7	جولائی	1969	9
756	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	دامان نظر	14	7	جولائی	1969	29
757	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ذوق وشوق	14	7	جولائی	1969	33
758	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	14	12	دسمبر	1969	4
759	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	الاحسان	14	12	دسمبر	1969	7
760	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	14	12	دسمبر	1969	17
761	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	14	11-10	اکتوبر/نومبر	1969	7
762	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	توحید	13	1	جنوری	1968	7
763	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	بابا یوسف شاہ تاجی رح	13	2	فروری	1968	5
764	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت خواجہ غریب نواز رح	13	6	جون	1968	10
765	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	بابا فرید گنج شکر رح	13	7	جولائی	1968	15
766	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	بانسری کی کہانی	13	8	اگست	1968	17
767	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	13	11	نومبر	1968	5
768	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سفر نامہ حجاز	13	4-3	مارچ/اپریل	1968	47
769	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عبادت	12	4	اپریل	1967	15
770	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سلسلہ تاجیہ	12	5	مئی	1967	30
771	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سید عبدالقادر جیلانی رح	12	7	جولائی	1967	24
772	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسلام کا اشتراکی نظام	12	7	جولائی	1967	29
773	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اعشاریہ	12	9	ستمبر	1967	20
774	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	وحدت ادیان	12	2-1	جنوری/فروری	1967	6
775	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	12	2-1	جنوری/فروری	1967	31
776	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مقام شبیری	11	5	مئی	1966	7
777	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت حسین اور ایثار	11	5	مئی	1966	12
778	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی	11	5	مئی	1966	15
779	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	11	5	مئی	1966	29

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
780	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	11	7	جولائی	1966	57
781	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ایک خطبہ	11	8	اگست	1966	10
782	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	11	8	اگست	1966	37
783	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	11	9	ستمبر	1966	12
784	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسرار حروف	11	9	ستمبر	1966	47
785	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	11	10	اکتوبر	1966	5
786	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	خطبہ افتتاحیہ	11	10	اکتوبر	1966	11
787	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ایک شعر اور اسکا مفہوم	11	10	اکتوبر	1966	18
788	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	وہ علوم جو باب العلم سے اہل سلوک کو ملے	11	10	اکتوبر	1966	19
789	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	11	2-1	جنوری/فروری	1966	2
790	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عید قرباں	11	4-3	مارچ/اپریل	1966	10
791	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	استفسارات	10	1	جنوری	1965	24
792	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سفر نامہ حجاز	10	3	مارچ	1965	47
793	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	10	5	مئی	1965	13
794	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حسین امام عاشقاں	10	5	مئی	1965	17
795	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	10	9	ستمبر	1965	7
796	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	10	12	دسمبر	1965	2
797	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	صوم	10	12	دسمبر	1965	10
798	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	توحید	10	7-8	جولائی/اگست	1965	9
799	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مولانا روم سے استفادہ	10	7-8	جولائی/اگست	1965	27
800	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	رمضان	9	2	فروری	1964	17
801	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ماہیت خود آگہی اور خودی کی تشکیل	9	3	مارچ	1964	9
802	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	خدا کے دوست زندہ ہیں	9	3	مارچ	1964	31
803	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	9	4	اپریل	1964	4
804	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	نماز عید	9	4	اپریل	1964	6
805	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فلسفہ شہادت	9	5	مئی	1964	20
806	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مسٔلہ قربانی	9	8	اگست	1964	30
807	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	رسول اکرم ص بحیثیت باپ	9	9	ستمبر	1964	7
808	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	الف	9	9	ستمبر	1964	17

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
809	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ریڈیو کے ساتھ چند لمحے	9	10	اکتوبر	1964	11
810	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فلسفہ شہادت	9	10	اکتوبر	1964	14
811	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	9	11	نومبر	1964	5
812	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	وسیلہ	9	11	نومبر	1964	8
813	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حق صلی اللہ علیہ وسلم	9	6-7	جون / جولائی	1964	9
814	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مولانا روم سے ملاقات	9	6-7	جون / جولائی	1964	17
815	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سلطان التارکین	9	6-7	جون / جولائی	1964	25
816	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	8	1	جنوری	1963	51
817	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	استفسارات	8	1	جنوری	1963	61
818	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	خدا کا ساتھ	8	2	فروری	1963	11
819	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عقل اور عشق	8	2	فروری	1963	28
820	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	رمضان	8	2	فروری	1963	54
821	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تبصرہ	8	2	فروری	1963	60
822	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	استفسارات	8	2	فروری	1963	65
823	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شرک و بدعت	8	3	مارچ	1963	11
824	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عقل اور عشق	8	3	مارچ	1963	45
825	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جان پہچان	8	3	مارچ	1963	50
826	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	الاحسان	8	4	اپریل	1963	43
827	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تبصرہ	8	4	اپریل	1963	65
828	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سفرنامہ ناگپور	8	5	مئی	1963	11
829	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تزکیہ	8	5	مئی	1963	27
830	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حقیقت محمدی ص	8	5	مئی	1963	51
831	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تبصرہ	8	5	مئی	1963	65
832	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اخلاص	8	6	جون	1963	32
833	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تلخ تجربے	8	6	جون	1963	41
834	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سورۃ الاعراف مکیہ	8	6	جون	1963	49
835	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	الاحسان	8	7	جولائی	1963	30
836	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	8	7	جولائی	1963	42
837	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	علم کلی	8	7	جولائی	1963	54

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
838	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حمد	8	8	اگست	1963	9
839	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عارف رومی سے ملاقات	8	8	اگست	1963	31
840	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اچھی بدعت	8	8	اگست	1963	46
841	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حدیث نبوی	8	8	اگست	1963	48
842	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	استفسارات	8	8	اگست	1963	57
843	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عرس تاج اولیاء	8	8	اگست	1963	64
844	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حمد	8	9	ستمبر	1963	9
845	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عقیدہ آخرت	8	9	ستمبر	1963	17
846	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	الہام القاء کشف وجدان	8	9	ستمبر	1963	25
847	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فضیلت	8	9	ستمبر	1963	33
848	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	قرآن اور وحدت الوجود	8	9	ستمبر	1963	40
849	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حقیقت محمدی ص	8	10	اکتوبر	1963	9
850	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	انسان کی کامیابی و ناکامی کا صحیح تصور	8	10	اکتوبر	1963	18
851	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	قرآن اور وحدت الوجود	8	10	اکتوبر	1963	26
852	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ولایت	8	10	اکتوبر	1963	44
853	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	دین فطرت	8	11	نومبر	1963	9
854	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تاج اولیاء	7	5	مئی	1962	23
855	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	وضو	7	5	مئی	1962	37
856	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عارف رومی سے ملاقات	7	6	جون	1962	6
857	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تاج اولیاء	7	6	جون	1962	41
858	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تبصرہ	7	6	جون	1962	45
859	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	امت مسلمہ سے (اداریہ)	7	7	جولائی	1962	6
860	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت فراق	7	7	جولائی	1962	15
861	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عدم نسخ قرآن	7	7	جولائی	1962	19
862	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	استعاذہ	7	7	جولائی	1962	23
863	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فیضان رومی	7	7	جولائی	1962	35
864	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عصمت کتاب و سنت	7	8	اگست	1962	11
865	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اقبال	7	8	اگست	1962	37
866	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	آیات متشابہات	7	9	ستمبر	1962	19

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
867	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تطہیر	7	9	ستمبر	1962	23
868	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اقتباسات	7	9	ستمبر	1962	39
869	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مولانا روم سے استفادہ	7	9	ستمبر	1962	55
870	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تبصرہ	7	9	ستمبر	1962	59
871	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	استفسارات	7	9	ستمبر	1962	63
872	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	خارج القلب ـــ داخل القلب	7	9	ستمبر	1962	67
873	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مولانا روم سے استفادہ	7	10	اکتوبر	1962	43
874	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	امامت	7	10	اکتوبر	1962	45
875	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شرک و بدعت	7	10	اکتوبر	1962	61
876	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	معارف الحدیث	7	11	نومبر	1962	11
877	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سفرنامہ حجاز	7	11	نومبر	1962	31
878	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جبر و اختیار	7	11	نومبر	1962	45
879	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	استفسارات	7	11	نومبر	1962	63
880	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	7	12	دسمبر	1962	7
881	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	طریق محمدی	7	12	دسمبر	1962	18
882	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	توحید	7	12	دسمبر	1962	22
883	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عبادت و استعانت	7	12	دسمبر	1962	30
884	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جبر و اختیار	7	12	دسمبر	1962	37
885	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سفرنامہ حجاز	7	12	دسمبر	1962	54
886	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	استفسارات	7	12	دسمبر	1962	62
887	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تبصرہ	7	12	دسمبر	1962	65
888	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حیات	5	6	جون	1960	7
889	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	5	7	جولائی	1960	7
890	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	5	8	اگست	1960	4
891	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تاج اولیاء	5	8	اگست	1960	15
892	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	5	9	ستمبر	1960	33
893	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تنقید و تبصرہ	5	9	ستمبر	1960	52
894	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عالم صغیر	5	11	نومبر	1960	31
895	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	4	1	جنوری	1959	6

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
896	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فطرت	4	1	جنوری	1959	41
897	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شرح مثنوی مولانا روم	4	1	جنوری	1959	51
898	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شرح مثنوی مولانا روم	4	2	فروری	1959	5
899	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	4	2	فروری	1959	11
900	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	4	3	مارچ	1959	11
901	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ایصال ثواب	4	5	مئی	1959	6
902	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	3	1	جنوری	1958	7
903	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	نیت	3	1	جنوری	1958	15
904	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	زمین کا نظام سرمایہ داری	3	1	جنوری	1958	31
905	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	3	6	جون	1958	11
906	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فقہ جدید	3	6	جون	1958	51
907	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	3	7	جولائی	1958	4
908	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	آیات جمال	3	7	جولائی	1958	23
909	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شرح مثنوی مولانا روم	3	7	جولائی	1958	37
910	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شرح مثنوی مولانا روم	3	10	اکتوبر	1958	9
911	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	3	10	اکتوبر	1958	13
912	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کیا میں اندر آسکتا ہوں	3	10	اکتوبر	1958	17
913	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مقام محمدی	3	10	اکتوبر	1958	27
914	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	صوم	3	5--4	اپریل	1958	31
915	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شب قدر	3	5--4	اپریل	1958	34
916	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شرح مثنوی مولانا روم	3	5--4	اپریل	1958	40
917	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	3	5--4	اپریل	1958	66
918	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تبرکات	3	5--4	اپریل	1958	107
919	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	چھوٹا موںھ بڑی بات (بجواب فاران)	3	5--4	اپریل	1958	147
920	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسماء الٰہیہ کا انکار (بجواب فاران)	3	5--4	اپریل	1958	152
921	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جہل مرکب (بجواب فاران)	3	5--4	اپریل	1958	155
922	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	وسیلہ (بجواب فاران)	3	5--4	اپریل	1958	159
923	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	روحانی امداد (بجواب فاران)	3	5--4	اپریل	1958	163
924	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسلام کا اشتراکی نظام	3	9--8	اگست ستمبر	1958	109

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
925	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تحریف القرآن	2	1	جنوری	1957	9
926	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حق و باطل	2	1	جنوری	1957	20
927	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات کیہ	2	1	جنوری	1957	25
928	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات کیہ	2	2	فروری	1957	15
929	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حق و باطل (بجواب فاران)	2	2	فروری	1957	33
930	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسلامی جمہوریت کے بنیادی اصول	2	3	مارچ	1957	10
931	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات کیہ	2	3	مارچ	1957	15
932	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حق و باطل (بجواب فاران)	2	3	مارچ	1957	44
933	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	سن نزول	2	4	اپریل	1957	9
934	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	روزہ	2	4	اپریل	1957	10
935	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	غیر اللہ کیا ہے؟	2	4	اپریل	1957	11
936	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات کیہ	2	4	اپریل	1957	22
937	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شرح مثنوی مولانا روم	2	4	اپریل	1957	33
938	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ	2	5	مئی	1957	4
939	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات کیہ	2	5	مئی	1957	7
940	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شرح مثنوی مولانا روم	2	5	مئی	1957	38
941	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	استفسارات	2	5	مئی	1957	40
942	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات کیہ	2	6	جون	1957	7
943	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	توحید	2	6	جون	1957	15
944	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت علی کے ارشادات	2	6	جون	1957	33
945	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شرح مثنوی مولانا روم	2	6	جون	1957	35
946	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات کیہ	2	7	جولائی	1957	7
947	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ابلیس کا انتقام	2	7	جولائی	1957	35
948	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تبرکات	2	8	اگست	1957	6
949	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات کیہ	2	8	اگست	1957	13
950	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	چراغ مصطفوی بجواب فاران	2	8	اگست	1957	53
951	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تبرکات	2	9	ستمبر	1957	6
952	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات کیہ	2	9	ستمبر	1957	9
953	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جمہوریت اسلام	2	9	ستمبر	1957	32

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
954	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	2	10	اکتوبر	1957	7
955	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شرح مثنوی مولانا روم	2	10	اکتوبر	1957	43
956	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	1	1	مارچ	1956	3
957	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	1	1	مارچ	1956	4
958	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	1	2	اپریل	1956	5
959	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ کا تعارف	1	2	اپریل	1956	9
960	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	1	2	اپریل	1956	13
961	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جمال ہم نشین	1	2	اپریل	1956	35
962	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	1	3	مئی	1956	7
963	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	1	3	مئی	1956	13
964	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فقیر سے شہزادے کے سوالات (ترجمہ)	1	3	مئی	1956	21
965	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جمال ہم نشین (تذکرہ بابا تاج الدین ناگپوری)	1	3	مئی	1956	27
966	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	1	4	جون	1956	7
967	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	1	4	جون	1956	19
968	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جمال ہم نشین	1	4	جون	1956	41
969	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جوابات مراسلات	1	4	جون	1956	54
970	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حضرت بابا محمد یوسف شاہ تاجی	1	5	جولائی	1956	4
971	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	1	5	جولائی	1956	10
972	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق (ترجمہ)	1	5	جولائی	1956	26
973	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	عرس	1	6	اگست	1956	21
974	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	1	6	اگست	1956	43
975	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جوابات قارئین	1	6	اگست	1956	80
976	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	کلمۃ الحق	1	7	ستمبر	1956	6
977	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	1	7	ستمبر	1956	11
978	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اولیاء اللہ اور اعداء اللہ	1	7	ستمبر	1956	22
979	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	رسم اور حقیقت	1	7	ستمبر	1956	35
980	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تحریف القرآن	1	7	ستمبر	1956	42
981	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	دام تزویر ---- قرآن وگراں	1	7	ستمبر	1956	48
982	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	پھر تبصرہ پر تبصرہ	1	7	ستمبر	1956	49

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
983	حضرت باباذہین شاہ تاجی	نتائج	1	7	ستمبر	1956	63
984	حضرت باباذہین شاہ تاجی	حق و باطل	1	10	دسمبر	1956	25
985	حضرت باباذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	1	10	دسمبر	1956	33
986	حضرت باباذہین شاہ تاجی	مثنوی مولانا روم	1	10	دسمبر	1956	42
987	حضرت باباذہین شاہ تاجی	ادارہ	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	1
988	حضرت باباذہین شاہ تاجی	احسان کی جیتی جاگتی تصویر	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	9
989	حضرت باباذہین شاہ تاجی	اللہ کی نعت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	11
990	حضرت باباذہین شاہ تاجی	نبی دائم و قائم	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	47
991	حضرت باباذہین شاہ تاجی	شرح مثنوی مولانا روم	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	49
992	حضرت باباذہین شاہ تاجی	حق (صلی اللہ علیہ وسلم)	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	73
993	حضرت باباذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	93
994	حضرت باباذہین شاہ تاجی	خلافت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	140
995	حضرت علی رض	اصلاح نفس	5	9	ستمبر	1960	30
996	حضرت علی رض	خطبہ توحید	5	11	نومبر	1960	29
997	حضرت باباذہین شاہ تاجی	التفسیر	6	1	جنوری	1961	6
998	حضرت باباذہین شاہ تاجی	احادیث قدسیہ	6	1	جنوری	1961	14
999	حضرت باباذہین شاہ تاجی	تاج اولیاء	6	1	جنوری	1961	30
1000	حضرت باباذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	6	1	جنوری	1961	46
1001	حضرت باباذہین شاہ تاجی	اداریہ	6	2	فروری	1961	4
1002	حضرت باباذہین شاہ تاجی	تاج اولیاء	6	2	فروری	1961	19
1003	حضرت باباذہین شاہ تاجی	خدا کی باتیں	6	2	فروری	1961	37
1004	حضرت باباذہین شاہ تاجی	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	6	2	فروری	1961	48
1005	حضرت باباذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	5	1	جنوری	1960	33
1006	حضرت باباذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	5	2	فروری	1960	9
1007	حضرت باباذہین شاہ تاجی	انسان	5	2	فروری	1960	11
1008	حضرت باباذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	5	3	مارچ	1960	8
1009	حضرت باباذہین شاہ تاجی	انسان	5	3	مارچ	1960	13
1010	حضرت باباذہین شاہ تاجی	انسان	5	4	اپریل	1960	11
1011	حضرت باباذہین شاہ تاجی	صوفیوں کے ذوق (ڈاکٹر مصطفیٰ حلمی)	5	4	اپریل	1960	19

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1012	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	5	4	اپریل	1960	44
1013	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	انسان	5	6	جون	1960	13
1014	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	5	6	جون	1960	43
1015	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تاج اولیاء	5	9	ستمبر	1960	21
1016	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	نیت	4	5	مئی	1959	33
1017	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	نقد و نظر	4	6	جون	1959	6
1018	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	تفہیم الحدیث	4	6	جون	1959	14
1019	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	محبوب یادگار	4	6	جون	1959	31
1020	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	4	6	جون	1959	51
1021	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مثنوی مولانا روم	4	7	جولائی	1959	37
1022	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	4	7	جولائی	1959	43
1023	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حجاب در حجاب	4	10	اکتوبر	1959	10
1024	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	4	10	اکتوبر	1959	16
1025	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حزلیس	4	10	اکتوبر	1959	28
1026	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	واردات	4	10	اکتوبر	1959	33
1027	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	ارواح خبیثہ کے تصرفات	4	10	اکتوبر	1959	42
1028	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اداریہ (دانا دشمن)	4	11	نومبر	1959	5
1029	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	فتوحات مکیہ	4	11	نومبر	1959	10
1030	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اسرار حروف	4	12	دسمبر	1959	8
1031	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	مرنے کے بعد (افسانہ)	4	12	دسمبر	1959	35
1032	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	اشارات	4	8-9	اگست ستمبر	1959	1
1033	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حالات و واقعات	4	8-9	اگست ستمبر	1959	89
1034	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	شہنشاہ ہفت اقلیم	4	8-9	اگست ستمبر	1959	129
1035	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	جذب و سکر	4	8-9	اگست ستمبر	1959	135
1036	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	برزخ	4	8-9	اگست ستمبر	1959	138
1037	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	حیات طیبہ	4	8-9	اگست ستمبر	1959	172
1038	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رح	تاج اولیاء	5	10	اکتوبر	1960	23
1039	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رح	مکان انکشاف	5	10	اکتوبر	1960	31
1040	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رح	دنیا	5	10	اکتوبر	1960	37

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1041	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رح	تاج اولیاء	5	11	نومبر	1960	17
1042	حضرت بابا فرید الدین شکر رح	ملفوظات غریب نواز رح	21	6	جون	1976	19
1043	حضرت بابا غوث محمد یوسف شاہ تاجی رح	تاج الاولیاء تاج الملت والدین	21	2-1	جنوری / فروری	1976	33
1044	حضرت بابا غوث محمد یوسف شاہ تاجی رح	تاج الاوراد	20	12	دسمبر	1975	15
1045	حضرت جنید بغدادی رح	ابو بکر کسائی کے نام حضرت جنید بغدادی۔۔	8	1	جنوری	1963	60
1046	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح	ملفوظات غریب نواز رح	13	8	اگست	1968	28
1047	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح	ملفوظات غریب نواز رح	13	9	ستمبر	1968	15
1048	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح	ملفوظات غریب نواز رح	13	11	نومبر	1968	52
1049	حضرت شیخ محمد	انتباہ المریدین	13	8	اگست	1968	56
1050	حضرت صدیق اکبر رض	احادیث	11	8	اگست	1966	31
1051	حضرت میر خورد رح	سماع	12	7	جولائی	1967	13
1052	حضرت نظام الدین اولیاء رح	سماع	6	1	جنوری	1961	36
1053	حفیظ اختر گل	درد نہ جانے کوئی	14	5	مئی	1969	49
1054	حکیم پیر حیدری	کیا یزید مسلمان تھا	3	6	جون	1958	38
1055	حکیم پیر حیدری	مرشد کو سجدہ تعظیم	3	10	اکتوبر	1958	41
1056	حکیم رمضان علی	توسل	8	5	مئی	1963	21
1057	حکیم رمضان علی	خلافت وبغاوت	3	6	جون	1958	19
1058	حکیم رمضان علی	توسل	3	6	جون	1958	43
1059	حکیم رمضان علی	نیا مذہب	3	5-4	اپریل	1958	131
1060	حکیم سید حامد علی	صحت مند شعر کے افادی پہلو	11	8	اگست	1966	28
1061	حکیم سید معظم علی	سائنس یا حکمت	11	7	جولائی	1966	33
1062	حکیم سید معظم علی	سائنس یا حکمت	11	8	اگست	1966	50
1063	حکیم مومن صاحب	قرآن کے حروف مقطعات	8	10	اکتوبر	1963	22
1064	حمید صدیقی	حسن لوح و قلم	11	5	مئی	1966	40
1065	حنیف واجدی	حضرت مجدد الف ثانی	1	6	اگست	1956	28
1066	حیات اللہ	شاہراہ حیات	12	7	جولائی	1967	23
1067	خالد کمال	کانگو میں اسلام	8	8	اگست	1963	27
1068	خاور گرامی	حضرت بابا ذہین شاہ کی شاعری	12	8	اگست	1967	17
1069	خدیجۃ الکبری	حافظ مرادآبادی	1	7	ستمبر	1956	20

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1070	خلیق احمد نظامی	تصوف کیا ہے	7	5	مئی	1962	41
1071	خلیل اشرف الدین	دم واپس	-	محمود نمبر	بانگ جرس		203
1072	خلیل الرحمٰن نعمانی	امیروں کے محدود طبقے پر بھروسہ مت رکھو	4	1	جنوری	1959	29
1073	خلیلی صاحب	شعور منور بجواب انوار تکثر	4	1	جنوری	1959	55
1074	خلیلی صاحب	شعور منور بجواب انوار تکثر	4	2	فروری	1959	25
1075	خلیلی صاحب	شعور منور بجواب انوار تکثر	4	3	مارچ	1959	55
1076	خواجہ حسن نظامی	ہلال عید	3	4-5	اپریل	1958	30
1077	خواجہ آشکار حسین	ابن مسکویہ	13	11	نومبر	1968	27
1078	خواجہ حسن نظامی	نقش دوام	9	8	اگست	1964	20
1079	خواجہ حسن نظامی	یا اجمیری	6	1	جنوری	1961	27
1080	خواجہ عبداللہ انصاری	سالکین راہ حق اور صوفیا کی آداب ۔۔۔	8	1	جنوری	1963	11
1081	خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح	ملفوظات غریب نواز رح	14	-	-	1969	23
1082	خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح	ملفوظات غریب نواز رح	14	10-11	اکتوبر / نومبر	1969	11
1083	خواہان مرادآبادی	تصوف و معرفت	6	2	فروری	1961	41
1084	خوب محمد چشتی	مرتبہ عشق	6	2	فروری	1961	45
1085	خورشید احمد خاں	ملفوظات	2	5	مئی	1957	29
1086	خورشید احمد خاں تاجی حضرت خلیفہ	اصلاح نفس	1	4	جون	1956	55
1087	خورشید احمد یوسفی چھتاروی خلیفہ	فاروق اعظم کے مکاشفات و کرامات	1	2	اپریل	1956	23
1088	خورشید احمد یوسفی چھتاروی خلیفہ	خدا کا قرب	1	3	مئی	1956	39
1089	خورشید دھگی جناب	کلمات طیبات سیدنا ابوبکر صدیق	1	2	اپریل	1956	25
1090	خورشید عالم ذہنی	ذکر الٰہی	5	7	جولائی	1960	35
1091	خورشید عالم ذہنی	خانوادہ شطاریہ	5	9	ستمبر	1960	27
1092	خورشید عالم ذہنی	حضرت بوعلی شاہ قلندر	5	11	نومبر	1960	13
1093	خورشید عالم ذہنی	شہادت حضرت علی	4	5	مئی	1959	56
1094	خورشید عالم ذہنی	حضرت غوث الاعظم	4	10	اکتوبر	1959	11
1095	خورشید عالم ذہنی	مراقبہ عینی	3	4-5	اپریل	1958	39
1096	خورشید عالم ذہنی	عالم اسلام	3	8-9	اگست ستمبر	1958	151
1097	خورشید عالم ذہنی	عشق و محبت	2	5	مئی	1957	16
1098	خورشید عالم ذہنی	احمد شاہ ابدالی	2	6	جون	1957	47

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1099	خورشید عالم ذہینی	احمد شاہ ابدالی	2	7	جولائی	1957	51
1100	خورشید عالم ذہینی	حسن	1	6	اگست	1956	79
1101	خورشید عالم ذہینی	حضرت عمر بن عبد العزیز	1	10	دسمبر	1956	21
1102	خورشید عالم ذہینی	جہاں اور بھی ہیں	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	57
1103	خورشید عالم ذہینی	ذکر الٰہی	16	11-10	اکتوبر/نومبر	1971	54
1104	خورشید عالم ذہینی	ذکر الٰہی	15	11	نومبر	1970	27
1105	خورشید عالم ذہینی	فضیلت فقراء	15	12	دسمبر	1970	22
1106	دارا شکوہ	ہویت	5	1	جنوری	1960	6
1107	دارا شکوہ	معرفت وحقیقت	5	7	جولائی	1960	11
1108	درد کاکوروی	قرآن اور اس کے فیوض	5	2	فروری	1960	24
1109	درد کاکوروی	گیروے لباس کی سند	5	4	اپریل	1960	26
1110	درد کاکوروی	محمد	4	6	جون	1959	20
1111	درد کاکوروی	کس طرح سمجھوں؟	4	10	اکتوبر	1959	34
1112	دلبر حسن	معارف الحدیث	17	5	مئی	1972	29
1113	دلبر حسن	سنت	17	6	جون	1972	45
1114	دلبر حسن	قرآن کیا ہے؟	16	1	جنوری	1971	40
1115	دلبر حسن	معارف الحدیث	16	6	جون	1971	21
1116	دلبر حسن	ابن عربی	16	7	جولائی	1971	35
1117	دلبر حسن	معارف الحدیث	15	3	مارچ	1970	8
1118	دلبر حسن	علمائے کرام اور سیاسی لیڈر	15	3	مارچ	1970	30
1119	دلبر حسن	صدر پاکستان کی خدمت میں	15	4	اپریل	1970	4
1120	دلبر حسن	معارف الحدیث	15	4	اپریل	1970	8
1121	دلبر حسن	برزخ	15	4	اپریل	1970	48
1122	دلبر حسن	معارف الحدیث	15	11	نومبر	1970	4
1123	دلبر حسن	آئینہ	15	12	دسمبر	1970	5
1124	دلبر حسن	حکومت الٰہیہ اور اتحاد المسلمین	15	8-7	جولائی/اگست	1970	44
1125	دلبر حسن	عصمت انبیاء علیہم السلام	15	8-7	جولائی/اگست	1970	70
1126	رئیس امروہوی	نفسیات ومابعد النفسیات	8	9	ستمبر	1963	57
1127	رئیس امروہوی	الف	17	1	جنوری	1972	113

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1128	رئیس امروہی	تاریخ اسلام کی ایک انقلابی دعوت	1	6	اگست	1956	59
1129	رئیسہ دہلوی	حضرت خواجہ حسن بصری رح	9	2	فروری	1964	9
1130	رابندر ناتھ ٹیگور	ملاقات کی رات (افسانہ)	1	2	اپریل	1956	48
1131	راحت بخاری	الفقر	19	2-1	جنوری / فروری	1974	69
1132	راحت بخاری	الفقر	18	10	اکتوبر	1973	13
1133	راغب احسن	مشاہدات روس	2	11	نومبر	1957	27
1134	رخشاں ابدالی	شمع ہدایت	23	2-1	جنوری / فروری	1978	8
1135	رخشاں ابدالی	اولیاء اللہ کی شاعری	22	7	جولائی	1977	33
1136	رخشاں ابدالی	اولیاء اللہ کی شاعری	13	10	اکتوبر	1968	56
1137	رخشاں ابدالی	حضرت عارف بہاری	9	4	اپریل	1964	27
1138	رخشاں ابدالی	حضرت عرفان اسلام پوری	9	6-7	جون / جولائی	1964	49
1139	رزی جے پوری	ذہین صاحب کی ایک نادر تحبیہ	23	5-4	اپریل / مئی	1978	25
1140	رزی جے پوری	ذہین صاحب کا ایک اردو شعر	22	4	اپریل	1977	19
1141	رزی جے پوری	ذہین صاحب کا ایک فارسی شعر	22	5	مئی	1977	3
1142	رزی جے پوری	ذہین صاحب کے چند فارسی اشعار	22	6	جون	1977	10
1143	رزی جے پوری	ذہین صاحب کا ایک فارسی شعر	22	7	جولائی	1977	11
1144	رزی جے پوری	ذہین صاحب کا ایک اردو شعر	22	8	اگست	1977	21
1145	رزی جے پوری	ذہین صاحب کی ایک نادر تحبیہ	22	9	ستمبر	1977	29
1146	رزی جے پوری	ذہین صاحب کا ایک فارسی شعر	22	2-1	جنوری / فروری	1977	17
1147	رزی جے پوری	ذہین صاحب کی ایک نادر تحبیہ	22	12-11	نومبر / دسمبر	1977	3
1148	رزی جے پوری	ادب برائے ادب	14	1	جنوری	1969	26
1149	رزی جے پوری	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کا فارسی کلام	14	4	اپریل	1969	4
1150	رزی جے پوری	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	13	6	جون	1968	37
1151	رزی جے پوری	اردو شاعری	13	7	جولائی	1968	33
1152	رزی جے پوری	تبصرہ	12	7	جولائی	1967	34
1153	رزی جے پوری	ہماری سماعی مجالس	12	8	اگست	1967	22
1154	رزی جے پوری	تبصرہ	12	8	اگست	1967	41
1155	رزی جے پوری	تبصرہ	12	9	ستمبر	1967	33
1156	رزی جے پوری	ادب برائے ادب	12	11-10	اکتوبر / نومبر	1967	26

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1157	رزمی ہے پوری	تبصرہ	12	11-10	اکتوبر/نومبر	1967	46
1158	رزمی ہے پوری	ایک محفل سماع	11	9	ستمبر	1966	9
1159	رزمی ہے پوری	تعارف فلسفہ توحید	11	2-1	جنوری/فروری	1966	21
1160	رزمی ہے پوری	غالب اور نیاز فتحپوری	10	4	اپریل	1965	31
1161	رزمی ہے پوری	ریڈیو نشریات اور قرآن حکیم	10	4	اپریل	1965	59
1162	رزمی ہے پوری	ذہین صاحب کی ایک صحبت کا پرتو	10	5	مئی	1965	59
1163	رزمی ہے پوری	اسلام کی انفرادیت	9	8	اگست	1964	21
1164	رزمی ہے پوری	مولوی سید انوار الرحمن بسمل	9	10	اکتوبر	1964	51
1165	رزمی ہے پوری	ادب برائے ادب	3	1	جنوری	1958	52
1166	رزمی ہے پوری	حضرت مولانا عبدالکریم	2	7	جولائی	1957	11
1167	رزمی ہے پوری	ڈاکٹر محمد محمود احمد	-	محمود نمبر	بانگ جرس		152
1168	رزمی ہے پوری	صحیح تصوف ہی اسلام ہے	1	2	اپریل	1956	31
1169	رشید احمد یوسفی	محمود اسم بامسمیٰ	-	محمود نمبر	اخوان الصفا	-	221
1170	رشید جاوش	تزکیہ نفس	17	7	جولائی	1972	51
1171	رضا حسین	سیرۃ رحمۃ اللعالمین	5	7	جولائی	1960	17
1172	رضا علی عابدی	مراسلہ	1	4	جون	1956	53
1173	رضا صدیقی	ہماری موجودہ نسل	15	3	مارچ	1970	50
1174	رضوان رضوی	اسلام اور غلامی	2	6	جون	1957	29
1175	رضیہ ضیاء	عورت	3	5-4	اپریل	1958	87
1176	رعنا اکبر آبادی	میلاد النبی ص اور اسکی رسوم	9	5	مئی	1964	9
1177	رفیق عابد	اردو رسم الخط	4	12	دسمبر	1959	51
1178	رفیق عزیزی	قرآن کریم	7	6	جون	1962	9
1179	رفیق عزیزی	امام جعفر صادق	6	1	جنوری	1961	24
1180	رفیق عزیزی	شاہ رفیع الدین دہلوی کا قصیدہ	5	4	اپریل	1960	37
1181	رفیق عزیزی	امام باقر	5	10	اکتوبر	1960	21
1182	رفیق عزیزی	مناظر ایمان افروز	2	9	ستمبر	1957	8
1183	رفیق عزیزی	میلاد شریف اور قیام	2	11	نومبر	1957	25
1184	رفیق عزیزی سید	شیخ فریدالدین عطار	1	3	مئی	1956	22
1185	رفیق عزیزی یوسفی سید	ایک نظر (نقد و نظر)	1	2	اپریل	1956	50

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1186	روزنامہ ڈاؤن	کرشن اور اسلام	3	9--8	اگست ستمبر	1958	127
1187	ریاض احمد لوہانی	نیرنگ خیال	7	9	ستمبر	1962	80
1188	ریاض الحسن	عرس مبارک کی چند جھلکیاں	12	5	مئی	1967	15
1189	ریاض الحسن	قطب مدار عالم	12	5	مئی	1967	19
1190	ریاض الحسن	حضرت امام جعفر صادق رض	10	11	نومبر	1965	49
1191	ریاض چشتی	شاہ مراد رح	12	2-1	جنوری/فروری	1967	46
1192	زاہد حسین	رسول اللہ کی محبت و اطاعت	11	7	جولائی	1966	25
1193	زاہد صدیقی	دیدار انجمن کی منافقانہ چال	2	8	اگست	1957	47
1194	سجادہ نشین موہرہ شریف	دو کرامت	1	7	ستمبر	1956	18
1195	سخاوت میرزا	مناقب بازی	4	7	جولائی	1959	17
1196	سخاوت میرزا	مکتوبات ابو العلا احراری	4	7	جولائی	1959	48
1197	سخاوت میرزا	مناقب بازی	3	7	جولائی	1958	17
1198	سر سید احمد خان	تذکرہ مشائخ دہلی	5	1	جنوری	1960	23
1199	سر سید احمد خان	تذکرہ مشائخ دہلی	5	2	فروری	1960	17
1200	سر سید احمد خان	تذکرہ مشائخ دہلی	5	3	مارچ	1960	21
1201	سر سید احمد خان	تذکرہ مشائخ دہلی	5	4	اپریل	1960	23
1202	سر سید احمد خان	تذکرہ مشائخ دہلی	4	3	مارچ	1959	27
1203	سر سید احمد خان	تذکرہ مشائخ دہلی	4	8-9	اگست ستمبر	1959	152
1204	سردار حاجی عبد الرزاق خاں	اسلام کا بنیادی نظریہ وحدت عام	10	10	اکتوبر	1965	15
1205	سردار حاجی عبد الرزاق خاں	اسلام کا بنیادی نظریہ وحدت عام	10	7-8	جولائی/اگست	1965	36
1206	سردار علی صابری	سلطان ارسلان	13	10	اکتوبر	1968	60
1207	سرفراز صدیقی	سحر ناہوئی	2	3	مارچ	1957	19
1208	سر کرشن پرشاد	سیر ناگپور	20	2-1	جنوری/فروری	1975	18
1209	سر کشن پرشاد	سیر ناگپور	18	3	مارچ	1973	21
1210	سر کشن پرشاد	سیر ناگپور	16	4	اپریل	1971	88
1211	سعیدہ سلطانہ	ابھی انسان زندہ ہے	5	3	مارچ	1960	41
1212	سقاف صاحب	اتحاد و اختلاف	4	7	جولائی	1959	28
1213	سقاف صاحب	رہبر یا شیخ	3	1	جنوری	1958	45
1214	سقاف صاحب	اتحاد و اختلاف	3	7	جولائی	1958	28

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1215	سقاف صاحب	سیرت حسنہ	3	4--5	اپریل	1958	20
1216	سقاف صاحب	تحمید اور حدیث میں اسکی تاکید	2	5	مئی	1957	35
1217	سقاف صاحب	میں مسلمان کیوں ہوا؟	2	7	جولائی	1957	56
1218	سقاف صاحب	کیا آپ معاف دو ہاپے--------	2	10	اکتوبر	1957	51
1219	سقاف صاحب	اعتراف حقیقت	1	10	دسمبر	1956	43
1220	سہیل	جدید سائنسی تحقیقات قرآن کی روشنی میں	15	12	دسمبر	1970	38
1221	شیخ عبدالکریم جیلی	کلام	5	9	ستمبر	1960	34
1222	سید آفتاب ہاشمی	اسلامی عہد میں جنگی نظام	13	10	اکتوبر	1968	37
1223	سید احرار الرحمٰن	ساقی اجمیر	7	11	نومبر	1962	41
1224	سید اختر امام	محمود القام	-	محمود نمبر	بانگ جرس		131
1225	سید اشرف علی چشتی	معتر حسین	9	9	ستمبر	1964	14
1226	سید اصلح الحسینی	اسلامی قانون کے بنیادی اصول	3	8--9	اگست ستمبر	1958	130
1227	سید امیر الدین قدوائی	محمود بھائی	-	محمود نمبر	بانگ جرس		111
1228	سید انوار حسین	حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح	12	12	دسمبر	1967	9
1229	سید بادشاہ حسین	چین میں اسلام	7	5	مئی	1962	19
1230	سید بادشاہ حسین	چین میں اسلام	6	2	فروری	1961	11
1231	سید بندہ نواز گیسو دراز	آداب مریدین	5	11	نومبر	1960	69
1232	سید حسن امام	دوالندرز	5	1	جنوری	1960	35
1233	سید حسن ریاض	اداریہ (مشرق وسطیٰ کی سیاسی الجھنیں	2	1	جنوری	1957	1
1234	سید حسین شاہ ابدالی	حضرت شاہ ولایت علی ہمدانی	8	6	جون	1963	53
1235	سید رفیق عزیزی	امام جعفر صادق علیہ اسلام	12	7	جولائی	1967	17
1236	سید رفیق عزیزی	حضرت بابا تاج الدین ناگپوری	10	5	مئی	1965	29
1237	سید رفیق عزیزی	غوث الاعظم	9	8	اگست	1964	7
1238	سید رفیق عزیزی	محبت کیوں کی جاوے	9	10	اکتوبر	1964	22
1239	سید رفیق عزیزی	سوچ سوچا کرو	9	10	اکتوبر	1964	44
1240	سید رفیق عزیزی	قبر پرست لوگ	2	3	مارچ	1957	12
1241	سید ریاض الحسن	اخلاق صوفیہ	22	1-2	جنوری / فروری	1977	11
1242	سید ریاض الحسن	بابا فرید الدین رح	21	5	مئی	1976	13
1243	سید ریاض الحسن	سفر ہے شرط	21	5	مئی	1976	58

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1244	سید ریاض الحسن	منارۂ ایثار و سخاوت	21	6	جون	1976	55
1245	سید ریاض الحسن	محبت الٰہی	21	7	جولائی	1976	23
1246	سید ریاض الحسن	ابن عربی اور ان کے نفس کے درمیان مکالمہ	21	8	اگست	1976	17
1247	سید ریاض الحسن	صوم رمضان	21	9	ستمبر	1976	10
1248	سید ریاض الحسن	شیخ جلال الدین تبریزی	21	10	اکتوبر	1976	21
1249	سید ریاض الحسن	حکایات	21	12	دسمبر	1976	41
1250	سید ریاض الحسن	سفر ہے شرط	20	3	مارچ	1975	43
1251	سید ریاض الحسن	روح اسلام	20	6-5	مئی / جون	1975	39
1252	سید ریاض الحسن	سفر ہے شرط	19	5	مئی	1974	42
1253	سید ریاض الحسن	باب الحدیث	19	7	جولائی	1974	34
1254	سید ریاض الحسن	سفر ہے شرط	19	7	جولائی	1974	58
1255	سید ریاض الحسن	سفر ہے شرط	19	8	اگست	1974	55
1256	سید ریاض الحسن	سفر ہے شرط	19	9	ستمبر	1974	58
1257	سید ریاض الحسن	سفر ہے شرط	19	10	اکتوبر	1974	56
1258	سید ریاض الحسن	سفر ہے شرط	19	11	نومبر	1974	44
1259	سید ریاض الحسن	سفر ہے شرط	19	12	دسمبر	1974	59
1260	سید ریاض الحسن	حضرت بابا غوث محمد یوسف شاہ تاجی رح	19	2-1	جنوری / فروری	1974	49
1261	سید ریاض الحسن	مکتوب ڈاکٹر علی اشرف	19	2-1	جنوری / فروری	1974	67
1262	سید ریاض الحسن	بابا تاج الدین رح	18	2	فروری	1973	30
1263	سید ریاض الحسن	عرس مبارک کی جھلکیاں	18	2	فروری	1973	34
1264	سید ریاض الحسن	عرس کی کہانی تصویروں کی زبانی	18	3	مارچ	1973	33
1265	سید ریاض الحسن	سفر ہے شرط	18	11	نومبر	1973	59
1266	سید ریاض الحسن	بندگان خدا کے حقوق	18	7-6	جون / جولائی	1973	8
1267	سید ریاض الحسن	اسلامی مساوات	17	10-9	ستمبر / اکتوبر	1972	41
1268	سید ریاض الحسن	سلطان نورالدین زنگی	16	11-10	اکتوبر / نومبر	1971	37
1269	سید ریاض الحسن	حضرت شیخ برہان الدین رح	14	1	جنوری	1969	30
1270	سید ریاض الحسن	حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی رح	14	3	مارچ	1969	13
1271	سید ریاض الحسن	عرس کی کہانی تصویروں کی زبانی	14	3	مارچ	1969	35
1272	سید ریاض الحسن	سبق آموز باتیں	13	1	جنوری	1968	37

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1273	سید ریاض الحسن	دارا شکوہ کا عشق	13	6	جون	1968	14
1274	سید ریاض الحسن	حضرت شیخ برہان الدین رح	12	11-10	اکتوبر / نومبر	1967	30
1275	سید ریاض الحسن	ضرورت مرشد	11	2-1	جنوری / فروری	1966	42
1276	سید ریاض الحسن	حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رح	11	4-3	مارچ / اپریل	1966	13
1277	سید ریاض الحسن	اسلام میں تصوف کی ابتدا	10	12	دسمبر	1965	31
1278	سید ریاض الحسن	شاہ مبارک خان	9	2	فروری	1964	41
1279	سید ریاض الحسن	بابا تاج الدین رض	9	3	مارچ	1964	7
1280	سید ریاض الحسن	حضرت علی رض کا عدل و انصاف	9	3	مارچ	1964	17
1281	سید ریاض الحسن	آدمی کیسے اڑا؟	9	9	ستمبر	1964	49
1282	سید ریاض الحسن	مساوات اسلام	8	2	فروری	1963	57
1283	سید ریاض الحسن	وجود باری تعالی	8	3	مارچ	1963	29
1284	سید ریاض الحسن	حکایات مفید	8	4	اپریل	1963	63
1285	سید ریاض الحسن	اعمال الصالحین	8	5	مئی	1963	61
1286	سید ریاض الحسن	قلندریہ مشرب	8	11	نومبر	1963	7
1287	سید ریاض الحسن	حضرت شیخ عبد القدوس	7	7	جولائی	1962	11
1288	سید ریاض الحسن	حضرت علی رض	7	9	ستمبر	1962	41
1289	سید ریاض الحسن	اقوال حضرت علی رض	7	10	اکتوبر	1962	47
1290	سید ریاض الحسن	مولانا روم سے استفادہ	7	11	نومبر	1962	15
1291	سید ریاض الحسن	شطحیات	7	12	دسمبر	1962	45
1292	سید ریاض الحق	سلطان التارکین	8	4	اپریل	1963	11
1293	سید سرفراز علی	تصیر المریدین	7	10	اکتوبر	1962	37
1294	سید سلیمان ندوی	مقدمہ تاریخ قضاء بھوپال	1	10	دسمبر	1956	17
1295	سید سہیلی ندوی	فیغانی غزلی	13	12	دسمبر	1968	45
1296	سید شاہد سلمان	رسالہ قشیریہ	8	1	جنوری	1963	43
1297	سید ضامن حسین نقوی	خود شعوری	4	2	فروری	1959	18
1298	سید ضیاء الحق	رویاء	21	5	مئی	1976	37
1299	سید ضیاء الحق	صراط مستقیم	7	7	جولائی	1962	27
1300	سید ضیاء الحق	جنت و جہنم	4	11	نومبر	1959	27
1301	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	ضابطہ	7	5	مئی	1962	43

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1302	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	ضابطہ	6	1	جنوری	1961	39
1303	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	ضابطہ	5	10	اکتوبر	1960	35
1304	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	ضابطہ	5	11	نومبر	1960	33
1305	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	حقیقی شاعری	2	3	مارچ	1957	39
1306	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	حقیقی شاعری	2	4	اپریل	1957	35
1307	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	حقیقی شاعری	2	5	مئی	1957	19
1308	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	سلطان المشائخ محبوب الٰہی	1	6	اگست	1956	30
1309	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	محمود صاحب	-	محمود نمبر	اخوان الصفا	-	217
1310	سید ظہور الحسنین یوسفی	محمد یوسف شاہ تاجی رح	21	11	نومبر	1976	3
1311	سید عبدالقادر گیلانی	گیارہویں شریف	20	6-5	مئی / جون	1975	33
1312	سید عبدالقادر گیلانی	پیغام	18	3	مارچ	1973	8
1313	سید عبدالواحد	علامہ اقبال کی عقیدت	21	2-1	جنوری / فروری	1976	115
1314	سید عبدالواحد	سر کشن پرشاد کی عقیدت	20	3	مارچ	1975	9
1315	سید عبدالواحد	علامہ اقبال کی عقیدت	20	3	مارچ	1975	20
1316	سید عبدالواحد	علامہ اقبال کی عقیدت	16	4	اپریل	1971	80
1317	سید عبدالوہاب	سر تاج اولیاء	16	4	اپریل	1971	85
1318	سید فرید شاہ قادری	اہل سنت والجماعت کے نام سے	3	5-4	اپریل	1958	22
1319	سید فضل الرحمٰن جعفری	امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رض	11	12-11	نومبر / دسمبر	1966	15
1320	سید کرار حسین	ایک ایک رنگی جھلک	18	12	ستمبر	1973	10
1321	سید کرار حسین	ایک ایک رنگی جھلک	16	9	ستمبر	1971	29
1322	سید گوہر علی	عرس کی جھلکیاں	21	12	دسمبر	1976	31
1323	سید گوہر علی ذہینی	عرس مبارک کی جھلکیاں	22	3	مارچ	1977	5
1324	سید گوہر علی ذہینی	دنیادار علماء کی کہانی	22	2-1	جنوری / فروری	1977	29
1325	سید گوہر علی ذہینی	حضرت ابوبرزہ سلمی رض	9	9	ستمبر	1964	45
1326	سید مجتبیٰ حسین	خط	-	محمود نمبر	بانگ جرس		179
1327	سید محمد اصلح الحسینی	ایک قاضی اور ایک ڈاکو	4	5	مئی	1959	16
1328	سید محمد اصلح الحسینی	سلطان التارکین	2	7	جولائی	1957	42
1329	سید محمد جعفری	شوکت رمضان	10	1	جنوری	1965	8
1330	سید محمد جعفری	عیدالفطر کی غرض وغایت	10	2	فروری	1965	11

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1331	سید محمد حسن قادری	اشرف البیان	9	3	مارچ	1964	40
1332	سید محمد حسن قادری	اشرف البیان	9	4	اپریل	1964	9
1333	سید محمد حسن قادری	اشرف البیان	9	5	مئی	1964	28
1334	سید محمد حسن قادری	اشرف البیان	8	1	جنوری	1963	19
1335	سید محمد حسن قادری	اشرف البیان	8	2	فروری	1963	14
1336	سید محمد حسن قادری	اشرف البیان	8	3	مارچ	1963	64
1337	سید محمد حسن قادری	اشرف البیان	8	4	اپریل	1963	40
1338	سید محمد حسن قادری	اشرف البیان	8	5	مئی	1963	44
1339	سید محمد حسن قادری	اشرف البیان	8	7	جولائی	1963	57
1340	سید محمد حسن قادری	اشرف البیان	8	8	اگست	1963	13
1341	سید محمد حسن قادری	معارف الحدیث	7	10	اکتوبر	1962	10
1342	سید محمد حسنین	حکیم	2	4	اپریل	1957	55
1343	سید محمد رضوی	ہستی کا نقش اول	19	4	اپریل	1974	33
1344	سید محمد رفیق (ایڈیٹر نقاد)	دین کی باتیں	2	1	جنوری	1957	33
1345	سید محمد ضیاء الحسن	سجدہ	11	4-3	مارچ/اپریل	1966	30
1346	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	جامع شخصیت	-	محمود نمبر	اخوان الصفا	-	213
1347	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	ھدایت اور نعت	13	11	نومبر	1968	8
1348	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	تعاون باہمی	13	12	دسمبر	1968	46
1349	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	حیات طیبہ کی چند جھلکیاں	11	2-1	جنوری / فروری	1966	6
1350	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	قرب ظاہر کے فضائل	11	2-1	جنوری / فروری	1966	53
1351	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	میرے سرکار	10	4	اپریل	1965	13
1352	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	حقا کہ بنائے لاالہ است حسین	10	5	مئی	1965	23
1353	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	ولایت	10	5	مئی	1965	45
1354	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	انا بشر مثلکم	10	6	جون	1965	8
1355	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	معیت	10	6	جون	1965	35
1356	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	استغفار	10	9	ستمبر	1965	21
1357	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	اھل الذکر	10	10	اکتوبر	1965	17
1358	سید محمد ضیاء الحق یوسفی	اھل الذکر	10	8-7	جولائی / اگست	1965	18
1359	سید محمد ضیاء الحق	مسجد	11	4-3	مارچ/اپریل	1966	67

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1360	سید محمد ظہور الحسین	غوث بابا محمد یوسف شاہ تاجی رح	10	4	اپریل	1965	19
1361	سید محمد یحیٰ	استفسارات	2	4	اپریل	1957	56
1362	سید محمد جعفری	شوکت رمضان	20	9	ستمبر	1975	6
1363	سید محمد ضیاء الحق	تنقید و تبصرہ	2	8	اگست	1957	72
1364	سید محمود صاحب	تاج اولیاء	5	4	اپریل	1960	7
1365	سید محمود صاحب	تاج اولیاء	5	8	اگست	1960	9
1366	سید مراحب علی شاہ	زندہ نبی	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	14
1367	سید مطلوب حسین	صدیق اکبر رض اور حروب ردہ	10	2	فروری	1965	22
1368	سید مطلوب حسین	صدیق اکبر رض اور حروب ردہ	10	4	اپریل	1965	71
1369	سید مطلوب حسین	اہل الرائے واہل الحدیث	9	3	مارچ	1964	22
1370	سید مطلوب حسین	فتوحات اسلامی کے بعد مختلف اقوام کا امتزاج	9	4	اپریل	1964	44
1371	سید مطلوب حسین	جمع القرآن	9	11	نومبر	1964	30
1372	سید معین الحق	مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی	4	2	فروری	1959	46
1373	سید ممتاز علی	حق نما	7	9	ستمبر	1962	31
1374	سید ممتاز علی	کیسے پہونچیں ان تک ؟	7	11	نومبر	1962	19
1375	سید ممتاز علی	ضرورت مرشد	7	12	دسمبر	1962	51
1376	سید مناظر احسن گیلانی	بابا تاج الدین رح	21	2-1	جنوری / فروری	1976	91
1377	سید مناظر احسن گیلانی	بابا تاج الدین رح	16	4	اپریل	1971	13
1378	سید منیر علی جعفری	اسلامی تمدن	11	2-1	جنوری / فروری	1966	40
1379	سید منیر علی جعفری	اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات	10	9	ستمبر	1965	35
1380	سید منیر علی جعفری	یہ ہے ہماری حقیقی عید	10	12	دسمبر	1965	34
1381	سید منیر علی جعفری	اخلاق کا درجہ اسلام کی نظر میں	14	11-10	اکتوبر / نومبر	1969	27
1382	سید نجف علی شاہ	تصوف و معرفت	7	5	مئی	1962	35
1383	سید یوسف	تاجرانہ ذہنیت	7	6	جون	1962	33
1384	سید یوسف	انسانی قدریں	7	8	اگست	1962	19
1385	سید یوسف	جراءت ہو تو کی	7	10	اکتوبر	1962	40
1386	سید عبد الواحد	بارگاہ تاج اولیاء میں علامہ اقبال کی عقیدت	15	4	اپریل	1970	16
1387	سید محبوب حسن واسطی	خاکساری و انکساری	10	1	جنوری	1965	19
1388	ش۔ح۔ فاروقی	اردو کے بغیر ترقی	9	9	ستمبر	1964	36

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1389	شاہ عبد الحق	تفسیر سورہ علق	5	6	جون	1960	45
1390	شاہ عبد الحق	تفسیر سورہ علق	5	7	جولائی	1960	49
1391	شاہ عبد الحق	تفسیر سورہ علق	5	9	ستمبر	1960	39
1392	شاہ عبد الحق	تفسیر سورہ علق	5	11	نومبر	1960	68
1393	شاکر علی	چل سرمست	10	1	جنوری	1965	14
1394	شاہ انصار الہ آبادی	شہید الحق	10	5	مئی	1965	25
1395	شاہ بلیغ الدین	قصیدہ بردہ شریف	18	3	مارچ	1973	93
1396	شاہ بلیغ الدین	قصیدہ بردہ شریف	16	7	جولائی	1971	14
1397	شاہ بلیغ الدین	حضرت امیر حمزہ	14	3	مارچ	1969	23
1398	شاہ حسین ابدالی	حضرت شاہ ہدایت علی نجفی اسلام پوری	9	2	فروری	1964	32
1399	شاہ حسین ابدالی	حضرت شاہ امین احمد فردوسی	9	4	اپریل	1964	22
1400	شاہ ضیاء القادری بدایونی	ہم دوسروں کی نظر میں	1	3	مئی	1956	18
1401	شاہ عبد الحق محدث دہلوی	غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رح	20	6-5	مئی / جون	1975	65
1402	شاہ عبد الحی اشرف	معرفت وولایت ولی اور اسکی اقسام	10	1	جنوری	1965	39
1403	شاہ عبد الحی اشرف	معرفت وولایت ولی اور اسکی اقسام	9	12	دسمبر	1964	21
1404	شاہ عون احمد قادری	حیات دیں	22	4	اپریل	1977	7
1405	شاہ عون احمد قادری	حیات دیں	21	4	اپریل	1976	7
1406	شاہ عون احمد قادری	حیات دیں	20	6-5	مئی / جون	1975	55
1407	شاہ غلام حسین	سلسلۂ سہروردیہ اور سماع	4	5	مئی	1959	47
1408	شاہ غلام حسین	سلسلۂ سہروردیہ اور سماع	4	6	جون	1959	34
1409	شاہ محمد تقی نیازی	خطبہ صدارت	2	4	اپریل	1957	42
1410	شاہ محمد عبدی	تعلیم القرآن کا اجر و ثواب	11	12-11	نومبر / دسمبر	1966	27
1411	شاہ محمد ممتاز چشتی	پیارے نبی ص کی پیاری باتیں	13	11	نومبر	1968	13
1412	شاہ محی الدین	حضرت نقیب الاشرف بغداد شریف	12	8	اگست	1967	39
1413	شاہ ولی اللہ	الاحسان	15	9	ستمبر	1970	63
1414	شاہ ولی اللہ	معرفت حق	5	7	جولائی	1960	46
1415	شاہ ولی اللہ	ذات حق کی نظر	4	8-9	اگست ستمبر	1959	163
1416	شاہ ولی اللہ	مزارات مقدسہ پر حاضری	3	10	اکتوبر	1958	29
1417	شاہ ولی اللہ	مشاہدات	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	89

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1418	شبلی نعمانی	اولاد رسول	12	6	جون	1967	39
1419	شبیر احمد	ڈاکٹر محمود صاحب اور انکے خطوط	15	8-7	جولائی / اگست	1970	61
1420	شرف الدین احمد عظیم	دوست اسے بناؤ جو ہر جگہ موجود ہے!	-	محمود نمبر		-	242
1421	شرف الدین احمد عظیم	دوست اسے بناؤ جو ہر جگہ موجود ہے!	18	12	ستمبر	1973	18
1422	شری رمنا مہارشی	جویائے حق	4	2	فروری	1959	20
1423	شکیل احمد صدیقی	سلطان المشائخ کا ذوق شاعری	13	11	نومبر	1968	37
1424	شمیم اختر	انھوں نے مجھے صحیح فکر سے نوازا	-	محمود نمبر		-	251
1425	شمیم اختر	انھوں نے مجھے صحیح فکر سے نوازا	18	12	ستمبر	1973	27
1426	شمیم اختر	ادب سائنس اور زندگی	11	8	اگست	1966	25
1427	شمیم اختر	قومی شعور	11	2-1	جنوری / فروری	1966	61
1428	شمیم اختر	انسانیت تباہ کن منزل میں	9	5	مئی	1964	31
1429	شمیم صبائی متھراوی	مساوات اسلام	9	6-7	جون / جولائی	1964	63
1430	شوکت ہاشمی	آیات جمال کا ایک طائرانہ جائزہ	14	-	-	1969	10
1431	شمسہ وار اختر	فانی کی شاعری	10	9	ستمبر	1965	37
1432	شیخ ابو سعید المخزومی	تحفۃ المرسلہ	19	7	جولائی	1974	40
1433	شیخ اکبر رح	آداب حیات	15	5	مئی	1970	31
1434	شیخ الحدیث محمد شفیع اللہ	حضرت صابر پاک رح	13	11	نومبر	1968	43
1435	شیخ ریاض فواد	مسلمانوں کی جہاز رانی کا ارتقاء اور عروج	23	2-1	جنوری / فروری	1978	11
1436	شیخ ریاض فواد	مسلمانوں کی جہاز رانی	21	9	ستمبر	1976	30
1437	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	قاضی حمید الدین ناگوری	20	4	اپریل	1975	49
1438	شیخ عبدالقادر جیلانی رح	حقیقت محمدیہ	3	10	اکتوبر	1958	25
1439	شیخ عبدالقادر جیلانی رح	آداب زیارت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	68
1440	شیدا الام حضرت	عورت اور امیت	4	6	جون	1959	45
1441	شیدا الام حضرت	اردو زبان	4	12	دسمبر	1959	46
1442	شیدا الام حضرت	مدارج محبت	1	4	جون	1956	50
1443	شیدا الام حضرت	گنہگار کا نامہ اعمال	1	5	جولائی	1956	50
1444	شیدا الام حضرت	مہر معکوس	1	6	اگست	1956	35
1445	شیدا الام حضرت	مرنے کے بعد (افسانہ)	1	7	ستمبر	1956	32
1446	شیدا الام	وادی نور	18	11	نومبر	1973	27

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1447	شیدالام	ڈاکٹر محمد محمود احمد	17	10-9	ستمبر / اکتوبر	1972	32
1448	شیدالام	ماضی، حال اور مستقبل	16	11-10	اکتوبر / نومبر	1971	40
1449	شیدالام	مولانا روم کا آدمی	14	5	مئی	1969	22
1450	شیدالام	خاندانی منصوبہ بندی فطرت کی روشنی میں	11	4-3	مارچ / اپریل	1966	22
1451	شیدالام	مجاز سے حقیقت تک	10	1	جنوری	1965	60
1452	شیدالام	آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا	10	2	فروری	1965	60
1453	شیدالام	تمنا اور تمنائیں	10	5	مئی	1965	69
1454	شیدالام	دوزخ	9	4	اپریل	1964	30
1455	شیدالام	زندگی ایک فن	9	11	نومبر	1964	45
1456	شیدالام	قطعیت	9	12	دسمبر	1964	47
1457	شیدالام	ماموں میرے ابا	-	محمود نمبر	بانگ جرس		181
1458	شیر علی علی	مرحوم ڈاکٹر احمد	-	محمود نمبر		-	240
1459	شیخ جنیل رح	انسان کامل	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	25
1460	صابر متھیالوی	حضرت ابوالحسن نوری	8	8	اگست	1963	38
1461	صاحب تفسیر حقانی	التفسیر	6	2	فروری	1961	51
1462	صاحب داد خان	رویت ہلال	3	6	جون	1958	27
1463	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	صراط مستقیم	14	1	جنوری	1969	33
1464	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	حضرت غلام مرتضیٰ	13	1	جنوری	1968	23
1465	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	حضرت غلام مرتضیٰ	13	6	جون	1968	18
1466	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	حقیقت تصوف	13	4-3	مارچ / اپریل	1968	97
1467	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	حضرت غلام مرتضیٰ بریلوی رح	12	8	اگست	1967	25
1468	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	صراط مستقیم	12	9	ستمبر	1967	5
1469	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	صراط مستقیم	12	11-10	اکتوبر / نومبر	1967	33
1470	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	حقیقت تصوف	10	2	فروری	1965	36
1471	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	حقیقت تصوف	10	3	مارچ	1965	97
1472	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	اعتقادیات	10	5	مئی	1965	55
1473	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	اعتقادیات	10	6	جون	1965	15
1474	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	طبقات	10	9	ستمبر	1965	29
1475	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	طبقات	10	10	اکتوبر	1965	11

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1476	صاحبزادہ حافظ محمد عمر	اقتصادیات	10	7-8	جولائی / اگست	1965	33
1477	صاحبزادہ محمد عرفان اللہ قادری	حق کی آواز	13	7	جولائی	1968	9
1478	صغیر اصغر جارچوی	جنگ اور توتلے بچے	10	12	دسمبر	1965	29
1479	صفیہ نسرین مقصود	اردو انشائیے	9	9	ستمبر	1964	33
1480	ضامن نقوی گویا	اصل ہستی	21	5	مئی	1976	29
1481	ضامن نقوی گویا جہاں آبادی حضرت	اصل ہستی و وجود	1	4	جون	1956	31
1482	ضیاء الحق یوسفی	ذات وصفات	2	9	ستمبر	1957	45
1483	ضیاء الحق یوسفی	ذات وصفات	2	11	نومبر	1957	9
1484	ضیاء القادری	حضرت امام جعفر صادق	4	7	جولائی	1959	50
1485	ضیاء القادری	حضرت امام جعفر صادق	3	7	جولائی	1958	50
1486	ضیاء القادری	حضرت قلندر پانی پتی	3	5--4	اپریل	1958	17
1487	ضیاء ملتی	خداوندا............	2	10	اکتوبر	1957	49
1488	ضیاء الحق تاجی	زندہ و پائندہ پی	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	127
1489	ضیاء الحق یوسفی سید محمد	رویاء	1	3	مئی	1956	40
1490	ضیاء الحق یوسفی ایڈوکیٹ جناب سید محمد	رویاء	1	2	اپریل	1956	46
1491	ضیاء القادری بدایونی شاہ	حضرت لعل شہباز قلندر	1	4	جون	1956	29
1492	ضیاء القادری بدایونی مولانا	حیات النبی	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	36
1493	ضیاء القادری بدایونی مولانا	نبوت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	41
1494	طاہر	فن سکہ سازی	22	9	ستمبر	1977	33
1495	طاہر	فن سکہ سازی	16	6	جون	1971	50
1496	ظفر الدین قادری	علوم انبیاء والاولیاء	8	3	مارچ	1963	59
1497	ظفر الدین قادری	علوم انبیاء والاولیاء	3	5--4	اپریل	1958	140
1498	ظہور الحسنین ظاہر یوسفی سید	سلطان المشائخ محبوب الٰہی	1	4	جون	1956	36
1499	ظہور الحسنین ظاہر یوسفی سید	سلطان المشائخ	1	5	جولائی	1956	35
1500	ظہور الحسنین یوسفی سید	ضابطہ	3	5--4	اپریل	1958	75
1501	ظہور الحسنین یوسفی سید	سلطان المشائخ محبوب الٰہی	1	2	اپریل	1956	26
1502	ظہور الحسنین یوسفی سید	خلاصۃ القرآن	1	3	مئی	1956	20
1503	ع۔ح۔ قدسی	گومتے بارگاہ و ساعت میں	4	2	فروری	1959	55
1504	ع۔م۔ شاہین	سیدنا عثمان غنی رض	14	5	مئی	1969	63

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1505	عابد نظامی	خواجہ میر درد کی شاعری	7	12	دسمبر	1962	27
1506	عارف مرزا	تذکرہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رح	10	10	اکتوبر	1965	40
1507	عاصم بے پوری	تقریر	7	10	اکتوبر	1962	33
1508	عاصم بے پوری	رسول اللہ اور شعر	2	3	مارچ	1957	21
1509	عاصم بے پوری	رسول اللہ اور شعر	2	4	اپریل	1957	50
1510	عاصم بے پوری	رسول اللہ اور شعر	2	5	مئی	1957	43
1511	عباس بن عبد القادر پروفیسر	حکیم سنائی	1	3	مئی	1956	19
1512	عبد الحامد	پاکستان کا تعلیمی نظام اور دستور کیسا ہو	4	1	جنوری	1959	9
1513	عبد الحامد	ماہ رجب کے روزوں کی فضیلت	3	4_5	اپریل	1958	26
1514	عبد الحق حقانی	پارہ کرے (تفسیر الم نشرح)	5	2	فروری	1960	20
1515	عبد الحق حقانی	سختی اور آسانی	5	4	اپریل	1960	34
1516	عبد الستار	مکتوب (بنام اختر علی شاہ تاجی)	3	10	اکتوبر	1958	21
1517	عبد الستار خان	ذہین شاہ تاجی کا رنگ سخن	4	3	مارچ	1959	31
1518	عبد الستار صاحب	دستار بندی	4	5	مئی	1959	42
1519	عبد الستار صاحب	دستار بندی	4	6	جون	1959	23
1520	عبد الستار صاحب	دستار بندی	4	7	جولائی	1959	14
1521	عبد السلام انصاری	نقل خط	2	7	جولائی	1957	34
1522	عبد الصمد انصاری	تشکیل سیرت	3	1	جنوری	1958	—
1523	عبد الصمد انصاری	دین کی بنیاد تصوف ہے	2	2	فروری	1957	12
1524	عبد الصمد انصاری	مراسلہ	1	4	جون	1956	53
1525	عبد اللہ تیاپوری	اسرار تصوف	5	10	اکتوبر	1960	46
1526	عبد الحامد قادری	حکومت کے اسلامی اصول	9	9	ستمبر	1964	11
1527	عبد الحامد قادری	اسلام کا تجارتی نظام	9	10	اکتوبر	1964	24
1528	عبد الحفیظ حقانی	ارغام حاذر بجواب نقش ماہر	3	1	جنوری	1958	39
1529	عبد الحفیظ حقانی	ارغام حاذر بجواب نقش ماہر	2	8	اگست	1957	36
1530	عبد الحفیظ حقانی	ارغام حاذر بجواب نقش ماہر	2	9	ستمبر	1957	14
1531	عبد الحفیظ حقانی	ارغام حاذر بجواب نقش ماہر	2	10	اکتوبر	1957	17
1532	عبد الحفیظ حقانی	ارغام حاذر بجواب نقش ماہر	2	11	نومبر	1957	43
1533	عبد الحق	تفسیر	7	6	جون	1962	43

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1534	عبدالحمید ابوبکر	علم ہندسہ اور اہل عرب	13	8	اگست	1968	45
1535	عبدالرحمٰن	انوار قدسیہ	19	10	اکتوبر	1974	89
1536	عبدالرحمٰن	انوار قدسیہ	14	-	-	1969	61
1537	عبدالرحمٰن	انوار قدسیہ	13	1	جنوری	1968	45
1538	عبدالرحمٰن	انوار قدسیہ	13	7	جولائی	1968	21
1539	عبدالرحمٰن	انوار قدسیہ	13	9	ستمبر	1968	9
1540	عبدالرحمٰن	انوار قدسیہ	13	12	دسمبر	1968	35
1541	عبدالرحمٰن	انوار قدسیہ	13	4-3	مارچ/اپریل	1968	5
1542	عبدالرحمٰن	انوار قدسیہ	12	8	اگست	1967	45
1543	عبدالرحمٰن	انوار قدسیہ	12	9	ستمبر	1967	30
1544	عبدالرحمٰن	انوار قدسیہ	12	12	دسمبر	1967	39
1545	عبدالرحمٰن	انوار قدسیہ	12	11-10	اکتوبر/نومبر	1967	49
1546	عبدالرشید	سائنس اور اعتقاد	15	3	مارچ	1970	27
1547	عبدالرشید	سائنس اور اعتقاد	15	4	اپریل	1970	36
1548	عبدالرشید	سائنس اور اعتقاد	15	5	مئی	1970	8
1549	عبدالرشید	جدید سائنس اور قانون	15	8-7	جولائی/اگست	1970	29
1550	عبدالرشید فاضل قرولوی پروفیسر	خودی	1	2	اپریل	1956	39
1551	عبدالرشید فاضل قرولوی پروفیسر	خودی	1	3	مئی	1956	33
1552	عبدالستار شاہ	دستار بندی	3	7	جولائی	1958	14
1553	عبدالسلام خورشید	دولت	13	10	اکتوبر	1968	69
1554	عبدالصمد انصاری	سیرت اور سیرت کی تشکیل	3	1	جنوری	1958	11
1555	عبدالصمد انصاری	تشکیل سیرت	3	5-4	اپریل	1958	94
1556	عبدالعزیز	باب الحدیث	22	8	اگست	1977	9
1557	عبدالعزیز پروفیسر	مثنوی مولانا جلال الدین رومی	1	3	مئی	1956	23
1558	عبدالعزیز خطیب رحمانی	فضائل رمضان	21	9	ستمبر	1976	19
1559	عبدالعزیز خطیب رحمانی	حضرت امام جعفر صادق رض	17	8	اگست	1972	13
1560	عبدالعزیز خطیب رحمانی	اقبال اور ملا	17	8	اگست	1972	37
1561	عبدالعزیز خطیب رحمانی	فضائل و مسائل رمضان	17	10-9	ستمبر/اکتوبر	1972	7
1562	عبدالعزیز خطیب رحمانی	ابن طفیل	17	10-9	ستمبر/اکتوبر	1972	46

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1563	عبدالعزیز دباغ	روح	5	3	مارچ	1960	48
1564	عبدالعلی خان	حکیم محمود خان	9	9	ستمبر	1964	25
1565	عبدالغنی صدیقی اجمیری	سلطان الہند غریب نواز رح کی حکایات	13	10	اکتوبر	1968	30
1566	عبدالقدوس برکاتی	عید فضل و معانی کا دن	10	2	فروری	1965	17
1567	عبدالقدیر حسرت	مسئلہ عدم نسخ قرآن	7	6	جون	1962	15
1568	عبدالقدیر ندوی	مسائل عید الفطر	10	2	فروری	1965	19
1569	عبدالکریم جیلی	صدیقیت	4	8-9	اگست ستمبر	1959	184
1570	عبدالکمال شمسی	بشریت	4	8-9	اگست ستمبر	1959	164
1571	عبداللہ خاور	بحضور سید المرسلین	7	11	نومبر	1962	8
1572	عبدالمصطفیٰ	حضرت اویس قرنی رح	13	12	دسمبر	1968	39
1573	عبدالواحد مخدوم	عہد عالمگیر کا فتوی	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	15
1574	عبرت صدیقی	معاشرے کا ناسور	13	8	اگست	1968	64
1575	عبیداللہ قدسی	اصنام پرستی	22	5	مئی	1977	7
1576	عبیداللہ قدسی	اصنام کتابت	22	6	جون	1977	22
1577	عبیداللہ قدسی	تصور ارواح پرستی	22	7	جولائی	1977	40
1578	عبیداللہ قدسی	تصور خالق	22	8	اگست	1977	27
1579	عبیداللہ قدسی	غوث الاعظم رح	20	6-5	مئی/جون	1975	37
1580	عبیداللہ قدسی	مولوی صاحب اور تصوف	15	9	ستمبر	1970	68
1581	عبیداللہ قدسی	تاریخ رسول	13	1	جنوری	1968	15
1582	عبیداللہ قدسی	آفاقی باتیں	11	12-11	نومبر/دسمبر	1966	8
1583	عبیداللہ قدسی	مولوی صاحب اور تصوف	10	4	اپریل	1965	67
1584	عبیداللہ قدسی	مولوی صاحب اور تصوف	10	12	دسمبر	1965	38
1585	عبیداللہ قدسی	مولوی صاحب اور تصوف	10	7-8	جولائی/اگست	1965	37
1586	عبیداللہ قدسی	مولوی صاحب اور تصوف	9	10	اکتوبر	1964	27
1587	عبیداللہ قدسی	اکبر آبادی	9	12	دسمبر	1964	51
1588	عبیداللہ قدسی	مولوی صاحب اور تصوف	8	1	جنوری	1963	24
1589	عبیداللہ قدسی	مولوی صاحب اور تصوف	8	5	مئی	1963	41
1590	عبیداللہ قدسی	مولوی صاحب اور تصوف	8	7	جولائی	1963	61
1591	عبیداللہ قدسی	عرب میں اسلام سے پہلے دہر کا تصور	8	11	نومبر	1963	17

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1592	عبیداللہ قدسی	شجاعت کی آزمائش	8	11	نومبر	1963	54
1593	عبیداللہ قدسی	مولوی صاحب اور تصوف	7	8	اگست	1962	33
1594	عبیداللہ قدسی	مولوی صاحب اور تصوف	7	10	اکتوبر	1962	15
1595	عبیداللہ قدسی	تاریخِ رسول	7	12	دسمبر	1962	11
1596	عبیداللہ قدسی	مولوی صاحب اور تصوف	7	12	دسمبر	1962	48
1597	عبیداللہ قدسی	خواجہ معین الدین چشتی	6	1	جنوری	1961	28
1598	عبیداللہ قدسی	اصول دوستی	6	1	جنوری	1961	41
1599	عبیداللہ قدسی	امام غزالی رح	6	2	فروری	1961	17
1600	عبیداللہ قدسی	روح الاخلاق	6	2	فروری	1961	55
1601	عبیداللہ قدسی	تصوف کی نئی تشکیل	4	7	جولائی	1959	41
1602	عبیداللہ قدسی	تصوف کی نئی تشکیل	3	7	جولائی	1958	41
1603	عبیداللہ قدسی	کتاب التعرف	2	4	اپریل	1957	31
1604	عبیداللہ قدسی	کتاب التعرف	2	7	جولائی	1957	31
1605	عبیداللہ قدسی	کتاب التعرف	2	9	ستمبر	1957	25
1606	عبیداللہ	کتاب التعرف	1	7	ستمبر	1956	24
1607	عبیداللہ قدسی	حال و قال	1	2	اپریل	1956	37
1608	عبیداللہ قدسی	حال و قال	1	3	مئی	1956	30
1609	عبیداللہ قدسی	کتاب التعرف لمذہب اہل تصوف	1	4	جون	1956	17
1610	عبیداللہ قدسی	کتاب التعرف لمذہب اہل تصوف	1	5	جولائی	1956	33
1611	عبیداللہ قدسی	اعصابی خلل	1	5	جولائی	1956	51
1612	عبیداللہ قدسی	کتاب التعرف	1	10	دسمبر	1956	6
1613	عبیداللہ قدسی	شواہد النبوۃ	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	85
1614	عبیداللہ قدسی	مقام محمود	-	محمود نمبر	دانشکدہ		72
1615	مجیب خان صابری	ہارون رشید کا خط	2	10	اکتوبر	1957	45
1616	عرشی امرتسری	جرمنی کا صوفی شاعر ـــ گوئٹے	4	1	جنوری	1959	37
1617	عزیز الرحمٰن	کلچر کا مفہوم	12	4	اپریل	1967	53
1618	عزیز عالم	نقادوں کی انجمن	14	5	مئی	1969	25
1619	عطاءالرب	استفسارات	2	3	مارچ	1957	49
1620	عطاءالرحمٰن صدیقی	مرید کے آداب	5	9	ستمبر	1960	45

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1621	علامہ سید سلیمان ندوی	زندہ مذہب	9	11	نومبر	1964	24
1622	علامہ مشتاق احمد نظامی	میلاد مصطفیٰ	7	9	ستمبر	1962	11
1623	علامہ نیاز فتح پوری	اردو پر صوفیانہ شاعری کا احسان	9	10	اکتوبر	1964	46
1624	علماء دیوبند	حیات النبی	1	9---8	اکتوبر نومبر	1956	17
1625	علیم عابد طرطوسی	شاہنامہ فردوسی	13	11	نومبر	1968	48
1626	عون محمد شاہ	آستانہ نبوت اور برزخ کبریٰ	8	9	ستمبر	1963	29
1627	غلام حسین شاہ	تعزیہ داری	4	7	جولائی	1959	12
1628	غلام حسین مولانا	بنگال میں دو سو برس پہلے	5	3	مارچ	1960	24
1629	غلام حیدر	حضرت رابعہ بصری	5	2	فروری	1960	54
1630	غوث الاعظم	ارشادات غوث الاعظم	20	6-5	مئی / جون	1975	76
1631	فاروقی	جنگ یرموک	21	10	اکتوبر	1976	36
1632	فاروقی	اس زہر سے بچئے	16	6	جون	1971	41
1633	فاروقی	جنگ یرموک	16	6	جون	1971	57
1634	فتح محمد فاتح قادر آبادی	غالب کی شاعری میں تصور	4	1	جنوری	1959	34
1635	فرحان قمیر	مطالعہ کسطرح کیا جائے	17	5	مئی	1972	55
1636	فرحت عباس	ایسی بلندی اتنی پستی	14	11-10	اکتوبر / نومبر	1969	55
1637	فرخ درد لکھنوی	خدا کو پکاروں	5	3	مارچ	1960	12
1638	فضل الرحمٰن نعیم	اضطراب اور قلق	2	4	اپریل	1957	38
1639	فقیر الکریکی	آج رنگ ہے، اے ماں رنگ ہے ری	10	4	اپریل	1965	47
1640	فقیر الکریکی	پیاں پیاں چلو	10	5	مئی	1965	34
1641	قائد اعظم رح	جب ہم نے آزادی کی جنگ لڑی	22	8	اگست	1977	17
1642	قاری وحید الرحمٰن	خواجہ معین الدین چشتی اور انکی تعلیمات	22	7	جولائی	1977	6
1643	قاری وحید الرحمٰن	خواجہ معین الدین چشتی اور انکی تعلیمات	21	6	جون	1976	6
1644	قاری وحید الرحمٰن	خواجہ معین الدین چشتی رح اور آپکی تعلیمات	20	7	جولائی	1975	7
1645	قاری وحید الرحمٰن	خواجہ قمر الدین احمد قادری (انٹرویو)	15	3	مارچ	1970	33
1646	قاری وحید الرحمٰن	اداریہ	15	4	اپریل	1970	2
1647	قاری وحید الرحمٰن	دور جدید میں اسلام اور سائنس	15	5	مئی	1970	26
1648	قاری وحید الرحمٰن	نصیحت عمر رض	15	6	جون	1970	62
1649	قاری وحید الرحمٰن	حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح	15	9	ستمبر	1970	77

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1650	قاضی خلیل الرحمن نعمانی مظاہری	حکمرانوں کے لیے پروانۂ ہدایت	4	2	فروری	1959	31
1651	قاضی عبدالقادر	ڈاکٹر احمد کے نظام فکر میں علم و عمل۔۔۔۔	-	محمود نمبر	دانشکدہ		101
1652	قاضی محمد اسلم	ڈاکٹر احمد کے متعلق میری یادیں	16	9	ستمبر	1971	26
1653	قاضی محمد اسلم	ڈاکٹر احمد کے متعلق میری یادیں	-	محمود نمبر	دانشکدہ		69
1654	قطب الدین بختیار کاکی رح	ملفوظات غریب نواز رح	20	7	جولائی	1975	25
1655	قلندر	اقتباسات	2	4	اپریل	1957	49
1656	قیام الدین قریشی	علم النفس اور ورزش	3	6	جون	1958	41
1657	کعب بن زہیر	قصیدہ بانت سعاد	11	7	جولائی	1966	63
1658	کلیم حجازی	حضور کی صحیح تاریخ پیدائش	4	1	جنوری	1959	47
1659	کوثر پروین	تعلیم	1	6	اگست	1956	39
1660	کیپٹن واحد بخش سیال	ذکر اللہ	14	1	جنوری	1969	9
1661	کیپٹن واحد بخش سیال	ذکر اللہ	13	4-3	مارچ/اپریل	1968	9
1662	کیپٹن واحد بخش سیال	ذکر اللہ	12	11-10	اکتوبر/نومبر	1967	9
1663	لطائف اشرفی	توحید	8	12	دسمبر/جنوری	1963/64	23
1664	لطائف اشرفی	توحید	9	3	مارچ	1964	19
1665	لطائف اشرفی	معرفت وولایت ولی اور اسکے اقسام	9	3	مارچ	1964	35
1666	لطائف اشرفی	توحید	9	4	اپریل	1964	13
1667	لطائف اشرفی	توحید	8	11	نومبر	1963	48
1668	لئیق خاں	عظیم مائیں	16	7	جولائی	1971	30
1669	لئیق خاں	برگزیدہ خاتون	16	11-10	اکتوبر/نومبر	1971	49
1670	لئیق خاں	برگزیدہ خاتون	15	11	نومبر	1970	33
1671	م۔ع۔ صبور	خواجہ غلام فرید	9	8	اگست	1964	23
1672	ماخوذ	شیخ علی بن حسام الدین رح	21	6	جون	1976	49
1673	ماخوذ	حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	21	9	ستمبر	1976	26
1674	ماخوذ	انور پاشا بارگاہ نبوی ص میں	16	6	جون	1971	43
1675	ماخوذ	فرمان رسول	16	7	جولائی	1971	7
1676	ماخوذ	سرکار یوسف الاولیاء	14	5	مئی	1969	9
1677	ماخوذ	بوعلی شاہ رح	14	-	-	1969	33
1678	ماخوذ	حقائق و معارف	12	2-1	جنوری/فروری	1967	9

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1679	ماخوذ	سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رح	11	9	ستمبر	1966	36
1680	ماخوذ	حکایات	11	9	ستمبر	1966	42
1681	ماخوذ	رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم	8	8	اگست	1963	10
1682	ماخوذ	افضل الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم	8	8	اگست	1963	17
1683	ماخوذ	درود شریف	8	8	اگست	1963	25
1684	ماخوذ	حضرت شرف الدین بوعلی قلندر غیاث الدین	8	8	اگست	1963	33
1685	ماخوذ	حضرت مخدوم بدرالدین رح	8	8	اگست	1963	35
1686	ماخوذ (تفسیر فیض کریم)	دربار نبوی میں حاضری	2	1	جنوری	1957	41
1687	ماہر آروی	غالب کے دو غیر معروف شاگرد	14	11-10	اکتوبر / نومبر	1969	31
1688	مبین جودت جعفری	کلام خدا ہے کلام محمد ص	9	8	اگست	1964	29
1689	مشرق	ہم اور اگلی نظر میں (خطوط)	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	69
1690	مشرق	جنگ، حریت، مشرق، اخبار جہاں، قرارداد تعزیت	-	محمود نمبر	اخبار	-	29
1691	محبوب علی قادری	سیدنا احمد کبیر الرفاعی قادری	13	10	اکتوبر	1968	25
1692	محترمہ رفعت سمیع	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سلب امراض	11	7	جولائی	1966	20
1693	محترمہ فریدہ محمود	حجاج بن یوسف	13	10	اکتوبر	1968	63
1694	محترمہ فیض فیاض	تربیت کا صحیح وقت	13	12	دسمبر	1968	21
1695	محترمہ مقبول فاطمہ	شہنشاہیت ایک فقیر کے قدموں میں	8	4	اپریل	1963	35
1696	محترمہ نور شاہین هما	آیات جمال میری نظر میں	13	12	دسمبر	1968	9
1697	محمد احسن فاروقی	فیض تاج اولیاء	5	9	ستمبر	1960	43
1698	محمد احسن فاروقی	ادب و دین	5	10	اکتوبر	1960	32
1699	محمد احسن فاروقی	محبت فاتح عالم	5	11	نومبر	1960	51
1700	محمد احمد انصاری	ارشادات قدسی	11	5	مئی	1966	34
1701	محمد احمد خان نیازی	آدمی یا جانور کون بہتر ہے	4	6	جون	1959	49
1702	محمد احمد رضوی	اسلام میں نظام عدل	8	12	دسمبر / جنوری	1963/64	28
1703	محمد اسحاق	احسان	1	6	اگست	1956	71
1704	محمد اصلح الحسینی	اسلامی قانون کے ماخذ	4	12	دسمبر	1959	28
1705	محمد الدین	چہل حدیث در فضائل علم	5	1	جنوری	1960	27
1706	محمد امین زبیری	حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رح	12	12	دسمبر	1967	20
1707	محمد امین عباسی	ابلیس کے مظاہر اور اس کی فریب	4	1	جنوری	1959	16

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1708	محمد امین فاروقی	شیخ امان پانی پتی رح	22	4	اپریل	1977	25
1709	محمد امین فاروقی	مولانا سماوالدین	22	6	جون	1977	17
1710	محمد انیس الرحمٰن	عقل اور پیغمبر آخر الزماں	7	10	اکتوبر	1962	67
1711	محمد جاوید اقبال ندیم	روکش انقلاب ہے دنیا	4	2	فروری	1959	22
1712	محمد جعفر شاہ	عجیب زاویہ نگاہ	2	5	مئی	1957	21
1713	محمد جعفر شاہ	کرشل انٹرسٹ کی دینی حیثیت	9	12	دسمبر	1964	31
1714	محمد جعفر شاہ	عجیب زاویہ نگاہ	8	7	جولائی	1963	9
1715	محمد جمیل ذہین	حضرت ابراہیم بن ادھم رح	11	2_1	جنوری / فروری	1966	17
1716	محمد جمیل ذہین	حضرت اویس قرنی رح	10	11	نومبر	1965	17
1717	محمد حاتم	بابا تاج الدین رض	12	5	مئی	1967	21
1718	محمد حاتم	قبروں کی زیارت اور ان کی تعمیر کا بیان	10	11	نومبر	1965	12
1719	محمد حلم فاروقی ذہین	شیخ عبدالوہاب اتقی رح	22	6	جون	1977	35
1720	محمد حسن عسکری	ابن عربی اور کیر کے گور	9	6_7	جون / جولائی	1964	33
1721	محمد حسین	اردو ڈرامہ پر ایک نظر	17	5	مئی	1972	40
1722	محمد حسین جعفری	صدیق اکبر	4	5	مئی	1959	11
1723	محمد حسین جعفری	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	4	8_9	اگست ستمبر	1959	145
1724	محمد حسین شوق	محبت کیا ہے	8	4	اپریل	1963	38
1725	محمد حسین شوق	غلط فہمیاں	8	5	مئی	1963	32
1726	محمد خادم حسن شاہ زبیری	حضرت علی کا معنوی سراپا	10	5	مئی	1965	43
1727	محمد خصلت حسین	حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی	5	6	جون	1960	27
1728	محمد خصلت حسین	حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی	5	7	جولائی	1960	40
1729	محمد خصلت حسین	نغمات اسرار	3	6	جون	1958	15
1730	محمد خصلت حسین	نغمات اسرار	3	5_4	اپریل	1958	83
1731	محمد خصلت حسین	نغمات اسرار	2	5	مئی	1957	30
1732	محمد خصلت حسین	نغمات اسرار	2	7	جولائی	1957	37
1733	محمد ذوقی شاہ	وحدت وجود و وحدت شہود	3	5_4	اپریل	1958	35
1734	محمد ذکریا صاحب	اخلاق حسنہ	8	12	دسمبر / جنوری	1963/64	21
1735	محمد سردار علی	اردو کے یورپین شعراء	4	3	مارچ	1959	37
1736	محمد سردار علی	اردو کے یورپین شعراء	4	5	مئی	1959	27

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1737	محمد سردار علی	اردو کے یورپین شعراء	4	6	جون	1959	41
1738	محمد سلیم یوسفی	لوازمات تصوف	5	7	جولائی	1960	19
1739	محمد شہنشاہ حسین	مردم خور	14	5	مئی	1969	55
1740	محمد طاہر فاروقی	مولانا روم	2	10	اکتوبر	1957	38
1741	محمد طیب ابدالی	حضرت مخدوم احمد یحیٰ منیری	16	1	جنوری	1971	32
1742	محمد طیب ابدالی	حضرت مخدوم احمد یحیٰ منیری	9	2	فروری	1964	36
1743	محمد طیب ابدالی	حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف......	8	3	مارچ	1963	34
1744	محمد طیب ابدالی	حضرت مخدوم سید شاہ یحیٰ علی نو آبادی	8	4	اپریل	1963	27
1745	محمد طیب ابدالی	حضرت شہاب الدین پیر جگجوت	8	9	ستمبر	1963	21
1746	محمد عاقل اشرفی صابری تاجی	شاہ مجا قلندر سیتاپوری	10	2	فروری	1965	30
1747	محمد عاقل اشرفی صابری تاجی	جانباز قلندر	10	6	جون	1965	30
1748	محمد عاقل اشرفی صابری تاجی	مقام غوث الاعظم رح	10	10	اکتوبر	1965	35
1749	محمد عاقل اشرفی صابری تاجی	احمد شاہ ابدالی	9	2	فروری	1964	46
1750	محمد عاقل اشرفی صابری تاجی	ماہ رحمت	8	3	مارچ	1963	48
1751	محمد عاقل اشرفی صابری تاجی	علم غیب	8	4	اپریل	1963	19
1752	محمد عاقل اشرفی صابری تاجی	اشرف الکلام	8	4	اپریل	1963	34
1753	محمد عاقل اشرفی صابری تاجی	سرکار دو عالم ص کا فرمان	8	5	مئی	1963	19
1754	محمد عبدالحلیم	بڑا آدمی	9	9	ستمبر	1964	46
1755	محمد عبدالاحد	تاج الاولیاء	11	4-3	مارچ/اپریل	1966	50
1756	محمد عبدالصبور	رسالت مآب ص کی پیغمبرانہ بصارت و سماعت	8	4	اپریل	1963	31
1757	محمد عبداللہ تیماپوری	اسرار تصوف	5	6	جون	1960	19
1758	محمد عمر	قرآنی حقائق تصوف ہے	3	6	جون	1958	25
1759	محمد عمر	قرآنی حقائق تصوف ہے	3	5-4	اپریل	1958	123
1760	محمد عمر شاہ	معجزات کے جنازے	8	2	فروری	1963	19
1761	محمد عمر شاہ	معجزات کے جنازے	8	4	اپریل	1963	15
1762	محمد عمر شاہ	حال و قال	5	1	جنوری	1960	13
1763	محمد عمر شاہ	حال و قال	5	2	فروری	1960	38
1764	محمد عمر شاہ	حال و قال	5	4	اپریل	1960	49
1765	محمد عمر شاہ	وحدت الوجود	5	9	ستمبر	1960	42

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1766	محمد عمر شاہ	تلاش و مشاہدہ	5	11	نومبر	1960	36
1767	محمد عمر شاہ	حال و قال	5	3	مارچ	1960	35
1768	محمد فاروق ابو العلائی	تصور شیخ	11	9	ستمبر	1966	20
1769	محمد فاروق نسیم	زندگی نام ہے	2	2	فروری	1957	13
1770	محمد متین ذہنی	فرمانبردار خادم	17	5	مئی	1972	46
1771	محمد محمود احمد	اسلامی تعلیم	22	5	مئی	1977	31
1772	محمد محمود احمد	ہماری تعلیم	22	8	اگست	1977	39
1773	محمد محمود احمد	حیات سرمدی	21	3	مارچ	1976	29
1774	محمد محمود احمد	صحیح ذوق	21	5	مئی	1976	9
1775	محمد محمود احمد	محمد شان یوسف شاہ بابا رح	21	12	دسمبر	1976	17
1776	محمد محمود احمد	تاج الاولیاء	21	2-1	جنوری / فروری	1976	93
1777	محمد محمود احمد	مقدمہ (تاج اولیاء)	21	2-1	جنوری / فروری	1976	97
1778	محمد محمود احمد	مقدمہ (تاج اولیاء)	20	3	مارچ	1975	3
1779	محمد محمود احمد	ہماری تعلیم	20	8	اگست	1975	31
1780	محمد محمود احمد	سچا بچہ	20	6-5	مئی / جون	1975	30
1781	محمد محمود احمد	ایک مبلغ اسلام نئی دنیا میں	19	10	اکتوبر	1974	79
1782	محمد محمود احمد	نظریہ	18	1	جنوری	1973	36
1783	محمد محمود احمد	مقدمہ	18	3	مارچ	1973	10
1784	محمد محمود احمد	تاج الاولیاء	18	3	مارچ	1973	16
1785	محمد محمود احمد	ڈاکٹر محمد محمود احمد کے خطوط	18	12	ستمبر	1973	32
1786	محمد محمود احمد	مبلغ اسلام	16	1	جنوری	1971	9
1787	محمد محمود احمد	مقدمہ	16	4	اپریل	1971	7
1788	محمد محمود احمد	مقدمہ	15	4	اپریل	1970	22
1789	محمد محمود احمد	محمد شان یوسف شاہ بابا	10	4	اپریل	1965	11
1790	محمد مقصود	مسئلہ کشمیر و ہمارے فرائض	10	11	نومبر	1965	34
1791	محمد مقصود	جہاد کی فوقیت	10	12	دسمبر	1965	36
1792	محمد مقصود	عورت کی حیثیت	9	2	فروری	1964	25
1793	محمد مقصود	ہمارا قانون	9	10	اکتوبر	1964	39
1794	محمد مقصود	پاکستان میں مشترکہ رسم الخط کی ضرورت	8	1	جنوری	1963	55

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1795	محمد مقصود	معاشرتی بیماریوں کا علاج۔۔۔۔۔اسلام	8	11	نومبر	1963	37
1796	محمد نور بخش توکلی	حیات النبی	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	124
1797	محمد رئیس (منہاجب انجمن)	ویدار انجمن حزب اللہ کے مقاصد	2	6	جون	1957	57
1798	محمد یوسف شاہ تاجی	تذکرہ تاج اولیاء	1	6	اگست	1956	9
1799	محمد یوسف سلیم	سوانح مولانا روم رح	11	2-1	جنوری / فروری	1966	45
1800	محمد یوسف سلیم	حضرت نظامی گنجوی	4	11	نومبر	1959	22
1801	محمد یوسف قادری	مسئلہ حیات انبیاء پر غلط انداز فکر	2	11	نومبر	1957	37
1802	محمد یونس خالدی	قفس کی "چہرے" (ایک نظر میں)	9	12	دسمبر	1964	54
1803	محمد عبدالاحد	حضرت بابا تاج الدین اولیاء رح	10	12	دسمبر	1965	6
1804	محمود احمد پی ایچ ڈی ڈاکٹر محمد	ذوق گنج	1	3	مئی	1956	5
1805	محمود احمد سید محمد	قربانی	1	5	جولائی	1956	30
1806	محمود الرحمٰن	ڈاکٹر محمد محمود احمد	17	10-9	ستمبر / اکتوبر	1972	37
1807	محمود الرحمٰن	ڈاکٹر ایم احمد مرحوم	16	11-10	اکتوبر / نومبر	1971	45
1808	محمود بنگلوری	تجارت اور ٹیپو سلطان	4	3	مارچ	1959	9
1809	محمود فاروقی	چوری کی سزا	13	8	اگست	1968	41
1810	محی الدین ابن عربی	معراج	20	8	اگست	1975	11
1811	محی الدین ابن عربی	عید	7	6	جون	1962	30
1812	محی الدین ابن عربی	ولی کی نظر میں نبی کا مقام	2	1	جنوری	1957	5
1813	محی الدین ابن عربیؒ	عید	22	9	ستمبر	1977	5
1814	محی الدین ابن عربیؒ	معراج	22	9	ستمبر	1977	17
1815	مختار فتح پوری	مسلمانوں کے عروج کی راہ عمل	21	8	اگست	1976	33
1816	مرزا عبدالمجید بیگ	معیاری تصنیف و تالیف	13	9	ستمبر	1968	22
1817	مرزا للا	آذربائیجان میں سوویت یونین کے منصوبے	4	1	جنوری	1959	43
1818	مرزا وحید بیگ	ضرب الامثال	17	5	مئی	1972	48
1819	مرزا وحید بیگ	آگے کیمرہ ہے	17	5	مئی	1972	51
1820	مرزا وحید بیگ	کپڑا بننے والی مکڑی	17	6	جون	1972	48
1821	مرزا وحید بیگ	چھتری تلے	17	6	جون	1972	51
1822	مسعود احمد ذہنی	شیخ صوفی بدھنی	22	9	ستمبر	1977	41
1823	مسعود احمد ذہنی	صوفیہ کے چالیس دن	22	2-1	جنوری / فروری	1977	21

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1824	مسعود احمد ذہنی	شیخ صدر الدینؒ	21	7	جولائی	1976	29
1825	مسعود احمد ذہنی	شیخ صوفی بدھنی	21	7	جولائی	1976	39
1826	مسعود احمد ذہنی	شیخ عبد الوہاب غازی	21	8	اگست	1976	29
1827	مسعود احمد ذہنی	روزہ	21	9	ستمبر	1976	13
1828	مسعود احمد ذہنی	خواجہ ضیاء الدین بخشی	21	10	اکتوبر	1976	9
1829	مطیع الامام	پیر اور مرید کا تعلق	8	5	مئی	1963	35
1830	مطیع الامام	پیر اور مرید کا تعلق	8	7	جولائی	1963	39
1831	معین الدین	علم حیات	17	5	مئی	1972	37
1832	معین الدین	صفائی اور پاکیزگی	16	11-10	اکتوبر/نومبر	1971	59
1833	معین الدین احمد	صفائی اور پاکیزگی	15	8-7	جولائی/اگست	1970	65
1834	معین الدین درائی	حضرت مخدوم مظفر بلخی	15	3	مارچ	1970	37
1835	مفتوں کوٹوی	ثابت اور اخلاقیات	10	1	جنوری	1965	34
1836	مفتی اعظم فلسطین	ارض فلسطین	16	7	جولائی	1971	19
1837	مفتی شوکت علی	روحانیت کی کار فرمائی	12	6	جون	1967	32
1838	مفتی محمد عمر	احکام و مسائل رمضان	8	3	مارچ	1963	16
1839	مفتی مولانا محمد شفیع	معجزہ قرآن کریم	12	12	دسمبر	1967	24
1840	مقبول فاطمہ	شہنشاہیت ایک فقیر کے قدموں میں	3	5-4	اپریل	1958	14
1841	مقبول فاطمہ	حضرت زید بن ارقم	2	4	اپریل	1957	46
1842	مقبول فاطمہ	منزل محبت	1	5	جولائی	1956	54
1843	مقبول فاطمہ	تباہی کے اسباب اور ان کا علاج	1	5	جولائی	1956	55
1844	مقبول فاطمہ	زحمت میں رحمت	1	6	اگست	1956	78
1845	ملا واحدی	اسلامی برادری اور اسلام	12	4	اپریل	1967	41
1846	ملا واحدی	زندہ کتاب	11	5	مئی	1966	26
1847	ملک شیر محمد خاں	ضرورت مرشد	8	7	جولائی	1963	17
1848	ملک محمد عارف	آپ کا نظم و نثر	20	6-5	مئی/جون	1975	72
1849	ممتاز جہاں صاحبہ	روپی	3	10	اکتوبر	1958	46
1850	مناظر احسن گیلانی	بابا تاج الدینؒ	2	6	جون	1957	13
1851	منظور حسین شور	فن و ادب کے ارتقائی محرکات	18	10	اکتوبر	1973	53
1852	منیر گوالیاری	حضرت بابا تاج الدین ناگپوری	1	6	اگست	1956	15

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1853	منیر علی جعفری	اسلام اور مساوات	1	6	اگست	1956	75
1854	مولانا ہاشم فاضل شمسی	سجدہ تعظیم	1	6	اگست	1956	55
1855	مولانا عاشق دہلوی	مراسلہ	1	4	جون	1956	53
1856	مولانا محمد احمد تھانوی	حقیقت تصوف	1	6	اگست	1956	63
1857	مولانا وجوری	مراسلہ	1	4	جون	1956	54
1858	مولانا امین احسن اصلاحی	بحیثیت ایک مدبر اور ماہر سیاست	12	5	مئی	1967	47
1859	مولانا حبیب احمد کیرانوی	سلف صالحین کا اخلاق	4	1	جنوری	1959	53
1860	مولانا حبیب احمد کیرانوی	سلف صالحین کے اخلاق	4	2	فروری	1959	57
1861	مولانا رشید تابش	تزکیہ نفس	9	12	دسمبر	1964	13
1862	مولانا رشید اختر شمسی	شیر خدا میدان جنگ میں	13	8	اگست	1968	38
1863	مولانا زاہد القادری	امام حسین علیہ السلام	12	4	اپریل	1967	29
1864	مولانا شبنم کمالی	درس اخلاق	11	7	جولائی	1966	53
1865	مولانا شبیر احمد قاری	جہالت	13	10	اکتوبر	1968	52
1866	مولانا شبیر حسن	ماحول بدل ڈالو	11	7	جولائی	1966	60
1867	مولانا شبیر علی	حضرت عمار بن یاسر رض	13	8	اگست	1968	35
1868	مولانا عارف علی صدیقی	مجاہدین اسلام طارق اعظم	8	11	نومبر	1963	59
1869	مولانا عارف لاہوری	بزرگان دین کے شب وروز	13	10	اکتوبر	1968	35
1870	مولانا عبدالرشید قدیری	وحدۃ الوجود	8	2	فروری	1963	9
1871	مولانا عبدالسلام باندوی	حج کب؟ کیوں؟ کیسے؟	10	3	مارچ	1965	19
1872	مولانا غلام رسول شاہ	تعزیہ داری	3	7	جولائی	1958	12
1873	مولانا غلام رسول گورداسپوری	پیارے نبی ص کی پیاری باتیں	13	8	اگست	1968	23
1874	مولانا غلام رسول گورداسپوری	پیارے نبی ص کی پیاری باتیں	13	10	اکتوبر	1968	11
1875	مولانا محمد حسین قادری	معارف الحدیث	7	12	دسمبر	1962	41
1876	مولانا محمد رمضان	ضرورت اولیاء	7	11	نومبر	1962	25
1877	مولانا محمد غازی بشیر احمد آبادی	اخلاقی تربیت	13	9	ستمبر	1968	33
1878	مولانا محوی لکھنوی	حضرت علی اور آپ کی صاحبزادی	11	9	ستمبر	1966	18
1879	مولانا مفتی صاحب داد	الہام القدیر فی مسئلہ التقدیر	7	10	اکتوبر	1962	19
1880	مولانا مناظر احسن گیلانی	اندلس	13	10	اکتوبر	1968	47
1881	مولانا عمر خطیب	سیدنا اویس قرنی رح	13	10	اکتوبر	1968	17

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1882	مولانا فضیل احمد الہ آبادی	بیعت کی ضرورت	9	10	اکتوبر	1964	20
1883	مولوی طیب صاحب	اسلام اور اخلاق	8	9	ستمبر	1963	52
1884	مولوی محبوب الرحمان	قرآن اور مسلمان	12	6	جون	1967	47
1885	مولوی محبوب الرحمان	قرآن اور مسلمان	12	7	جولائی	1967	44
1886	مولوی محمد حسین للہی	اسلام اور سائنس	12	2-1	جنوری / فروری	1967	16
1887	مولوی محمد عبداللہ	عرفان	11	2-1	جنوری / فروری	1966	73
1888	مولوی محمد یحیٰ تنہا میر ٹھی	احسن مارھروی رح	13	8	اگست	1968	47
1889	مولوی محمود حسن	پیارے نبی ص کی پیاری باتیں	19	7	جولائی	1974	12
1890	مونس علی خاں یوسفی حضرت محمد	شاہ عبداللطیف سندھی	1	4	جون	1956	57
1891	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	11	7	جولائی	1966	66
1892	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	11	2-1	جنوری / فروری	1966	76
1893	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	10	1	جنوری	1965	55
1894	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	10	2	فروری	1965	67
1895	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	10	3	مارچ	1965	103
1896	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	10	4	اپریل	1965	79
1897	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	10	5	مئی	1965	71
1898	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	10	6	جون	1965	47
1899	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	10	9	ستمبر	1965	41
1900	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	10	10	اکتوبر	1965	47
1901	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	10	11	نومبر	1965	52
1902	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	10	12	دسمبر	1965	45
1903	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	10	7-8	جولائی / اگست	1965	45
1904	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	9	12	دسمبر	1964	62
1905	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	9	6-7	جون / جولائی	1964	15
1906	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشاں	14	-	-	1969	45
1907	مہر تقوی بے پوری	تذکرہ در فشان	14	11-10	اکتوبر / نومبر	1969	39
1908	میجر تصویر حسین نقوی	ڈاکٹر محمد محمود احمد	18	12	ستمبر	1973	14
1909	میجر آفتاب حسین	برادر محترم ڈاکٹر محمد محمود احمد	-	محمود نمبر	دانشکدہ		90
1910	میجر تصویر حسین نقوی	ڈاکٹر محمد محمود احمد	-	محمود نمبر	بانگ جرس		144

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1911	میر ولی الدین	محبت ہر درد کی دوا	13	12	دسمبر	1968	28
1912	میر زیدی	اردو میں افسانہ نگاری	8	12	دسمبر / جنوری	1963/64	31
1913	میکش اکبر آبادی شاہ	مرد خدا	16	4	اپریل	1971	6
1914	میکش اکبر آبادی شاہ	توحید اور شرک	10	5	مئی	1965	39
1915	میکش اکبر آبادی شاہ	توحید اور شرک	10	6	جون	1965	19
1916	میکش اکبر آبادی شاہ	تصوف کی فنا	4	2	فروری	1959	6
1917	میکش اکبر آبادی شاہ	حیات النبی کا مسئلہ	1	10	دسمبر	1956	16
1918	میکش اکبر آبادی شاہ	قرآنی تصوف	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	29
1919	میمن عبدالمجید سندھی	وحدت نامہ۔۔۔۔ایک مطالعہ	11	12-11	نومبر / دسمبر	1966	21
1920	نائب مدیر	اداریہ	13	10	اکتوبر	1968	8
1921	ناصر حسین نظامی	تاثیر نظر	2	7	جولائی	1957	33
1922	نامعلوم	مسئلہ وجود باری الہامی ہے	17	1	جنوری	1972	-
1923	نامعلوم	لطائف اشرفی کا ترجمہ	17	1	جنوری	1972	-
1924	نامعلوم	بنائے غزل	17	1	جنوری	1972	-
1925	نامعلوم	پاکستان مشائخ کانفرنس	8	12	دسمبر / جنوری	1963/64	9
1926	نامعلوم	سلوک	23	2-1	جنوری / فروری	1978	3
1927	نامعلوم	عظیم مائیں	23	2-1	جنوری / فروری	1978	35
1928	نامعلوم	حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	23	5-4	اپریل / مئی	1978	29
1929	نامعلوم	شیخ شرف الدین بو علی قلندر رح	22	5	مئی	1977	25
1930	نامعلوم	خلیفہ معتضد باللہ	22	7	جولائی	1977	17
1931	نامعلوم	شب معراج	22	8	اگست	1977	35
1932	نامعلوم	عظیم مائیں	22	9	ستمبر	1977	19
1933	نامعلوم	اساسات دین	22	9	ستمبر	1977	25
1934	نامعلوم	حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	22	10	اکتوبر	1977	29
1935	نامعلوم	شاہ قمیص	22	2-1	جنوری / فروری	1977	25
1936	نامعلوم	شہادت حسین رح	22	12-11	نومبر / دسمبر	1977	17
1937	نامعلوم	انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت وفات اور بعثت	21	3	مارچ	1976	68
1938	نامعلوم	اساسات دین	21	9	ستمبر	1976	36
1939	نامعلوم	حضرت حسن بصری رح	21	10	اکتوبر	1976	44

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1940	نامعلوم	مہاراجہ سر کرشن پرشاد کی حسن عقیدت	21	2-1	جنوری / فروری	1976	103
1941	نامعلوم	قاضی حمید الدین ناگپوری	20	3	مارچ	1975	65
1942	نامعلوم	ارشادات غوث الاعظم	19	8	اگست	1974	7
1943	نامعلوم	فرمان رسول	18	1	جنوری	1973	4
1944	نامعلوم	حسن معاشرت	18	1	جنوری	1973	7
1945	نامعلوم	فرمان رسول	18	3	مارچ	1973	110
1946	نامعلوم	معاشی مساوات	18	5	مئی	1973	31
1947	نامعلوم	بنیادی حقوق	18	5	مئی	1973	32
1948	نامعلوم	معاشی مساوات	18	7-6	جون / جولائی	1973	46
1949	نامعلوم	مجرم کون؟	17	5	مئی	1972	53
1950	نامعلوم	محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	17	11	نومبر	1972	49
1951	نامعلوم	شاہ ولی اللہ	17	11	نومبر	1972	74
1952	نامعلوم	تعلیم کے اغراض ومقاصد	16	2	فروری	1971	6
1953	نامعلوم	حضرت حبیب عجمی	16	2	فروری	1971	17
1954	نامعلوم	سفر بے شرط	16	2	فروری	1971	35
1955	نامعلوم	اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	16	3	مارچ	1971	5
1956	نامعلوم	ولادت	16	4	اپریل	1971	21
1957	نامعلوم	حسب ونسب	16	4	اپریل	1971	22
1958	نامعلوم	ابتدائی حالات	16	4	اپریل	1971	23
1959	نامعلوم	تعلیم وتزکیہ	16	4	اپریل	1971	38
1960	نامعلوم	طی ارض	16	4	اپریل	1971	46
1961	نامعلوم	ہر دم بہ لباس دگر	16	4	اپریل	1971	47
1962	نامعلوم	اعادۂ حیات	16	4	اپریل	1971	66
1963	نامعلوم	علی برادران اور گاندھی جی	16	4	اپریل	1971	77
1964	نامعلوم	عرس کیا ہے؟	16	5	مئی	1971	16
1965	نامعلوم	حضرت ابو بکر صدیق رض	16	7	جولائی	1971	51
1966	نامعلوم	سفر بے شرط	16	7	جولائی	1971	54
1967	نامعلوم	کلمہ شیشہ	16	9	ستمبر	1971	41
1968	نامعلوم	تنظیم اسکا بنیادی قانون	16	9	ستمبر	1971	49

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1969	نامعلوم	سر تاج اولیاء	15	4	اپریل	1970	13
1970	نامعلوم	فرمان صدیق خالد بن ولید رض کے نام	15	4	اپریل	1970	41
1971	نامعلوم	سفر ہے شرط	15	4	اپریل	1970	49
1972	نامعلوم	راجہ یوگ	15	4	اپریل	1970	59
1973	نامعلوم	حضرت امام جعفر صادق رض	15	6	جون	1970	58
1974	نامعلوم	پانچ باتیں	15	11	نومبر	1970	7
1975	نامعلوم	شاہ ولی اللہ ایک مفسر کی حیثیت سے	15	11	نومبر	1970	38
1976	نامعلوم	حضرت اویس قرنی رض	15	8-7	جولائی / اگست	1970	73
1977	نامعلوم	علم وہدایت	14	1	جنوری	1969	12
1978	نامعلوم	خاتون	14	1	جنوری	1969	15
1979	نامعلوم	حضرت جنید بغدادی کی عظیم شخصیت	14	1	جنوری	1969	18
1980	نامعلوم	حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی رح	14	1	جنوری	1969	39
1981	نامعلوم	حضرت بابا فرید گنج شکر رح	14	4	اپریل	1969	28
1982	نامعلوم	حضرت بابا تاج الدین ناگپوری رح	14	4	اپریل	1969	44
1983	نامعلوم	والی اردن شاہ حسین	14	5	مئی	1969	33
1984	نامعلوم	حالات وواقعات بابا صاحب رح	14	9-8	اگست / ستمبر	1969	1
1985	نامعلوم	بابا تاج الدین رح	13	5	مئی	1968	5
1986	نامعلوم	حالات وواقعات بابا صاحب رح	13	5	مئی	1968	17
1987	نامعلوم	علم وہدایت	13	4-3	مارچ / اپریل	1968	12
1988	نامعلوم	خاتون	13	4-3	مارچ / اپریل	1968	15
1989	نامعلوم	حضرت جنید بغدادی رح کی عظیم شخصیت	13	4-3	مارچ / اپریل	1968	18
1990	نامعلوم	طواف کعبہ کی دعائیں	13	4-3	مارچ / اپریل	1968	23
1991	نامعلوم	زیارت مدینہ کی دعائیں	13	4-3	مارچ / اپریل	1968	35
1992	نامعلوم	حاجیوں کیلئے ضروری ھدایات	13	4-3	مارچ / اپریل	1968	46
1993	نامعلوم	امام حسین کا تاریخی خطبہ	12	4	اپریل	1967	19
1994	نامعلوم	شہادت امام سے امت کو حیات نو ملی	12	4	اپریل	1967	21
1995	نامعلوم	عرس شریف	12	5	مئی	1967	33
1996	نامعلوم	پیام رسول امن کے نام	12	6	جون	1967	24
1997	نامعلوم	چندکا آمد حوالے	12	6	جون	1967	49

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1998	نامعلوم	انوار قدسیہ	12	7	جولائی	1967	9
1999	نامعلوم	محافل سماع	12	7	جولائی	1967	14
2000	نامعلوم	شیخ مجدالدین بغدادی رح	12	7	جولائی	1967	15
2001	نامعلوم	چند کارآمد حوالے	12	7	جولائی	1967	49
2002	نامعلوم	اچھی زندگی	12	8	اگست	1967	33
2003	نامعلوم	تنزل	12	2-1	جنوری / فروری	1967	24
2004	نامعلوم	علم وہدایت	12	11-10	اکتوبر / نومبر	1967	12
2005	نامعلوم	حضرت جنید بغدادی رح	12	11-10	اکتوبر / نومبر	1967	18
2006	نامعلوم	خلافت نبوی اور امامت نماز	11	7	جولائی	1966	18
2007	نامعلوم	رسالہ غوث الاعظم رح	11	7	جولائی	1966	23
2008	نامعلوم	اشیا میں اثر	11	7	جولائی	1966	36
2009	نامعلوم	حمد ربی و مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم	11	8	اگست	1966	19
2010	نامعلوم	غوث الاعظم	11	8	اگست	1966	46
2011	نامعلوم	فیض	11	9	ستمبر	1966	26
2012	نامعلوم	فضیلت اسلام	11	2-1	جنوری / فروری	1966	57
2013	نامعلوم	مولانا روم	11	2-1	جنوری / فروری	1966	65
2014	نامعلوم	عبداللہ بن زبیر رض	11	2-1	جنوری / فروری	1966	67
2015	نامعلوم	آداب مرید	11	4-3	مارچ / اپریل	1966	17
2016	نامعلوم	اسرار تصوف	11	4-3	مارچ / اپریل	1966	38
2017	نامعلوم	اصطلاحات تصوف	11	4-3	مارچ / اپریل	1966	47
2018	نامعلوم	طواف کعبہ کی دعائیں	10	3	مارچ	1965	23
2019	نامعلوم	زیارت مدینہ کی دعائیں	10	3	مارچ	1965	35
2020	نامعلوم	کھوکھلے قہقہوں میں چیخیں	10	9	ستمبر	1965	33
2021	نامعلوم	معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	10	11	نومبر	1965	20
2022	نامعلوم	خصائل و شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	10	11	نومبر	1965	25
2023	نامعلوم	الزکوٰۃ	8	3	مارچ	1963	7
2024	نامعلوم	عید رمضان	8	3	مارچ	1963	43
2025	نامعلوم	ریاست کی تشکیل	8	4	اپریل	1963	22
2026	نامعلوم	ابوتراب	8	6	جون	1963	36

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
2027	نامعلوم	تواتر	8	7	جولائی	1963	37
2028	نامعلوم	خدا کے دوست زندہ ہیں	8	8	اگست	1963	41
2029	نامعلوم	روح الملکوتی	8	8	اگست	1963	50
2030	نامعلوم	مسلمانون کو عالم اسلام میں نقل عمل کی آزادی	8	11	نومبر	1963	14
2031	نامعلوم	نقاب اٹھ جانیکے بعد	8	11	نومبر	1963	30
2032	نامعلوم	تبلیغ اسلام اور اولیاے کرام	8	11	نومبر	1963	41
2033	نامعلوم	صداقت	8	11	نومبر	1963	63
2034	نامعلوم	زہریلے مادے اور کائنات	3	10	اکتوبر	1958	50
2035	نامہ نگار	ازبکستان کے مذہبی اور سماجی باقیات	4	2	فروری	1959	37
2036	نذیر الحق	محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	18	3	مارچ	1973	104
2037	نذیر الحق	دعاء اور استجابت دعاء	17	11	نومبر	1972	56
2038	نسیم نقوی	ایک نیا شاعر	9	2	فروری	1964	33
2039	نصر اللہ خاں عزیز	اسلام جہاد مسلمان	13	11	نومبر	1968	25
2040	نصرت حاشمی	مسلمانوں کی ایجادات	14	5	مئی	1969	17
2041	نصیر الدین ہاشمی	بنگال میں اردو	9	5	مئی	1964	25
2042	نظام الدین اولیاء	سلطان التارکین	5	11	نومبر	1960	23
2043	نعیم انصاری	جنگ بدر	19	7	جولائی	1974	49
2044	نعیم انصاری	جنگ بدر	17	7	جولائی	1972	43
2045	نواب گذری شاہ بابا	حضرت علی کا سراپاے معنوی	11	10	اکتوبر	1966	47
2046	نواب گذری شاہ بابا	فلسفہ تصوف	10	9	ستمبر	1965	25
2047	نور بخش توکلی	حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	21	3	مارچ	1976	49
2048	نور احمد انور فریدی	سر الودود	7	7	جولائی	1962	30
2049	نور احمد خان فریدی مولوی	تاریخ ہند پر ایک مکالمہ	2	3	مارچ	1957	52
2050	نور احمد خان فریدی مولوی	امام حسین پر بغاوت کا الزام	1	2	اپریل	1956	21
2051	نور الاسلام صدیقی	جنگ بدر	8	10	اکتوبر	1963	57
2052	نوید رفعت صاحب	سائنس کی دنیا میں	17	5	مئی	1972	50
2053	نیاز فتح پوری	اردو پر متصوفانہ شاعری کا احسان	23	5-4	اپریل / مئی	1978	33
2054	نیاز فتح پوری	اردو پر متصوفانہ شاعری کا احسان	22	12-11	نومبر / دسمبر	1977	33
2055	نیاز فتح پوری	اردو پر متصوفانہ شاعری کا احسان	21	9	ستمبر	1976	41

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
2056	والٹر کولرز	مذہب کے متعلق سوویت یونین کا رویہ	3	8--9	اگست ستمبر	1958	35
2057	وحید احمد	نظام چشتیہ اور سلاطین دہلی	4	11	نومبر	1959	39
2058	وحید احمد صاحب	خواجہ غریب نواز کا طرز تبلیغ	22	6	جون	1977	4
2059	وحید احمد صاحب	خواجہ غریب نواز کا طرز تبلیغ	21	6	جون	1976	10
2060	وحید احمد صاحب	خواجہ غریب نواز کا طرز تبلیغ	9	2	فروری	1964	12
2061	وحید انجم القادری	ہائے اقبال	15	12	دسمبر	1970	55
2062	وقار اشدی	ناشط صدیقی بریلوی	9	10	اکتوبر	1964	61
2063	وقار راشدی	خواجہ میر درد بحیثیت صوفی شاعر	10	5	مئی	1965	63
2064	وقار صدیقی	عرس مبارک کے چند مناظر	11	5	مئی	1966	37
2065	ڈاکٹر بشیر الحق	پاسبان حرم	1	10	دسمبر	1956	3
2066	ڈاکٹر تاج علی قریشی	غالب اور تلاش حسن	19	5	مئی	1974	37
2067	ڈاکٹر تاج علی قریشی	غالب اور تلاش حسن	2	10	اکتوبر	1957	28
2068	ڈاکٹر ولی محمد قریشی	راہ سلوک اور ضرورت شیخ	9	2	فروری	1964	43
2069	ڈاکٹر ذاکر حسین	حضرت نظام الدین اولیاء	7	12	دسمبر	1962	35
2070	ڈاکٹر سلام سندیلوی	ثاقب لکھنوی	9	10	اکتوبر	1964	53
2071	ڈاکٹر سید محمد جعفری	شوکت رمضان	17	7	جولائی	1972	31
2072	ڈاکٹر سید محمود	تاج الاولیاء	16	4	اپریل	1971	16
2073	ڈاکٹر عبدالروف ہاشمی	خیر البشر	11	7	جولائی	1966	42
2074	ڈاکٹر عبدالروف ہاشمی	مجاہد اسلام	11	7	جولائی	1966	46
2075	ڈاکٹر محمد آصف قدوائی	سماجی برائیاں قول و فعل کا تضاد	14	3	مارچ	1969	30
2076	ڈاکٹر محمد ابراہیم خلیل	اقبال ایک متکلم کی حیثیت سے	12	8	اگست	1967	9
2077	ڈاکٹر محمد افضال حسین قادری	مسلمانوں کی تعلیم	8	6	جون	1963	9
2078	ڈاکٹر محمد محمود احمد	قرآن مجید اور اسکی کتابت و طباعت	12	9	ستمبر	1967	18
2079	ڈاکٹر محمد افضال حسین قادری	ایک یادگار شخصیت	-	محمود نمبر	دانشکدہ		63
2080	ڈاکٹر محمود احمد	جناب اطہر نفیس	-	محمود نمبر	خطوط	-	256
2081	ڈاکٹر محمود احمد	بابا ذہین شاہ تاجی کے نام	-	محمود نمبر	خطوط	-	257
2082	ڈاکٹر محمود احمد	مولانا سید اختر علی شاہ تاجی	-	محمود نمبر	خطوط	-	272
2083	ڈاکٹر محمود احمد	جناب اختر الدین ملک مرحوم	-	محمود نمبر	خطوط	-	278
2084	ڈاکٹر محمود احمد	جناب شہید الاسلام	-	محمود نمبر	خطوط	-	280

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
2085	ڈاکٹر محمود احمد	جناب ولی امام	-	محمود نمبر	خطوط	-	289
2086	ڈاکٹر محمود احمد	جناب افضل امام	-	محمود نمبر	خطوط	-	290
2087	ڈاکٹر محمود احمد	رحمت عالم	7	8	اگست	1962	35
2088	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی	تعلیم کے جدید مسئلے	13	10	اکتوبر	1968	14
2089	ڈاکٹر ایم ایم احمد	حدیث نفس	5	11	نومبر	1960	35
2090	ڈاکٹر ذاکر حسین	بچوں کی شخصیت	4	5	مئی	1959	20
2091	ڈاکٹر سید محمود احمد	حیات سرمدی	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	141
2092	ڈاکٹر محمود احمد	اسلامی تعلیم	7	6	جون	1962	22
2093	ڈاکٹر معین الدین جمیل	مولانا روم فلسفہ جدید کی روشنی میں	1	5	جولائی	1956	31
2094	ڈاکٹر معین الدین جمیل	مولانا روم فلسفہ جدید کی روشنی میں	1	4	جون	1956	15
2095	ڈاکٹر معین الدین جمیل	مولانا روم فلسفہ جدید کی روشنی میں	1	6	اگست	1956	33
2096	ہاشم فاضل شمسی محمد	مسیح	7	5	مئی	1962	29
2097	ہاشم فاضل شمسی محمد	احمد و محمد	4	3	مارچ	1959	13
2098	ہاشم فاضل شمسی محمد	انکار رسالت	3	1	جنوری	1958	21
2099	ہاشم فاضل شمسی محمد	نبی کی بشریت	3	10	اکتوبر	1958	33
2100	ہاشم فاضل شمسی محمد	روسی انداز فکر	3	8--9	اگست ستمبر	1958	12
2101	ہاشم فاضل شمسی محمد	تصور شیخ	2	3	مارچ	1957	25
2102	ہاشم فاضل شمسی محمد	استعانت	2	4	اپریل	1957	19
2103	ہاشم فاضل شمسی محمد	اصل دین	2	5	مئی	1957	12
2104	ہاشم فاضل شمسی محمد	عرس ناجائز ہے؟	2	8	اگست	1957	22
2105	ہاشم فاضل شمسی محمد	اسلام کا نظام حکومت	10	1	جنوری	1965	28
2106	ہاشم فاضل شمسی محمد	اسلام کا نظام حکومت	10	2	فروری	1965	43
2107	ہاشم فاضل شمسی محمد	صلوٰۃ و سلام کی اہمیت	9	11	نومبر	1964	17
2108	ہاشم فاضل شمسی محمد	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	8	7	جولائی	1963	25
2109	ہاشم فاضل شمسی محمد	نبی کی زبان	5	1	جنوری	1960	47
2110	ہاشم فاضل شمسی محمد	محمد رسول اللہ	2	10	اکتوبر	1957	12
2111	ہاشم فاضل شمسی محمد	انبیاء کرام علیہم السلام	21	5	مئی	1976	19
2112	ہاشم فاضل شمسی محمد	شب قدر	20	9	ستمبر	1975	13
2113	ہاشم فاضل شمسی محمد	باب التفسیر	19	4	اپریل	1974	41

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نثر)	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
2114	ہاشم فاضل شمسی محمد	رسول صلی اللہ علیہ وسلم	18	1	جنوری	1973	43
2115	ہاشم فاضل شمسی محمد	رسول صلی اللہ علیہ وسلم	18	3	مارچ	1973	86
2116	ہاشم فاضل شمسی محمد	شب قدر	17	7	جولائی	1972	29
2117	ہاشم فاضل شمسی محمد	تاج الاولیاء	16	4	اپریل	1971	14
2118	ہاشم فاضل شمسی محمد	باباتاج الدین رح	15	4	اپریل	1970	29
2119	ہاشم فاضل شمسی محمد	احمد و محمد	4	5	مئی	1959	35
2120	ہاشم فاضل شمسی محمد	جذب وسکر	4	11	نومبر	1959	45
2121	ہاشم فاضل شمسی محمد	باباصاحب رح	4	8-9	اگست ستمبر	1959	28
2122	ہاشم فاضل شمسی محمد	استفسارات	2	1	جنوری	1957	44
2123	ہاشم فاضل شمسی محمد	تصور شیخ	2	2	فروری	1957	25
2124	ہاشم فاضل شمسی محمد	کیا؟ کیسے؟ کیوں؟ کہاں سے کس لئے؟	1	3	مئی	1956	11
2125	ہاشم فاضل شمسی محمد	کیا؟ کیسے؟ کیوں؟ کہاں سے کس لئے؟	1	4	جون	1956	23
2126	ہاشم فاضل شمسی محمد	سجدۂ تعظیم	1	7	ستمبر	1956	27
2127	ہاشم فاضل شمسی محمد	عالم الغیب والشھادۃ	1	10	دسمبر	1956	9
2128	ہاشم فاضل شمسی محمد	حیات الصالحین	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	33
2129	ہاشم فاضل شمسی محمد	کمال حیات	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	60
2130	ہاشم فاضل شمسی محمد	حقیقت حیات	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	75
2131	ہاشم فاضل شمسی محمد	انبیاء کی ولادت وفات اور بعثت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	111
2132	ہاشم فاضل شمسی محمد مولانا	نزول قرآن	1	5	جولائی	1956	18
2133	یعقوب خالد	اسلامی قوانین میں اجماع کی اہمیت	11	12-11	نومبر / دسمبر	1966	42
2134	یوسف شاہ تاجی	مثنوی اسرار تاج	4	8-9	اگست ستمبر	1959	29
2135	یوسف شاہ تاجی	تذکرہ تاج الدین اولیاء	4	8-9	اگست ستمبر	1959	49
2136	یوسف شاہ تاجی	تاج الاولاد	2	7	جولائی	1957	19
2137	یوسف شاہ تاجی	توحید	2	7	جولائی	1957	29
2138	یوسف قادری	حیات انبیاء	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	105

حصہ نظم

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
1	احمد حسن قادری	کوئے محمد	نعت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	84
3	ابراہیم ساگی	نعت شریف	نعت	1	10	دسمبر	1956	15
4	ابوالبرکات مشرب	جلوۂ جانانہ	نظم	3	5--4	اپریل	1958	114
5	ابوالعجز ساجد اسدی	یگانہ زماں مبلغ اسلام	نظم	-	محمود نمبر	حصہ نظم	-	42
6	ابوالعجز ساجد اسدی	ہفت نعت	نعت	13	9	ستمبر	1968	36
7	ابوالعجز ساجد اسدی	ہمنشین دل	غزل	13	10	اکتوبر	1968	46
8	ابوالعجز ساجد اسدی	قطعات	قطعات	13	11	نومبر	1968	41
9	ابوسعید المخزومی	تحفۃ المرسلہ	منقبت	20	6-5	مئی/جون	1975	168
10	اجتبیٰ رضوی	غزل	غزل	1	3	مئی	1956	50
11	احسان قریشی	عرس صابر	نظم	19	2-1	جنوری/فروری	1974	32
12	احمد حمید	گدا ایم و لے	غزل	10	6	جون	1965	43
13	احمد شاہ بخاری (پطرس)	رباعیات	رباعیات	6	2	فروری	1961	10
14	احمد مرزا صابر	سبحان اللہ سبحان اللہ	حمد	3	1	جنوری	1958	35
15	احمد مرزا صابر	محبت رسول	نعت	2	9	ستمبر	1957	26
16	احمر رفاعی	غزل	غزل	10	2	فروری	1965	42
17	اختر شیرانی	اے نسیم سحر	غزل	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	84
18	اختر قادری	تشنگی	غزل	2	3	مارچ	1957	24
19	اختر قادری	تشنگی	نظم	2	9	ستمبر	1957	13
20	اختر موہانی	حقائق و معارف	نظم	3	7	جولائی	1958	27

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
21	اختر موہانی	حقائق و معارف	غزل	4	7	جولائی	1959	27
22	اختر رحمانی	ماہ محبوب خدا	قصیدہ	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	56
23	اختر علی خاں اختر	قوس قزح	نظم	13	11	نومبر	1968	47
24	اختر فیروز	نو یادگار مشاعرے	اشعار	20	10	اکتوبر	1975	17
25	اختر فیروز	بزم سخنوران پاکستان (مشاعرہ)	اشعار	19	3	مارچ	1974	17
26	اختر فیروز	مشاعرہ	اشعار	19	4	اپریل	1974	19
27	اختر فیروز	نذر عقیدت (مشاعرہ)	اشعار	19	2-1	جنوری/فروری	1974	54
28	اختر فیروز	آمین	قطعہ	18	5	مئی	1973	15
29	اختر فیروز	مشاعرہ	غزلیات	15	5	مئی	1970	21
30	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	8	12	دسمبر/جنوری	1963/64	45
31	ادارہ	منقبتی مشاعرہ	مناقب	23	2-1	جنوری/فروری	1978	21
32	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	23	2-1	جنوری/فروری	1978	33
33	ادارہ	منقبتی مشاعرہ	مناقب	22	2-1	جنوری/فروری	1977	3
34	ادارہ	منقبتی مشاعرہ	مناقب	22	12-11	نومبر/دسمبر	1977	21
35	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	21	9	ستمبر	1976	49
36	ادارہ	گلدستہ مناقب 1959 تا 1965	مناقب	21	11	نومبر	1976	17
37	ادارہ	گلدستہ مناقب یوسفی		21	12	دسمبر	1976	43
38	ادارہ	مشاعرہ	اشعار	21	2-1	جنوری/فروری	1976	129
39	ادارہ	نذر عقیدت (مشاعرہ)		20	3	مارچ	1975	25
40	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	20	4	اپریل	1975	14
41	ادارہ	نذر عقیدت	نظم	20	12	دسمبر	1975	22

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
42	ادارہ	نذر عقیدت (مشاعرہ)	اشعار	19	12	دسمبر	1974	29
43	ادارہ	مشاعرہ (مختلف شعراء)	اشعار	18	3	مارچ	1973	66
44	ادارہ	بزم سخنوران پاکستان (مشاعرہ)	اشعار	18	11	نومبر	1973	42
45	ادارہ	مشاعرہ	اشعار	17	7	جولائی	1972	65
46	ادارہ	مشاعرہ	اشعار	16	3	مارچ	1971	17
47	ادارہ	کل پاکستان مشاعرہ	اشعار	16	5	مئی	1971	35
48	ادارہ	مشاعرہ		15	3	مارچ	1970	44
49	ادارہ	گلدستہ مناقب	مناقب	12	5	مئی	1967	53
50	ادارہ	کلام علی رض	کلام	11	10	اکتوبر	1966	51
51	ادارہ	گلدستہ مناقب	مناقب	10	4	اپریل	1965	51
52	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	10	11	نومبر	1965	24
53	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	10	12	دسمبر	1965	13
54	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	9	3	مارچ	1964	46
55	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	9	4	اپریل	1964	39
56	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	9	10	اکتوبر	1964	30
57	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	8	2	فروری	1963	47
58	ادارہ	مشاعرہ	نظمیں	8	6	جون	1963	61
59	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	8	9	ستمبر	1963	49
60	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	8	11	نومبر	1963	57
61	ادارہ	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	7	5	مئی	1962	30
62	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	7	5	مئی	1962	47

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
63	ادارہ	مشاعرہ	غزلیات	7	8	اگست	1962	53
64	ادارہ	مثنوی مولانا روم	نظم	6	2	فروری	1961	53
65	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	5	1	جنوری	1960	17
66	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	5	3	مارچ	1960	52
67	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	5	4	اپریل	1960	27
70	ادارہ	خلفائے اربعہ کی شاعری	اشعار	5	6	جون	1960	16
71	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	5	6	جون	1960	33
72	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	5	7	جولائی	1960	25
73	ادارہ	انتخاب مشاعرہ (1)	مناقب	5	8	اگست	1960	35
74	ادارہ	انتخاب مشاعرہ (2)	مناقب	5	8	اگست	1960	38
75	ادارہ	مشاعرہ منقبت	مناقب	5	8	اگست	1960	41
76	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	5	9	ستمبر	1960	37
78	ادارہ	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	5	10	اکتوبر	1960	8
79	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	5	10	اکتوبر	1960	49
80	ادارہ	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	5	11	نومبر	1960	43
81	ادارہ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	5	11	نومبر	1960	55
82	ادارہ	مثنوی مولانا روم	نظم	4	11	نومبر	1959	49
83	ادارہ	مثنوی مولانا روم	نظم	4	12	دسمبر	1959	49
84	ادارہ	مثنوی مولانا روم	نظم	6	1	جنوری	1961	44
85	ادارہ (ذہین شاہ تاجی)	سر معراج	نظم	3	4-5	اپریل	1958	127
86	از فرزیدی	غزل	غزل	19	5	مئی	1974	8

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
87	اسد ملتانی	راز کائنات	نظم	1	5	جولائی	1956	57
88	اسد ملتانی	عزم حرم	نظم	1	6	اگست	1956	27
89	اسلم انصاری	حرف مجرمانہ	نظم	3	1	جنوری	1958	14
90	اشرف جہانگیر سمنانی	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	9	10	اکتوبر	1964	29
91	اطہر نفیس	آیات و نغمات (نظم)	نظم	1	4	جون	1956	44
92	اطہر نفیس یوسفی	منقبت (بابا یوسف شاہ تاجی)	منقبت	1	2	اپریل	1956	22
93	اعظم خسروی	حرف دل	نظم	22	5	مئی	1977	35
94	اعظم خسروی	جہل	نظم	22	6	جون	1977	33
95	اعظم خسروی	سر دلبراں	نظم	18	10	اکتوبر	1973	18
96	اعظم خسروی	غزل	غزل	18	7-6	جون / جولائی	1973	47
97	اعلیٰ حضرت فاضل رضا بریلوی	عبدالقادر	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	148
98	افتخار سلیمی ذہنی	سلام بحضور سید الانام ص	سلام	13	8	اگست	1968	33
99	افتخار سلیمی ذہنی	ہدیہ محبت	منقبت	13	11	نومبر	1968	23
100	افقر موہانی	سفر نامہ حرمین	غزلیات	6	2	فروری	1961	25
101	افقر موہانی	حقائق و معارف	غزل	6	2	فروری	1961	36
102	افقر موہانی	حقائق و معارف	نظم	5	1	جنوری	1960	55
103	افقر موہانی	حسن تغزل	غزل	4	12	دسمبر	1959	32
104	افقر موہانی	غزل	غزل	9	9	ستمبر	1964	31
105	افقر موہانی	بلائیں کاش سرکار مدینے	نعت	1	10	دسمبر	1956	45
106	اقبال ارشد	غزل	غزل	9	11	نومبر	1964	41

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
107	اکبر آبادی	رباعیات	رباعیات	9	10	اکتوبر	1964	37
108	اکبر آبادی	رباعیات	رباعیات	9	12	دسمبر	1964	53
109	الم مظفر نگری	چیست رمز عید	نظم	10	2	فروری	1965	15
110	الیاس عشقی	زجستجوست	غزل	2	5	مئی	1957	51
111	الیاس عشقی	کیف ونشاط	نظم	6	2	فروری	1961	35
112	امام زین العابدین	قصیدہ	قصیدہ	3	5--4	اپریل	1958	42
113	امام احمد رضا خان رح	حیات انبیاء	نعت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	92
114	امر چند قیس	گوہر عقیدت	نعت	6	1	جنوری	1961	18
115	انصار الہ آبادی	یارسول اللہ	نعت	5	2	فروری	1960	33
116	انصار الہ آبادی	معیار نظر	نظم	2	5	مئی	1957	53
117	انصار الہ آبادی	تحفہ ربیع الاول	قصیدہ	2	10	اکتوبر	1957	27
118	انصار الہ آبادی	کیفیات	نظم	1	3	مئی	1956	50
119	انصار الہ آبادی	نغمہ نعت	نعت	1	5	جولائی	1956	57
120	انصار الہ آبادی	شاہ است حسین	منقبت	1	6	اگست	1956	8
121	انصار الہ آبادی	چیتابیاں	نظم	1	10	دسمبر	1956	46
122	انصار الہ آبادی	اللہ اللہ	حمد	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	48
123	ایاز ملتانی	میکدہ وساقی	غزل	3	5--4	اپریل	1958	13
124	ایم ایف وحشت بریلوی	برق وشرر	غزل	4	5	مئی	1959	46
125	بادہ کہن	خنجر تہہ خنجر	غزل	10	7-8	جولائی / اگست	1965	44
126	برکت علی خاں یوسفی	غزل	غزل	10	6	جون	1965	42
127	برکت علی خاں یوسفی	غزل	غزل	10	9	ستمبر	1965	40

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
128	بریلوی	کلام وحشت	غزل	2	5	مئی	1957	15
129	بہزاد لکھنوی	زمزمہ نعت	نعت	1	8---9	اکتوبر/نومبر	1956	28
130	بیدم وارثی	قلب جہانی	منقبت	20	6-5	مئی/جون	1975	156
131	بے نام	غزل	غزل	2	11	نومبر	1957	24
132	پروفیسر کرم حیدری	رات	نظم	11	12-11	نومبر/دسمبر	1966	35
133	پروفیسر اجتبیٰ رضوی	انتخاب	غزل	4	5	مئی	1959	23
134	پروفیسر اقبال عظیم	نعت شریف	نعت	20	9	ستمبر	1975	44
135	پنڈت آنند نراین زتشی گلزار دہلوی	کامیابی	قطعہ	4	3	مارچ	1959	6
136	پیرزادہ احسان الحق فاروقی	نذرانہ عقیدت	نعت	10	6	جون	1965	14
137	تابش دہلوی	غزل	غزل	10	1	جنوری	1965	27
138	تابش دہلوی	غزل	غزل	9	12	دسمبر	1964	45
139	جاذب قریشی	بزم سخنوران پاکستان (مشاعرہ)	اشعار	18	7-6	جون/جولائی	1973	17
140	جبین بانو	حدیث عشق	نظم	3	5--4	اپریل	1958	65
141	جگر مراد آبادی	نعت شریف	نعت	5	11	نومبر	1960	46
142	جگن ناتھ آزاد	مرثیہ	نظم	9	5	مئی	1964	8
143	جلیل قدوائی	جگر کے غیر مطبوعہ اشعار	اشعار	10	1	جنوری	1965	54
144	جمال باندوی	جمالیات سخن	نظم	5	1	جنوری	1960	8
145	جمیل	جمالیات سخن	نظم	5	1	جنوری	1960	8
146	جمیل (راجشاہی یونیورسٹی)	بارش فیضان	نظم	3	6	جون	1958	54
147	جمیل علوی	نعت شریف	نعت	2	11	نومبر	1957	48

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
148	جمیل نقوی	خطا معاف	غزل	9	9	ستمبر	1964	29
149	جمیلہ خاتون پروفیسر	ذات وصفات	نظم	2	6	جون	1957	51
150	جوش ملیح آبادی	رباعیات	رباعیات	20	7	جولائی	1975	34
151	جوش ملیح آبادی	پیغام حیات	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	166
152	جوش ملیح آبادی	آداب پیام	قصیدہ	7	6	جون	1962	5
153	جوش ملیح آبادی شاعر انقلاب	تھکی ہوئی آواز	نظم	1	2	اپریل	1956	34
154	حافظ عبدالعلی قادری چشتی	مسیحائے زماں	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	154
155	حافظ مظہر الدین	نعت شریف	نعت	17	10-9	ستمبر / اکتوبر	1972	52
156	حسان الحیدری	محسن روحانیاں	نظم	19	7	جولائی	1974	14
157	حسرت کاسگنجوی	غزل	غزل	11	12-11	نومبر / دسمبر	1966	18
158	حسرت موہانی	شیاللہ	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	152
159	حسرت موہانی	دستگیر	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	152
160	حسن جعفری	امام زندہ ہیں	نظم	2	8	اگست	1957	11
161	حشمت یوسفی	محمد محمود احمد	نظم	-	محمود نمبر	حصہ نظم	-	43
162	حشمت یوسفی	غزل در غزل	غزلیات	13	11	نومبر	1968	51
163	حشمت یوسفی	غزل	غزل	10	1	جنوری	1965	59
164	حشمت یوسفی	منقبت	منقبت	10	4	اپریل	1965	10
165	حشمت یوسفی	اشعار	اشعار	9	11	نومبر	1964	28
166	حشمت یوسفی	غزل	غزل	9	12	دسمبر	1964	61
167	حضرت بابا ذہین شاہ تاجی	زندگی	نظم	8	12	دسمبر / جنوری	1963/64	8

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
168	حضرت باباذہین شاہ تاجی	قطعاتِ وفات	قطعات	-	محمود نمبر	حصہ نظم	-	35
169	حضرت باباذہین شاہ تاجی	خلافت	نظم	22	3	مارچ	1977	3
170	حضرت باباذہین شاہ تاجی	غریب نوازرح	نظم	22	6	جون	1977	3
171	حضرت باباذہین شاہ تاجی	بہر سو آشکارا جلوہ۔۔۔۔۔۔	غزل	22	9	ستمبر	1977	44
172	حضرت باباذہین شاہ تاجی	یا حضرت بابا تاج الدین رح		22	2-1	جنوری/فروری	1977	2
173	حضرت باباذہین شاہ تاجی	اداریہ		21	3	مارچ	1976	2
174	حضرت باباذہین شاہ تاجی	خلافت	نظم	21	3	مارچ	1976	27
175	حضرت باباذہین شاہ تاجی	کیا ہو؟		21	5	مئی	1976	44
176	حضرت باباذہین شاہ تاجی	ساتھ رہوں		21	5	مئی	1976	46
177	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	غریب نوازؒ	غزل	21	6	جون	1976	3
178	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	حجابات		21	7	جولائی	1976	33
179	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	غزل	غزل	21	7	جولائی	1976	35
180	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	سلام	سلام	21	2-1	جنوری/فروری	1976	8
181	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	سیدنا حسین علیہ السلام	منقبت	21	2-1	جنوری/فروری	1976	31
182	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	سلام	سلام	21	2-1	جنوری/فروری	1976	34
183	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	خان اور ڈاکٹر خان	غزل	20	4	اپریل	1975	3
184	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	یوسف ہارون	غزل	20	4	اپریل	1975	4
185	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	اہل سندھ سے	نظم	20	4	اپریل	1975	6
186	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	سلام بحضور صلی اللہ علیہ وسلم	سلام	20	4	اپریل	1975	16
187	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	فارسی کلام	کلام	20	4	اپریل	1975	48
188	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	غریب نوازؒ	غزل	20	7	جولائی	1975	3

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
189	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	عید	نظم	20	9	ستمبر	1975	2
190	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	فارسی کلام	کلام	20	9	ستمبر	1975	15
191	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	وطن ہے اپنا	نظم	20	10	اکتوبر	1975	79
192	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	خون حسین	منقبت	20	2-1	جنوری / فروری	1975	4
193	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	شہید	منقبت	20	2-1	جنوری / فروری	1975	15
194	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	سلام	سلام	20	2-1	جنوری / فروری	1975	17
195	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	محبوب سبحانی	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	157
196	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	کرم غوث الاعظم	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	158
197	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	خلیفہ اعظم	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	158
198	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	شاہ جیلانی	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	161
199	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	خواجہ دوسرا		19	4	اپریل	1974	2
200	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	غزل	غزل	19	5	مئی	1974	8
201	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	نعت شریف	نعت	19	6	جون	1974	1
202	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	حقیقت عالم و آدم	نظم	19	6	جون	1974	35
203	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	نعت شریف	نعت	19	7	جولائی	1974	1
204	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	التجاء	نعت	19	7	جولائی	1974	15
205	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	غزل (فارسی)	غزل	19	7	جولائی	1974	16
206	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	غزل (فارسی)	غزل	19	7	جولائی	1974	33
207	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	غزلیات	غزلیات	19	8	اگست	1974	29
208	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	فارسی کلام	کلام	19	9	ستمبر	1974	15
209	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	عید	قطعات	19	10	اکتوبر	1974	6

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
210	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	فارسی کلام	کلام	19	10	اکتوبر	1974	50
211	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	الف بھی جھوٹا۔۔۔۔	نظم	19	11	نومبر	1974	4
212	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	فارسی کلام	کلام	19	11	نومبر	1974	24
213	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	زلزلہ	نظم	19	12	دسمبر	1974	2
214	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	دل کی ہر دھڑکن۔۔۔۔	کلام	19	12	دسمبر	1974	21
215	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	میکدہ		19	12	دسمبر	1974	41
216	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	سلام حسین	سلام	19	2-1	جنوری/فروری	1974	8
217	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	تجاویز	نظم	18	1	جنوری	1973	2
218	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	شہید	منقبت	18	2	فروری	1973	20
219	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	سلام	سلام	18	2	فروری	1973	22
220	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	خون حسین	منقبت	18	2	فروری	1973	24
221	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	مشاعرہ (مختلف شعراء)	اشعار	18	2	فروری	1973	39
222	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	نعت شریف	نعت	18	3	مارچ	1973	96
223	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	جشن آئین	نظم	18	5	مئی	1973	4
224	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	سال نو۔ مطالبات۔ تجاویز۔ جشن آئین	نظمیں	18	8	اگست	1973	19
225	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	عرفانیات	نظم	18	8	اگست	1973	67
226	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	یہ حقیقت مجازی ہیں سر ہے	غزل	18	8	اگست	1973	68
227	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	سیلاب	نظم	18	8	اگست	1973	69
228	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	غزل	غزل	18	11	نومبر	1973	37
229	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	تعزیہ	غزل	18	11	نومبر	1973	38

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
230	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	سال نو جنوری ۱۹۷۲ء	نظم	17	1	جنوری	1972	11
231	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	جامعیت	نظم	17	1	جنوری	1972	12
232	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	محفل مشاعرہ (مختلف شعراء)	اشعار	17	3	مارچ	1972	7
233	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	روندو پھولوں کو اور کلیا مسلو	قطعہ	17	3	مارچ	1972	112
234	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	رو بر سر تیغ	نعت	17	5	مئی	1972	12
235	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	اعلیٰ العلیٰ محمد	نعت	17	7	جولائی	1972	8
236	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	نفس پیمبر	منقبت	17	7	جولائی	1972	22
237	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	روزہ	نظم	17	7	جولائی	1972	27
238	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	حکمت دعا	نظم	17	7	جولائی	1972	30
239	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	اداریہ	نظم	17	8	اگست	1972	5
240	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	شب معراج	نظم	17	8	اگست	1972	31
241	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	نعت شریف	نعت	17	8	اگست	1972	33
242	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	17	9،10	ستمبر/اکتوبر	1972	21
243	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	یہ حقیقت مجازی میں رہے	نظم	16	1	جنوری	1971	4
244	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	مشاعرہ (مختلف شعراء)	غزلیات	16	2	فروری	1971	25
245	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	تاج الاولیاء		16	4	اپریل	1971	15
246	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	غزلیات	غزلیات	16	7	جولائی	1971	59
247	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	سلام	سلام	15	3	مارچ	1970	64
248	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	سلام	سلام	15	4	اپریل	1970	11
249	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	ہدیہ نعت	قطعات	15	4	اپریل	1970	12
250	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	تاج الاولیاء	نظم	15	4	اپریل	1970	30

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
251	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	نفی غیر اللہ	نظم	15	4	اپریل	1970	32
252	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	انتباہ	نظم	15	6	جون	1970	57
253	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	جماعت، در جماعت، در جماعت	نظم	15	9	ستمبر	1970	2
254	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	حقیقت عالم وادم	نعت	15	8-7	جولائی/اگست	1970	33
255	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	غزل	غزل	15	8-7	جولائی/اگست	1970	81
256	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	رباعیات	رباعیات	14	5	مئی	1969	48
257	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	رفت گذشت	نظم	14	7	جولائی	1969	27
258	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	گلدستہ مناقب	مناقب	14	7	جولائی	1969	44
259	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	بھول گئے	غزل	14	-	-	1969	19
260	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	ساعت ہجر	غزل	14	-	-	1969	20
261	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	مقصود	غزل	14	-	-	1969	21
262	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	چاہتے ہیں	غزل	14	-	-	1969	22
263	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	کم فہمی	غزل	14	-	-	1969	57
264	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	تیرا تخیل۔۔۔	غزل	14	-	-	1969	58
265	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	اصول وفا	غزل	14	-	-	1969	59
266	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	حاصل کائنات	غزل	14	-	-	1969	60
267	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	نعت شریف	نعت	14	11-10	اکتوبر/نومبر	1969	10
268	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	گلدستہ مناقب	مناقب	14	11-10	اکتوبر/نومبر	1969	19
269	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	رباعیات	رباعیات	14	11-10	اکتوبر/نومبر	1969	62
270	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	رباعیات	رباعیات	14	11-10	اکتوبر/نومبر	1969	65
271	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	منقبتی مشاعرہ (دیگر)	مناقب	14	9-8	اگست/ستمبر	1969	17

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
272	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	نہ یک حرف تمنا۔۔۔۔۔	نظم	13	1	جنوری	1968	22
273	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	منقبتی مشاعرہ (دیگر)	مناقب	13	2	فروری	1968	20
274	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	منقبتی مشاعرہ (دیگر)	مناقب	13	5	مئی	1968	29
275	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	زندگی	نظم	13	6	جون	1968	25
276	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	نظر کشی	نظم	13	7	جولائی	1968	47
277	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	قندپاری	نظم	13	8	اگست	1968	27
278	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	جمالیات	غزلیات	13	8	اگست	1968	37
279	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	13	10	اکتوبر	1968	10
280	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	رباعیات	رباعیات	13	10	اکتوبر	1968	34
281	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	جمال نو	نظم	13	11	نومبر	1968	11
282	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	13	4-3	مارچ/اپریل	1968	91
283	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	گلدستہ مناقب	مناقب	12	4	اپریل	1967	47
284	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	مژدہ اے میکشو بہار آئی	نظم	12	8	اگست	1967	6
285	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	مقام شبیری	منقبت	11	5	مئی	1966	6
286	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	11	7	جولائی	1966	16
287	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	نعت	نعت	11	7	جولائی	1966	41
288	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	11	7	جولائی	1966	49
289	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	من حسن تو۔۔۔۔	رباعی	11	7	جولائی	1966	62
290	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	11	8	اگست	1966	42
291	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	11	9	ستمبر	1966	35
292	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	میلاد علی رض	اشعار	11	10	اکتوبر	1966	28

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
293	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	مناقب علی مولائی رض	مناقب	11	10	اکتوبر	1966	30
294	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	غزل	غزل	11	2-1	جنوری/فروری	1966	20
295	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	11	2-1	جنوری/فروری	1966	69
296	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	11	12-11	نومبر/دسمبر	1966	45
297	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	گلدستہ مناقب (مختلف شعراء)	مناقب	11	4-3	مارچ/اپریل	1966	55
298	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	خودی	غزل	10	1	جنوری	1965	7
299	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	قند پارسی	نظم	10	1	جنوری	1965	26
300	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	10	2	فروری	1965	20
301	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	10	3	مارچ	1965	91
302	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	گلدستہ مناقب (مختلف شعراء)	مناقب	10	5	مئی	1965	48
303	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	10	5	مئی	1965	66
304	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	عید کا چاند	نظم	10	9	ستمبر	1965	28
305	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	بھارتی سورماؤں سے کہدو	نظم	10	10	اکتوبر	1965	33
306	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	مجاہدین سے	نظم	10	10	اکتوبر	1965	39
307	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	سیالکوٹ	نظم	10	10	اکتوبر	1965	44
308	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	تضمین بر غزل حافظ	غزل	10	11	نومبر	1965	40
309	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	پاکستان	نظم	10	11	نومبر	1965	41
310	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	6 ستمبر یاد رکھ	نظم	10	11	نومبر	1965	42
311	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	یو۔این۔او	غزل	10	11	نومبر	1965	43
312	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	مجاہدین سے	نظم	10	11	نومبر	1965	44
313	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	بھارتی سورماؤں سے کہدو	نظم	10	11	نومبر	1965	45

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
314	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	اے عالم اسلام	نظم	10	11	نومبر	1965	47
315	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	سیالکوٹ	نظم	10	11	نومبر	1965	48
316	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	10	12	دسمبر	1965	33
317	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	10	7-8	جولائی/اگست	1965	41
318	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	9	3	مارچ	1964	43
319	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	9	4	اپریل	1964	41
320	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	9	5	مئی	1964	33
321	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	مثنوی مولانا روم	مثنوی	9	5	مئی	1964	38
322	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	منقبتی مشاعرہ	مناقب	9	5	مئی	1964	44
323	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	9	8	اگست	1964	25
324	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	منقبت	منقبت	9	10	اکتوبر	1964	19
325	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	9	10	اکتوبر	1964	33
326	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	9	11	نومبر	1964	34
327	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	ذات صفات	غزلیات	9	12	دسمبر	1964	11
328	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	9	12	دسمبر	1964	46
329	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	9	6-7	جون/جولائی	1964	45
330	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	منقبتی مشاعرہ	مناقب	9	6-7	جون/جولائی	1964	56
331	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	سفرنامہ حج	غزلیات	8	1	جنوری	1963	27
332	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	سفرنامہ حج	غزلیات	8	2	فروری	1963	35
333	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	8	2	فروری	1963	51
334	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	قلب	نظم	8	4	اپریل	1963	59

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
335	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	8	5	مئی	1963	48
336	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	سیدنا حسین	منقبت	8	6	جون	1963	7
337	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	یاد	نظم	8	6	جون	1963	55
338	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	انسان کامل کی آواز	نظم	8	6	جون	1963	56
339	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	8	6	جون	1963	57
340	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	تفسیر القول بمالا یرضی قائلہ	نظم	8	7	جولائی	1963	7
341	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	رباعیات	رباعی	8	7	جولائی	1963	60
342	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	رباعیات	رباعیات	8	8	اگست	1963	32
343	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	زعم باطل	رباعی	8	8	اگست	1963	44
344	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	انقلاب	نظم	8	8	اگست	1963	45
345	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	مشاعرہ	اشعار	8	8	اگست	1963	59
346	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	دورات	نظم	8	9	ستمبر	1963	64
347	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	لوح و قلم		8	10	اکتوبر	1963	46
348	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	موسم گل		8	10	اکتوبر	1963	48
349	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	آ		8	10	اکتوبر	1963	49
350	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	صبح بہار		8	10	اکتوبر	1963	50
351	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	مثنوی مولاناروم	مثنوی	8	10	اکتوبر	1963	54
352	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	کلام ذہین	غزل	7	6	جون	1962	21
353	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	مشاعرہ (متفرق شعراء)	غزلیات	7	6	جون	1962	25
372	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	حسن طلب	نظم	7	6	جون	1962	32
373	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	سلام	سلام	7	7	جولائی	1962	17

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
374	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	7	7	جولائی	1962	48
375	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	منقبت (تاج الدین بابا)	منقبت	7	8	اگست	1962	59
376	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر اک شے۔۔۔	نعت	7	9	ستمبر	1962	18
377	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	7	9	ستمبر	1962	45
378	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	7	9	ستمبر	1962	50
379	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	7	10	اکتوبر	1962	51
380	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	7	11	نومبر	1962	17
381	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	اعتبارات	غزل	7	12	دسمبر	1962	50
382	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	کیا ہے تیری تقدیر میں	غزل	7	12	دسمبر	1962	53
383	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	7	12	دسمبر	1962	60
384	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	کلام دوست	غزل	5	6	جون	1960	10
385	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	5	6	جون	1960	39
386	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	5	7	جولائی	1960	31
387	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	سلام	سلام	5	8	اگست	1960	8
388	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	بجواب تہنیت	قصیدہ	5	9	ستمبر	1960	10
389	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	5	9	ستمبر	1960	15
390	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	ساقی	غزل	5	9	ستمبر	1960	18
391	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	5	10	اکتوبر	1960	11
392	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	5	11	نومبر	1960	47
393	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	حسن مقید		4	1	جنوری	1959	56

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
394	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	مجھے وجود میں آنے کی کیا ضرورت تھی		4	1	جنوری	1959	56
395	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	ہستی		4	1	جنوری	1959	56
397	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	عالم	نظم	4	2	فروری	1959	45
398	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	4	3	مارچ	1959	43
399	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	ایک تجلی دو روپ	غزلیات	4	5	مئی	1959	5
400	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	4	5	مئی	1959	24
401	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	4	11	نومبر	1959	35
402	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	رگ رنگ	نظم	3	6	جون	1958	54
403	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	ورق دل	نظم	3	6	جون	1958	54
404	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	کون؟	نظم	3	6	جون	1958	54
405	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	خبر و نظر	نظم	3	7	جولائی	1958	27
406	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	رحمت اللعالمین	نعت	3	10	اکتوبر	1958	40
407	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	امید و تمنا	غزل	3	5-4	اپریل	1958	108
408	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	من حسن تو	قطعہ	2	1	جنوری	1957	8
409	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	نوائے حقیقت	غزل	2	1	جنوری	1957	19
410	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	ایٹم	نظم	2	1	جنوری	1957	24
411	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	اک لطفِ خلق عظیم	نعت	2	1	جنوری	1957	الف
412	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	تفسیر محبت	غزل	2	2	فروری	1957	4
413	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	23مارچ کا ترانہ	نظم	2	3	مارچ	1957	8
414	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	غم ملا سوز ملا	غزل	2	3	مارچ	1957	43

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
415	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	ہم ان کو پانے سے پہلے ہی	غزل	2	4	اپریل	1957	41
418	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	پیام عید	نظم	2	5	مئی	1957	18
420	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	عید 1957	کلام	2	5	مئی	1957	55
421	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	خلوت گہ یگانہ ما	نظم	2	5	مئی	1957	57
422	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	ابو تراب	منقبت	2	6	جون	1957	11
423	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	اظہار حقیقت	نظم	2	6	جون	1957	40
424	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	بندگی۔۔۔خواجگی	نظم	2	6	جون	1957	51
425	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	وہابی قبر	نظم	2	7	جولائی	1957	6
426	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	خلیفۃ اللہ	قطعہ	2	7	جولائی	1957	18
427	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	عطاء	قطعہ	2	7	جولائی	1957	28
428	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	گناہ	قطعہ	2	7	جولائی	1957	32
429	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	وارث سید الانام حسین	سلام	2	8	اگست	1957	3
430	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	خدا کی قدرت	نظم	2	8	اگست	1957	69
431	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	وقت	نظم	2	9	ستمبر	1957	24
432	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	حجاب	نظم	2	10	اکتوبر	1957	6
433	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	میلاد النبی	قطعہ	2	10	اکتوبر	1957	16
434	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	ساتھ رہوں	غزل	2	11	نومبر	1957	3
435	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	سیدنا غوث اعظم	منقبت	2	11	نومبر	1957	8
436	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	خود اپنی بارگہ علم میں ہوں سر بسجود	غزل	1	2	اپریل	1956	45
437	حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ	رضا (قطعہ)	قطعہ	1	3	مئی	1956	6

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
438	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	دنیا (قطعہ)	قطعہ	1	3	مئی	1956	25
442	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	قحط الرجال (کلام)	کلام	1	4	جون	1956	4
443	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	مثنوی تاج الاسرار	مثنوی	1	4	جون	1956	43
444	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	دو اشعار	اشعار	1	5	جولائی	1956	17
445	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	فارسی قطعہ	قطعہ	1	5	جولائی	1956	37
447	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	شعر	شعر	1	5	جولائی	1956	53
448	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	شعر	شعر	1	5	جولائی	1956	54
449	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	قطعہ	قطعہ	1	5	جولائی	1956	55
450	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	قرآن اور تلوار	قطعہ	1	6	اگست	1956	7
451	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	ملاراج	قطعہ	1	6	اگست	1956	7
452	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	نماز جمعہ	نظم	1	10	دسمبر	1956	5
453	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	1	9---8	اکتوبر نومبر	1956	40
454	حضرت مشرقی	افسانہ دل	غزل	7	10	اکتوبر	1962	50
455	حضرت باباذحسین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	6	1	جنوری	1961	19
457	حضرت باباذحسین شاہ تاجیؒ	معین الدین	قطعہ	6	1	جنوری	1961	29
458	حضرت باباذحسین شاہ تاجیؒ	قند فارسی	نظم	6	1	جنوری	1961	49
459	حضرت باباذحسین شاہ تاجیؒ	افکار نو	غزل	6	2	فروری	1961	7
460	حضرت باباذحسین شاہ تاجیؒ	آیات جمال	غزلیات	6	2	فروری	1961	31
461	حضرت باباذحسین شاہ تاجیؒ	جب اب (جمہوریت)	نظمیں	5	1	جنوری	1960	5
462	حضرت باباذحسین شاہ تاجیؒ	بہاریں	غزل	5	1	جنوری	1960	12
463	حضرت باباذحسین شاہ تاجیؒ	بہت ہی یاد آمے	غزل	5	1	جنوری	1960	12

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
464	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	آیاتِ جمال	غزلیات	5	1	جنوری	1960	44
465	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	دریائے سندھ و بھکر	غزل	5	2	فروری	1960	8
466	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	من حسن تو	قطعہ	5	2	فروری	1960	23
467	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	آیاتِ جمال	غزلیات	5	2	فروری	1960	48
468	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	قومی ترانہ	نظم	5	3	مارچ	1960	7
469	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	آیاتِ جمال	غزلیات	5	3	مارچ	1960	44
470	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	تاج اولیاء	منقبت	5	4	اپریل	1960	9
471	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	آیاتِ جمال	غزلیات	5	4	اپریل	1960	30
472	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	مشاعرہ (متفرق شعراء)	غزلیات	5	10	اکتوبر	1960	16
473	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	آیاتِ جمال	غزلیات	4	6	جون	1959	37
474	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	آیاتِ جمال	غزلیات	4	7	جولائی	1959	23
475	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	خبر و نظر	غزل	4	7	جولائی	1959	27
476	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	آیاتِ جمال	غزلیات	4	10	اکتوبر	1959	35
477	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	عقل اور عشق	غزل	4	12	دسمبر	1959	20
478	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	رباعیات	رباعیات	4	12	دسمبر	1959	20
479	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	آیاتِ جمال	غزلیات	4	12	دسمبر	1959	43
480	حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ	سلام اس پر کہ	سلام	4	8-9	اگست ستمبر	1959	143
481	حضرت شاہ محمد دیدار فراقؒ	حسین ع	منقبت	21	1-2	جنوری / فروری	1976	5
482	حضرت شاہ محمد دیدار فراقؒ	حسین ع	منقبت	20	1-2	جنوری / فروری	1975	3
483	حضرت شاہ محمد دیدار فراقؒ	تضمین کریما		18	12	دسمبر	1973	17
484	حضرت کامل جوناگاڑی	کچھ نہیں	غزل	4	5	مئی	1959	10

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
485	حفیظؔ جالندھری	تاج	نظم	21	4	اپریل	1976	29
486	حکیم ریاض	حسن تغزل	غزل	6	1	جنوری	1961	15
487	حکیم سید ابرار اکبر آبادی	سلام	سلام	11	5	مئی	1966	11
488	حکیم سید ابرار اکبر آبادی	رباعیات	رباعیات	11	12-11	نومبر / دسمبر	1966	50
489	حکیم سید ابرار اکبر آبادی	رباعیات	رباعیات	10	5	مئی	1965	33
490	حمید الدین شاہ	اشکوں کی جھڑی یہی وضو ہے	نظم	3	5-4	اپریل	1958	114
491	حمید لکھنوی	کوچۂ طیبہ	نظم	5	2	فروری	1960	19
492	حمید لکھنوی	کیف و مستی	غزل	5	6	جون	1960	26
493	حمید لکھنوی	زائران حرم کی آمد	نظمیں	5	7	جولائی	1960	10
494	حمید صدیقی لکھنوی	منتظر کرم	نعت	4	6	جون	1959	11
495	حیات وارثی	خورشید رسالت	نعت	2	10	اکتوبر	1957	37
497	خاور گرامی	غزل	غزل	12	8	اگست	1967	38
498	خواجہ حافظ شیرازی	غزل	غزل	12	9	ستمبر	1967	35
499	خواجہ حسن علاء سنجری	یا شیخ عبد القادرؒ	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	149
500	خواجہ غلام محی الدین خاں	اعظم الشانی	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	151
501	دانش ندوی	زہے رفعت	نعت	7	5	مئی	1962	16
502	دانش ندوی	سلام	سلام	7	7	جولائی	1962	18
503	درد کاکوروی	کلام اقبال پر خمسہ	خمسہ	4	1	جنوری	1959	57
504	درد کاکوروی	نصر من اللہ		4	5	مئی	1959	41
505	درد کاکوروی	تنہا	غزل	4	6	جون	1959	27
506	درد کاکوروی	ایک رباعی	رباعی	4	6	جون	1959	48

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
507	دل شاہجہاں پوری	پیمان ازل	نظم	5	6	جون	1960	6
508	دل شاہجہاں پوری	رباعیات	رباعی	5	11	نومبر	1960	66
509	رئیس امروہوی	نعت	نعت	12	6	جون	1967	36
510	رئیس امروہوی	نعت	نعت	11	7	جولائی	1966	17
511	رئیس امروہوی	دلیل عرفانی	نظم	7	9	ستمبر	1962	17
512	رئیس امروہوی	کیف ونشاط	نظم	6	2	فروری	1961	35
513	رئیس امروہوی	فسِ نعت	نعت	5	9	ستمبر	1960	8
514	رئیس امروہوی	نعت شریف	نعت	17	8	اگست	1972	35
515	راغب مراد آبادی	رباعیات	رباعیات	17	8	اگست	1972	36
516	رخشاں ابدالی	غزل	غزل	23	2-1	جنوری / فروری	1978	17
517	رخشاں ابدالی	نعت شریف	نعت	23	2-1	جنوری / فروری	1978	19
518	رخشاں ابدالی	قطعہ	قطعہ	22	5	مئی	1977	41
519	رخشاں ابدالی	غزل	غزل	22	2-1	جنوری / فروری	1977	37
520	رخشاں ابدالی	تاب نظارہ جمال کہاں!	نظم	19	6	جون	1974	64
521	رخشاں ابدالی	دو غزلہ	غزل	15	8-7	جولائی / اگست	1970	32
522	رخشاں ابدالی	نعت شریف	نعت	14	3	مارچ	1969	22
523	رخشاں ابدالی	پاک نوجوان	نظم	10	11	نومبر	1965	32
524	رخشاں ابدالی	ماہ ربیع الاول	نظم	9	6-7	جون / جولائی	1964	20
525	رخشاں ابدالی	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	8	3	مارچ	1963	41
526	رخشاں ابدالی	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	8	4	اپریل	1963	61
527	رخشاں ابدالی	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	8	5	مئی	1963	9

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
528	رخشاں ابدالی	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	8	9	ستمبر	1963	46
529	رخشاں ابدالی	کرم کیا، لطف کیا۔۔۔۔۔	نظم	8	9	ستمبر	1963	56
530	رخشاں ابدالی	اللہ اللہ	نعت	7	5	مئی	1962	17
531	رخشاں ابدالی	غزل	غزل	7	7	جولائی	1962	39
532	رخشاں ابدالی	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	7	10	اکتوبر	1962	55
533	رخشاں ابدالی	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	7	11	نومبر	1962	28
534	رزی جے پوری	نغمہ سحر	نظم	20	9	ستمبر	1975	48
535	رزی جے پوری	منقبت شاہ عبداللطیف بھٹائی	منقبت	11	9	ستمبر	1966	28
536	رزی جے پوری	احساس حسن	نظم	10	10	اکتوبر	1965	43
537	رزی جے پوری	خواب حسن اور میں	غزل	10	11	نومبر	1965	33
538	رزی جے پوری	قطعات	قطعات	9	9	ستمبر	1964	15
539	رزی جے پوری	قطعات	قطعات	9	10	اکتوبر	1964	35
540	رزی جے پوری	قطعات	قطعات	9	11	نومبر	1964	29
541	رزی جے پوری	فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	9	6-7	جون / جولائی	1964	12
542	رزی جے پوری	شراب کیف	نظم	5	1	جنوری	1960	32
543	رزی جے پوری	تہنیت	قصیدہ	5	9	ستمبر	1960	9
545	رزی جے پوری	ادعونی استجب لکم	نظم	2	8	اگست	1957	35
546	رزی جے پوری	آج کا زمزمہ	غزل	1	5	جولائی	1956	56
547	رسا بریلوی	کیف و مستی	غزل	5	6	جون	1960	26
548	رسا بریلوی	ہر اک شے میں	نعت	5	7	جولائی	1960	51
549	رضا حسین	دامن گلچیں	اشعار	5	11	نومبر	1960	73

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
550	رضا حسین	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	6	1	جنوری	1961	16
551	رضا حسین	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	6	2	فروری	1961	29
552	رضا حسین	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	5	1	جنوری	1960	40
553	رضا حسین	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	5	2	فروری	1960	46
554	رضا حسین	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	5	7	جولائی	1960	27
555	رضا حسین	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	5	9	ستمبر	1960	11
556	رضا حسین	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	4	11	نومبر	1959	19
557	رضا حسین	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	4	12	دسمبر	1959	40
558	رضا حسین	اولیاء اللہ کی شاعری	غزلیات	5	6	جون	1960	35
559	رضوان بریلوی	علی	منقبت	4	6	جون	1959	22
560	رضوان بریلوی	گلہائے عقیدت	سلام	1	3	مئی	1956	17
561	رعنا اکبر الہ آبادی	غزل	غزل	19	5	مئی	1974	8
562	رعنا اکبر آبادی	میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	قصیدہ	9	6_7	جون/جولائی	1964	13
563	رفیق عزیزی	سلام	سلام	2	8	اگست	1957	20
564	رفیق عزیزی	آیات و نغمات (نظم)	نظم	1	4	جون	1956	44
565	ریاض خیر آبادی	عید	نظم	10	2	فروری	1965	10
566	س۔م۔ نقش	بہار تم پر نثار ہوگی	نظم	2	11	نومبر	1957	35
567	سردار اسد اللہ خاں اسد	خیال محمد	نعت	5	11	نومبر	1960	54
568	سردار احمد خاں	نعت شریف		15	3	مارچ	1970	46
569	سلیم فاروقی	فرید عصر	نظم	-	محمود نمبر	حصہ نظم	-	47
570	سید انظر موہانی	بے خبر الجھا ہوا	سلام	2	9	ستمبر	1957	12

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
571	سید اقبال عظیم	آرزو	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	163
573	سید اکبر حسین اکبر آبادی	حمد و صلوٰۃ پڑھتے پڑھاتے چلو	نظم	10	10	اکتوبر	1965	27
574	سید انتخاب علی کمال تقوی	مسجد اقصیٰ کی فریاد	قطعہ	14	7	جولائی	1969	18
577	سید بدر الدجیٰ	سرور انبیاء	نعت	3	1	جنوری	1958	35
580	سید رفیق عزیزی	دو غزلیں	غزلیات	13	12	دسمبر	1968	27
581	سید رفیق عزیزی	مناقب	مناقب	10	4	اپریل	1965	9
582	سید رفیق عزیزی	رباعی	رباعی	9	10	اکتوبر	1964	50
583	سید رفیق عزیزی	غزل	غزل	9	11	نومبر	1964	22
584	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	22	4	اپریل	1977	30
585	سید ریاض الحسن	مشاعرہ	اشعار	21	3	مارچ	1976	57
586	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	21	5	مئی	1976	47
587	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	21	7	جولائی	1976	37
588	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	21	8	اگست	1976	25
589	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	21	10	اکتوبر	1976	14
590	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	20	7	جولائی	1975	45
591	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	20	9	ستمبر	1975	16
593	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	20	11	نومبر	1975	37
594	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	20	12	دسمبر	1975	51
595	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	19	4	اپریل	1974	17
596	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	19	5	مئی	1974	6
597	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	19	7	جولائی	1974	31

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
598	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	19	8	اگست	1974	61
600	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	19	9	ستمبر	1974	44
601	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	19	10	اکتوبر	1974	41
602	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	19	12	دسمبر	1974	19
603	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	17	1	جنوری	1972	47
604	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	17	11	نومبر	1972	71
605	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	13	1	جنوری	1968	39
606	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	13	7	جولائی	1968	13
607	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	12	12	دسمبر	1967	15
608	سید ریاض الحسن	مثنوی مولانا روم	مثنوی	8	1	جنوری	1963	9
611	سید سیفی ندوی	قطعہ وفات	قطعہ	-	محمود نمبر	حصہ نظم	-	40
612	سید سیفی ندوی	قطب دوراں	منقبت	20	6-5	مئی/جون	1975	162
613	سید سیفی ندوی	نعت شریف	نعت	19	10	اکتوبر	1974	75
614	سید سیفی ندوی	غزل	غزل	13	10	اکتوبر	1968	29
615	سید سیفی ندوی	ساز بیخودی	نظم	2	7	جولائی	1957	54
616	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	تاج ملت	منقبت	7	5	مئی	1962	16
617	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	فارسی کلام	غزل	4	7	جولائی	1959	36
618	سید ظہور الحسن شارب	غوث الاعظم	منقبت	9	8	اگست	1964	16
619	سید ظہور الحسن شارب	شمع جہان سید و سرور صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	9	6-7	جون/جولائی	1964	24
620	سید ظہور الحسنین ظاہر یوسفی	منقبت	منقبت	13	11	نومبر	1968	22

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
621	سید ظہور الحسین یوسفی	غوث سبحانی	منقبت	20	5-6	مئی / جون	1975	159
622	سید عبد القادر جیلانی	صلواتم	نعت	18	1	جنوری	1973	30
624	سید علی حسین شاہ	اے سید جیلانی	منقبت	4	10	اکتوبر	1959	32
625	سید فضا جالندھری	غزل	غزل	10	2	فروری	1965	51
626	سید فضا جالندھری	مدینہ، مدینہ، مدینہ، مدینہ	نعت	9	11	نومبر	1964	23
627	سید محمد ابراہیم ملا	جو دین نبی کا پیرو	نعت	2	10	اکتوبر	1957	47
629	سید محمد ابوالبرکات	بادہ کہن	غزل	5	7	جولائی	1960	55
630	سید محمد ابوالبرکات	یاصاحب الجمال	نعت	2	5	مئی	1957	11
631	سید محمد جعفری	گوشت خوری	نظم	8	4	اپریل	1963	10
632	سید محمد ظہور الحسین	غزل	غزل	10	5	مئی	1965	70
635	سید محمد عثمان	یاصاحب الجمال	نعت	5	9	ستمبر	1960	51
636	سید منیر علی جعفری	سلام	سلام	10	5	مئی	1965	28
637	سید منیر علی جعفری	عظمت کراچی	نظم	10	12	دسمبر	1965	23
638	سید نذیر احمد	نذر عقیدت	نظم	20	8	اگست	1975	40
639	سید گوہر علی گوہر ذہینی	ہدیہ نیاز	نظم	-	محمود نمبر	حصہ نظم	-	46
640	سیماب اکبر آبادی	زندگی کی طرح	غزل	2	1	جنوری	1957	48
641	شاغل نظامی	لطف وکرم	نعت	3	10	اکتوبر	1958	28
642	شاہ حمید الدین	ایسا تو خوش جمال	نعت	2	5	مئی	1957	11
643	شارق دہلوی	افکار شارق	غزل	4	7	جولائی	1959	11
644	شارق دہلوی	افکار شاعر	نظم	3	7	جولائی	1958	11
645	شاعر فتحپوری	رخ حبیب سے......	غزل	1	10	دسمبر	1956	44

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
646	شان الحق حقی	غزل	غزل	10	1	جنوری	1965	33
647	شان الحق حقی	غزل	غزل	9	12	دسمبر	1964	44
648	شان الحق حقی	ہمیں سے اس قدر........	غزل	8	4	اپریل	1963	60
651	شان الحق حقی	غزل	غزل	7	11	نومبر	1962	44
652	شاہ احتشام الدین مشرقی	تبرکات حضرت مشرقی منیری	نظم	14	3	مارچ	1969	21
653	شاہ انصار الہ آبادی	نذر عقیدت	منقبت	12	4	اپریل	1967	32
654	شاہ انصار الہ آبادی	جمال جہانگیر	منقبت	11	5	مئی	1966	28
655	شاہ انصار الہ آبادی	نذر عقیدت	نعت	10	5	مئی	1965	16
656	شاہ ضیاء القادری بدایونی	شکریہ صدارت	نظم	1	6	اگست	1956	40
657	شاہ علی حسین اشرفی	سید و سلطان	منقبت	20	6-5	مئی/جون	1975	150
658	شاہ فضل امام	لازوال دولت	منقبت	20	6-5	مئی/جون	1975	153
659	شاہ لیب تیموری	غزل	غزل	10	1	جنوری	1965	23
662	شاہ لیب تیموری	غزل	غزل	9	12	دسمبر	1964	23
663	شاہ نیاز بریلوی	معین الدین رح	غزل	22	7	جولائی	1977	3
665	شاہ نیاز بریلوی	معین الدین	غزل	21	6	جون	1976	18
666	شعراء حضرات	گلدستہ مناقب	مناقب	15	5	مئی	1970	17
667	شعلہ صابری	غزل	غزل	10	11	نومبر	1965	31
668	شعلہ صابری	غزل	غزل	10	12	دسمبر	1965	44
669	شفیع ادبی	حسن قبول	غزل	3	5-4	اپریل	1958	145
670	شوق مراد آبادی	یہ چمن یہ دشت و صحرا	نظم	1	10	دسمبر	1956	47
671	شہادت علوی حکیم	نعت شریف	نعت	1	3	مئی	1956	17

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
672	شیخ عبدالقادر جیلانی رح	قصیدہ غوثیہ	قصیدہ	4	10	اکتوبر	1959	7
673	صبا جے پوری	رحمت عالم	نعت	3	1	جنوری	1958	56
674	صدف کیمبلپوری	غزل		21	9	ستمبر	1976	52
675	صفدر گنوری	اصل زندگی	نظم	11	4_3	مارچ/اپریل	1966	37
676	صلاح الدین عشقی	تاج عشقی کی نظر میں	نظم	8	4	اپریل	1963	56
677	صلاح الدین عشقی	آج کی تازہ فریاد	نظم	8	9	ستمبر	1963	51
679	صلاح الدین عشقی	التجا	نظم	8	9	ستمبر	1963	63
680	صلاح الدین عشقی	دو غزلیں	غزلیات	5	10	اکتوبر	1960	7
681	صلاح الدین عشقی	دل کو محرومی	غزل	3	6	جون	1958	53
682	صلاح الدین عشقی فاروقی	غزل	نظم	21	3	مارچ	1976	16
683	صوفی غلام مصطفیٰ تبسم	شعر و سخن	نظم	3	5_4	اپریل	1958	119
684	صہبا اختر	غزل	غزل	10	6	جون	1965	41
685	ضیاء القادری	تواریخ حج	نظم	5	7	جولائی	1960	4
686	ضیاء القادری	ہدیہ عقیدت	نعت	5	9	ستمبر	1960	7
687	ضیاء القادری	امیر مجلس اختیار تاج الدین	منقبت	4	8_9	اگست ستمبر	1959	112
688	ضیاء القادری	نذرانہ عقیدت	نعت	4	8_9	اگست ستمبر	1959	151
689	ضیاء القادری	نعت شریف	نعت	7	8	اگست	1962	10
690	ضیاء القادری	مشاعر عرس تاج اولیاء	مناقب	7	8	اگست	1962	60
691	ضیاء القادری بدایونی مولانا	قطعہ تاریخ (اجراءے تاج)	قطعہ	1	2	اپریل	1956	12
692	ضیاء القادری	شمع جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	11	5	مئی	1966	39
693	طرفہ جھنڈاروی	غزل	غزل	10	2	فروری	1965	51

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
694	ظہور الحسنین یوسفی سید	قند فارسی	نظم	3	7	جولائی	1958	36
696	ظہیر ابن راشد	سلام	سلام	10	5	مئی	1965	28
697	عارف اسلام پوری	غزل	غزل	9	9	ستمبر	1964	32
698	عارف رومی	چوں گرفتی	شعر	5	11	نومبر	1960	65
699	عاشق دیہی	غزل	غزل	1	5	جولائی	1956	25
700	عاشق ملک	نعت شریف	نعت	2	11	نومبر	1957	48
702	عبادت حسین شوق	غزلیات	غزلیات	18	11	نومبر	1973	40
703	عبدالسلام خیال جے پوری	یادرفتگان	نظم	13	11	نومبر	1968	12
704	عبدالعزیز خطیب رحمانی	نعت شریف	نعت	19	10	اکتوبر	1974	77
705	عبدالعزیز خطیب رحمانی	نعت شریف	نعت	17	11	نومبر	1972	55
706	عبدالعزیز صفی پوری	بلغ العلےٰ بکمالہ	نعت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	88
707	عبرت صدیقی	رباعیات	رباعی	5	11	نومبر	1960	66
708	عبرت صدیقی	شمع خلوص دل	غزل	3	5--4	اپریل	1958	138
709	عزیز حاصل پوری	یارسول اللہ	نعت	2	6	جون	1957	40
710	عزیزہ شاہین	جشن آزادی	نظم	1	6	اگست	1956	14
711	عشقی جے پوری	مایہ ایمان	غزل	1	5	جولائی	1956	56
712	عشقی فاروقی	بے تیری یاد کے	غزل	3	5--4	اپریل	1958	129
713	علامہ محوی صدیقی	نذر غالب	غزل	1	6	اگست	1956	58
714	علامہ عارف ایوبی بدایونی	غزل	غزل	4	2	فروری	1959	50
715	علاؤالدین علی احمد صابری	سرور اولیاء رح	منقبت	22	9	ستمبر	1977	43
716	علاؤالدین علی احمد صابری	محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم		21	5	مئی	1976	44

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
718	علاؤالدین علی احمد صابری	سرور اولیاء		21	6	جون	1976	17
719	علی احمد صابر	غزل	غزل	11	12-11	نومبر/دسمبر	1966	7
720	علی وارث علی	ایک جذبات آفرین صبح	حمد	1	10	دسمبر	1956	32
721	علیم	کیف ونشاط (نظم)	نظم	3	5-4	اپریل	1958	81
722	عنایت شاہ فاروقی	نزول رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم		21	5	مئی	1976	43
723	عنبر چغتائی	دانش حاضرہ	نظم	2	8	اگست	1957	21
724	غبار یاور	از دو عالم خوش تر	نظم	9	10	اکتوبر	1964	13
725	غلام رسول قادری	منقبت (غوث اعظم)	منقبت	1	10	دسمبر	1956	8
726	غوث الاعظم	گواہ حال	کلام	20	6-5	مئی/جون	1975	146
727	غوث الاعظم	کلام الملک ملک الکلام	کلام	20	6-5	مئی/جون	1975	147
728	غوث الاعظم	قصیدہ غوثیہ	قصیدہ	20	6-5	مئی/جون	1975	167
729	غوث الاعظم	قصیدہ الغوثیہ	قصیدہ	9	8	اگست	1964	13
730	غوث الاعظمؒ	قصیدہ غوثیہ	قصیدہ	21	4	اپریل	1976	30
731	فرخ درد لکھنوی	غزل	غزل	1	5	جولائی	1956	9
732	فروز نظر	تھے جس کے لیے	غزل	3	5-4	اپریل	1958	13
733	فضل احمد کریم فضلی	دو غزلیں	غزلیات	13	11	نومبر	1968	35
734	فضل احمد کریم فضلی	غزل	غزل	13	11	نومبر	1968	36
735	فیروز نظامی	غزل	غزل	8	12	دسمبر/جنوری	1963/64	47
736	فیروز نظامی	رباعیات	رباعیات	8	12	دسمبر/جنوری	1963/64	48
737	فیروز نظامی	رباعیات	رباعیات	12	5	مئی	1967	62

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
738	فیروز نظامی	غزل	غزل	12	6	جون	1967	9
739	فیروز نظامی	نعت رفعت مآب صلی اللہ علیہ وسلم	نعت	12	6	جون	1967	35
740	فیروز نظامی	غزل	غزل	12	6	جون	1967	36
741	فیروز نظامی	غزل	غزل	12	8	اگست	1967	7
742	فیروز نظامی	غزل	غزل	10	1	جنوری	1965	59
743	فیروز نظامی	غزل	غزل	10	6	جون	1965	42
744	فیروز نظامی	نعت شریف	نعت	9	2	فروری	1964	8
745	فیروز نظامی	غزل	غزل	9	5	مئی	1964	24
746	فیروز نظامی	نعت تقدس مآب	نعت	9	10	اکتوبر	1964	10
747	فیروز نظامی	نعت گرامی	نعت	9	6_7	جون / جولائی	1964	32
748	فیروز نظامی	رباعیات	رباعیات	8	5	مئی	1963	50
749	فیروز نظامی	رباعیات	رباعیات	8	6	جون	1963	48
750	فیروز نظامی	اللہ ہو	رباعیات	8	9	ستمبر	1963	6
751	فیروز نظامی	غزل		8	10	اکتوبر	1963	52
752	فیروز نظامی	رباعیات	رباعیات	8	10	اکتوبر	1963	53
753	فیض احمد فیض	شعر و سخن	نظم	3	5_4	اپریل	1958	119
754	قیصر وارثی	صبح بہار	نظم	2	5	مئی	1957	46
755	قمر فاروقی	وہ دن آئے	نعت	3	5_4	اپریل	1958	130
756	قمر مجیبی	تصور جب کروں	نعت	3	6	جون	1958	53
757	قمر جعفری	آیات ونغمات (نظم)	نظم	1	4	جون	1956	44

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
758	قیصر شاہ وارثی	نبی کی گفتگو	نعت	3	8--9	اگست ستمبر	1958	126
759	کلیم عثمانی	پناہ زندگی	نظم	20	9	ستمبر	1975	45
760	کوثر حجازی	عشق احمد	نعت	5	3	مارچ	1960	32
761	کوکب مراد آبادی	تجلیات	نظم	3	4--5	اپریل	1958	106
762	کیفی رامپوری	رباعیات	رباعی	5	11	نومبر	1960	66
763	گوہر احمد خاں	روتے ہیں صبح تک	غزل	7	7	جولائی	1962	22
764	ماجد ادیب بریلوی	ہدیہ عقیدت	نعت	4	10	اکتوبر	1959	27
765	ماجد ادیب بریلوی	مکالمہ	غزل	4	10	اکتوبر	1959	44
766	ماہر القادری	ساز دل جب۔۔۔۔۔۔	غزل	8	4	اپریل	1963	60
767	ماہر القادری	غزل	غزل	7	11	نومبر	1962	44
768	ماہر شکوہ آبادی	شرار تیز تر	غزل	4	5	مئی	1959	46
769	ماہر شکوہ آبادی	کیف ونشاط (نظم)	نظم	1	4	جون	1956	35
770	ماہر شکوہ آبادی	نذرانہ عقیدت	نعت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	28
771	ماہر القادری	کیف حضور	منقبت	20	5-6	مئی/جون	1975	165
772	ماہنامہ تاج	سلام علیک	قطعہ	2	11	نومبر	1957	47
773	مبین جودت جعفری	غزل	غزل	9	9	ستمبر	1964	32
774	متفرق	انتخاب مشاعرہ	اشعار	1	6	اگست	1956	41
775	متفرق	اشعار معرفت	اشعار	2	10	اکتوبر	1957	11
776	متفرق (افقر۔۔اختر ۔۔عثمان)	اسرار و معارف	نظم	2	7	جولائی	1957	55
777	متفرق شعراء	مشاعرہ۔۔۔۔۔۔۔۔یوم عثمان	اشعار	1	6	اگست	1956	73

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
778	متفرق (باباذہین شاہ ودیگر)	محرم راز پیمبر صدیق اکبر	مناقب	2	3	مارچ	1957	36
779	متفرق (باباذہین شاہ ودیگر)	مناجات معراج النبی	نعت	2	4	اپریل	1957	28
780	متفرق	مشاعرہ سالانہ بزم ضیاء		4	7	جولائی	1959	6
781	متفرق	مذاق نظر	کلام	3	6	جون	1958	55
782	متفرق	مشاعرہ	نظم	3	7	جولائی	1958	6
783	متفرق	مشاعرہ عرس	اشعار	1	7	ستمبر	1956	25
784	متفرق (ذہین شاہ ودیگر)	مشاعرہ	نظم	4	8-9	اگست ستمبر	1959	177
785	متفرق (ذہین شاہ ودیگر)	ابیات	اشعار	2	2	فروری	1957	12
786	مجاز اکبر آبادی	حسن نظر	نظم	3	5--4	اپریل	1958	72
787	مجاز اکبر آبادی	رحمت عالم	نعت	1	8---9	اکتوبر نومبر	1956	144
788	مجاز لودھی	کیف ونشاط (نظم)	نظم	1	4	جون	1956	35
789	مجتبی حسین شورش	شاہ کا تاج (قطعہ)	قطعہ	1	3	مئی	1956	22
790	محبوب علی عرشی	وہ آگے.....	نظم	11	2-1	جنوری/فروری	1966	16
791	محترمہ منیفہ بنت رزی جے پوری	تعبیر		13	11	نومبر	1968	46
792	محترمہ نور شاہین هما	گل هما	غزلیات	13	10	اکتوبر	1968	55
793	محترمہ نور شاہین هما	منقبت باباذہین شاہ تاجی رح	منقبت	13	12	دسمبر	1968	16
794	محشر بدایونی	سامان نجات	منقبت	20	6-5	مئی/جون	1975	164
795	محشر بدایونی	غزل	غزل	10	1	جنوری	1965	33
796	محشر بدایونی	غزل	غزل	9	12	دسمبر	1964	45
797	محمد اعظم الدین	عرب والوں پہ کیا گذری	نظم	12	7	جولائی	1967	21

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
798	محمد اعظم خسروی	دیکھو		21	8	اگست	1976	23
799	محمد ایوب	نظم	نظم	21	3	مارچ	1976	54
800	محمد جلیل شوق	کس کے لیے	نظم	2	6	جون	1957	40
801	محمد دیدار شاہ	حسین ع	منقبت	18	2	فروری	1973	23
802	محمد رفیق خاں	تلاش	نظم	10	9	ستمبر	1965	39
803	محمد عاقل اشرفی صابری تاجی	ہے یارب ذات........	سلام	8	2	فروری	1963	59
804	محمد عاقل اشرفی صابری تاجی	مثنوی مولانا روم	مثنوی	8	4	اپریل	1963	8
805	محمد علی شاہ میکش اکبر آبادی جناب سید	دنیا میں کوئی اصل نظر کیا رہا نہیں	غزل	1	2	اپریل	1956	45
806	محمد قمر صاحب	سردار انس وجان	منقبت	20	6_5	مئی/جون	1975	157
807	محمود احمد برکاتی	کاروان حرم	نظم	7	6	جون	1962	14
808	محمود اختر	الفت پیر مغاں	نظم	2	10	اکتوبر	1957	42
809	محمود اقبال	مستحق خلافت	منقبت	10	2	فروری	1965	29
810	محمود اقبال	آنسو	اشعار	10	4	اپریل	1965	46
811	محمود اقبال	محبت	غزل	9	6_7	جون/جولائی	1964	48
812	مختلف شعراء	گلہائے عقیدت		11	5	مئی	1966	41
813	مرزا داغ دہلوی	غریب نواز رح	غزل	22	7	جولائی	1977	3
814	مرزا داغ دہلوی	غریب نواز رح	غزل	21	6	جون	1976	18
815	مسعود احمد انصاری ذہینی	گریۂ خاموش	نظم	-	محمود نمبر	حصہ نظم	-	45
816	مسعود احمد انصاری ذہینی	نذر عقیدت	غزل	19	5	مئی	1974	16
817	مسعود احمد ذہینی	چراغ ایماں	منقبت	20	6_5	مئی/جون	1975	154

نمبر شمار	نام مصنف / مترجم	مضمون / مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
860	نامعلوم	معلومات	قطعہ	19	8	اگست	1974	63
861	نامعلوم	مطالبات	نظم	18	1	جنوری	1973	1
862	نامعلوم	بزم سخنوران پاکستان (مشاعرہ)	اشعار	18	8	اگست	1973	51
863	نامعلوم	مشاعرہ	اشعار	18	10	اکتوبر	1973	47
864	نامعلوم	کلام پیر حضرت خواجہ نظام الدین رح	کلام	17	10-9	ستمبر / اکتوبر	1972	68
865	نامعلوم	مستی	غزل	14	11-10	اکتوبر / نومبر	1969	61
866	نامعلوم	سادہ کاغذ	نظم	14	11-10	اکتوبر / نومبر	1969	63
867	نامعلوم	مدینہ منورہ	سلام	13	4-3	مارچ / اپریل	1968	96
868	نامعلوم	احسان	رباعی	8	6	جون	1963	47
869	نامعلوم	کلام		5	11	نومبر	1960	67
870	نسیم بستوی	کیف و مستی	غزل	5	6	جون	1960	26
871	نواب اشک	کیف و نشاط (نظم)	نظم	1	4	جون	1956	35
872	نواب یوسف علی خان	صہبائے کہن	غزل	4	11	نومبر	1959	18
873	نور جہاں صاحبہ	غزل	غزل	10	12	دسمبر	1965	43
874	نور شاہین ہما	گلہائے عقیدت		21	5	مئی	1976	45
875	نور جہاں صاحبہ	احساس فرقت	نظم	10	10	اکتوبر	1965	45
876	نور شاہین ہما	فریاد	منقبت	20	6-5	مئی / جون	1975	160
877	نیر کیفی بے پوری	غزل	غزل	12	7	جولائی	1967	28
878	نیر کیفی بے پوری	غزل	غزل	12	7	جولائی	1967	41
879	نیر نجی بے پوری	غزل	غزل	14	11-10	اکتوبر / نومبر	1969	26

نمبر شمار	نام مصنف/مترجم	مضمون/مقالہ (نظم)	عنوان	جلد	شمارہ	مہینہ	سال	صفحہ
880	وقار صدیقی	اصول دین فطرت	منقبت	10	5	مئی	1965	22
881	ڈاکٹر صفدر حسین	غزل	غزل	10	1	جنوری	1965	27
882	ڈاکٹر عطار صدیقی	غزل	غزل	9	10	اکتوبر	1964	38
883	ڈاکٹر شفاء بھوپالی	مقام شاعر بے مقام	نظم	1	6	اگست	1956	69
884	ہوش اکبر آبادی	بطحا کا چاند	نعت	5	4	اپریل	1960	22
885	ہاشم فاضل شمسی محمد	معراج	رباعی	11	7	جولائی	1966	58
886	ہاشم فاضل شمسی محمد	معراج	قطعہ	5	1	جنوری	1960	39
887	ہوش اکبر آبادی	جلوۂ صد ظہور	غزل	4	6	جون	1959	19
888	ہوش اکبر آبادی	غزل	غزل	9	9	ستمبر	1964	30
889	یاور ذہینی	منقبت در شان تاج العارفین	منقبت	22	7	جولائی	1977	37
890	یاور ذہینی	دیگر	منقبت	22	7	جولائی	1977	38

اختتامیہ

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ

پیش کردہ مقالے میں حضرت بابا ذہین شاہ تاجی نور اللہ مرقدہٗ کی دینی، علمی، ادبی و ملی خدمات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

زیر نظر مقالے میں حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے اور حتی الامکان کوششوں کے ذریعے مستند ذرائع و کتب سے تمام معلومات کو اکھٹا کیا گیا ہے۔ کتاب کا طرز تحقیقی ترتیب میں ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ملت اسلامیہ پر جب بھی آشوب و فتن سے معمور دور آیا تو کفر کی یلغار کے سامنے علمائے امت ہی ڈھال بنے۔ انہی کے ذریعے اسلامی تحاریک پروان چڑھیں چاہے وہ تحریکِ آزادی ہو یا تحریک پاکستان اور فتن کے قلع قمع کرنے والے بھی یہی مجاہد تھے چاہے وہ فتنۂ قادیانیت ہو یا آمریت نیز اسلامی شعار کی حفاظت ہو یا عقائدِ باطلہ کا رد، انکا کردار مثالی اور اہم رہا ہے اور اقبال کے نظریۂ رجائیت کا علم انہوں نے بھی اس امید پر تھامے رکھا کہ

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے

یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

بابا ذہین شاہ تاجی دامت برکاتہ کا شمار ان مشاہیر یا بزرگوں میں سے ہوتا کہ جنہوں نے ہجرت کے مصائب و آلام کو تحفۂ خداوندی سمجھ کر قبول کیا۔ نوزائیدہ پاکستان کی قلقاریوں سے زیادہ اس کی بے سر سامانی کو محسوس کیا۔

آپ سلسلۂ چشتیہ صابریہ قادریہ سے نسبت رکھتے تھے اور مثل نوح سلسلۂ عالیہ تاجیہ کی پاکستان میں نئے سرے سے داغ بیل ڈالنے اور اس کی بناء کرنے والے اولین شخصیت تھے۔

بابا صاحب کا نسباً سلطان التارکین حضرت حمید الدین ناگوری سے تعلق ہے۔ نیز آپ بیک وقت مفسر، محدث، فقیہ، صوفی، متکلم، محقق، مناظرہ، مترجم اور قادر الکلام شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب معرفت بھی تھے۔

زیر نظر مقالے میں آپ کے سلسلۂ عالیہ تاجیہ کے اولین بانی حضرت بابا تاج الدین اولیاء قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ کا ذکر و احوال از بس ضروری تھا جو کہ مستقل ایک باب کی صورت میں ہے۔ نیز حضرت بابا تاج الاولیاء

اور بابا ذہین شاہ تاجی کے درمیان صرف ایک ہی واسطہ حضرت بابا یوسف شاہ تاجی کا تھالہٰذا ان کا احوال اور زندگی بھی مذکور ہے۔

علاوہ ازیں بابا ذہین شاہ تاجی نے پاکستان بننے کے بعد جس تحریک کو قائم دائم اور گامزن رکھا جو کہ اب تک جاری و ساری ہے یعنی خانقاہِ عالیہ تاجیہ اس کا بھی مکمل تعارف و تذکرہ اس کی بناء اور بناء میں در پیش مسائل کا بھی تذکرہ ہے۔

حضرت بابا ذہین شاہ تاجی کے متوسلین میں دنیاوی اور دینی لحاظ سے انتہائی بڑے بڑے نام ہیں نیز حضرت بابا کے خلفاء کی زندگی کا مختصر احوال و تعارف بھی مندرج ہے۔

حضرت بابا صاحب جس طرح علمی لحاظ سے اپنی ذات میں انجمن تھے۔ معرفت کے لحاظ سے اسی طرح اپنی شخصیت میں گلستاں تھے۔ آپ بذات خود ایک تحریک تھے کہ جس میں ایوانوں کو ہلا دینے کی طاقت تھی۔ مگر مجسم نور اور محبت تھے چنانچہ اپنا ہر پیغام محبت ہی کی زبان میں پیش کیا۔

ایک اہم علمی کارنامہ ماہنامہ تاج کا اجراء تھا۔ جو مکمل علمی ادبی و تاریخی جریدہ ہے نیز علم و عرفان کا مرقع ہے۔ ماہنامہ تاج میں شائع ہونے والے بابا صاحب کے تحقیقی مقالہ جات اور علمی مضامین کی مکمل فہرست (ضمیمہ اشاریات) کی صورت میں منسلک ہے تاکہ طالبانِ علم و عرفان اگر بابا صاحب کے کسی علمی تحقیق سے استفادہ کرنا چاہیں تو بآسانی مطلوبہ شمارہ کی طرف رجوع کریں۔ نا صرف مضامین بلکہ چھپنے والے شعری مواد بھی مذکورہ اشاریہ میں موجود ہے۔

بابا صاحب نے ابن عربی کی کتب کی سیر حاصل تشریح کی جن میں فتوحات مکیہ، فصوص الحکم اور صوفی عبد الرحمن لکھنوی کی کلمۃ الحق شامل ہیں۔ نیز حضرت حسین منصور حلاج کی کتاب الطواسین کی خاطر خواہ اور قابل تسکین تشریح کی۔

بابا صاحب ایک اعلیٰ درجے کے قادر الکلام شاعر تھے ان کے دیوان غزلیات، نعت و قصائد اور رباعیات پر مشتمل ہیں جو اردو اور فارسی میں ہیں اور علی الترتیب آیاتِ جمال، لمعات جمال، اجمال جمال اور جمال آیات پر مشتمل ہیں۔ ان کی شاعری کا اولاً اجمالی طور پر کلیتاً جائزہ لیا گیا۔ پھر مسماً باعتبار غزل، نظم، نعت قصیدہ جائزہ لیا گیا نیز نوعاً باعتبار علم معانی، علم بدیع اور علم بیان اور اس کی چیدہ چیدہ اصناف کے طور پر بھی تحقیق کی گئی علاوہ ازیں موضوعاً بھی

باباصاحب کی شاعری کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ جو حقیقت میں باباصاحب کے ادب پر مکمل اور جامع تحقیق ہے۔ بابا صاحب کی کتب پر جامع تبصرہ جات بھی شامل مقالہ ہیں جو کہ کتاب کی مکمل رہنمائی اور ترجمانی کرتے ہیں۔

باباصاحب کی چونکہ سیاست پر مکمل نظر تھی۔ مگر انہوں نے محسوس کیا کہ جس پاکستان کا تصور معنوی وروحانی کر کے وہ خون دریا سے گزر کر آئے تھے۔ اس سے اگر متضاد نہیں تو قریب المتضاد ہے۔ اور باباصاحب نے سیاستدانوں کی خود غرضی اور بے حسی کو اسوقت ہی محسوس کر لیا تھا، بلند عزائم نوجوان اور تازہ امنگوں اور طاقتور بازوں والے عوام رفتہ رفتہ مایوس ہور ہے تھے اور ملک کے دو ٹکڑے کیا ہوئے ل کہ گویا ہر فرد مثل زکریا عَلَیْہِ السَّلَام دو ٹکڑے ہو گیا۔

باباصاحب نے سیاست کے حوالے سے نثری اور شعری دونوں طرح سے عوام کے استقلال کو بر قرار رکھنے کی کوشش کی اور سیاستدانوں کا ضمیر جھنجھوڑنے کی بھی کوشش کی۔ اور اگر ہم باباصاحب کے اس وقت کے شعر و نثر کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی وہی حال ہے کچھ نہیں تبدیل ہوا۔

باباصاحب ایک بڑے فلسفی تھے۔ ایک طرف تو وحدت الوجود کے علمبر دار تھے۔ مگر آپ کے شعر و نثر میں آپ کے پوشیدہ و پنہاں نظریات کو اجاگر کرنے کی تحقیقی کوشش کی گئی ہے۔

باباصاحب سراپا معرفت تھے۔ نسباً و نسبتاً آپ کو معرفت حاصل تھی۔ تصوف کے اہم موضوعات بابا صاحب کا ان سے تعلق عوام کے اذہان میں موجود اشکالات اور ان کا رد بھی شامل مقالہ ہے۔ جو صاحب ذوق افراد کے لئے یقیناً باعث حظ ہے۔

الغرض بابا ذہین شاہ تاجی صاحب طریقت بھی تھے اور شریعت بھی اور ان کی علمی و ادبی کاوشات اور تحقیقات اس بات کی طلبگار تھیں کہ ان کو اجاگر کیا جاتا۔ آپ کا شمار اہلسنت والجماعت کی تاریخ ساز شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ بلاشبہ عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت ہیں۔

حضرت باباصاحب کی دینی، علمی اور ملی خدمات کا تذکرہ موجودہ اور آنے والی نسلوں کے لئے باعث تقلید ہو گا کہ وہ ان کے کارناموں سے روشناس ہوں اور وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اسلاف کی خدمات کو منظر عام پر لایا جائے جو مثل شمع فروزاں نئی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہوں۔ اور اپنی دینی و قومی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور عہد بر آہ ہونے کی سعی و جستجو پیدا کرنے والے ہوں۔

وما توفیقی الا باللہ۔ والحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وعلی الہ اجمعین۔

کتابیات

عربی کتب

1۔القرآن الحکیم۔

2۔ آجری، ابو بکر محمد بن حسین بن عبداللہ (360ھ)۔الشریعۃ۔ ریاض، سعودی عرب: دار الوطن، 1420ھ / 1999ء۔

3۔ آلوسی، ابوالفضل شہاب الدین السید محمود (م1270ھ / 1854ء)۔ روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني۔ بیروت، لبنان: دار الاحیاء التراث۔

4۔ آمدی، سیف الدین ابی الحسن علی بن ابی علی بن محمد (551۔631ھ / 1156۔1233ء)۔ الاحکام في اصول الاحکام۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1400ھ

5۔ ابن اثیر، ابوالحسن شیبانی جزری (555۔630ھ / 1160۔1233ء)۔ اسد الغابۃ في معرفۃ الصحابۃ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

6۔ ابن اثیر، ابوالحسن شیبانی جزری (555۔630ھ / 1160۔1233ء)۔ الکامل في التاریخ۔ بیروت، لبنان: دار صادر، 1979ء

7۔ احمد بن حنبل، ابو عبداللہ بن محمد شیبانی (164۔241ھ / 780۔855ء)۔ الزہد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1398ھ۔

8۔ احمد بن حنبل، ابو عبداللہ بن محمد (164۔241ھ / 780۔855ء)۔ فضائل الصحابۃ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ۔

9۔ احمد بن حنبل، ابو عبداللہ بن محمد (164۔241ھ / 780۔855ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1398ھ / 1978ء۔

10۔ احمد بن حنبل، ابو عبداللہ بن محمد (164۔241ھ / 780۔855ء)۔ الورع۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1403ھ۔

11۔ ازدی، ربیع بن حبیب بن عمر بصری۔ الجامع الصحیح مسند الامام الربیع بن حبیب۔ بیروت، لبنان، دار الحکمۃ، 1415ھ۔

12۔ ابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، (85۔151ھ)۔ السیرۃ النبویۃ۔ معہد الدراسات والابحاث للتعریب۔

13۔ اسماعیلی، ابو بکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل اسماعیلی (277۔371ھ)۔ معجم الشیوخ ابي بکر الاسماعیلي۔ مدینہ منورہ، مکتبۃ العلم والحکم، 1410ھ۔

14۔ اندلسی، محمد بن علی بن احمد الوادیاشی (723۔804ھ)۔ تحفۃ المحتاج الی ادلۃ المنہاج۔ مکۃ المکرمہ، سعودی عرب: دار حراء، 1406ھ۔

15۔ البانی، محمد ناصر الدین (1333۔1420ھ / 1914۔1999ء)۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1405ھ / 1985ء۔

16۔ بحرق، محمد بن عمر حضرمی شافعی (869۔930ھ)۔ حدائق الانوار۔ جدہ، سعودی عرب: دار المنہاج، 1424ھ / 2003ء۔

17۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (194۔256ھ / 810۔870ء)۔ الادب المفرد۔ بیروت، دار البشاء ر الاسلامیہ، 1409ھ

18۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (194۔256ھ / 810۔870ء)۔ التاریخ الکبیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

19۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (194۔256ھ / 810۔870ء)۔ خلق افعال العباد۔ ریاض،: دار لمعارف السعودیۃ، 1398ھ

20۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (194۔256ھ / 810۔870ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، 1401ھ

21۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (194۔256ھ / 810۔870ء)۔ الکنی۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

22۔ بزار، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (210۔292ھ / 825۔905ء)۔ المسند بیروت، لبنان: 1409ھ۔

23۔ بغوی، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (436۔516ھ / 1044۔1122ء)۔ شرح السنۃ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1403ھ / 1983ء۔

24۔ بغوی، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (436۔516ھ / 1044۔1122ء)۔ معالم التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، 1407ھ / 1987ء۔

25۔ بغوی، عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز المرزبان (213۔317ھ)۔ مسند الحب بن الحب اسامۃ بن زید۔ ریاض، سعودی عرب: دار الضیاء، 1409ھ۔

26۔ بیضاوی، ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی (791ھ)۔ انوار التنزیل۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، 1416ھ / 1996ء۔

27۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (384۔458ھ / 994۔1066ء)۔ الاعتقاد۔ بیروت، لبنان، دار الآفاق الجدید، 1401ھ۔

28۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (384۔458ھ / 994۔1066ء)۔ بیان خطا من اخطا علی الشافعی۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، 1402ھ۔

29۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (384۔458ھ / 994۔1066ء)۔ دلاءل النبوۃ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1405ھ / 1985ء۔

30۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (384۔458ھ / 994۔1066ء)۔ الزہد الکبیر۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، 1996ء۔

31۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (384۔458ھ / 994۔1066ء)۔ السنن الصغری۔ مدینہ منورہ، مکتبۃ الدار، 1410ھ / 1989ء۔

32۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (384۔458ھ / 994۔1066ء)۔ السنن الکبری۔ مکہ مکرمہ، مکتبہ دار الباز، 1414ھ / 1994ء۔

33۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (384۔458ھ / 994۔1066ء)۔ السنن الکبری۔ مدینہ منورہ، مکتبۃ الدار، 1410ھ / 1989ء۔

34۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (384۔458ھ / 994۔1066ء)۔ شعب الایمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ،

1410ھ / 1990ء۔

35۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (384۔458ھ / 994۔1066ء)۔ المدخل الی السنن الکبری۔ الکویت، دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، 1404ھ۔

36۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (210۔279ھ / 825۔892ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، 1998ء۔

37۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (210۔279ھ / 825۔892ء)۔ الشمائل المحمدیۃ والخصائص المصطفویۃ۔ بیروت مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، 1412ء۔

38۔ تھانوی، اشرف علی (1280۔1362ھ / 1863۔1943ء)۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کراچی، پاکستان: ایچ۔ ایم سعید کمپنی، 1989ء۔

39۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (661۔728ھ / 1263۔1328ء)۔ اِقتضاء الصراط المستقیم۔ لاہور، پاکستان: المکتبۃ السلفیہ، 1978۔

40۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (661۔728ھ / 1263۔1328ء)۔ الصارم المسلول۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، 1417ھ۔

41۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (661۔728ھ / 1263۔1328ء)۔ الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان۔

42۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (661۔728ھ / 1263۔1328ء)۔ مجموع الفتاوی۔ مکتبہ ابن تیمیہ۔

43۔ ابن جارود، ابو محمد عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری (307ھ)۔ المنتقی من السنن المسندۃ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتاب الثقافیہ، 1418ھ / 1988ء۔

44۔ جرجانی، ابو قاسم حمزہ بن یوسف (428ھ)۔ تاریخ جرجان۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، 1401ھ / 1981ء۔

45۔ جصاص، احمد بن علی الرازی ابو بکر (305۔370ھ)۔ احکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث، 1405ھ۔

46۔ ابن جعد، ابو الحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (133۔230ھ / 750۔845ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، 1410ھ / 1990ء۔

47۔ جندی، المفضل بن محمد بن ابراہیم، ابو سعید (308ھ)۔ فضائل المدینۃ۔ دمشق: دار الفکر، 1407ھ۔

48۔ ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمن (510۔579ھ / 1116۔1201ء)۔ التحقیق فی احادیث الخلاف۔ بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1415ھ۔

49۔ ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمن (510۔579ھ / 1116۔1201ء)۔ تذکرۃ الخواص۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ اہل بیت، 1401ھ / 1981ء۔

50۔ ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمن (510۔579ھ / 1116۔1201ء)۔ زاد المسیر فی علم التفسیر۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1404ھ۔

51۔ ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمن(510۔579ھ / 1116۔1201ء)۔ صفوۃ الصفوۃ۔ بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، 1409ھ / 1989ء

52۔ ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمن(510۔579ھ / 1116۔1201ء)۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم۔ بیروت، لبنان: دار صادر، 1358ھ۔

53۔ ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ(510۔579ھ / 1116۔1201ء)۔ الوفا باحوال المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1408ھ / 1988ء۔

54۔ ابن ابی حاتم، عبدالرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس ابو محمد الرازی التمیمی(327ھ)۔ الجرح والتعدیل۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، 1271ھ۔

55۔ حارث، ابن ابی اسامہ(186۔282ھ)۔ بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویہ، 1413ھ / 1992ء۔

56۔ حاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد(321۔405ھ / 933۔1014ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت۔ لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1411 / 1990۔

57۔ حاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد(321۔405ھ / 933۔1014ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ مکہ، سعودی عرب: دار الباز للنشر و التوزیع۔

58۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان(270۔354ھ / 884۔965ء)۔ الثقات۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، 1395ھ۔

59۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان(270۔354ھ / 884۔965ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1414ھ / 1993ء۔

60۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان(270۔354ھ / 884۔965ء)۔ مشاہیر علماء الامصار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔ 1959ء۔

61۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی(773۔852ھ / 1372۔1449ء)۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، 1412ھ / 1992ء۔

62۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی(773۔852ھ / 1372۔1449ء)۔ تغلیق التعلیق علی صحیح البخاري۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی + عمان، اُردن: دار عمار، 1405ھ۔

63۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی(773۔852ھ / 1372۔1449ء)۔ تلخیص الحبیر فی احادیث الرافعي الکبیر۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب، 1384ھ / 1964ء۔

64۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی(773۔852ھ / 1372۔1449ء)۔ تہذیب التہذیب۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، 1404ھ / 1984ء۔

65۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی(773۔852ھ / 1372۔1449ء)۔ الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

66۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی(773۔852ھ / 1372۔1449ء)۔ سلسلۃ الذھب فیمارواہ الشافعي عن مالک عن نافع عن ابن عمر۔

67۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی (773۔852ھ / 1372۔1449ء)۔ فتح الباري شرح صحیح البخاري۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، 1401ھ / 1981ء۔

68۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی (773۔852ھ / 1372۔1449ء)۔ القول المسدد في الذب عن المسند للامام احمد۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ، 1401ھ۔

69۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی (773۔852ھ / 1372۔1449ء)۔ لسان المیزان۔ بیروت، لبنان، مؤسسۃ الاعلمی المطبوعات 1406ھ / 1986ء۔

70۔ ابن حجر عسقلانی، احمد (773۔852ھ / 1372۔1449ء)۔ المطالب العالیۃ۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، 1407ھ / 1978ء۔

71۔ ابن حزم، علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (384۔456ھ / 994۔1064ء)۔ الاحکام في اصول الاحکام ضیاء السنہ ادارۃ الترجمہ والتعریف، 1404ھ۔

72۔ ابن حزم، علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (384۔456ھ / 994۔1064ء)۔ المحلی۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدیدۃ۔

73۔ حسام الدین ہندی، علاء الدین علی متقی (م 975ھ)۔ کنز العمال في سنن الاقوال والافعال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1399 / 1979۔

74۔ حسینی، ابراہیم بن محمد (1054۔1120ھ)۔ البیان والتعریف۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربي، 1401ھ۔

75۔ حصکفی، صدر الدین موسیٰ بن زکریا (650ھ)۔ مسند الامام ابي حنیفۃ۔ کراچی، پاکستان: میر محمد کتب خانہ۔

76۔ ابن حنظر عروسی، ابو عبد الرحمن جیلان۔ کتاب الدعاء۔ لاہور، پاکستان: نعمانی کتب خانہ، 2003ء۔

77۔ حکیم ترمذی، ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر۔ نوادر الاصول في احادیث الرسول۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، 1992ء۔

78۔ حلبی، ابراہیم بن محمد بن سبط ابن العجمی الطرابلسی (753۔841ھ)۔ الکشف الحثیث رمي یوضع الحدیث۔ بیروت، لبنان: مکتبۃ النھضۃ العربیہ، 1407ھ / 1987۔

79۔ حلبی، علی بن برہان الدین (1404ھ)۔ السیرۃ الحلبیۃ، بیروت، لبنان، دار المعرفہ، 1400ھ۔

80۔ حمیدی، ابو بکر عبد اللہ بن زبیر (219ھ / 834ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبي۔

81۔ ابن حیان، ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری (274۔369ھ)۔ طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، 1412ھ۔

82۔ ابن حیان، عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حبان اصبہانی، ابو محمد (274۔369ھ)۔ العظمۃ۔ ریاض، سعودی عرب: دار العاصمہ، 1408ھ

83۔ ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحاق (223۔311ھ / 838۔924ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1390ھ / 1970ء۔

84۔ خطابی، حمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی البستی (319۔388ھ)۔ اصلاح غلط المحدثین۔ دمشق، شام:۔ دار المامون للتراث، 1407ھ۔

85۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (392۔463ھ / 1002۔1071ء)۔ تاریخ بغداد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

86۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت(392۔463ھ / 1002۔1071ء)۔ تلخیص المتشابہ۔ ریاض، سعودی عرب: دار الصمیعی، 1417ھ۔

87۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی(392۔463ھ / 1002۔1071ء)۔ الجامع لاخلاق الراوي وآداب السامع۔ الریاض، سعودی عرب: مکتبہ المعارف، 1403ھ۔

88۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی(392۔463ھ / 1002۔1071ء)۔ الکفایۃ في علم الروایۃ۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: المکتبۃ العلمیہ۔

89۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی(392۔463ھ / 1002۔1071ء)۔ موضح اوھام الجمع والتفریق۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ 1407ء۔

90۔ خطیب تبریزی، ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ(741ھ)۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، 1424ھ / 2003ء۔

91۔ ابن خلاد، ابو الحسن بن عبد الرحمن بن خلاد رامھرمزی(576ھ)۔ امثال الحدیث المرویۃ عن النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ، 1409ھ۔

92۔ خلال، احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال، ابو بکر(334۔311ھ)۔ السنۃ۔ ریاض، سعودی عرب: 1410ھ

93۔ خوارزمی، ابو المؤید محمد بن محمود(593۔665ھ)۔ جامع المسانید۔ بیروت، لبنان۔

94۔ دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن(181۔255ھ / 797۔869ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربي، 1407ھ۔

95۔ دار قطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان(306۔385ھ / 918۔995ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، 1386ھ / 1966ء۔

96۔ ابو داود، سلیمان بن اشعث سجستانی(202۔275ھ / 817۔889ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، 1414ھ / 1994ء۔

97۔ ابن درھم، ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم(245۔240ھ)۔ الزہد وصفۃ الزاہدین۔ طنطا: دار الصحابۃ للتراث، 1408ھ۔

98۔ الدمشقي، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر الحنبلی(691۔751ھ)۔ المنار المنیف في الصحیح والضعیف۔ حلب، شام: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، 1413ھ۔

99۔ دمیاطی، ابو محمد شرف الدین(م705ھ)۔ المتجر الرابح في ثواب العمل الصالح۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ ومطبعۃ النھضۃ الحدیثۃ، 1414ھ / 1994ء۔

100۔ ابن ابی الدنیا، ابو بکر عبد اللہ بن محمد القرشی(208۔281ھ)۔ الاولیاء۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، 1413ھ۔

101۔ ابن ابی الدنیا، ابو بکر عبد اللہ بن محمد القرشی(208۔281ھ)۔ کتاب التھجد وقیام اللیل۔ الریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، 1980ء۔

102۔ ابن ابی الدنیا، ابو بکر عبد اللہ بن محمد القرشی(208۔281ھ)۔ من عاش بعد الموت۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، 1413ھ۔

103۔ دولابی، ابو بشر محمد بن احمد بن محمد بن حماد(224۔310)۔ الذریۃ الطاہرۃ النبویۃ۔ کویت: الدار السلفیۃ۔

1041407۔ دیلمی، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الہمذانی(445۔509ھ / 1053۔1115ء)۔ مسند الفردوس۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1986ء۔

105۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد الذہبی(673۔748ھ)۔ میزان الاعتدال في نقد الرجال۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، 1995ء۔

106۔ ذھبی، شمس الدین محمد بن احمد الذھبی(673۔748ھ)۔ سیر اعلام النبلاء۔ بیروت، لبنان، مؤسسۃ الرسالۃ،1413ھ۔

107۔ ذھبی، شمس الدین محمد بن احمد الذھبی(673۔748ھ)۔ تذکرۃ الحفاظ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

108۔ رازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی(543۔606ھ / 1149۔1210ء)۔ التفسیر الکبیر۔ تہران، ایران: دار الکتب العلمیہ۔

109۔ ابن راشد، معمر بن راشد الازدی(151ھ)۔ الجامع۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی،1403ھ۔

110۔ ابن راھویہ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم(161۔237ھ / 778۔851ء)۔ المسند۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان،1412ھ / 1991ء۔

111۔ ابن رجب حنبلی، ابو الفرج عبد الرحمن بن احمد(736۔795ھ)۔ التخویف من النار والتعریف بحال دار البوار۔ دمشق، شام: مکتبۃ دار البیان، 1399ھ۔

112۔ ابن رجب حنبلی، ابو الفرج عبد الرحمن بن احمد(736۔795ھ)۔ جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ،1408ھ۔

113۔ ابن رشد، ابو ولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی(595ھ)۔ بدایۃ المجتھد۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

114۔ رویانی، ابو بکر محمد بن ہارون الرویانی(307ھ)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ،1416ھ۔

115۔ زرعی، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ایوب(691۔751ھ)۔ نقد المنقول بین المردود والمقبول۔ بیروت، لبنان: دار القاری،1411ھ۔

116۔ زرقانی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی(1055۔1122ھ / 1645۔1710ء(

117۔ زرقانی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی مصری ازہری مالکی(1055۔1122ھ / 1645۔1710ء)۔ شرح الموطا۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ،1411ھ۔

118۔ زمخشری، ابو القاسم محمد بن عمر(538ھ)۔ مختصر کتاب الموافقۃ بین اہل البیت والصحابۃ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب الحکمیہ۔

119۔ ابن زید، ابو اسماعیل حماد بن اسحاق بن اسماعیل(267ھ)۔ ترکۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والسبل التی وجھھا فیھا۔1404ھ۔

120۔ زیلعی، ابو محمد عبد اللہ بن یوسف حنفی(762ھ)۔ نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ۔ مصر، دار الحدیث،1357ھ۔

121۔ سبکی، تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام انصاری(683۔756ھ / 1284۔1355ء)۔ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام۔ حیدر آباد،

122۔ سخاوی، شمس الدین محمد بن عبد الرحمن(831ھ۔904ھ)۔ استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول وذوی الشرف۔ مکتبہ الملک ریاض، مکتبہ فہد الوطنیہ،1421ھ۔

123۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد(168۔230ھ / 784۔845ء)۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ والنشر،1398ھ / 1978ء۔

124۔ ابو سعود، محمد بن عمادی(898۔982ھ / 1493۔1575ء)۔ ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم(تفسیر ابی سعود)۔ بیروت، لبنان:

دار احیاء التراث العربی۔

125۔ سعید بن منصور، ابو عثمان الخراسانی، (227ھ)۔ السنن۔ ریاض، سعودی عرب: دار العصیمی، 1414ھ۔

126۔ ابن سلیمان، خیثمہ بن سلیمان القرشی الطرابلسی (250۔343ھ)۔ من حدیث خیثمہ بن سلیمان القرشي الطرابلسي۔ بیروت دار بیروت الکتاب العربی، 1400ھ 1980ء۔

127۔ سمرقندی، ابو حمد محمد بن احمد (539ھ)۔ تحفۃ الفقہاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1405ھ۔

128۔ سمعانی، منصور بن محمد بن عبد الجبار السمعانی ابو المظفر (426۔489ھ)۔ التفسیر۔ ریاض، سعودی عرب: دار الوطن، 1418ھ / 1997م۔

129۔ سندی، نور الدین بن عبد الھادی، ابو الحسن (1138ھ)۔ حاشیۃ علی سنن النساءي۔ حلب، شام: مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، 1406ھ / 1986ء۔

130۔ ابن السُنّی، احمد بن محمد الدینوری (284۔364ھ)۔ عمل الیوم واللیلۃ۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، 1425ھ / 2004ء۔

131۔ سیوطی، جلال الدین (849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ اسباب ورود الحدیث او اللمع في اسباب الحدیث۔ بیروت، لبنان:

132۔ سیوطی، جلال الدین (849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ الاتقان في علوم القرآن۔ لبنان، مطبعہ امیر، منشورات الرضی بیدار۔

133۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ تاریخ الخلفاء۔ بغداد، عراق: مکتبۃ الشرق الجدید۔

134۔ سیوطی، جلال الدین ا(849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ تبییض الصحیفۃ بمناقب ابي حنیفۃ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1410ھ / 1990ء۔

135۔ سیوطی، محلی، جلال الدین محمد بن احمد المحلی (864ھ) جلال الدین (849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ تفسیر الجلالین۔ بیروت، لبنان: دار ابن کثیر، 1419ھ۔1998ء۔

136۔ سیوطی، جلال الدین (849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ تدریب الراوي في شرح تقریب النواوي۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبہ الریاض الحدیثہ۔

137۔ سیوطی، جلال الدین (849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ تنویر الحوالک شرح موطا مالک۔ مصر: مکتبہ التجاریہ الکبری، 1389ھ / 1969ء۔

138۔ سیوطی، جلال الدین ا(849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ الجامع الصغیر في احادیث البشیر النذیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

139۔ سیوطی، جلال الدین (849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ الحاوي للفتاوی۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العربی، 1425ھ۔

140۔ سیوطی، جلال الدین (849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ الحاوي للفتاوی۔ لاءلپور، پاکستان: المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ، 792ھ۔

141۔ سیوطی، جلال الدین (849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ الخصاءص الکبری۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

142۔ سیوطی، جلال الدین (849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ الدر المنثور في التفسیر بالماثور۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

143۔ سیوطی، جلال الدین (849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ الدیباج علی صحیح مسلم۔ الخبر، سعودی عرب: دار ابن عفان، 1416ھ / 1996ء۔

144۔ سیوطی، جلال الدین(849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ شرح سنن ابن ماجہ۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

145۔ سیوطی، جلال الدین(849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ شرح علی سنن النسائی۔ حلب، شام: مکتب المطبوعات الاسلامیۃ،1406ھ / 1986ء۔

146۔ سیوطی، جلال الدین(849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ لباب النقول فی اسباب النزول۔ قاہرہ، مصر: مطبعہ مصطفی البابی الحلبی،1354ھ / 1935ھ۔

147۔ سیوطی، جلال الدین(849۔911ھ / 1445۔1505ء)۔ مفتاح الجنۃ۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: الجامعۃ الاسلامیۃ،1399ھ۔

148۔ شاشی، ابو سعید ہیثم بن کلیب بن شریح(335ھ / 946ء)۔ المسند۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم والحکم،1410ھ۔

149۔ شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی(150۔204ھ / 767۔819ء)۔ المسند۔ بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ

150۔ شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی(150۔204ھ / 767۔819ء)۔ السنن الماثورۃ۔ بیروت لبنان: دار المعرفۃ،1406ھ۔

151۔ شاہ ولی اللہ، الدھلوی(1174ھ / 1762ء)۔ المسوی من احادیث الموطا۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ الحجاز،1351ھ۔

152۔ ابن شاہین، ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان(297۔385ھ)۔ ناسخ الحدیث و منسوخہ۔ الزرقاء: مکتبۃ المنار،1408ھ / 1988۔

153۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد(1173۔1250ھ / 1760۔1834ء)۔ در السحابۃ فی مناقب القرابۃ والصحابۃ۔ لاہور، پاکستان: مکتبہ سید احمد شہید، 1404ھ۔

154۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد(1173۔1250ھ / 1760۔1834ء)۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار۔ بیروت، لبنان: دار الفکر،1402ھ / 1982ء۔

155۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد(1173۔1250ھ / 1760۔1834ء)۔ فتح القدیر۔ بیروت، لبنان: دار الفکر،1402ھ / 1982ء۔

156۔ شہرستانی، ابو الفتح محمد بن عبد الکریم بن ابی بکر احمد(479۔548ھ)۔ الملل والنحل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ،2001ء۔

157۔ شیبانی، محمد بن حسن(132۔189ھ)۔ الموطا۔ کراچی، پاکستان: میر محمد کتب خانہ۔

158۔ شیبانی، ابو بکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد(206۔287ھ / 822۔900ء)۔ الآحاد والمثانی۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ،1411ھ / 1991ء۔

159۔ شیبانی، محمد بن الحسن بن فرقد ابو عبد اللہ(132۔189ھ)۔ الاصل المعروف بالمبسوط۔ کراچی، پاکستان: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔

160۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی(159۔235ھ / 776۔849ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، 1409ھ۔

161۔ صنعانی، محمد بن اسماعیل الامیر(م773۔852ھ)۔ سبل السلام شرح بلوغ المرام۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی،1379ھ۔

162۔ صیداوی، محمد بن احمد بن جمیع، ابو الحسین(م305۔402ھ)۔ معجم الشیوخ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ،1405ھ۔

163۔طاہر القادری،ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔ عرفان القرآن۔لاہور، پاکستان: منہاج القرآن پبلی کیشنز۔

164۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (260۔360ھ / 873۔971ء)۔ کتاب الدعاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ 1421ھ / 2001ء۔

165۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (260۔360ھ / 873۔971ء)۔ مسند الشامیین۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1405ھ / 1984ء۔

166۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (260۔360ھ / 873۔971ء)۔ المعجم الاوسط۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، 1405ھ / 1985ء۔

167۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (260۔360ھ / 873۔971ء)۔ المعجم الصغیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1403ھ / 1983ء۔

168۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (260۔360ھ / 873۔971ء)۔ المعجم الکبیر۔ موصل، عراق: مطبعۃ الزہراء الحدیثہ۔

169۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (260۔360ھ / 873۔971ء)۔ المعجم الکبیر۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

170- شیخ عبد الغنی نابلسی، ایضاح الدلالات فی سماع الاٰلات، دار الفکر کراچی

171- صنعانی ابو بکر المصنف، مصنف عبد الرزاق ، المجلس العلمی کراچی

172- لسان العرب، ابن منظور، ناشر: نشر الادب الحوذہ ص:426، قم ایران

اردو کتب

باباصاحبؒ کے علمی آثار

نام کتاب	شائع کردہ	مقام اشاعت	سن اشاعت	صفحات
۱۔ اجمال جمال	مکتبہ تاج	کراچی	۱۹۶۶	۳۰۸
۲۔ آئین پاکستان	مکتبہ تاج	کراچی		
۳۔ آیات جمال	ایجوکیشنل پریس	کراچی	۱۹۴۴	۳۶۴
۴۔ تاج الاولیاء (حصہ اول)	ایجوکیشنل پریس	کراچی		۳۶۷
۵۔ تشریحات وتنبیہات کتاب الطواسین	ایجوکیشنل پریس	کراچی		

۶۔ جمال آیات	مکتبہ کراچی	کراچی		۳۰۸
۷۔ جمالستان	سول اینڈ ملٹری پریس	کراچی	۱۹۶۸	۳۵۲
۸۔ شرح فتوحات مکیہ	مکتبہ کراچی	کراچی	۱۹۹۶	۳۷۵
۹۔ شرح فصوص الحکم	مکتبہ کراچی	کراچی	۱۹۸۱	۷۴۴
۱۰۔ لمعات جمال	ایجوکیشنل پریس	کراچی		۲۰۶

دیگر کتب

1.	احمد، شمس الدین	قانونِ شریعت (کامل)	فرید بک اسٹال	لاہور	۱۹۸۶ء	۶۵۶
2.	اردو دا ورہ المعاف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی					
3.	الازہری، محمد کرم شاہ، پیر	دلاءل التوحید	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	لاہور	س۔ن	۵۶۸
4.	الازہری، محمد کرم شاہ، پیر	جبر و قدر	زاویہ پبلیشرز	لاہور	س۔ن	۳۲
5.	الازہری، الطاف حسین، محمد	سیر محبوب رحمٰن	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	لاہور	۱۹۹۹ء	
6.	آس والڈ کلپے، فلسفہ کیا ہے، مترجم مرزا ہادی صاحب 2010، ص 13 سٹی بک پوائنٹ کراچی					
7.	اشتیاق حسین، بر صغیر پاک و ہند شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی کراچی					
8.	اعظمی، عبد المصطفیٰ	اولیاء رجال الحدیث	مصلح الدین پبلیکیشنز	کراچی	۱۹۹۸ء	۲۷۲
9.	اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ، ڈاکٹر عبد الشکور احسن (ص:218) ناشر: ڈاکٹر محمد معز الدین، طابع: سید اظہار الحسن رضوی، (مطبع: مطبع عالیہ 120 ٹمپل روڈ لاہور، اول، 1977)					
10.	آکسفرڈ ڈکشنری، انگلش سے عربی، فرسٹ ایڈیشن 1980 آکسفورڈ یونیورسٹی					
11.	امجد، امجد علی	بڑے لوگوں کی بڑی باتیں	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	لاہور	س۔ن	۱۸۳
12.	اوج، محمد شکیل، حافظ	تفصیل ماجدی پر تحقیقی نوٹ	نورِ مصطفیٰ مسجد، شاہ فیصل کالونی	کراچی	۱۹۹۴ء	۲۰
13.	اوج، محمد شکیل، ڈاکٹر	قرآن پاک کے آٹھ مختلف اردو تراجم کا تقابلی جائزہ	ایوارڈ	کراچی	۲۰۰۰ء	۲۸۶
14.	اوکاڑوی، کوکب نورانی	مزارات و تبرکات	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	لاہور	۱۹۹۶ء	۶۴
15.	اوکاڑوی، محمد شفیع، علامہ	ذکرِ جمیل	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	لاہور	س۔ن	۴۴۰
16.	اویسی، فیض احمد، محمد، مفتی	تبلیغ اسلام اور اس کے طریقے	انجمن انوارِ قادریہ	کراچی	۱۹۹۹ء	۳۲
17.	اویسی، فیض احمد، محمد، مفتی	دلاءل الخیرات (اردو)	محمد رضا فریدی گلستان مصطفیٰ ایف بی ایریا کراچی		س۔ن	۳۶۶
18.	اویسی، فیض احمد، محمد، مفتی	روح البیان (اردو) اوّل	مکتبہ اویسیہ رضویہ	بہاول پور	۱۹۸۵ء	۹۶۳
19.	اویسی، فیض احمد، محمد، مفتی	روح البیان (اردو) ششم	مکتبہ اویسیہ رضویہ	بہاول پور	۱۹۸۰ء	۸۱۶
20.	اویسی، فیض احمد، محمد، مفتی	روح البیان (اردو) چہاردہم	مکتبہ اویسیہ رضویہ	بہاول پور	۱۹۹۴ء	۱۱۸۴
21.	ایم اے، ناظم، بشیر حسین	شواہد النبوۃ (اردو)	مکتبہ نبویہ	لاہور	۱۹۹۷ء	۷۲۰

.22	بریلوی،احمد رضاخان،اعلیٰحضرت برکات الامداد لاھل الاستمداد امام احمد رضا خان اکیڈمی کراچی ۱۹۹۴ء ۲۲
.23	بریلوی،احمد رضاخان،امام شریعت وطریقت المختار پبلیکیشنز کراچی ۱۹۹۴ء ۸۰
.24	بریلوی،احمد رضاخان،امام عرفانِ شریعت (مکمل) شبیر برادرز لاہور س۔ن ۱۱۴
.25	بریلوی،احمد رضاخان،امام مزارات پر عورتوں کی حاضری برکاتی پبلیشرز کراچی س۔ن ۶۱
.26	بریلوی،احمد رضاخان،شاہ الامن والعلیٰ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر س۔ن ۱۴۲
.27	بریلوی،احمد رضاخان،شاہ فتاویٰ افریقہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی ۱۹۸۸ء ۲۱۰
.28	بریلوی، شمس،علامہ تاریخ الخلفاء (اردو) پروگریسو بکس لاہور ۱۹۹۷ء ۸۵۲
.29	پروفیسر عیسیٰ، ارشادات شیخ اشرف علی تھانوی،
.30	پیارنگ کالا، بابا محمد عیسیٰ خان، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور
.31	پیرزادہ احسان الحق فاروقی، سلطان التارکین، دارہ المعارف حق نشان کراچی
.32	تھانوی، اشرف علی، مولانا بہشتی زیور (مکمل) فاتح پبلیشرز لاہور ۲۰۰۰ء ۱۱۲
.33	تھانوی، اشرف علی، مولانا نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب تاج کمپنی لمیٹیڈ کراچی س۔ن ۳۳۲
.34	جالنزوی، موسیٰ خان، محمد فلسفہ حیات ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۹۴ء ۱۷۶
.35	جمیل جالبی، ڈاکٹر، ارسطو سے ایلیٹ تک، نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع ہنم۔2012، بی آئی پرنٹرز راولپنڈی
.36	چشتی، شہباز احمد داناے راز ضیاء الامت، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۲ء ۳۳۶
.37	چشتی، ظفر، عبد الحق فیض کے چشمے کرم پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۵ء ۲۰۱
.38	حاجی عبدالرحمن شاہ یوسفی، مجلہ یوسف الاولیاء، ستمبر 1983، ص9: فیصل آباد
.39	حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، ترجمہ کا فن، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1987ء
.40	حضرت داتا گنج بخش، کشف المحجوب، مدینہ
.41	حفنی ناصف، دروس البلاغہ، میر محمد کتب خانہ کراچی
.42	خادم حسین صوفی، کنز العارفین من مرآت العارفین، ادارہ مخزن القادریہ
.43	خواجہ رضی حیدر، سلیم احمد، مشاہدے مطالعے اور تاثرات کی روشنی میں
.44	خوجہ غلام فرید، ملفوظات، موکف مولانا رکن الدین، مترجم کپتان واحد بخش سیال، اسلامک بک فاؤنڈیشن
.45	دریابادی، عبد الماجد، مولانا تصوفِ اسلام مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۳۶ء ۲۳۴
.46	ذہین شاہ تاجی، سید ادیب حسین، عظمی پبلی کیشنز، کراچی
.47	ساجد حسین، پروفیسر شماریات وتحقیقاتی طریقے رہبر پبلیشرز کراچی ۱۹۹۳ء ۲۹۶
.48	سہیل احمد عظیمی، سوانح بابا تاج الدین ناگپوری، مکتبہ روحانی ڈاءجسٹ کراچی
.49	سیال، واحد بخش، کپتان پنج پیر الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور ۱۹۹۳ء ۱۲۸
.50	سیال، واحد بخش، کپتان روحانیت اسلام الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور ۱۹۹۵ء ۳۵۷
.51	سیال، واحد بخش، کپتان مشاہدہ حق الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور ۱۹۹۵ء ۱۹۲

.52	سیال، واحد بخش، کپتان　مقام گنج شکر　الفیصل ناشران و تاجران کتب　لاہور　۲۰۰۰ء　۴۳۶
.53	سید رفیق عزیزی مرآۃ، مضمون مولانا محمد اسماعیل خاں رزمیؔ جے پوری، مقدمہ آیات جمال، مکتبہ تاج کراچی
.54	سید عبداللہ، اشارات تنقید، (مئی 1996ء)، مکتبہ، خیابانِ ادب 39 چیمبر روڈ، لاہور تابع جدید اردو ٹاپ پریس
.55	سید محمد بن مبارک، سیر الاولیاء ترجمہ غلام محمد، برہان مشتاق بک کارنر
.56	سیفی، نذیر احمد، حافظ　مرشدِ کامل کی ضرورت کیوں؟　ضیاء القرآن پبلیکیشنز　لاہور　۲۰۰۱ء　۲۰۸
.57	شاہ، امتیاز حسین　تذکرہ اولیاے ملتان　کتب خانہ حاجی نیاز احمد　ملتان　س۔ن　۲۳۰
.58	شاہتاز، نور احمد، ڈاکٹر　چند مسائل کی شرعی حیثیت　اسکالر اکیڈمی　کراچی　۱۹۹۹ء　۱۷۵
.59	شبلی نعمانی، مولانا، رسائل شبلی، مطبوعہ الیکٹرک پریس ہال بازار، امرتسر، س۔ن، یکم فروری 1898ء
.60	شیخ عبدالغنی نابلسی، ایضاح الدلالات فی سماع الآلات، دار الفکر کراچی
.61	صدیقی، شاہ الحق　بائبل قرآن اور سائنس (اردو)　دوست ایسوسی ایٹس　کراچی　س۔ن　۳۵۷
.62	صنعانی ابوبکر المصنف، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمی کراچی
.63	طاہر القادری، محمد، پروفیسر　منافقت اور اسکی علامات　مرکزی ادارہ منہاج القرآن　لاہور　۱۹۸۴ء　۸۰
.64	عباسی، محمد نسیم　حضرت رکن الدین المعروف رکن عالم سہروردی　شعبہ تعلقات عامہ اوقاف　لاہور　۲۰۰۱ء　۶۰
.65	عبداللطیف خان، اسلام وروحانیت، منہاج القرآن پبلی کیشنز
.66	عبدالرحمن، صباح الدین، سید　بزمِ صوفیاء　علامہ ابوالبرکات اکیڈمی　لاہور　۱۹۸۸ء　۵۲۰
.67	عبدالغنی، ڈاکٹر　ملفوظاتِ حیدری　ضیاء القرآن پبلیکیشنز　لاہور　۱۴۳۱ء　۴۰۰
.68	عرفی، عبدالعزیز　سیرت نگاری　گیلانی پبلیشرز　کراچی　۱۹۹۰ء　۲۵۰
.69	غلام معین الدین قادری نعیمی، شروح الغیب، زاویہ پبلیشرز
.70	فاروقی، اقبال احمد، پیرزادہ　تذکرہ علماے اہلسنت لاہور　مکتبہ نبویہ　لاہور　۱۹۸۷ء　۴۳۰
.71	فاروقی، برہان احمد، ڈاکٹر　منہاج القرآن　ادارہ ثقافت اسلامی　لاہور　۱۹۸۸ء　۲۸۸
.72	قادری، تراب الحق، شاہ، سید　تصوف و طریقت　افکارِ اسلامی　اسلام آباد　س۔ن　۲۴۰
.73	قدوسی، اعجاز الحق　تذکرہ صوفیاے پنجاب　سلمان اکیڈمی　کراچی　۱۹۹۶ء　۷۰۸
.74	قریشی، محمد اسحاق، ڈاکٹر　تصوف تلاش احسن کی ہمہ گیر تحریک　محی الدین اسلامک یونیورسٹی　نیریاں　۲۰۰۰ء　۳۱۸
.75	قصوری، محمد صادق　تحریکِ پاکستان اور علماء کرام　مکتبہ ء زاویہ　لاہور　۱۹۹۹ء　۵۱۰
.76	قصوری، محمد صادق　تحریک پاکستان اور مشائخ عظام　مکتبہ ء زاویہ　لاہور　۲۰۰۰ء　۳۱۸
.77	کاظمی، احمد سعید، سید　مقالاتِ کاظمی (جلد اوّل)　مکتبہ ء فریدیہ　ساہیوال　۱۳۹۷ھ　۵۰۴
.78	کاظمی، احمد سعید، سیّد　مقام نبوت　مجلس رضا　کراچی　س۔ن　۱۶
.79	کاندھوی، صدیقی، حبیب الرحمن　موضوعاتِ کبیر (اردو)　محمد سعید اینڈ سنز　کراچی　س۔ن ۶۰۸
.80	کلیاتِ اقبال، بال جبریل۔ ص:1-8، الفیصل ناشر آن تاجران کتب لاہور۔
.81	کلیم، محمد دین　لاہور کے اولیاے سہرورد　مکتبہ ء نبویہ　لاہور　۱۹۹۷ء　۲۴۴

نمبر	کتابیات
82.	گوہر، فضل الدین کشف المحجوب (گوہر) ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۵ء ۴۸۵
83.	لاہوری، غلام سرور، مفتی حدیقۃ الاولیاء تصوف فاؤنڈیشن لاہور ۲۰۰۰ء ۲۵۲
84.	مجددی، نقشبندی، غلام دستگیر، سید جمالِ قربِ الٰہی ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور س-ن ۳۵۶
85.	مجید اللہ قادری، پروفیسر ڈاکٹر، اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی
86.	محمد اکرم شیخ، آبِ کوثر
87.	محمد امین، سید، ڈاکٹر چہار انواح (اردو ترجمہ) برکاتی پبلیشرز کراچی ۱۹۸۸ء ۹۶
88.	محی الدین ابن عربی، شجرۃ الکون (اردو ترجمہ، محمد صدیق بیگ قادری)، فیصل آباد، 1985ء
89.	مرادآبادی، محمد نعیم الدین، سید خزائن القرآن ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۹ء ۱۱۴۲
90.	مرتب فاروق ارگلی، شرح امیر خسرو المعروف جہاں خسرو ص335 مشتاق بک کارنر
91.	مفکر اسلام سید ابو الحسن علی ندوی، پاجا سراغِ زندگی، ،، ۱۹۷۳ء مجلس نشریات اسلام، ناشر فضل ربی ندوی
92.	مقالہ: دستورِ پاکستان 1973ء کی اسلامی دفعات: تطبیق کے 30 سال انتظامی اور عدالتی فیصلوں (1973ء 2003ء) کے تناظر میں شہزاد اقبال شام
93.	ملا عبد اللہ یزدی شہ آبادی، شرح تہذیب مع حاشیہ تذہیب التہذیب، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور
94.	مودودی، ابو الاعلیٰ، سید سیرتِ سرورِ دو عالم (جلد اوّل) ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۷۹ء ۷۶۳
95.	مودودی، ابو الاعلیٰ، سید سیرتِ سرورِ دو عالم (جلد دوم) ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۷۹ء ۷۶۳
96.	مولانا زکریا کاندھلوی، آپ بیتی، مکتبہ رشیدیہ، ساہیوال
97.	مولانا عبد الرحمٰن لکھنوی، کلمۃ الحق اردو ترجمہ، ملک فضل مجددی لاہور
98.	مولانا محمد حنیف، افکار ابن خلدون، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، صفحہ :216
99.	مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی، قاموس الوحید، ادارۂ اسلامیات
100.	مولوی محبوب عالم، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، تاجران کتب لاہور
101.	مہدی جعفر۔ اردو افسانے کے افق، مطبوعہ، اوراق، لاہور (م ی، جون 1973ء)
102.	نثار احمد زبیری، تحقیق کے طریقے، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، سیکنڈ ایڈیشن
103.	ندوی، نگرامی، ابو الحسن قصص النبیین (الجزء ثالث) مجلس نشریاتِ اسلام کراچی س-ن ۱۶۸
104.	نعیمی، غلام معین الدین حیاتِ صدر الافضل فرید بک اسٹال لاہور ۱۳۰۰ء ۳۱۴
105.	نعیمی، غلام معین الدین، مفتی مدارج النبوت (اردو) (جلد اوّل) ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۸ء ۵۸۴
106.	نعیمی، غلام معین الدین، مفتی مدارج النبوت (اردو) (جلد دوم) ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۸ء ۷۲۸
107.	نقشبندی، محمد طیب، قاری دلائلِ نبوت (اردو) ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۹ء ۵۶۸
108.	ڈاکٹر حمید اللہ ہاشمی، اسلام اور فلسفہ، مکتبہ دانیال لاہور
109.	ڈاکٹر شوکت سبزواری، غالب، فکر و فن، شائع کردہ کل پاکستان انجمن ترقی اردو، اردو روڈ کراچی
110.	ڈاکٹر طاہر مسعود، یہ صورت گر کچھ خوابوں کے، مکتبہ دوست پبلی کیشنز
111.	ڈاکٹر قاضی عبد القادر، کشاف اصطلاحات، فلسفہ، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی

.112	ڈاکٹر محمد عطاء ارحیم ناگپوری، حضرت باباتاج الدین ناگپوری شاءع شدہ کرامات
.113	ڈاکٹر حفیظ الرحمان، قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک، مکتبہ طاہر سنز
.114	یوسف حسین خان، آوینہ ادب، چوک مینار لاہور
.115	یوسف حسین خان، اردو غزل، چوک مینار لاہور

English Books

Abbas, Shemeem Burney. *The Female Voice in Sufi Ritual: Devotional Practices of Pakistan and India.* Austin, TX: University of Texas Press, 2003.

'Abd al-Qādir al-Jīlānī (Muhtar Holland, trans.). *The Book of the Secret of Secrets and the Manifestation of Lights (Kitāb Sirr al-Asrār wa Mazhar al-Anwār).* Fort Lauderdale, FL: Al-Baz Publ., 2000.

'Abd al-Qādir al-Jīlānī (Muhtar Holland, trans.). *Fifteen Letters (Khamsata 'Ashara Maktūban).* Hollywood, FL: Al-Baz Publ., 1997.

'Abd al-Qādir al-Jīlānī (Muhtar Holland, trans.). *The Sublime Revelation (Al-Fath ar-Rabbānī).* Fort Lauderdale, FL: Al-Baz Publ., 2nd ed., 1998.

'Abd al-Qādir al-Jīlānī (Muhtar Holland, trans.). *Sufficient Provision for Seekers of the Path of the Truth (Al-Ghunya li-Tālibī Tarīq al-Haqq),* 5 Vols. Hollywood, FL: Al-Baz Publ., 1995- 1997.

'Abd al-Qādir al-Jīlānī (Muhtar Holland, trans.). *Utterances of Shaikh 'Abd al-Qādir al-Jīlānī (Malfūzāt).* Ft. Lauderdale, FL: Al-Baz Publ., 2nd ed., 1998.

Abdel-Kader, Ali Hassan. *The Life, Personality and Writings of al-Junayd: A Study of a Third/ Ninth Century Mystic with an Edition and Translation of his Writings.* London: Luzac & Co., 1976.

Abun-Nasr, Jamil M. *The Tijaniyya: A Sufi Order in the Modern World.* London: Oxford University Press, 1965.

Addas, Claude. *Quest for the Red Sulphur: The Life of Ibn 'Arabī.* Cambridge, UK: The Islamic Texts Society, 1993.

Affifi, Abu'l-A'la. *The Mystical Philosophy of Muhyīd'Dīn Ibnul-'Arabī.* Cambridge, UK: Cambridge University Press, 1936.

Andrae, Tor. *In the Garden of Myrtles: Studies in Early Islamic Mysticism.* Albany, NY: State University of New York Press, 1987.

Andreyev, Sergei. *Sufi Illuminati: The Rawshani Movement in Muslim Mysticism, Society and*

Politics. London: Curzon Press, 2000.

Arberry, Arthur John, trans. *The Doctrine of the Sufis* (translation of Kalābādhī's *Kitāb al-ta'arruf*). Cambridge, UK: Cambridge University Press, 1977.

Arberry, Arthur John. *Discourses of Rumi*. London: John Murray, 1961.

Arberry, Arthur John. *Mystical Poems of* Rūmī. Chicago, IL: University of Chicago Press, 1968.

Arberry, Arthur John. *Mystical Poems of* Rūmī, *2: Second Selection*. Chicago, IL: University of Chicago Press, 1979.

Arberry, Arthur John. *A Sufi Martyr: The Apologia of 'Ain al-Qudāt al-Hamadhānī*. London: George Allen & Unwin, 1969.

Arberry, Arthur John. *Sufism: An Account of the Mystics of Islam*. London: Allen and Unwin, 1950.

Arberry, Arthur John. *More Tales from the Masnavi*. London: George Allen & Unwin, 1963.

Arberry, Arthur John. *Tales from the Masnavi*. London: George Allen & Unwin, 1961.

Attar, Farid ud-Din (Dick Davis and Afkham Darbandi, trans.). *The Conference of the Birds*. London: Penguin Books, 1984.

Awn, Peter J. *Satan's Tragedy and Redemption: Iblīs in Sufi Psychology*. Leiden: E.J. Brill, 1983.

Baldick, Julian. *Mystical Islam: An Introduction to Sufism*. Washington Square, NY: New York University Press, 1989.

Baldick, Julian. *The Uwaysi Sufis of Central Asia*. Washington Square, NY: New York 8 University Press, 1993.

Banani, Amin, Richard Hovannisian and George Sabagh, eds. *Poetry and Mysticism in Islam: The Heritage of Rumi*. New York: Cambridge University Press, 1994.

Baqli, Ruzbihan (Carl W. Ernst, trans.). *The Unveiling of Secrets: Diary of a Sufi Master*. Chapel Hill, NC: Parvardigar Press, 1997.

Bashir, Shahzad. *Messianic Hopes and Mystical Visions: The* Nūrbakhshīya *between Medieval and Modern Islam*. Columbia, SC: University of South Carolina Press, 2003.

Bennigsen, Alexandre, et al. *Mystics and Commissars: Sufism in the Soviet Union*. Berkeley, CA:

University of California Press, 1986.

Birge, John K. *The Bektashi Order of Dervishes.* London: Luzac, 1937.

Böwering, Gerhard. *Mystical Vision of Existence in Classical Islam: The Qur'anic Hermeneutics of the Sufi Sahl al-Tustarī.* Berlin: Walter de Gruyter, 1980.

Brenner, Louis. *West African Sufi: The Religious Heritage and Spiritual Search of Cerno Bokar Saalif Taal.* London: C, Hurst & Co., 1984.

Buehler, Arthur F. *Sufi Heirs of the Prophet: The Indian Naqshbandiyya and the Rise of the Mediating Sufi Shaykh.* Columbia, SC: University of South Carolina Press, 1998.

Burckhardt, Titus. *Introduction to Sufism.* London: Thorsons, 1995.

Burckhardt, Titus. *Mystical Astrology According to Ibn 'Arabi.* Louisville, KY: Fons Vitae, 2001.

Chittick, William C. *Imaginal Worlds: Ibn al-'Arabī and the Problem of Religious Diversity.* Albany, NY: State University of New York Press, 1995.

Chittick, William C. *The Self-Disclosure of God: Principles of Ibn al-'Arabī's Cosmology.* Albany, NY: State University of New York Press, 1997.

Chittick, William C. *The Sufi Path of Knowledge: Ibn al-'Arabī's Metaphysics of Imagination.* Albany, NY: State University of New York Press, 1989.

Chittick, William C. *Sufism: A Short Introduction.* Oxford, England: Oneworld, 2000.

Chittick, William C., ed. *Faith and Practice of Islam: Three Thirteenth Century Sufi Texts.* Albany, NY: State University of New York Press, 1992.

Chittick, William C., trans. and ed. *The Sufi Path of Love: The Spiritual Teachings of Rumi.* Albany, NY: State University of New York Press, 1983.

Chittick, William C. and Peter Lamborn Wilson, trans. *Fakhruddin 'Iraqi--Divine Flashes.* Mahwah, NJ: Paulist Press, 1982.

Chodkiewicz, Michel. *The Seal of the Saints: Prophethood and Sainthood in the Doctrine of Ibn 'Arabī.* Cambridge, UK: The Islamic Texts Society, 1993.

Coates, Peter. *Ibn 'Arabi and Modern Thought: The History of Taking Metaphysics Seriously.* Oxford, UK: Anqa Publ., 2002.

Corbin, Henry. *Creative Imagination in the Sūfism of Ibn 'Arabī.* Princeton, NJ: Princeton

University Press, 1998.

Corbin, Henri (Nancy Pearson, trans.). *The Man of Light in Iranian Sufism.* Boulder, CO: Shambhala, 1978.

Corbin, Henry (Joseph H. Rowe, trans.). *The Voyage and the Messenger: Iran and Philosophy.* Berkeley, CA: North Atlantic Books, 1998.

Cornell, Vincent J. *Realm of the Saint: Power and Authority in Moroccan Sufism.* Austin, TX: University of Texas Press, 1998.

Cornell, Vincent J. *The Way of Abu Madyan.* Cambridge, UK: The Islamic Texts Society, 1996.

Cragg, Kenneth. *The Wisdom of the Sufis.* New York: W.W. Norton, 1976.

Eaton, Richard M. *Sufis of Bijapur, 1300-1700: Social Roles of Sufis in Medieval India.* Princeton, NJ: Princeton University Press, 1978. 9

Elias, Jamal J., trans. *The Sufi Poems of Sultan Bahu.* Berkeley, CA: University of California Press, 1998.

Ernst, Carl W. *Eternal Garden: Mysticism, History, and Politics at a South Asian Sufi Center.* Albany, NY: State University of New York Press, 1992.

Ernst, Carl W. *Ruzbihan Baqli: Mystical Experience and the Rhetoric of Sainthood in Persian Sufism.* London: Curzon Press, 1996.

Ernst, Carl W. *The Shambhala Guide to Sufism.* Boston, MA: Shambhala, 1997.

Ernst, Carl W. *Words of Ecstasy in Sufism.* Albany, NY: State University of New York Press, 1984.

Ernst, Carl W. and Bruce B. Lawrence. *Sufi Martyrs of Love: The Chishti Order in South Asia and Beyond.* London: Palgrave Macmillan, 2002.

Friedlander, Shems. *Rumi and the Whirling Dervishes.* New York: Parabola Books, revised ed., 2003.

Gilsenan, Michael. *Saint and Sufi in Modern Egypt.* Oxford, UK: Clarendon Press, 1973.

Hammarlund, Anders, et al., eds. *Sufism, Music and Society in Turkey and the Middle East.*

Richmond, Surrey: Curzon Press, 2001.

Hoffman, Valerie. *Sufism, Mystics, and Saints in Modern Egypt.* Columbia, SC: University of South Carolina Press, 1995.

Homerin, Th. Emil. *From Arab Poet to Muslim Saint: Ibn al-Farid, His Verse, and His Shrine.* Columbia, SC: University of South Carolina Press, 1994.

Ibn al-'Arabī (R.W.J. Austin, trans.). *Bezels of Wisdom.* New York: Paulist Press, 1980.

Ibn al-'Arabī (Cecilia Twinch and Pablo Beneito, trans.). *Contemplation of the Holy Mysteries.* Oxford, UK: Anqa Publ., 2001.

Ibn al-'Arabī (Rabia Harris, trans.) *Journey to the Lord of Power: A Sufi Manual on Retreat.* Rochester, VT: Inner Traditions, 1981.

Ibn al-'Arabī, Muhyiddin (Raghavan Iyer, ed., with introductory essay by Elton Hall). *The Seals of Wisdom (ten selections from the Fusus al-Hikam).* Santa Barbara, CA: Concord Grove Press, 1983.

Ibn al-'Arabī (Pablo Beneito and Stephen Hertenstein, trans.). *The Seven Days of the Heart: Prayers for the Days and Nights of the Week.* Oxford, UK: Anqa Publ., 2000.

Ibn al-'Arabī (R.W.J. Austin, trans.). *Sufis of Andalusia: The Rūh al-quds and Al-Durrat al-fākhirah.* London: George Allen & Unwin, 1971.

Ibn 'Ata' Allah al-Iskandari (Mary Ann Koury-Danner, trans.). *The Key to Salvation: A Sufi Manual of Invocation.* Cambridge, UK: The Islamic Texts Society, 1996.

Ingram, Harold, et al. *Studies in Islamic Mysticism.* New York: Columbia University Press, 1997.

al-Jīlānī, Hadrat 'Abd al-Qādir (Shaykh Tosun Bayrak al-Jerrahi al-Halveti, interpretative trans.). *The Secret of Secrets.* Cambridge, UK: The Islamic Texts Society, 1992.

Jurji, Edward J. *Illumination in Islamic Mysticism.* Princeton, NJ: Princeton University Press, 1937.

Karamustafa, Ahmet T. *God's Unruly Friends: Dervish Groups in the Islamic Later Middle Period, 1200-1550.* Salt Lake City, UT: University of Utah Press, 1994.

Karrar, Ali S. *The Sufi Brotherhoods in the Sudan.* Evanston, IL: Northwestern University Press,

1992.

Keshavarz, Fatemeh (Frederick M. Denny, ed.). *Reading Mystical Lyric: The Case of Jalal al-Din Rumi.* Columbia, SC: University of South Carolina Press, 1998.

Knysh, Alexander. *Islamic Mysticism: A Short History.* Leiden: E.J. Brill, 2000.

Lawrence, Bruce B., ed. *Nizam ad-din Awliya--Morals for the Heart.* New York: Paulist Press, 10 1992.

Lawrence, Bruce B. *Notes from a Distant Flute: Sufi Literature in Pre-Mughal India.* Tehran: Imperial Iranian Academy of Philosophy, 1978.

Lewis, Franklin D. *Rumi: Past and Present, East and West—The Life, Teachings and Poetry of Jalāl al-Din Rumi.* Oxford, UK: Oneworld, 2000.

Lewisohn, Leonard, ed. *The Heritage of Sufism, Vol. I: Classical Persian Sufism from its Origins to Rumi (700-1300).* Oxford, England: Oneworld, 1999.

Lewisohn, Leonard, ed. *The Heritage of Sufism, Vol. II: The Legacy of Medieval Persian Sufism (1150-1500).* Oxford, England: Oneworld, 1999.

Lewisohn, Leonard and David Morgan, eds. *The Heritage of Sufism, Vol. III: Late Classical Persianate Sufism (1501-1750).* Oxford, England: Oneworld, 1999.

Lings, Martin. *A Sufi Saint of the Twentieth Century, Shaikh Ahmad al-'Alawī: His Spiritual Heritage and Legacy.* London: George Allen & Unwin, 2nd ed., 1971.

Lings, Martin. *What is Sufism?* Cambridge, UK: The Islamic Texts Society, 1993 (reprint ed.).

Mason, Herbert. *The Death of al-Hallāj: A Dramatic Narrative.* Notre Dame, IN: University of Notre Dame Press, 1991 (originally published, 1979).

Mason, Herbert W. *Al-Hallaj.* Richmond, Surrey: Curzon Press, 1995.

Massignon, Louis (Benjamin Clark, trans.). *Essay on the Origins of the Technical Language of Islamic Mysticism.* Notre Dame, IN: University of Notre Dame Press, 1997.

Massignon, Louis (Herbert Mason, trans.). *The Passion of al-Hallaj, Mystic and Martyr of Islam,* 4 Vols. Princeton, NJ: Princeton University Press, 1982.

Meisami, Julie. *Medieval Persian Court Poetry.* Princeton, NJ: Princeton University Press, 1987.

Milson, Menahem, trans. *A Sufi Rule for Novices: Kitāb Ādāb al-murīdīn of Abū Najīb*

al-Suhrawardī. Cambridge, MA: Harvard University Press, 1973.

Mojaddedi, Jawid A. *The Biographical Tradition in Sufism: The tabaqāt genre from al-Sulamī to Jāmī*. Richmond, Surrey: Curzon, 2001.

Murata, Sachiko. *Chinese Gleams of Sufi Light: Wang Tai-Yü's Great Learning of the Pure and Real and Liu Chih's Displaying the Concealment of the Real Realm*. Albany, NY: State University of New York Press, 2000.

Nasr, Seyyed Hossein. *Sufi Essays*. Albany, NY: State University of New York Press, 2nd ed., 1991.

Netton, Ian Richard. *Sufi Ritual: The Parallel Universe*. Richmond, Surrey: Curzon Press, 2000.

Nicholson, R.A.. *The Idea of Personality in Sufism*. Cambridge, UK: Cambridge University Press, 1923.

Nicholson, R.A. *Studies in Islamic Mysticism*. Cambridge, UK: Cambridge University Press, 1921.

Nicholson, R.A., ed. and trans. *Mathnawi of Jalaluddin Rumi*. London: E.J.W. Gibb Memorial Trust/Luzac & Co., 1977.

Nurbakhsh, Javad. *Dogs from a Sufi Point of View*. London: Khaniqahi Nimatullahi Publ., 1989.

Nurbakhsh, Javad. *The Psychology of Sufism*. New York: Khaniqahi Nimatullahi Publ., 1992.

Nurbakhsh, Javad. *Spiritual Poverty in Sufism*. London: Khaniqahi Nimatullahi Publ., 1984.

Nurbakhsh, Javad. *Sufism: Meaning, Knowledge and Unity*. New York: Khaniqahi Nimatullahi Publ., 1981.

Nurbakhsh, Javad. *Sufi Symbolism*, 5 Vols. London: Khaniqahi Nimatullahi Publ., 1984-1995.

Nurbakhsh, Javad. *Sufi Women*. London: Khaniqahi Nimatullahi Publ., 2nd ed., 1990.

Nurbakhsh, Javad. *In the Tavern of Ruin: Seven Essays on Sufism*. New York: Khaniqahi 11 Nimatullahi Publ., 2nd ed., 1992.

O'Fahey, R.S. *Enigmatic Saint: Ahmad Ibn Idris and the Idrisi Tradition*. Evanston, IL:

Northwestern University Press, 1990.

Özdalga, Elisabeth, ed. *The Naqshbandis in Western and Central Asia.* London: Curzon Press, 1999.

Pendlebury, David, trans. and ed. *Yusuf and Zulaikha: An Allegorical Romance, by Hakim Abdurrahman Jami.* London: Octagon Press, 1980.

Al-Qushayrī (B.R. von Schlegell, trans.). *Principles of Sufism.* Berkeley, CA: Mizan Press, 1990.

Radtke, B. and J. O'Kane. *The Concept of Sainthood in Early Islamic Mysticism.* Richmond, Surrey: Curzon Press, 1996.

Ramakrishna, Lajwanti. *Panjabi Sufi Poets.* London: Oxford University Press, 1938.

Renard, John, S.J., trans. *Ibn 'Abbād of Ronda: Letters on the Sufi Path.* New York: Paulist Press, 1988.

Renard, John. *All the King's Falcons: Rumi on Prophets and Revelation.* Albany, NY: State University of New York Press, 1994.

Roberts, Allen F. and Mary Nooter Roberts (with Gassia Armenian and Ousmane Gueye). *A Saint in the City: Sufi Arts of Urban Senegal.* Los Angeles: UCLA Fowler Museum of Cultural History, 2003.

el-Sakkakini, Widad. *First Among Sufis: The Life and Thought of Rabia al-Adawiyya, the Woman Saint of Basra.* London: Octagon Press, 1982.

Sanai, Hakim (D.L. Pendlebury, trans.). *The Walled Garden of Truth.* London: Octagon Press, (abridged ed.), 1974.

Schimmel, Annemarie. *As Through a Veil: Mystical Poetry in Islam.* New York: Columbia University Press, 1982.

Schimmel, Annemarie. *I Am Wind, You Are Fire: The Life and Work of Rumi.* Boston, MA: Shambhala, 1992.

Schimmel, Annemarie. *Mystical Dimensions of Islam.* Chapel Hill, NC: University of North Carolina Press, 1975.

Schimmel, Annemarie. *The Triumphal Sun: A Study of the Works of Jalāloddin Rumi.* London:

Fine Books, 1978.

Schimmel, Annemarie. *A Two-Colored Brocade: The Imagery of Persian Poetry.* Chapel Hill, NC: University of North Carolina Press, 1992.

Schimmel, Annemarie, trans. *Look! This is Love: Poems of Rumi.* Boston, MA: Shambhala, 1996.

Sedgwick, Mark J. *Sufism: The Essentials.* Cairo: American University in Cairo Press, 2001.

Sells, Michael A. *Early Islamic Mysticism: Sufi, Qur'an, Mi'raj, Poetic and Theological Writings.* Mahwah, NJ: Paulist Press, 1996.

Shah, Idries, intro.(various trans.) *Four Sufi Classics: Salaman and Absal; The Niche for Lights; The Way of the Seeker; The Abode of Spring.* London: Octagon Press (for The Sufi Trust), 1980.

Sirāj ad-Dīn, Abū Bakr. *The Book of Certainty: The Sufi Doctrine of Faith, Vision and Gnosis.* Cambridge, UK: The Islamic Texts Society, 2002.

Smith, Grace Martin and Carl W. Ernst, eds. *Manifestations of Sainthood in Islam.* Istanbul: Isis Press, 1994.

Smith, Margaret. *Muslim Women Mystics: The Life and Work of Rabi'a and Other Women Mystics in Islam.* Oxford, England: Oneworld, 2001.

Smith, Margaret. *Rābi'ah the Mystic and Her Fellow-Saints in Islam.* Cambridge, UK: 12 Cambridge University Press, 1928.

Trimingham, J. Spencer. *The Sufi Orders in Islam.* Oxford, UK: Clarendon Press, 1971.

Trix, Frances. *Spiritual Discourse: Learning with an Islamic Master.* Philadelphia, PA: University of Pennsylvania Press, 1993.

de Vitray-Meyerovitch, Eva (Simone Fattal, trans.). *Rumi and Sufism.* Sausalito, CA: Post Apollo, 1987.

Wilson, Peter Lamborn and Nasrollah Pourjavady, trans. and eds. *The Drunken Universe: An Anthology of Persian Sufi Poetry.* Grand Rapids, MI: Phanes Press, 1987.

Wolper, Ethel Sara. *Cities and Saints: Sufism and the Transformation of Urban Space in Medieval Anatolia.* University Park, PA: Pennsylvania State University Press, 2003

باباصاحبؒ و السیدعبدالقادرگیلانیؒ

پروفیسر اے۔ بی۔ اے۔ حلیم مرحوم کی عقیدت

سماع خانہ سے تشریف لا رہے ہیں دائیں جانب جناب انور پیر بھائی (سجادہ نشین بابا
اور دائیں جانب سید امام اور انور ترین نمایاں ہیں۔

کیے ہم نے جنوں سے نکتہ چینوں کے دہاں پیدا
ہم ایسے آدمی ہوتے ہیں دنیا میں کہاں پیدا

ڈاکٹر قطب الدین احمد بابا صاحب سے مصروفِ گفتگو ہیں
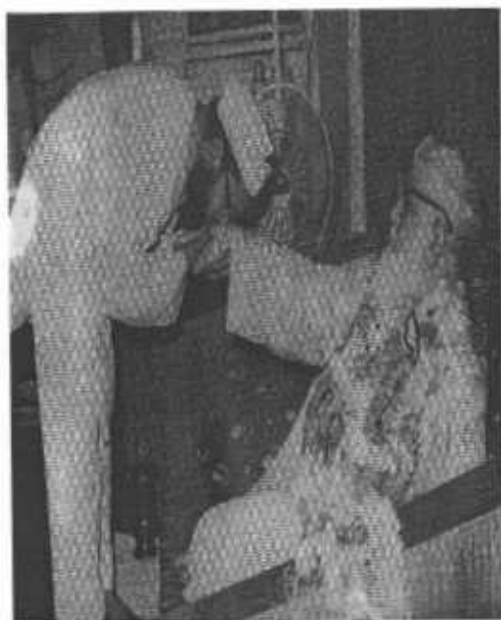
سیٹھ صدیق ہاشم کا نذرانہ
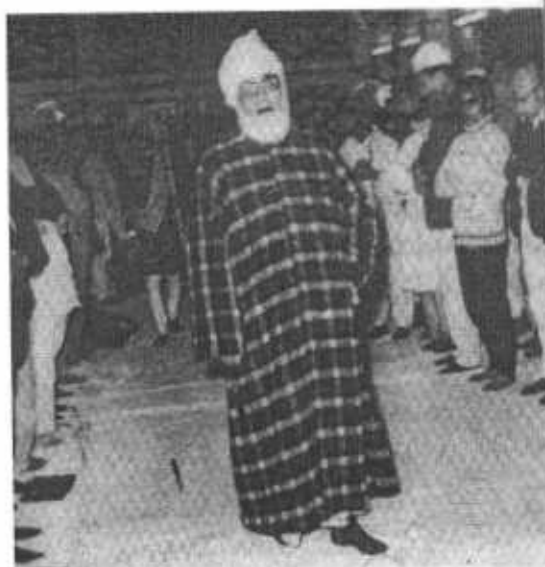
حضرت باباصاحب عالم کیف میں

لنگر تناول فرمارہے ہیں

۱۳ مئی ۱۹۷۳ء مطابق ۱۰ ربیع الثانی کو حضرت بابا صاحبؒ بابا انور شاہ ذہینی تاجیؒ اپنی پگڑی پہنا کر سجادگی عنایت فرما رہے ہیں۔

حضرت باباصاحبؒ اور مولانا ضیاء القادری مرحوم

خانقاہ شریف میں رئیس امروہوی کی حاضری

خانقاہ شریف پر ایک محفل

نوابزادہ افتخار احمد مدنی

پروفیسر کرار حسین

بابا انور شاہ ذہینی تاجی

مولانا سید محمد فاروق احمد

عبید اللہ قدسی